تاریخ
ادب عربی
احمد حسن زیات
مترجم

تاریخ ادب عربی

احمد حسن زیات

مفید اضافات
ترجمہ واضافہ

محمد نعیم صدیقی

ناشر

شیخ محمد بشیر اینڈ سنز
جلال الدین ہسپتال بلڈنگ
سرکلر روڈ چوک اردو بازار
لاہور

طابع ———— ابوبکر صدیق
مطبع ———— ندیم یونس پرنٹرز
کمپیوٹر آپریٹر ———— محمد محمود
کمپوزنگ ———— القدوم کمپیوٹر کمپوزنگ سنٹر

قیمت -/450 روپے

فہرست

مقدمہ 13
زبان کا ادب 13
ادب کی تاریخ 14
تاریخ ادب کا فائدہ 14
تاریخ ادب کی تقسیم 15
عربوں کے رہائشی مقامات طبقات اور مشہور قبائل 16
عرب کی تقسیم 18
عرب بائدہ 18
عرب عاربہ 18
عرب مستعربہ 19
زمانہ جاہلیت میں عربوں کی اجتماعی' سیاسی' دینی اور فکری حالت 19
پہلا باب 24
زمانہ جاہلیت 24
پہلی فصل 24
عربی زبان کی نشوونما 24
میلے اور تجارتی بازار 26
مکہ کی اہمیت اور قریش کا کاروبار 27
دوسری فصل 28
نثر 28
ضرب الامثال 29
حکیمانہ مقولے 30
خطبے اور وصیتیں 30
جاہلی نثر کے امتیازات 30
خطابت' اسلوب خطابت 31
مقررین 32
قس بن ساعدہ ایادی 32
عمرو بن معدی کرب الزبیدی 35
زمانہ جاہلیت کی نثر کے نمونے 37
عربوں کی چند مشہور ضرب الامثال 37
عربوں کے چند مشہور حکیمانہ مقولے 39
عربوں کے خطبات 40
عربوں کی چند وصیتیں 41
تیسری فصل 42
شاعری 42
شعر کی تعریف اور اس کی ابتدا 42
شاعری اور عرب 44
شاعری کی اقسام اور اس کے اغراض و مقاصد 45
جاہلی شاعری کے امتیازات 46
روایت شعر اور معلقات 47
عہد جاہلیت کی شاعری کے نمونے 49
امرؤ القیس کے اشعار 49
نابغہ ذبیانی کے اشعار 50
علقمہ بن عبدہ تمیمی کے اشعار 56
عبد یغوث حارثی یمنی کے اشعار 57
ذوالاصبع عدوانی کے اشعار 60
افوہ اودی کے اشعار 62
وداک بن ثمیل مازنی کے اشعار 62
زہیر بن ابی سلمیٰ کے اشعار 63
اعشیٰ کے اشعار 64

تابط شر کے اشعار 65
عمرو بن ہذیل عبدی کے اشعار 66
لبید بن ربیعہ کے اشعار 67
عدی بن زید عبادی کے اشعار 68
طرفہ بن العبد کے اشعار 70
ابو صخرہ کے اشعار 70
متلمس کے اشعار 71
چوتھی فصل 72
دور جاہلیت کے شعراء اور ان کے طبقات 72
امرؤالقیس' حالات زندگی اور شاعری 74
نابغہ ذبیانی' حالات زندگی اور شاعری 79
زہیر بن ابی سلمیٰ' حالات زندگی اور شاعری 82
اعشیٰ' حالات زندگی اور شاعری 88
عنترہ عبسی' حالات زندگی اور شاعری 91
طرفہ بن العبد' حالات زندگی اور شاعری 96
عمرو بن کلثوم' حالات زندگی اور شاعری 101
حارث بن حلزہ' حالات زندگی اور شاعری 105
لبید بن ربیعہ' حالات زندگی اور شاعری 108
حاتم طائی' حالات زندگی اور شاعری 112
امیہ بن ابی الصلت' حالات زندگی اور شاعری 117
سرزمین عرب میں کتابت کی ابتداء 121
دوسرا باب 122
آغاز اسلام کا زمانہ اور بنی امیہ کی حکومت 122
اسلامی ادب اور اس کے عوامل' مصادر' اقسام اور طبائع 122
ادب اسلامی کے سرچشمے 129
1 قرآن کریم 129
اسلوب قرآن مجید 131
اعجاز قرآن 132
زبان قرآن 133
مقاصد و مضامین قرآن 133
تاثیر قرآن 134
قرآن مجید کی قراء تیں 135
چند غیر مستند قراء تیں 135
سات مشہور قراء 135
قرآن مجید کی جمع و تدوین 136
نور قرآن کی ایک جھلک 137
2 حدیث نبوی 140
حدیث کا طرز بیان 143
چند ارشادات نبوی 144
3 زمانہ جاہلیت کی شاعری 146
4 غیر ملکی ادب 146
ادب اسلامی کی قسمیں 150
شاعری 150
عہد رسالت میں شاعری 150

خلفاء راشدین کے عہد میں شاعری 152
شاعری پر عمومی نگاہ 156
عراق کی شاعری پر تبصرہ 156
حجاز کی شاعری پر تبصرہ 157
شام کی شاعری پر تبصرہ 158
عراقی شاعری کی خصوصیات 158
اخطل 159
فرزدق 160
جریر 161
ہجو نگاری میں اخطل ' فرزدق اور جریر کا مسلک 163
اخطل کی ہجو نگاری 163
فرزدق کی ہجو نگاری 168
جریر کی ہجویہ شاعری 712
اخطل ' فرزدق اور جریر کی شاعری پر تبصرہ 180
شیعہ شاعری 189
خوارج کی شاعری 193
بہادری کے متعلقہ اشعار 196
اموی شاعری کے نمونے 198
مدح سے متعلقہ اشعار 199
مرثیہ گوئی سے متعلقہ اشعار 201
ہجویہ شاعری 203
وصف پر مبنی اشعار 204
غزلیہ اشعار 207
شعراء اور ان کے طبقات 214
مخضرمین شعراء 215
1 کعب بن زہیر 215
2 خنساء 219
3 حسان بن ثابت 223
4 حطیئہ 227
اسلامی شعراء 231
1 عمر بن ابی ربیعہ 231
2 اخطل 237
3 فرزدق 241
4 جریر 246
5 طرماح بن حکیم 251
نثر 257
خطابت 257
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 258
آنحضرتؐ کی پیدائش ' پرورش اور بعثت 258
آنحضرتؐ کا حلیہ مبارک 260
آنحضرتؐ کی فصاحت 261
زبان و ادب پر احادیث کے اثرات 262
آنحضرتؐ کے چند بے نظیر اقوال 262
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ 263
حضرت عمر کا حلیہ اور خداداد صلاحیتیں 265
حضرت عمر کے عہد ناموں اور خطبات کا نمونہ 266

حضرت عمر کی تقریر کا اقتباس	268	اسلام کے بعد تحریر کی حالت	297
حضرت عمر کے چند اقوال	268	تیسرا باب	300
حضرت علی رضی اللہ عنہ	269	عہد عباسی	300
اخلاق اور خداداد صلاحیتیں	270	عہد عباسی کی اہمیت' اثرات اور	300
آپ کا نمونہ کلام	270	نمایاں خصوصیات	
آپ کے خطبات سے اقتباس	271	پہلی فصل	301
سحبان بن وائل	273	زبان اور اس پر فتوحات' سیاست اور	301
اس کا تقریری نمونہ	274	تمدن کے اثرات	
زیاد بن ابیہ	275	دوسری فصل	304
اخلاق اور خداداد صلاحیتیں	276	نثر	304
زیاد کا نمونہ خطابت	276	انشاء پردازی	304
حجاج بن یوسف ثقفی	279	پہلا طبقہ	306
اخلاق اور خداداد صلاحیتیں	279	دوسرا طبقہ	306
حجاج کے خطبے کا نمونہ	280	تیسرا طبقہ	307
انشاء پردازی	282	چوتھا طبقہ	307
عبدالحمید بن یحیٰ اور اس کی انشاء	284	خطابت (تقریر)	308
پردازی		نثر کے نمونے	309
اس دور کی نثر کے نمونے	284	توقیعات اور اس کی مثالیں	309
حکیمانہ مقولے	288	تقریریں	311
خطبے	289	رسائل و مکاتیب	313
رسائل و خطوط	292	مقالات	315
وصیتیں اور نصیحتیں	293	بدیع الزمان ہمدانی کا حرزیہ مقامہ	315
زبان میں خامیاں اور عامیانہ زبان کی	294	حریری کا بغدادی مقامہ	315
ابتدا		تیسری فصل	317
نحو	295	انشاء پرداز	317
عہد بنو امیہ میں علوم کی حالت	296	ابن المقفع	317

الجاحظ	322
ابن العمید	326
صاحب ابن عباد	331
الخوارزمی	333
بدیع الزمان ہمذانی	337
حریری	341
مقامات حریری	342
قاضی فاضل	345
چوتھی فصل	346
شاعری پر تمدن وسیاست کے اثرات	346
عباسی دور کی شاعری کے نمونے	349
مرثیہ پر مبنی اشعار	352
ہجویہ اشعار	354
حکیمانہ اور ضرب الامثال پر مشتمل اشعار	358
پانچویں فصل	364
مولد شعراء	364
بغداد کے شعراء	364
بشار بن برد	364
ابو العتاہیہ	371
ابو نواس	376
ابن رومی	382
ابن المعتز	387
شریف رضی	392
طغرائی	395
شام کے شعراء اوران کی شاعری	397
ابو تمام	398
بحتری	402
متنبی	405
ابو فراس ہمدانی	412
ابو العلاء المعری	415
اندلس کے شعراء اوران کی شاعری	420
اندلسی شاعری کے نمونے	424
اندلس کے شعراء	426
ابن عبد ربہ	426
العقد الفرید کا تعارف	427
ابن ہانی اندلسی	429
ابن زیدون	433
ابن حمدیس صقلی	439
ابن خفاجہ اندلسی	443
لسان الدین الخطیب	445
مصر میں فاطمیوں کے عہد میں شاعری	448
انشاء پردازی اور علوم و فنون کی حالت	448
مصر میں شعراء	451
کمال الدین النبیہ	452
ابن الفارض	455
بہاء الدین زہیر	458
چھٹی فصل	460
علوم و معارف، ترجمہ و تالیف	460
علوم ادبیہ	462
علم ادب	462

ادباء 463
اصمعی 463
ابو الفرج اصبہانی 465
الاغانی کا تعارف 466
علم نحو 467
علماء نحو 469
سیبویہ 469
کسائی 470
فراء 472
ابن الحاجب 473
لغویین 475
خلیل بن احمد 475
ابن درید 477
علوم بیان 479
تاریخ 480
تاریخ نگاری میں عربوں کا طریقہ 482
علوم شریعت 483
علم حدیث 483
محدثین 484
امام بخاری 484
امام مسلم 485
علم فقہ 485
فقہاء 486
ابو حنیفہ 486
مالک بن انس 488
محمد شافعی 489
احمد بن حنبل 491
علوم عقلیہ 492
علم فلسفہ 492
فلاسفہ 493
ابن سینا 494
حجۃ الاسلام غزالی 495
ابن رشد 497
ساتویں فصل 499
ادب عربی میں قصے کہانیاں اور مقالات 499
حکایات 501
الف لیلہ ولیلہ 501
امثال 502
کلیلہ ودمنہ 502
مقالات نویسی اور مقالہ نگاری 504
چوتھا باب 506
سقوط بغداد کے بعد ترکی دور 506
قاہرہ نے بغداد اور قرطبہ کو کیسے پیچھے چھوڑا؟ 506
اس دور کی نمایاں شخصیتیں 508
صفی الدین حلی 510
ابن منظور 512
لسان العرب کا تعارف 513
ابو الفداء 514
ابن خلدون 515
سیدہ عائشہ باعونیہ 518

پانچواں باب	521
دور جدید	521
پہلی فصل	525
خطابت (فن تقریر)	526
شاعری	527
ڈرامہ اور افسانہ نویسی	529
دوسری فصل	530
مصر، شام عراق اور مغرب میں جدید	530
تحریک کے روح رواں	
تحریک جدید کے مصری اراکین	530
جدید تحریک کے شامی اراکین	534
جدید تحریک کے عراقی اراکین	536
جدید تحریک کے مغربی اراکین	536
انشاء پرداز	537
سید جمال الدین افغانی	537
استاذ امام محمد عبدہ	541
شیخ علی یوسف	545
ابراہیم بک مویلحی	548
حفنی ناصف	550
باحثۃ البادیہ	552
مصطفیٰ لطفی منفلوطی	554
ادباء	558
محمد ناصیف یازجی	558
احمد فارس شدیاق	561
بطرس بستانی	563
حمزہ فتح اللہ	565
شعراء	567
محمود سامی بارودی	567
اسماعیل صبری	570
احمد شوقی بک	572
محمد حافظ ابراہیم	572
مفید اضافہ	
تیسری فصل	579
جدید ترقی کے وسائل	579
مدارس	579
جامعہ ازھر	581
جامعہ مصریہ	582
پریس	583
صحافت	585
اداکاری (ایکٹنگ)	586
ادبی مجامع (ادارے)	588
دمشق کا المجمع العلمی العربی	588
قاہرہ کا مجمع اللغۃ العربیہ	588
عراق کا المجمع العلمی	589
عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ	590
باب اول	590
غزنوی دور سے مغل کے عربی ادب	
میں برصغیر پاک و ہند کا حصہ	590
باب دوم	593
تفاسیر قرآن	593
(ا) عام نوعیت کی تفسیریں	594
(ب) مختلف نقطہ ہائے نظر سے	

لکھی جانے والی تفسیریں 595
(ج) ادبی تفسیریں 596
(د) اصول تفسیر قرآن 697
(ھ) تفسیروں کی شرحیں اور حواشی 597
(و) ابجدی فہارس' مضامین اور اشاریے 598
باب سوم 600
علوم حدیث 600
کتب صحاح کی شرحیں 600
سابقہ کتب کی ترتیب و تہذیب 603
لغت حدیث 605
اربعین 605
غیر معمولی طریقہ پر مرتب کردہ مجموعے 605
چند خاص مسائل سے متعلق احادیث کے مجموعے 608
علم اسرار حدیث 609
علم اصول الحدیث 610
علم الرجال 610
موضوعات 611
باب چہارم 612
علوم فقہ
تقلید فقہ 612
فقہی نصابی کتب 612
مستند کتب اصول فقہ کی شرحیں 614
علوم فقہ 614
حنفی مسلک 615
(الف) فتاوی 617
(ب) مسائل فقہ سے متعلق تصانیف 618
شافعی فقہ 619
باب پنجم 620
تصوف اور اخلاقیات 620
علم تصوف 622
متصوفانہ شاعری 625
تصوف کے معمولات و مشاغل 625
الہام' متصوفانہ ملفوظات 626
اخلاقی نصائح اور متصوفانہ اقوال 627
بیرون ہند لکھی ہوئی تصانیف کی شرحیں 627
حلت و حرمت سماع (موسیقی) 628
آنحضرت پر درود و سلام بھیجنے کے فائدے 629
باب ششم 630
علم الکلام 630
اسلامی عقائد کی مستند کتب کی شرحیں 630
اسلامی عقائد کی نصابی کتب 631
علم کلام کی مستند کتب کی شرحیں 632
علم الکلام کی نصابی کتب 632
فرقہ وارانہ مباحث 633
اوامر و نواہی کی متکلمانہ توضیحات 635
باب ہفتم 637

فلسفہ	637
مناظرہ کی متداول نصابی کتب کی شرحیں	637
علم فلسفہ' نصابی کتب	639
حرکت کی اقسام	641
عناصر کی غیر مرکب شکلیں	642
خالص فلسفہ	642
بیرونی تصانیف کی شرحیں	642
ہندی تصانیف کی شرحیں	643
منطق کی کتابیں' نصابی کتب	644
غیر نصابی کتب منطق کی شرحیں	645
ہندی نصابی کتب منطق کی شرحیں	646
باب ہشتم	648
علم الحساب' علم الہیئت اور علم الطب	648
باب نہم	653
تاریخ و سوانح اور جغرافیہ	653
تواریخ	653
وقائع	656
سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	660
سوانح	661
سفرنامے	665
باب دہم	667
علم اللسان	667
علم نحو	667
تالیف لغت	669
علم بلاغت و علم عروض	672
باب یازدہم	675
ادب لطیف اور مرصع نثر	675
خطبات	675
ادبی منتخبات	676
مکاتیب اور فن مکتوب نویسی	677
ادب لطیف اور مرصع نثر	678
متداول ادبی تصانیف کی شرحیں	679
قصص و حکایات	680
باب دوازدہم	681
شاعری	681
امیر خسرو	681
نصیر الدین چراغ دھلوی	682
قاضی عبدالمقتدر	682
شاہ احمد شرحی	683
محمد بن عبدالعزیز کالی کوٹی مالاباری	683
سید علی خاں ابن معصوم	684
سید عبدالجلیل بلگرامی	684
غلام علی آزاد بلگرامی	685
خاتمۃ الکتاب	

مقدمہ

زبان کا ادب:۔

کسی زبان کے شعراء اور نثر نگاروں سے منقول نادر کلام جو نازک خیالات کی عکاسی اور لطیف معانی کی منظر کشی کرتا ہو جس سے نفس انسانی میں شائستگی' احساسات میں نزاکت اور زبان میں سلاست پیدا ہو جائے اس زبان کا ادب کہلاتا ہے کبھی ادب کا اطلاق ان تمام کتب اور تصانیف پر بھی کیا جاتا ہے جو ادبی فنون یا علمی بحثوں کے متعلق کسی زبان میں تصنیف کی گئی ہوں تو اس طرح ادب کا اطلاق علماء کے ذہنی افکار اور انشاء پردازوں اور شعراء کی طبیعتوں کے انکشافات پر بھی کیا جاتا ہے۔

عربی ادب تمام دنیا کے آداب سے زیادہ مالا مال ہے کیونکہ اس ادب کا آغاز انسانی زندگی کے قیام سے لے کر عربی تہذیب و تمدن کے کمزور ہونے اور مٹ جانے پر محیط ہے' اسلام کی آمد کے بعد خاندان مصر کی زبان صرف ایک قوم کی زبان نہیں رہ گئی تھی بلکہ یہ ان تمام قوموں کی زبان بن گئی تھی جو وقتاً فوقتاً دائرہ اسلام میں داخل ہوتی گئیں اسلام لانے والے بھی اپنی زبان کے معانی و مطالب اور خیالات کو اس زبان میں داخل کرتے رہے اور اپنی زبانوں کے اسرار و غوامض کو اس زبان میں نقل کرتے رہے' پھر یہ زبان دین' ادب' تمدن اور علم کو لے کر دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلی اور اس نے مقابلہ پر آنے والی ہر زبان کو پچھاڑ دیا اور اس نے یونانیوں' ایرانیوں' یہودیوں' ہندوؤں اور حبشیوں کے قدیم آداب اور علوم کو زیر کر لیا۔

گزشتہ طویل صدیوں کی سخت گردشوں کے باوجود اس کے پایہ استقلال میں لغزش نہیں آئی اس نے اپنے ارد گرد بہت سی زبانوں کو گرتے ہوئے دیکھا جبکہ یہ زبان سر اونچا کئے ہوئے بہادری کے ساتھ ہر ملت کے فلسفے اور ادبی افکار اور فکری موشگافیوں کو اپنے اندر جذب کرتے ہوئے بخیر و خوبی محفوظ رہی' دوسری قوموں کی زبانیں اس کے مقابلہ میں اپنے اختلافات کی وجہ سے ندیوں' نالوں اور نہروں کی شکل ہیں جو کبھی آپس میں مل جاتی ہیں کبھی پھیل جاتی ہیں کبھی پھر خشک ہو جاتی ہیں بالآخر ایک ہی سمندر میں جا گرتی ہیں اور وہ عربی زبان ہے۔

ادب کی تاریخ:۔

تاریخ سے مراد ایسا علم ہے جس میں کسی زبان کے متعلق یہ جانا جاتا ہے کہ اسے کن حالات سے سابقہ پڑا اور مختلف ادوار میں شعراء اور نثر نگاروں نے اسے نظم اور نثر کا کس قدر مواد دیا اور وہ کون سے اسباب تھے جن کی بناء پر اسے ترقی ہوئی یا یہ ناکامی اور تباہی کا شکار ہوئی؟ اسی طرح اس زبان کے بلند پایہ مصنفین' شعراء اور ادیبوں کے حالات کا تذکرہ' ان کی تالیفات پر نقد و جرح اور ماہرین علم و فن اور ادباء و شعراء کا فکر' فن اور اسلوب نگارش میں ایک دوسرے پر اثر اندازی کا ذکر کیا ہے۔

ادب کی عمومی تعریف:۔

یہ تو تاریخ ادب کی مخصوص ترین تعریف ہے' لیکن اس کی وہ تعریف جو عام طور پر کی جاتی ہے وہ یہ کہ پہلے زمانہ کے تسلسل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان تمام چیزوں کا بیان جو کتابوں میں مدون' اوراق میں محفوظ یا جو کچھ پتھروں پر کندہ کیا گیا ہو جس میں کسی خیال یا احساس کا اظہار یا کسی علم و فن کی تعلیم یا کسی واقعہ یا حادثہ کی یاد کو ہمیشہ محفوظ رکھنا مقصود ہو" اس تعریف میں بلند پایہ علماء و حکماء اور مصنفین کے حالات اور ان کے طبعی رجحانات' ان کے مذاہب اور ان کی فنی قدر و منزلت کا بیان بھی داخل ہے تاکہ اس سے تمام علوم کی ترقی یا تنزل کا پتہ چل سکے۔

تاریخ ادب کا فائدہ:۔

قوموں کی زندگی میں تاریخ ادب کا بہت بڑا ہاتھ ہے کیونکہ زبان اور اس کے متعلقات کی حفاظت کرنا "جو قلب و فکر کی کاوش کا نچوڑ ہے" درحقیقت یہ ان بنیادی قوتوں میں سے ایک اساسی قوت ہے جس پر کسی قوم کی وحدت' شرف اور فخر کا دارومدار ہوتا ہے اگر کسی قوم کو اس کے جلیل القدر موروثی علوم اور ادبی مواد سے محروم کر دیا جائے تو گویا آپ اس کو قومی اور ادبی امتیازات سے جدا کر دیں گے اور ملی خصائص سے محروم کر دیں گے جس سے اس کی وحدت کا شیرازہ بکھر جائے گا اور آپ اسے عقلی غلامی کا شکار بنا دیں گے جو سیاسی غلامی سے بدرجہا بدتر ہے کیونکہ جسمانی غلامی کے مرض کا علاج تو ممکن ہے اور اس سے شفا کی امید کی جا سکتی ہے لیکن روحانی غلامی قوم کے حق میں ایسی موت ہے جس کو زندہ کرنے کی دوا کسی طبیب کے پاس نہیں

ہے۔

تاریخ ادب کی تقسیم:۔

ہر قوم کی سیاسی و اجتماعی تاریخ کا اس کی ادبی تاریخ سے گہرا تعلق ہوتا ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جانہ ہو گا کہ یہ ایک دوسری کے لئے لازم و ملزوم' ایک دوسرے پر اثر انداز اور باہم مددگار ہوتی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ادبی تاریخ' سیاسی اور اجتماعی تاریخ سے اس طرح مقدم ہے جس طرح عمل سے پہلے فکر اور عزم صمیم' ہر قسم کے سیاسی انقلاب یا اجتماعی تحریک کو سب سے پہلے فکری انقلاب ہی تیار کرتا اور پروان چڑھاتا ہے جن کو پہلے شعراء کی زبانیں اور علماء کے قلم اپنی حساس قوت اور پاکیزہ طبیعتوں سے رونما کرتے ہیں پھر تقریر اور تحریر کے ذریعے تمام لوگوں میں پھیل کر اور اثر پذیر ہو کر ایک انقلاب یا تحریک کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔
ہم بھی اپنے اکثر مصنفین کی موافقت کرتے ہوئے اپنی ادبی تاریخ کی کتاب کو انہی پانچ زمانوں میں تقسیم کریں گے جن کے مطابق عربی اور اسلامی اقوام میں سیاسی اور اجتماعی انقلابات رونما ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ دور جاہلی:۔

یہ دور پانچویں صدی کے وسط سے شروع ہوتا ہے جب عدنانیوں نے یمنیوں سے آزادی حاصل کی تھی اور یہ 622ء میں ظہور اسلام کے وقت ختم ہو جاتا ہے۔

2۔ دور آغاز اسلام:۔

یہ دور آغاز اسلام سے شروع ہو کر 132ھ بمطابق 756ء میں عہد بنو امیہ کے خاتمے اور عہد بنو عباس کے آغاز پر ختم ہو جاتا ہے۔

3۔ دور عباسی:۔

یہ دور عہد بنو عباس کے آغاز سے شروع ہو کر 656ھ بمطابق 1280ء میں تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط بغداد پر ختم ہو جاتا ہے۔

4۔ دور ترکی:۔

یہ دور سقوط بغداد سے شروع ہوتا ہے اور 1220ھ بمطابق 1844ء میں جدید انقلابی تحریک پر ختم ہو جاتا ہے۔

5۔ دور جدید۔

یہ دور محمد علی پاشا کے مصر پر حکمران بننے سے شروع ہوتا ہے اور تاحال جاری ہے۔

عرب' ان کے رہائشی مقامات' ان کے طبقات اور مشہور قبائل:۔

عرب ان قوموں میں سے ایک ہے جس کو مورخین اپنی اصطلاح میں سامی اقوام (سام بن نوح کی اولاد) کہتے ہیں جو بابلی' اشوری' عبرانی' فینیقی' آرامی اور حبشی اقوام پر مشتمل ہے' درآصل یہ تمام قومیں ایک ہی جڑ سے پھوٹی ہیں جہاں انہوں نے نشوونما پائی اور پھر یہ اس سے متفرق ہو گئیں یہ جڑ یا گود کہاں تھی؟ یہ مسئلہ شروع سے ہی مختلف فیہ اور موضوع بحث بنا ہوا ہے' بعض مورخین اس جگہ کا نام عراق بتاتے ہیں۔ کچھ جزیرہ عرب کے تعین کو ترجیح دیتے ہیں اور کچھ دیگر لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جگہ حبشہ ہے سامی اقوام کی جڑ کے بارہ میں خواہ کیسا ہی اختلاف ہو بہرحال یہ حقیقت ہے کہ یہ اقوام زمانہ قدیم سے ہی منتشر ہو گئی تھیں۔

بابلیوں اور اشوریوں نے عراق کو رہائش گاہ بنایا' فینیقیوں نے شام کے ساحلی علاقوں پر ڈیرہ جمایا' عبرانی فلسطین میں آ گئے اور حبشی حبشہ میں آ کر آباد ہو گئے' عرب ایک جزیرہ نما ہے' جو ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے شمال میں اس کی حدیں شام سے ملتی ہیں' مشرق میں دریائے فرات اور بحر ہند واقع ہیں اور جنوب میں بھی بحر ہند اس کو گھیرے ہوئے ہے اور مغرب میں بحیرہ احمر واقع ہے' پھر اس جزیرہ نما کو کوہ سراۃ جو کہ یمن سے شام کے دیہاتی علاقوں تک پھیلا ہوا ہے دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔

۱۔ مغربی حصہ ۲۔ مشرقی حصہ

مغربی حصہ دامن کوہ سے لے کر بحیرہ احمر کے ساحل تک نشیبی ہے' نشیبی ہونے کی وجہ سے اسے "الغور" (نشیب) اور گرم ہونے کی وجہ سے اسے "تہامہ" کہا جاتا ہے اور مشرقی حصہ بتدریج بلند ہوتے ہوئے عراق اور ساوہ تک پھیل گیا ہے مرتفع ہونے کی وجہ سے اسے "نجد" کہا جاتا ہے الغور اور نجد کے درمیانی علاقے کو "حجاز" کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ان دونوں کے درمیان

حد فاصل ہے' وہ حصہ جو مشرق میں نجد کو لئے ہوئے خلیج عرب کے ممالک یمامہ' کویت' بحرین اور عمان کو اپنے ساتھ ملاتا ہے وہ "عروض" کہلاتا ہے کیونکہ یہ یمن اور نجد کے درمیان چوڑائی میں پھیلا ہوا ہے' حجاز کے پیچھے سے جنوبی سمت جو علاقہ ہے اسے "یمن" کہا جاتا ہے یا تو اسے کعبہ کے دائیں جانب ہونے کی وجہ سے یمن کہا جاتا ہے یا پھر یہ علاقہ اپنی سرسبزی و شادابی کی وجہ سے بابرکت ہے اس لئے یمن کہلاتا ہے۔

مذکورہ بالا عرب کے تمام علاقوں میں عرب کی دو قومیں آباد تھیں۔

ا۔ قحطانی قوم۔ ۲۔ عدنانی قوم۔

قحطانیوں نے یمن کو اپنا مسکن بنایا اور وہاں ان کی شاندار آبادی اور عظیم الشان تہذیب پھلی پھولی لیکن جب ان کو وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو وہ مختلف علاقوں میں بٹ گئے چنانچہ کہلان میں سے ثعلبہ بن عمر نے حجاز کا رخ کیا اور جہاں ان کی وجہ سے یہودیوں نے یثرب (مدینہ کا پرانا نام) پر غلبہ حاصل کر لیا اوس اور خزرج اسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں' خزاعہ جو کہ حارثہ بن عمرو ہے اس نے حرم کی سرزمین پر قدم جمائے' عمران بن عمرو نے عمان کی راہ لی جو ازد عمان کہلائے نصر بن ازد کے قبائل نے تہامہ میں رہائش بنالی۔ اور وہ ازد شنوءہ کہلائے' جفنہ بن عمرو کے پیش دستہ نے شام میں وقوف کیا چنانچہ وہ وہیں ٹھہر گئے انہیں میں سے غسانسہ پیدا ہوئے اور بنو لخم حیرہ میں اترے انہی میں سے نصر بن ربیعہ تھے جو مناذرہ (حیرہ کے بادشاہ) کے جد اعلیٰ ہیں' عدنانیوں نے حجاز اور اس کے متصل عراقی سبزہ زار میں سکونت اختیار کی اور قریش کے خاندان مکہ اور اس کے گرد و نواح میں رہنے لگے کنانہ کے خاندانوں نے تہامہ کو' بنو ذبیان نے تیماء اور حوران کے وسطی علاقہ کو جائے رہائش بنالیا ثقیف طائف میں رہائش پذیر ہو گئے ہوازن مشرقی جانب میں اور بنو اسد تیماء کے مشرقی اور کوفہ کے مغربی جانب ٹھہرے' بنو تمیم نے بصرہ کے دیہات میں قیام کیا خاندان تغلب نے جزیرہ فراتی کو وطن بنالیا تھا تمام بکر بن وائل یمامہ کے ساحلی علاقہ اور بصرہ و کوفہ کے درمیانی علاقہ میں آباد ہو گئے۔

عرب کی تقسیم

مورخین عربوں کو تین طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

1۔ عرب بائدہ:۔

یہ وہ عرب ہیں جن کے حالات نامعلوم اور ان کے آثار مٹ چکے ہیں تاریخ ان کے متعلق دھندلے صفحات پیش کرتی ہے وہ نہ تو گمانوں کی نفی کرتی ہے اور نہ حقیقی ثبوت پیش کرتی ہے اور ان کے مشہور قبائل "عاد' ثمود' طسم اور جدیس" ہیں عاد اور ثمود کے متعلق تو قرآن یوں خبردیتا ہے۔

"فاماثمود فاهلكوابا لطاغية' واما عاد فاهلكوا بريح صر صرعاتية"

(قوم ثمود تو سخت کڑک کے ذریعہ ہلاک کی گئی اور قوم عاد تند و تیز زبردست باد صرصر کے ذریعے تباہ ہو گئی)

جبکہ طسم اور جدیس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ کسی زنانہ خرافاتی واقعہ میں لڑ کر کٹ مرے۔

2۔ عرب عاربہ:۔

ان سے مراد وہ یمنی ہیں جو یعرب بن قحطان کی طرف منسوب ہیں جو تورات میں "یارح بن یقطان" کے نام سے مذکور ہے عربوں کا خیال ہے کہ یہی ان کی زبان کا بانی ہے اور ان کے بیان کا مصدر ہے اسی پر حضرت حسان فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تعلمتم من منطق الشيخ يعرب' ابينا فصر تم معر بين ذونفر
وكنتم قديما مالكم غير عجمة' كلام و كنتم كالبهائم فى القفر

تم نے ہمارے بزرگوار باپ یعرب سے بات کرنا سیکھا تب تمہاری زبان صحیح عربی بنی اور تم جماعت والے بنے۔

حالانکہ پہلے عجمیت کے علاوہ تمہاری کوئی کلام نہ تھی (تم گونگے تھے) تم وحشی جانوروں کی طرح جنگلوں میں رہتے تھے۔

انہی یمنیوں میں حمیر کے خاندان ہیں۔ ان میں مشہور "زید الجمہور" قضاعہ اور سکاسک اور کہلان کے قبائل ہیں۔ جن میں سے مشہور ہمدان' طی' مذحج' کندہ' لخم اور ازد ہیں اور لخم سے بنو منذر حیرہ میں' اور ازد سے اوس اور خزرج مدینہ میں اور غسانہ شام میں رہائش پذیر ہوئے' حمیر کے پاس یمن کی حکمرانی تھی انہی سے بادشاہ اور نواب بنتے تھے۔

3۔ عرب مستعربہ:۔

یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں یہ تقریباً انیسویں صدی قبل مسیح حجاز میں آکر قیام پذیر ہوئے پھر جرہم کے بادشاہوں سے دامادی کا رشتہ قائم ہو گیا یہاں کثرت سے ان کی نسل پھیلی جو زمانے کے تاریک گوشوں میں اس طرح گم ہو گئے کہ اب تاریخ بھی عدنان کے اوپر کے حالات بتانے سے بے بس ہے' اور صحیح عربی نسب نامہ عدنان پر جا کر ختم ہو جاتا ہے اس طبقہ کے مشہور قبائل ربیعہ' مضر' انمار اور ایاد ہیں' ربیعہ سے عبدالقیس' اور اس سے وائل کے دو بیٹے بکر اور تغلب تھے مضر سے قیس عیلان اور یاس بن مضر کے قبائل نے جنم لیا' قیس عیلان کے مشہور قبیلے ہوازن اور غطفان ہیں' غطفان سے بغیض کے دو بیٹے عبس اور ذبیان ہیں یاس کی اولاد پھیل گئی ان میں سے تمیم بن مرہ' ھذیل بن مدرکہ' بنو اسد بن خزیمہ اور کنانہ بن خزیمہ کے خاندان ہیں اور کنانہ سے قریش کا سلسلہ چلتا ہے' پھر قریش مختلف خاندانوں میں تقسیم ہو گئے ان میں بنو جمح' سہم' مخزوم' عبدالدار اور عبد مناف ہیں' پھر عبد مناف سے عبد شمس' نوفل' مطلب اور ہاشم تھے اور ہاشم سے عبدالمطلب اور عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے جن میں رسول اکرمؐ کے والد عبداللہ' حضرت علیؓ کے والد ابو طالب' اور حضرت عباس ہیں علوی خاندان حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے' عباسی حضرت عباس کی طرف منسوب ہے جبکہ اموی بنو ہاشم کی اولاد نہیں ہیں بلکہ یہ ان کے بھائی عبد شمس کی اولاد سے ہیں۔

یہی (بنو ہاشم) ہی وہ طبقہ ہے جس کے سر پر سرا ہے ہماری زبان کا' جو ہم بولتے ہیں' ہمارے بیان کا' جس پر ہم فخر کرتے ہیں ہمارے ادب کا' جس کا ہم مطالعہ کرتے ہیں اور ہمارے دین کا' جس پر ہم اعتقاد رکھتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں عربوں کی اجتماعی' سیاسی' دینی اور فکری حالت:۔

کسی ملک کی آب و ہوا وہاں کے رہنے والوں کی زندگی پر طبعی طور پر نمایاں اثر ڈالتی

ہے' آب و ہوا ہی ان کے معاشی اور معاشرتی نظام پر مرتب ہوتی ہے ان کی طبیعتوں اور ان کے اخلاق پر زیادہ تر اسی کا غالب اثر ہوتا ہے عرب ایک بنجر اور خشک جزیرہ نما سرزمین تھی۔ جہاں بہت کم بارش ہوتی اور چشمے نہ ہونے کے برابر تھے اس لئے یہ زمین ناقابل کاشت تھی اور نہ ہی یہ شہری زندگی کے لئے موزوں تھی۔ علاوہ ازیں یہاں کے باشندے فطرتی طور پر خانہ بدوش زندگی گزارتے ہیں وہ خیموں میں رہتے اور بھیڑ بکریاں چراتے ہیں ان کا گوشت کھاتے اور دودھ پیتے ہیں ان کی اون اور بالوں سے وہ پوشاک بناتے ہیں وہ اپنے جانوروں کو چرانے کے لئے بارانی مقامات اور سبزہ زار علاقوں کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں اور وہ اس کی وادیوں اور گھاٹیوں میں گھومتے رہتے ہیں۔ البتہ قریشی اور قحطانی ان سے مختلف تھے کیونکہ قریش کا تو بیت اللہ کی دیکھ بھال اور تولیت کی وجہ سے احترام کیا جاتا تھا اور یمن و شام کے تجارتی سفروں کی وجہ سے ان کی قبائل کے ساتھ ربط و الفت تھی' جبکہ قحطانیوں کا علاقہ سرسبز و شاداب' زرخیز اور بارانی تھا۔ ان کی زمین سے وافر مقدار میں غلہ اور پھل حاصل ہوتا تھا لیکن قحط پڑ جاتا اور زمین خشک ہو جاتی تو وہ آپس میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور مال وغیرہ لوٹ لیتے تھے' جس کی بناء ان کے فکری رجحانات پراگندہ تھے۔ مسلسل لڑائیاں ہوتی تھیں' بے امنی تھی اور آپس میں ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے۔ قحط اور جنگ ان کی جاہلی زندگی کے دو ہی محرک تھے' انہی کی وجہ سے وہ بہادری اور سخاوت کے مداح تھے زبان دانی اور فصاحت پر اتراتے تھے لڑکوں کو ترجیح دیتے اور لڑکیوں کو زندہ درگور تک کر دیتے تھے۔ افرادی قوت پر ناز کرتے تھے اور وسیع رشتہ داروں کو غلبہ کا باعث سمجھتے تھے۔

خانہ بدوش زندگی سے لگاؤ' سفروں سے محبت اور جنگ و جدائی کی وجہ سے ان کی طبیعتیں کسی قسم کی پابندی قبول کرنے کی عادی نہیں تھیں' ان پر حریت' عصبیت اور وحشت کا غلبہ تھا ان کا نہ تو کوئی اجتماعی تمدن تھا۔ نہ سیاسی حکومت تھی' نہ فوجی نظام تھا اور نہ ہی کوئی دینی فلسفہ تھا جہاں تک ان کے سماج کی حالت ہے تو ہر قبیلہ اور ہر خیمہ الگ سماج بنا ہوا تھا پوری قوم اور امت کا کوئی سماجی نظام نہ تھا اور قبیلوں کے سردار حکمران ہوتے تھے جو نسل در نسل اس کے وراثتاً مالک ہوتے تھے اور وہ مروجہ دستور کے مطابق حکومت کرتے تھے' ان کے ہاں نہ تو یونانیوں کی طرح خاندانی طرز حکومت تھا' نہ مصریوں اور ایرانیوں کی طرح شاہی حکومت تھی البتہ حیرہ اور شام میں عرب تاجدار تھے لیکن وہ خود نہ تھے بلکہ حیرہ میں لخمی کسریٰ ایران کے ماتحت اور شام میں غسانی قیصر روم کے زیر کنٹرول ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت تک تمدن'

رائے عامہ ' ملوکیت ' جمہوریت اور جاگیرداری کے معانی و مطالب کے اظہار کے لئے تمام عربوں اور سامی اقوام کے پاس الفاظ نہیں ملتے۔ فوجی نظام تو اسلام کے بعد تک بھی منظم اور مکمل شکل میں وجود پذیر نہیں ہو سکا کیونکہ کسی کی ماتحتی قبول کرنا اور اپنی انفرادیت و شخصیت سے دستبردار ہونا۔ عسکری نظام کے یہ دو بنیادی رکن ہیں۔ یہی دو چیزیں ہیں جو کہ عربی ذہنیت اور اس کی طبیعت کے بالکل برعکس ہیں اس طرح دین بھی سادگی ' بے تکلفی اور زہد و قناعت پسند تھا۔

لہٰذا عربوں میں نہ تو یونانیوں کی طرح کئی کئی خداؤں اور دیوتاؤں کا تصور تھا' نہ بڑی بڑی عمارتیں اور عالیشان عبادت گاہیں تھیں نہ مجسمے نصب کرنے کا رواج تھا نہ پرانے لوگوں کے قصے کہانیاں اور نہ ہی کوئی عقائد کا فلسفہ تھا اور ان کے پاس وراثت کے طور پر جو دین ابراہیمی کا بقیہ حصہ رہ چکا تھا وہ بھی طویل مدت گزرنے ' جہالت کی حاکمیت اور عدم استقرار کی بناء پر بگڑ چکا تھا اسی کا کچھ اثر تھا کہ ان کے دلوں میں بتوں کی عبادت اور دیوتاؤں کی تعظیم کا رجحان تھا اور انہوں نے خانہ کعبہ میں بت رکھے تھے اور ان کا خیال تھا کہ وہ ان بتوں کے وسیلہ سے تقرب خداوندی حاصل کر لیں گے' عرب کی اکثریت بت پرستی کو مذہب قرار دے چکی تھی۔ یمن' یثرب' خیبر اور تیما کے گرد و نواح میں کچھ یہودی آباد تھے جو یہودی مذہب اختیار کئے ہوئے تھے نجران' حیرہ اور ربیعہ قبائل کے کچھ لوگ اور شام میں غسانی عیسائی مذہب پر بھی تھے۔

ان کا خاندان موجودہ مصر کے دیہاتی علاقہ کے خاندانوں سے کافی حد تک ملتا جلتا ہے وہ افراد خاندان کی ریڑھ کی ہڈی کہلاتے تھے وہ ماں' باپ' اولاد' پوتے اور غلام ہوتے تھے' باپ گھرانے کا مطلق العنان سربراہ ہوتا تھا وہ اپنی اولاد کے مارنے' زندہ رکھنے' بیچنے یا عاق کرنے کا مکمل مالک ہوتا تھا۔ بعض اوقات عرب تنگدستی کے خوف سے اپنی بیٹی کو زندہ درگور بھی کر دیتے تھے' اور طعن و تشنیع اور عار کے خوف سے وہ اپنی لونڈی کے پیٹ کے بچہ کو اپنا نہیں بناتے تھے' خاندان میں شوہر کے بعد بیوی کا احترام ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ شوہر اس کی عزت افزائی کرتا تھا اور اسے اپنے معاملات میں شریک کرتا تھا اور شعروں میں اس کا نام گاتا تھا اور بیٹا ماں کی طرف منسوب ہونے میں بھی باپ کی نسبت کی طرح فخر کرتا تھا۔

ان کے ہاں شادی کی رسم میاں بیوی کے درمیان خوشگوار رابطے اور محبت کی بناء پر انجام پاتی تھی۔ اگر نکاح کے وقت کوئی شرط طے نہ کی ہوتی تو طلاق کا تمام تر حق خاوند کو ملتا تھا۔ پھر ان کے ہاں اس کے علاوہ بھی شادی کے کئی طریقے تھے۔ جو عموماً بدکاری اور بے حیائی سے مشابہ ہوتے تھے جن سے صرف آوارہ' شہوت پرست اور بدمعاش نوجوان ہی بہرہ ور ہوتے تھے

ان طریقوں میں سے قریب ترین طریقے جس میں تلوار یا نیزے کے ذریعہ نکاح ہوتا تھا وہ اس طرح کہ ایک اجنبی اپنی بیوی کے ساتھ ہوتا جس سے نہ ان کا کوئی خاندانی تعلق ہوتا نہ ان کے حلیف قبیلے سے ہوتا یہ اس سے تلوار کے ساتھ مقابلہ کرتے اور فتح پانے کے بعد اس کی عورت پر قبضہ کر کے اپنے لئے جائز قرار دے لیتے شادیاں کرنے میں ان کے ہاں کوئی حد بندی نہیں تھی وہ ایک وقت میں کئی کئی شادیاں کر لیتے تھے' وہ اپنے باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) سے شادی کو جائز قرار دیتے تھے لیکن بیٹی' بہن' پھوپھی اور خالہ سے نکاح کرنا حرام گردانتے تھے۔

خاندان کے افراد اور قبیلے کے افراد کا آپس میں اتنا گہرا تعلق تھا کہ ان کے ہاں ایک مقولہ مشہور تھا "انصر اخاک ظالما او مظلوما" کہ اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو' اسی وجہ سے اگرچہ چچازاد بھائیوں میں آپس میں اندرونی طور پر کشیدگی رہتی تھی لیکن ایک ایک فرد قبیلہ کی حمایت میں اور قبیلہ ایک ایک فرد کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔

ان کی عقلی اور فکری حالت اور علمی مقام کا اندازہ یمن کے تبع بادشاہوں' حیرہ کے منذر فرمانرواؤں اور شام کے غسانی حکمرانوں کے کارناموں سے لگایا جا سکتا ہے' جو انہوں نے عالیشان بند باندھے' بنجر زمینوں کو آباد کیا' شہروں کو بسایا اس کے باوجود ان کی ترقی کا صحیح مقام اور ان کے علوم کی حقیقت ہم پر اس وقت تک زمین میں دفن شدہ خزانے کی مانند راز رہے گی جب تک کہ آثار قدیمہ کے ماہرین (کچھ عرصہ تک امید ہے) اس پر روشنی نہیں ڈالتے' تحقیق نہیں کرتے۔

عدنانیوں کو ان کی قوت نظری' کثرت تجربات اور حالات کی مجبوریوں نے وسیع معلومات سے آگاہ کیا جو ان کے تجربہ' کھوج اور سوچ و بچار کے نتیجے میں انہیں حاصل ہوئیں چنانچہ وہ جنگوں میں مصروف رہنے کی وجہ سے طب' بیطاری اور شہسواری میں ماہر ہو گئے' گھاس اور بارش سے گہرا تعلق ہونے کی بناء پر وہ ان تاروں سے واقف ہو گئے تھے جن سے بارش کا پتہ چلتا ہے اور وہ ستاروں اور ہواؤں کا رخ جاننے میں تجربہ کار ہو گئے تھے اور وہ ان تاروں کی وجہ سے بری و بحری تاریکیوں میں ان کی رہنمائی میں چلتے تھے۔

انہوں نے اپنے قومی تعصب کی حفاظت کرنے' قابل فخر واقعات بیان کرنے اور اپنے کارناموں کو دوام بخشنے کے لئے علم انساب' واقعات گوئی اور شاعری میں کمال حاصل کر لیا تھا' وہ فراست' قیافہ شناسی اور علاقے کے اوصاف بیان کرنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے تاکہ اپنی نسل میں بیگانوں کا میل واضح کر دیں' اپنے سے بھاگنے والوں کے قدموں کے نشانات سے پہچان لیں۔ ان کے روحانی اعتقاد کے میلان نے انہیں کہانت' عرافت (غیبی باتیں معلوم کرنا) اور زجر

(جانوروں کی آواز سے حالات کا اندازہ لگانا) پر ایمان لانے پر مجبور کیا۔ چنانچہ وہ اپنی بیماریوں میں کاہنوں کی طرف رجوع کرتے' اور اپنے اغراض و مقاصد کو سرانجام دینے کے لئے عرافوں سے پوچھتے' تا آنکہ اسلام نے آکر ان تمام خرافات کا خاتمہ کر دیا۔

مختصر یہ کہ عربوں کا اجتماعی نظام قبائل تک محدود تھا وہ سیاسی' اقتصادی اور لغوی لحاظ سے نظم و ضبط سے خالی تھا۔ البتہ خلقت' ذہنیت' اور ادبیت کے لحاظ میں ان میں کچھ اشتراک پایا جاتا تھا' اگر ہم عربوں کی زبان اور ان کے ادب کا بغور جائزہ لیں تو ہم ان میں بلند خیال' عالی دماغ' ذہین اور بصیرت افروز شخصیتیں پائیں گے اور دور رسی' تجربہ کاری' وسعت نظر اور کثیر معلومات کی ایسی مثالیں ملیں گی جو تمام تر ان کی اپنی طبیعتوں کا نتیجہ اور اپنے تجربات کا نچوڑ ہیں ان کی زبان جو کہ ان کی اجتماعی ترجمان ہے اس نے روحانی' فکری' اجتماعی' انفرادی' زمینی' آسمانی اور ان کے مابین کسی چیز کو بھی ایسے نہ چھوڑا جس کے مطلب کے اظہار کے لئے اپنے اندر کوئی لفظ نہ بنایا ہو بلکہ انہوں نے ان کے نام اور ان کے اجزاء کا بالترتیب مکمل احاطہ کیا ہے' کسی چیز کے لئے لفظ کا موجود ہونا اس چیز کے وجود اور علم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ کوئی زبان اس وقت تک متمدن و مہذب نہیں ہو سکتی جب تک اس میں ایک حقیقی ترقی یافتہ اجتماعی تمدن ظہور پذیر نہ ہو جائے خواہ وہ لفظی طور پر ترقی یافتہ نہ ہو۔ ایسا تمدن جو اثر کے اعتبار سے ہمہ گیر ہو خواہ وہ لوگوں میں عام ہونے کے اعتبار سے ہمہ گیر نہ ہو

پہلا باب

زمانہ جاہلیت

پہلی فصل

عربی زبان کی نشو ونما:۔

عربی زبان سامی زبانوں میں سے ایک ہے یہ ایک ہی جڑ سے پھوٹی اور ایک ہی زمین سے پیدا ہوئی ہیں جب گنجان آبادی کی وجہ سے سامی قومیں مختلف مقامات کی طرف نکلیں تو آپس کی جدائی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے ان کی زبانوں میں اختلاف ہونا شروع ہو گیا تعلقات کے انقطاع' ماحول کے اثرات اور مدت کی درازی کی بناء پر یہ اختلاف بڑھتا گیا حتی کہ ہر لہجہ اپنی جگہ ایک مستقل زبان بن گیا

کہتے ہیں سب سے پہلے قرون وسطی میں علماء یہود نے سامی زبانوں کے باہمی تعلق اور میل جول کو معلوم کیا تھا۔ لیکن یورپ کے علماء مستشرقین نے اس تعلق کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے اب یہ تعلق ایک ایسی علمی حقیقت بن گیا ہے کہ جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

ماہرین لسانیات جس طرح آریائی زبانوں کے تین حصے "لاطینی' یونانی اور سنسکرت" بتاتے ہیں ایسے ہی سامی زبانوں کو تین حصوں "آرامی' کنعانی اور عربی" میں تقسیم کرتے ہیں آرامی زبان کلدانی' آشوری اور سریانی کی اصل ہے جبکہ کنعانی سے عبرانی اور فینیقی زبانیں نکلی ہیں اور عربی مضر کی فصیح زبان اور ان مختلف لہجوں پر مشتمل ہے جو حبشہ اور یمن کے مختلف قبائل میں بولی جاتی ہے راجح رائے یہ ہے کہ عربی زبان تینوں مصادر کی نسبت اپنی اصل کے سب سے زیادہ قریب ہے' کیونکہ عربی زبان دنیا سے الگ تھلگ ہونے کی وجہ سے دوسری زبانوں کے برعکس تغیر حالات سے بہت کم متاثر ہوئی۔

عربی زبان کی ابتدا اور اسکے ابتدائی مدارج کی کھوج لگانا کسی محقق کے بس میں نہیں کیونکہ جب تاریخ کو اس کا علم ہوا تو یہ عین جوان اور ترقی کے دور میں داخل ہو چکی تھی' جزیرہ کے اندر سے ملنے والے پتھروں پر کندہ عبارتوں سے بھی اس کی ندرت کی بناء پر کوئی خاص

معلومات حاصل نہیں ہو سکیں البتہ اس زبان کو پیش آنے والے حوادث واحوال جن کی بناء پر' اس کے لہجوں میں یگانگت اور الفاظ میں تہذیب پیدا ہوئی وہ عقلی اور نقلی دلائل سے معلوم کئے جا سکتے ہیں' کیونکہ عرب ان پڑھ تھے جس کی وجہ سے انہیں تجارت' حکومت اور دین میں سے کوئی چیز بھی باہمی ارتباط پر آمادہ نہیں کرتی تھی' چنانچہ وہ طبعی طور پر ایک ہی چیز کے لئے اپنی اپنی جگہ پر کئی کئی لفظ بنا لیتے تھے خانہ بدوش زندگی گزارنے' الگ تھلگ زندگی گزارنے یا دوسروں کے ساتھ گھل مل جانے کی وجہ سے ان کی زبان میں اضطراب اور خلل واقع ہو گئے تھے اور بکثرت مترادف الفاظ پائے جاتے تھے۔

ابدال' تعلیل' معرب اور مبنی کی وجہ سے لہجوں کا اختلاف ہوا کچھ زبان کی خامیوں اور حروف کی ادائیگی کی کمزوریوں کے باعث اختلاف پیدا ہوا مثلاً قضاعہ قبیلہ کا عجعجہ (یعنی یا مشدد اور عین کے بعد یا کو جیم سے بدلنا راعی کو راعج اور کرس کو کرج پڑھنا) حمیر کا طمطمانیہ (یعنی معرفہ میں ال کی بجائے ام پڑھنا یعنی البر کو امبر اور الصیام کو امصیام پڑھنا) ھذیل کا فحفحہ (یعنی حاء کو عین بنا دینا مثلاً احل الیہ کو اعل الیہ پڑھنا) تمیم کا عنعنہ (جب ہمزہ لفظ کے شروع میں آئے تو اسے عین سے بدلنا جیسے امان کو عمان پڑھنا) اسد کا کشکشہ (یعنی کاف کو شین پڑھنا علیک کو علیش پڑھنا) طی کا قطعہ (لفظ کے آخر کو حذف کرنا مثلاً ابوالحسن کو ابوالحسا پڑھنا) وغیرہ۔

ان چیزوں نے زبانوں کو ایک دوسرے سے اس حد تک دور کر دیا کہ یہ وہم پڑتا تھا کہ زبان بہت سی زبانوں میں اس طرح تقسیم ہو گئی تھی کہ ایک بولی دوسری بولی کے لئے ناقابل فہم ہو رہی تھی اور یوں لگتا تھا کہ یہ آپس میں متقارب الاصل نہیں ہیں۔

عرب کی بولیاں چونکہ متعدد اور مختلف ہیں اس سے ان کو دو بنیادی حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے شمالی زبان' جنوبی زبان' ان دونوں زبانوں کے درمیان اعراب' ضمائر' اشتقاق اور صرف کے اعتبار سے اتنا اختلاف ہے کہ ابو عمر بن العلاء نے یہاں تک کہہ دیا "نہ حمیر کی زبان ہماری زبان ہے اور نہ ان کی لغت ہماری لغت ہے" اس عظیم اختلاف کے باوجود یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان دونوں زبانوں کو ایک دوسری سے بالکل تعلق نہیں ہے' کیونکہ "سد عرم" ٹوٹنے کے بعد قحطانی اپنا علاقہ چھوڑ کر جزیرہ عرب کے شمالی علاقہ میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ مورخ گلازر کی تحقیق کے مطابق یہ واقعہ 447ء میں پیش آیا۔ یہاں انہوں نے پوری قوت اور تمدنی ترقی سے یہ کوشش کی کہ جس طرح وہ یمن میں عدنانیوں کو زیر تسلط کر چکے تھے اسی طرح عراق اور شام میں بھی عدنانیوں پر برتری قائم کر کے انہیں زیر کنٹرول کر لیں' تو اس طرح دونوں قوموں کے

درمیان سیاسی اور تجارتی تعلقات قائم ہو گئے جس کی وجہ سے دونوں کے الفاظ آپس میں ملنے لگے اور بولنے میں دونوں کا لہجہ بھی ایک جیسا ہونے لگا اگرچہ دونوں قوموں میں سے کوئی بھی ایک دوسری پر غالب نہ آسکی کیونکہ اگر ایک اعتبار سے قحطانی اپنی طاقت کے بل بوتے پر غالب تھی تو دوسری طرف عدنانیوں کا صحرا پر پورا تسلط تھا اس کشمکش کا سلسلہ چھٹی صدی عیسوی تک جاری رہا تاآنکہ کبھی حبشیوں کے غلبہ کی وجہ سے اور کبھی ایرانیوں کے تسلط کی وجہ سے یمن میں حمیری حکومت کا زور ٹوٹ گیا اور ان کی گرفت ڈھیلی پڑتی گئی۔ اور اقتدار زوال پذیر ہو گیا جبکہ ان دنوں عدنانیوں کی حالت ان کے برعکس تھی انہیں میلوں' تجارتی منڈیوں اور حج بیت اللہ کی سعادت' اور حمیروں اور ایرانیوں سے مقابلہ بازی اور جنگ اور تجارت کے ذریعے روم اور حبشہ سے تعلقات کی بدولت ترقی و اتحاد' محبت و الفت' یگانگت اور خود مختاری کے مواقع میسر ہو چکے تھے' چنانچہ انہوں نے اپنی زبان اور ثقافت کو مغلوب شکست خوردہ حمیریوں پر ٹھونس دیا۔ پھر اس حالت میں اسلام آگیا اور اسلام نے بھی مندرجہ بالا عوامل کی حوصلہ افزائی کی جس کی بناء پر جنوبی لہجے اور یمنی قومیت ختم ہو گئی اور حمیر کی زبان' ان کے آداب اور تاریخ آج تک کے لئے مٹ گئی۔

صرف یہی نہیں ہوا کہ شمالی زبانیں جنوبی زبانوں پر غالب آگئیں بلکہ ناخواندگی' درندگی اور بدویت کے وہ اثرات بھی زائل ہو گئے جو بول چال کی خامیوں' حکومت کے اختلاف اور متعدد وضعی الفاظ کی شکل میں ظاہر ہو گئے تھے نتیجہ یہ نکلا کہ قریش کی زبان دینی' اقتصادی اور اجتماعی وجوہات کی بناء پر تمام زبانوں پر غالب آگئی ان اسباب میں سے چند اہم اسباب ذکر کئے جاتے ہیں۔

1۔ میلے اور تجارتی بازار:۔

عرب لوگ سال کے مختلف مہینوں میں خرید و فروخت کے لئے میلے اور تجارتی بازاروں کا انعقاد کرتے رہتے تھے۔ فطرتی طور پر انسانوں کا اجتماع شرکاء کو آپس میں گفت و شنید' تبادلہ خیالات' شاعری کی محفلیں منعقد کرنے' فصاحت و بلاغت کے اظہار' بلند کارناموں کے شمار' اور اپنی خاندانی شرافت اور وقار کا چرچا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے چنانچہ ان میلوں اور بازاروں کے انعقاد اور اجتماعات میں بھی یہی چیز پیدا ہو گئی اور تجارتی بازار اور منڈیوں کی وجہ سے عربوں کو اپنے دین' عادات' اخلاق اور لسانی وحدت کا موقع ملنے لگا۔ جبکہ شعراء اور مقررین عام فہم الفاظ

اور پسندیدہ اسلوب اختیار کرتے ہیں تاکہ سامعین ان کی باتوں کو دلچسپی سے سنیں اور وہ عوام میں ہر دلعزیزی حاصل کر سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا کہ ان مراکز میں پڑھے جانے والے اشعار قبیلوں میں پھیل جاتے اور عوام میں مشہور ہو جاتے اسی کے ساتھ ساتھ عوام کے لہجے' طرز اور خیالات بھی ہم آہنگی اختیار کر جاتے۔

ان میلوں میں مشہور ترین عکاظ' مجنہ اور ذوالمجاز کے میلے ہیں ان میں سے پہلی قسم کے میلے کو عربی زبان کی تہذیب میں نمایاں اثر اور قوی برتری حاصل تھی' یہ میلہ ذیقعد کی پہلی تاریخ سے شروع ہو کر بیس تاریخ تک جاری رہتا عرب کے تمام سربراہان' داعیان' تجار' ارباب منافرت' قیدیوں کو چھڑانے اور حج کی ادائیگی کے لئے اس میلے میں شرکت کرتے تھے۔ اسکے علاوہ باقی میلے مقامی حیثیت رکھتے تھے جن میں صرف گردو نواح کے لوگ حصہ لیتے تھے۔ عکاظ میں دور دراز سے لوگ اس لئے شریک ہوتے تھے کیونکہ لوگ حج کے لئے آتے تھے اور یہ میلہ حج کے مہینوں میں لگتا تھا ظاہر ہے اس کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ ایام حج میں اس کا انعقاد تھا' اس میلے کو ہمہ گیر شہرت حاصل ہو گئی تھی اس موقع پر عرب کے فیصلے کرنے والے ثالث اور منصف بھی موجود ہوتے تھے اسی جگہ ان کے سامنے بڑے بڑے اہم مقدمات پیش ہوتے جنہیں وہ بغور سنتے پھر جس کی بات صحیح معلوم ہوتی دلائل قوی اور بیان واضح ہوتا اس کے حق میں فیصلہ دیتے تھے۔

مکہ کی اہمیت اور قریش کا کاروبار:۔

زبان کی یکانگت اور عربوں کی ترقی میں مکہ کے محل وقوع کو بہت بڑا دخل ہے چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ان قافلوں کے پڑاؤ کی جگہ جو ہندوستان اور یمن سے تجارتی سامان لے کر جنوبی سمت سے مکہ میں داخل ہوتے تھے' تجار مکہ ان سے سارا مال خرید کر خود اسے شام اور مصر کے بازاروں میں فروخت کرتے تھے' خانہ کعبہ کی حرمت اور قریش کی عظمت کی بناء پر تاجران مکہ کے لئے تمام تجارتی راستے پرامن ہو گئے تھے چنانچہ ان کے مال سے لدے ہوئے تجارتی قافلے بے خوفی سے تجارتی منڈیوں میں جاتے ملک ملک گھومتے تجارتی فوائد کے ساتھ ساتھ اپنے علم میں اضافہ' فہم و فراست میں قوت' مال میں ثروت اور زندگی کے معاملات میں تجربات حاصل کرتے تھے' علاوہ ازیں مکہ لوگوں کے لئے جائے ثواب ہونے کے ساتھ ساتھ درآمد و برآمد کا ایک بہت بڑا تجارتی مرکز تھا جہاں لوگ پاپیادہ اور سوار ہو کر ہر طرف سے آتے تھے تاکہ مناسک حج بھی ادا کریں اور سامان ضرورت بھی خرید لے جائیں

قریش جو کہ مکہ کے رہائشی اور وہاں کے رئیس تھے انھیں اپنے تمدن' خانہ کعبہ کی تولیت' عکاظ کی منڈی پر حکمرانی' سردیوں میں یمن کے سفر اور گرمیوں میں شام کے تجارتی سفروں نے تمام عربی قبائل سے ربط وضبط رکھنے اور اکثر قوموں کے ساتھ میل ملاقات نے انھیں بخوبی فہم و فراست کا مالک بنا دیا تھا' وہ جنوب میں حبشیوں کے ساتھ مشرق میں ایرانیوں کے ساتھ اور شمال میں رومیوں کے ساتھ ربط و تعلق رکھتے تھے علاوہ ازیں وہ یثرب اور اس کے پڑوس میں خیبر اور تیماء میں یہودیوں سے تعلقات اور شام' نجران اور حیرہ میں عیسائیوں کے ساتھ باہمی تبادلہ خیالات کی بناء پر وہ الہامی کتابوں کے بارہ میں بھی بہت کچھ جانتے تھے ان وسائل کی وجہ سے ان کی لسانی ثقافت اور فکری احساسات میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہوئیں' وہ مختلف بولیوں کو سنتے' جدید معانی پر غور و فکر کرتے' نئے الفاظ کو نقل کرتے انہوں نے ان مختلف زبانوں میں سے ایک ایسی شیریں زبان منتخب کر لی تھی جو بولنے میں نہایت شیریں' اسلوب میں انتہائی بلیغ اور مواد کے لحاظ سے سب سے وسیع تھی پھر شعراء نے اسے اپنا کر اس کی نشر و اشاعت اور ترویج و ترقی میں نمایاں اضافہ کر دیا بعد میں پھر جب قرآن کریم بھی اس زبان میں نازل ہوا تو اسکے پھیلاؤ اور غلبہ میں جو کمی رہ گئی تھی وہ بھی پوری ہو گئی۔

دوسری فصل

نثر:۔

وجود پذیر ہونے کے اعتبار سے کلام کی اقسام میں سب سے پہلی "نثر" ہے' کیونکہ یہ بولنے میں آسان اور کسی قسم کی قید سے آزاد ہے اور یہ ہر کسی کے استعمال کی ضرورت ہے' اس کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ مسجع نثر:۔

کہ ہر دو یا زیادہ فقروں کے آخر کا ہم وزن ہونے کا التزام کیا جائے۔

2۔ مرسل نثر:۔

جو وزن وغیرہ کی پابندی سے آزاد ہو' طبعی قوت' موروثی ذہانت اور عجمیوں کے ساتھ کم

اختلاط کی وجہ سے عربوں کی نثر نہایت آسان' اور شستہ ہوتی تھی البتہ فقط طبعی اسباب و وجوہ کی بناء پر تلفظ اور ادائیگی میں اختلاف تھا مثلاً حروف کو باریک آواز سے بولنا' پر کر کے پڑھنا' ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دینا اور حرفوں کو کھینچ کر پڑھنا' عربوں میں نثر کی کثیر مقدار پائے جانے کے باوجود مورخین نثر نے اس طرف توجہ نہ دی لہذا ہم تک نثر کا وہی حصہ پہنچا جو اپنی فصاحت' بلاغت اور ایجاز کی وجہ سے خواص و عوام میں عام ہو گیا تھا جیسے ضرب الامثال' حکیمانہ مقولے' وصیتیں' خطبے' وصف یا بیان یا کہاوتیں

ضرب الامثال:۔

ضرب المثل کبھی تو بات کا ایک ٹکڑا اور کبھی مستقل جملہ ہوتی ہے جس کا تعلق کسی مخصوص واقعہ سے ہوتا ہے لیکن بعد میں اسے اس طرح کے موقعوں پر بلا کم بیشی بول دیا جاتا ہے' (سننے والا اس مختصر سے جملہ سے پورا واقعہ سمجھ لیتا ہے) یہ نثر عربوں کی اجتماعی اور انفرادی حوادث کی پیداوار ہے۔

چند مشہور ضرب الامثال:۔

1۔ **وافق شن طبقة**' (شن (مرد کا نام) کو طبقہ (عورت کا نام) مل گئی) یہ ضرب المثل اس وقت بولی جاتی ہے جب کسی شریر انسان کو اسی قسم کے انسان سے واسطہ پڑ جائے جیسے اردو میں کہتے ہیں "جیسے کو تیسا"

2۔ **لامر ما جدع قصیر انفه**' (کوئی تو وجہ ہے جو قصیر نے اپنی ناک کٹوالی) جب کوئی شخص فریب کاری کا مظاہرہ کرتا ہوا بدحال بن جائے وہ اپنا ظاہر باطن کے خلاف بنا لے تو یہ مثال دی جاتی ہے۔

3۔ **یداک اوکتا وفوک نفخ**' (تیرے ہاتھوں نے باندھا اور تیرے منہ نے پھونک ماری) جب کوئی شخص اپنی کوتاہی یا لاپرواہی سے کوئی نقصان اٹھائے تو اس کے لئے یہ مثال دی جاتی ہے ماہرین زبان نے اس قسم کی مثالیں جمع کر کے ان کی شرحیں بھی لکھی ہیں ان میں سے مشہور ترین المیدانی (متوفی 518ھ) ہیں انہوں نے تقریباً پچاس کتابوں سے مثالیں اکٹھی کر کے "مجمع الامثال" نامی کتاب میں جمع کر دی ہیں اس سلسلہ میں امثال حروف ھجاء کی ترتیب سے جمع کی گئی ہیں اور تمام قدیم اور جدید مشہور مثالیں اس میں موجود ہیں۔

حکیمانہ مقولے:۔

وہ خوشنما بات یا مقولہ جو حکمت سے لبریز اور فضولیات سے پاک ہو وہ حکیمانہ مقولہ کہلاتا ہے یہ عموماً تجربہ کاری، عقلمندی کا نچوڑ اور وسیع واقفیت کا نتیجہ ہوتا ہے۔

چند حکیمانہ مقولے:۔

1۔ الخطازاد العجول (غلطی عجلت پسندی کا توشہ ہے) یعنی جلد بازی سے کام ہمیشہ لیٹ اور خراب ہوتا ہے۔

2۔ من سلک الجدد امن العثار، (جو سیدھی سڑک پہ چلتا ہے وہ ٹھوکروں سے محفوظ رہتا ہے)

3۔ عی صامت خیر من عی ناطق، (خاموش نادانی ناطق بے وقوفی سے بہتر ہے)

خطبے اور وصیتیں:۔

ان دونوں کا مقصد لوگوں کو اچھائی کی طرف راغب کرنا اور برائیوں سے نفرت دلانا ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ خطبہ مجمع عام یا میلوں وغیرہ میں دیا جاتا ہے جبکہ وصیت معین موقع پر مخصوص لوگوں تک محدود ہوتی ہے جیسے سفر کرنے والا یا مرنے والا اپنے گھر والوں کو وصیت کرتا ہے۔

جاہلی نثر کے امتیازات:۔

زمانہ جاہلیت کی نثر طبعی اور سادہ ہے اس میں نہ تو کسی قسم کا تکلف ہے نہ بناوٹ ہے اور نہ ہی مبالغہ آمیزی ہے، یہ بدوی ماحول اور اس کے اخلاق و عادات کی عکاسی کرتی ہے، قوی الفاظ، عمدہ ترکیبیں، چھوٹے چھوٹے جملے، بہترین اسلوب بیان، اشارہ کی قربت، استعارہ کی کمی اور بیان میں اختصار و ایجاز، ان کی نثر کی نمایاں خصوصیات ہیں کبھی ان کی عبارتوں میں حکیمانہ مقولوں اور ضرب الامثال کا ایسا لگاتار سلسلہ جاری ہو جاتا ہے جو بالکل غیر مناسب اور بے ربط سا معلوم ہوتا ہے۔

خطابت:۔

شاعری کی طرح خطابت کا دارو مدار بھی خیالات و افکار اور فصاحت و بلاغت ہیں' خطابت آزادی اور شجاعت کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے' یہ فن لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے اور دلائل سے خاموش کروانے کا ایک قوی حربہ ہے' چرب زبانی' فصاحت بیانی' لہجہ کی عمدگی اور برجستہ گوئی اس کی بنیادی شرائط ہیں جبکہ عرب لوگ حساس' بہادر' غیور اور خوددار تھے عرب کو اس فن میں نمایاں سبقت اور کامل مہارت حاصل تھی' ان میں یہ صفات بدرجہ اتم موجود تھیں دیگر غیر متمدن اقوام کی طرح انھیں بھی آباؤ اجداد کے حسب و نسب پر فخر' آبائی عزت و شرافت کو برقرار رکھنے کی خواہش' دو قبیلوں کے مابین کشیدہ تعلقات کی اصلاح' قبائل کے سرداروں اور نوابوں یا حکمرانوں اور ان کے نائبوں کے درمیان سفارت کی بناء پر خطابت کی ضرورت محسوس ہوئی وہ بچپن ہی سے اپنے بچوں کو تقریر سکھانے کی کوشش کرتے تھے ان کی دلی خواہش تھی کہ ہر قبیلہ میں ایک مقرر ہو جو ان کی تقویت کا باعث ہو یا شاعر ہو جو ان کی شہرت کا سبب بنے کبھی کبھی یہ دونوں صفات ایک ہی فرد میں بھی جمع ہو جاتی تھیں

اسلوب خطابت:۔

وہ اپنی تقریروں میں خوشنما الفاظ' پرکشش عبارت' دل نشیں اسلوب' چھوٹے چھوٹے مسجع جملے اور زیادہ ضرب الامثال استعمال کرتے تھے وہ اپنے مضمون کو ذہن نشیں کروانے اور ہر دلعزیز بنانے کے لئے تقریروں میں اختصار کو پسند کرتے تھے۔

عربوں کا یہ طریقہ تھا کہ مقرر اونچی جگہ یا سواری پر کھڑے ہو کر تقریر کرتا' دوران تقریر وہ موقع محل کے مطابق ہاتھ کو کبھی اوپر کرتا کبھی نیچے کرتا' اشاروں کی مدد سے اپنی بات کو واضح کرنے کی کوشش کرتا' اپنے ہاتھ میں عصا یا نیزہ یا تلوار کا سہارا لیتا یا ان سے اشارہ کرنے کا بھی ان کے ہاں رواج تھا۔

وہ ایسے مقرر کو پسند کرتے تھے جو خوش وضع ہونے کے ساتھ ساتھ بلند آواز' خوش بیان اور بے باک ہوتا' زمانہ جاہلیت کے مشہور مقررین قس بن ساعدہ ایادی' عمرو بن کلثوم تغلبی' اکثم بن صیفی تمیمی' حارث بن عباد بکری' قیس بن زہیر عبسی' عمرو بن معدی کرب الزبیدی ہیں ہم اس مختصر کتاب میں قارئین کے مطالعہ کے لئے صرف دو بڑے خطیبوں کے سوانح حیات اور ان کا انداز خطابت بیان کرتے ہیں۔

مقررین

قس بن ساعدہ ایادی (وفات 600ء):۔

یہ نجران کا بڑا پادری' عرب کا خطیب' مشہور حکیم اور جج تھا' یہ خدا پر یقین رکھتا یہ پر حکمت پند و نصیحت کے ذریعے خدا کی طرف دعوت دیتا تھا' کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے پہلا خطیب ہے جس نے سب سے پہلے اونچی جگہ کھڑے ہو کر تقریر کی' تلوار کا سہارا لینا اور خطبہ میں اما بعد کہنے کی ابتدا بھی اسی نے کی ہے' نبی اکرمؐ نے جب عکاظ میں اس کی تقریر سنی تو اس کی بہت تعریف کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسے یہ دعا دی "خدا قس پر رحم فرمائے مجھے امید ہے وہ قیامت کے دن تنہا ہی ایک قوم کی جگہ اٹھایا جائے گا"

وہ وقتاً فوقتاً قیصر کے دربار میں بھی جاتا تھا قیصر اس کا بہت احترام کرتا تھا لیکن پھر اس نے دنیا سے کنارہ کشی کر کے سادہ زندگی اختیار کر لی' وہ اللہ کی عبادت کرتا' لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتا حتیٰ کہ طویل عمر گزار کر 600ء میں فوت ہوا۔

اس کا اسلوب خطابت:۔

اس کے نام سے منسوب جو نثر ہم تک پہنچی ہے اگر وہ واقعتاً اس کی ہے تو پھر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ طرز بیان اس کی طبیعت کی روانی کا نتیجہ تھا اس کی عبارت نہایت پر کشش اور پسندیدہ الفاظ پر مشتمل ہوتی تھی جس میں چھوٹے چھوٹے مسجع جملے ضرب الامثال' اور منتخب عبارت ہوتی تھی اس میں سرکشوں کی تباہی اور دنیا کے ظاہری تغیرات سے درس عبرت دیا جاتا تھا۔ وہ شعر بھی کہتا تھا اور اس کی شاعری حسن الفاظ اور عمدہ معانی کے ساتھ ساتھ قوت تاثیر بھی رکھتی تھی جیسا کہ اس کے کلام سے ظاہر ہے۔

اس کے کلام کا نمونہ "نثر":۔

عکاظ کے میلے میں اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا

"سنو اور یاد کر لو! جو زندہ ہے وہ مرے گا جو مرے گا وہ دنیا سے فوت ہو جائے گا جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا' یہ تاریک رات' یہ روشن دن' یہ برجوں والا آسمان' یہ چمکتے

تارے' یہ موجیں مارنے والے سمندر' یہ جمے ہوئے پہاڑ' یہ پھیلی ہوئی زمین' یہ بہتے دریا یہ سب کچھ اس بات کے غماز ہیں کہ آسمان میں کوئی خاص طاقت ہے اور زمین میں خاص عبرتیں ہیں آخر یہ لوگ کہاں جاتے ہیں جو پھر واپس نہیں آتے؟ کیا یہ وہاں رہنے پر خوش ہیں جو وہیں ٹھہر گئے؟ یا پھر یہ دنیا چھوڑ کر سو گئے؟ اے خاندان ایاد! تمہارے آباؤ اجداد کدھر گئے؟ اور زبردست فرعونوں کے ساتھ کیا بیتی؟ کیا وہ مال و دولت میں تم سے بڑھ کر نہ تھے؟ کیا ان کی عمریں تم سے لمبی نہ تھیں؟ حوادث زمانہ نے انھیں چکی میں پیس ڈالا اور ان کی جمعیتوں کو پاش پاش کر دیا

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

في الذاهبين الاولين من القرون لنا بصائر
لمارايت مواردا للموت ليس لها مصادر
ورايت قومي نحوها يسعى الاصاغر والاكابر
لا يرجع الماضي الى ولامن الباقين غابر
ايقنت انى لا محالة حيث صار القوم صائر

ہم سے پہلے گزرنے والی اقوام میں ہمارے لئے بصیرت افروز عبرتیں ہیں۔

جب میں نے دیکھا کہ موت کی گھاٹ پر جانے والوں کے لئے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔

اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میری قوم کے سب چھوٹے بڑے تیز رفتاری سے اس گھاٹ کی طرف رواں دواں ہیں۔

وہاں جا کر پھر ہمارے پاس کوئی واپس نہیں آتا اور نہ ہی پچھلوں میں کوئی یہاں ہمیشہ رہنے والا ہے۔

مجھے یقین ہو گیا کہ جو قوم کا انجام ہوا ہے میرا بھی وہی ہو گا

اس کا حکیمانہ کلام:۔

1۔ جو تجھے کسی چیز کی عار دلاتا ہے اس میں بھی ویسی ہی کمزوری ہوتی ہے۔
2۔ جو تجھ پر ظلم کرتا ہے اسے بھی کوئی ظالم مل جائے گا
3۔ اگر تو دوسروں کو کسی کام سے روکنا چاہتا ہے تو اس کی ابتدا اپنے سے کر
4۔ تنگدستی میں لوگوں سے دور رہو جبکہ خوشحالی میں ان سے مل جل کر رہو

5۔ کسی کام میں مصروف آدمی سے مشورہ نہ کرو خواہ وہ کتنا ہی عقلمند ہو' بھوکے سے مشورہ نہ کرو خواہ کتنا ہی سمجھدار ہو' نہ خوفزدہ سے خواہ اس کی خیر خواہی پر تمہیں مکمل اعتبار ہی کیوں نہ ہو

اس کے چند اشعار جو اس نے دیر سمعان میں اپنے دونوں بھائیوں کی قبروں پر کھڑے ہو کر کہے

خلیلی هبا طالما قد رفدتما اجدکما لا تقضیان کراکما
الم تعلما انی بسمعان مفرد ومالی فیه من حبیب سوا کما؟
اقیم علی قبر یکما لست بارحا طوال اللیالی اویجیب صداکما
جری الموت مجری اللحم والعظم کان الذی یسقی العقار سقا کما
فلو جعلت نفس لنفس وقایة لجدت بنفسی ان تکون فدا کما
سابکیکما طول اللیالی وما الذی یرد علی ذوی عولة ان بکا کما

میرے دونوں دوستو! اب اٹھو! تم بہت دیر تک سو چکے کیا واقعی تم نے ابھی تک اپنی نیند پوری نہیں کی؟

کیا تمہیں یہ علم نہیں کہ میں سمعان میں تنہا ہوں یہاں تمہارے سوا میرا کوئی بھی دوست نہیں؟

میں تمہاری قبروں کو اس وقت تک چھوڑ کر نہیں جاؤں گا جب تک مجھے تمہاری طرف سے جواب نہ ملے۔

موت تمہارے گوشت اور ہڈیوں میں اس طرح رچ گئی ہے ایسے لگتا ہے جیسے شراب پلانے والے نے تمہیں پلائی ہوئی ہے۔

اگر ایک جان دے کر دوسری جان کو بچایا جا سکتا تو میں اپنی جان دے کر تم دونوں پر قربان ہو جاتا

میں ہمیشہ تم دونوں پر روتا رہوں گا لیکن کیا اس رونے کی وجہ سے نالہ کرنے والے کو کچھ حاصل ہو جائے گا؟

عمرو بن معدیکرب الزبیدی
ولادت 535ء وفات 643ء

حالات زندگی:۔

عمرو بن معدیکرب زبیدی یمن کا شہسوار' عرب کا خطیب اور قادسیہ کا ہیرو تھا اس کا سلسلۂ نسب قحطان سے جاملتا ہے اس کی کنیت ابو ثور ہے' جب نبی اکرمؐ 9ھ میں غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے تو آپ کو راستے میں ملا اور یہ قوم سمیت مسلمان ہو گیا لیکن وہ دل جس نے خالص جاہلیت میں پرورش پائی اور جوان ہوا ہو۔ انسانوں کے گوشت پوست سے کھیلا ہو' شراب نوشی اور کھیل کود کا رسیا ہو وہ دین کو اخلاص اور صدق کے ساتھ قبول نہیں کر سکتا لہٰذا وہ مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا' پھر اس نے دوبارہ راہ حق قبول کر لیا اور اس نے خدا کی راہ میں جہاد کا حق ادا کر دیا اور جب اس نے جنگ قادسیہ میں حصہ لیا اس وقت اس کی عمر ایک قول کے مطابق ایک سو دس برس تھی تو اس نے نمایاں کارنامے سرانجام دیئے 643ء میں خلافت عمر کے اواخر میں انتقال کیا

اخلاق وعادات اور مرتبہ:۔

عمرو بن معدیکرب نہایت طاقتور' موٹا اور بہت کھاؤ تھا یہ بہادر جنگجو' خطیب اور شاعر تھا اور قوم اس کی اطاعت کرتی تھی' یہ شعراء کے دوسرے طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے جبکہ خطابت میں اس کا پہلا درجہ ہے اس کی شاعری کا بڑا حصہ اپنی ذاتی بہادری کے کارناموں سے بھرا پڑا ہے کہا جاتا ہے کہ نعمان بن منذر نے اسے بھی ان سرکردہ لیڈروں میں شامل کیا تھا جن کو اس نے مدائن میں نوشیرواں کے پاس بھیجا تھا تاکہ یہ وفد عرب پر نعمان بن منذر کے دعوی کو سچا ثابت کرے' اور اس کی عزت وشہرت کا سبب بنے وہاں پہنچ کر عمرو بن معدیکرب نے یہ تقریر کی۔

"انسان کا دارومدار اس کی دو چھوٹی سی چیزوں پر ہے وہ اس کا دل اور زبان ہیں' سچائی بات کو دلنشیں بنا دیتی ہے مقصد کا حصول جستجو سے ممکن ہے' اپنی معلومات کی حدود میں رہنا سرگردانی کی زحمت سے بہتر ہے اے بادشاہ سلامت! ہمارے دلوں کو اپنی حسن کلام سے موہ لیجئے'

ہم سے ہماری خطاؤں کی درگزر کے لئے جلدی کیجئے' اگر آپ ہمارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں گے تو ہم آپ کے فرمانبردار بن جائیں گے اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے ہم وہ لوگ ہیں کہ ٹھوکریں مار کر ہمارے سخت پتھر کو کچلنے کا ارادہ کرنے والے ہمیں نقصان نہیں پہنچاسکتے بلکہ ہمیں جو تباہ کرنا چاہتا ہے ہم اس کے مقابلہ میں پوری طرح اپنی حفاظت کرنا جانتے ہیں"

ابی مرادی کے دھمکی دینے پر اس نے یہ شعر کہے۔

اعاذل سکنی بدنی ورمحی وکل مقلص سلس القیاد
اعاذل انما افنی شبابی وقرح عاتقی ثقل النجاد
تمنانی لیلقانی ابی وودت واینما منی ودادی
ولولا قیتنی ومعی سلاحی تکشف شحم قلبک عن سواد
ارید حیاته ویرید قتلی عذیرک من خلیلک من مراد

اے ملامت کرنے والی! میرے جسم' میرے نیزے اور وفاشعار طاقتور گھوڑے کو آرام کرلینے دے۔

اے ملامت گر! تلوار کے پرتلے کے بوجھ نے ہی میری جوانی کو برباد اور میرے کندھے کو زخمی کیا ہے (یعنی میری تمام عمر جنگوں میں گزری ہے)

ابی مجھ سے میدان جنگ میں مقابلہ کرنا چاہتا ہے میری بھی یہی خواہش ہے لیکن میری خواہش کب پوری ہوگی۔

اور تو مجھے اس حالت میں ملے کہ میں زرہ بند ہوں تو تیرے دل کی چربی تیرے بدن میں سے نکل پڑے گی۔

میں اس کو زندہ دیکھنا چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے کیا کوئی تجھے تیرے مراد قبیلے کے دوست سے بچانے والا ہے؟

اس کے کچھ اور اشعار

لیس الجمال بمئزر فاعلم وان ردیت بردا
ان الجمال معادن ومناقب اورثن مجدا
اعددت للحدثان سابغة وعداء علندی
نهداو ذاشطب یقد البیض والابدان قدا
کم من اخ لی صالح بنواته بیدی لحدا
ما ان جزعت ولا هلعت ولا یرد بکاء ی زندا

ذهب الذین اجبهم وبقیت مثل السیف فردا

یہ جان لو کہ حسن و جمال پوشاک میں نہیں ہوتا خواہ آپ کو منقش چادر پہنادی جائے۔
حسن و جمال تو خیر و کرم کے وہ بلند سرچشمے اور کارنامے ہیں جو آپ کو عزت و سروری سے بہرہ ور کریں
میں نے پیش آنے والے خطرناک حوادث کے لئے بھرپور زرہ' تیز رفتار مضبوط گھوڑا' آبدار تیز تلوار جو خود اور زرہ کو کاٹ ڈالتی ہے تیار کی ہے۔
میرے کتنے ہی ایسے نیک بھائی تھے جن کی میں نے اپنے ہاتھوں سے قبر تیار کی پھر اس حالت میں نہ تو میں گھبرایا نہ بے قرار ہوا کیونکہ میرے رونے کا کچھ فائدہ بھی نہیں تھا۔
جن لوگوں سے مجھے پیار تھا وہ تو چل بسے ان کے بعد تو میں تلوار کی مانند اکیلا رہ گیا ہوں۔

زمانہ جاہلیت کی نثر کے نمونے۔

ضرب الامثال

عربوں کی چند مشہور ضرب الامثال:۔

1۔ اذا سلمت الجلة فالینب ھدر' (جب فربہ مضبوط اونٹ بچ جائیں تو بوڑھی اونٹنیوں کا خون معاف ہے) یعنی اگر مفید چیز موجود رہے اور نکمی چیز ضائع ہو جائے تو کوئی دکھ نہیں ہوتا

2۔ ان کنت ریحا فقد لاقیت اعصارا' (اگر تو ہوا ہے تو تجھے بگولا مل گیا) جب کوئی فخریہ لہجہ میں اپنی بڑائی بیان کر رہا ہو اور دوسرا اسے اس سے بڑھ کر مل جائے تو یہ مثال دی جاتی ہے۔

3۔ انک لا تجنی من الشوک العنب' تم کانٹوں (والے درخت) سے انگور نہیں چن سکتے یعنی برے ماحول میں تمہیں اچھا فرد نہیں ملے گا'

4۔ ذکرنی فوک حماری اھلی' (تیرے منہ نے تو مجھے میرے گھر کے دو گدھے یاد کروا دیئے) دراصل واقعہ یہ ہے کہ ایک آدمی کے دو گدھے گم ہو گئے جو سیاہ رنگ کے تھے راستے میں اسے ایک عورت ملی جس کی آواز بہت دلکش تھی وہ اس سے باتوں

میں مشغول ہو گیا اور اسے اپنے گدھوں کا خیال نہ رہا کچھ دیر کے بعد جب عورت نے کسی وجہ سے نقاب اٹھایا اور اس کا مکروہ چہرہ نظر آیا تو اس نے یہ الفاظ کہے۔

5۔ تجشع لقمان من غیر شبع' (لقمان نے خالی پیٹ ڈکاریں لیں) بلا حقیقت لمبے چوڑے دعوی کرنے والے کے لئے یہ مثل بولی جاتی ہے۔

6۔ رمتني بدائها وانسلت' (مجھ پر اپنی بیاری پھینک کر بھاگ گئی) اپنے نقائص اور عیوب دوسروں کے ذمے لگانے والوں کے متعلق یہ مثال بولی جاتی ہے۔

7۔ رب كلمة تقول لصاحبها دعني' (بعض الفاظ خود بولنے والے کو کہتے ہیں ہماری جان چھوڑو) فضول اور بے ہودہ باتیں کرنے والوں کے لئے مثال پیش کی جاتی ہے تاکہ لوگ بکواس سے اکتا نہ جائیں

8۔ اسر حسوا في ارتغاء' (جھاگ نکالنے کا بہانہ گیا لیکن چپکے سے دودھ کی گھونٹ پی گیا) جو آدمی بظاہر کسی کی خیر خواہی کرے لیکن اندر سے اپنا مفاد پیش نظر ہو تو اس کے لئے یہ مثال پیش کی جاتی ہے' دراصل جب کسی کے پاس دودھ آتا ہے تو وہ اس کے اوپر سے جھاگ نکالنے کا دکھاوا کرتا ہے مگر اس سے دودھ بھی پی لیتا ہے۔

9۔ اوسعتهم سبا وا ودوا بالابل' (میں نے انھیں گالیاں تو خوب دیں لیکن وہ اونٹ ہنکا کر لے گئے) دراصل ایک شخص کے اونٹوں کو حملہ آور لے بھاگے جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو یہ پہاڑی پر چڑھ کر خوب گالی گلوچ کرنے لگا واپسی پر جب لوگوں نے اونٹوں کی بابت پوچھا تو اس نے یہ جواب دیا

10۔ احشفا و سوء كيلة؟' (ایک تو ردی کھجور اور پھر ناپ میں بھی کمی؟) جس شخص میں ایک ساتھ دو بری خصلتیں جمع ہو جائیں' جیسے (ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا)

11۔ قد يحمل العير من ذعر على الاسد' (گھبراہٹ میں کبھی گدھا شیر پر حملہ آور ہو جاتا ہے) جو شخص گھبراہٹ و وحشت یا بے بسی کے عالم میں خلاف توقع بہادری اور دلیری کا مظاہرہ کرے تو یہ مثل پیش کی جاتی ہے۔

12۔ قبل الرمي يراش السهم' (تیر مارنے سے قبل تیر کے پر جمائے جاتے ہیں) کام کرنے سے پہلے اس سے متعلقہ امور کا بندوبست کیا جاتا ہے۔

حکیمانہ مقولے۔

عربوں کے چند مشہور حکیمانہ مقولے:۔

1۔ مصارع الرجال تحت بروق الطمع، (فریب کی چمک سے لوگ دھوکہ کھا کر نقصان اٹھاتے ہیں)

2۔ کلم اللسان انقی من کلم السنان، (زبان کا زخم نیزہ کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ اور گہرا ہوتا ہے)

3۔ رب عجلة تهب ريثا، (بعض اوقات جلد بازی تاخیر کا باعث بنتی ہے)

4۔ العتاب قبل العقاب، (سزا سے پہلے ڈانٹ ڈپٹ ضروری ہے)

5۔ التوبة تغسل الحوبة، (توبہ تمام گناہوں کو دھو دیتی ہے)

6۔ من سلک الجدد امن العثار، (جو سیدھی راہ پر چلتا ہے ٹھوکروں سے محفوظ رہتا ہے)

7۔ اول الحزم المشورة، (احتیاط کی ابتدا مشورہ سے ہوتی ہے)

8۔ رب قول انفذ من صول، (بعض دفعہ کوئی بات حملہ سے زیادہ کارگر ثابت ہوتی ہے)

9۔ انجز حر ما وعد، (شریف انسان جو وعدہ کرتا ہے پورا کرتا ہے)

10۔ اترک الشر یترکک، (تم برائی کو چھوڑ دو برائی تمہیں چھوڑ دے گی)

11۔ من ضاق صدره اتسع لسانه، (جب کسی کا دل تنگ ہو جاتا ہے تو زبان کھل جاتی ہے)

12۔ یدک منک وان کانت شلا، (تمہارا ہاتھ شل بھی ہو تو تمہارا ہی ہو گا)

13۔ رب ملوم لا ذنب له، (بعض اوقات ملامت زدہ بے قصور بھی ہوتا ہے)

14۔ من مامنه یوتی الحذر، (چالاک اور ہوشیار شخص کو وہیں سے نقصان پہنچتا ہے جہاں سے وہ بے فکر ہوتا ہے)

عرب کے خطبات:۔

ہانی بن قیصہ شیبانی نے اپنی قوم کو جنگ پر ابھارتے ہوئے تقریر کی' اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی نثر میں معانی کی بندش کس قدر ڈھیلی اور جملوں کا باہمی ربط کس قدر ڈھیلا تھا۔

"اے خاندان بکر! عذر کے ساتھ مرجانے والا بھاگ کر جان بچانے والے سے بہتر ہے' چالاکی یا ہوشیاری تقدیر سے نہیں بچا سکتی' صبر کامیابی کا ذریعہ ہے' ذلت کی زندگی سے عزت کی موت قبول ہے' موت کے سامنے آنا پیچھے سے آنے سے بہتر ہے' کولہوں اور پیٹھوں پر نیزے کھانے سے سینے پر نیزے کھانا بہتر ہے' اے آل بکر! جنگ کرو کیونکہ موت سے نجات کی کوئی شکل نہیں ہے۔

حبشہ پر فتح پانے کے بعد عبدالمطلب نے فاتح سیف بن ذی یزن کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

اے بادشاہ سلامت! اللہ تعالٰے نے آپ کو نہایت اعلیٰ و ارفع مقام بخشا ہے' عزت اور شوکت سے نوازا ہے' ایسے خاندان میں پیدا کیا جس کا نسبی سلسلہ بہت اعلیٰ ہے جس کی بنیاد شرافت اور عزت پر قائم ہے جس کی شاخیں شریف خاندانوں اور پاکیزہ مقامات میں پھیلی ہوئی ہیں' آپ بلند اقبال ہیں عرب کے رئیس اور ان کی ایسی فصل بہار ہیں جس سے وہ کبھی سرسبزو شاداب ہوتے ہیں آپ عربوں کے ہر دلعزیز حکمران ہیں آپ ہی وہ مضبوط ستون ہیں جس پر عرب کی عمارت قائم ہے آپ ایسی پناہ گاہ ہیں جہاں عرب آکر پناہ لیتے ہیں' آپ کے اسلاف بہترین انسان تھے اور ان کے بعد آپ ہمارے لئے ان کے بہترین خلف ہیں' جو آپ جیسا خلف چھوڑ جائے وہ کبھی فنا نہیں ہو سکتا' اور جس کے آپ سلف ہیں وہ کبھی گمنام نہیں ہو سکتا' اے بادشاہ ہم حرم خداوندی میں رہنے والے اور خانہ خدا کے متولی اور خادم ہیں' ہمیں آپ کی خدمت میں وہ آرزو لے آئی ہے جس نے ہم کو ہماری پر آشوب زندگی سے نجات کی خوشخبری دی ہے' ہمارا یہ وفد آپ کے پاس کسی مصیبت پر تعزیت کے لئے نہیں بلکہ فتح پر مبارکباد دینے کے لئے حاضر ہوا ہے۔

عربوں کی چند وصیتیں:۔

زہیر بن جناب کلبی اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہتا ہے۔
میرے بیٹو! میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں میں نے زمانہ بھر عمر گزاری ہے مجھے تجربات نے ٹھوکریں لگا کر مضبوط بنا دیا ہے' تجربات اور آزمائش ہی دراصل زندگی ہے' جو میں آپ سے کہنے والا ہوں کان لگا کر سنو! اور دل لگا کر یاد کر لو' خبردار! مصیبت کے وقت بے ہمت نہ ہونا۔ اپنے کاموں میں دوسرے کے سہارے کی امید نہ رکھنا' کیونکہ اس سے تمہیں غمی اور تمہارے دشمنوں کو خوشی ہوگی۔ جس کی بناء پر تم اللہ تعالٰے سے بدگمان ہو جاؤ گے دیکھو! زمانہ کی گردشوں کو مذاق سمجھتے ہوئے ان سے بے خوف نہ ہو جانا کیونکہ جس قوم نے بھی انقلابات زمانہ کا مذاق اڑایا وہ آزمائشوں میں گھر گئی تم ان کے منتظر رہو' اس لئے کہ دنیا میں انسان اس نشانہ کی طرح ہے جسے تیراندازوں نے تختہ مشق بنا رکھا ہو ہو سکتا ہے تیرا تیر وہاں تک پہنچتا ہی نہ ہو اور دائیں بائیں سے گزر جاتا ہو' یہ بھی تو ہے کہ کسی وقت کوئی تیر واقعی ٹھیک نشانہ پر ہی لگ جائے"

ایک دیہاتی عرب عورت نے اپنی بیٹی کو سہاگ رات کے موقع پر یہ وصیتیں کیں
"پیاری بیٹی! اگر کسی کے باادب اور صاحب فضیلت ہونے کی بناء پر اسے وصیت سے بالاتر سمجھا جاتا تو اس لائق سب سے زیادہ آپ تھیں لیکن یہ وصیت غافل کے لئے تنبیہہ اور عقلمند کے لئے مددگار ہوتی ہے' پھر اگر ماں باپ کی اس سے محبت اور شدید پیار کی وجہ سے کوئی عورت خاوند سے بے نیاز ہوتی تو وہ تم ہی ہو سکتی تھی۔
اے بیٹی! آج تو اس ماحول کو چھوڑ رہی ہے جس میں تو پیدا ہوئی۔ آج تو اس دیکھے بھالے گھر اور مانوس ساتھیوں سے ایک ایسے گھر میں جا رہی ہے جو اجنبی ہے وہاں کے مکین ابھی غیر مانوس ہیں' میری دس نصیحتیں ہیں انھیں ذہن نشین کر لے تجھے فائدہ دیں گی۔

1۔ اپنے شوہر کے ساتھ صبر' شکر سے رہنا
2۔ خندہ پیشانی سے اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی رہنا
3۔ اس کی نگاہوں کو سمجھنا اور ایسا موقع نہ دینا کہ اس کی آنکھیں تیرے کسی عیب پر پڑ جائیں
4۔ اس کے کھانے کے اوقات معلوم کر لینا۔
5۔ اس کے سونے کے وقت خاموش رہنا کیونکہ بھوک کی گرمی غصہ لاتی ہے اور آرام میں خلل اندازی نفرت اور عداوت کا باعث بنتی ہے۔

6۔ اگر وہ پریشان حال ہو تو اس کے سامنے خوشی کا اظہار نہ کرنا
7۔ اگر وہ خوش ہو تو تو غمزدہ نہ ہونا' کیونکہ پہلی عادت بدتمیزی ہے اور دوسری اس کی کوفت کا باعث ہے۔
8۔ سب سے زیادہ تعظیم اور احترام ملحوظ رکھنا' تو وہ بھی تیری عزت کرے گا
9۔ اور یقین کر لے تجھے حقیقی خوشی اور مسرت اس وقت حاصل ہو گی کہ جب تو اپنی چاہت اور مرضی کو اس کی چاہت اور مرضی پر قربان کر دے گی۔
10۔ اور اپنی خواہش کو اس کی خواہش کے آگے جھکا دو خواہ اس کو تو پسند کرے یا ناپسند کرے اللہ اس میں تمہارا بھلا کرے گا۔

ایک بدوی عورت اپنے لڑکے کو وصیت کرتے ہوئے کہتی ہے:۔

میرے بیٹے! بہتان تراشی سے بچ' کیونکہ یہ رنجش کا باعث بنتی ہے اور اس سے دوستوں کے درمیان جدائی پیدا ہو جاتی ہے' دوسروں کی عیب جوئی سے بچ کیونکہ تو بھی اس کا نشانہ بن سکتا ہے ممکن ہے تیروں کی بوچھاڑ میں نشانہ جم نہ سکے لیکن لگاتار تیر لگنے کی وجہ سے وہ بودا اور کمزور تو ہو ہی جائے گا۔ دین میں سخاوت اور مال میں بخل سے بچتے رہنا اگر کبھی تجھے احسان یا مدد کی ضرورت پڑ جائے تو ایسے سخی کا دروازہ کھٹکھٹانا جو تمہاری ضرورت کو دیکھ کر نرم پڑ جائے کمینے کے دروازے پر مت جانا کیونکہ سخت پتھر میں پانی نہیں پھوٹتا' تو لوگوں میں سے اپنے لئے صرف اسے نمونہ بنا جو تجھے اچھا لگے اور پھر اس کے مطابق عمل پیرا ہو جا' اور جس کا کام تجھے برا لگے اس سے بچ جا' کیونکہ آدمی کی نگاہ اس کی برائیوں پر نہیں پڑتی۔ جو بظاہر خندہ پیشانی سے پیش آتا ہو لیکن اس کا عمل اس کے برعکس ہو تو اس کا دوست بھی اس سے ہوا کی طرح رخ پھیرتا رہے گا۔ انسانوں کی بدترین عادتیں بے وفائی اور دھوکہ بازی ہیں' جس میں تحمل کے ساتھ سخاوت بھی ہو تو گویا اس نے اپنا لباس بہت اچھا اور عمدہ بنا لیا

تیسری فصل شاعری۔

شعر کی تعریف اور اس کی ابتدا:۔

"شعر وہ موزوں و مقفی کلام ہے جو عمدہ خیالات کی ترجمانی اور پر اثر و معنی خیز مناظر کی

عکاسی کرے شعر کبھی نثر میں ہوتا ہے اور کبھی نظم میں' شاعری کو شعور و احساس کے ساتھ تعلق اور طبیعت کے ساتھ لگاؤ کی بناء پر نیز عقلی ترقی' علمی گہرائی اور تمدنی فوقیت کی عدم ضرورت کی بناء پر تمام ادبی آثار پر تقدم حاصل ہے عربوں کے ہاں شاعری کے آغاز کی تاریخ نہیں ملتی لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب تاریخ نے شاعری کو سنا تو وہ پختہ اور قصیدہ کی شکل اختیار کر چکی تھی لیکن عقل یہ تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ شاعری ابتدائی زندگی میں ہی اس قدر پاکیزہ' عمدہ اور حسین شکل میں رونما ہوئی ہو جیسی کہ وہ مہلہل بن ربیعہ اور امرؤ القیس کے شعروں میں نظر آتی ہے یقیناً اس پر مختلف ادوار گزرے ہوں گے اس پر حوادث زمانہ اثر انداز ہوئے ہوں گے' زبانوں نے اسے رواں کیا ہو گا۔ تب جا کر اس کے اسلوب میں شائستگی اور اس کے موضوعات میں وسعت پیدا ہوئی ہو گی۔ ظن غالب یہ ہے کہ عربوں نے مرسل نثر سے مسجع نثر کی طرف قدم بڑھایا ہو گا۔ پھر مسجع سے رجز کی طرف ترقی کی ہو گی پھر بتدریج رجز سے قصیدہ کی طرف عروج کیا ہو گا۔

مسجع نثر ہی شعر کی اقسام میں سے سب سے پہلی قسم ہے' جسے کاہنوں نے اپنے دیوتاؤں سے سرگوشیاں کرنے' حکیمانہ مقولوں کی حفاظت کرنے' پہیلیوں میں جوابات دینے اور سامعین کو حیران کرنے کے لئے اختیار کیا تھا یونانی کاہنوں کی طرح یہاں بھی عرب کاہن ہی شاعری کی بنیاد قائم کرنے والے تھے ان کا خیال تھا کہ ان پر الہام نازل ہوتا ہے اور وہ دیوتاؤں سے مناجات کرتے وہ ترانوں کے ذریعے ان سے رحم کی درخواست کرتے اور دعاؤں کے ذریعہ ان سے الہامات کے طلب گار ہوتے پھر وہ ان کے رازوں کو مقفی و موزوں فقروں کے ذریعہ عوام کو بتاتے اور وہ اسے "مسجع" کا نام دیتے اسے وہ کبوتر کی سجع کے مشابہ قرار دیتے تھے کیونکہ کبوتر کی آواز کی طرح اس میں بھی ایک ہم آہنگ نغمہ پیدا ہو جاتا تھا۔

جب ان میں غناء اور موسیقی کا ذوق پروان چڑھا تو شاعری عبادت گاہوں سے نکل صحرا میں داخل ہوئی اور دعا سے نکل کر حدی خوانی کا کام دینے لگی۔ چنانچہ وہ قافیہ اور وزن کے باہم مل جانے سے رجز کی شکل اختیار کر گئی۔

چونکہ راگ اور سر کئی قسم کے ہوتے ہیں اس لئے شاعری کے بھی کئی اوزان بن گئے حماسہ کے لئے الگ وزن' غزل کے لئے ایک وزن' اور ہزج کے لئے الگ وزن بنا تو اس طرح یہ اوزان وجود میں آئے' جنہیں خلیل بن احمد نے پندرہ اوزان شمار کیا ہے اور ان اوزان کا نام "بحریں" رکھا ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ شاعری کا مصدر غناء ہے سجع نے کبوتر کی آواز سے' رجز نے اونٹوں

کی چال اور حرکت سے جنم لیا ہے اور لفظ شعر عبرانی لفظ "شیر" سے ماخوذ ہے اس کے معنی راگ اور سر کے ہیں' نیز آج تک شعر پڑھنے کے لئے عربی میں "انشاد" (گانا) کا لفظ استعمال کرنا اس قول کی مکمل تائید و حمایت کرتے ہیں' کہ واقعی شعر کا ماخذ موسیقی اور غناء ہے۔

شاعری اور عرب:۔

سامی اقوام میں عرب لوگ فطرتی طور پر شاعری پر زیادہ عبور رکھتے ہیں اور وہ شاعری پر مکمل قدرت رکھتے ہیں' کیونکہ مفاہیم و مضامین کی ادائیگی کے لئے ان کی زبان میں بہت زیادہ وسعت ہے اور ان کا ماحول خیال آفرینی کے لئے بہت موزوں و مناسب ہے' ان کی طبیعتیں سادہ اور پاکیزہ ہیں' اور ان میں قوت عصبیت اور کامل آزادی پائی جاتی ہے ان کا جزیرہ ایسی تمام رکاوٹوں اور موانع سے خالی ہے جو ذہن کی فکری ترقی کی راہ میں حائل ہوتے ہیں وہ آسمان اور صحرا کے درمیان ایسی لاانتہا فضا میں ہیں جو دل و دماغ کو خوبصورتی' جلال اور افکار و خیالات سے معمور کر دیتی ہیں' علاوہ ازیں ان کی طبیعتیں حساس' شاعرانہ اور پرجوش ہیں خوشی اور غمی کے جذبات انہیں فوراً متاثر کرتے ہیں عیش و مسرت اور غم و غصہ ان کو بہت جلد بے خود کر دیتا ہے۔

چنانچہ جو خیال بھی ان کے دل میں آیا یا انہیں جس چیز کا بھی احساس ہوا انہوں نے بغیر انتظار کئے فوراً اسے نظم کر دیا' یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری ان کے علوم و عرفان کا مخزن' ان کے کردار اور جنگی واقعات کی دستاویز' ان کے غلط اور صحیح کی آئینہ دار اور ان کی گفتگو اور شبانہ قصہ گوئیوں کا نچوڑ ہے' وہ تمام شاعری کے راوی تھے ان کی شاعری کا اکثر حصہ برجستہ اور آمد ہے چنانچہ ان کی شاعری میں وجدانی یا قلبی احساسات کی عکاسی کرنے والا حصہ اس قدر وافر مقدار میں ہے کہ اس کی مثال دنیا کی کسی اور قوم میں نہیں ملتی' شاعری کی اس درجہ مقبولیت پر کوئی حیرانی نہیں ہے کہ ایک شاعر عربوں کو اپنے اشعار کی وجہ سے گمراہ کرنے یا صحیح راہ دکھانے میں کامیاب ہو جاتا ہو' یا محض ایک ہی شعر ان کو ہوشیار کر دیتا یا ست کر دیتا ہو' عربوں کے دلوں میں شاعری کی تاثیر اور شاعروں کی جو قدر و منزلت تھی تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں' اس سلسلہ میں اعشیٰ' محلق' حسان' بنو عبدالمدان' حطیئہ اور بنو انف الناقہ کے قصے خاص طور پر مشہور و معروف ہیں۔

شاعری کی اقسام اور اس کے اغراض و مقاصد

شاعری کی تین قسمیں ہیں۔

1۔ غنائی یا وجدانی شاعری:۔

جس میں شاعر اپنی طبیعت سے مدد لیتا' اپنے قلبی واردات بیان کرتا اور اپنے احساسات کی ترجمانی کرتا ہے۔

2۔ قصصی یا بیانیہ شاعری:۔

جس میں جنگی واقعات اور قومی مفاخر قصے کی شکل میں نظم کیے جاتے ہیں مثلاً ہومر کی ایلیڈ اور فردوسی کا شاہنامہ اسلام

3۔ تمثیلی یا ڈرامائی شاعری:۔

کہ شاعر ایک واقعہ کو اپنے ذہن میں رکھتا ہے پھر اس کہانی کے حسب حال افراد (کردار) اپنے ذہن میں پیدا کرتا ہے پھر ان میں سے ہر ایک سے موقع و محل کے مطابق باتیں کرواتا اور مناسب حال کام کرواتا ہے شاعری کی اقسام میں سب سے پہلی غنائی قسم ظہور پذیر ہوئی کیونکہ شاعری کی اصل غناء جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔ دوسرا یہ کہ انسان دوسروں کو جاننے سے پہلے خود اپنے آپ کو پہچانتا ہے اور دوسروں کے احساسات و جذبات کو نظم کرنے سے پہلے وہ خود اپنے جذبات و احساسات نظم کرتا ہے۔

شاعری کا مواد چونکہ خیالات ہیں اور خیالات کی غذا محسوسات ہیں ایک عربی اپنے سامنے دیہاتی مناظر کے سوا کچھ نہیں دیکھتا جنگ اور بہادری کے واقعات کے سوا کوئی قصہ نہیں سنتا' عورت کے سوا اسے کہیں حسن و جمال نظر نہیں آتا چنانچہ اس نے اپنی مشاہداتی دنیا میں جو جانور' نرم زمین اور پہاڑ وغیرہ دیکھے ان کا انوکھے انداز سے تذکرہ کیا' بہادری اور جنگ کے جذبات کی نہایت عمدہ پیرایہ میں ترجمانی کی' عشق و محبت کے ہاتھوں تشبیب و غزل کے نت نئے اسلوب نکالے۔

الغرض عربی شاعری تمام کی تمام غنائی ہے' جس میں شاعر صرف اپنے نفس کی منظر کشی

اور اپنے احساسات اور مشہودات کی عکاسی کرتا ہے جبکہ احساسات چونکہ اکثر دلوں میں ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں اور ان جذبات و واردات کا بیان بھی مختلف زبانوں میں تقریباً ایک ہی قسم کا ہوتا ہے' لہٰذا عربی شاعری میں مضامین کا تکرار' افکار کا توارد' مضامین کی چوری' اسلوب کی یگانگت و وحدت اور اثرات میں مشابہت پائی جاتی ہے انہی وجوہات کی بناء پر زہیر کا یہ قول برحق ہے۔

ما ارانا نقول الا معارا او معادا من لفظنا مکرورا

میرے خیال میں جو ہم کہتے ہیں وہ مضامین مستعار ہوتے ہیں یا ہمارے ہی دہرائے ہوئے یا مکرر الفاظ ہوتے ہیں۔

قصصی اور ڈرامائی شاعری کا وجود عربوں کی شاعری میں ناپید ہے کیونکہ یہ دونوں اقسام میں طبع آزمائی کے لئے سوچ و بچار اور غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ عرب بدیہہ گوئی اور برجستگی کے عادی ہیں پھر اس میں جولانی کے لئے دوسرے لوگوں کی طبیعتوں کا بھی مطالعہ کرنا پڑتا ہے لیکن وہ تو اپنے آپ میں اس قدر منہمک تھے کہ انہیں دوسروں کو دیکھنے کی فرصت ہی نہیں' علاوہ ازیں یہ اقسام تفصیل اور تطویل کی محتاج ہیں جبکہ اہل عرب سختی سے اختصار کے پابند تھے اور بحث و تمحیص میں بہت کم دلچسپی لیتے تھے' اور پھر انہیں دور دراز کے سفروں اور شدید خطرات سے بھی بہت کم واسطہ پڑتا تھا اور سرزمین عرب کی طبعی حالت' ان کی ذہنی بساط' خیالات کی تنگی اور توحید الٰہی کا اعتقاد یہ سب ایسے عناصر تھے جنہوں نے اہل عرب کو ان قصے کہانیوں اور ڈرامائی کہاوتوں سے محروم کر رکھا تھا جو قصصی شاعری کے سرچشمے ہوتے ہیں' چنانچہ عربی شاعری کا سمندر فخر' حماسہ' مدح' ہجو' مرثیہ' عتاب' غزل' تشبیب' وصف' اعتذار اور حکیمانہ افکار سے ٹھاٹھیں مار رہا تھا اس قدر وسعت اور متعدد مضامین کے باوجود عربی شاعری ان طویل جنگی تفصیلی واقعات سے خالی پڑی ہے جن سے قابل فخر قومی کارناموں کا اعلان ہو یا قوم کے بہادروں اور سپوتوں کا تذکرہ ہمیشہ تک قائم رہ سکے جس طرح یونانیوں کے لئے ایلیڈ' رومیوں کے لئے لینیڈ' ہندوؤں کے لئے مہابھارت اور ایرانیوں کے لئے شاہنامہ ہیں۔

جاہلی شاعری کے امتیازات:۔

صحرائی درشتی' روکھی زندگی' آزادی فکر' آب و ہوا کا طبعی اثر' بدوی سادگی یہ وہ عوامل ہیں جنہوں نے جاہلی شاعری کو ایک خاص رنگ میں رنگ دیا تھا اور اس میں امتیازی شان

پیدا کر دی تھی اس کی خصوصیات میں نمایاں خصوصیت سچائی اور راستی ہے' یعنی کسی جذبہ کی حقیقی تصویر کشی' فطرت کی صحیح عکاسی ہے کہ نہ تو آپ کو اس میں ظاہری تصنع و بناوٹ نظر آئے گی اور نہ ہی ادائیگی میں تکلف محسوس ہو گا اسی بناء پر جاہلی شاعری میں اختصار کی کثرت' مجاز کی قلت اور مبالغہ کی کمی ہے' لیکن اس میں منطقی طریقوں اور طبعی تقاضوں کے مطابق فکر کے تسلسل اور ترتیب پر بہت کم توجہ دی گئی ہے لہٰذا معانی و مضامین کا تعلق بہت کمزور پڑ جاتا ہے' اشعار کی ترتیب بے جوڑ اور بے ربط ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر آپ کسی شعر کو حذف کر دیں یا اس میں تقدیم و تاخیر کر دیں تو قصیدہ میں کوئی خامی یا کمزوری محسوس نہیں ہو گی کیونکہ دیہاتی فطرتی طور پر فلسفیانہ سوچ و نگاہ نہیں رکھتے' وہ حوادث اور اشیاء کو الگ الگ خیال کرتے ہیں جنہیں کوئی تعلق یا رشتہ باہم نہیں ملاتا اسی وجہ سے عرب ادیبوں کے نزدیک تنقید کا معیار الگ الگ شعر ہوتا تھا نہ کہ پورا قصیدہ

علاوہ ازیں جاہلی شاعری کی خصوصیات میں غریب الفاظ کا استعمال' ترکیب کی متانت اور الفاظ کی شان و شوکت ہیں یہ ان کے طبعی اور اجتماعی نظام میں بدویانہ قوت اور درشتی کے تاثر کو ظاہر کر رہے ہیں' نیز ان کی شاعری کا آغاز کھنڈرات اور مکانات کے ذکر سے ہوتا ہے' کیونکہ وہ خانہ بدوش تھے آج یہاں خیمے نصب کر لئے تو کل وہاں سے اکھاڑ لئے' چنانچہ جب بھی کوئی شاعر پہلی جگہ سے گزرتا تو اسے بیتا ہوا وقت یاد آ جاتا وہ ان دوستوں کو یاد کرتا جو اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے پھر اس کی یادیں اسے بے قرار کر دیتیں چنانچہ وہ اس جگہ کو دعائیں دیتا اور اس کی یادیں اسے رلا دیتیں' الغرض مجموعی طور پر جاہلی شاعری میں مشابہت زیادہ اور نیرنگی کم پائی جاتی ہے اور وہ شاعر سماع اور تقلید کے ایک ہی میدان میں دوڑتا ہے۔

روایت شعر اور معلقات:۔

زمانہ جاہلیت کی اس مختصر سی مدت میں جو شاعری روایت کی گئی ہے وہ اس قدر زیادہ ہے کہ اس کا جمع کرنا مشکل ہے اور حافظہ اس کو یاد کرنے سے قاصر ہے' حالانکہ اس کے راویوں کا بہت بڑا حصہ فاتحانہ جنگوں میں مرجانے کی وجہ سے ضائع ہو گیا ہے' ابو العلاء المعری کا مقولہ ہے کہ "تم تک جاہلی شاعری کا بہت کم حصہ پہنچا ہے اگر اس کا وافر حصہ پہنچتا تو تمہیں علم و حکمت اور شعر کا بہت زیادہ حصہ ملتا" لیکن اس میں سے بھی اکثر حصہ کی زمانہ جاہلیت کی طرف نسبت مشکوک اور غیر صحیح ہے' کیونکہ دوسری صدی ہجری تک شاعری مدون نہیں ہوئی تھی اتنے طویل عرصے

تک شاعری کا زبانی نقل ہوتے رہنا اس میں تبدیلی' اضافہ اور مصنوعی اشعار کے جگہ پانے کا احتمال رہتا ہے۔

دور جاہلیت کی شاعری کے مشہور راوی حماد اور خلف الاحمر کے متعلق شاعری کو باذوق بنانے اور من گھڑت اشعار کو جاہلی شاعروں کی طرف منسوب کرنے کے جو قصے مذکور ہیں ان سے اس گمان کی تائید ہوتی ہے' شاید وہ انچاس (49) قصیدے جنہیں ابو زید قرشی نے جمہرۃ اشعار العرب میں جمع کیا ہے قدیم شاعری کی سب سے صحیح روایت ہیں اور جاہلی شاعری کے اسلوب اور طرز کی سچی مثال ہیں پھر ان میں بھی روایت کے لحاظ سے سب سے مستند' حفظ و عنایت کے اعتبار سے سب سے زیادہ قابل اعتماد' وہ معلقات یا مذہبات یا سموط ہیں جن کے متعلق غالب رائے یہ ہے کہ وہی ایسے سات قصیدے ہیں جو تمام مورخین کے خیال کے مطابق اہل عرب کے منتخب قصائد تھے جنہیں آب زر سے وصلیوں پر لکھوا کر اظہار مقبولیت اور دوامی شہرت کے لئے کعبہ پر آویزاں کر دیا گیا تھا' ان میں سے کچھ تو فتح مکہ والے دن تک وہاں لٹکے ہوئے تھے اور کچھ اس آگ کی نذر ہو گئے تھے جو اسلام سے قبل خانہ کعبہ میں لگی تھی۔

ان سات قصائد کے کہنے والے یہ ہیں امرؤا القیس' زہیر بن ابی سلمی' طرفہ بن العبد' ولید بن ربیعہ' عنترہ بن شداد' عمرو بن کلثوم' حارث بن حلزہ' بعض لوگ خانہ کعبہ پر لٹکائے جانے کی بلا دلیل اور بلا حجت قاطعہ کے اس کی تردید کرتے ہیں متقدمین میں اس خیال کے موید ابو جعفر النحاس (متوفی 338ھ) ہیں اور متاخرین میں جرمن مستشرق نولڈ کی ہیں حالانکہ اہم اوراق کو خانہ کعبہ پر لٹکانا زمانہ جاہلیت کا ایسا طریقہ ہے جس کے اثرات اسلام آنے کے بعد بھی باقی رہے' اس سلسلہ میں قریش کی وہ قرار داد بھی خانہ کعبہ پر لٹکائی گئی تھی جس میں انہوں نے رسول اکرمؐ کی حمایت کرنے کی وجہ سے بنو عبدالمطلب اور بنو ہاشم سے ترک موالات کا عہد کر رکھا تھا جب آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تھی' نیز خلیفہ ہارون رشید نے بھی وہ عہد نامہ خانہ کعبہ پر آویزاں کیا تھا جس میں اس نے اپنے بعد اپنے دو بیٹوں امین اور مامون کو خلیفہ بنانے کا عہد کیا تھا پھر ان قصائد کو تسلیم کرنے میں کونسی ایسی رکاوٹ ہے جبکہ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ عرب شاعری سے کس قدر متاثر ہوتے تھے اور ان کے ہاں شعراء کا کتنا احترام تھا اور پھر اس رسم کی مثالیں یونانی ادب میں بھی ملتی ہیں چنانچہ وہ قصیدہ جسے غنائی شاعری کے لیڈر بندار نے ڈیگورس کی مدح میں کہا تھا اسے بھی لنوس میں ایتھنز کے عبادت خانے کی دیواروں پر آب زر سے لکھا گیا ہے۔

عہد جاہلیت کی شاعری کے نمونے۔

امرؤ القیس کے اشعار ہیں:۔

وقد اغتدی والطیرفی وکناتها۔ لغیث من الوسمی رائده خال
تحاماه اطراف الرماح تحامیا وجاد علیه کل اسحم هطال
بعجلزة قد اترز الجری لحمها کمیت کانها هراوة منوال
ذعرت بهاسربا نقیا جلوده واکرعه وشی البرود من الخال
کان الصوار اذ تجاهدن غدوة علی جمزی۔ خیل تجول باجلال
فجال الصوار' واتقین بقرهب طویل القرا والروق اخنس ذیال
فعادیت منه بین ثور ونعجة وکان عدائی اذ رکبت علی بالی

صبح صبح جب پرندے اپنے گھونسلوں میں ہوتے ہیں موسم بہار کی پہلی بارش سے اگنے والی ہریالی کے لئے جسے تلاش کرنے والے عموماً کام رہتے ہیں۔

نیزوں کی نوکیں اس کی خوب حفاظت کرتی ہیں اس علاقہ پر پانی سے بھرے ہوئے سیاہ بادل خوب برستے ہیں۔

ایسے مضبوط قد آور گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا ہوں جسے مقابلے کی دوڑ نے چھریرا بنا کر جولاہے کی کھڈی کی اس لکڑی کی طرح کر دیا ہے جس پر وہ کپڑا بنتا ہے۔

میں نے اس گھوڑے کی بدولت نیل گایوں کے ریوڑ کو گھبراہٹ میں ڈال دیا' جن کی کھالیں نرم و صاف اور ٹانگیں دھاری دار تھیں

جب وہ گائیں بھاگ رہی تھیں تو ایسے دکھائی دے رہا تھا گویا جھول پہنے ہوئے گھوڑے بھاگ رہے ہیں۔

یہ گائیں دوڑ کر ایک لمبے' موٹے اور بڑے سینگوں والے' لمبی دم اور چپٹی ناک والے جنگلی بیل کی پناہ میں آگئیں

میں نے اس بیل اور نیل گائے کا تیزی سے تعاقب کیا جب میں سوار ہو گیا تو میں گھوڑا دوڑانے میں بہت تجربہ کار تھا۔

کانی بفتخاء الجناحین لقوة علی عجل منها اطاطی شملالی
تخطف خزان الانیعم بالضحی وقد حجرت منها ثعالب اوران

کان قلوب الطیر رطبا ویابسا لدی وکرھا۔ العناب والحشب البال
فلو ان ماسعی لادنی معیشۃ' کفانی۔ ولم اطلب۔ قلیل من المال
ولکنما اسعی لمجد موثل' وقدیدرک المجد الموثل امثالی
وما المثر ما دامت حشاشہ نفسہ' بمدرک اطراف الخطوب ولاآل

جب میں تیز رفتار گھوڑے کو ایڑ لگا رہا تھا تو مجھے ایسے دکھائی دیتا تھا کہ میں اپنے بازوں کو موڑ کر جھپٹنے والے 'پھرتیلے عقاب پر سوار ہوں۔

جو چاشت کے وقت ایغیم جگہ پر نر خرگوشوں کو اچک رہا ہو اور اس سے ڈرتے ہوئے اور ال کی لومڑیاں اپنی جائے پناہ میں گھس گئی ہوں۔

اس گھونسلے کے ارد گرد پرندوں کے تر اور خشک دل اس طرح پڑے ہوئے ہیں گویا ردی کھجوریں یا عناب ہیں۔

اگر میں ادنیٰ سی گزران کے لئے کوشش کرتا ہوتا تو مجھے اتنا تھوڑا سامان ہی کافی تھا۔ لیکن میں صرف اتنا کچھ نہیں چاہتا

لیکن میں تو پائیدار اور دائمی مجد سروری کے حصول کے لئے کوشاں ہوں میرے جیسے لوگ دائمی مجد و عزت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

جب انسان کے جسم میں جان باقی ہے وہ کوشش کے باوجود مصائب اور مشکلات کے سروں اور کناروں کو نہیں پاسکتا۔

نابغہ ذبیانی کے اشعار:۔

نابغہ ذبیانی اپنے قصیدے میں نعمان بن منذر کی مدح کے ساتھ ساتھ اس سے معذرت خواہی بھی کر رہا ہے۔

اتانی۔ ابیت اللعن۔ انک لمتنی وتلک التی تستک منھا المسامع
مقالۃ ان قد قلت' سوف اتالہ وذالک من تلقاء مثلک رائع
لعمری۔ وما عمری علی بھین لقد نطقت بطلا علی الارافع
اقارع عوف' لا احاول غیرھا وجوہ قرود' تبتغی من تجادع
اتاک امرو مستبطن لی بغضۃ لہ من علو مثل ذالک شافع
اتاک بقول ھلھل النسج کا ذب ولم یات بالحق الذی ھو ناصع
اتاک بقول لم اکن لاقولہ ولو کبلت فی ساعدی الجوامع

اے بادشاہ سلامت! خدا آپ کا اقبال بلند کرے۔ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے مجھے ملامت کی ہے یہ ایسی خبر ہے جسے سن کر کان بہرے ہو جاتے ہیں۔

اور مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس کی گرفت کروں گا' آپ جیسے ممدوح کی طرف سے یہ تنبیہہ خطرے کا الارم ہے۔

میری زندگی کی قسم' جبکہ میری زندگی میرے نزدیک کوئی معمولی چیز نہیں۔ لیکن یہ سب اقارع کے مجھ پر جھوٹے الزامات ہیں۔

اقارع سے میری مراد صرف قریع بن عوف کی اولاد ہے اور کسی کی طرف میرا نشانہ نہیں ہے جن کے چہرے بندروں جیسے ہیں اور ان کی تو یہ خواہش رہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ان کے ساتھ لڑائی کرتا رہے۔

آپ کو یہ جھوٹی بات اس شخص نے سنائی ہے جو دل میں میرے متعلق کینہ چھپائے ہوئے ہے اور اسے اپنے جیسا ایک اور دشمن بطور سفارشی بھی مل گیا ہے۔

اس نے آپ کے ہاں آکر جھوٹی بات کو مرچ مسالہ لگا کر بیان کیا ہے اس کی بات میں قطعاً کوئی سچائی یا صحت نہیں ہے۔

اس نے میرے متعلق ایسی بات منسوب کی ہے کہ اگر میرے ہاتھوں کو ہتھکڑیاں پہنادی جائیں تو تب بھی میں ایسے الفاظ نہ کہوں۔

حلفت فلم اترک لنفسک ریبة وھل یاالمن ذوامة' وھو طائع
بمصطحبات من لصاف و ثبرة یرون الالا' سیرھن التدافع
سما ما تباری الریح خوصا عیونھا لھن رزایا بالطریق ودائع
علیھن شعث عامدون لحجھم فھن کاطراف الحنی خواضع
لکلفتنی ذنب امری' وترکته کذی العر یکوی غیرہ وھو رائع
فان کنت لا ذوالظغن عنی مکذب ولا حلفی علی البراءة نافع
ولا انا مامون بشیئی اقوله وانت بامر لا محالة واقع

میں نے آپ کے شک کو دور کرنے کے لئے قسم اٹھائی ہے کوئی فرمانبردار و دیندار انسان جھوٹی قسم نہیں کھاتا۔

میں ان اونٹنیوں کی بھی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جن کی آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں اور ان کے بدن کمان کے سروں کی طرح جھکے ہوئے ہیں اور کچھ مرنے کے لئے راستے میں چھوڑ دی گئی ہیں۔

وہ ایک ساتھ تیز رفتاری سے پرندوں کی طرح مکہ کے راستوں کا فاصلہ طے کر رہی ہیں

اور ان پر پراگندہ حاجیوں کا قافلہ سوار ہے۔

آپ دوسروں کے کئے ہوئے گناہوں پر میری گرفت کر رہے ہیں اور اس (مجرم) کو اس طرح چھوڑ رہے ہیں جیسے خارشی اونٹ کو توجہ نا چھوڑ دیا جائے اور صحیح اور تندرست اونٹوں کو داغا جائے۔

اس کے باوجود بھی اگر دشمن کو میرے متعلق جھوٹا نہ کہا جائے اور براءت کے باوجود میری قسم مفید نہ ہو

اور میری سچائی کے دعوے پر اعتبار نہ کیا جائے اور لامحالہ آپ کا فیصلہ صادر ہونے والا ہو

فانک کا للیل الذی ہو مدر کی وان خلت ان المنتای عنک واسع
خطاطیف حجن فی حبال متینة تمد بھا اید الیک نوازع
اتوعد عبدا لم یخنک امانة ویترک عبد ظلم وھو ضالع
وانت ربیع ینعش الناس سیبه وسیف اعیرته المنیة قاطع
الی الله له الاعدله ووفاء ہ فلا النکر معروف ولا العرف ضائع
وتسقی اذا ما شئت غیر مصرد بزوراء فی حاناتھا المسک کائع

تو آپ کی مثال رات کی سی ہے جو ہر چیز پر چھا جاتی ہے' خواہ میں اپنے دل میں یہ سمجھ لوں کہ آپ سے بھاگنے کی راہ بہت وسیع ہے لیکن پھر بھی آپ مجھ تک پہنچ جائیں گے۔

اگر کوئی آپ سے فرار ہونے کی کوشش کرے تو چاروں طرف مضبوط رسیوں سے بندھے ہوئے ایسے آنکڑے پڑے ہیں کہ وہ ان میں پھنس کر آپ کے پاس پہنچ جائے گا

کیا آپ اپنے اس غلام کو دھمکی دے رہے ہیں جس نے آپ کی امانت میں کبھی خیانت نہیں کی اور آپ جفاکار ظالم مجرم کو چھوڑ رہے ہیں۔

آپ موسم بہار کی مانند ہیں جس کا فیض عام کرنے والوں میں نشاط بخشتا ہے اور وہ اٹھ جاتے ہیں اور آپ تیز تلوار ہیں جس کے کاٹنے میں موت پوشیدہ ہے۔

لیکن اللہ تعالے تو انصاف اور وفا کا حامی ہے اس کے ہاں تو نہ نیکی برائی ہو سکتی ہے اور نہ برائی نیکی ہو سکتی ہے۔

آپ جب چاہیں آپ کو تو زوراء کے شراب خانوں سے مشک ملی ہوئی خالص شراب پلا دی جائے۔

درید بن الصمہ نے اپنے بھائی کا مرثیہ کہا ہے (اور ساتھ ساتھ اپنی بیوی کا بھی تذکرہ کیا

ہے جس کو وہ طلاق دے چکا تھا)

ارث جدید الحبل من ام معبد بعاقبۃ' ام اخلفت کل موعد
وکانت' ولم احمد الیک نوالھا ولم ترج منا ردہ الیوم او غد
کان حمول الحی اذ متع الضحی بنا صیۃ الشحناء عصبۃ مزود
اوالا ثاب العیم المحرم سوقہ بکابۃ لم یخبط' ولم یتعضد
فقلت لعارض واصحاب عارض ورھط بنی السوداء والقوم شھدی
علانیۃ ظنوا بالفی مدجج سراتھم فی الفارس المسرد
وقلت لھم' ان الا حالیف ھذہ مطنبۃ بین الستار و ثھمد
ولما رایت الخیل قبلا کانھا جرا دیباری وجھہ الریح مغشدی
امرتھم امری بمنعرج اللوی فلم یستبینوا الرشد الا ضحی الغد

کیا ام معبد نے کسی وجہ سے اپنا نیا عہد و پیان کمزور کر دیا ہے یا ہر وعدہ کر کے خلاف ورزی اس کا معمول بن چکا ہے؟

وہ اس طرح جدا ہو گئی کہ آج کل اس سے ملاقات کی بھی امید ختم ہو گئی دراصل میں نے ہی اس کے عطیے کی ناقدری کی

چاشت کی روشنی میں ناصیتہ الشحناء جگہ پر زنانہ حودج ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے ان پر کوہ مزود کی بیل بوٹیاں چڑھی ہوئی ہوں۔

یا اثاب کے پھیلے ہوئے درختوں کی طرح جن کے تنوں کو کاٹنا ممنوع ہو جن کے نہ پتے جھاڑے گئے ہوں اور نہ ان کی شاخیں کاٹی گئی ہوں۔

میں نے اپنے بھائی عارض کو' اس کے ساتھیوں کو نیز بنو سوداء کی جماعت کو قوم کی موجودگی میں کہا

علانیتہ! ذرا ایرانی زرہ ملبوس دو ہزار مسلح بہادروں کا تصور کرو۔

اور میں نے انھیں یہ بھی کہا۔ کہ ان کے حلیف ستار اور ثہمد جگہ کے درمیان خیمہ زن ہیں۔

جب میں نے شہسواروں کو سامنے آتے دیکھا تو وہ ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے صبح کی ہوا کی مخالف سمت اڑنے والے ٹڈی دل کا جم غفیر ہے۔

میں نے انھیں پھر اپنا "منعرج اللوی" کا مشورہ دیا لیکن ان پر حقیقت حال تو دوسرے دن ہی صبح کے وقت ظاہر ہوئی۔

فلما عصونی کنت منهم وقدارٰی غوایتهم انی بهم غیر مهتدی
وهل انا الا من غزیة؟ ان غوت غویت وان ترشد غزیة ارشد
دعانی اخی والخیل بینی وبینه فلما دعانی لم یجدنی بقعدد
اخ ارضعتنی امه من لبانها بثدی صفاء بیننا لم یجدد
فجئت الیه والرماح تنوشه کوقع الصیاصی فی النسیج الممدد
وکنت کذات البو ریعت فاقبلت الی قطع من جلد بو مجلد
فطاعنت عنه الخیل حتی تنهنهت وحتی علانی حالک اللون اسود
قتال امری اسی اخاہ بنفسه ویعلم ان المرء غیر مخلد

جب انہوں نے میری بات نہ مانی تو میں کیا کر سکتا تھا میں بھی انہی میں سے تھا لیکن میں ان کی نادانی کو دیکھ رہا تھا اور میں بھی ان کی وجہ سے غلط راہ پر چل رہا تھا۔

میں بھی لشکر کا ہی ایک فرد تھا اگر وہ گمراہ ہو گئے تو میں بھی گمراہ ہو گیا اگر وہ راہ راست پر تھے تو میں بھی راہ راست پر ہو جاؤں گا

جب میرے بھائی نے مجھے آواز دی تو اس وقت میرے اور اس کے درمیان شہسوار حائل ہو چکے تھے تاہم جب اس نے مجھے بلایا تو میں نے بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا

وہ میرا ایسا بھائی تھا کہ جس کی ماں نے مجھے اور اسے مسلسل پاکیزہ چھاتی سے دودھ پلایا

جب میں اس کے پاس پہنچا تو نیزے اس کے بدن میں اس طرح پیوست ہو چکے تھے جیسے جولاہے کے آہنی کنگھے پھیلائے ہوئے کپڑے میں پیوست ہوتے ہیں۔

میں اس وقت اس اونٹنی کی طرح تھا جس کے مردہ بچہ میں بھس بھر دیا گیا ہو وہ پریشان حال ہو کر پھر اسی بچہ کی طرف مائل ہو جائے۔

چنانچہ میں نے ان شہسواروں سے اپنے بھائی کی مدافعت میں نیزہ بازی کا اس طرح جم کر مقابلہ کیا بالآخر وہ شہسوار پیچھے ہٹ گئے یہ سلسلہ رات کی تاریکی چھا جانے تک جاری رہا

میں نے مقابلہ کر کے ثابت کر دیا کہ میں اپنے بھائی کو اپنی جان کی طرح عزیز رکھتا ہوں اور جانتا ہوں کہ آدمی دنیا میں ہمیشہ زندہ نہیں رہتا

تنادوا فقالوا! اردت الخیل فارسا' فقلت: اعبدالله ذالکم الردی؟
فان یک عبدالله خلی مکانه' فما کان وقافا ولا طائش الید
ولا برما اما الریاح تناوحت' برطب العضاہ والضریع المنضد
وتخرج منه صرة القر جزءة' وطول السری دری غضب مهند

کمیش الازار خارج نصف ساقه' صبور علی الضراء طلاع انجد
قلیل تشکیه المصیبات ذاکر' فمن الیوم اعقاب الاحادیث فی غد

لوگوں نے باہم پکارا اور کہنے لگے سواروں نے ایک شہسوار کو مار ڈالا ہے' میں نے کہا کہیں وہ بچھڑنے والا شہسوار عبداللہ تو نہیں؟

توکیا ہوا اگر آج عبداللہ نے (بہادری دکھاتے ہوئے) اپنی جگہ خالی کردی تو وہ نہ بزدل تھا اور نہ ہی ناتجربہ کار تھا۔

نہ ہی وہ سخاوت ترک کرتا تھا اگرچہ سردی اور قحط میں تند و تیز ہوائیں ہوں جو مضبوط خاروار درختوں کو بھی جھنجوڑ دیتی ہیں۔

سخت ٹھٹھرتی ہوئی سردیوں کے قحط کے زمانہ میں بھی وہ جانوروں کو ذبح کرتا تھا اور طویل سفروں میں ہندوستانی تاب ناک تلوار اس کی رفیق ہوتی تھی اور وہ نہایت مستعد تھا۔

اس کی آدھی پنڈلی تہہ بند سے باہر رہتی تھی وہ مصائب پر بڑا صبر کرنے والا اور مہمات میں بلند چوٹیاں سر کرنے والا تھا۔

وہ تکلیفوں کا شکوہ نہیں کرتا تھا اور اپنے تجربات کی روشنی میں کل کی باتیں آج ہی معلوم کرلیتا تھا۔

اذا هبط الارض الفضاء تزينت' لرؤيته كالماتم المتبلد
وكم غارة بالليل واليوم قبله' تداركها منى بسيد عمرد
سليم الشظى عبل الشوى شنج النسا' طويل القرا النهد اسيل المقلد
يفوت طويل القوم عقد عذاره' منيف كجذع النخلة المتجرد
وكنت كانى واثق بمصدر' يمشى باكناف الجبيل فتهمد
له كل من يلقى من الناس واحدا' وان يلق مثنى القوم يفرح ويزدد
وهون وجدى انى لم اقل له' وكذبت ولم ابخل بما ملكت يدى

جب وہ کسی کھلے اور خالی میدان میں پڑاؤ ڈالتا تو اس کی ملاقات کرنے والوں کی وجہ سے وہاں اس قدر رونق اور زینت ہو جاتی کہ جنگل میں منگل ہو جاتا

اس سے قبل دن رات کتنے ہی ایسے حملے تھے جن میں اس نے دلیری اور جراتمندی سے میرا ساتھ دیا تھا۔

وہ اپنے مضبوط' لمبی پشت' بھرے سینہ والے گھوڑے پر سوار ہوتا جس کی ران کی رگیں تنی ہوئی تھیں

قوم کا لمبے قد والا بھی اس کی کلغی باندھنے کے لئے اس تک ہاتھ نہیں پہنچا سکتا وہ اس کھجور کے لمبے تنے کی مانند تھا جس کی شاخیں کاٹ لی گئی ہوں۔
اس کی وجہ سے میں اس قدر پر امن تھا جیسے میں اس کی پناہ میں ہوں جو جبیل اور ثمد جگہ پہ پھر رہا ہو
جب کوئی اکیلا اس سے ملتا تو وہ خوش ہوتا اور اگر وہ دو یا زیادہ لوگوں سے ملتا تو مزید خوش ہوتا
میرا غم اس وقت بہت ہلکا ہو جاتا ہے جب مجھے یہ خیال آتا ہے کہ میں نے اسے کبھی یہ نہیں کہا کہ تو نے جھوٹ بولا اور نہ میں نے اپنی دولت خرچ کرنے میں کبھی بخل سے کام لیا

علقمہ بن عبدہ تمیمی کے اشعار:۔

طی بک قلب فی الحسان طروب' بعید الشباب عصر حان مشیب
یکلفنی لیلی' وقد شط ولیھا' وعادت عواد بیننا وخطوب
منعمة ما یستطاع کلامھا' علی بابھا من ان تزار رقیب'
اذا غاب عنھا البعل لم تفش سره' وترضی ایاب البعل حین یووب
فلا تعدلی بینی و بین مغمر' سقتک روایا المزن حین تصوب
سقاک یمان ذوحبی و عارض' تروح به جنح العشی جنوب

تجھے تیرا دل بدمست حسینوں میں لئے پھر رہا ہے جبکہ جوانی کے ذرا ختم ہو جانے کے بعد بڑھاپے کا وقت قریب آ گیا ہے۔
لیلی میرے لئے تکلیف دہ ہے' حالانکہ اس سے ملاقات کا وقت بہت دور ہو چکا ہے اور ہمارے درمیان بہت سے موانع اور رکاوٹیں حائل ہو چکی ہیں۔
لیلی ناز و نعمتوں میں پلی بڑھی جس سے کلام کرنے کی ہمت نہیں کی جا سکتی اور پھر اس کے دروازے پر ایک دربان ہے جو اس سے ملاقات سے مانع ہے۔
جب اس کا خاوند اس سے غائب ہوتا ہے تو وہ اس کا راز فاش نہیں کرتی اور جب بھی اس کا شوہر واپس ہوتا ہے تو وہ اس کی خوشی کا باعث بنتی ہے۔
اے محبوبہ! تو مجھے اور ناکارہ آدمی کو برابر مت کر پانی سے لبریز بادل تجھے سیراب کریں جب وہ برسیں
وہ تجھ پر خوب برسیں اور تیری زمین کو خوب پانی پلائیں وہ بادل جن کو جنوبی ہوا کھینچ لائی

ہو

وما انت؟ ام ما ذکرھا؟ ربعیۃ' یخط لھا من ثر مداء قلیب
فان تسالونی بالنساء فانتی' بصیر بادواء النساء طبیب
اذا شاب راس المرء اوقل مالہ' فلیس لہ من ودھن نصیب
یردن ثراء المال حیث علمنہ' وشرخ الشباب عندھن عجیب
فدعھا وسل الھم عنک بحسرۃ' کھمک فیھا بالرداف خبیب
الی الحارث الوھاب اعملت ناقتی' بکلکلھا والقصرین وحبیب

تو کہاں؟ اور اس کا ذکر کہاں؟ وہ تو ربعیہ قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے جس کے لئے ثرداء میں ایک کنواں مختص ہے۔

اگر تم مجھ سے عورتوں کی نفسیات کے متعلق پوچھو تو میں عورتوں کی نفسیات کا خوب ماہر ہوں۔

جب مرد بوڑھا ہونے لگے یا اس کی دولت کم ہونے لگے تو ایسے مرد کے لئے عورتوں کے پاس محبت کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

وہ تو اسی کو چاہتی ہیں جس کے پاس کثیر مال ہو بھرپور جوانی تو ان کی سب سے زیادہ پسندیدہ چیز ہے۔

تو لیلیٰ کو چھوڑ دے اور اپنے غم کو دور کرنے کے لئے ایک تیز رفتار گھوڑی پر سفر کر جو سوار کے پیچھے سوار کو لے کر تیری فکر کی تیزی سے دوڑے۔

میں تو انتہائی سخی حارث کے پاس پہنچنے کے لئے اپنی اونٹنی کو دوڑا رہا ہوں اس کا سینہ اور بالائی پسلیاں تیز رفتاری کی وجہ سے کانپ رہی ہیں۔

عبد یغوث حارثی یمنی کے اشعار:۔

الا لا تلومانی کفی اللوم مابیا' فما لکما فی اللوم خیر ولا لیا
الم تعلما ان الملامۃ نفعھا' قلیل' وما لومی اخی من شمالیا
فیاراکبا اما عرضت فبلغن' ندامای من نجران ان لا تلاقیا
ابا کرب والایھمین کلیھما' وقیسا باعلی حضرموت الیمانیا
جزی اللہ قومی بالکلاب ملامۃ' صریحھم والاخرین الموالیا
ولو شئت نجتنی من الخیل نھدۃ' تری خلفھا الجو الجیاد توالیا

ولکننی احمی ذمار ابیکم' وکان الرماح یختطفن المحامیا

اے میرے ساتھیو! مجھے ملامت نہ کرو مجھے وہی ملامت کافی ہے جو مجھ پر گزر رہی ہے اور پھر ملامت کرنے میں نہ میرا کوئی فائدہ ہے نہ تمہیں کچھ ملے گا

آپ کو نہیں معلوم کہ ملامت کا فائدہ بہت کم ہوتا ہے اور پھر اپنے بھائی کو ملامت کرنے کی میری عادت بھی نہیں ہے۔

اے ناقہ سوار! اگر تو سرزمین عروض یعنی حجاز پہنچے تو میرے نجرانی دوستوں کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ اب تم مجھ سے نہیں مل سکتے۔

یہ پیغام ابو کرب' دونوں ایہم اور حضرموت کے بالائی حصہ میں رہنے والے قیس کو بھی پہنچا دینا

اللہ تعالے میری قوم کے آزاد اور غلاموں کو واقعہ کلاب کے بدلہ میں ملامت اور بے عزتی سے دوچار کرے۔

اگر اس موقع پر میں چاہتا تو مجھے مضبوط اور تیز رفتار گھوڑی وہاں سے بھگا کر نجات دلا دیتی اور (میں اکیلا ہی نہ جاتا بلکہ) تم میرے پیچھے سیاہ عمدہ گھوڑوں کو لگاتار پیچھا کرتے ہوئے دیکھتا'

لیکن میں تو تمہارے بزرگوں کی عزت کا دفاع کر رہا تھا جبکہ نیزے محافظ کو اچک رہے تھے۔

اقول وقد شدوا لسانی بنسعۃ' امعشر تیم اطلقوا عن لسانیا

امعشر تیم قد ملکتم فاسجحوا' فان اخاکم لم یکن من بوائیا'

فان تقتلونی تقتلوا بی سیدا' وان تطلقونی تحزبونی بمالیا'

احقا عباد اللہ ان لست سامعا' نشید الرعاء المعزبین المتالیا

وتضحک منی شیخۃ عبشمیۃ' کان لم تری قبلی اسیرا یمانیا

وقد علمت عرسی ملیکۃ اننی' انا اللیث معدوا علی وعادیا

انہوں نے میری زبان کو تسمے سے کس کر باندھ رکھا تھا جبکہ میں ان سے کہہ رہا تھا اے بنو تمیم! میری زبان تو کھول دو

اور میں نے کہا اے خاندان تمیم! تم نے مجھ پر قابو پالیا ہے اب تو میرے ساتھ نرمی کا سلوک کرو کیونکہ تمہارا بھائی میرا ہم پلہ نہ تھا۔

اگر تم مجھے قتل کرو گے تو ایک سردار کو قتل کرو گے اور اگر مجھے چھوڑ دو گے تو فدیہ میں

میرے مال پر قبضہ کر لو گے۔

اے خدا کے بندو! کیا یہ سچ ہے کہ اب میں بستی سے دور اونٹوں کو لے جانے والوں کے ترانے نہیں سن سکوں گا؟

بنو عبد شمس کی ایک بڑھیا مجھے دیکھ کر ایسے ہنس رہی ہے جیسے اس نے مجھ سے پہلے یمنی قیدی نہیں دیکھا

میری بیوی ملیکہ جانتی ہے کہ میں شیر ہوتا تھا خواہ مجھ پر حملہ ہوتا یا میں حملہ کرتا

وقد کنت نحار الجزور ومعمل المطی، وامضی حیث لا حی ماضیا
وانحر للشرب الکریم مطیتی، واصدع بین القینتین ردائیا
وکنت اذا ما الخیل شمصها القنا، لبیقابتصریف القناۃ بنانیا
وعادیۃ سوم الجراد وزعتھا، بکفی وقد انحوا الی العوالیا
کانی لم ارکب جوادا ولم اقل، لخیلی، کری نفسی عن رجالیا
ولم اسبا الزق الروی ولم اقل، لایسار صدق، اعظموا ضوء ناریا

میں (مہمان نوازی یا سخاوت کی خاطر) بہت اونٹ ذبح کیا کرتا تھا اور اپنی سواری کو بہت تیز رفتاری سے دوڑاتا تھا اور وہ کچھ کر گزرتا تھا جو کوئی زندہ نہیں کر سکتا

میں اپنے ہم نوالہ و ہم پیالہ ساتھیوں کے لئے اپنی سواری تک کو ذبح کر ڈالتا تھا اور اپنی چادر پھاڑ کر دو گلوکاراؤں کے درمیان بانٹ دیتا تھا۔

جب گھوڑوں کو نیزے بھگا اور بدکا رہے ہوں تو میں نیزے کو پوروں میں گھمانے کا بہت ماہر تھا۔

بہت سے ٹڈی دل لشکر جو مجھے نشانہ بنانا چاہتے تھے میں نے اپنے ہاتھ پر روکے اور انھیں اپنے عزم میں ناکام کر دیا۔

لیکن اب تو یوں دکھائی دے رہا ہے جیسے میں کبھی گھوڑے کی [illegible] سوار ہی نہیں ہوا اور کبھی میں نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے کر اسے اپنے آدمیوں کی مدافعت میں حملہ آور ہونے کا حکم ہی نہیں دیا۔

اور ایسا لگتا ہے جیسے میں نے کبھی شراب کا بھرا مشکا خریدا ہی نہیں اور نہ ہی میں نے اپنے جوئے باز ساتھیوں سے کہا ہے کہ مسافروں کے لئے آگ کی روشنی کو تیز کرو۔

ذوالاصبع عدوانی کے اشعار:۔

لی ابن عم علی ماکان من خلق' مختلفان فاقلیه ویقلینی
ازری بنا اننا شالت نعامتنا' فخالنی دونه وخلته دونی
یاعمرو! الاتدع شتمی ومنقصتی' اضربک حتی تقول الهامة اسقونی'
لاه ابن عمک لا افضلت فی حسب' عنی ولا انت دیانی فتخزونی
ولا تقوت عیالی یوم مسغبة' ولا بنفسک فی العزاء تکفینی'

میرا ایک چچا زاد بھائی ہے اسکی عادات کی وجہ سے ہم دونوں جدا ہوئے ہیں اب میں اس سے نفرت کرتا ہوں وہ مجھ سے دشمنی کرتا ہے۔

ہمیں جس چیز کی سب سے زیادہ تکلیف پہنچی ہے وہ ہمارا آپس میں ناچاقی اور افتراق و انتشار ہے وہ مجھے اپنے سے کمتر خیال کرتا ہے اور میں اسے اپنے سے حقیر سمجھتا ہوں۔

اے عمرو! اگر تو گالیاں دینا اور میری توہین کرنا نہیں چھوڑے گا تو میں تجھے جان سے مار ڈالوں گا یہاں تک کہ تیری کھوپڑی پانی پانی پکارے گی۔

اے چچا زاد! ذرا سوچ تو سہی کہ نہ تو تو مجھ سے حسب و نسب میں بڑھ کر ہے نہ تو میرا آقا ہے پھر یہ زیادتی کیوں؟ کہ تو مجھے رسوا کرتا ہے۔

تو نے نہ تو کبھی میرے بال بچوں کو بھوک میں کھانا کھلایا ہے اور نہ کبھی پریشانی یا مصیبت پڑنے پر تو نے مدد کی ہے۔

انی لعمرک ما بابی بذی خلق' عن الصدیق' ولا خیری بممنون
ولالسانی علی الادنی بمنطلق' بالفاحشات' ولا فتکی بمامون
عف یروس اذا ما خفت من بلد' هونا فلست بوقاف علی الهون
عنی الیک' فما امی براعیة' ترعی المخاض' ومارای بمغبون
کل امری راجع یوما لشیمته' وان تخلق اخلاقا الی حین'
انی ابی ابی ذو محافظة' وابن ابی ابی من ابیین'
وانتم معشر زید علی مائة' فاجمعوا امرکم کلا فکیدونی'

لیکن بھائی تیری زندگی کی قسم! میرا دروازہ کبھی دوست پر بند نہیں ہوا اور نہ میں نے کبھی احسان کر کے جتلایا ہے۔

اور نہ میں نے کبھی کمزوری پر دشنام طرازی کے لئے زبان کھولی ہے لیکن مجھے کسی موقع

پر معاف نہیں کیا گیا
میں بڑا پاکدامن اور خود دار ہوں جب مجھے کسی جگہ ذلت کا اندیشہ ہو تو میں بے عزت ہو کر وہاں کبھی نہیں ٹھہرتا
جاؤ مجھ سے الگ ہو جاؤ' نہ تو میری ماں قریب الولادت حاملہ اونٹنیوں کو چراتی تھی اور نہ ہی میری عقل کمزور ہے۔
ہر شخص کسی نہ کسی دن اپنی عادتوں کی طرف ضرور لوٹتا ہے اگرچہ ایک عرصہ تک مصنوعی عادات اپناتا رہے۔
میں نہایت خود دار شخص ہوں اور اپنی عزت کا پاسدار ہوں' نہایت خود دار کا بیٹا ہوں اور خود دار لوگوں میں سے ایک ہوں۔
تمہارے گروہ کے افراد سو سے زیادہ ہیں تم سب مل کر میرے خلاف جو کر سکتے ہو کر گزرو

فان علمتم سبیل الرشد فانطلقوا' وان جھلتم سبیل الرشد فاتونی
ماذا علی وان کنتم ذوی رحمی' الا احبکم ان لم تحبونی
لوتشربون دمی لم یروث ربکم' ولا دماء کم جمعا تروینی
الله یعلمنی' والله یعلمکم' والله یجزیکم عنی' ویجزینی
قد کنت اوتیتکم لم نصحی' وامنحکم' ودی علی مثبت فی الصدر مکنون
لا یخرج الکرہ منی غیر مابیة' والا الین لمن لا یبتغی لینی'

اگر تمہیں صحیح راہ کا علم ہو جائے تو تم اس پر چل پڑو' اور اگر تمہیں صحیح راستے کا علم نہ ہو سکے تو میرے پاس آ جاؤ میں بتا دوں گا
مجھے کیا؟ اگرچہ تم میرے قریبی عزیز ہو' اگر تمہیں مجھ سے محبت نہیں تو میں کیوں تم سے محبت کروں؟
اگر تم میرا خون پینا چاہو تو وہ سیراب نہیں کرے گا نہ تم سب کا خون مجھ کو سیراب کر سکتا ہے۔
اللہ تعالے میرے برتاؤ کو بھی جانتا ہے اور تمہارے برتاؤ کو بھی' اور اللہ تعالے جو تم مجھ سے کر رہے ہو تمہیں اس کا بدلہ دے گا اور جو سلوک میں تم سے کر رہا ہوں اس کا مجھے بدلہ دے گا
میں نے تمہاری خیر خواہی کی تھی اور تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا حالانکہ میرے

سینے میں نفرت اور کدورت تھی۔
جبر و اکراہ کے جواب میں تمہیں مجھ سے سوائے خودداری اور انکار کے کچھ نہیں ملے گا اور نہ میں سخت دل کے لئے نرمی کا مظاہرہ کروں گا

افوہ عودی کے اشعار:۔

البیت لا یبتنی الاله عمد' ولا عماد اذا لم ترس اوتاد
فان تجمع اوتاد و اعمدة' وساکن بلغوا الامر الذی کادوا
لا یصلح الناس فوضی لا سراة لهم' ولا سراة اذا جهالهم سادوا'
تهدی الامور باهل الرای ماصلحت' فان تولت فبالاشرار تنقاد
اذا تولی سراة الناس امرهم' نما علی ذاک امر القوم فازد ادوا'

گھر کبھی بانسوں' بلیوں یا شہتیروں وغیرہ کے بغیر نہیں بن سکتا اور جب تک میخیں نہ گاڑھی جائیں ستون (لکڑی کے) نہیں جم سکتے۔
جب میخیں اور بانس مہیا ہو جائیں اور رہنے والا بھی ہو تو مطلوبہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔
ان لوگوں کے معاملات نہیں سدھر سکتے جن کا نہ کوئی نظم وضبط ہو اور نہ کوئی سردار ہو' جب قبیلے کے سردار بے علم اور ناتجربہ کار لوگ بن جائیں تو بھی سمجھ لو کہ ان کا کوئی سردار نہیں۔
جب تک معاملات صحیح اور درست چلتے ہیں ان کی باگ ڈور سمجھ دار لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے جب وہ بگڑ جاتے ہیں تو پھر وہ شریروں سے ہی قابو آتے ہیں۔
جب لوگوں کے معاملات شریف سرداروں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں تو قوم کے حالات سدھرتے ہیں۔ اور قوم ترقی کی راہ پہ گامزن ہوتی ہے۔

وداک بن ثمیل مازنی کے اشعار:۔

روید بنی شیبان بعض وعیدکم' تلاقوا غدا خیلی علی سفوان
تلاقو جیادا لاتحید عن الوغی' اذا ما غدت فی المازق المتدانی
علیها الکماة الغر من آل مازن' لیوث لعان عند کل طعان
تلاقوهم فتعرفوا کیف صبرهم' علی ما جنت فیهم ید الحدثان

مقادیم وصالون فی الروع خطوھم' یکل رقیق الشفرتین یمان
اذا استنجدوا لم یسالوا من دعاھم' لایۃ حزب ام بای مکان

اے بنو شیبان! اپنی دھمکیوں کو ذرا بند کرو کل تمہیں سنوان جگہ پر میرے شہسواروں سے پالا پڑے گا
تم ایسے عمدہ اصیل گھوڑوں سے ملو گے جو زبردست میدان کارزار میں جنگ سے جی نہیں چراتے۔
ان پر آل مازن کے بہادر جنگجو سوار ہوں گے جو نیزہ بازی کے مرد میدان اور جنگ کے شیر ہیں۔
جب تمہاری ان سے مڈبھیڑ ہو گی تب تمہیں پتہ چلے گا کہ یہ جنگ کی ہولناکیوں میں کس قدر صابر ہیں۔
وہ میدان جنگ میں جرات اور دلیری سے قدم بڑھاتے ہیں اور تیز یمنی دو دھاری تلواروں کے ساتھ قدم ملا کر چلتے ہیں۔
جب انہیں مدد کے لئے پکارا جاتا ہے تو وہ فریادی کا نام نہیں پوچھتے اور نہ ہی یہ پوچھتے ہیں کہ کس جنگ میں اور کس جگہ جانا ہے۔

زہیر بن ابی سلمیٰ کے اشعار:—

زہیر بن ابی سلمیٰ ہرم بن سنان کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے۔

وابیض فیاض یداہ غمامۃ' علی معتفیہ ماتغب فواضلہ
اخی ثقۃ لا یھلک الخمر مالہ' ولکنہ قدیھلک المال نائلہ
تراہ اذا ماجئتہ متھللا' کانک تعطیہ الذی انت سائلہ

(ممدوح) نہایت شریف اور سخی ہے اس کے ہاتھ ہمیشہ بادل کے برسنے کی طرح سائلین پر انعامات کی بارش کرتے ہیں اور انعامات کا یہ سلسلہ کبھی نہیں رکتا
وہ خود اعتماد ہے شرابیں اس کا مال ختم نہیں کر سکتیں لیکن سوال کرنے والے اس کا مال ختم کر ڈالتے ہیں۔
تم جب بھی ان کے پاس آؤ گے اسے شاداں و فرحاں پاؤ گے تمہیں ایسے معلوم ہو گا کہ جیسے تم خود اسے وہ کچھ دے رہے ہو جو اس سے مانگ رہے ہو

مزید اشعار کہتا ہے۔

وفیهم مقامات حسان وجوههم' واندية ينتابها القول والفعل
اذا جئتهم الفيت حول بيوتهم' مجالس قد يشفى باحلامها الجهل
على مكثريهم رزق من يعتر يهم' وعند المقلين السماحة والبذل
سعى بعده هم قوم لكى يدركوهم' فلم يفعلوا ولم يليموا ولم يالوا
فما كانْ من خير اتوه فانما' توارثه . آباء آباء هم قبل
فهل ينبت الخطى الا وشيجه' وتغرس الا فى منابتها النخل؟

ان حسین و جمیل چہروں والی جماعتیں ہیں اور ایسی مجلسیں ہیں جہاں قول وفعل کے مشورے ہوتے رہتے ہیں۔

جب تم ان کے گھروں کے آس پاس جاؤ گے تو تمہیں وہاں ایسی مجلسیں ملیں گی جن کی فہم و فراست سے جہالت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

ان کے ہاں ٹھہرنے والے مہمان کی مہمانی ان کے خوشحال طبقہ کے ذمہ ہوتی ہے جبکہ غریب طبقہ کے ذمہ ان سے خوش خلقی کا اظہار اور ان کی خاطر تواضع ہے۔

ان کے بعد لوگوں نے ان جیسا رتبہ پانے کی کوشش کی لیکن وہ ایسا نہ کر سکے حالانکہ انہوں نے حصول مجد میں نہ کوئی کمی چھوڑی اور نہ ہی ان پر قدغن لگائی جا سکتی ہے۔

کیونکہ ان میں جو اچھائی اور خوبی ہے وہ تو ان کے آباء واجداد سے وراثۃ چلی آرہی ہے۔

کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ نیزہ بنائے جانے والے درخت کے سوا کسی اور سے نیزہ بنے؟ یا کسی غیر موزوں جگہ پر کھجور اگائی جا سکے؟

اعشی کے اشعار:—

اعشی محلق کی مدح ثنائی کرتے ہوئے کہتا ہے۔

لعمرى لقد لاحت عيون كثيرة' الى ضوء نار باليفاع تحرق
تشب لمقرورين يصطليانها' وبات على النار الندى والمحلق
رضيعى لبان ثدى ام تقاسما' باسحم درج عوض لانتفرق
ترى الجود يجرى ظاهرا فوق وجهه' كما زان متن الهندوانى رونق
يداه يدا صدق فكف مبيدة' وكف اذا ما ضن بالمال تنفق

میری زندگی کی قسم! اس آگ کو بے شمار آنکھوں نے دیکھا جو ٹیلہ کی چوٹی پر جل رہی ہے۔

وہ دو سردی میں ٹھٹھرنے والوں کے لئے جلائی گئی ہے جس پر وہ دونوں تاپ رہے ہیں آگ پر رات گزارنے والوں میں ایک سخاوت اور دوسرا محلّق (ممدوح) ہے۔

یہ دونوں ایک ماں کے دودھ شریک بھائی ہیں جنہوں نے اندھیری رات میں خفیہ معاہدہ کیا ہوا ہے کہ ہم کسی حالت میں جدا نہیں ہوں گے۔

سخاوت کی رونق کو آپ اس کے چہرے پر اس طرح جھلکتی ہوئی پاؤ گے جیسے تلوار کو اس کی چمک دمک زینت بخشتی ہے۔

اس کے دونوں ہاتھ بڑے تیز ہیں ایک ہاتھ تو مسلسل سخاوت کرتا رہتا ہے جبکہ ایک ہاتھ اس وقت مال خرچ کرتا ہے جب قحط کے زمانہ میں لوگ مال چھپا کر رکھتے ہیں۔

تابط شر کے اشعار:۔

تابط شر اپنے چچا زاد بھائی کی مدح کرتے ہوئے ان صفات کو بیان کر رہا ہے جن کو زمانہ جاہلیت میں قابل مدح سمجھا جاتا تھا۔

انی لمهد من ثنائی فقاصد' به لابن عم الصدق شمس بن مالک
اهز به فی ندوة الحی عطفه' کما هز عطفی بالهجان الاوارک
قلیل التشکی للمهم یصیبه' کثیر الهوی' شتی النوی والمسالک
یظل بموماة ویمسی بغیرها' جحیشا ویعروری ظهور المهالک
ویسبق وفدالریح من حیث ینتحی' بمنخرق من شدة المتداراک
اذا حاص عینیه کری النوم لم یزل' له کالئی من قلب شیحان فاتک
ویجعل عینیه ربیئة قلبه' الی سلة من حد اخلق صائک
اذا هزه فی عظم قرن تهللت' نواجذ افواه المنایا الضواحک
یری الوحشة الانس الانیس ویهتدی' بحیث اهتدت ام النجوم الشوابک

میں اپنی مدح و ثناء کا تحفہ اپنے چچا زاد شمس بن مالک کی خدمت میں بھیج رہا ہوں جو وفادار ہے۔

میں اس مدح کے ساتھ اسے قبیلہ کی مجلس میں اسی طرح خوش اور مسرور کروں گا جس طرح اس نے مجھے نسلی موٹا تازہ اونٹ دے کر خوش کیا ہے۔

ممدوح آنے والی مشکلات برداشت کرنے میں بڑا صابر ہے مصائب کا شکوہ نہیں کرتا' اس کے رجحانات کثیر' مقاصد مختلف اور راہیں نئی نئی ہیں۔

دن وہ ایک جنگل میں تن تنہا گزارتا ہے اور رات کہیں اور جگہ پر وہ ہلاکتوں کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو جاتا ہے۔

تیز رفتاری کے باعث وہ ہوا کے اگلے حصے کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور مسلسل تیز دوڑنے کی وجہ سے اس کے کپڑے پھٹ جاتے ہیں۔

جب نیند کے وقت اس کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں تو ایک ہوشیار بیدار دل ہر وقت چوکنا رہتا ہے۔

وہ اپنی آنکھوں کو اپنے دل کا جاسوس بناتا ہے تاوقتیکہ وہ اپنی چمکتی خون آشام تلوار کو میان سے نہ نکال لے۔

جب وہ اپنی تلوار کو حریف کی ہڈی میں مارتا ہے تو موت کی باچھیں خوشی سے کھل جاتی ہیں۔

ممدوح تنہائی کو ہی مانوس ساتھی سمجھتا ہے اور اس بلند مقام کی راہ پالیتا ہے جہاں کہکشاں کے اکٹھے نظر آنے والے تارے پہنچے ہیں۔

عمرو بن ہدیل عبدی کے اشعار:۔

ولا ترج خیرا عند باب ابن مسمع' اذا کنت من حی حنیفة اوعجل
ونحن اقمنا امر بکر بن وائل' وانت (بتاج) ماتمر وما تحلی
وماتستوی احساب قوم تورثت' قدیما واحساب نبتن مع البقل

اگر تو بنو حنیفہ یا عجل قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے تو پھر ابن مسمع کے دروازے پر خیر کی امید نہ رکھنا

بکر بن وائل کے معاملات کو ہم نے ہی درست کیا ہے تو تو "تاج" مقام میں تھا نہ تو کسی برے میں شریک اور نہ کسی بھلے میں

یاد رکھو! قدیم موروثی شرافت کی مالک قوم کا حسب ونسب اور گاجر مولی کی طرح اگ آنے والی قوم کا حسب ونسب برابر نہیں ہو سکتے۔

لبید بن ربیعہ نعمان کا مرثیہ کہتا ہے:۔

الا تسالان المرء ماذا یحاول' انحب فیقضی اوضلال او باطل
اری الناس لا یدرون ماقدر امرهم' بلی' کل ذی لب الی الله واسل
الا کل شیی ما خلا الله باطل' وکل نعیم لا محالة زائل
وکل اناس سوف تدخل بینهم' دویهیة تصفر منها الانامل
وکل امری یوما سیعلم غیبه' اذا حصلت عندا لاله الحصائل
اذا المرء اسری لیلة خال انه' قضی عاملا' والمرء مادام عامل
فقولا له ان کان یقسم امره' الما یعظک الدهر؟ امک هابل
فتعلم انی لست مدرک ما مضی' ولا انت مما تحذر النفس وائل
فان انت لم ینفعک علمک فانتسب' لعلک تهدیک القرون الاوائل
وان لم تجد من دون عدنان والدا' ودون معد فلتزعک العواذل

اے دوساتھیو! تم انسان سے یہ کیوں نہیں سوال کرتے کہ وہ کیا چاہتا ہے کیا وہ کسی مقصد کی تکمیل کر رہا ہے یا محض ضلال و باطل ہی ہے۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ اپنے معاملات سے ناواقف ہیں ہاں البتہ ہر ذی ہوش اپنی لو اللہ سے لگاتا ہے۔

ذہن نشیں کر لو! کہ اللہ کے سوا ہر چیز نے فنا ہو جانا ہے ہر نعمت یقیناً زائل ہونے والی ہے۔

ہر انسان پر ایک آفت ضرور آئے گی جس سے انگلیاں زرد ہو جائیں گی۔

اور ہر انسان ایک دن اپنی پوشیدہ زندگی کو معلوم کر لے گا جب اللہ کے ہاں اعمال کے نتائج سامنے آئیں گے۔

جب انسان رات بھر چلتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنا کام پورا کر لیا ہے حالانکہ انسان تو مرتے دم تک کام میں ہی لگا ہوا ہے۔

میرے ساتھیو! اس آدمی سے کہو جو اپنے معاملات کے نظم و نسق میں لگا ہوا ہے تیری ماں تجھے روئے کبھی زمانے نے تجھے گزشتہ واقعات سے ابھی تک سبق نہیں دیا۔

تاکہ تجھے اتنا معلوم ہو جاتا کہ جو کچھ گزر چکا اسے تو نہیں پا سکتا' اور نہ تو اس کھٹکے سے (موت سے) نجات پا سکتا ہے۔

اگر تیرے تجربات یا علم تجھے فائدہ نہیں دیتے تو کم از کم پہلے زمانے کے لوگوں سے سبق حاصل کر

جب تم عدنان اور معد سے اوپر اپنے صحیح آبائی نسب کو نہ پا سکو تو آپ کو ان حوادث زمانہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

عدی بن زید عبادی کے اشعار:۔

ایها الشامت المعیر بالدهر' ا انت المبرء الموفور؟
ام لدیک العهد الوثیق من الایام' ام انت جاهل مغرور؟
من رایت المنون خلدن ام من' ذا علیه من ان یضام خفیر؟
این کسری' کسری الملوک ابو ساسان' ام این قبله سابور؟
وابو الخضر اذ بناه واذ دجلة' تجبی الیه والخابور
شاده مرمرا وجلله کلسا' فللطیر فی ذراه وکور
وتبین رب الخورنق اذا اشرف' یوما وللهدی تفکیر
وسره خاله وکثرة ما یملک' والبحر معرضا والسدیر
فارعوی قلبه فقال وما غبطة' حی الممات یصیر؟
ثم بعد الفلاح والملک والامه' وارتهم هناک القبور
ثم اضحوا کانهم ورق جف' فالوت به الصبا والدبور

اے تکلیف زدہ پر خوش ہونے اور گردش زمانہ میں مبتلا ہونے والے کو عار دلانے والے کیا تو زمانہ کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہ جائے گا؟

کیا تو نے زمانہ سے پختہ عہد لے رکھا ہے (کہ وہ تجھے تکلیف نہیں دے گا۔ یا پھر تو نادان اور دھوکے میں مبتلا ہے۔

تو نے کسے دیکھا ہے کہ لوگوں نے اسے ہمیشہ چھوڑے رکھا ہے یا پھر کون ایسا ہے کہ جسے آفات و مصائب سے کوئی بچانے والا ہو؟

کہاں ہیں شاہان ایران میں سے ابو ساسان یا اس سے قبل سابور کہاں ہیں؟

خضر کا بنانے والا اس کا مالک کہاں ہے جس کے پاس دجلہ اور خابور کا محصول جمع ہوتا تھا۔

جس نے اسے سنگ مرمر سے پختہ تعمیر کیا تھا اس کے اوپر چونے کا پلاسٹر چڑھایا لیکن اس

کے بالائی حصوں پر پرندوں کے گھونسلے ہیں۔

اور قلعہ خورنق کے مالک سے پوچھو جب وہ ایک دن اس کی بلندی پر پہنچا' غور و فکر کے لئے بھی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس کو اسکے حالات' مال و دولت کی فراوانی اور مملکت کے وسط میں بہنے والے دریا اور قلعہ سدیر نے مطمئن کر رکھا تھا۔

ایک دن اس کے دل نے حقیقت کی طرف پلٹا کھایا اور وہ کہنے لگا بھلا جس زندگی کا خاتمہ موت ہے اس سے دل لگانے کا کیا فائدہ؟

پھر فوز و فلاح' مملکت و سلطنت اور مدت مقررہ کے بعد آخر انہیں قبروں نے اپنے اندر چھپا لیا

بالآخر وہ ان سوکھے پتوں کی طرح ہو گئے جنہیں مغرب اور مشرق کی ہوائیں اپنے ساتھ اڑائے پھر رہی ہیں۔

ولیل کموج البحرارخی سدوله' علی بانواع الهموم لیبتلی
فقلت له لما تمطی بصلبه' واردف اعجازا وناء بکلکل
الا ایها اللیل الطویل الا انجلی' بصبح' وما الاصباح منک بامثل
فیالک من لیل کان نجومه' بکل مغار الفتل شدت بیذبل

سمندر کی موج کی طرح مہیب رات نے مجھے آزمانے کے لئے مجھ پر مصائب و آلام کے پردے لٹکا دیئے۔

پھر جب رات نے انگڑائی لے کر اپنی پیٹھ کو لمبا کیا اور اپنے پچھلے حصہ کو ساتھ لے کر مشکل سے اپنا سینہ اٹھایا (بہت مشکل سے لمبی ہوئی)

میں نے کہا اے طویل رات! اب صبح کو لے بھی آ! لیکن صبح بھی تو تجھ سے کوئی زیادہ اچھی نہیں ہے۔

اے رات تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تیرے تارے اپنی جگہ ایسے جمے ہوئے ہیں جیسے انہیں کوہ یذبل سے مضبوط رسیوں کے ساتھ باندھ دیا گیا ہو

اسی قصیدہ میں وہ اپنے گھوڑے کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

وقد اغتدی والطیر فی وکناتها' بمنجرد قید الاوابد هیکل
مکر مفر مقبل مدبر معا' کجلمود صخر حطه السیل من عل
له ایطلا ظبی وساقا نعامة' وارخاء سرحان وتقریب تتفل

صبح صبح پرندے ابھی اپنے گھونسلوں میں ہی ہوتے ہیں میں اپنے کم بالوں والے مضبوط گھوڑے پر سوار ہو کر نکل جاتا ہوں جو جنگلی جانوروں کو قید کر لیتا ہے۔

یہ گھوڑا نہایت جری' اچھلنے' بدکنے سے واقف اور آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے میں تجربہ کار ہے' تیز رفتاری کا یہ عالم ہے جیسے وہ چٹان ہو جسے سیلاب نے اوپر سے نیچے گرا دیا ہو

اس کی کمر ہرن کی طرح ہے پنڈلیاں شتر مرغ کی ٹانگوں کی طرح' دوڑ بھیڑیے جیسی اور چال لومڑی کے بچے جیسی ہے۔

طرفہ بن العبد کے اشعار:-

طرفہ بن العبد کشتی کی تعریف میں کہتا ہے۔

كان حدوج المالكية غدوة' خلايا سفين بالنواصف من (دد) عدولية اومن سفين ابن يامن' يجور بها الملاح طورا ويهتدى يشق حباب الماء حيزو مهابها' كما قسم الترب المفايل باليد

صبح کے وقت مالکیہ کی زنانہ سواریوں کے ہودج ایسے دکھائی دے رہے تھے جیسے وہ بڑی بڑی کشتیاں ہوں جو کوہ دد کی وادیوں سے گزر رہی ہوں۔

یہ کشتیاں عدول مقام کی بنی ہوئی قدیم وضع کی ہیں یا مشہور ملاح ابن یامن کی کشتیاں ہیں جنہیں ملاح کبھی سیدھے راستے پر اور کبھی موڑ کے راستے سے لئے جا رہا ہے۔

اس کشتی کا سینہ پانی کی موجوں کو اس طرح چیرتا چلا جا رہا ہے جیسے مٹی کی ڈھیریوں میں چیز چھپانے والا اپنے ہاتھ سے مٹی کو دو حصوں میں بانٹتا ہے۔

ابو صعترہ کے اشعار:-

ابو صعترہ بولانی محبوبہ کے لعاب دھن کا وصف بیان کر رہا ہے۔

فمانطفة من حب مزن تقاذفت' به جنبتا الجودى والليل دامس فما اقرته اللصاب تنفست' شمال لاعلى مائه. فهو فارس باطيب من فيها وما ذقت طعمه' ولكننى فيما ترى العين فارس

اندھیری رات میں کوہ جودی کے دونوں اطراف پہ برسنے والے اولوں کا پاک اور صاف ستھرا پانی جو بہہ کر پہاڑ کے کھڈوں میں جمع ہو گیا ہو پھر باد شمالی اس پانی کی بالائی سطح پر چلی ہو

اور وہ بہت ٹھنڈا ہو گیا ہو
پاکیزہ اور شیریں پانی بھی محبوبہ کے لعاب دھن جیسا نہیں ہو سکتا میں نے ابھی تک اس کا ذائقہ نہیں چکھا لیکن میری آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے میں اس سے اندازہ لگانے میں بڑی مہارت رکھتا ہوں۔

اعشیٰ کے اشعار:۔

ماروضة من رياض الحزن معشبة' خضراء جاد عليها مسبل هطل
يضاحك الشمس منها كوكب مشرق' مئوزر بعميم النبت مكتهل
يوما باطيب منها نشر رائحة' ولا باحسن منها اذ دنا الاصل

سخت زمین کا سرسبز گھنی گھاس والا گلستان جس پر موسلا دھار برسنے والا بادل برسا ہو
اس کے کھلے ہوئے ترو تازہ پھول سورج کی طرح گلستان میں اجالا کر رہے ہوں اور اس کی زمین قسم قسم کے بھرپور اور خوشنما پودوں سے ڈھکی ہوئی ہو
اس کے باوجود یہ محبوبہ کی مہکتی ہوئی خوشبو سے کسی طرح زیادہ خوشبو دار نہیں اور نہ ہی یہ باغ کے دلفریب منظر کی طرح۔ شام کے وقت یہ محبوبہ سے حسین تر ہوتا ہے۔

متلمس کے اشعار:۔

متلمس جریر بن عبد العزیٰ اپنے قصیدے میں کہتا ہے۔

وكنا اذا الجبار صعر خده' اقمنا له من خده فتقوما
لذى الحلم قبل اليوم ماتقرع العصا' وما علم الانسان الا ليعلما
ولو غير اخوالى ارادوا نقيصتى' جعلت لهم فوق العرانين ميسما
وما كنت الا مثل قاطع كفه' بكف له اخرى فاصبح اجذما
فلما استقاد الكف بالكف لم يجد' له دركا فى ان تبينا فاحجما
يداه اصابت هذه حتف هذه' فلم تجد الاخرى عليها مقدما
فاطرق اطراق الشجاع ولويرى' مساغا لنابيه الشجاع لصمما

جب کوئی متکبر ہمارے سامنے تکبر و نخوت کا اظہار کرتا ہے تو ہم اس کی اکڑ نکال کر اسے سیدھا کر دیتے ہیں۔
آج سے قبل کسی سمجھدار کے لئے لاٹھی نہیں اٹھائی گئی انسان کو صرف اس لئے لکھایا

پڑھایا جاتا ہے تاکہ وہ ہوشیار ہو جائے

اگر میرے ماموؤں کے سوا کوئی اور میری توہین کرتا تو میں اس کی ناک کے اوپر داغ لگا دیتا (اسے ذلیل کر دیتا)

میری مثال تو اس شخص کی سی ہو گئی ہے کہ جس نے ایک ہاتھ سے دوسرا ہاتھ کاٹ دیا تو وہ ٹنڈا ہو گیا

جب ایک ہاتھ کے بدلہ میں دوسرے ہاتھ کا قصاص لینا چاہا تو اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا کہ دونوں جدا ہو جائیں لہٰذا وہ اس حرکت سے باز رہا

اس کے دونوں ہاتھوں میں سے ایک نے دوسرے کو ختم کر دیا تو دوسرا اس کے خلاف پیش قدمی نہ کر سکا

اور (بے بسی سے) اس نے سانپ کی طرح گردن جھکائی' لیکن اگر وہ سانپ کچلیاں گاڑنے کی گنجائش پاتا تو وہ ضرور کاٹ لیتا

چوتھی فصل

دور جاہلیت کے شعراء اور ان کے طبقات:۔

ہر قبیلہ کی خواہش ہوتی کہ ان میں شاعر' لیڈر اور خطیب پیدا ہو لیکن شاعر کا وہ سب سے زیادہ احترام کرتے اور لیڈر کا خطیب کی بنسبت انہیں زیادہ شوق ہوتا' جب کسی قوم میں کوئی شاعر پیدا ہوتا تو وہ دعوت کرتے۔ جشن مناتے قبائل انہیں مبارکباد کے پیغام بھیجتے کیونکہ شعراء ہی اپنے کلام کے ذریعہ لوگوں کی قیادت کرتے تھے اور اجتماعات کے مواقع پر اپنی قوم کی حمایت و مدافعت کرتے اور قوموں کے تاریخی کارناموں کو زمانہ بھر کے لئے حیات جاوید بخشتے' اور قومی کارناموں کو ان کے دل و دماغ پر نقش کر دیتے وہ اس کا کوئی بدلہ یا صلہ نہیں مانگتے تھے البتہ چند شاعروں نے شاعری کو کمائی کا ذریعہ بنالیا ہے' جس کی بناء پر ان کی قدر و منزلت میں کمی آگئی تھی اس کے باوجود ان کی شاعری اپنی جگہ بلند پایہ رہی اس کا اثر زیادہ تر شعراء کی ذات پر پڑا مثلاً نابغہ نعمان سے' زہیر ہرم بن سنان سے اور اعشیٰ بادشاہوں اور عوام سے بھی مدد لیتے رہے تھے ہر شاعر کا ایک راوی ہوتا تھا وہ اس کے ساتھ اس طرح رہتا تھا جیسے استاد کے ساتھ شاگرد ہو وہ شاعر کا طریقہ اپناتا' اس کے اشعار کو عام کرتا تھا بلند پایہ شعراء نے ایک عرصہ تک راوی بن

کر تربیت پائی اور روایت میں باقاعدہ مشق کی چنانچہ امرؤ القیس' ابو داؤد ایادی کا راوی تھا زہیر' اوس بن حجر کا اور اعشیٰ مسیب بن علس کا راوی تھا۔

زمانے کے اعتبار سے شعراء کے چار طبقے ہیں۔

1۔ جاہلی شعراء:۔

یہ وہ شعراء ہیں جو اسلام سے پہلے زندہ رہے یا انہوں نے اسلام کا زمانہ تو پایا لیکن اس میں کوئی قابل التفات شاعری نہیں کی مثلاً امرؤ القیس' زہیر' امیہ بن ابی صلت اور لبید وغیرہ

2۔ مخضرمین شعراء:۔

جو زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں مقبول شاعر ہوئے مثلاً خنساء' حسان بن ثابتؓ

3۔ اسلامی شعراء:۔

ایسے شعراء جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے لیکن عربی زبان کے اعتبار سے قدیم پختہ اسلوب پر کاربند رہے یہ عہد امیہ کے شعراء ہیں۔

4۔ مولدون شعراء:۔

ایسے شعراء جن کی لسانی قوت خراب ہو گئی تھی تو انہوں نے مصنوعی فن کاری کے ذریعے اپنی اس کمی کو دور کیا یہ عہد عباسیہ کے شعراء ہیں۔

ناقدین کے اعتبار سے اور عمدگی کے لحاظ سے شعراء کے تین طبقے ہیں۔

امرؤ القیس' زہیر اور نابغہ یہ پہلے طبقہ کے شاعر ہیں۔

اعشیٰ' لبید' اور طرفہ یہ دوسرے طبقہ کے شاعر ہیں۔

جبکہ عنترہ' درید بن الصمۃ' امیہ بن ابی الصلت' یہ تیسرے طبقہ کے شاعر ہیں۔

لیکن اختلاف ذوق اور قدماء کے قواعد تنقید سے لاعلمی کے باعث یہ تقسیم کسی طرح بھی غلطی اور دھاندلی سے خالی نہیں ہو سکتی۔

امرؤ القیس

ولادت 497ء وفات 545ء

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ملک الضلیل' ذوالقروح جندح بن حجر کندی' یہ شریف خاندان کا اصیل الطرفین بچہ تھا اس کا باپ شاہان کندہ کی نسل سے تھا اور بنو اسد کا بادشاہ تھا اس کی ماں ربیعہ کے بیٹوں کلیب و مہلہل کی بہن تھی ناز و نعم میں جوان ہوا' سرداری کے ماحول میں پرورش ہوئی بڑے ہو کر اس کی عادات خراب ہو گئیں' شراب نوشی' عشق بازی' کھیل کود اور شعر و شاعری میں لگ گیا' پھر یہ مطلق العنان آوارہ مزاج ہو گیا اور قابل فخر اور مجد و سروری کے برعکس دیگر کاموں میں دلچسپی لینے لگا تو اس کے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا اور یہ اس کی اولاد میں سے چھوٹا لڑکا تھا لیکن یہ عرب کے اوباش اور آوارہ گروپ میں شامل ہو گیا جو باغات اور چشموں کی تلاش میں رہتے جب وہ کہیں پانی کا تالاب دیکھتے وہاں خیمہ زن ہو جاتے وہ کھیل کود کرتے' شراب نوشی کرتے اور شکار کرتے حتی کہ جب پانی خشک ہو جاتا گھاس ختم ہو جاتی تو وہاں سے کسی اور علاقہ کا رخ کرتے وہ انہی حالات میں تھا کہ یمن کی سرزمین "دمون" میں پہنچا اسے وہاں اپنے باپ کے مرنے کی اطلاع ملی جسے بنو اسد نے اس کے ظالمانہ سلوک سے تنگ آ کر قتل کر دیا تھا امرؤ القیس کہنے لگا "میرے باپ نے مجھے بچپنے میں گھر سے نکال دیا جب میں بڑا ہو گیا تو میرے ذمہ خونی انتقام لگا دیا' آج ہوش نہیں کل کا پتہ نہیں' آج شراب اور کل معاملہ کی بات پھر اس نے قسم کھائی کہ جب تک بنو اسد کے سو سے زیادہ افراد قتل نہ کر لوں اور سو کے سر مونڈ کر ان کو ذلیل نہ کروں' نہ میں گوشت کھاؤں گا' نہ شراب پیوں گا اور نہ سر کو تیل لگاؤں گا جب رات کی تاریکی چھائی اور اس نے دور کہیں بجلی چمکتے ہوئے دیکھی تو کہنے لگا

ارقت لبرق بلیل اہل ' یضیئی سناہ باعلی الجبل
اتانی حدیث . فکذبتہ' بامر تزعزع منہ القلل
بقتل بنی اسد ربھم' الاکل شیئی سواہ جلل

میں اس بجلی کے لئے جاگتا رہا جو رات کو چمکی اور جس کی روشنی پہاڑ کی چوٹی کو روشن کر

رہی ہے۔
مجھے ایک ایسی خبر پہنچی ہے کہ اس سے پہاڑ کی چوٹیاں لرز جائیں لیکن میں نے اس کی تصدیق نہیں کی۔
وہ خبر یہ ہے کہ بنو اسد نے اپنے سردار کو قتل کر دیا ہے اب اس کے بعد ہر خبر مجھے حقیر اور معمولی لگتی ہے۔

دوسرے دن وہ بنو اسد کے خلاف مدد حاصل کرنے کے لئے اپنے ننھیال بنو بکر اور تغلب کے پاس گیا وہ اس کے ساتھ چل پڑے تو اس نے ان کے ساتھ مل کر بنو اسد پر ہلہ بول دیا بنو اسد نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ بنو اسد کے (100) سو آدمی بطور فدیہ لے لے لیکن اس نے انکار کر دیا تو بنو بکر اور بنو تغلب اس سے ناراض ہو کر اس کا ساتھ چھوڑ گئے ادھر منذر بن السماء سے اس کی کوئی چپقلش تھی اس نے بھی اس کا پیچھا کیا کسریٰ نوشیروان نے بھی منذر کی مدد کی تو امرؤ القیس کی حامی جماعتیں منذر کے ڈر سے منتشر ہو گئیں پھر وہ قبیلہ قبیلہ میں جا کر مدد مانگنے لگا لیکن اسے کہیں پناہ نہ مل سکی' پھر اس نے سموءل بن عادیا یہودی کے ہاں پناہ لی اور اس کے پاس اپنی زرہیں بطور امانت رکھیں اور اس سے حارث بن شمر غسانی کے نام سفارشی خط لکھوایا تاکہ وہ اسے قیصر روم تک پہنچا دے قیصر ان دنوں حبشیاں میں تھا امرؤ القیس جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے اس کی عزت افزائی کی اور مہمان ٹھہرایا اور قیصر کا خیال تھا کہ وہ امرؤ القیس کی وجہ سے عربوں میں اپنی طاقت بڑھا کر ایرانیوں کا زور توڑ سکے اور اس نے ایک بہت بڑا لشکر اس کے ہمراہ تیار کر دیا پھر اس کے ذہن میں کوئی خیال آیا تو اس نے لشکر کو واپس بلا لیا اس اثناء میں امرؤ القیس پر کوئی جلدی بیماری حملہ آور ہو گئی جس نے اس کے جسم پر زخم کر دیئے اور اس کا گوشت گل گیا'

مورخین کا خیال ہے کہ جب وہ لشکر لے کر گیا تو طماح اسدی نے قیصر سے امرؤ القیس کے خلاف شکائتیں کیں کیونکہ وہ اس سے اپنے باپ کے قتل کا انتقام لینا چاہتا تھا چنانچہ قیصر نے اس کے پاس ایک پوشاک بھیجی جس پہ زہر آلود چوب کاری کی گئی تھی اور وہ اس وقت انقرہ پہنچ چکا تھا جس کی وجہ سے اسے مذکورہ حالت کا سامنا کرنا پڑا۔ مورخین امرؤ القیس کے ان اشعار سے استدلال کرتے ہیں۔

لقد طمع الطماح من نحو ارضہ' لیلبسنی من دائہ ما تلبسا
وبدلت قرحا دامیا بعد صحۃ' فیا لک نعمی قد تحولت ابوسا

فلو انها نفس تموت سویۃ ولکنها نفس تساقط انفسا

طماح اپنے علاقے سے اس طمع پر آیا تاکہ اپنی تکلیف اور مصیبت کو مجھ پر ڈال دے۔
اور میں صحت کے بعد خونی زخموں میں مبتلا ہو جاؤں اس خوشحالی پر افسوس ہے جو دکھوں سے بدل جائے۔

میری موت اگر ایک آدمی کی موت ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی مگر میری موت تو کئی جانوں کو لے ڈوبے گی۔

پھر اس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو گئی اس وقت اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔
"کتنے ہی بھرے ہوئے پیالے، کتنے ہی تیز نیزے اور وضاحت بھرے خطبے کل انقرہ میں باقی رہ جائیں گے"

پھر وہ مر گیا اور اسے جبل عسیب کے پاس 545ء میں دفن کر دیا گیا

اس کی شاعری:۔

امرؤ القیس اگرچہ یمنی تھا مگر اس نے پرورش نجد میں پائی تھی وہ خاندان بنو اسد کے خالص عربی ماحول میں پلا بڑھا اس نے اشعار سنے اور روایت کی اسے شعراء سے مقابلہ کرنے کا بہت شوق تھا اور اسے بچپن سے ہی اشعار کہنے کا شوق تھا اس کی شاعری میں پر شکوہ الفاظ، غریب الفاظ کی کثرت، عمدہ ترکیبیں، سرعت خیال، ندرت تصور اور حسن تشبیہ پائی جاتی ہے، مختلف سفروں، خطرات اور لوگوں کے ساتھ میل جول نے اس میں نئے نئے معانی و مضامین اور جدید طرز وادا کا ملکہ پیدا کر دیا تھا، اس کے زمانے کے بہت سے دیگر لوگوں کے اشعار بھی اس کی شاعری میں جگہ پا گئے ہیں یہ اس کی شہرت، برتری اور عمدہ ذہانت کی بدولت ہوا

کہتے ہیں یہ سب سے پہلا شاعر ہے جس نے ٹیلوں پر کھڑے ہونے اور کھنڈرات پر رونے کی رسم ایجاد کی عشقیہ شاعری کی، اور عورتوں کو نیل گایوں اور ہرنیوں سے تشبیہ دی اور اس نے مسلسل سواری اور اکثر سفروں پر رہنے کی وجہ سے گھوڑے اور رات کا وصف بہت عمدہ انداز میں بیان کیا ہے، آپ کو اس کی شاعری میں اس کی زندگی اور اس کی عادات و اطوار کا کامل نمونہ ملے گا۔ اس میں شاہی جاہ و عزت، فقیرانہ مسکنت، قلندرانہ مستی، شیر کی سی حمیت، مصیبت زدہ کے شکوے اور بے قدری کی ذلت ایک ہی جگہ سب کی تصویر نظر آئے گی، مندرجہ بالا وجوہ و اسباب کی بناء پر تمام راویان شعر کا متفقہ فیصلہ ہے کہ امرؤ القیس تمام جاہلی شعراء کا قائد تھا۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

اس کی شاعری کا بہترین حصہ وہ معلقہ ہے جو لوگوں میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے یہ اس نے اپنی چچازاد کنیزہ کے مشہور واقعہ پر نظم کیا تھا اس معلقہ میں سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے اس نے رات کا وصف، گھوڑے کی تعریف نیز شکار اور آوارگی کا ذکر کیا ہے۔

اس کا مطلع یہ ہے۔

قفا نبک ذکری حبیب و منزل، بسقط اللوی بین الدخول فحومل

(اے دوستو) ذرا ٹھہرو! تاکہ ہم دخول اور حومل کے درمیان سقط اللوی میں اپنے محبوب اور اس کی یاد میں کچھ رولیں

اس معلقہ کا کچھ حصہ پچھلے صفحات میں ذکر ہو چکا ہے جہاں ہم نے جاہلی شعراء کے نمونے پیش کئے ہیں اسی معلقہ کا کچھ غزلیہ نمونہ

افاطم! مهلا بعض هذا التدلل، وان کنت قد ازمعت هجری فاجملی
اغرک منی ان حبک قاتلی، وانک مهما تامری القلب یفعل
وما ذرفت عیناک الا لتضربی، بسهمیک فی اعشار قلب مقتل
وان کنت قد ساء تک منی خلیقة، فسلی ثیابی من ثیابک تنسل
تسلت عمایات الرجال عن الصبا، ولیس فوادی عن هواها بمنسل

اے فاطمہ! اپنی اداؤں اور ناز و نخروں کو کم کر دے، اگر تو نے مجھے چھوڑنے اور جدائی کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اس کے لئے کوئی اچھا انداز اختیار کر

کیا تجھے یہ غرور ہے کہ میں تیری محبت کا قتیل ہوں اور میرا دل تیرے حکم کے سامنے سرنگوں ہے۔

اور تیری آنکھوں سے آنسو اس لئے گرتا ہے تاکہ وہ (تیری آنکھوں سے) دو تیروں کے ساتھ میرے دل مقتول کے دس ٹکڑوں کو لوٹ لے۔

ہاں اگر تجھے میرے رونے سے تکلیف پہنچی ہے تو تو میرے دل کو اپنے دل سے جدا کرنے کی کوشش کر، تو اس طرح تو مجھ سے جدا ہو جائے گی۔

لوگوں کے بچپن کے کھیل اور شوخیاں ہوش آنے پر چھوٹ جاتے ہیں لیکن (یہ حیران کن بات ہے کہ) میرا دل تیری محبت سے کنارہ کش نہیں ہوتا

اپنے ایک قصیدہ میں وہ اپنے اس سفر کا تذکرہ کرتا ہے جس میں وہ عمرو بن قمیئہ کے ساتھ

قیصر روم کے پاس گیا تھا کہتا ہے۔

اذا قلت هذا صاحب قدرضيته' وقرت به العينان بدلت آخرا
كذالك جدى لا اصاحب واحدا' من الناس الا خانني وتغيرا
تذكرت اهلى الصالحين وقد اتت' على جمل بنا الركاب واعفرا
ولما بدت حوران والآل دونها' نظرت فلم تنظر بعينيك منظرا
تقطع اسباب اللبانات والهوى' عشية غادرنا حماة و شيزرا
بكى صاحبي لما راى الدرب دونه' وايقن انا لاحقان بقيصرا
فقلت له۔ لا تبک عینک انما' تحاول ملكا اونموت فنعذرا

جب میں کہتا ہوں کہ یہ میرا ساتھی میری مرضی کے مطابق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو وہ مجھ سے جدا ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا آجاتا ہے۔

میری قسمت میں ایسے ہی ہے کہ میں جب بھی کسی کو دوست بناتا ہوں وہ بے وفائی کرتا ہے اور بدل جاتا ہے۔

جب ہمارا قافلہ جمل اور اعفر پہنچا تو مجھے میرے اچھے اہل و عیال اور عزیز و اقارب یاد آئے۔

جب حوران کی بستی نظر آنے لگی اور آل کے پیچھے تھا تو تو نے نظر دوڑائی لیکن تیری نگاہوں نے کوئی منظر نہیں دیکھا

جس شام ہم نے حماۃ اور شیزر کو خیرباد کہا اس رات ہمارے پیار اور عشق و محبت کے تمام رابطے ہی کٹ چکے تھے۔

میرے ساتھی نے جب اپنے ملک روم میں داخلے والا پھاٹک دیکھا تو وہ رو پڑا' اور اسے یقین ہو گیا کہ اب ہم قیصر سے جا ملیں گے۔

میں نے اسے کہا! تو رو نہیں' ہم یا تو حکومت کے حصول کے لئے سر توڑ کوشش کریں گے یا اپنی جانیں قربان کر دیں گے تاکہ ہم پر کوئی الزام نہ آسکے۔

نابغہ ذبیانی

پیدائش اور حالات زندگی:—

اس کا پورا نام ابو امامہ زیاد بن معاویہ ہے اس کا لقب "نابغہ" اس لئے پڑا کیونکہ اس نے مکمل مہارت اور تجربہ کے بعد اور اچانک شاعری شروع کی پھر اس کی شاعری کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا جس کی بناء پر اسے پانی کے بہتے چشمہ سے تشبیہ دی گئی یہ بنو ذبیان کے رئیس اور شریف لوگوں میں سے ایک تھا لیکن تکسب بالشعر کی وجہ سے اس کی شان میں کمی آئی اور اس کا وقار کم پڑ گیا' یہ نعمان بن منذر کے پاس گیا تو اس نے اسے اپنے خواص و مقربین میں شامل کر لیا' اور اس پر انعامات کی بارش کر دی۔ حتی کہ یہ اس کے فیضان کی بناء پر سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے لگا۔ نابغہ مسلسل نعمتوں اور خوشحالی سے بہرہ ور رہا تا آنکہ کچھ حاسدوں نے نعمان کے پاس نابغہ کی چغلیاں کھائیں اور ثبوت کے طور پر اس کا وہ قصیدہ پیش کیا جس میں اس نے نعمان کی بیوی متجردہ کا وصف بیان کیا تھا جس کا نعمان کے دل پر گہرا اثر ہوا اور ان کے تعلقات خراب ہو گئے چنانچہ نعمان نے نابغہ کو دھمکی دی نابغہ جان بچا کر سرزمین شام کی طرف بھاگ گیا اور عمرو بن حارث اصغر غسانی کے ہاں پناہ لی جہاں وہ عزت و وقار اور اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرنے لگا نعمان کی ناراضگی میں مزید اضافہ ہو گیا کیونکہ وہ اس کے دشمن اور مد مقابل کی پناہ میں چلا گیا تھا۔

نابغہ کافی عرصہ ان کے ہاں رہا وہ غسانیوں کی مدح میں قصائد کہتا اور وہ اسے سونے چاندی کا بدلہ دیتے رہے حتی کہ اسے نعمان کے علیل ہونے کی خبر ملی تو وہ سفارش کے ذریعہ نعمان کے پاس آیا اور اپنی براءت کا اظہار کیا اور سفارش کے ذریعے اپنے وہ مدحیہ و معذرت خواہانہ قصائد بھی پیش کئے جو بے نظیر و بے مثال ہیں' ان اشعار نے نعمان کی دلی ناراضگی کو دور کر دیا اور نابغہ نے نعمان کے دربار میں دوبارہ پہلے سا مقام حاصل کر لیا اور وہ آسودہ حالی کی زندگی بسر کرتا رہا حتی کہ بڑھاپے میں اس کے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا اور زندگی سے اکتا گیا اور اس نے یہ اشعار کہے۔

المرء یامل ان یعیش' وطول عیش قد یضرہ
تفنی بشاشتہ ویبقی' بعد حلو العیش مرہ

وتخونه الایام حتی لایری شیئا یس...
کم شامت بی ان هلکت و قائل: للہ د...

آدمی لمبی زندگی گزارنا چاہتا ہے حالانکہ طویل زندگی اس کے لئے نقصان دہ ہے۔
اس کی ترو تازگی ختم ہو جاتی ہے اور شیریں زندگی کے بعد تلخ زندگی باقی رہ جاتی ہے۔
زمانہ اس کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے حتی کہ اس کے بعد اسے کوئی خوش کن چیز نظر نہیں آتی۔

میرے مرنے کے بعد کتنے ہی لوگ خوشی منائیں گے اور کتنے ہی لوگ کہیں گے خدا اس کا بھلا کرے کتنا اچھا آدمی تھا۔

نابغہ ذبیانی کی شاعری:۔

وہ 18 قبل ہجری فوت ہوا نابغہ ان تین بلند پایہ شعراء میں سے ایک ہے کہ اور کوئی ان کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکا۔ اور نہ ان آثار تک ل سکا' اور وہ تین یہ ہیں امرؤ القیس' نابغہ اور زہیر' نابغہ اپنے دونوں ساتھیوں سے کنایہ کی ندرت' اشارہ کی وقت و نزاکت' مضمون کی صفائی لطافت' تکلف کی قلت میں ممتاز ہے مزید یہ کہ اس کی شاعری دل کے میلانات اور رجحانات سے ہم آہنگ ہے یہی وجہ ہے کہ دور جاہلیت اور صدر اسلام میں لوگوں نے کسی اور شاعر کی شاعری کو اتنا نہیں گایا جس قدر اس کی شاعری گائی گئی' اس نے جس عمدگی سے رات کو خوفزدہ کی حالت' مجرم کی معذرت خواہی اور انعام کرنے والے کی مدح کا انداز اختیار کیا ہے یہ بے مثل و بے نظیر ہے ہاں البتہ اس کی شاعری میں کہیں کہیں اقواء (یعنی قافیہ کی آخری حرکات کی تبدیلی مثلاً کبھی پیش اور کبھی زبر یا زیر آجائے) کا عیب پایا جاتا ہے' جس کے متعلق وہ کہتا تھا کہ "میری شاعری میں ایک نقص ہے جو میرے علم میں نہیں ہے" حتی کہ ایک مرتبہ اس نے کسی گویے سے اپنے چند اشعار سنے تو اسے اپنے عیب کا پتہ چل گیا پھر اس نے دوبارہ اس نقص کا اعادہ نہ کیا عربوں نے شاعری میں اس کے بلند مقام کا اعتراف کیا ہے اسی بناء پر وہ اُسے عکاظ کے میلے میں پیش پیش رکھتے تھے اور اپنے ادبی مباحثوں میں اس کو جج مانتے تھے وہی ان کے فیصلے کرتا تھا اس کا فیصلہ صحیح ہوتا تھا اور اسے تسلیم کیا جاتا تھا۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

كليني لهم يا اميمة ناصب' وليل اقاسيه بطيئى الكواكب
وصدر اراح عازب همه' تضاعف فيه الحزن من كل جانب
على لعمرو نعمة بعد نعمة' لوالده ليست بذات عقارب
وثقت له بالنصر اذ قيل قد غزت' كتائب من غسان غير اشائب
اذا ماغزوا بالجيش حلق فوقهم' عصائب طير تهتدى بعصائب
فهم يتساقون المنية بينهم' بايد يهم بيض رقاق المضارب
ولا عيب فيم غيران سيوفهم' بهن فلول من قراع الكتائب
لم شيمة لم يعطها الله غيرهم' من الجود' والاحلام غير عوازب
رقاق النعال طيب حجزاتهم' يحيون بالريحان يوم السباسب
والا يحسبون الخير لاشر بعده' ولا يحسبون الشر ضربة لازب

اے امیمہ! مجھے تھکا دینے والی فکر اور لمبی اور دشواری سے گزرنے والی رات کے لئے چھوڑ دے جس کے تارے آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔

اور سینہ کی درد آہ کے لئے چھوڑ دے رات نے دور دراز کے غم و مصیبتوں کو لا کر اس میں جمع کر دیا ہے اور دل کو ان کی پناہ گاہ بنا دیا ہے چنانچہ اب ہر سمت غم والم ہی بڑھتا چلا جاتا ہے۔

عمرو کے والد کے مجھ پر بے شمار احسانات ہیں جن میں کسی قسم کی تکلیف کی آمیزش نہیں۔

مجھے جب یہ بتایا گیا کہ غسانی فوج نے حملہ کر دیا ہے تو مجھے اسی وقت اس کی فتح کا یقین آگیا

جب وہ لشکر لے کر حملہ کرتے ہیں تو ان کے اوپر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ منڈلاتے رہتے ہیں۔

وہ آپس میں ایک دوسرے کو موت کے پیالے پلاتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چمکدار تیز دھار تلواریں ہیں۔

ان کے لشکر میں صرف یہ عیب ہے کہ لشکروں سے نبرد آزما ہوتے وقت ان کی تلواریں گر جاتی ہیں۔

ان کو اللہ تعالے نے کچھ ایسے عادات و خصائل دیئے ہیں جو کسی اور کو نہیں دیئے وہ ہیں سخاوت' دوراندیشی اور تیز فہمی۔

ان کے جوتے نرم چمڑے کے ہیں (یعنی وہ آسودہ حال ہیں) ان کے تسمے پاک ہیں (یعنی وہ پاکباز و عفیف ہیں) تہواروں کے موقع پر انہیں لوگ خوشبودار پھولوں کے گلدستے پیش کرتے ہیں (کیونکہ وہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں)

وہ کبھی یہ خیال نہیں کرتے کہ خوشحالی کے بعد کبھی تنگی نہیں آئے گی اور نہ ہی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اب اگر تنگی آگئی ہے تو اس سے کسی طرح جان نہیں چھوٹے گی۔

زہیر بن ابی سلمی
وفات' 609ء بمطابق 13 قبل ہجری۔

پیدائش اور حالات زندگی:۔

زہیر بن ابی سلمی بن ربیعہ بن رباح مزنی نے اپنے باپ کے رشتہ داروں بنو غطفان میں پرورش پائی۔ ایک عرصہ تک اپنے باپ کے ماموں کی صحبت میں رہا اور وہ عرصے سے صاحب فراش مریض تھا اور بے اولاد تھا لیکن نہایت دانا شخص تھا وہ حسن رائے' عمدہ شاعری اور کثرت مال کی وجہ سے شہرت رکھتا تھا زہیر نے اس کی شاعری سے بہت کچھ حاصل کیا اور اس کے علم و حکمت سے بہت متاثر ہوا یہ چیز اس کی حکمت کے موتیوں سے مرصع شاعری میں جگہ جگہ نمایاں نظر آتی ہے' جب مرہ قبیلہ کے دو دانشمند حارث بن عوف اور ھرم بن سنان نے بنو عبس و ذبیان کے درمیان صلح کروانے اور دشمنی کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے دونوں قبیلوں کے مقتولوں کی دیت اپنے ذمہ لے لی جو تین ہزار اونٹ بنتی تھی اور جنگ کی آگ کو فرو کر دیا تو سرداروں کی اس عالی ظرفی نے شاعر کی طبیعت کو بے حد متاثر کیا تو اس نے اپنے مشہور معلقہ میں ان دونوں کی مدح کی ہے' پھر اس نے بارہا دفعہ ھرم بن سنان کی مدح سرائی کی اور اس کی خوبیوں کی خوب داد دیتے ہوئے لمبے لمبے مدحیہ قصائد کہتا رہا' تا آنکہ ہرم نے قسم کھائی کہ زہیر جب بھی اس کی مدح کرے گا یا اس سے کچھ سوال کرے گا یا اس کو سلام کہے گا تو وہ اس کے جواب میں اسے کوئی غلام یا لونڈی یا گھوڑا دے گا لہٰذا زہیر اس کے عطیات قبول کرتے کرتے شرما گیا اب وہ یوں

کرنے لگا کہ جب ہرم کو لوگوں میں بیٹھا ہوا دیکھا تو ہرم کے سوا تم سب لوگ خیریت سے رہو جبکہ وہ تم سب سے اچھا ہے جس کو میں نے شریک نہیں کیا"

ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب نے ہرم کے کسی لڑکے کو کہا کہ اپنے باپ کی مدح میں کہے ہوئے زہیر کے کوئی اشعار تو سناؤ اس نے سنائے تو حضرت عمر کہنے لگے تمہارے متعلق زہیر نے کتنے اچھے اشعار کہے ہیں تو وہ کہنے لگا خدا کی قسم ہم اس کو دیتے بھی تو خوب تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا جو کچھ تم نے اسے دیا وہ تو ختم ہو گیا اور جو کچھ اس نے تمہیں دیا وہ باقی ہے۔

زہیر دولت اور ثروت کے باوجود نہایت خوش اخلاق' نرم مزاج' صائب الرائے' پرہیزگار' صلح جو اور اللہ تعالے اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا تھا' اس کا ثبوت اس کے معلقہ کے وہ اشعار ہیں جن میں کہتا ہے۔

فلا تکتمن اللہ ما فی صدورکم' لیخفی ومهما یکتم اللہ یعلم
یوخر فیوضع فی کتاب فیدخر' لیوم حساب اویعجل فینتقم

اپنے سینوں کا حال اللہ تعالے سے چھپانے کی کوشش نہ کر' تو اللہ سے نہیں چھپا سکتا کیونکہ وہ تو ہر پوشیدہ چیز سے باخبر ہے۔

وہ بعض دفعہ سزا کو موخر کر کے اسے حساب میں لکھ کر یوم حساب تک موخر کر دیتا ہے اور اگر جلدی بدلہ لینا مقصود ہوتا ہے تو جلدی سزا دے دیتا ہے۔

زہیر نے سو سال سے بھی لمبی عمر پائی جیسا کہ اس کے ایک شعر سے ظاہر ہوتا ہے۔

بدا لی انی عشت تسعین حجة' تباعا وعشرا عشتها وثمانیا

مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ میں نوے سال تک لگاتار زندہ رہا پھر دس سال زندگی گزاری اور پھر آٹھ سال یعنی ایک سو آٹھ سال تک زندہ رہ چکا ہوں۔

اس کا انتقال ہجرت سے تیرہ سال قبل ہوا لیکن اس کے بیٹے کعب اور بجیر اسلام لے آئے تھے۔

اس کی شاعری:۔

زہیر کا گھرانہ شاعری میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا اس کا باپ' ماموں' اس کی دو بہنیں سلمی اور خنساء اور اس کے دو بیٹے کعب اور بجیر قابل ذکر شعراء میں سے تھے' اور یہ امتیاز کسی دوسرے گھرانے کو نصیب نہیں ہوا' کچھ لوگ تو اسے امرؤالقیس اور نابغہ سے بھی افضل قرار

دیتے ہیں۔ کیونکہ اس کی شاعری صداقت لہجہ کی بناء پر ممتاز اور غریب الفاظ اور پیچیدہ معانی سے خالی اور بیہودہ خیالات اور فحش گوئی سے منزہ ہے' اس کا کلام قلیل الفاظ مگر کثیر معانی پر مشتمل ہوتا ہے' یہ واحد شاعر ہے جسے مدح' ضرب الامثال اور حکیمانہ مقولے نظم کرنے میں کمال حاصل ہے۔

اور زہیران غلام شاعروں میں سے ایک ہے جو شاعری کو لکھ کر پرکھتے اور کانٹ چھانٹ کرتے تھے اس کے قصائد کو "حوالیات" کہا جاتا ہے کیونکہ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ چار مہینوں تک قصیدہ نظم کرتا اور چار ماہ تک اس کی کانٹ چھانٹ کرتا اسے عظیم شعراء پر پیش کرتا تاآنکہ لوگوں کو وہ قصیدہ سال بھر کے بعد جا کر ملتا

اس کے معلقہ کا مختصر تجزیہ:۔

جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ اس کے معلقہ کا موضوع مرہ قبیلہ کے ان دو شخصوں۔ حرم بن سنان اور حارث بن عوف۔ کی مدح سرائی ہے جنہوں نے کوشش کر کے عبس اور ذبیان کے درمیان صلح کروائی تھی' لیکن اس نے جاہلی طرز کے مطابق اپنے معلقہ کی ابتدا محبوبہ کے مکان کے آثار پر ٹھہرنے' اسے سلام دعا دینے اور اس کی خوبیاں کرنے سے کی ہے' وہ ان آثار کو دیکھ کر پرانے زمانے کی یادوں کو تازہ کرتا ہے' چونکہ وہ ام اوفی کی اقامت گاہ کے کھنڈرات اور مٹے ہوئے نشانات پر بیس سال کے بعد آکر کھڑا ہوا تھا' چنانچہ وہ بمشکل ان آثار کی شناخت کر سکا

فلما عرفت الدار قلت لربعها' الا عم صباحا ایها الربع واسلم

جب میں نے اس مکان کو پہچان لیا تو میں نے اس گھر کو کہا' اے مکان خدا کرے تیری صبح بخیر ہو اور تو زندہ و سلامت رہے۔

پھر اس کے تصور میں محبوبہ کے قافلہ کا وہ منظر آگیا جب وہ گلابی حاشیہ کے باریک پردے والے ہودجوں میں سوار ہو کر کوچ کر رہی تھیں اور وہ غمزدہ نگاہوں اور والہانہ دل سے ان پر نظریں جمائے ہوئے تھا پھر وہ ان راستوں اور منزلوں کا بیان شروع کرتا ہے جہاں سے اس قافلہ کو گزر کر پہنچنا ہے وہ نہایت خوبصورت انداز میں ان مناظر کی اپنے ذہن میں تصویر کھینچتا ہے' گویا وہ سواریاں اس کی نگاہوں کے سامنے سے ان مقامات پر سے گزر رہی ہیں اگر اس کا دوست اسے غور سے دیکھے تو وہ بھی ان سواریوں کو دیکھ لے گا

تبصر خلیلی هل تری من ظعائن' تحملن (بالعلیاء) من فوق (جرثم)

تلون بانماط عتاق و کلة' وراء حواشیها مشاکهة . الدم
بکرن بکورا واستحرن بسحرة' فهن لوادی الرس کالید فی الفم
وفیهن ملهی للصدیق ومنظر' انیق لعین الناظر المتوسم
فلما وردن الماء زرقا جمامة' وضعن عصی الحاضر المتخیم

اے میرے دوست! دیکھ تو کیا تجھے وہ سواریاں نظر آ رہی ہیں جو جرثم کے بالائی علاقے علیاء سے کوچ کر رہی ہیں۔
ان کے اوپر صاف رنگ کے باریک پردے اور چادریں پڑی ہوئی ہیں جن کے کنارے خون کی طرح گلابی ہیں۔
ان سواریوں نے صبح صبح منہ اندھیرے ہی سفر شروع کر دیا ہے اور وہ اس وقت "وادی الرس" کے اتنا نزدیک پہنچ چکی ہیں جیسے منہ کے لئے ہاتھ
ان سواریوں میں عاشق مزاج کی تفریح قلبی کا سامان ہے اور صاحب ذوق اور اہل نظر کیلئے خوشنما و حسین منظر ہے۔
جب ان کی آمد گہرے نیلے پانی پر ہوئی تو انہوں نے وہیں خیمے لگا کر رہائش اختیار کر لی۔
یہاں سے شاعر اپنا طرز کلام بدلتے ہوئے ان دو شخصیتوں کی طرف رخ کرتا ہے جنہوں نے جدوجہد کر کے صلح و امن کی فضا قائم کرنے کے لئے اپنی طرف سے خون بہا ادا کر کے جنگ کو روک دیا تھا وہ ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

یمینا لنعم السیدان وجدتما' علی کل حال من سحیل و مبرم
تدارکتما عبسا وذبیان بعدما' تفانوا و دقوا بینهم عطر منشم
وقد قلتما ان ندرک اسلم واسعا' بمال و معروف من الامر نسلم
فاصبح یجری فیهم من تلادکم' مغانم شتی من افال المزنم

خدا کی قسم! خواہ نرمی ہو یا سختی تم دونوں ہر قسم کی حالت میں نہایت بلند مرتبہ ثابت ہوئے ہو
عبس اور ذبیان تو ایک دوسرے کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے لیکن تم دونوں نے ان کا خوب تدارک کیا
تم نے کہا اگر کسی اچھی کلام یا مال و دولت سے صلح کی کوئی صورت نکل سکی تو ہم ضرور جانوں کو تلف ہونے سے بچالیں گے۔
پھر آپ کے مویشیوں میں سے مقتولین کے ورثاء کو نوجوان اونٹ (بطور دیت) دیئے

جانے لگے۔

پھر شاعر مدح سے عارضی طور پر گریز کرتے ہوئے جھگڑا کرنے والوں کو نرمی اور پیار سے صلح کی طرف بلاتا ہے لیکن جنگ کے تذکرہ کے وقت پھر سختی اور تلخی پیدا ہو جاتی ہے پھر لوگوں کو جنگ کی ہولناکی اور تباہ کاریوں سے آگاہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

وما الحرب الا ما علمتم و ذقتم' وما هو عنها بالحديث المرجم
متى تبعثوها تبعثوها ذميمة' وتضر اذا ضريتموها فتضرم
فتعرككم عرک الرحى بثفالها' وتلقح كشافا ثم تنتج فتتئم
فتغلل لكم مالا تغل لاهلها' قرى بالعراق من قفيز و درهم

جنگ کے نتائج تم دیکھ بھی چکے اور چکھ بھی چکے ہو' اور یہ کوئی اٹکل پچو کی باتیں نہیں ہیں۔

جب تم جنگ کو چھیڑو گے تو تمہیں اس کے برے نتائج کا ہی سامنا کرنا پڑے گا' اور جب تم اس کو بھڑکاؤ گے تو پھر یہ بھڑکتی ہی جائے گی۔

وہ تمہیں اس طرح رگڑ کر پیس دے گی جیسے کیل جڑ میں لپٹے ہوئے مائیں کو چکی رگڑ کر رکھ دیتی ہے وہ سال میں دو مرتبہ حاملہ ہو گی اور جب جنے گی تو ایک جھول میں دو دو بچے جنے گی۔

پھر وہ تمہیں اس قدر تکلیفوں اور مصیبتوں میں مبتلا کر دے گی کہ عراق کے علاقوں میں اتنا غلہ اور دولت بھی پیدا نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد وہ پھر اپنے ممدوحوں کی طرف رجوع کرتا ہے اور ان کی مدح کرتا ہے کہ انہوں نے ایک ایسی قومی پریشانی کو دور کیا حالانکہ اس کے پیدا کرنے میں ان کا کوئی دخل نہیں تھا پھر جنگ بھڑکانے کا تمام جرم حم بن ضمضم پر لگاتے ہوئے کہتا ہے۔

وكان طوى كشحا على مستكنة' فلا هو ابدا ها ولم يتجمجم
وقال ساقضى حاجتى ثم اتقى' عدوى بالف من ورائى ملجم
فشد ولم تفزع بيوت كثيرة' لدى حيث القت رحلها ام قشعم
لدى اسد شاكى السلاح مقذف' له لبد اظفاره لم تقلم
رعوا ما رعوا من ظمئهم ثم اوردوا' غمارا تسيل بالرماح و بالدم
فقضوا منايا بينهم ثم اصدروا' الى كلا مستوبل متوخم

اس نے اپنے دل میں کینہ اور انتقام کی آگ چھپائی تھی جسے نہ تو وہ ظاہر کرتا تھا اور نہ ہی مبہم طور سے بتاتا تھا۔

اس نے دل میں سوچا ہوا تھا کہ میں اپنے منصوبے کی تکمیل کے بعد اپنے ہزار سواروں کی پناہ میں چلا جاؤں گا جو میرے پیچھے مجھے دشمن سے بچانے کے لئے کھڑے ہیں۔
پھر اس نے حملہ کر دیا اور دوسرے بہت سے گھروں کو خوفزدہ کئے بغیر اس کا رخ کیا جہاں موت نے اپنا ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔
جہاں ہتھیاروں سے لیس مسلح شیر رہتا تھا جس کے ناخن کٹے ہوئے اور گردن کے بال لمبے تھے۔
انہوں نے (زمانہ امن میں) اپنے جانوروں کو جب تک چاہا چرایا پھر ایسے گھرے پانی (میدان جنگ) پر انہیں اتارا جو خون اور نیزوں سے بہہ رہا تھا۔
پھر انہوں نے اپنی اپنی موتوں کا آپس میں فیصلہ کر لیا اور اس چراگاہ میں واپس چلے گئے جس کی گھاس نہایت ثقیل اور خوفناک تھی۔
پھر شاعر پر انسانی فطرت اور فلسفیانہ طبیعت کا رنگ غالب آجاتا ہے وہ ایک فلسفی کی طرح فانی زندگی سے اکتا کر موت کی حقیقت پر غور کرنے لگتا ہے اور اپنے بیتے ہوئے تجربوں کی بناء پر نصیحت کرتا ہے۔

رایت المنایا خبط عشواء من تصب' تمته ومن تخطی یعمر فیهرم
ومن هاب اسباب المنایا ینلنه' ولونال اسباب السماء بسلم
ومن یجعل المعروف من دون عرضه' یفره' ومن لایتق الشتم یشتم
ومن یجعل المعروف فی غیر اهله' یعد حمده ذما علیه ویندم
ومهما تکن عند امری من خلیقة' وان خالها تخفی علی الناس تعلم
وکائن تری من معجب لک شخصه' زیادته او نقصه فی التکلم
لسان الفتی نصف و نصف فواده' فلم یبق الا صورة اللحم والدم
وان سفاه الشیخ لا حلم بعده' وان الفتی بعد السفاهة یحلم

میں تو موت کو یوں دیکھتا ہوں جیسے وہ اندھے پن اور بوکھلاہٹ کے عالم میں پاؤں مارتی ہے جس کو اس کی ٹانگیں لگ جاتی ہیں وہ مر جاتا ہے اور جو بچ جاتا ہے وہ لمبی عمر پا کر بوڑھا کھوسٹ ہو جاتا ہے۔
جو موت کے پھندوں سے ڈرتا ہے موت اسے ضرور گرفتار کرے گی خواہ وہ سیڑھی کے ذریعے آسمان پر کیوں نہ چڑھ جائے۔
جو اپنی عزت و آبرو بچانے کی خاطر مال و دولت خرچ کرتا ہے تو وہ اپنی عزت و ناموس کو

بچالیتا ہے اور جو گالی گلوچ سے اجتناب نہیں کرتا اسے گالیاں سننا بھی پڑتی ہیں۔
جو نااھل لوگوں سے حسن سلوک کرتا ہے اس کی نیکی بھی برائی شمار ہوتی ہے اور اسے پچھتانا بھی پڑتا ہے۔
تم لوگوں سے اپنی عادت کو کتنا ہی چھپانا چاہو وہ ایک نہ ایک دن لوگوں کے سامنے ظاہر ہو ہی جائے گی۔
بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی ظاہری شخصیت بہت اچھی لگتی ہے لیکن کسی کی خوبی یا نقص کا پتہ تو اس کے بولنے سے لگتا ہے۔
انسان کا آدھا حصہ اس کی زبان اور آدھا حصہ اس کا دل ہے' باقی تو گوشت اور خون کے ڈھانچے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔
اگر بوڑھے میں حماقتیں پائی جاتی ہیں تو اس کے بعد اس کے حلیم و بردبار بننے کی توقع نہیں کی جاسکتی مگر جوان آدمی نادانی کے بعد بھی عقلمند بن سکتا ہے۔

اعشی۔

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو بصیر میمون بن قیس بن جندل ان تجربہ کار اور ماہرین فن اساتذہ میں سے ایک ہے جنہوں نے شاعری کی بیشتر اقسام میں طبع آزمائی کر کے اسے کمائی کا ذریعہ بنایا یمامہ کی منفوحہ نامی بستی میں اس نے پرورش پائی اپنے ماموں میسب بن علس کی شاعری کا راوی بن کر اس نے شاعری میں کمال حاصل کیا حتی کہ جب اس کی عقل پختہ ہوئی اور زبان میں سلاست و زور پیدا ہوا تو یہ کمائی کی تلاش میں ملک ملک پھرتا رہا بادشاہوں کے درباروں میں پہنچا ان کی مدح کر کے بخشیں مانگتا پھرتا' یہ شاہان نجران بنو عبد المدان کے ہاں پہنچا تو انہوں نے اس کو عزت و احترام دیا اور اسے گرانقدر عطیے دیئے' ان کی صحبت کی وجہ سے وہ شراب نوشی کا عادی بن گیا' نیز ان کے بعض اثرات بھی قبول کر گیا۔ یہ چیزیں اس کے اشعار سے ملتی ہیں' خصوصا شراب کے اوصاف بہت زیادہ ملتے ہیں' اعشی نے بہت لمبی عمر پائی حتی کہ بڑھاپے کی وجہ اس کی بینائی جاتی رہی اس نے جب نبی اکرمؐ کی نبوت کے متعلق سنا تو آپ کی شان میں مدحیہ قصیدہ کہا اور آپ سے ملاقات کے لئے حجاز کا رخ کیا قریش کو جب اس کے مسلمان ہو جانے کی خبر ملی تو سخت گھبراہٹ طاری ہوئی ابو سفیان کہنے لگا خدا کی قسم اگر یہ محمدؐ کے پاس چلا گیا یا مسلمان ہو گیا تو اپنی شاعری کی وجہ سے

عربوں میں آگ بھڑکا دے گا۔ تو انہوں نے اس کے لئے سو اونٹ اکٹھے کر دیئے اعشیٰ وہ لے کر واپس ہوا اور جب وہ یمامہ کے قریب ہوا تو وہ اونٹنی سے گرا اور اونٹنی نے اس کی گردن کچل دی۔

اس کی شاعری:۔

بعض راویان شعر اور شاعری کے اصحاب نقاد کے خیال میں امرؤالقیس' زہیر اور نابغہ کا چوتھا ساتھی اعشیٰ ہے اور وہ کہتے ہیں بہترین شاعر امرؤالقیس ہے جب وہ سوار ہو' اور زہیر جب وہ شوق و رغبت کرے اور نابغہ جب وہ خوفزدہ ہو اور اعشیٰ جب وہ مست ہو' ان کی ترتیب میں اگرچہ اختلاف ہو سکتا ہے لیکن یہ ان کی عظمت پر دلالت کرتی ہیں' سچی بات یہ ہے کہ آپ کو اس کی شاعری میں جو رونق حسن' حلاوت اسلوب اور شراب کے وصف میں کمال مہارت اور تطویل کے باوجود عمدہ بیانی ملے گی وہ کسی اور شاعر کی شاعری میں نہیں مل سکتی' اس کی شاعری سے کان گونج اٹھتے ہیں' دل میں ہیبت سی چھا جاتی ہے اور یہ لوگوں پر اثر انداز ہوتی ہے اسی وجہ سے اس کا لقب "صناجۃ العرب" (عرب کا جنگ بجانے والا) پڑ گیا اس نے شاعری کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو معزز کیا اور بہت سوں کو بے عزت کیا محلق کا واقعہ (یعنی وہ غریب اور تنگ دست اور گمنام تھا اس کی سات بیٹیاں تھیں اس کو کوئی پوچھتا نہیں تھا بیوی کی تجویز سے اس نے اعشیٰ کی دعوت کی اور غربت کے باوجود اونٹنی ذبح کی تو اعشیٰ نے اس کی مدح میں قصیدہ کہا تو وہ لوگوں میں مشہور ہو گیا) اور قریش کا اس کے اسلام لانے سے خطرہ محسوس کرنا اس امر کے بین دلائل ہیں۔

شاعری کا نمونہ:۔

اس کے چیدہ چیدہ اشعار میں وہ لامیہ قصیدہ ہے جسے بعض لوگوں نے معلقہ میں شمار کیا ہے اس کا مطلع یہ ہے۔

ودع هريرة ان الركب مرتحل' وهل تطيق وداعا ايها الرجل؟

ھریرہ کو الوداع کہو کیونکہ قافلہ کوچ کر رہا ہے' اے شخص! کیا تجھ میں الوداع کہنے کی ہمت بھی ہے؟

اس قصیدہ کے کچھ دیگر اشعار

ابلغ یزید بنی شیبان مالکة' ابا ثبیت اما تنفک تاتکل
الست منتهیا عن تحت اثلتنا' ولست ضائرھا ما اطت الابل
کناطح صخرة یوما لیوھنھا' فلم یضر ھاو اوھی قرنه الوعل
لقد زعمتم باتا لانقاتلکم' انا لامثالکم یا قومنا قتل
قالوا الطراد' فقلنا تلک عادتنا' او تنزلون فانا معشر نزل

بنو شیبان کے یزید کو میرا یہ پیغام پہنچادو کہ ابو ثبیت! کیا تو سدا ہم سے یونہی جلا بھنا رہے گا؟

کیا تو ہمارے خاندان کی توہین کرنے سے باز نہیں آئے گا حالانکہ تو رہتی دنیا تک اس کو گزند نہیں پہنچا سکتا

تیری مثال مضبوط چٹان سے ٹکرانے والے بارہ سنگے کی سی ہے۔
جو اسے کمزور کرنا چاہتا ہے وہ اس کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتا الٹا اپنے ہی سینگ کمزور کر لیتا ہے۔

تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ ہم تم سے جنگ نہیں کریں گے' اے لوگو! ہم تم جیسوں کے لئے تو جلاد اور خونخوار ہیں۔

انہوں نے کہا ہم سب مل کر حملہ کریں گے تو ہم نے کہا یہ تو ہماری عادت ہے یا اگر تم انفرادی جنگ کرو تو ہم اس انداز جنگ سے بھی واقف ہیں۔

آنحضرتؐ کی شان میں جو مدحیہ قصیدہ تیار کیا تھا اس کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

الم تغتمض عیناک ارمدا' وبت کما بات السلیم مسھدا
وما ذاک من عشق النساء وانما' تناسیت قبل الیوم خلة مھددا
ولکن اری الدھر الذی ھو خائن' اذا اصلحت کفای عاد فافسدا
شباب و شیب وافتقار و ثروة' فلله ھذا الدھر کیف ترددا!

کیا آنکھیں دکھنے کی وجہ سے رات بھر تیری آنکھ نہیں لگی اور تو اس آدمی کی طرح رات بھر بے چین رہا جسے سانپ نے ڈس لیا ہو

تیری یہ بے چینی و بے خوابی کسی عورت سے عشق و محبت کی وجہ سے نہیں کیونکہ تو نے تو آج سے عرصہ پہلے مہدد (محبوبہ) کو بھلا دیا تھا۔

لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ زمانہ میرے ساتھ بے وفائی کر رہا ہے' جب میری حالت سدھرنے لگتی ہے وہ پلٹ کر پھر خراب کر دیتا ہے۔

کبھی جوانی' کبھی بڑھاپا' کبھی غربت اور کبھی امارت اس زمانے کو خدا سمجھے یہ کیسے کیسے رنگ بدلتا ہے۔

اس قصیدہ کے چند اور اشعار

فآلیت لا ارثی لها من کلالة ولا من وجی حتی تلاقی محمدا

حتی ما تناخی عند باب ابن هاشم تراحی و تلقی من فواضله ندی

نبی یری ما لایرون و ذکره اغار لعمری فی البلاد و انجدا

له صدقات ما تغب و نائل ولیس عطاء الیوم یمنعه غدا

میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اونٹنی کے تھکنے اور اس کے پیروں کے زخمی ہونے پر اس وقت تک رحم نہیں کھاؤں گا جب تک حضرت محمدؐ کی خدمت میں نہ پہنچ جائے۔

جب تو ابن ہاشم (حضرت محمدؐ) کے دروازے پر جا کر بیٹھے گی تب تجھے آرام ملے گا اور تو اس کی عنایات سے فیض یاب ہو گی۔

وہ ایسا نبی ہے جو ان چیزوں کو دیکھ لیتا ہے جنہیں لوگ نہیں دیکھ سکتے اور تمام ممالک میں اس کی شہرت کا چرچا ہو چکا ہے۔

اس کی بخششیں کبھی ختم نہیں ہوتیں اور نہ ہی اس کی آج کی عنایات کل کی عنایات میں رکاوٹ بنتی ہیں۔

عنترہ عبسی
وفات 28 قبل ہجری

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابوالمغلس عنترہ بن عمرو بن شداد عبسی کا باپ شریف النسل تھا اور ماں زبیبہ حبشیہ تھی یہ عرب کے بدنسلوں بلکہ غیر عربوں میں شمار ہوتا تھا اس کے باپ نے جاہلی دستور کے مطابق اس کی پیدائش کے وقت ہی نفی کر دی تھی کیونکہ وہ لونڈی کے پیٹ کے بچے کو اپنی نسل شمار نہیں کرتے تھے خود یہ لڑکا بھی اپنی غلامی کے داغ سے بیزار رہا اس نے جنگ وجدل کی مشق کی سپہ گری اور سواری کی تربیت حاصل کری بالآخر وہ ایک دن جنگی شہسوار اور فوجی کمانڈر بن گیا اتفاق سے

کسی قبیلے نے عبس پر لوٹ مار مچادی اور ان کے اونٹ بھگا لے گئے عبسیوں نے ان کا پیچھا کیا اور عنترہ بھی ان میں شامل تھا' اس کے باپ نے کہا "عنترہ حملہ کرو" وہ تو پہلے ہی باپ کے اس کو غلام بنائے رکھنے کی وجہ سے جلا بھنا تھا فوراً جواب دیا "غلام اچھی طرح حملہ نہیں کر سکتا البتہ وہ دودھ اچھی طرح دوہ سکتا ہے اور تھن باندھ سکتا ہے" تو اس کے باپ نے کہا "حملہ کر تو آزاد ہے" تو وہ حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑا اور خوب جی توڑ کر لڑا حتی کہ حملہ آوروں کو شکست ہوئی اور اس نے ان سے لوٹے ہوئے اونٹ واپس لے لئے تب اس کے باپ نے اسے اپنا بیٹا تسلیم کر لیا اسی دن سے اس کا نام مشہور ہونا شروع ہو گیا یہاں تک کہ بہادری' دلیری' پیش قدمی اور جرات میں اس کا نام ضرب المثل بن گیا' اس نے اپنی بہادری اور ناموری کی وجہ شہرت جو بیان کی ہے اس کا یہاں ذکر کرنا قارئین کے لئے مفید ہے کسی نے کہا کیا تو سب سے زیادہ دلیر اور بہادر ہے؟ اس نے کہا نہیں' تو سوال کرنے والے نے کہا تو پھر لوگوں میں یہ بات کیوں مشہور ہو گئی کہ تو سب سے بہادر ہے؟ تو اس نے کہا میں جب اقدام کرنے میں مصلحت دیکھتا تو پیش قدمی کرتا اور اگر پیچھے ہٹنے میں احتیاط دیکھتا تو پیچھے ہٹ جاتا میں اس جگہ کبھی نہیں گھستا جہاں داخل ہونے کے بعد واپسی کا راستہ نظر نہ آتا ہو' میں کمزور اور بزدل کو دیکھ کر اس کی طرف پیش قدمی کرتا اور پوری طاقت سے اس پر وار کرتا جسے دیکھ کر بہادر اور طاقتور کے ہوش اڑ جاتے پھر پلٹ کر بہادر پر بھی حملہ کر دیتا اور اسے مار ڈالتا"

داحس اور غبراء کی جنگوں میں عنترہ نے اپنے قبیلے کی قیادت کی اور قیادت کو خوب نبھایا اور سرداری کے بلند مرتبہ پر فائز ہو گیا اس نے بہت بڑی عمر پائی حتی کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور اس کی جلد پتلی ہو گئی اور وہ تقریباً 28 قبل ہجری میں قتل کر دیا گیا

اس کی شاعری:۔

عنترہ کے دور غلامی میں اس سے کسی اچھے یا برے شعر کی روایت نہیں ملتی کیونکہ غلامی دل کو زنگ آلود کر دیتی اور آتش جذبات کو سرد کر دیتی ہے لیکن جب اس کے باپ نے اسے بیٹا تسلیم کر لیا اور میدان جنگ میں اسے فتح حاصل ہوئی اور قبیلہ کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی تو اس کے سینے میں شاعری نے جوش مارا تو اس کی زبان پر فخر' جنگ اور محبت کے اشعار رواں ہو گئے اور وہ نہایت عمدہ اور پر جوش شعر کہنے لگا آپ کو اس کی شاعری میں غزل کی حلاوت اور فخر کی متانت ملے گی مگر اس کی شاعری کا اکثر حصہ مصنوعی ہے جسے صرف طرز بیان اور اس کے

اشعار کے موضوعات کے ساتھ مطابقت رکھنے کے سوا اور کوئی نسبت نہیں' اس کی اصل اور غیر مخلوط شاعری میں اس کا وہ حصہ شاہکار ہے جسے اس نے اپنی شاعری کا سکہ جمانے اور اپنی فصاحت کے ثبوت کے لئے نظم کیا تھا۔

اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ خاندان عبس کے ایک فرد نے اسے گالی دی اور اس کو بدنسل اور سیاہ ہونے کا طعنہ دیا تو عنترہ نے اسے کہا "میں جنگ میں حصہ لیتا ہوں' مجھے مال غنیمت میں سے پورا حصہ دیا جاتا ہے' میں ہاتھ پھیلانا ناپسند کرتا ہوں' اپنے مال کی سخاوت کرتا ہوں اور اہم مواقع پر مجھے آگے کیا جاتا ہے" تو گالی دینے والے نے کہا "میں تجھ سے بہتر شاعری کرتا ہوں" تو عنترہ کہنے لگا "اس کا تجھے عنقریب پتہ چل جائے گا پھر اس نے صبح ہی اپنا مشہور مذہب قصیدہ لوگوں کے سامنے پیش کیا تو اس طرح اس نے حریف کا ناطقہ بند کر دیا اور اسے شکست فاش دی۔

شاعری کا نمونہ:۔

اس کے معلقہ کے کچھ اشعار

ولقد شربت من المدامة بعدما' ركد الهواجر بالمشوف المعلم
فاذا سكرت فانني مستهلک' مالي' وعرضى وافر لم يكلم
واذا صحوت فلا اقصر عن ندى' وكما علمت شمائلى وتكرمى
ومدجج كره الكماة نزاله' لا ممعن هربا ولا مستسلم
جادت يداى له بعاجل طعنة' بمثقب صدق الكعوب مقوم
فشككت بالرمح الاصم ثيابه' ليس الكريم على القنا بمحرم
فتركته جزر السباع ينشنه' يقضمن حسن بنانه والمعصم

میں نے دوپہر کی تپش ختم ہونے کے بعد ٹھپہ لگے ہوئے چمکدار دیناروں کے عوض شراب پی ہے۔

جب میں شراب پی کر نشہ کی حالت میں ہوتا ہوں تو میں اپنی دولت کو بے دریغ اڑاتا ہوں اور اپنی عزت کو داغدار ہونے سے بچالیتا ہوں اس پر کوئی دھبہ نہیں لگتا

اور جب میرا نشہ اتر جاتا ہے اور میں صحیح ہوتا ہوں تب بھی سخاوت میں کمی نہیں کرتا میری عادات اور شرافت کو تو خوب جانتی ہے۔

وہ مسلح جنگجو جس کے مقابلہ میں اترنے سے بڑے بڑے جری اور بہادر گھبرا جاتے ہیں جو میدان کارزار سے نہ تو گھبراتا ہے اور نہ ہی اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کرتا ہے۔

میرے ہاتھوں نے نہایت عمدگی اور جلدی سے مضبوط سیدھا نیزہ اس کے جسم میں گھونپ دیا۔

پھر میں نے اس کے بدن کو نیزہ میں پرو دیا کوئی بھی شریف انسان نیزہ پر حرام نہیں کیا گیا
میں نے اس کو قتل کر کے درندوں کی خوراک بنا چھوڑا جو اس کا گوشت نوچ رہے تھے
اور اس کی کلائی اور ہڈیوں کے حسین جوڑ چبا رہے تھے۔

ولما رایت القوم اقبل جمعهم' یتذامرون کررت غیر مذمم
یدعون عنتر والرماح کانها' اشطان بئر فی لبان الادهم
مازلت ارمیهم بثغرة نحره' ولبانه حتی تسربل بالدم
فازور من وقع القنا بلبانه' وشکا الی بعبرة وتحمحم
لوکان یدری ما المحاورة اشتکی' ولکان لو علم الکلام مکلمی
ولقد شفی نفسی وابرا سقمها' قیل الفوارس ویک عنتر اقدم
والخیل تقتحم الغبار عوابسا' من بین شیظمة واجرد شیظم

جب مجھے یقین ہو گیا کہ لوگوں کی جماعتیں ایک دوسرے کو لڑائی پر اکسا رہی ہیں تو میں نے بھی جرات و شجاعت سے بہترین حملہ کیا

لوگ پکار پکار کر کہہ رہے تھے عنترہ! آگے بڑھو' اور میرے سیاہ گھوڑے کے سینے میں کنویں کی رسیوں کی طرح لمبے لمبے نیزے پیوست تھے۔

میں گھوڑے کے سینے کو دشمنوں کی جانب برابر آگے بڑھائے جا رہا تھا حتی کہ اس کا اگلا حصہ ایسے خون سے چھلنی ہو گیا جیسے اس نے خون کا قمیض پہن لیا ہو

اپنے سینے پر نیزوں کے زخموں سے چور چور ہو کر اس نے گردن موڑی اور ہنہناتے ہوئے مجھ سے فریاد کی۔

اگر وہ بولنے کی ہمت رکھتا ہو ضرور مجھ سے شکایت کرتا اور اگر بات کرنا جانتا ہوتا تو ضرور مجھ سے ہم کلام ہوتا

میرے دل کو شہسواروں کے اس جوش نے تقویت بخشی اور میری تمام کدورت کو ختم کر دیا کہ عنترہ آگے بڑھو' شاباش عنترہ

ایسے وقت میں کہ جب کم بالوں والے گھوڑے منہ بسورے ہوئے نرم ریتلی زمین میں داخل ہو رہے تھے۔

اس کے کچھ اور اشعار

بكرت تخوفنى الحتوف كاننى اصبحت عن غرض الحتوف بمعزل
فاجبتها ان المنية منهل لابد ان اسقى بكاس المنهل
فاقنى حياءک لا ابالک واعلمی انی امرو ساموت ان لم اقتل
ان المنية لو تمثلت مثلت مثلی اذا نزلوا بضنک المنزل
انی امرو من خير عبس منصبا شطری واحمی سائری بالمنصل
واذا الكتيبة احجمت وتلاحظت الفيت خيرا من معم مخول
والخيل تعلم والفوارس اننی فرقت جمعهم بضربة فيصل
والخيل ساهمة الوجوه كانما تسقى فوار سها نقيع الحنظل
ولقد ابيت على الطوى اظله حتى انال به كريم المكاكل

وہ مجھے موت سے خوفزدہ کرنے لگی گویا میں موت سے بچ کر ایک محفوظ پناہ گاہ میں پہنچ گیا ہوں۔

میں نے اسے جواب دیا موت تو ایک ایسا گھاٹ ہے جس کا پیالہ مجھے ہر حال میں پینا پڑے گا

لیکن تیرا باپ نہ رہے تو ہوش میں آ حیا کا دامن تھام لے میں ایک انسان ہوں اگر قتل نہ ہوا تو موت ضرور دبوچ لے گی۔

جب جنگ زوروں پر ہوتی اور موت کسی شخص کی تصویر بن کر آتی تو وہ میری ہی شکل میں آتی۔

میرا آدھا حصہ عبس کے اعلیٰ خاندان سے ملتا ہے اور تلوار کے ذریعے میں اپنے پورے نسب کی حفاظت کرتا ہوں۔

جب لشکر پیچھے ہٹنے لگے یا گھبراہٹ میں ایک دوسرے کو کنکھیوں سے دیکھے تو میں وہاں چچاؤں اور ماموؤں سے اچھا پایا جاتا ہوں۔

سواروں کے دستے اور شہسوار سبھی جانتے ہیں کہ میں ان کے جتھے کو فیصلہ کن وار سے تتر بتر کر دیتا ہوں۔

اور گھوڑے اس طرح منہ بسورے ہوتے ہیں گویا ان کے سواروں کو اندرائن ملا کر پلایا جا رہا ہے۔

میں لگاتار کئی کئی دن بھوکا رہ جاتا ہوں حتی کہ میں شریفانہ اور باعزت خوراک حاصل کر کے رہتا ہوں۔

طرفہ بن العبد
وفات 60 قبل ہجری

پیدائش اور حالات زندگی:۔

طرفہ بن العبد بن سفیان بکری یتیم پیدا ہوا تھا اس کے چچاؤں نے اس کی تربیت کی تھی لیکن اس کی تربیت میں کوتاہی برتی بلکہ اسے بے ادب بنا دیا جب یہ جوان ہوا تو بے کار اور آرام پرست تھا بلکہ یہ لہو و لعب اور مے نوشی کا عادی تھا لوگوں کی عزتوں کو پامال کر کے انہیں زچ کرنے کا شوق رکھتا تھا جوانی کی مستی میں آکر اس نے عمرو بن ہند بادشاہ کی ہجو کہہ ڈالی حالانکہ ابھی اس کو بادشاہ کی رضامندی کی ضرورت تھی اور وہ اس کے عطیات کا محتاج تھا اس کی ہجو کی وجہ سے عمرو کے دل میں اس کے خلاف نفرت ہو گئی اور کینہ پیدا ہو گیا

ایک مرتبہ وہ اپنے ماموں متلمس کے ساتھ بادشاہ کے پاس انعامات و بخشش کی غرض سے گیا (متلمس نے بھی بادشاہ کی ہجو کی تھی) وہ دونوں سے بڑے پرتپاک انداز سے ملا تاکہ وہ دونوں اس کی طرف سے مطمئن ہو جائیں بلکہ اس نے ہر ایک کو انعام بھی دیا اور ساتھ ہی دو خط بحرین کے گورنر کے نام لکھ دیئے اور کہا کہ وہاں سے جا کر اپنا پورا پورا انعام وصول کر لیں' وہ ابھی گورنر بحرین کی طرف جانے والے راستہ پر ہی تھے کہ متلمس کو خط کے متعلق شک گزرا اس نے خط پڑھنے والے کو تلاش کیا جب اس نے خط پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا "باسمک اللھم' عمرو بن ہند کی طرف سے کمبیر کی طرف' جونہی تیرے پاس متلمس میرا یہ خط لے کر پہنچے اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر زندہ دفن کر دینا" اس نے وہ خط نہر میں پھینک دیا پھر طرفہ کو کہنے لگا تیرے خط میں بھی ایسے ہی لکھا ہو گا۔ تو اس نے کہا' ہرگز نہیں میرے خط میں ایسے نہیں ہو سکتا اور وہ سیدھا بحرین کے گورنر کے پاس پہنچا تو اس نے طرفہ کو قتل کر دیا اس وقت اس کی عمر چھبیس سال ہو چکی تھی۔

اس کی شاعری:۔

طرفہ بچپن سے ہی نہایت ذہین' انتہائی حساس اور تیز فہم تھا اس کی عمر ابھی بیس سال بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ بلند پایہ اور کامل شعراء میں شمار ہونے لگا۔ لیکن عمرو بن کلثوم کی طرح طرفہ بھی

صرف اپنے معلقہ کی وجہ سے ہی مشہور ہوا ہو سکتا ہے اس کے اشعار تو بہت زیادہ ہوں لیکن راویان شعر کی ان تک رسائی نہ ہو سکی ہو' طرفہ وصف میں راست گو اور مبالغہ میں غلو سے گریز کرنے میں امتیازی مقام رکھتا تھا لیکن اس کے اشعار میں عمدہ ترکیبیں' غیر مانوس الفاظ اور مبہم مضامین پائے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس کے اس معلقہ میں پایا جاتا ہے جس کی ابتدا غزل سے کی ہے پھر اس نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے انوکھے اور منفرد انداز میں اپنی اونٹنی کی تعریف کی ہے اس کے بعد اپنے ذاتی کمال کو فخریہ انداز میں پیش کیا ہے' جو نہایت پر مغز اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور شاعری ہے ذیل میں ہم اس کے معلقہ کا مختصر تجزیہ پیش کرتے ہیں

اس کے معلقہ کا مختصر تجزیہ:۔

طرفہ نے اپنے معلقہ کی ابتدا اپنی محبوبہ خولہ کے کھنڈرات کے ذکر سے کیا ہے اور وہ ان کے آثار و نشانات کو ہاتھوں میں گدے ہوئے دھندلے نقوش سے تشبیہ دیتا ہے' پھر وہاں کچھ دیر توقف کے بعد محبوبہ کے ان قبہ نما ہودج کا خیال دل میں لاتا ہے جو صبح کے وقت کوچ کر رہے تھے پھر مختصر انداز میں نہایت حسن اسلوب کے ساتھ اس سماں کو بیان کرتا ہے' پھر خوبصورت انداز میں محبوبہ کی تعریف کرنے لگتا ہے جس سے اس کے سینہ میں عشق و محبت کا درد ابھر آتا ہے پھر وہ اس کی یاد سے گریز کرتے ہوئے اپنی اونٹنی کی تعریف کرنے لگتا ہے اس کے اعضاء اور اس کی حرکات کو طول دے کر نہایت احسن اور منفرد انداز میں بیان کرتا ہے۔

وانی لا مضی الهم عند احتضاره' بهوجاء مرقال تروح و تغتدی
تباری عتاقا ناجیات' واتبعت' وظیفا وظیفا فوق مور معبد
مهابیة العثنون موجدة القرا' بعیدة وخد الرحل موارة الید
واتلع نهاض اذا صعدت به' کسکان بوصی بدجلة مصعد

جب مجھے غم و فکر گھیر لیتے ہیں تو میں تیز رفتار صبح و شام سفر پر رواں دواں سانڈنی پر سوار ہو کر دور کرتا ہوں۔

وہ تیز رفتار نسلی سانڈنیوں سے آگے نکل جاتی ہے وہ پٹے ہوئے راستہ پر دوڑتے وقت پچھلے پاؤں کے نشانوں پر رکھتی ہے۔

اس کی گردن کے بال صاحب نسل کے اونٹوں کی طرح بھورے ہیں' پشت مضبوط ہے اور اس کے قدموں کا فاصلہ لمبا ہوتا ہے اور ہاتھ بہت پھرتی سے چلتے ہیں۔

اس کی گردن لمبی اور اوپر اٹھی رہتی ہے' جب وہ اسے اونچا کرتی ہے تو ایسے معلوم ہوتی ہے جیسے وہ دجلہ کی چڑھائی میں چلنے والی کشتی کے اگلے سرے پر رخ پھیرنے کا پنکھا ہو
پھر وہ موضوع کو بدل کر اپنی مدح سرائی کرتا ہے اور وہ بتاتا ہے کہ زمانہ امن میں کھیل کود اور تفریح کا عادی ہوتا ہے اور زمانہ جنگ میں بہادری و جرات کا پیکر ہوتا ہے۔

اذا القوم قالوا من فتی؟ خلت انی' عنیت فلم اکسل ولم ابـ
ولست بحلان التلاع مخافة' ویکن متی یسترفد القوم ار
فان تبغنی فی حلقة القوم تلفنی' وان تلتمسنی فی الحوانیت تصط
ومازال تشرابی الخمور ولذتی' وبیعی وانفاقی طریفی و متلد
الی ان تحامتنی العشیرة کلها' وافردت افراد البعیر المعبـ
رایت بنی غبراء لا ینکروننی' ولا اهل هذاک الطراف الممد
الا ایها الزاجری احضرالوغی' وان اشهد اللذات هل انت مخلدی
فان کنت لا تستطیع دفع منیتی' فدعنی ابا درها بما ملکت یدی

جب قوم کہتی ہے "بہادر جوان مرد کون ہے؟ تو میں سمجھتا ہوں اس ندا سے مراد مجھے ہی لیا جا رہا ہے پھر نہ تو میں سستی کرتا ہوں اور نہ ہی بدحواس ہوتا ہوں۔
میں اس ڈر سے چھوٹے چھوٹے ٹیلوں پر بسیرا نہیں کرتا کہ کہیں مہمان نہ آجائیں بلکہ جب لوگ مجھ سے تعاون کی اپیل کرتے ہیں تو میں ان کی مدد کرتا ہوں۔
اگر تم مجھے قومی مجلسوں میں تلاش کرو گے تو مجھے وہاں پاؤ گے اور مجھے شراب خانوں میں ڈھونڈو گے تو وہاں بھی شکار کر لو گے۔
میری شراب نوشی' لذت پرستی' ذاتی اور موروثی مال کو فروخت کرنے اور لاپروائی سے خرچ کرنے والی عادتیں کبھی نہ چھوٹ سکیں
حتی کہ خاندان نے مجھ سے کنارہ کشی کر لی' اور مجھے خارشی اونٹ کی طرح الگ تھلگ کر دیا گیا
میرے خیال میں خاک نشیں لوگ بھی مجھے جانتے ہیں اور شاندار محلات میں رہنے والے بھی میرے شرف کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرتے۔
ارے وہ شخص جو مجھے جنگ میں شریک ہونے اور دلچسپیوں میں مصروف رہنے پر ملامت کرتا ہے کیا تو مجھے ہمیشہ زندہ رکھ لے گا؟
اگر تو مجھے موت کی گرفت سے نہیں بچا سکتا تو چھوڑ مجھے موت سے پہلے اپنی دولت سے

فائدہ اٹھانے دے۔

پھر نہایت بے باکی اور سچائی سے اعلان کرتا ہے کہ دنیاوی زندگی میں اس کے تین ہی مقاصد ہیں شراب نوشی، عشق و محبت اور ہمدردی و شجاعت، اور اگر یہ تین محبوب مشغلے نہ ہوتے تو اسے زندہ رہنے کی آرزو ہی نہ رہتی اور نہ موت کا خطرہ ہوتا

ولولا ثلاث هن من عيشة الفتى، لعمرك لم احفل متى قام عودى
ومنهن سبقى العاذلات بشربة، كميت متى ما تعل بالماء تزبد
وتقصير يوم الدجن والدجن معجب، ببهكنة تحت الخباء المعمد
وكرى اذا نادى المضاف محنبا، كسيد الغضاذى السورة المتورد

اگر یہ تین مشغلے نہ ہوتے جو ایک جوانمرد آدمی کی اصل زندگی ہیں تو تیری عمر کی قسم مجھے اپنے پرسان حال تیمار داروں کی کوئی پرواہ نہ ہوتی کہ وہ کب (مایوس ہو کر) کھڑے ہوتے ہیں (یعنی مجھے اپنے مرجانے کی کوئی پرواہ نہ ہوتی)

ان میں سے ایک تو صبح تڑکے ہی۔ جب کہ ابھی تک ملامت کرنے والی نہ جاگی ہوں۔ ارغوانی شراب کا دور چلانا جب اس میں پانی ملایا جائے اور وہ جھاگ چھوڑ جائے۔

دوسرا مشغلہ نازک اندام معشوقہ کے ساتھ اونچے ستونوں والے خیمہ میں گھٹا چھائے ہوئے دن کو عیش و عشرت میں گزارنا ہے اور گھٹا سب کو ہی اچھی لگتی ہے۔

تیسرا مشغلہ یہ ہے کہ گھبراہٹ میں بے کس شخص کی فریاد کو تیز رفتار گھوڑے پر اس قدر تیزی سے پہنچوں جیسے وہ بپھرا ہوا بھیڑیا جو پانی کی گھاٹ پر آ رہا ہو اور اسے چونکا دیا جائے۔

پھر اس فانی اور مختصری زندگی سے بے تابی سے جلدی جلدی لطف اندوز ہونا، زندگی کے حسین لمحات میں موت سے قبل اپنی خواہشات کی تکمیل میں بیدریغ مال خرچ کرنا، خطرات میں کودنا اسے موت اور بخل کے فلسفہ کی طرف متوجہ کرتا ہے، اور وہ کہتا ہے۔

ارى قبر نحام بخيل بماله، كقبر غوى فى البطالة مفسد
ارى الموت يعتام الكرام ويصطفى، عقيلة مال الفاحش المتشدد
ارى العيش كنزا ناقصا كل ليلة، وما تنقص الايام والدهر ينفد
لعمرك ان الموت ما اخطا الفتى، لكالطول المرخى و ثنياه باليد
متى ما يشاء يوما يقده لحتفه، ومن يک فى حبل المنية ينقد

مجھے تنگ دل، بخیل اور آوارہ مزاج و فضول خرچ کی قبریں ایک جیسی نظر آتی ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ موت شریف اور سخی انسان کو منتخب کر لیتی ہے اور حد سے زیادہ بخیل

کے پسندیدہ مال کو بھی پسند کر لیتی ہے۔

میرے خیال میں زندگی ایک ایسا خزانہ ہے جو ہر روز کم ہوتا جاتا ہے دن اور رات کی گردش جاری ہے اور زمانہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔

تیری زندگی کی قسم! انسان اگر موت سے بچ جاتا ہے تو اس کی مثال اس چھوڑی ہوئی ڈھیلی رسی کی سی ہے جس کے دونوں کنارے (سوار کے) ہاتھ میں پکڑے ہوتے ہیں۔

جب بھی وہ چاہے اسے موت کی طرف ہانک کر لے جا سکتی ہے اور جو موت کی رسیوں میں بندھا ہوا ہو اس نے ضرور موت کی طرف کھنچے جانا ہے۔

اس کے بعد شاعر اپنے چچازاد پر غصہ کا اظہار کرتا ہے اور اپنی قوم کی حق تلفی کا شکوہ کرتا ہے اور اپنی ثابت قدمی اور اولوالعزمی کی تعریف کرتا ہے۔

فما لی ارانی وابن عمی مالکا'	متی ادن منه ینأ عنی و یبعد
وظلم ذوی القربی اشد مضاضة'	علی النفس من وقع الحسام المهند
اری الموت اعداد النفوس ولا اری'	بعیدا غدا' ما اقرب الیوم من غدا
انا الرجل الضرب الذی تعرفونه'	خشاش کراس الحیة المتوقد
اذا ابتدر القوم السلاح وجدتنی'	منیعا اذا بلت بقائمة یدی
فلو کنت وغلا فی الرجال لضرنی'	عداوة ذی الاصحاب والمتوحد
ولکن نفی عنی الرجال جراء تی'	علیهم واقدامی وصدقی ومحتدی
ستبدی لک الایام ماکنت جاهلا'	ویاتیک بالاخبار من لم تزود

یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ میں جیسے جیسے اپنے چچازاد مالک کے زیادہ قریب ہوتا ہوں وہ مجھ سے اعراض کر رہا ہے۔

دراصل قریبی رشتہ داروں کی بے چینی دل پر تیز تلوار سے بھی زیادہ گراں گزرتی ہے۔

میں موت کی تعداد انسانوں کی تعداد کے برابر پاتا ہوں اور مجھے آنے والا کل دور نظر نہیں آتا آج اور کل آپس میں کس قدر ملے ہوئے ہیں۔

میں ہی وہ ہشاش بشاش شخص ہوں جنہیں میرے متعلق علم ہے کہ میں ہمہ وقت شیر کے پھن کی طرح چوکس رہتا ہوں۔

جب لوگ جنگ کے موقع پر تیزی سے ہتھیار اٹھاتے ہیں تو مجھے دیکھتے ہو کہ میں پھرتی سے تلوار کا دستہ ہاتھ میں پکڑ کر بے خوف ہو جاتا ہوں میرا ہاتھ اس کے دستہ کی گرفت سے پسینے میں شرابور ہو جاتا ہے۔

ہاں اگر میں بن بلایا مہمان ہوتا تو مجھے اس وقت لوگوں کی دشمنی سے نقصان پہنچتا جن کے ساتھ جماعت ہے یا جو اکیلے ہیں۔

مگر میری جرات' ان کے خلاف پیش قدمی' میری سچائی اور خاندانی شرافت ایسی خوبیاں ہیں جو لوگوں کو میرے مقابلے پر آنے سے روکتی ہیں۔

عنقریب زمانہ خود بخود تیرے سامنے کھول کر رکھ دے گا جن سے تو بے خبر تھا اور تجھے وہ شخص اطلاعات دے گا جسے تو نے کبھی زاد راہ (صلہ) بھی نہیں دیا۔

عمرو بن کلثوم
وفات 40 قبل ہجری

پیدائش وحالات زندگی:۔

عمرو بن کلثوم بن مالک تغلبی نے جزیرہ فراتیہ میں حسب ونسب کے مالک اور معزز قبیلے تغلب کے درمیان پرورش پائی' جب جوان ہوا تو عظیم لوگوں کی طرح خوددار' غیرت مند' شجاع اور فصیح اللسان تھا ابھی وہ پندرہ سال کا بھی نہ ہوا تھا کہ اپنی قوم میں معزز اور قبیلہ کا سردار بن گیا' بسوس کی وجہ سے بنو بکر و تغلب کے مابین لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں ان لڑائیوں میں یہی ان کا قائد ہوتا تھا' اس نے پوری جرات وطاقت سے ان لڑائیوں میں حصہ لے کر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے' آخر کار دونوں قبیلوں نے آل منذر کے شاہان حیرہ میں سے ایک بادشاہ عمرو بن ہند کے ہاتھ پر حقیقۃ مصالحت کرلی' مگر یہ صلح طویل مدت تک برقرار نہ رہ سکی اور جلد ہی ان کے سرداروں کے مابین پھوٹ پڑ گئی اور ان کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور وہ عمرو بن ہند کے دربار میں جھگڑنا شروع ہو گئے بنو بکر کا شاعر حارث بن حلزہ کھڑا ہوا اور اس نے اپنا مشہور معلقہ پڑھ کر سنایا جس بناء پر بادشاہ کی نظر التفات اس کی قوم کی طرف ہو گئی حالانکہ اس سے قبل اس کا ذہنی میلان اہل تغلب کی طرف تھا اور وہ ان کی طرف داری کرتا تھا' یہ دیکھ کر عمرو بن کلثوم عمرو بن ہند سے ناراض ہو کر چلا گیا۔

اس کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا کہ بادشاہ عمرو نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ تم عرب کا کوئی ایسا آدمی بتا سکتے ہو جس کی ماں میری ماں کی خدمت کرنے کو اپنی توہین سمجھے؟ وہ کہنے لگے شاعر عمرو بن کلثوم کی ماں لیلیٰ کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایسا کرنے کو ذلت اور عار سمجھے گی۔

کیونکہ اس کا باپ مھلل بن ربیعہ' اس کا چچا کلیب وائل اور اس کا خاوند کلثوم بن عتاب عرب کا مشہور شہسوار ہے اور اس کا بیٹا عمرو بن کلثوم اپنی قوم کا مایہ ناز سردار ہے' یہ سن کر عمرو بن ہند نے عمرو بن کلثوم کو کہلا بھیجا کہ عمرو بن ہند آپ سے ملنا چاہتا ہے اس کی خواہش ہے آپ آئیں اور اپنی والدہ کو بھی ساتھ لائیں میری والدہ ان سے ملنا چاہتی ہے' چنانچہ عمرو بن کلثوم خاندان تغلب کی ایک جماعت کو لے کر اپنی والدہ کے ہمراہ جزیرہ سے عمرو بن ہند کے ہاں پہنچا عمرو کے حکم سے فرات اور حیرہ کے درمیان شامیانے تنوا دیئے گئے' اور اپنی حکومت کے سرکردہ افراد کو بھی بلوا لیا وہ سب وہاں جمع ہو گئے ادھر عمرو بن ہند نے اپنی ماں کو سکھا دیا تھا کہ تم لیلیٰ بنت مھلل سے کوئی کام کرنے کے لئے کہنا جب لیلیٰ شامیانے میں داخل ہوئی اور اطمینان سے ایک جگہ بیٹھ گئی تو عمرو بن ہند کی ماں نے لیلیٰ کو کہا "کہ ذرا یہ سینی تو مجھے اٹھا کر لا دو"! لیلیٰ نے اپنی عزت و وقار کو برقرار رکھتے ہوئے کہا "جس کو کوئی کام ہو وہ اپنا کام خود کرے" جب اس نے اصرار کیا تو لیلیٰ چلائی "ہائے مجھے ذلیل کرتے ہیں" جب اس کے بیٹے عمرو بن کلثوم نے یہ چیخ سنی تو وہ غصے سے بھرا ہوا اٹھا اور وہیں بھرے دربار میں عمرو بن ہند بادشاہ کو قتل کر دیا پھر فوراً ہی جزیرہ واپس چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر اپنا شہرہ آفاق معلقہ کہا جس کی ابتدا تغزل اور شراب نوشی سے کی ہے' پھر اس نے جو کچھ عمرو کے ساتھ کیا وہ بیان کیا اور اپنی قوم اور نسب کی بڑائی کا فخریہ تذکرہ کیا یہ قصیدہ مجلسوں میں اس کثرت سے پڑھا گیا کہ عام و خاص کی زبان پر آ گیا' خصوصاً خاندان تغلب پر اس قصیدہ کی بڑی شہرت حاصل ہوئی انہوں نے اس کو خوب پڑھا اور پھیلایا اس کی شہرت اور مقبولیت کو دیکھتے ہوئے ایک شاعر نے کہا ہے۔

الهى بنو تغلب عن كل مكرمة' قصيدة قالها عمرو بن كلثوم
يفاخرون بها مذ كان اولهم' يا للرجال لشعر غير مسئوم!

عمرو بن کلثوم کے کہے ہوئے (شہرہ آفاق معلقہ) قصیدہ نے انہیں اس قدر شہرت سے سرفراز کر دیا ہے کہ اب انہیں مزید کوئی کارنامہ انجام دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس قصیدہ کے ذریعے خاندان تغلب اپنے جد اعلیٰ پر فخر و ناز کرتے رہیں گے لوگو! دیکھو یہ ہے وہ شاعری جس سے نہ دل اکتاتا ہے اور نہ جی بھرتا ہے۔

چھٹی صدی عیسوی کے اواخر میں اس کا انتقال ہو گیا

اس کی شاعری:۔

عمرو بن کلثوم فی البدیہہ شعر گو تھا اس کی شاعری اگرچہ بہت کم ہے مگر اس کا اسلوب بیان نہایت عمدہ اور مضمون بہترین اور پاکیزہ ہوتا تھا' نہ تو اس نے شاعری کی زیادہ اقسام میں طبع آزمائی کی اور نہ ہی اپنی فطرتی طبیعت کو آزاد چھوڑا اور نہ ہی اپنی خداداد فطرت کے آگے سر تسلیم خم کیا' اس کی کمل شاعری بس اس کا یہی معلقہ اور کچھ قطعات ہیں وہ بھی اس کے معلقہ کے موضوع سے ہی ملتے جلتے ہیں۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

ابا هند فلا تعجل علینا' وانظرنا نخبرک الیقینا
بانا نورد الرایات بیضا' ونصدرهن حمرا قد روینا
ورثنا المجد عن علیا معد' نطاعن دونه حتی یبینا
کان سیوفنا منا و منهم' مخاریق بایدی لاعبینا
الا لا یجهلن احد علینا' فنجهل فوق جهل الجاهلین
بای مشیئة عمرو بن هند' تطیع بنا الوشاة و تزدرینا؟
فان قناتنا یاعمرو اعیت' علی الاعداء قبلک ان تلینا

ابو ہند! ہمارے خلاف فیصلہ کرنے میں عجلت سے کام نہ لے ہمیں کچھ مہلت دے کہ ہم تجھے یقینی خبر سے مطلع کریں

ہم لوگ سفید جھنڈے لے کر میدان جنگ میں داخل ہوتے ہیں اور ان کو خون سے سیراب کر کے (سرخ رنگ میں رنگ کر) واپس لاتے ہیں۔

ہم نے عزت و شرافت خاندان معد سے وراثت میں پائی ہے اور ہم اس شرافت اور وقار کو برقرار رکھنے کے لئے پوری قوت سے مدافعت کریں گے حتی کہ اس کا سب کو پتہ چل جائے۔

ہماری تلواریں میدان جنگ میں اس طرح چلتی ہیں جیسے کھلاڑیوں کے ہاتھوں میں کاٹھ کی تلواریں

سنو! ہمارے ساتھ کوئی نادانی اور جہالت کا مظاہرہ نہ کرے ورنہ ہم جرات دکھانے میں

اس سے بڑھ کر جہالت دکھائیں گے۔

اے عمرو بن ہند! تو ہمارے خلاف چغل خوروں کی بات کیوں مان لیتا ہے اور ہماری توہین کیوں کرتا ہے؟

اے عمرو! ہماری عزت و شرافت نے تجھ سے پہلے بھی اپنے دشمنوں کو تھکا کر بے بس کر دیا مگر اس میں کوئی خلل نہیں آیا

وقد علم القبائل من معد' اذا قبب بابطحها بنينا
بانا المطعمون اذا قدرنا' وانا المهلكون اذا ابتلينا
وانا المانعون لما اردنا' وانا النازلون بحيث شينا
وانا التاركون اذا سخطنا' وانا الاخذون اذا رضينا
ونشرب ان وردنا الماء صفوا' ويشرب غيرنا كدرا و طينا

معد کے قبائل جانتے ہیں کہ جب ہم پتھریلی زمین میں خیمے لگاتے ہیں۔

فتح و نصرت کے بعد ہم ہی لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور جنگ میں نبرد آزمائی کے بعد ہم ہی دشمنوں کو نیست و نابود کرتے ہیں۔

ہم جس چیز کو چاہتے ہیں سب پر روک دیتے ہیں اور ہم جس علاقے میں چاہتے ہیں پڑاؤ ڈال لیتے ہیں۔

ہم جس سے ناراض ہوتے ہیں اسے چھوڑ دیتے ہیں اور جس پر راضی ہوتے ہیں اسے مضبوطی سے تھام لیتے ہیں۔

جب ہم گھاٹ پر اترتے ہیں تو صاف پانی پیتے ہیں جبکہ ہمارے سوا دیگر لوگ مٹی والا گدلا پانی پیتے ہیں۔

اذا ما الملک سام الناس خسفا' ابينا ان نقر الخسف فينا
لنا الدنيا ومن امسى عليها' ونبطش حين نبطش قادرينا
ملانا البر حتى ضاق عنا' وماء البحر نملاه سفينا
اذا بلغ الفطام لنا صبي' تخرله الجبابر ساجدينا

جب کوئی بادشاہ لوگوں پر ظلم و ستم ڈھاتا ہے تو ہم اس کا ظلم برداشت کرنے سے سختی سے انکار کر دیتے ہیں۔

دنیا اور اس میں بسنے والے تمام انسان ہمارے لئے ہیں اور جب ہم کسی کی گرفت کرتے ہیں تو پوری قوت سے کرتے ہیں۔

خشکی کو ہم نے بھر دیا ہے حتیٰ کہ وہ ہماری آبادی سے تنگ ہو چکی ہے اور سمندر کے پانی کو ہم کشتیوں سے بھر دیتے ہیں۔

ہمارا کوئی بچہ جب دودھ چھوڑنے کی عمر کو پہنچتا ہے تو بڑے بڑے سرکش اور جابر اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

حارث بن حلزہ
وفات 50 قبل ہجری

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو ظلیم حارث بن حلزہ یشکری بکری کو بنو بکر میں وہی مقام حاصل تھا جو عمرو بن کلثوم کو بنو تغلب میں حاصل تھا' یہ بھی اس کی طرح اپنے اس معلقہ کی وجہ سے مشہور ہوا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے بادشاہ کی موجودگی میں یہ قصیدہ فی البدیہہ کہا تھا تاکہ وہ اس کی وجہ سے بادشاہ کا رجحان اپنی طرف کرلے اور اپنی قوم پر لگائے گئے الزامات کا دفاع کرے' یہ قصیدہ کہنے کا سبب یہ ہوا کہ بکر و تغلب نے عمرو بن ہند کے سامنے ہتھیار ڈال کر یہ طے کیا کہ وہ دونوں قبیلوں سے ضمانتیں لے کر ظالم سے مظلوم کا حق دلائے' تو اس موقع پر دونوں قبیلوں نے ایک دوسرے پر الزام تراشی کی' خاندان تغلب نے خاندان بکر پر غداری کا الزام لگایا نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں فریق عمرو بن ہند کے سامنے ہی جھگڑنے لگے اور ہاتھا پائی تک پہنچ گئے بادشاہ کا میلان تغلب کی طرف تھا اس طرفداری نے شاعر حارث بن حلزہ کے جذبات کو ابھارا جو کہ اس دربار میں موجود تھا وہ یکدم کھڑا ہوا اور اس نے فی البدیہہ اپنا قصیدہ شروع کر دیا' اس وقت وہ اپنی کمان پہ ٹیک لگائے کھڑا تھا کہتے ہیں وہ اس قدر مغلوب الغضب ہوا کہ اس کا ایک ہاتھ کٹ گیا اور اسے محسوس تک نہ ہوا! اس نے اس احسن انداز میں بادشاہ کی مدح سرائی کی کہ وہ اس کی سوچ پر غالب آگیا اور اسے اپنا ہم خیال بنا لیا' اور اس کے دل میں خاندانِ بکر کے سردار نعمان بن ہرم کی جلد بازی کی وجہ سے جو حسد اور کینہ بھرا ہوا تھا اسے بھی ختم کر دیا' حارث نے طویل عمر پائی اصمعی کا تو خیال ہے اس قصیدہ کو سناتے وقت اس کی عمر ایک سو پینتیس (135) سال تھی۔

اس کی شاعری:۔

اس کی پوری شاعری جو ہم تک پہنچی ہے وہ ایک معلقہ اور چند قطعات ہیں جن سے نہ تو اس کی شہر[illegible] چلتا ہے اور نہ ہی اس کے طبقہ کا تعین ہو سکتا ہے جیسا ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ اس کی مثال بھی طرفہ اور عمرو بن کلثوم جیسی ہے' بایں ہمہ اس کا لمبا قصیدہ حسن ترتیب' روانی اور انفرادیت کی بناء پر بہت زیادہ مقبول ہوا' خصوصاً ایک ہی جگہ پر اس قدر طویل قصیدہ فی البدیہہ کہنے کی بناء پر بہت زیادہ پسند کیا گیا' ابو عمرو شیبانی کا کہنا ہے کہ "اگر وہ اس قصیدہ کی تیاری پر ایک سال کا عرصہ بھی لگا دیتا تو اس کو ملامت نہ کی جا سکتی"' لوگ کہتے ہیں کہ کوڑھ میں مبتلا ہونے کی [illegible] سے حارث نے یہ قصیدہ پردہ کے پیچھے کھڑے ہو کر سنایا تھا لیکن بادشاہ نے اس کی عزت افزائی اور شاعر کو داد دیتے ہوئے حکم دیا کہ اس کے درمیان سے پردہ ہٹا دیا جائے' اس نے اس قصیدہ کی ابتدا تغزل سے کی ہے پھر اپنی اونٹنی کی تعریف کی ہے پھر بنو تغلب کو ان لڑائیوں کا طعنہ دیا ہے جن پر خاندان بکر غالب رہا اور ان میں عرب کے قابل ذکر واقعات بھی بیان کئے ہیں پھر عمرو بن ہند کی مدح کی ہے اور آخر میں بادشاہ کے سامنے اپنی قوم کی بڑائی اور اس کے عظیم کارناموں کو فخریہ انداز میں بیان کیا ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

وہ اپنے معلقہ میں کہتا ہے۔

ان اخواننا الأراقم يغلون' علينا في قيلهم احفاء

يخلطون البرى منا بذى الذنب' ولا ينفع الخلى الخلاء

ايها الناطق المرقش عنا' عند عمرو و هل لذاك بقاء؟

لا تخلنا على غراتك انا' قبل ما قد وشى بنا الاعداء

فبقينا على الشناءة تنمينا' حصون و عزة قعساء

ملك مقسط وافضل من يمشى' ومن دون ما لديه الثناء

ہمارے بھائی اہل تغلب ہم پر زیادتی کرتے ہیں اور اپنی بات منوانے پر ضد کرتے ہیں وہ ہمارے بے گناہ لوگوں کو مجرموں کی صف میں شامل کر دیتے ہیں اور بری کا بے قصور ہونا اس کو کچھ فائدہ نہیں دیتا

ہمارے متعلق باتوں کو بڑھا چڑھا کر اور مرچ مصالحہ لگا کر عمرو بن ہند کے پاس بیان کرنے والے شخص! کیا ایسی حرکتیں زیادہ عرصہ تک رہ سکتی ہیں؟

یہ مت خیال کرنا کہ تمہاری چغل خوری اور الزام تراشی سے ہم ڈر جائیں گے تم سے پہلے بھی بہت سے دشمنوں نے ہمارے متعلق باتیں بنائیں اور چغلیاں کھائیں

ان کی دشمنی کا ہم پر کچھ زیادہ اثر نہیں ہوا بلکہ عظمت و سربلندی اور مضبوط قلعے ہماری شان و شوکت اور عزت و وقار کو بڑھاتے ہی رہے۔

وہ انصاف پسند بادشاہ ہے زمین پر تمام چلنے والوں میں سے افضل ہے اس کی جس قدر مدح وستائش کی جاتی ہے وہ اس کی قدر و منزلت کے مقابلہ میں کمتر ہے۔

ایما خطة اردتم فادوها' الینا تسعی بها الاملاء

فاترکوا الطیخ والتعاشي واما' تتعاشوا وفي التعاشي الداء

واذ کرواحلف ذی المجازو ما قدم' فیه العهود والکفلاء

واعلموا اننا وایاکم فیما' اشترطنا یوم اختلفنا سواء

اعلینا جناح کندة ان یغنم' غازیهم ومنا الجزاء؟

ہر وہ مشکل یا کوئی مسئلہ جسے تم حل کرنا چاہتے ہو ہمارے شرفاء کی جماعتیں اس کو حل کرنے کی کوشش کریں گی۔

تکبر و نخوت اور تغافل چھوڑ دو اور اگر تم تغافل سے کام لوگے تو یہ تمہارے حق میں برا ہوگا

ذوالمجاز والا معاہدہ یاد کرو اور وہاں پیش کئے جانے والے دیگر معاہدوں اور ضمانتوں کا بھی خیال کرو۔

تمہیں یہ بھی ذہن نشین ہونا چاہئے کہ لڑائی کے دن اپنی شرطوں کے توڑنے میں دونوں فریق برابر کے مجرم تھے۔

کیا اگر کندہ قبیلہ کا فرد حملہ کر کے مال غنیمت لے جائے تو اس کے جرم کی سزا یہ ہے کہ ان کی بجائے ہم سے بدلہ لیا جائے۔

اپنے اشعار میں سواریوں کے کوچ کرنے کی تیاریوں کی ان الفاظ میں منظر کشی کرتا ہے۔

اجمعوا امرهم عشاء فلما' اصبحوا اصبحت لهم ضوضاء

من منا دو من مجیب ومن' تصهال خیل خلال ذاک رغاء

انہوں نے شام ہی کو اپنے سفر کا عزم صمیم کرلیا اور تیاری کرلی' جب صبح ہوئی تو ایک

ہنگامہ اور شور و گل برپا تھا۔

کوئی آوازیں دے رہا تھا کوئی جواب دے رہا تھا کوئی گھوڑا ہنہنا رہا تھا اسی کے درمیان میں اونٹوں کے بڑبڑانے کی آوازیں آرہی تھیں

اس کے معلقہ کے چند دیگر اشعار

لا یقیم العزیز بالبلد السهل' ولا ینفع الذلیل النجاء

لیس ینجی موائلا من حذار' راس طود و حرة رجلاء

معزز آدمی نرم و زرخیز زمین میں اقامت نہیں کرتا اور ذلیل و بے عزت کو بھاگ کر جان بچالینا کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔

خطرات سے جان چھڑانے والے کو نہ تو پہاڑ کی چوٹی پر پناہ مل سکتی ہے اور نہ ہی دشوار گزار پتھریلے میدان میں

لبید بن ربیعہ

پیدائش 104 قبل ہجری۔ وفات 41 ہجری

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو عقیل لبید بن ربیعہ عامری نے سخاوت اور بہادری کی آغوش میں پرورش پائی اس کا باپ ربیعہ پریشان حال لوگوں کی امید گاہ تھا اس کا چچا معرکا شہسوار اور ملاعب الاسنة (نیزوں کے ساتھ کھیلنے والا) تھا اس کے اشعار کہنے کا سبب یہ ہے کہ اس کا ماموں عبس کا امیر ربیعہ بن زیاد نعمان بن منذر کے پاس گیا اور شاعر کی قوم بنو عامر کے متعلق غلط قسم کے الفاظ کہے' جب بنو عامر کا وفد ملاعب الاسنة کی قیادت میں نعمان بن منذر بادشاہ کے پاس پہنچا تو اس نے وفد کو اہمیت نہ دی اور بے رخی برتی' اس ناروا سلوک سے بنو عامر کو بہت دکھ ہوا اور انہوں نے اپنی بے عزتی محسوس کی' لبید (شاعر) ان دنوں بہت چھوٹا سا تھا اس نے انہیں کہا کہ مجھے بھی اپنے معاملے میں شریک کرلیں لیکن انہوں نے اسے چھوٹا سمجھتے ہوئے نظرانداز کر دیا' جب اس نے بارہا اصرار کیا تو انہوں نے اس کی درخواست قبول کرلی' اور اس نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ انتقام لیتے ہوئے ربیعہ کی ایسی ہجو کہے گا کہ بادشاہ اسے اپنی مجلس سے اٹھا دے گا' قوم کے افراد کہنے لگے ہم پہلے تیری آزمائش کرتے ہیں اس نے کہا وہ کیسے؟ وہ کہنے لگے اس انگوری (بوٹی) کی

حقارت بیان کرو اس وقت ان کے سامنے باریک شاخوں والی' کم پتوں والی اور زمین پر بچھی ہوئی "تربہ" نام کی بوٹی پڑی ہوئی تھی تو لبید کہنے لگا۔ "اس تربہ (بوٹی) سے نہ تو آگ جل سکتی ہے تو گھر میں لگانے کے کام آتی ہے' نہ کسی پڑوسی یا دوست کے لئے خوشی کا سامان بن سکتی ہے اس کی لکڑی کمزور ہے اس کا فائدہ کم ہے اس کی شاخیں چھوٹی ہیں' چراگاہ میں سب سے گھٹیا چارہ ہے اور یہ بہت مشکل سے اکھڑنے والی ہے" تو قوم نے اسے ہجو گوئی کی اجازت دے دی چنانچہ اس نے نہایت چبھتی ہوئی ہجویہ رجز کہی جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔

ابیت اللعن لا تاکل معہ الخ

بادشاہ سلامت! ذرا ٹھہریئے' خدا آپ کے اقبال کو بلند کرے' اس کے ساتھ کھانا نہ کھایئے۔

یہ رجز سننے کے بعد بادشاہ اس سے متنفر ہو گیا اور اتنا ناراض ہوا کہ اس کو اپنے دربار سے نکال دیا اور عامریوں کو اعزاز و اکرام دیا اور اپنا مقرب بنا لیا کہتے ہیں کہ یہی لبید کی پہلی رجز تھی جس کے ساتھ لبید کی شہرت ہوئی تو یہ اپنی قوم کا وفد لے کر آیا اور مسلمان ہو گیا پھر اس نے قرآن مجید حفظ کیا اور شاعری کو ترک کر دیا یہاں تک کہا جاتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد اس نے صرف یہ ایک شعر کہا تھا۔

الحمد للہ اذلم یاتنی اجلی' حتی لبست من الاسلام سربالا

خدا کا شکر ہے کہ اللہ نے مجھے موت آنے سے پہلے پہلے اسلام کا لباس پہنا دیا۔

اس وجہ سے اسے جاہلی شعراء میں شمار کیا جاتا ہے حالانکہ یہ اسلام لانے کے بعد طویل عمر زندہ رہا۔

جب کوفہ شہر بسایا گیا تو یہ خلافت فاروقی میں وہاں چلا گیا اور وہیں مقیم ہو گیا اور حضرت معاویہ کی خلافت کے اوائل میں 41ھ میں فوت ہو گیا کہتے ہیں کہ اس نے ایک سو پینتالیس (145) سال عمر پائی خود اس کا یہ شعر ہے۔

ولقد سئمت من الحیاۃ وطولہا' وسوال ھذا الناس کیف لبید

میں زندگی اور اس کی طوالت سے اکتا گیا ہوں اور میں لوگوں کے یہ بار بار پوچھنے سے تنگ آ گیا ہوں کہ لبید کا کیا حال ہے۔

اس کی شاعری:۔

لبید بڑا فیاض' عقلمند' شریف النفس' مروت کا پیکر' اور بہادر دل کا مالک تھا یہی اس کے اخلاق و جذبات ہیں جو اس کی شاعری میں رواں دواں نظر آتے ہیں اس کی شاعری میں فخریہ لہجہ اور شرافت و کرم کا اظہار ہوتا ہے' اس کے قصیدے کے الفاظ پر شوکت' عبارت کی ترتیب خوشنما' جو حکمت عالیہ سے بھرپور' موعظہ حسنہ کا مرقع اور جامع کلمات سے مزین ہے' ہمارے خیال کے مطابق صابر اور غمزدہ کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کے لئے جو مناسب الفاظ اور پر اثر طرز بیان وہ اختیار کرتا ہے اس میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔

جہاں تک اس کے معلقہ کا تعلق ہے تو اس کے الفاظ پر زور اور اسلوب متین ہے' وہ بدوی زندگی اور دیہاتی اخلاق و عادات کی منہ بولتی تصویر ہے' نیز اس میں عاشقوں کے ناز و انداز' شوخیوں اور باہمت لوگوں کے اعلیٰ مقاصد کی تعریف بھی ہے۔

اس نے اپنے معلقہ کی ابتدا کھنڈرات کے وصف اور محبوبہ کی یاد سے کی ہے' پھر طرفہ کی طرح اپنی اونٹنی کا طویل وصف بیان کیا۔ پھر چلتے چلتے اپنی زندگی اس کی لذتوں' جود و سخاوت اور جنگ و حرب کا ذکر کرتے ہوئے قومی فخر کے اظہار پر اس معلقہ کا اختتام کرتا ہے' لیکن اس تمام طویل قصیدے میں سچائی۔ خلوص اور اعتدال کے دامن کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

اس کی شاعری:۔

اس کے معلقہ کے اشعار

انا اذا التقت المجامع لم یزل' منا لزاز عظیمة جسامها

ومقسم یعطی العشیرة حقها' ومغذمر لحقوقها هضامها

من معشر سنت لهم آباء هم' ولکل قوم سنة وامامها

لا یطبعون ولا یبور فعالهم' اذ لاتمیل مع الهوی احلامها

فاقنع بما قسم الملیک فانما' قسم الخلائق بیننا علامها

واذا الامانة قسمت فی معشر' اوفی باوفر حظنا قسامها

فبنی لنا بیتا رفیعا سمکه' فسما الیه کهلها و غلامها

وهم السعاة اذا العشیرة افظعت' وهم فوارسها وهم حکامها

وهم ربیع للمجاور فیهم' والمرملات اذا تطاول عامها

جب کئی ایک مختلف جماعتیں ملتی ہیں تو اہم ذمہ داریوں کو اٹھانے والا اور بڑے بڑے کام سرانجام دینے والا حریف ہم میں سے ہی ہوتا ہے۔

اور عدل و انصاف کرنے والا ہم میں سے ہی ہوتا ہے جو قبیلے کو اس کا حق ادا کرتا ہے اور مطلق العنان اور درشت خو بھی ہم میں سے ہی ہوتا ہے جو قبیلے کے حقوق کو غصب کرلیتا ہے۔

ہم اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جن کے آباؤ اجداد نے ان کے لئے ایک طریقہ کار وضع کردیا ہے' ہر قوم کا ایک ضابطہ حیات ہوتا ہے جو ان کا رہنما ہوتا ہے۔

ہم ایسے لوگ ہیں جو نقائص سے بالاتر ہیں جن کے کارنامے ان مٹ نقوش ہیں جو کبھی فنا نہیں ہوں گے' کیونکہ ہماری عقلیں نفس امارہ کی خواہشات کے تابع نہیں ہیں۔

خدا تعالٰے کی کی ہوئی تقسیم پر قناعت کرو کیونکہ ہمارے درمیان اخلاق و عادات کی یہ تقسیم کرنے والا بڑا دانا و حکیم ہے۔

جب لوگوں میں امانت تقسیم کی گئی تو قسام ازل نے ہمیں ہمارا پورا پورا حصہ دیا۔

چنانچہ اس نے ہمیں (شرف و بزرگی کی) بلند چھت والا مکان بنا دیا اور ہمارا نو عمر اور ادھیڑ عمر شخص اس بلندی سے سرفراز ہوا

جب قبیلہ کو کسی قسم کا خوف یا خطرہ لاحق ہوتا ہے تو وہی ان کے درد کا درماں ہوتے ہیں وہی اس کے جری شہسوار اور وہی اس کے فرمانرواں ہوتے ہیں۔

جب قحط سالی کا عرصہ بہت طویل ہو جاتا ہے تو پناہ گزینوں اور رنڈیوں کے لئے ان کا وجود ہی فصل بہار کی مانند شادابی لاتا ہے۔

لبید اپنے بھائی اربد کا مرثیہ کہتا ہے۔

بلينا وما تبلى النجوم الطوالع' وتبقى الديار بعدنا والمصانع
وقد كنت فى اكناف جار مضنة' ففارقنى جار باربد نافع
فلا جزع ان فوق الدهر بيننا' لكل امرئ يوما به الدهر فاجع
وما الناس الا كالديار واهلها' بها يوم خلوها وراحوا بلاقع
وما المرء الا كالشهاب وضوئه' يحور رمادا بعد اذ هو ساطع
وما المال والاهلون الا ودائع' ولابد يوما ان ترد الودائع
وما الناس الا عاملان فعامل' يتبر ما يبنى وآخر رافع
فمنهم سعيد آخذ بنصيبه' ومنهم شقى بالمعيشة قانع
لعمرك ماتدرى الضوارب بالحصى' ولا زاجرات الطير ما الله صانع؟

ہم مر کر بوسیدہ ہو چلیں گے لیکن ستارے یونہی چمکتے دمکتے رہیں گے۔ ہمارے مرنے کے بعد گھر اور کارنامے یونہی باقی رہیں گے۔

میں ایک جان کی وجہ سے عزیز ہمسائے کے سایہ عاطفت میں تھا' اربد کی جدائی اور مفارقت کے باعث مجھ سے میرا نفع مند ہمسایہ جدا ہو گیا

اگرچہ زمانے نے ہمارے درمیان جدائی ڈال دی ہے مگر میں پھر بھی گھبرانے اور ہمت ہارنے والا نہیں کیونکہ وہ تو ایک نہ ایک بلکہ ہر کسی کو ختم کر کے دکھ پہنچائے گا

دنیا میں رہنے والے ایک گھر اور اس کے باسیوں کی مانند ہیں کہ جب وہ گھروں میں رہتے ہیں تو گھر آباد ہو جاتے ہیں جب وہ گھروں کو خالی کر دیتے ہیں تو وہ کھنڈر بن جاتے ہیں

آدمی کی مثال چنگاری اور اس کی روشنی کی سی ہے جو چمکنے کے بعد راکھ بن جاتا ہے

مال اور اھل و عیال تو فقط امانتیں ہیں اور امانتوں کو ہر صورت ایک نہ ایک دن واپس لوٹانا ہے

دنیا میں پائے جانے والے انسان دو قسم کے ہیں ایک وہ جو عمارت کو گراتا ہے اور دوسرا وہ جو عمارت کو بلند کرتا ہے

ان میں سے کچھ خوش نصیب ہیں جو اپنا حصہ پورا پورا لے لیتے ہیں اور کچھ بد نصیب ہیں جو معمولی گزران پر قناعت کر لیتے ہیں

تیری عمر کی قسم! کنکری مار کر یا پرندوں کو اڑا کر فال شگون لینے والیاں یہ نہیں جانتیں کہ اللہ تعالے کیا کرنے والا ہے؟

حاتم طائی۔
وفات 46 قبل ہجری

پیدائش اور حالات زندگی:۔

حاتم بن عبد اللہ بن سعد بن حشرج طائی کا والد بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا اس کی ماں نے اس کی پرورش کی وہ بڑی دولتمند خاتون تھی اور نہایت فیاض تھی اپنی تمام ملکیتی چیز سخاوت کر دیتی تھی ایک مرتبہ اس کے بھائیوں نے اس کا تمام مال روک لیا اور اسے ایک سال تک قید رکھا انہوں نے سوچا کہ اسے فاقہ کا مزا چکھائیں اور مال و دولت کی قدر و قیمت بتائیں اور جب اسے

چھوڑا تو اس کے مال میں سے تھوڑا سا حصہ اسے دے دیا اتنے میں بنو ھوازن کی ایک تنگ دست خاتون اس کے پاس فریاد لے کر آئی تو اس نے وہ سارا مال اسے دے دیا اور کہنے لگی جب سے میں نے بھوکا رہ کر اس کی تکلیف دیکھی ہے اس وقت سے میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی سائل سے کوئی چیز نہ چھپاؤں گی۔

اس سخی ماں نے حاتم کی تربیت کی اور اس عادت کا اسے وارث بنا دیا اور اسے سخاوت کا دودھ پلایا وہ جوان ہو کر بڑا سخی بنا وہ سخاوت سے ہی دل بہلاتا اور اس میں اس قدر مبالغہ کرنے لگا کہ جنون کی حد تک پہنچ گیا' یہ اپنے دادا کے پاس رہتا تھا چھوٹی سی عمر تھی' اپنا کھانا لے کر باہر نکل جاتا اگر تو کوئی کھانے والا ساتھ مل جاتا تو کھالیتا ورنہ اپنا کھانا پھینک آتا۔ حاتم کا دادا اس کی ایسی سخاوت کو ناپسند کرتا چنانچہ دادا نے اس کے ذمہ اونٹوں کی نگرانی کا کام لگا دیا' ایک دن' عبید بن الابرص' بشر بن ابی حازم اور نابغہ ذبیانی نعمان کے پاس جاتے ہوئے اس کے قریب سے گزرے اور اس سے مہمانی کا مطالبہ کیا۔ اس نے ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک اونٹ ذبح کیا حالانکہ یہ انہیں جانتا نہیں تھا۔ جب انہوں نے اپنے نام بتائے تو اس نے سارے اونٹ ان میں تقسیم کر دیئے وہ تقریباً تین سو تھے' اور وہ خوشی خوشی گھر آیا دادا کو مبارکباد دی کہنے لگا "میں نے دائمی عزت و مجد کا ہار آپ کے گلے میں ڈال دیا ہے" پھر جو کچھ ہوا پورا قصہ سنایا اور دادا نے یہ معاملہ سن کر کہا "اب تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتا" تو حاتم نے کہا "مجھے بھی کوئی پرواہ نہیں پھر یہ اشعار کہے۔

وانی لعف الفقر مشترک الغنی' وتارک شکل لا یوافقه شکلی
واجعل مالی دون عرضی جنة' لنفسی واستغنی بما کان من فضلی
وما ضرنی ان سار سعد باهله' وافردنی فی الدار لیس معی اهلی

میں تنگ دستی و ناداری میں لوگوں سے اجتناب کرتا ہوں اور مالداری کی حالت میں ان کے ساتھ مل جل کر رہتا ہوں اور اپنے سے غیر آہنگ شکل کو ترک کر دیتا ہوں۔

میں اپنے مال کو اپنی عزت و آبرو کے لئے ڈھال بنالیتا ہوں اور جو بچ رہتا ہے مجھے اس کی پرواہ نہیں۔

مجھے اس کا کوئی نقصان نہیں ہوا کہ سعد (دادا) اپنے اہل و عیال کو لے کر چلا گیا اور مجھے گھر تنہا چھوڑ دیا کہ میرے ساتھ میرے گھر والے نہیں ہیں۔

حاتم کی سخاوت کے چرچے گھر گھر عام ہو گئے اور اس کی سخاوت و فیاضی کی داستانیں

ضرب المثل بن گئیں اور اس ضمن میں بڑے عجیب و غریب قصے بیان کئے جاتے ہیں جن میں اکثر صرف زیب داستان کے لئے بڑھا چڑھا لئے گئے ہیں حاتم کی سخاوت کے قصے بھی اسی طرح بنا لئے گئے ہیں جس طرح امیہ کے اشعار دین کے بارہ میں' عنترہ کے فخر و حماسہ میں' ابو العتاہیہ کے زہد میں اور ابو نواس کے فحش و بے حیائی میں گھڑ لئے گئے ہیں وہ پہلے کسی مقصد کے لئے شعر بنا لیتے پھر وہ جس کے مضامین اور اسلوب سے مطابقت رکھتے اس شاعر کی طرف منسوب کر دیتے

ابن اعرابی کے مطابق حاتم ہر میدان میں کامیاب ہوتا۔ جب جنگ کرتا تو غالب آجاتا' جب مقابلہ کرتا تو سبقت لے جاتا' جب جوا کھیلتا تو وہی جیتتا' جب ماہ رجب کا چاند نظر آتا۔ زمانہ جاہلیت میں خاندان مضر رجب کو بہت باعزت اور محترم مہینہ گردانتے تھے۔ حاتم ہر روز دس اونٹ ذبح کرتا اور لوگوں کو کھلاتا اور لوگ بھی اس کے پاس جمع ہو جاتے تھے۔

حاتم نے پہلے نوار نامی عورت سے شادی کی پھر یمن کے بادشاہ کی بیٹی ماویہ بنت عفرز سے نکاح کیا ان دونوں بیویوں سے اس کے تین بچے عبداللہ' سفانہ اور عدی پیدا ہوئے آخری دونوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام سے فیض یاب ہوئے۔

حاتم اسی طرح لوگوں کو کھانا کھلاتا رہا اور مال لٹاتا رہا تا آنکہ وہ 578 عیسوی میں اس دار فانی سے رخصت ہو گیا

اخلاق و عادات:۔

حاتم ایسے اعلیٰ اخلاق کا مالک تھا جس کی نظیر زمانہ جاہلیت میں نہیں ملتی' وہ نہایت خاموش طبع' نرم دل اور حد درجہ بامروت تھا اس نے اپنی ماں کے اکلوتے بیٹے کو قتل کیا اور نہ ہی اپنے کمزور چچا زاد بھائی پر ظلم روا رکھا' اس سلسلہ میں وہ کہتا ہے۔

فانی وجدی رب واحد امه' اجرت فلا قتل علیه ولا اسر
ولا اظلم ابن العم ان کان اخوتی' شهودا وقد اودی باخوته الدهر

میری عمر کی قسم! میں نے کتنے اکلوتے بیٹے کو پناہ دی پھر نہ اسے قتل کیا اور نہ ہی قید کیا اور میں نے کبھی اپنے چچا زاد پر ظلم نہیں کیا کہ میرے بھائی تو موجود ہوں اور اس کے بھائیوں کو زمانے نے ختم کر دیا ہو

حاتم کی بیٹی سفانہ جب قیدیوں میں قید ہو کر آئی تو رسول اکرمؐ کے سامنے کھڑی ہو کر رہائی کی درخواست کرتے ہوئے کہنے لگی' "میرا باپ قیدیوں کو آزاد کراتا تھا' حقوق کی حفاظت کرتا

تھا۔ مہمان نواز تھا اور مصیبت زدہ کی پریشانیوں کو دور کرتا تھا کھانا کھلاتا اور سلام پھیلاتا تھا اس نے ضرور تمند کو کبھی خالی واپس نہ لوٹایا" تو رسول اللہؐ نے اسے فرمایا "اے لڑکی! یہ صفات تو مومن کی ہیں تیرا باپ اگر مسلمان ہوتا تو ہم ضرور اس پر رحمت بھیجتے" اور فرمایا اس کو چھوڑ دو کیونکہ اس کا باپ مکارم اخلاق کو پسند کرتا تھا۔

حاتم کی شاعری:۔

چونکہ زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے اور شاعری احساسات کا آئینہ ہوتی ہے مذکورہ تفصیل میں ہم نے حاتم کے جو اخلاق و عادات ذکر کیے ہیں وہی اس کی شاعری میں اثر انداز اور رواں دواں نظر آتے ہیں اس کے الفاظ آسان و نرم' اس کا اسلوب پختہ و محکم اور اس کا موضوع اعلیٰ اور برتر ہے' جس کی مثال بدوی شعراء میں نہیں ملتی' اسی بناء پر ابن اعرابی نے کہا تھا "اس کی سخاوت اس کی شاعری کے مشابہ ہے" اس کے کہنے کا مطلب ہے کہ اس کی شاعری ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جس میں جود و سخاوت اور اس کے متعلق ملامت کرنے کے موضوعات پر امثال و حکم کا بیش بہا خزانہ جوش مار رہا ہے' اس میں لافانی شہرت اور دائمی ذکر کا تذکرہ بہت خوبصورت انداز میں مذکور ہے' اور مختلف انداز و اسلوب سے سخاوت کی ترغیب دلائی گئی ہے اس کی شاعری میں اختلاف اور تضاد نظر آتا ہے وہ اس لئے ہے کہ اس کی شاعری میں بہت سے عنوانات داخل کر دیئے گئے ہیں جو غلط طور پر اس کی طرف منسوب ہو گئے ہیں یہ دوسرے طبقہ کا شاعر ہے اس کی شاعری کا مجموعہ دیوان کی شکل میں لندن اور بیروت سے شائع ہو چکا ہے۔

شاعری کا نمونہ:۔

اپنے ایک قصیدہ میں کہتا ہے۔

اماوی ان المال غاد ورائح' ویبقی من المال الاحادیث والذکر
اماوی اما مانع فمبین' واما عطاء لا ینهنهه الزجر
اماوی مایغنی الثراء عن الفتی' اذا حشرجت یوما وضاق بهاالصدر
اماوی ان یصبح صدای بقفرة' من الارض لا ماء لدی ولاخمر
تری ان ما نفقت لم یک ضرنی' وان یدی مما بخلت به صفر
اماوی ان المال اما بذلته' فاوله شکر و آخره ذکر

وقد یعلم الاقوام لو ان حاتما اراد ثراء المال کان له وفر

اے ماویہ! بے شک مال و دولت آنے جانے والی چیز ہے' لیکن مال خرچ کر کے جو تذکرہ اور شہرت حاصل ہوتی ہے وہ غیر فانی ہے۔

اے ماویہ! یا تو کھل کر بخل کرنا کہ سب کو بخیلی کا پتہ چل جائے یا پھر بخشش کا ایسا سلسلہ جاری رہنا چاہئے جو کسی کے روکے نہ رکے۔

اے ماویہ! اس وقت نوجوان کی دولت کوئی فائدہ نہ دے گی جب جان گلے میں اٹک رہی ہو گی اور اس سے سینہ تنگ ہو رہا ہو گا

اے ماویہ! جب میں ویرانے اور جنگل میں بے آب و شراب اور بے جسم و جان پڑا ہوں گا

تو اس وقت تجھے معلوم ہو گا کہ میں نے جو کچھ خرچ کیا اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا اور جس کو میں بخیلی کر کے بچا رکھوں گا وہ بھی میرے ہاتھ میں نہیں رہ سکے گا

اے ماویہ! میں جو مال خرچ کرتا ہوں اس کے مجھے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ لوگ میرے شکر گزار ہوں گے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد شہرت ہو گی۔

یہ تو لوگ جانتے ہیں کہ اگر حاتم کو مال و دولت جمع کرنے کا شوق ہوتا تو میرے پاس وافر مال و دولت ہوتا

اس کے چند مزید اشعار

تحلم عن الادنین واستبق و دھم' ولن تستطیع الحلم حتی تحلما

ونفسک اکرمھا فانک ان تھن' علیک فلن تلقی لھا الدھر مکرما

اھن فی الذی تھوی التلاد فانہ' یصیر اذا ما مت نھبا مقسما

قلیلا بہ ما یحمدنک وارث' اذا ساق مما کنت تجمع مغنما

متی ترق اضغان العشیرۃ بالانی' وکف الاذی یحسم لک الداء محسما

وعوراء قد اعرضت عنھا فلم تضر' وذی اود قومتہ فتقوما

واغفر عوراء الکریم ادخارہ' واعرض عن شتم اللئیم تکرما

ولن یکسب الصعلوک مجدا ولا غنی' اذا ھو لم یرکب من الامر معظما

لحا اللہ صعلوکا مناہ وھمہ' من العیش ان یلقی لبوسا ومطعما

اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ تحمل مزاجی سے پیش آؤ اور ان کی محبت کو باقی رکھو تم بردباری کا اسی وقت مظاہر کر سکتے ہو جب طبیعت کو اس کے لئے تیار کرو۔

اپنے نفس کی آپ عزت کرو ورنہ تم آپ اپنی نظر میں حقیر ہو جاؤ گے اور رہتی دنیا تک
تمہاری کوئی عزت نہیں کرے گا

جس کے لیے تم مال و دولت جمع کرتے ہو اسے اتنی اہمیت نہ دو کیونکہ یہ مال و دولت
تمہارے مرنے کے بعد مال غنیمت بن جائے گا جسے وارثوں میں تقسیم کردیا جائے گا

جب تیرے وارث تیرے جمع کئے ہوئے مال کو مال غنیمت سمجھتے ہوئے تقسیم کریں گے تو
تیری تعریف کم ہی کریں گے

جب تو قبیلہ کی باہمی رنجشوں اور عداوتوں کا علاج نرمی' ہمدردی اور غم خواری کے منتر
سے کرے گا تو دلوں کی تمام بیماریاں اور کدورتیں جڑ سے ختم ہو جائیں گی

میں نے بہت سی غلط باتوں سے اجتناب کیا تو میرا کچھ نہ بگڑا اور میں نے بہت سے کج خلق
لوگوں کو درست کیا تو وہ راہ راست پر آگئے

میں شریف کی کوتاہی کو اس لئے معاف کرتا ہوں تاکہ اسے اپنا ہمنوا بنالوں اور میں اپنی
عزت و آبرو کی خاطر کینہ اور لئیم کا سامنا نہیں کرتا

وہ بے کس انسان جو کسی بڑے کام کا خطرہ مول نہ لے وہ کبھی بزرگی و سروری اور
دولت حاصل نہیں کرسکتا

خدا تعالے اس فقیر کو غارت کرے جس کا مطمح نظر صرف یہ ہو کہ اسے تن کے لئے کپڑا
اور پیٹ کے لئے روٹی مل جائے

حاتم کا ایک شعر جو حسین مضمون پر مشتمل ہے۔

اذا کان بعض الاعمال ربا لاہلہ' فانی بحمد اللہ مالی معبد

اگر کسی کی مال و دولت اس کے لئے رب بنی ہوئی ہے تو اسے یہ دولت پرستی مبارک ہو
میں تو اپنے مال کو اپنا غلام و مطیع بنا کر ہی رکھتا ہوں۔

امیہ بن ابی الصلت
وفات 5 ہجری

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو عثمان امیہ بن ابی الصلت ثقفی نے اپنی تمام عمر تجارتی تجربات میں گزاری کبھی وہ شام

کے سفر پر ہوتا تو کبھی یمن کا سفر کرتا' وہ فطرتی طور پر دیندار تھا۔ کئی دفعہ وہ سفروں کے دوران چند پادریوں اور راہبوں سے ملا اس نے قدیم دینی کتابوں کے کچھ حصے سنے تو وہ دین کی تلاش میں لگ گیا' اس نے ٹاٹ پہن لیا اور شراب نوشی ترک کر دی بت پرستی کے متعلق شک کرنے لگا اور نبی بننے کا خواب دیکھنے لگا' وہ دین ابراہیمی کے متعلق کہتا تھا۔

کل دین یوم القیمة عنداللہ' الا دین الحنیفة زور

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک ابراہیمی دین کے سوا ہر دین باطل ہو گا

جب رسول اللہ کو نبی بنا کر مبعوث کیا گیا تو وہ عجیب مخمصہ میں پڑ گیا اور حسد کی وجہ سے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا اور کہنے لگا "مجھے تو امید تھی کہ نبوت مجھے ملے گی"' اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

"واتل علیہم نبا الذی آتیناہ آیا تنا فانسلخ منہا فاتبعہ الشیطن فکان من الغاوین"

ترجمہ (اے میرے رسول) آپ انہیں اس شخص کا واقعہ بتایئے جسے ہم نے اپنے دین کی نشانیاں دیں پھر اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ شیطان نے اس کا پیچھا کیا تو اس طرح وہ گمراہ ہو کر بھٹک گیا

پھر وہ لوگوں کو آنحضرتؐ کی مخالفت پر اکساتا رہا اور جنگ بدر میں مشرکین مکہ کے مقتولوں کے مرثیے کہتا رہا اس بناء پر حضور اکرمؐ نے اس کے اشعار پڑھنے سے منع کر دیا تھا جب رسول اکرمؐ اس کے توحید سے متعلقہ اشعار سنتے تو فرماتے "آمن لسانہ وکفر قلبہ" اس کی زبان ایماندار تھی مگر اس کا دل منکر تھا" پھر امیہ اپنی بیٹی کو لے کر یمن کی آخری حدود کی طرف بھاگ گیا پھر طائف واپس آگیا وہیں رہا اور وہیں مرا۔ جب اسے موت سے کچھ دیر قبل ہوش آیا تو کہنے لگا میں تم دونوں کی خدمت میں حاضر ہوں یہ دیکھ میں تم دونوں کے پاس ہوں نہ مجھ کو مال کا فدیہ چھڑا سکتا ہے اور نہ مجھے خاندان و قبیلہ موت سے بچا سکتا ہے' اے اللہ اگر بخشتا ہو تو تمام گناہ بخش دینا' تیرا کونسا بندہ ہے جو گناہ گار نہیں ہے؟ پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا

وکل عیش وان تطاول دھرا' منتھی امرہ الی ان یزولا
لیتنی کنت قبل ما قد بدالی' فی روس الجبال ارعی الوعولا
اجعل الموت نصب عینیک واحذر' غولة الدھر' ان للدھر غولا'

زندگی خواہ کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو جائے بالآخر اس کا انجام فنا ہے۔

کاش میں اپنی اس وقت رونما ہونے والی حالت سے قبل پہاڑوں کی چوٹیوں پر بارہ

سنگھوں کو چرا رہا ہوتا

تو موت کو اپنا نصب العین بنا اور ناگہانی مصیبتوں سے ڈرتا رہ کیونکہ زمانہ کی گرفت اچانک ہوتی ہے۔

اس شاعر کے حالات زندگی کی اکثر تاریخ من گھڑت اور غیر معتبر قصوں پر مبنی ہے۔

اس کی شاعری:۔

امیہ کا طبعی میلان دینی مضامین کی طرف تھا اسی سلسلہ میں اس کو شہرت حاصل ہوئی تھی یہی رنگ اس کی شاعری پر غالب تھا وہ اللہ تعالے اور اس کی جلالت کا وصف بیان کرتا ہے' حشر اور اس کی ہولناکیوں کا تذکرہ کرتا ہے جنت' جہنم اور فرشتوں کے اوصاف بیان کرتا ہے' تورات کے واقعات کو نظم کرتا ہے جیسا کہ سدوم کی تباہی اور حضرت ابراہیم و اسحٰقؑ کے واقعات وغیرہ' اس نے شاعری میں ایسے جدید موضوعات اور اسالیب اور لغت میں ایسے الفاظ اور ترکیبوں کو داخل کیا جس سے دیگر شعراء غیر مانوس تھے اور عرب ان سے ناواقف تھے ان میں سے کچھ تو عبرانی سے ماخوذ تھے اور کچھ اس کے خود ساختہ تھے' وہ اللہ تعالے کو "سلیط" اور "غضور" کہتا تھا اور آسمان کو "صاقورہ" اور "حاقورہ" کہا کرتا تھا' اور اس کا خیال تھا کہ چاند کا ایک غلاف ہے جب اس کو گرہن لگتا ہے تو حقیقت میں وہ اس غلاف میں چھپ جاتا ہے اور اس غلاف کا نام "ساہور" ہے' انہی وجوہات کی بناء پر شعراء اس کے اشعار کو بطور سند پیش نہیں کرتے۔

شاعری میں امیہ بن ابی الصلت کا جو انداز تھا وہ اس کے زمانے کے کسی اور شاعر کا نہیں تھا اسی بناء پر جب علماء کے پاس کوئی ایسا شعر آتا جس کے قائل کو وہ نہ جانتے ہوتے تو اس کو امیہ کی طرف منسوب کر دیتے بعض اسے شعراء کے پہلے طبقہ میں شمار کرتے ہیں لیکن ہمارے خیال میں اس کی شاعری اس دعوی کی تائید نہیں کرتی۔ کیونکہ اس کی شاعری کے اکثر الفاظ بے جوڑ' اس کی بندش ڈھیلی اور کمزور اور قافیے قوائد شعر سے ہٹے ہوئے ہیں ہو سکتا ہے گردش ایام کے ہاتھوں اس کی عمدہ شاعری تلف ہو گئی ہو' ایک مرتبہ حجاج نے منبر پر کہا تھا "وہ لوگ چلے گئے جو امیہ کے اشعار کو جانتے تھے اور کلام کے تلف ہو جانے کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔

شاعری کا نمونہ:۔

اپنے نافرمان بیٹے کو ڈانٹتے ہوئے کہتا ہے۔

غذوتک مولو دا وفستک یافعا' تعل بما اجنی علیک و تنهل
اذا لیلة نابتک بالشجو لم ابت' لشکواک الا ساحرا اتململ
کانی انا المتروک دونک بالذی' طرقت به دونی' فعینی تهمل
تخاف الردی نفسی علیک وانني' لاعلم ان الموت حتم موجل
فلما بلغت السن والغایة التی' الیها مدی ما کنت فیک اومل
جعلت جزائی غلظة وفظاظة' کانک انت المنعم المتفضل

میں نے بچپن میں تیری پرورش کی اور جب تو جوان ہوا تو تیری ضروریات کو پورا کیا اور تو نے میری کمائی سے خوب عیش و عشرت کی

جب تجھے رات کو کوئی تکلیف ہوتی تو تیری تکلیف کی وجہ سے میں رات بھر آرام نہ کرتا اور تجھے دکھ میں دیکھ کر میں رات بھر بیدار اور بے چین رہتا

گویا وہ تکلیف تجھے نہیں مجھے پہنچی ہے اور میری آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکتے رہتے۔

مجھے ہر وقت تیری موت کا کھٹکا لگا رہتا تھا حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے جس پر وہ ضرور آکر رہے گی۔

جس وقت تو اس عمر اور حد کو پہنچ گیا مجھے تیری اس عمر تک پہنچنے کی انتہائی آرزو اور امید تھی

لیکن تو نے میری پرورش اور خدمات کا صلہ درشتی اور سنگدلی سے دیا گویا تو ہی تو میرا کرم فرما اور محسن رہا ہے۔

امیہ کے چند اور اشعار

الحمد لله ممسانا ومصبحنا' بالحمد صبحنا ربی ومسانا
رب الحنیفة لم تنفد خزائنه' مملوءة طبق الافاق سلطانا
الا نبی لنا منا فیخبرنا' ما بعد غایتنا من راس محیانا
وقد علمنا لو ان العلم ینفعنا' ان سوف یلحق اخرانا باولنا

ہماری صبح و شام کی تمام تعریفیں خداوند قدوس کے لئے ہیں' جو ہماری صبح اور شام خیر

سے گزار رہا ہے۔

دین ابراھیمی کے رب کے خزانے معمور ہیں کبھی ختم نہیں ہوتے' پوری کائنات پر اسی کی حکومت ہے۔

کیا کوئی پیغمبر ہے جو ہمیں بتائے کہ ہماری زندگی کی ابتدا اور انتہا میں کتنا فاصلہ ہے؟

یہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔ بشرطیکہ ہمارا علم صحیح ہو۔ کہ ہمارے پچھلے اگلوں کے ساتھ مل جائیں گے۔

سرزمین عرب میں کتابت کی ابتدا

کتابت تہذیب و تمدن کے مظاہر میں سے ایک مظہر اور اجتماعی تجارتی آثار میں سے ایک اثر ہے اسی وجہ سے مصری اور فینیقی لوگ اس فن میں سب سے پیش پیش ہیں اور دیہاتی خانہ بدوش سب سے زیادہ ناواقف ہیں عربوں میں سے بھی اسی خطہ کے لوگ اس سے آشنا ہیں جو تہذیب سے آراستہ ہیں اور وہاں کی آبادی ترقی یافتہ ہے جیسے کہ یمن ہے' یمنی لوگ جو رسم الخط استعمال کرتے تھے اسے وہ اپنی لغت میں "مسند" کہتے تھے' وہ کتابت میں جدا جدا حروف لکھتے تھے ان کا خیال تھا کہ یہ رسم الخط بذریعہ وحی حضرت ھودؑ کے کاتب پر نازل ہوا ہے' لیکن آثار قدیمہ کی تحقیقات اور زبانوں کے باہمی ربط کو دریافت کرنے کی معلومات نے ثابت کیا ہے کہ سامی رسم الخطوط' فینیقی رسم الخط سے نکلے ہیں اور خط آرامی اور فینیقی اور ان کی تمام اقسام اسی فینیقی رسم الخط سے مشتق ہیں' اور خط آرامی سے حوران میں خط نبطی وجود میں آیا' اور عراق میں سرنجلی سریانی نکلا یہی دو خط دراصل عربی رسوم الخط کی جڑ ہیں اول الذکر رسم الخط سے خط نسخ پیدا ہوا اور موخر الذکر سے خط کوفی نکلا' اسی خط کو اسلام سے قبل حیرہ کی طرف منسوب کر کے "حیری" کہا جاتا ہے اول الذکر خط شمالی عربوں نے اپنے شام کے سفروں کے درمیان سیکھا اور ثانی الذکر خط کو انہوں نے انبار سے سیکھا' اس خط کو دومتہ الجندل کے حکمران اکیدر بن عبدالملک کندی کے بھائی بشر بن عبدالملک کندی نے سیکھا تھا وہ جب مکہ گیا تو وہاں حضرت معاویہ کے دادا حرب بن امیہ کا داماد بن گیا تو اس نے قریش کی ایک جماعت کو یہ رسم الخط سکھایا تو وہاں اس رسم الخط کو لکھنے والے خاصی تعداد میں تیار ہو گئے جب کوفہ شہر بسایا گیا تو اس رسم الخط کا عمومی استعمال مساجد اور محلات پر لکھی جانے والی تحریروں میں ہونے لگا اور اس رسم الخط میں ایک خاص ترتیب اور حسن پیدا ہو گیا۔ اور اسے خط کوفی کہا جانے لگا۔

نوٹ:۔ آئندہ صفحہ سے آپ کو یہ فرق نمایاں طور پر معلوم ہو جائے گا کہ یہ رسم الخط کس طرح وجود میں آئے اور ان میں باہمی ربط و تعلق کیا ہے۔

دوسراباب

آغاز اسلام کا زمانہ اور بنی امیہ کی حکومت

اسلامی ادب

اسلامی ادب، کے عوامل، مصادر، اقسام اور طبائع :۔

عہد جاہلیت اور جزیرہ عرب کو ہم اس حالت میں چھوڑ آئے ہیں کہ زندگی کی چنگاریوں سے اس کا پیٹ اس طرح جوش مار رہا تھا جیسے ڈھکن بند برتن کے اندر کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے اس کے پیٹ سے ہماری مراد "سرزمین حجاز" ہے جبکہ اس سے قبل عرب کے جنوب میں یمن پر ایرانی تسلط اور شمال عرب میں عراق پر لخمیوں کی حکومت ختم ہونے کے بعد عربوں کی سرگرمیاں ماند پڑ چکی تھیں چنانچہ عربوں کی تحریک کی آگ نے حجاز کا رخ کر لیا اور وہ اس کے شہروں میں پھیل گئی خصوصاً مکہ میں۔ کیونکہ مکہ ان دنوں بیت اللہ کی موجودگی کی وجہ سے عربوں کی جائے ثواب اور صحراء میں واقع ہونے کی وجہ سے بیرونی ریشہ دوانیوں سے عربوں کی معقول جائے پناہ اور مال و دولت کا مرکز تھا کیونکہ یہ ایسے راستے پر واقع تھا جہاں جنوب سے قافلے آتے تھے جو کہ ہندی اور یمنی تجارت کا سامان لے کر شام اور مصر کو روانہ ہوتے تھے۔

اور یہ تجارتی منڈی اور دینی مرکز تھا جہاں جزیرہ کے اطراف و اکناف سے لوگ آتے اور یہاں بیرونی اور مقامی سامان کی خرید و فروخت کرتے۔ اور وہ مناسک حج ادا کرتے اور عکاظ کے میلے میں شرکت کرتے اور حرمت والے مہینوں کے زیر سایہ امن و سلامتی کی نعمت اور لذت سے بہرہ ور ہوتے (یہ مہینے عمومی طور پر امن اور تقدیس کا زمانہ تھے) اور ان تعلقات کو جوڑتے جنہیں جنگوں اور حملوں میں نیزوں نے توڑا ہوتا تھا' قریش اس دینی' معاشی اور معاشرتی تحریک کے کرتا دھرتا ہوتے کیونکہ وہ خانہ کعبہ کے متولی۔ عکاظ کے منتظم' تجارت کے نگران' محبت کے پیکر' ملک ملک پھرنے والے اور معاملات کے تجربہ کار تھے اور مختلف اقوام سے ان کے تعلقات تھے عرب ان کے دین' شرافت اور مال کے تسلط کی وجہ سے ان کے سامنے سرنگوں تھے اور انہوں نے ان کی زبان اور ادب کو اپنے اوپر فرض کر لیا تھا۔

قریش کی اس فضیلت کی بناء پر تمام لہجے متحد اور تمام دل اس کی رہنمائی میں ایک ہی مقصد کی طرف متوجہ ہو رہے تھے۔ ادھر مدینہ اور یمن میں یہودی اپنی صنعتی اور زرعی سرگرمیوں میں برتری کی وجہ سے سود خوری کو رواج دے رہے تھے اور تورات کی تعلیمات اور پیشین گوئیوں کو پھیلا رہے تھے' اور عیسائیوں کے پوپ اور پادری انجیل کی خوشخبری سنا کر لوگوں کو حیات اخروی کی طرف دعوت دے رہے تھے اور وہ اپنے ساتھ فلسفہ و قانون سازی میں یونان و رومان کی تاثیر لئے ہوئے تھے اور کلمہ الیہ کی ترویج کے لئے ذہنوں کو تیار کر رہے تھے۔

جبکہ شعراء ایک میلے سے دوسرے میلے میں' ایک چشمے سے دوسرے چشمے کی طرف منتقل ہوتے رہتے اور تعصب کے سازوں پر فخر و حماسہ کے گیت گاتے تو اس طرح وہ ایک لحاظ سے تو مختلف قبائل کے درمیان اختلاف اور دشمنی کی آگ بھڑکاتے اور دوسری جانب وہ اخلاق۔ عادات اور زبان میں یگانگت کے اسباب پیدا کرتے تھے گویا وہ بے تاب و مقید انسانوں کے لئے اس مقصد تک پہنچنے کی راہ ہموار کر رہے تھے جس کی طرف اللہ تعالے انہیں دعوت دینے والا تھا۔ پھر یہ کہ خانہ بدوش لوگ جہالت' قحط اور جنگوں کی عمیق گھاٹیوں میں گھرے ہوئے تھے اس کے ساتھ ساتھ سرداروں کی نخوت' مشائخ کی خود غرضی۔ امن و سکون کا فقدان ارباب اقتدار و قوت کی مرضی کے مطابق دولت کی تقسیم تھی علاوہ ازیں وہ اپنی کمائی میں حد سے بڑھ کر سود' حرام خوری' ناپ تول کی کمی اور زمانہ کی مصیبتیں برداشت کرتے تھے۔ یہ سب سے بڑی مشکلات تھیں اس قبیح مادہ پرستی اور تنگ دلی اور گندے نظام کا اثر یہ ہوا کہ سلیم طبیعتیں موجودہ زندگی سے تنگ آکر ترقی یافتہ اور مثالی زندگی گزارنے کے لئے تیار ہوئیں لیکن علامہ ابن خلدون کے بقول عرب اپنی درشتی' نخوت' بلند ہمتی اور چودھراہٹ حاصل کرنے میں باہمی کشمکش کی بناء پر آسانی سے ایک دوسرے کی ماتحتی کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے خیالات میں بہت کم ہم آہنگی پائی جاتی تھی' اور اس بنا پر ان پر مکمل کنٹرول حاصل کرنا انتہائی مشکل تھا تاوقتیکہ وہ طاقت دینی رنگ میں نہ رنگی ہوئی ہو خواہ وہ نبوت ہو یا ولایت ہو یا دینی اثر ہو' واقعتاً یہی ایک اصلاحی طریقہ تھا جس نے عربوں کو تبلیغ رسالت اور شریعت کی حاکمیت بتلانے کے لئے اقوام عالم کی طرف نکالا تو ان حالات میں اسلام کا ظہور اس کا ایک لازمی نتیجہ اور اس زندگی کا صریح رد عمل تھا۔

اور یہ چیز اس وقت بالکل واضح دکھائی دیتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن نے دین کو اسلام اور ماقبل زمانہ کو جاہلیت کا نام دیا ہے اور اس نام رکھنے میں ہر دو فریق کی زندگیوں اور

عقلوں کے ابتداء و انتہاء کے درمیان نمایاں فرق محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ جہالت کا مطلب ہے نادانی' حمیت اور خود پسندی اور یہ چیزیں زمانہ' جاہلیت میں اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھیں جبکہ اسلام کا مفہوم ہے امن و سلامتی' چشم پوشی اور اللہ تعالے کی اطاعت' یہ ہیں نئے مذہب کی خصلتیں جو یہ کہتا ہے۔ "وعبادالرحمن الذین یمشون علی الارض هونا واذاخاطبهم الجاهلون قالوا سلاما"

(اور خدا کے بندے وہ ہیں جو زمین پر متانت سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو انہیں "سلام" کہہ دیتے ہیں) یہی عمرو بن اہتم کی کلام کا مفہوم ہے جو اس نے احنف بن قیس پر اپنا فخر جتاتے ہوئے کہی تھی۔ جب وہ دونوں حضرت عمر بن خطاب کے سامنے سرداری کے امیدوار تھے اس نے کہا تھا "جب ہم اور تم زمانہ جاہلیت میں تھے تو اس دور میں افضل وہ تھا جو زیادہ جاہل تھا چنانچہ ہم نے تمہارے خون بہائے اور تمہاری عورتوں کو قیدی بنایا تھا جبکہ آج ہم دونوں مسلمان ہیں تو اسلام میں وہ افضل ہے جو زیادہ بردبار ہے تو اب اللہ تعالے تجھے اور مجھے معاف کرے" تو اس طرح وہ احنف پر غالب آگیا۔

تو اس وقت اسلام نے عربوں کی ذہنیتوں میں عظیم انقلاب برپا کر دیا اور جاہلیت پر کاری ضرب لگائی اور معاشرے کے لئے اعلیٰ نمونے مرتب کئے جو ان کے سابقہ مروجہ اصولوں کے مخالف اور ان کی مسلمہ اقدار کے منافی تھے۔

بہادری' جرات' دلیری' فضول خرچی اور تباہی کی حد تک بڑھی ہوئی سخاوت' قبیلہ سے وفاداری میں رہنا۔ انتقام لینے میں سنگ دلی کا مظاہرہ اور اپنی ذات یا اہل قرابت میں سے کسی پر قولی یا عملی زیادتی پر انتقام لے کر رہنا۔ عہد جاہلیت میں یہ اوصاف معیار فضیلت تھے لیکن اسلام نے انسان کے لئے جو اعلیٰ اخلاقی قدریں قرار دی ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ کے سامنے جھکنا۔ گڑگڑانا۔ اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ انکساری و بے بسی کا اظہار کرنا۔ مال و دولت میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور فخر و مباہات کی نمائش سے احتراز کرنا اور صبر کا دامن تھامنا اس کی وضاحت کرتے ہوئے رب کائنات نے فرمایا۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (سورۃ حجرات آیت نمبر ۱۳)

کہ اللہ کے ہاں تم میں سے معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کا خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اللہ تعالے نے تم سے جاہلیت کی نخوت' تکبر اور آباؤ و اجداد کے کارناموں پر فخر کرنے

اور اترانے کا خاتمہ کر دیا ہے تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے تھے کسی عربی کو عجمی پر تقویٰ کے سوا اور کسی طرح افضلیت حاصل نہیں ہے۔ تو اس طرح قومی اور نسلی تعصبات مٹ گئے چنانچہ حکومت و سیادت کا معیار حسب و نسب کی بجائے دینداری بن گیا۔ تعصب ختم ہو گیا اور اخوت و محبت میں رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھا جانے لگا۔ اس ذہنی اور عقلی انقلاب کی وجہ سے یقیناً فکری اور نظری انقلاب کی بھی راہ ہموار ہوئی اور دلوں اور ذہنوں سے نکلنے والے افکار اور زبانوں سے نکلنے والے اقوال بھی بدل گئے۔

وہ شاعر جو اپنے شیطان کے پیچھے لگ کر ایسے قصیدے نظم کرتا تھا جن میں فخر و مباھات۔ باہمی منافرت اور دوسرے کی تذلیل کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح خطیب کی خطابت سے سوائے عداوت اور بغض و حسد کے زہریلے قطرات سے اور کچھ نہیں ٹپکتا تھا۔ اور جنگ جو کا مطمع نظریہ ہوتا۔ کہ دن رات قتل و غارت گری میں مصروف رہے۔ جبکہ سردار فقط اپنی امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ کے مطابق زندگی گزارتے تھے۔ اور سرمایہ دار تجارت کے ذریعہ غریبوں کا خون چوستے تھے اس کردار کے مالک تمام لوگ خاموشی اور چپکے چپکے سے دعوت اسلامی پہ کاربند ہو گئے اب وہ صرف وہی کہتے اور کرتے تھے جس کا اللہ نے حکم دیا تھا یا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کر دیا تھا اور اب امت اسلامیہ کا دستور العمل فقط کتاب و سنت تھا وہی قانون سازی کرتے وہی آداب مقرر کرتے وہی اخلاق کو آراستہ کرتے اور وہی مشرک اور مجرم لوگوں کے دلوں میں کلمہ توحید اور نیکی کی حقیقت کو اجاگر کرتے اسی طرح قرآن و حدیث نے لوگوں کے دلوں میں اور امت کے اذہان میں ان جدید قوانین کا اضافہ کر دیا۔ جنہوں نے عربوں کے ماقبل کو یکسر بدل دیا اور ان کی مستقبل کی زندگی سے ہم آہنگ تھا۔

عہد رسول میں شاعری کا دائرہ کار تنگ ہو گیا کیونکہ تعصبات مٹ چکے تھے اور دینی روح غالب آ چکی تھی اور خطابت' قرآن کے پرچم تلے سمٹ گئی تھی اور اس کی داعی بن گئی اور آنے والے وخود پر اسی کی دعوت کو پیش کرنے لگی اور یہ قرآن کی رہنمائی میں چلنے لگی اور اسی کی روشنی سے منور ہونے لگی۔ اس عظیم دعوتی نظام نے تقاضائے حالات کے مطابق خط و کتابت کو جدید اسلوب کے مطابق ڈھالا حصول دین کی خاطر کتابت کی اشد ضرورت کی وجہ سے تحریر کی حوصلہ افزائی ہوئی خصوصاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر اس پر خصوصی توجہ فرمائی اور کتابت کے لئے لوگوں کو ابھارا۔ نیز تمام دفاتر اور رجسٹروں کو عربی میں منتقل کیا گیا۔

ادھر دشمنان اسلام' قرآن کے متعلق بحثیں اور مناظرے کرنے لگے' جبکہ دوسری

جانب حامیان دین نے قرآن کی حفاظت اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ عام کر دیا۔ اور اسلام کی روز افزوں ترقی اور وسعت کی بناء پر ضرورت محسوس ہوئی کہ مصادر دین (قرآن و سنت) سے اصول احکام کا استنباط و استخراج کیا جائے۔ اور جن چیزوں کے متعلق صریح نص موجود نہیں ہے انکے متعلق اجتہاد سے کام لیا جائے لہٰذا عربی زبان کی خداداد صلاحیتیں اور منطقی اور فلسفیانہ امتیازات اس وقت نمایاں ہوئے جب حضرت علی' حضرت عمرؓ حضرت زید بن ثابت' حضرت عبد اللہ بن عباس۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود' حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کے فیصلے سامنے آئے۔ پھر یہ فقہی اور منطقی روح اس وقت مزید کھل کر اور نکھر کر سامنے آئی جب حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین چپقلش کی وجہ سے علویوں' امویوں اور خوارج کے درمیان اختلافات نمایاں ہوئے۔

ہاں البتہ یہ کہنا مبالغہ آمیزی ہے کہ اسلامی تعلیمات ہر نفس تک پہنچیں اور ہر دل میں جاگزیں ہو گئیں۔ حتی کہ مکمل طور پر عربی ذہنیت میں انقلاب آگیا یہ اگرچہ فتح مکہ سے قبل اسلام لانے والے سابقین اولین' مہاجرین و انصار پر تو صادق آتا ہے مگر ان کے بعد ایمان لانے والوں پر صادق نہیں آتا اور نہ ہی اس میں وہ لوگ آتے ہیں جو اپنی سرکش اور بدویانہ ذہنیت کی بناء پر ہر قانون اور ضابطے سے آزاد ہیں اور وہ اپنی ترش روی اور اجڈپن کی وجہ سے کفر و نفاق میں ڈوبے ہوئے ہیں اور وہ اسی بناء پر خدا اور رسول کی مقرر کردہ حدود سے ناواقف ہیں اس قسم کے لوگوں کا رئیس قیس بن عاصم اس وجہ سے اسلام نہیں لایا تھا کہ دین اسلام برحق ہے بلکہ اس کے ذہن میں یہ تھا کہ رسول اکرم کے بعد نبوت کا جانشین وہ ہو گا حضور اکرمؐ نے فرمایا۔

"اللہ تعالے نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس بارش کی سی ہے جو کسی علاقے پر برستی ہے اس زمین کا ایک حصہ قابل کاشت ہے وہ پانی کو جذب کر لیتا ہے اس سے کثیر مقدار میں گھاس اور سبزہ پیدا ہوتا ہے' دوسرا قطعہ زمین سخت ہے وہاں پانی ٹھہر جاتا ہے اس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں خود پیتے ہیں جانوروں کو پلاتے ہیں کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں۔ اور ایک قطعہ زمین ایسا ہے جو بنجر اور چٹیل ہے نہ وہاں پانی ٹھہرتا ہے اور نہ گھاس اگتی ہے"۔

اس حدیث کا مصداق علم ہے کیونکہ خانہ بدوشوں میں جاہلیت کے اثرات باقی رہے وہ ہجو گوئی' حمیت بے جا اور شراب نوشی کے عادی رہے۔ اور رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد حجاز کے شہروں میں لوگ اسلام سے مرتد ہوئے۔ موسیقی' شراب نوشی اور غزل گوئی کی کثرت ہو

گئی۔ قحطانیوں اور عدنانیوں اسی طرح ہاشمیوں اور امویوں میں سابقہ عصبیت پھر لوٹ آئی خصوصا عہد بنی امیہ میں تو یہ بہت سنگین ہو گئی۔ یہ سب اسی مصداق کے بین ثبوت ہیں۔

اس سے ہمیں یہ واضح ہوتا ہے کہ اموی شاعری اسلامی روح سے قطعا متاثر نہیں ہوئی نہ کہ زیادہ بلکہ اس کا اسلام سے قلیل واسطہ بھی نہیں ہے کیونکہ یہ اپنی طبیعت اور طریقہ کے لحاظ سے جاہلی طرز پر جاری رہی اکثر شعراء دیہاتوں سے آتے اور مختلف قبائل اور اجتماعات میں اپنے تعصب بھرے جذبات کا اظہار کرتے تھے۔ عربی ذہنیت اور ادبی فنون میں اسلام نے جو اثر ڈالا وہ فقط عقیدہ' شریعت اور اس کی روح کی وجہ سے ہی نہیں ہے بلکہ اس پر فتوحات اور امامت کے متعلق جھگڑوں نے بہت اثر چھوڑا۔ فتوحات کے اثر کے ضمن میں ہم یہ کہیں گے کہ عرب جہاد کی خاطر جب اپنے جزیرے سے نکل کر دور دراز مختلف ممالک میں پھیل گئے اور انہوں نے قیصرو کسریٰ کی مملکتوں پر قبضہ کر لیا اور متعدد قوموں اور نسلوں کے ساتھ ان کا ملاپ ہوا اور انہوں نے ان کی تہذیبوں اور مختلف ذہنیتوں کا اثر لیا مثلاً عراق فتح کیا جو کہ قدیم تہذیب کا وارث اور عظیم قوموں اور مختلف کثیر نسلوں کی آماجگاہ تھا یہاں انہوں نے کوفہ و بصرہ آباد کیے۔ پھر انہوں نے فارس فتح کیا جو ان دو مملکتوں میں سے ایک تھی جنہوں نے قدیم دنیا پر حکمرانی کی تھی اور ان کی عقل و فکر پر اثر انداز ہوئی تھیں۔ پھر انہوں نے شام فتح کیا جہاں رومانوی ثقافت اور عیسائی مذہب کا دور دورہ تھا اور اس سے قبل وہاں فینیقی۔ کنعانی۔ مصری۔ یونانی اور غسانی اپنے اثرات چھوڑ چکے تھے جو آداب و اطوار' عقائد اور طرز حکومت کی نشاندہی کرتے تھے۔ اور انہوں نے مصر فتح کیا جو تہذیب اور فنون کا گہوارہ تھا۔ اور یونانی اور رومانی دو تہذیبوں کا سنگم تھا اور جہاں مغربی اور مشرقی فلسفے آکر مل چکے تھے۔ اور انہوں نے مغربی ممالک سے جبل طارق اور ماوراء النہر سے کاشغر تک علاقے فتح کیے۔

ان مفتوحہ ممالک کے باشندے سامی۔ حامی اور آریہ نسلوں سے تعلق رکھتے تھے اور مختلف سماوی وارضی مذاہب پر کاربند تھے اور فارسی۔ قبطی' عبرانی۔ سریانی۔ یونانی اور لاطینی زبانیں بولتے تھے عربوں نے ایک طرف تو ان کو مادی' ادبی اور روحانی طور پر جھکنے پر مجبور کیا اور فتوحات' زبان اور دین کے ذریعے سرنگوں کیا دوسری طرف وہ خود ذہنی اور نسلی طور پر عربوں کے زیر نگیں آگئے کہ انہوں نے ان کی تہذیب' ذہنیت اور قومیت اپنائی ان کی بود و باش۔ شادی بیاہ اور غلامی کے انداز اختیار کر لئے۔ اس عجیب اختلاط کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے وہ علوم شرعیہ' فنون ادبیہ اور تہذیب اسلامی نے جنم لیا جس نے زمین کو اپنے احاطہ میں لے لیا اور جدید

انسان کے لئے راہ ہموار کی۔

یہ تو فتوحات کا اثر تھا اور امامت میں خصومت کا اثر اس طرح ہوا کہ ان چار گروہوں کے درمیان بحث و مناظرے ہوتے جو حضرت علی و معاویہ کے مابین خلافت کے حصول کے سلسلہ میں نزاع کی وجہ سے وجود میں آئے تھے یہی وہ بحثیں تھیں جن کی وجہ سے عربی ذہن پر دلائل دینے اور استنباط کی وسیع قوت چھا گئی تھی۔ کیونکہ ان بحثوں کا دورومدار تاویلات قرآنی' اور وضع احادیث پر ہوتا تھا اور عصبیت کی آگ بھڑکانے میں شاعری سے مدد لی جاتی تھی سیاسی فیصلوں اور دینی تعلیمات کے سلسلہ میں مدلل تحریریں شائع کی جاتیں۔ مناظروں کی مجلسوں کا انعقاد ہوتا۔ خطبوں کا اہتمام ہوتا۔

حجاز میں ابن زبیر کے حامیوں کی جماعت تھی۔ شام میں بنی امیہ کی طاقت ور جماعت تھی۔ عراق میں شیعہ تھے جو آل رسول کے داعی تھے۔ اور خوارج جو ان سب کا انکار کرتے اور ان سب کو کافر کہتے تھے ان تمام گروہوں میں سے ہر گروہ کی خلافت کے متعلق الگ رائے تھی' دین میں الگ نظریہ تھا' کتاب و سنت سے علیحدہ علیحدہ دلیلیں تھیں اور خطبات اور شاعری کا مواد تھا اگر آپ انہیں پڑھنا چاہیں تو طبری۔ عقد الفرید' ابن ابی الحدید کی شرح المنہج اور الکامل للمبرد کا مطالعہ کریں آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ عربی ذہنیت پر اس اختلاف کا کس قدر اثر ہوا اور فنون ادب نے یہ اثر کس حد تک لیا۔

ہم ماقبل مباحث کو بطور تلخیص اس طرح پیش کر سکتے ہیں کہ ادب اسلامی پر اثر انداز ہونے والے اہم عوامل مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ عہد رسالت میں جاہلی عصبیت کا خاتمہ۔
2۔ عہد بنی امیہ میں اس عصبیت کا دوبارہ لوٹ آنا۔
3۔ دینی روح کی نشوونما۔
4۔ عربی ذہنیت میں انقلاب برپا ہونا۔
5۔ سیاسی جماعتوں کا ظہور ہونا۔
6۔ اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہونا۔
7۔ اجنبی قوموں کا اپنی زبان' عادات و اطوار' اعتقاد اور آداب کے ذریعے اثر انداز ہونا۔
8۔ قرآن و سنت کے اسالیب
9۔ اشعار جاہلی اور امثال کی صحیح و مستند روایات

یہاں ہم نے ان تمام عوامل کو مجمل طور پر بیان کر دیا ہے آئندہ صفحات میں ہم ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تفصیل بیان کریں گے اب ہم اسے اسی طرح چھوڑتے ہیں اور ادب اسلامی کے سرچشموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ادب اسلامی کے سرچشمے :۔

ہم ان سرچشموں کو چار چیزوں میں محدود کر سکتے ہیں۔

1۔ قرآن مجید۔
2۔ حدیث نبوی۔
3۔ جاہلی ادب۔
4۔ غیر ملکی منقول ادب۔

1۔ قرآن کریم :۔

قرآن کریم وہ پہلی کتاب ہے جو عربی زبان میں مدون کی گئی تاریخ ادب کے لئے اس کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ یہ چھٹی صدی عیسوی کے اواخر اور ساتویں صدی عیسوی کے اوائل کے عربوں کی ذہنی اور ادبی زندگی کا عظیم مظہر ہے اور یہ فنی نثر کا بانی اور ان معانی واسالیب اور معارف کا سرچشمہ ہے جو اس زمانے کے ادب میں عام ہوئے یہ ایسے انوکھے اسلوب میں نازل ہوا جو کانوں نے سنا نہ تھا اور ذہنوں نے اس جیسا سوچا نہ تھا۔ نہ تو یہ ہم وزن و قافیہ بند ہے اور نہ یہ مسجع ہے کہ جس میں فقروں کی تعداد کے مطابق معانی کے بھی حصے بن جائیں اور نہ یہ ایسا مرسل ہے کہ اس کا اسلوب بغیر ٹوٹے اور بغیر سجع بندی کے مسلسل چلتا جائے بلکہ یہ تو الگ الگ آیتیں ہیں کبھی باہم ملی ہوتی ہیں آواز وہاں پہ جاکر رک جاتی ہے اس کے معنی کے استقلال کی وجہ سے نیز قاری کی روح اور وجدان کی اس کے ساتھ ہم آہنگی کی وجہ سے ذہن سکون محسوس کرتا ہے۔

اہل عرب جو شاعری کے رئیس اور زبان و بیان کے امیر تھے جب انہوں نے اسے سنا تو انہوں نے اسے نہایت عظیم قرار دیا اور بہت عجیب محسوس کیا اور وہ ششدر رہ گئے کہ وہ اسے مشہور اصناف کلام میں سے کس صنف کے ساتھ منطبق کریں چنانچہ شک و اضطراب میں کبھی انہوں نے اسے شاعری بتایا' کبھی جادو کہا اور کبھی کاہن کی مسجع کلام کا نام دیا بہرحال ان کا اس

کلام (قرآن) کو ایسی اصناف میں شمار کرنا جو عقل کو مفتون کر دیتی ہیں اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس کلام نے ان کے دلوں پر گہرا اثر کیا تھا۔

قرآن پاک۔ اس لحاظ سے کہ یہ حکیم اور خبیر کی جانب سے ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کی آیات پہلے محکم اور پھر مفصل بیان کی گئی ہیں انسانی فن تنقید کو اتنی جرات نہیں کہ اس کے گرد پر تک مار سکے اور رسول اکرم کا معجزہ ہونے کے اعتبار سے عربوں کے لئے چیلنج ہے کہ وہ اس کی مثل ایک ہی سورت لا کر دکھا دیں۔ اھل اسلام تو اس کو نقل کرنے سے بھی گریز کرتے تھے کہ کہیں ان پر قرآن کی مثل بنانے کی تہمت نہ لگ جائے اور طرز تحریر سے اس لئے بھی گریز کرتے تھے کہ کلام خالق کا کلام مخلوق کے ساتھ اشتباہ سے پرہیز رہے۔ ہاں البتہ اس میں شک نہیں کہ کچھ مشرکین اور بعض نبوت کے جھوٹے دعوے داروں نے اس کی حجت کو باطل کرنے کی نیت سے اس کا مقابلہ کیا اور اس کی نقل پیش کرنے کے لئے اس سے معارضت کی مگر انہیں منہ کی کھانی پڑی مثلاً مسلیمہ کذاب سے منقول ہے "یا ضفدع نقی ماتنقین فلا الماء تکدرین ولا الشارب تمنعین" (اے مینڈکی! تو جتنا ٹر ٹر کر سکتی ہے ٹر ٹر کئے جا۔ تو نہ تو پانی گدلا کر سکے گی اور نہ ہی پینے والے کو روک سکے گی)

لیکن راویوں نے اسے نقل کرنے کو اہمیت نہیں دی یا تو خدا خوفی کی وجہ سے یا پھر اس کی تحریریں اس لائق نہیں تھیں کہ انہیں قابل تحریر سمجھا جاتا بلکہ وہ لچر قسم کی تھیں۔ جیسا کہ انہوں نے ابن المقفع، متنبی اور ابوالعلاء کی معارضانہ تحروں کو نقل کیا ہے۔ (بشرطیکہ ان کی طرف سے یہ نقول صحیح ہوں) کچھ متاخرین اھل قلم نے بھی اسلوب قرآن کی دلکشی سے متاثر ہوتے ہوئے اس کی پیروی کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں سوائے تمسخر اور پریشانی کا سامنا کرنے کے اور کچھ حاصل نہ ہو سکا کیونکہ وہ اپنی کم مائگی اور عاجزی کی بناء پر اس کے بلند مرتبہ تک نہ پہنچ سکے۔ بالآخر معارضہ و مقابلہ کرنے سے باز آ گئے اور اپنی ہار تسلیم کر گئے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے انشا پردازی کے فن میں کوئی ایسا مسلک اختیار نہیں کیا کہ لوگ جس کی اتباع کرتے جس پر نقد و جرح کا دروازہ کھلتا۔ ہاں البتہ اس کا سب سے بڑا اثر نثر پر پڑا جو کہ قدیم طرز سے نکل گئی کیونکہ پہلے اس کے چھوٹے چھوٹے مسجع جملے ہوتے تھے اب وہ عمدہ اور بہترین شکل میں نظر آنے لگی جسے آپ رسول اکرمؐ کی احادیث، خطبوں اور رسائل میں اور صحابہ و تابعین کے خطبوں اور خط و کتابت میں دیکھ سکتے ہیں۔ کہ جن کے جملے مربوط و موزوں، چیدہ الفاظ، خوشنما ترتیب، عمدہ تشبیہات، مضمون منطقی، مدلل اور پرزور انداز بیان جو

کہ عقل و دل میں گھر کر جانے والا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید نے قصہ نویسی' وصف بیانی' قانون سازی' منطقی استدلال' مواعظ حسنہ میں نثر پر بہت بڑا اثر ڈالا اور ایسے الفاظ ترکیبیں اور موضوعات کا اضافہ کیا جن سے پہلے اہل عرب لابلد اور ناواقف تھے لہٰذا اس کی آیات صدہا سال گزرنے کے باوجود خطباء کے لئے قوت اور انشاء پردازوں کے لئے زریں اصول ہیں وہاں ان آیات سے اپنی کلام کو مزین کرتے ہیں جو ان کے استعمال کی وجہ سے نفاست اور خوبصورتی میں اس طرح ممتاز ہوتی ہیں جس طرح مصنوعی موتیوں کے ہار میں اصل موتی ممتاز ہوتے ہیں۔

اسلوب قرآن مجید :۔

قرآن مجید پیش آمدہ حالات و واقعات کے مطابق تیئس سال کی مدت میں قسط وار نازل ہوا ان میں سے تیرہ سال مکہ میں تھے اس دوران ترانوے سورتیں نازل ہوئیں اور دس سال ہجرت کے بعد مدنی زندگی کے ہیں جن میں اکیس سورتیں نازل ہوئیں یہ کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں جو زمان و مکان اور واقعات و حوادث کے مختلف ہونے کی وجہ سے اپنے اسلوب اور موضوع کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ چنانچہ کچھ حادثات و مسائل کے متعلق صرف ایک آیت یا چند آیات نازل ہوئیں بعض کے متعلق پوری سورت نازل ہوتی جب بھی کوئی آیت یا سورت نازل ہوئی صحابہ اسے زبانی یاد کر لیتے یا علیحدہ علیحدہ لکھ لیتے یہی وجہ ہے کہ قرآن کسی قانون تالیف کے تابع نہیں ہے کہ وحدت موضوع۔ وحدت اسلوب اور مختلف مضامین کی مناسبت سے علیحدہ علیحدہ باب باندھنے کی پابندی ہو۔

چنانچہ یہ اسی صورت میں اکٹھا ہوا اور رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد اس طرح مدون کیا گیا کہ لکھنے والوں نے جو پہلے پایا اسے پہلے سینوں میں محفوظ کر لیا یا اوراق میں لکھ لیا پھر ترتیب نزولی یا موضوعات کی مناسبت کی بجائے لمبی اور چھوٹی سورتوں کے مطابق ترتیب رکھی گئی بعض قصص کو انذار کی تاکید اور اسباب کے اختلاف کی وجہ سے متعدد بار تکرار سے ذکر کیا گیا لہٰذا موضوع اور اسلوب میں وحدت باقی نہ رہی کیونکہ اس کا نزول الگ الگ جگہوں میں مختلف اوقات میں اور نئے نئے مقاصد کے تحت ہوا اس بناء پر یہ تورات اور انجیل کے اسلوب سے ہٹ کر ہے۔

مکی سورتیں جو قرآن کا دو تہائی ہیں اصول دین پر مشتمل ہیں جبکہ مدنی سورتیں اصول احکام پر مبنی ہیں۔ اصول دین کے چیدہ چیدہ نکات یہ ہیں اللہ تعالےٰ' اسکے رسول اور یوم آخرت

پر ایمان لانا' نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور یہ امور عواطف اور وجدان سے تعلق رکھتے ہیں ان کی طرف دعوت دینا اور ان کا شوق دلانا تقاضا کرتا ہے کہ اسلوب بیان پختہ شاعرانہ طرز کا ہو جو کہ اپنے واعظانہ قصوں' دلنشیں حکمتوں' دلکش مثالوں' مسحور کن وعدوں اور مرعوب کن دھمکیوں کی وجہ سے دل پر اثر انداز ہو۔ اس بناء پر آپ دیکھتے ہیں کہ اس کے لئے جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے اس میں چھوٹی چھوٹی آیتیں' موزوں و مقفی جملے' عمدہ تشبیہات اور زور دار استعارے اور کنائے استعمال کئے گئے ہیں۔ جہاں تک اصول احکام کا تعلق ہے تو ان سورتوں کے موضوعات میں عبادات اور معاملات نمایاں ہیں' ان کی توضیح کے لئے نہایت محکم' سنجیدہ اور پختہ طرز بیان اور اسلوب درکار ہے۔ یہ اسلوب بیان لمبے لمبے جملوں' مفصل آیات اور مقاصد کی وضاحت کا متقاضی ہے۔

یہ بات پیش نظر رہے کہ قرآن کریم قانون سازی کے لئے فقہی اسالیب اور قانونی اصطلاحات سے کام نہیں لیتا۔ بلکہ وہ تبلیغ و دعوت اور ہدایت کے ضمن میں احکامات کا ذکر کر دیتا ہے کیونکہ اس کا مقصد اول تو توحید کی اشاعت' دین کا اظہار' دلوں کو گمراہی' جہالت اور شرک کی پلیدگی سے پاک و صاف کرنا ہے پھر ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نئی حکومت عہد نبوت میں کوئی اتنی وسیع بھی تو نہیں تھی کہ مفصل قانون کی ضرورت محسوس ہوتی۔

اعجاز قرآن :۔

ہر قسم کے دلائل اور علماء کے متفقہ فیصلے کے مطابق قرآن مجید معجزہ ہے لیکن اختلاف اس بات میں ہے کہ قرآن کے معجزہ ہونے کے اسباب کیا ہیں۔ کچھ حضرات تو کہتے ہیں کہ مقصد کی بلندی' متنوع مقصود اور غیبی خبروں کی اطلاع سبب اعجاز ہے اور بعض کے نزدیک دلکش فصاحت و بلاغت۔ واضح اور صاف مذہب و مسلک اور پر زور طرز بیان سبب اعجاز ہے ہم بھی اسی طرف میلان رکھتے ہیں۔ کیونکہ جن لوگوں کو قرآن کی نظیر لانے کا چیلنج دیا گیا تھا وہ کوئی فقیہ یا فلسفی نہیں تھے کہ ان کا اس کی مثل نہ لا سکنا اس کا معجزہ قرار پاتا بلکہ وہ تو خوش بیان بلیغ' شعلہ بیان خطیب اور بلند پایہ شاعر تھے قرآن میں تشبیہ و تمثیل کی باریکیاں' مجمل و مفصل کی بلاغت' دلکش طرز بیان' قوی استدلال چند ایسے امتیازات ہیں جو انسانی طاقت سے ماوراء ہیں اور مقابلہ کے لئے سامنے آنے والے کو گونگا اور بہرہ بنا کر رکھ دیتے ہیں۔

زبان قرآن :۔

قریش کی زبان ہی دراصل قرآن کی زبان ہے پھر رسول اکرمؐ اسی میں پیدا ہوئے اور اسی میں مبعوث ہوئے اور کیونکہ یہ لغت نطقی مٹھاس' دقیق ساخت اور پختہ ترتیب میں تمام زبانوں پر فوقیت رکھتی تھی اور اس کے بولنے والے خانہ کعبہ کی ہمسائیگی' حاجیوں کی سقایت اور کعبہ کو آباد کرنے کی بنا پر تمام قبیلوں پر سبقت رکھتے تھے اسی طرح قرآن مجید بنو سعد کی زبان میں بھی نازل ہوا کیونکہ نبی اکرمؐ نے ان میں دودھ پیا یہ بھی قبائل ہوازن کی زبانوں میں سے فصیح زبان تھی' کیونکہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔

"انا افصح العرب بیدانی من قریش وانی انشات فی بنی سعد بن بکر" (میں عرب کا فصیح اللسان ہوں کیونکہ میں قریش میں پیدا ہوا اور بنی سعد میں پلا بڑھا ہوں)

قرآن پاک میں کچھ الفاظ دیگر عربی زبانوں کے بھی ہیں مثلاً فرمان الٰہی ہے۔ **"لا یلتکم من اعمالکم شیئا"** (اللہ تعالے تمہارے اعمال میں سے کم نہیں کرے گا۔) یہ بنی عبس کا لفظ ہے (**"لایلتکم"** کا معنی قریش کی زبان میں **"لاینقصکم"** ہے) علاوہ ازیں غیر عربی زبان کے بھی قرآن پاک میں سو سے زیادہ الفاظ وارد ہوئے ہیں جو کہ فارسی' رومی' نبطی' حبشی' عبرانی' سریانی اور قبطی زبانوں سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً الجبت (بت) الاستبرق (زربفت) السندس (ریشمی کپڑا) القسطاس (ترازو) اور الزنجبیل (ادرک) جنہیں عربوں نے اپنی زبان میں شامل کرلیا اور اپنے اوزان پر جاری کرلیا چنانچہ یہ بھی عربی کے الفاظ بن گئے۔

مقاصد و مضامین قرآن :۔

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ کچھ قرآن مجید مکہ میں نازل ہوا اور اس کا کچھ حصہ مدینہ میں نازل ہوا۔ مکی سورتیں ان اہم موضوعات پر مشتمل ہیں جن کی وجہ سے رسول کرمؐ آئے تھے ان سورتوں میں توحید الٰہی' اس کی صفات کا تذکرہ اور اس کی نشانیوں کی عظمت کا ذکر ہے اور رسول اکرمؐ نے مخالفین و معاندین کو جو چیلنج کیا ہے اس کی تائید کی گئی ہے اور سابقہ لوگوں کے حالات کو مثالوں کی شکل میں بیان کیا گیا ہے بتوں اور ان سے متعلقہ عادات و اطوار اور نظریات کی سختی سے تردید کی گئی ہے یوم آخرت اور اس سے متعلقہ جنت اور جہنم کو ثابت کیا گیا ہے جنت کی خوشخبری اور جہنم سے ڈرایا گیا ہے پھر رسول اکرمؐ کو مشرکین سے جہاد بالسیف کی اجازت دی گئی ہے۔

جبکہ مدنی سورتیں اس لحاظ سے امتیازی حیثیت رکھتی ہیں کہ ان میں غزوات ان کے اسباب و وجوہ اور ان کے نتائج و عواقب سے مسلمانوں کو جو فوائد حاصل ہوئے ان کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان میں دینی قانون سازی ہے مثلاً نماز' زکوۃ' روزہ اور حج کا ذکر ہے۔ اور اجتماع اور معاشرتی قوانین ہیں مثلاً انفرادی حالات' تمدنی معاملات' عدالتی قوانین اور اس سے متعلق حدود اور قصاص کے قوانین ہیں ان تمام جگہوں میں آپ دیکھیں گے کہ الفاظ معانی کے ساتھ مربوط ہیں اور معانی مقاصد کے ساتھ متفق ہیں یہاں منطقی اور فنی اصطلاحات و قوانین بہت ہیچ رہ جاتے ہیں اور اس سے بالاتر صرف قدرت الٰہی ہی رہ جاتی ہے۔

تاثیر قرآن :۔

مسلمان قرآن مجید میں ہمہ تن مشغول اور کامل منہمک ہو گئے کہ وہی مسجد میں ان کی دعا' گھر میں ان کا نظام' کردار میں ان کا لائحہ عمل اور حکومت میں ان کا دستور بن گیا اس کی رہنمائی ان کی روح رواں اور اس کی وحی کا نزول ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی اور اس کتاب نے ان کی زبانوں' دلوں اور نظاموں میں ایسا اثر کیا جو دوسری کوئی آسمانی کتاب اپنے ماننے والوں پر اثر نہ کر سکی۔ جہاں تک ادب اور زبان پر اس کی تاثیر ہے۔ (جس کا ذکر یہاں کرنا ہمارا مقصد ہے) وہ اس قدر ہے کہ اس نے سخت اور درشت قوموں کے دلوں میں جاگزیں ہو کر انہیں نرم کر دیا ٹھوس طبیعتوں میں داخل ہو کر ان میں محبت و مروت پیدا کر دی ان کی سطحی عقلوں میں داخل ہو کر انہیں ٹھوس اور مضبوط بنا دیا زبان کے اس عمل نے الفاظ میں مٹھاس' ترکیب میں سلاست' ادائیگی میں نزاکت۔ بولنے میں قوت اور معانی میں کثرت پیدا کر دی۔

اور دین میں نئے الفاظ کی شمولیت نے زبان کا دائرہ وسیع کر دیا۔ مثلاً الصلوۃ (نماز) الزکوۃ (زکوۃ) القیام' الرکوع' السجود' الوضوء' المومن۔ الکافر وغیرہ اور بہت سے جدید علوم کی ضرورت پیدا کر دی مثلاً نحو' صرف اور اشتقاق جس سے زبانی خامیاں دور ہوتی ہیں اور قرآنی اعجاز ثابت کرنے کے لئے علم معانی' بیان اور بدیع وجود میں آئے اور اس کے نئے الفاظ کی تشریح اور مشکل الفاظ کی وضاحت کے لئے لغت اور ادب کے علوم سامنے آئے اس سے شرعی احکام کے استنباط کے لئے حدیث' اصول حدیث' فقہ اور تفسیر کے علوم کی بناء رکھی گئی۔ یہی قران مجید ہے جس نے گزشتہ چند صدیوں میں ان علوم کے بقاء کی ضمانت دی اور دنیا کے دور دراز خطوں میں انہیں پھیلایا جس سے اللہ تعالٰے کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے۔

"انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" (ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) قرآن کی حفاظت گویا اس کی زبان کی حفاظت ہے۔

قرآن مجید کی قرآتیں :-

نور اسلام کی ضوفشانی کے وقت مختلف لغات اور لہجوں میں مکمل ہم آہنگی نہیں پائی گئی تھی بلکہ لوگوں کی زبانوں پر مختلف لسانی خامیاں بدستور باقی تھیں۔ مثلاً فتح' امالہ' اظہار' ادغام' مد' قصر' ہمزہ کی تحقیق اور تخفیف' حرف کو پر یا باریک پڑھنا۔ علیہم اور الیہم میں ھاء اور میم پر پیش پڑھنا' جب قرآن پاک قریش کی زبان اور ان کے لہجے پر نازل ہوا تو قریش کے علاوہ دیگر عرب اتنی قلیل مدت میں قریشی لہجے کو اپنی فطرتی زبان اور مادری لہجہ پر غالب کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے چنانچہ انہوں نے اسے اپنی زبانی خامیوں کے مطابق پڑھنا شروع کر دیا لہذا رسول اکرمؐ نے بھی تلاوت کی آسانی اور لوگوں کی سہولت کے لئے ان طریقوں کو برقرار رہنے دیا۔

چند غیر مستند قرآتیں :-

فتوحات کی وسعت عربوں کے دیگر علاقوں میں رہائش پذیر ہونے اور نئے نئے فرقوں کے جنم لینے سے جب زبانیں حد سے زیادہ بگڑ گئیں۔ فطری صلاحیتیں خراب ہونے لگیں اور دلوں میں کجی پیدا ہو گئی۔ اور ان کے عجموں سے ناواقفیت' لہجوں اور حروف کی ادائیگی میں شدید اختلاف' کم فہم اور جھگڑالوں کی زبردستی دخل اندازی کی وجہ سے کچھ ایسی قراتیں بھی ظہور پذیر ہوئیں جنہیں نہ تو عربی زبان کی تائید حاصل تھی نہ ہی صحت سند کی اور نہ مصحف کے رسم الخط کی۔

سات مشہور قراء:—

پہلی صدی ہجری میں کچھ لوگوں نے قراءتوں کو قلمبند کرنے' ان کی وجوہ شمار کرنے اور ان کے مذاہب کو بیان کرنے کا بیڑا اٹھایا اور انہوں نے اسے بھی حدیث اور تفسیر کی طرح ایک فن بنا دیا۔ اس جماعت اور اس کے متصل بعد طبقہ کے سات اشخاص مشہور ہوئے جن کی طرف آج بھی وہ قراءتیں منسوب ہوتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

1۔ عمرو بن العلاء (م 154ھ)

2۔ عبداللہ بن کثیر (م 120ھ)

3۔ نافع بن نعیم (م169ھ)
4۔ عبد اللہ بن عامر (م118ھ)
5۔ عاصم بن بھدلہ الاسدی (م128ھ)
6۔ حمزہ بن حبیب الزیات (م157ھ)
7۔ علی بن حمزہ الکسائی (م189ھ)

یہی وہ سات قرائتیں ہیں جن کی صحت پر متفقہ فیصلہ ہو چکا ہے ان کے علاوہ تین اور بھی قرائتیں ہیں جو صحت اور تواتر میں ان کے بعد کا درجہ رکھتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

1۔ ابو جعفر المدنی (م132ھ) کی قرات۔
2۔ یعقوب بن اسحاق حضرمی (م185ھ) کی قرات
3۔ خلف بن ہشام کی قرات جو ان دس کے علاوہ قرات ہے وہ شاذ اور بے قاعدہ ہے۔

قرآن مجید کی جمع و تدوین :-

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ قرآن کریم اہم واقعات اور ضروری حالات کے مطابق تیئس سالوں میں بالاقساط نازل ہوا اور رسول اکرمؐ کی وفات سے تین ماہ قبل 10ھ میں اس نے اپنے خاتمے کا اعلان کر دیا قبل ازیں اس کی آیات کو ترتیب دی جا چکی تھی۔ اور اس کی سورتیں مکمل ہو چکی تھیں ہاں البتہ حیات نبوی میں اس کو ایک صحیفہ کی شکل میں مرتب نہیں کیا گیا تھا جب رسول اکرمؐ فوت ہوئے تو قرآن کھجور کی چھالوں' سفید پتلے پتھروں اور شانہ کی چوڑی ہڈیوں پر لکھا ہوا تھا یا پھر صحابہ کی زبانوں پر رواں تھا جب جنگ یمامہ میں ستر قاری شہید ہوئے تو مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی اور حضرت عمرؓ کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے رہے تو قران پاک ضائع ہو جائے گا چنانچہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا۔ خلیفہ متردد ہوئے اور کہا۔

"کیف افعل امرالم یفعلہ رسول اللہ ولم یعھد الینا فیہ عھدا" (میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو اللہ کے رسولؐ نے نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں اس کے متعلق کوئی ہدایت سونپی)

حضرت عمرؓ انہیں بار بار مسلسل قائل کرتے رہے۔ حتی کہ انہیں آمادہ کر لیا اور یہ کام حضرت زید بن ثابت کو سونپ دیا جو کاتبین وحی میں سے ایک تھے اور جنہوں نے آخری مرتبہ رسول اکرمؐ کو پڑھ کر سنایا تھا چنانچہ انہوں نے لوگوں سے لکھا ہوا اور حفظ کیا ہوا سب اکٹھا کر لیا

اور اسے اس صحیفہ میں جمع کر دیا جو عہد ابو بکر میں ان کے پاس اور ان کے بعد حضرت عمر کے پاس رہا پھر یہ صحیفہ خلافت عثمان میں حضرت حفصہ کے پاس رہا جو زوجہ رسول تھیں۔

جب مملکت اسلامیہ کا رقبہ وسیع ہو گیا اور قراء دور دراز علاقوں میں پھیل گئے تو انہوں نے لہجوں میں اختلاف کی طرح قرائتوں میں بھی اختلاف کرنا شروع کر دیا اور ایک دوسرے پر حسن قراءت اور صحت روایت پر فخر کرنے لگے حضرت عثمان نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ کہیں لوگ تلاوت میں اختلاف کی طرح قرآن سے استدلال میں بھی اختلاف نہ کرنا شروع کر دیں چنانچہ آپ نے زید بن ثابت' عبد اللہ بن زبیر' سعید بن عاص اور عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کو حکم دیا تب ان حضرات نے ان تمام اوراق کو ایک مصحف میں نقل کر دیا اور اس کی سورتوں کو طول و قصر کی مناسبت سے ترتیب دے دیا اور قریش کی لغت پر انحصار کیا کیونکہ قرآن اسی زبان میں نازل ہوا تھا اور حضرت عثمان نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس مصحف سے چند اور نسخے تیار کریں' اور پھر مملکت کے ہر گوشے میں ایک نسخہ بھیج دیا اور وہ سات نسخے تھے آپ نے وہ مکہ' شام' یمن' بحرین' بصرہ' اور کوفہ میں ارسال کئے اور ایک مدینہ میں اپنے پاس رکھ لیا اور آپ کا نسخہ "الامام" کے نام سے مشہور ہے پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کے سوا باقی تمام تحریروں کو جمع کر کے جلا دیا جائے۔

نور قرآن کی ایک جھلک :۔

اتا مرون الناس بالبر و تنسون انفسکم عسی ان تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم۔ کم من فئته قلیلة غلبت فئته کثیرة باذن اللہ واللہ مع الصبرین قول معروف و مغفرة خیر من صدقة یتبعھا اذی و مثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضاة اللہ و تشبیعاً من انفسم کمثل جنته بربوة اصابہاوابل فاتت اکلھا ضعفین فان لم یصبنا وابل فطل واللہ بما تعملون بصیر لن تنالوا البرحتی تنفقوا جما تحبون۔ ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک۔ ان ینصر کم اللہ فلا غالب لکم' وان یخذلکم ممن ذالذی ینصر کم من بعدہ؟ من یعمل ایجزبہ والا یجدلہ من دون اللہ ولیا ولا نصرا۔ قل لا یستوی الخبیث والطیب ولوا عجبک کثرة الخبیث ما علی المحسنین من سبیل' ان اللہ لہ یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسم۔

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ کتنی مرتبہ چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب ہوئی ہے۔

نور قرآن کی ایک جھلک :۔

اتا مرون الناس بالبروتنسون انفسکم۔ عسی ان تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم۔ کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن اللہ واللہ مع الصبرین۔ قول معروف و مغفرة خیر من صدقة یتبعھا اذی۔ و مثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضاة اللہ و تشبیتامن انفسھم کمثل جنة بربوة اصابھاوابل فاتت اکلھا ضعفین فان لم صبھا وابل فطل واللہ بما تعملون بصیر۔ لن تنالوا البرحتی تنفقوا مماتحبون۔ ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک۔ ان ینصر کم اللہ فلا غالب لکم' وان یخذ لکم فمن ذالذی ینصر کم من بعدہ؟ من یعمل سوء ایجز بہ ولا یجدلہ من دون اللہ ولیا ولا نصیرا۔ قل لا یستوی الخبیث والطیب ولوا عجبک کثرة الخبیث ما علی المحسنین من سبیل' ان اللہ لا یغیر ما

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ کتنی مرتبہ چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب ہوئی ہے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ نیکی کی بات کہہ دینا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد ایذا دہی ہو وہ جو لوگ اپنے مال اللہ کی رضا جوئی کے لئے نیز اپنے نفس کو حق پر ثابت کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس باغیچے کی سی ہے جو اونچی جگہ پہ ہو جس پر موسلا دھار بارش برسے اور وہ اپنا پھل دوگنا کر دے اور موسلا دھار بارش نہ بھی برسے تو پھواری پڑنے سے اللہ تعالے جو کچھ تم کرتے ہو اسے دیکھتا ہے۔ تم نیکی کو اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیز میں سے خرچ نہ کرو۔ اگر آپ تلخ لہجہ اور سنگدل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد جمع نہ ہوتے' اللہ تعالے تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہاری مدد سے ہاتھ کھینچ لے تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا؟ جو برے کام کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور وہ اللہ کے سوا کسی کو حمایتی اور مددگار نہیں پائے گا۔ آپ کہہ دیجئے۔ پلید اور پاکیزہ برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ خبیث کی کثرت تمہیں بڑی پسندیدہ ہو۔ اچھا کام کرنے والوں پر (گرفت کی) کوئی راہ نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالے کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو خود نہیں بدلتے۔

بقوم حتى يغيروا مابانفسهم قل كل يعمل على شاكلته' لله الامر من قبل ومن بعد' ماجعل الله لرجل من قلبين فى جوفه' ولا يحيق المكرالسيئى الاباهله' انما بغيكم على انفسكم' فمن نكث فانما ينكث على نفسه ومن اوفى بما عاهد عليه الله فسيؤتيه اجرا عظيما۔ لاتستوى الحسنة ولا السيئة' ادفع بالتى هى احسن' فاذا الذى بينك وبينه عداوة كانه ولى حميم' كل نفس ذائقة الموت' كل نفس بما كسبت رهينة' تحسبهم جميعا وقلوبهم شتى' كل حزب بما لديهم فرحون' واذارا يتهم تعجبک اجسامهم وان يقولوا تسمع لقولهم كا نهم خشب مسندة' يحسبون كل صيحة عليهم۔ فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره۔ وقضى ربک الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا' امايبلغن عندک

آپ کہہ دیجئے! ہر ایک اپنی طبیعت کے مطابق عمل کرتا ہے اول و آخر فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے' اللہ تعالےٰ نے کسی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔ بری چال کا برا انجام اس کو پہنچتا ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے' تمہاری سرکشی کا وبال تمہاری جانوں پر ہو گا۔ جو اپنے عہد و پیمان سے پھرے اس کا وبال اسی پہ ہو گا اور جو کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرے گا تو اللہ تعالےٰ اس کو اجر عظیم عطا کرے گا۔ نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتیں۔ احسن طریقہ سے معاملات چکاؤ' ایسا کرنے سے جو تمہارا دشمن ہو گا وہ تمہارا گہرا دوست بن جائے گا۔ ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے۔ ہر جان اپنے اعمال کے عوض رہن رکھی ہوتی ہے' آپ انہیں متحد خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہیں' ہر جماعت اپنے پاس کی چیز سے خوش ہے' جب آپ ان کو دیکھیں گے تو آپ کو ان کے جسم بھلے معلوم ہوں گے اگر وہ کہیں تو آپ ان کی باتیں سنیں تو ایسا لگے گا کہ وہ سہارے سے لگی ہوئی لکڑیاں ہیں۔ ہر شور اور آواز کو وہ اپنی اوپر عذاب سمجھتے ہیں' جو شخص ذرہ برابر بھلائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ بھر برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔ تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو' اگر تمہاری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو ان سے اف نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا بلکہ دونوں سے ادب اور احسن انداز سے بات کرنا۔ ان دونوں کے سامنے اپنی فرمانبرداری کے بازو جھکا دو اور یہ دعا کرو کہ خدایا! جیسے بچپن میں انہوں نے مجھے پالا

الکبر احد هما اوکلاهما فلاتقل لهما اف ولاتنہر هما وقل لهما قولا کریما' واخفض لهما جناح الذل من الرحمة و قل رب ارحمهما کماربیانی صغیرا. ربکم اعلم بمافی نفوسکم ان تکونو اصالحین فانه کان للا وابین غفورا وات ذا القربی حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذ رتبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربه کفورا واما تعرضن عنهم ابتغاء رحمة من ربک ترجوها فقل لهم قولا میسورا' لا تجعل یدک مغلولة الی عنقک ولا تبسطها کل وابسط فتقعد ملوما محسورا۔

ہے ان دونوں پر رحمت اور مہربانی نازل فرماتمہارے رب اس سے بہت زیادہ واقف ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم نیک و کار ہو تو وہ رجوع کرنے والوں کے لئے بہت بخشنے والا ہے' رشتہ دار کو اس کا حق دے دو نیز مسکین اور مسافر کو' بے جافضول خرچی نہ کرو' بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے' اگر آپ ان سے اپنے رب کی رحمت چاہنے کے لئے رخ پھیرلیں تو ان سے نرم اور آسان بات کیجئے گا۔ اپنے ہاتھ کو گردن سے جکڑ نہ رکھیے اور نہ ہی اسے پوری طرح پھیلاؤ کہ تم ملامت کئے ہوئے اور عاجز بن کر بیٹھ جاؤ۔

2۔ حدیث نبوی :۔

رسول اکرمؐ کا قول یا آپؐ کے فعل کی حکایت یا صحابہ کا آپؐ کے متعلق کسی بات بتانے کا نام حدیث ہے دینی و ثقافتی امور میں کتاب اللہ کے بعد دوسرا درجہ حدیث شریف کا ہے حقوق اور عبادات کے متعلق قانون سازی کا یہی سب سے بڑا منبع وماخذ ہے اور فہم قرآن کا یہی سب سے بڑا ذریعہ ہے حدیث ہی قرآن کے مشکل مقامات کی وضاحت' مجمل کی تفصیل' مطلق کی تقیید اور عموم کی تخصیص کرتی ہے سند کے لحاظ سے صحیح روایات کی تعداد جو آپ سے مروی ہیں بہت کم ہے تاہم وہ وضاحت' الہام اور خداداد صلاحیت میں لاثانی ہیں کیونکہ آپؐ قریش میں پیدا ہوئے اور بنو سعد میں دودھ پیا جو کہ تمام قبائل میں فصیح تر ہے نیز آپ زبان قرآن پر کامل عبور'

زبان عرب پر مکمل دسترس' اعلی اسالیب بنانے کی فطرتی صلاحیت فقہی و دینی مطالب و معانی بیان کرنے کے لئے نئے نئے الفاظ وضع کرنے پر قدرتی اور خداداد صلاحیت رکھتے تھے اس کے باوجود حدیث کی سند کے لحاظ سے لسانی قدر و قیمت اور تاریخی رہنمائی' قرآن کے بلند درجہ تک نہیں پہنچ سکتی کیونکہ قرآن کریم کو نزول کے وقت ہی کاتبین وحی مدون کر لیتے تھے اور پھر یہ کہ نص قرآنی کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا ہے جیسا کہ فرمان الہی ہے۔

"فمن بدله بعد ماسمعه فانما اثمه على الذين يبدلو نه" (جو بھی اس قرآن کو سننے کے بعد بدلنے کی کوشش کرے گا اس کا گناہ بدلنے والوں پر ہو گا) لیکن حدیث کی تدوین تقریباً دوسری صدی ہجری کے وسط میں ہوئی جبکہ اس سے پہلے فقط حافظہ سے ہی روایت کی جاتی تھی حافظہ اکثر غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے لہذا اس میں جاہلی نثر سے بھی زیادہ لفظی تبدیلیاں اور روایتی اختلافات سامنے آئے اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ علماء حدیث نے یہ کہتے ہوئے روایت بالمعنی کی اجازت دے دی کہ سالہائے دراز تک لفظی محافظت محال ہے اور ادھر سیاسی جھگڑوں نے سر اٹھایا اور دینی جماعتیں وجود میں آئیں خواہشات کے غلاموں نے رسول اکرم پر کذب بیانی کو جائز قرار دے دیا چنانچہ انہوں نے اپنی دعوت کی تائید اور اپنے رجحان کی ترجیح میں ہزاروں جھوٹی حدیثیں بنا ڈالیں۔

ایک دوسری جماعت نے اصول دین کے موافق' نیکی کی طرف راغب کرنے کے لئے فضائل اعمال پر مشتمل احادیث وضع کرنے کی اجازت دے دی ان کی یہ دلیل تھی کہ لوگ عمل کرنے کے لئے قرآن کی نص یا حدیث کی نقل کردہ عبارت ہونا لازمی سمجھتے ہیں چنانچہ انہوں نے ترغیب و ترہیب کی احادیث میں سے حدیثوں کے انبار لگا دیئے اور وہ وضع احادیث اس حد تک بڑھ گئے کہ کسی سیاسی دعوت' خاندانی عصبیت یا کسی دینی مقصد کے پیش نظر شخصیتوں' شہروں اور سورتوں کی فضیلت میں بے شمار حدیثیں بنا ڈالیں' جیسا کہ عربوں پر قریش کی فضیلت اور عجم پر عرب کی برتری اور بعض صحابہ پر بعض کی فضیلت میں حدیثیں بیان کی جاتی ہیں' اور بعض تفسیروں میں سورتوں کے فضائل میں روایات منقول ہیں تاکہ لوگ مطالعہ قرآن کی طرف راغب ہو جائیں کیونکہ وہ فقہ اور سیرت کے مضامین میں منہمک ہو گئے تھے جھوٹی حدیثیں بنانے والوں کے ایک گروہ نے عربوں سے منقول اقوال کا ایک بہت بڑا حصہ' اور عجمیوں سے نقل کردہ مقولے حدیثوں میں داخل کر دیئے جو خطابت اور شاعری میں غیر معمولی اثر انداز ہوئے۔

حضرت عمر اور کچھ دیگر صحابہ موضوع حدیثوں کے خطرہ اور کتاب اللہ سے شغف رکھنے

کی بناء پر روایت حدیث کی کثرت سے گریزاں تھے کہ کہیں موضوع احادیث کی وجہ سے کتاب اللہ میں اختلاف نہ پیدا ہو جائے اور لوگوں کی توجہ قرآن سے ہٹ نہ جائے "ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے قرظبہ بن کعب اور اپنے آس پاس بعض صحابہ کو جب وہ عراق جانے لگے کہا تم ایسی بستی میں جا رہے ہو جن کی آوازیں تلاوت قرآن سے شہد کی مکھی کی آواز کی طرح گونجتی ہیں تم انھیں حدیث میں مشغول کر کے اس گونج سے نہ روک دینا قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھنا اور حدیثیں کم روایت کرنا" ہمارا خیال ہے کہ اسی خوف کے پیش نظر انہوں نے حدیث جمع کرنے کا اشارہ دے کر ارادہ ترک کر دیا تھا جیسا کہ انہوں نے اس سے قبل جمع قرآن کا اشارہ دیا تھا تاکہ قرآن مجید کے ساتھ کوئی دوسری کتاب ایسی شریک نہ ہو جائے کہ لوگ اس پر کامل توجہ دیں اور قرآن پر ان کی توجہ کم ہو جائے۔

زہری نے عروہ بن زبیر کے حوالے سے حضرت عمر کے متعلق نقل کیا ہے کہ انہوں نے احادیث لکھنے یعنی جمع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور صحابہ سے اس ضمن میں مشورہ کیا عام صحابہ نے اس رائے کی حمایت میں مشورہ دیا لیکن وہ اس میں متردد ہوئے اور ایک مہینہ تک اللہ سے استخارہ کرتے رہے پھر ایک دن صبح اللہ تعالے نے ان پر حقیقت واضح کر دی اور انہوں نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کچھ دن پہلے میں نے تمہیں احادیث لکھنے کی رائے دی تھی پھر مجھے یاد آیا کہ تم سے قبل اہل کتاب نے کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ اور کچھ بھی کتابیں لکھیں تو وہ انھیں پر جھک گئے اور کتاب اللہ کو ترک کر دیا اور خدا کی قسم میں اللہ کی کتاب کو کسی دوسری چیز کے ساتھ خلط ملط نہیں کروں گا۔

اسی اندیشہ اور خطرہ نے وہ بدنظمی اور ابتری پیدا کر دی کہ دین کے حسن کو بدنما کر دیا اور تاریخی حقائق کو مسخ کر ڈالا اور فتنہ پھیلانے میں مدد کی اور لوگوں کو اس خرابی کے نقصانات اور اس کی تلافی کا اس وقت خیال آیا جب پانی سر سے گزر چکا تھا اور معاملہ ہاتھ سے نکل چکا تھا اور اس مرض کا علاج ناممکن ہو گیا تھا۔

ایک ادیب کی یہ ذمہ داری نہیں اور نہ ہی اس کا یہ کام ہے کہ وہ فقیہ 'لغوی' نحوی یا مورخ کی طرح حدیث کے اختلافات اور تبدیلیوں کو زیر بحث لائے اور نہ جو محدثین پر جرح و تعدیل ہوئی ان کا جائزہ لے 'ادیب نے تو سچی یا جھوٹی احادیث کو اس نگاہ سے دیکھنا ہے کہ یہ زبان کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اور معانی و مطالب کے مصادر میں سے ایک اور سرچشمہ ہے یہی دو چیزیں ہیں جو ادب پر گہرا اثر ڈالتی ہیں 'اس میں شک نہیں کہ حدیثیں گھڑنے والے رسول

اکرم کے اسلوب کی پیروی کرتے تھے اور آپؐ جیسے الفاظ اور آپ کی اصطلاحات ہی استعمال کرنے کی کوشش کرتے تھے حتیٰ کہ آپ سوائے رسول کریمؐ کی طرف سچی یا جھوٹی نسبت کے ان میں اور کوئی فرق محسوس نہیں کریں گے یہ تو ان احادیث کا لفظی پہلو ہے۔ موضوع اور معنوی اعتبار سے سچی احادیث علم و ہدایت کی راہ دکھاتی ہیں جبکہ موضوع حدیثیں رائے اور اجتہاد کے راستہ کی نشاندہی کرتی ہیں کیونکہ یہ شخصی اجتہادی آراء تھیں جنہیں بنانے والوں نے رسول اکرمؐ کی طرف منسوب کر دیا تاکہ قابل اعتماد ہونے میں یہ بھی لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو جائیں ان احادیث سے فقہ کی نشرو اشاعت' اخلاق سدھارنے' دینی تعلیم عام کرنے اور قانون سازی میں سنت صحیحہ کے دوش بدوش مجتہد کی رائے کو اہمیت دینے کا کام لیا گیا۔

حدیث کا طرز بیان :۔

حدیث جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے یہ روز مرہ کی عام گفتگو کی قسم سے الگ نہیں ہے جو ہر مجلس میں ہوتی رہتی ہے اور ہر موضوع و عنوان پر مشتمل ہوتی ہے۔ برجستگی' غور و فکر کی کمی' جگہوں اور حالات کے اختلاف کی وجہ سے گفتگو میں اختلاف ہونا اس کے لازمی تقاضے ہیں لیکن رسول اکرمؐ کی احادیث پر برجستگی کے باوجود فیضان الٰہی' خداداد صلاحیت کی علامات اور فصاحت و بلاغت کی دلکشی کی مہرثبت ہے۔ ان کا طرز بیان زمانہ نبوت کے قرب کی وجہ سے اسلوب قرآن کے قریب تر ہے تاہم وہ اپنی ظاہری چمک دمک' عبارت کی ترتیب و روانی' واضح و معین معنیٰ و مطلب کے بیان کرنے کے لئے مناسب الفاظ اور جملے لانے' بیان کے حسب حال ہونے اور مخاطب کی بولی کے مطابق الفاظ لائے جانے کی وجہ سے ممتاز ہیں۔

کلام حدیث کی دوسری زبانوں سے مطابقت اس وقت نمایاں شکل میں ظاہر ہوتی تھی جب رسول اکرمؐ باہر سے آنے والے وفود سے ہم کلام ہوتے تھے آپؐ غریب اور غیرمانوس الفاظ استعمال کرنے' موزوں و مقفیٰ الفاظ کا احترام کرتے اور وفود کی زبان کے مطابق متروک الفاظ ذکر کرتے جو ان کی زبانوں میں مستعمل تھے اسی سلسلہ میں آپ کی وہ باتیں ہیں جو طہفہ بن ابی زہیر النہدی اور لقیط بن عامر بن المنتفق کے ساتھ ہوئیں۔ آپ کے حسن ادب' اعلیٰ بلاغت اور قوت تاثیر پہ دلالت کرتی ہیں۔

اکثر احادیث میں روانی طبع' جلال نبوت اور رونق فصاحت نمایاں ہیں اور رسول اکرم کو تشبیہ و تمثیل' حکیمانہ کلام اور رشتہ جواب پر حیرت انگیز طور پر قدرت حاصل تھی یہی امتیاز

آپ سے ماقبل رسولوں خصوصاً عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا کیونکہ رسول امت کے لئے اساتذہ کے درجہ میں ہوتے ہیں اور طریقہ تعلیم و تفہیم میں کارگر حربہ تمثیل اور طرز تکلم ہے جس کی مثال رسول اکرمؐ کے یہ چند ارشادات ہیں۔

چند ارشادات نبوی

ان المنبت لا ارضا قطع ولا ظهرا ابقى' المومن هين لين كالجمل الانف ان قيد انقاد وان انيخ على صخرة استناخ' اصحابى كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم' لو توكلتم على الله لرزقكم كما يرزق الطير تغدو خماصا و تعود بطانا' مثل المومن كالنحلة لا ياكل الاطيبا ولا يطعم الاطيبا' انكم لن تسعوا الناس باموالكم فسعوهم باخلاقكم' المومن آلف مالوف ولا خير فى من لايالف ولا يولف ان احبكم الى واقربكم فى مجالس يوم القيمة احسنكم اخلاقا الموطاون اكنافا الذين يالفون ويولفون وان ابغضكم الى وابعدكم فى مجالس يوم القيمة الثرثارون

سواری کو تیز دوڑا کر قافلے سے کٹ جانے والا نہ مسافت طے کرتا ہے نہ سواری کو ہی بچاتا ہے' مومن نکیل ڈالے ہوئے اونٹ کی طرح نرم خو اور اطاعت شعار ہوتا ہے اگر اسے ہانکا جائے تو چلنے لگتا ہے اگر اسے چٹان پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے' میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کا طریقہ بھی اختیار کرو گے ہدایت پالو گے' اگر تم خدا پر بھروسہ کرلو تو وہ تمہیں پرندوں کی طرح روزی دے گا وہ صبح کو خالی پیٹ نکل جاتے ہیں تو شام کو پیٹ بھر کر واپس لوٹتے ہیں۔ مومن شہد کی مکھی کی مانند ہے جو مزیدار چیز ہی کھاتی ہے اور مزیدار ہی کھلاتی ہے' تم تمام لوگوں کو اپنے مال سے خوش نہیں کرسکتے لہٰذا تم انہیں اپنے اخلاق سے خوش کرو۔ مومن ملنسار اور ہردلعزیز ہوتا ہے اور جو شخص ملنسار و خلیق نہ ہو وہ کسی کام کا نہیں۔ تم میں سب سے زیادہ مجھ کو پیارے اور قیامت کے دن مجھ سے قریب تر بیٹھنے والے وہ ہیں جو خلیق و ملنسار' نرم مزاج اور مہمان نواز ہیں جو لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور لوگ ان سے محبت کرتے ہیں تم میں سے زیادہ مبغوض اور قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ دور بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو بہت باتونی' گپ شپ کرنے والے' مسخرے اور چبا چبا کر باتیں

المتشدقون المتفیهقون' ایاکم وخضراء الدمن المرء ة الحسناء فی المنبت السوء المرء ة کا لضلع ان رمت قوامها کسر تها الناس کلهم سواسیة کا سنان المشط' جنة الرجل داره' ان قوما رکبوا سفینة. فاقتسموا فصار لکل رجل منهم موضع فنقر رجل منهم موضعه بفاس' فقالوا له' ماتصنع؟ قال هو مکانی اصنع فیه ماشاء فان اخذوا علی یده نجاو نجوا وان ترکوه هلک وهلکوا

کرنے والے ہیں۔ دیکھو! گھورے کی سبزی سے بچو! یعنی اس حسینہ سے جو خراب ماحول میں پلی ہوئی ہو' عورت پسلی کی ہڈی کی طرح ہے اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی تمام انسان کنگھی کے دانتوں کی طرح برابر ہیں' مرد کی جنت اس کا گھر ہے' کچھ لوگ ایک کشتی پر سوار ہوئے ہر ایک نے اپنی جگہ تقسیم کی اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گیا ان میں سے ایک شخص اپنی جگہ پر کلہاڑی مارنے لگا۔ لوگوں نے پوچھا کیا کر رہے ہو' اس نے جواب دیا' یہ میری جگہ ہے اس میں جو میرا دل چاہے گا کروں گا۔ اب اگر لوگ اس کا ہاتھ پکڑ لیں تو یہ بھی بچ جائے گا اور وہ بھی اور اگر اسے چھوڑ دیں گے تو یہ بھی ہلاک ہو جائے گا اور لوگ بھی۔

رسول اکرمؐ کے طرز بیان کا اثر صحابہ کرام کی گفتگو اور ان کی تقریروں میں بکثرت موجود ہے خصوصاً ان صحابہ کرام کے طرز بیان میں جو آنحضرتؐ کی صحبت میں زیادہ عرصہ رہے اور انھوں نے کثرت سے آپ سے روایات بیان کیں جیسا کہ حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ ہیں۔ حضرت علیؓ کی تقریر کا اقتباس ہے۔ الا وان الخطایا خیل شمس حمل علیها اهلها' وخلعت لجمها فتقحمت بهم فی النار' وان التقوی مطایا ذلل حمل علیا اهلها واعطوا از متها فاورد تم الجنة' حق وباطل ولکل اهل فلئن امر الباطل فقد یما فعل ولئن قل الحق فلر بما ولعلل ولقلما ادبر شیئی...... الی اخره۔

ترجمہ۔ لوگو! سنو' گناہوں کی مثال ان منہ زور گھوڑوں کی سی ہے جن پر گناہ گار سوار ہیں اور وہ گھوڑے بے لگام ہیں اور وہ ان گناہ گاروں کو لے کر جہنم میں کود پڑے اور پرہیز گاری کی مثال وہ فرمانبردار گھوڑے ہیں جن پر متقی اور نیک لوگ سوار ہیں اور ان کی لگامیں انھیں تھما دی گئی ہیں اور وہ انھیں جنت میں لے گئے' جس کے سامنے جنت اور جہنم ہے وہ مشکل میں ہے جو تیز رفتاری سے چلا وہ کامیاب ہو گیا جو سست رفتار ہوا اس کی کامیابی کی بھی امید کی جا

سکتی ہے لیکن خواہشات کا پیروکار ناکام ہو گیا دائیں بائیں گمراہ کن راستے ہیں جبکہ درمیانی راستہ صاف اور سیدھا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ وہ شخص ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ سے سب سے زیادہ احادیث بیان کیں حتی کہ آپ کی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر تک پہنچ گئی ہے' اکثر روایات کے الفاظ اور طرز بیان ان کا اپنا ہے اگرچہ وہ اسلوب احادیث کے مطابق ہے کچھ صحابہ نے آپ کی کثرت روایات کی وجہ سے شک کیا تو انہوں نے کہا "تم یہ سمجھتے ہو کہ ابو ہریرہ رسول اللہؐ سے بہت زیادہ روایتیں بیان کرتا ہے (یعنی اس میں تعجب کرتے ہو) ایک دن سب نے اللہ کے پاس جانا ہے (وہاں جا کر شک دور ہو جائے گا) میں ایک غریب آدمی تھا پیٹ بھر کھانا ملنے پر رسول اکرمؐ کی خدمت میں مصروف رہتا تھا مہاجرین تجارت کی غرض سے بازاروں میں مصروف رہتے تھے اور انصاری اپنی زمینوں اور مویشیوں کے انتظام میں مشغول رہتے تھے جبکہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ ساتھ رہتا تھا جب لوگ موجود نہیں ہوتے تھے میں حاضر رہتا تھا جب لوگ بھول جاتے تھے میں یاد رکھتا تھا"۔

3۔ زمانہ جاہلیت کی شاعری :۔

عربی نثر کو قرآن کریم اور حدیث شریف کی بدولت جدید فکر اور ابلتا ہوا چشمہ میسر ہو گیا اور وہ مضبوطی' کمال اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو گئی عربوں کے ساتھ ان کی شاعری بھی اسلام کی طرف منتقل ہو گئی لیکن اسلام نے نہ تو اسے احسن انداز میں قبول کیا اور نہ ہی کھلے دل سے اس کو خوش آمدید کہا کیونکہ اس کی عصبیت اور جہالت کی وجہ سے مسلمانوں کے اتحاد اور عربوں کی باہمی الفت کے خاتمے کا اندیشہ تھا چنانچہ یہ بھی خانہ بدوشوں کی طرح منافقت کرنے لگی اور اس کا طبعی رجحان بدوبانہ زندگی کی طرف ہی رہا جس سے وہ اپنے خیالات' انداز اور اشکال اخذ کرتی تھی ہم اسلامی شاعری کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک ہم اس کے سرچشمہ اور ماخذ کی طرف رجوع نہ کریں جاہلی شاعری سے متعلق ہم نے پچھلے صفحات میں تفصیلی بحث کی ہے جسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں لہٰذا اب ہم چوتھے مصدر و سرچشمہ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

4۔ غیر ملکی ادب :۔

جزیرہ عرب دنیا کی دو بڑی تہذیبوں کے درمیان واقع ہے اور وہ یہ ہیں۔ (۱) اس کے

مشرق میں فارسی تہذیب (۲) اس کے مغرب میں رومی تہذیب

ان دونوں تہذیبوں سے عربوں کے قدیم زمانے سے باہمی روابط تھے جس نے معنوی اور مادی تبادلہ کی وجہ سے زبان اور ادب میں اپنے کچھ نقوش چھوڑے تھے لیکن یہ میل جول اس وقت بہت بڑھ گیا جب ان تہذیبوں کو اسلام نے فتح کر لیا تو ان کی زبانیں' افکار اور سریات اس قدر گھل مل گئے کہ یہ بھی ادبی سرچشموں میں سے ایک ابلتا ہوا سرچشمہ بن گیا اور یہ قومیں اللہ کے دین میں داخل ہو گئیں اور ان کے قیدی (لونڈی' غلام کی شکل میں) عربوں کے گھروں میں داخل ہو گئے اور عربی زبان سیکھنے اور بولنے پر مجبور ہوئے لیکن انہوں نے اور ان جیسے دیگر لوگوں نے سوائے زبان کے اور کچھ نہیں بدلا۔ جہاں تک ان کے خیالات' تصورات اور اسلوب بیان کا تعلق ہے تو وہ پہلی فطرت پر برقرار رہے وہ سوچتے فارسی یا رومی میں تھے اور بولتے یا لکھتے عربی میں تھے ان کی زبانوں کے قوائد و قوانین مرتب' ان کا ادب صاف اور سلجھا ہوا اور ان کی تہذیب کے تمام پہلو روشن اور منور تھے چنانچہ عربی ادب کو عجمی ادب اور آریہ ذہنیت کا اثر قبول کئے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہ تھا لغت' قانون سازی' اخلاق' شاعری' خط و کتابت اور قصص و حکایات میں تو ان کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔

زبان کا حلقہ ان فارسی الفاظ کی شمولیت سے بہت وسیع ہو گیا جنہیں دفتری کاروائی' حکومتی نظم و ضبط' ملکی سیاست اور تمدنی ضروریات یعنی اوزار' غذاء اور آرائشی سامان کے اظہار کے لئے استعمال کیا گیا کیونکہ عرب کے خانہ بدوش ان چیزوں سے ناواقف تھے۔ عربی زبان کے قواعد سریانی نحو کی طرز پر بنائے گئے اور عجمیوں نے ان کی ترتیب و تالیف کا اہتمام کیا علامہ سیوطی نے اپنی کتاب "المزہر" میں ان الفاظ کی باقاعدہ ایک فصل قائم کی ہے جو عربوں نے فارسی' رومی' سریانی اور قبطی کے الفاظ اپنی زبان میں داخل کئے ہیں لیکن لغت مرتب کرنے والوں نے ان زبانوں سے ناواقفیت کی بناء پر انہیں گڈمڈ کر دیا بہت سے الفاظ ایسی زبانوں کی طرف منسوب کر دیئے جو ان کی زبانوں میں استعمال نہیں ہوتے تھے۔ ادھر ایرانیوں نے تعصب اور جہالت کی بناء پر بہت سے معرب الفاظ کو اپنی زبان کا ثابت کرنے میں انتہائی مبالغہ سے کام لیا انہوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ رسول اکرمؐ نے فارسی میں گفتگو فرمائی تھی اس سلسلہ میں انہوں نے دو حدیثیں بھی روایت کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

"ان جابرا صنع لکم سورا" کہ جابر نے تمہاری ضیافت کا اہتمام کیا ہے یعنی سور (ایرانی لفظ) بمعنی ضیافت ہے اور دوسری حدیث میں آپ کے یہ الفاظ ہیں "العنب دو

والتمریک یعنی انگور دو دو اور کھجور ایک ایک کھاؤ۔

لیکن علماء تحقیق کے مطابق ایسی حدیثوں کا وجود ہی نہیں ہے' جاحظ نے اپنی کتاب "البیان والتبیین" میں لکھا ہے کہ ایرانیوں کے مدینہ میں آکر رہنے کی وجہ سے مدینہ والوں نے ان سے ان کی زبان کے کچھ لفظ سیکھ لئے تھے مثلاً وہ "بطیخ" (خربوزہ) کو "خربز" اور "سمیط" کو روذق کہنے لگے تھے اور اہل کوفہ "مساحاۃ" (پھاوڑا) کو بال (بیل) اور "سوق" کی بجائے "بازار" کہنے لگے تھے۔" جو تمام فارسی الفاظ ہیں ابو مہدیہ اعرابی نے کچھ عجمی الفاظ کا ذکر کیا ہے جو اس کے زمانہ میں عام مستعمل تھے پھر ان کا انکار کیا ہے اس نے بطور مثال کچھ الفاظ ان اشعار میں ذکر کئے ہیں۔

اشعار عجمی الفاظ کا نمونہ:۔

یقولون لی شنبلولست مشنبلا طوال اللیالی ما اقام شبیر
ولا قائلا زود الیعجل صاحبی وبستان فی قولی علی کبیر
ولا تار کالحسنی لاتبع لحسنهم ولو دار صرف الدهر حیث یدور

مجھے لوگ "شنبذ" (مستجاب الدعوات) کہتے ہیں حالانکہ میں رہتی دنیا تک "شنبذ" نہیں بن سکتا جب شبیر (پہاڑ) قائم ہے۔

اور نہ میں اپنے ساتھی سے جلدی کا مطالبہ کرتے ہوئے "زود" (جلدی کرنا) کا لفظ استعمال کرتا ہوں اور مجھے اپنی زبان میں "بستان" (باغ) کہنا بھی مشکل لگتا ہے۔

اور نہ میں ان کے لب و لہجہ کو اپنانے کے لئے اپنے لب و لہجہ کو ترک کرنے والا ہوں خواہ زمانہ کی گردش کوئی بھی رخ اختیار کرلے۔

قانون سازی سے اپنی تفصیلات میں رومی فقہ کے اثرات قبول کئے اخلاق کا زیادہ تر دارومدار یونانی حکیمانہ مقولوں پر ہے جو سریانی زبان کے ذریعہ نقل کئے گئے شاعری اور نثر کو زیادہ تر آزاد کردہ غلاموں نے اپنا مشغلہ بنایا مثلاً زیاد الاعجم' ابوالعباس الاعمی' موسیٰ شہوات اور اسماعیل بن یسار نامور شعراء ہیں' انشاء پردازی میں ہشام کے آزاد کردہ غلام سالم' ان کے شاگرد عبدالحمید بن یحییٰ اور ان کے دوست ابن المقفع کا نام سرفہرست ہے ابو ہلال عسکری کا قول ہے "جو آدمی کسی زبان میں فن بلاغت سیکھ کر پھر اسے دوسری زبان پر استعمال کرے تو وہ اس میں بھی وہی کمال حاصل کرے گا جو اس نے پہلی زبان میں حاصل کیا تھا" انشاء پرداز عبدالحمید نے

فارسی زبان میں انشاء پردازی کے کچھ قواعد مرتب کئے تھے پھر انہیں عربی زبان میں منتقل کر دیا"
جہاں تک قصص کا تعلق ہے تو یہاں قصص سے مراد ارشاد اور نصیحت کے طور پر تفسیر' تاریخ وقائع بیان کرنا ہے' اسے علم اول کہنے والوں نے کچھ اور بھی چیز ملائی ہیں۔ اور وہ قصص سے مراد یہ لیتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے اسلام لانے والوں سے امتوں کی سرگزشت' انبیاء کے حالات اور پہلے ڈراووں کی تفصیلات لینا مثلاً عبداللہ بن سلام ہیں جو نبی اکرمؐ کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد مسلمان ہوئے۔ کعب بن الاحبار جو عہد فاروقی میں اسلام لائے یا ہمسایہ اقوام کے غلام وھب بن منہ یہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جو یمن میں رہے تو یہودیوں کی تاریخ معلوم کی اور حبشیوں میں رہے تو وہاں عیسائیوں کے بارہ میں معلومات اکٹھی کیں علاوہ ازیں یہ یونانی زبان سے بھی واقفیت رکھتے تھے جس سے ان کی معلومات خاصی وسیع ہو گئیں یہی سب سے پہلے اسلامی شخص ہیں جنہوں نے انبیاء کے قصے لکھے۔ اسی طرح طاؤس بن کیسان تابعی اور موسیٰ بن سیار اسواری ہیں۔

موسیٰ کے بارہ میں تو جاحظ نے یہاں تک لکھا ہے کہ دنیا کا حیرت انگیز آدمی تھا ان کو فارسی فصاحت پر بھی اتنا ہی عبور حاصل تھا جتنا کہ عربی فصاحت پر تھا وہ جب اپنی مشہور مجلس میں بیٹھتے تھے تو عربوں کو اپنی دائیں طرف اور ایرانیوں کو اپنی بائیں طرف بٹھا لیتے تھے وہ قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھتے پھر اس کی پہلی دائیں طرف منہ کر کے عربی میں تفسیر بیان کرتے پھر بائیں طرف منہ کر کے فارسی میں تشریح کرتے تھے یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ کس زبان میں زیادہ اچھے انداز میں تفسیر کرتے ہیں۔

ہمسایہ اقوام کے غلاموں کے ادب کی تاثیر عربی ادب میں یونان و روم کے اس میں اثر انداز ہونے سے کہیں زیادہ اور نمایاں ہے' کیونکہ یونانی اور رومی نہ دین میں داخل ہوئے اور نہ عرب سے تعلق جوڑا کہ عربی ادب ان سے بلاواسطہ متاثر ہوتا بلکہ یہ اقوام آزاد ہیں انہوں نے عربوں سے سوائے اقتصادی تعلقات کے اور کوئی رابطہ نہیں رکھا۔ جبکہ عرب بدویانہ زمانہ کی قربت۔ زبانوں سے ناواقفیت' فتوحات اور لڑائی جھگڑوں میں مشغولیت اور اپنے آداب و اطوار میں تعصب کی بناء پر ان اقوام کے ادب میں سے کسی کو بھی اپنے ادب میں لانے کے لئے غور و فکر نہیں کرتے۔

جبکہ اہل فارس ذاتی' معنوی اور وطنی طور پر از خود اور بلا درخواست نہ صرف ان میں داخل ہو گئے بلکہ ان میں مکمل مل گئے اور ان کے دین اور زبان پر براہ راست اثر انداز ہوئے

عربوں کی تمام تر توجہ ملکی سیاست اور فوجی قیادت پر مرکوز تھی اور ان دونوں شعبوں سے انہوں نے مفتوحہ اقوام کو دور رکھا چنانچہ یہ شرعی علوم کی تحصیل اور فنون ادب کے حصول کے لئے ہمہ تن معروف ہو گئے لہٰذا حدیث کے راوی' فقہ کے حاملین' دفاتر کے منشی' شاعر' نحو اور ادب کے علماء انہی میں سے ہونے لگے اور یہ ہمارے رشتہ میں منسلک ہونے لگے اور ان کا ادب ہمارے ادب میں اس طرح گم ہو گیا جس طرح بارش کی جھڑیاں سمندر کی وسعتوں میں گم ہو جاتی ہیں۔

ادب اسلامی کی قسمیں

شاعری

عہد رسالت میں شاعری :۔

ظہور اسلام کے وقت عربوں کی زندگی میں کثر جاہلیت' اکھڑ ذہنیت اور فرقہ وارانہ عصبیت راسخ ہو چکی تھی ان عادات و صفات کی محرک و باعث شاعری تھی جب رسول اکرمؐ نے ان مذموم عادات و اخلاق کے خلاف علم جہاد بلند کیا جو کہ دلوں میں باہمی الفت اور عربوں میں اتفاق و یگانگت کا نقطہ آغاز تھا تو فطرتی طور پر یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اسلام کو بلند کرنے کے لئے شاعری کی حوصلہ شکنی کی جائے اور لوگوں کو اس سے اجتناب کی ترغیب دی جائے جیسا کہ قرآن میں ہے۔ "والشعراء یتبعھم الغاون (سورہ شعراء) وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ" (سورۃ یٰس)

شعراء کے پیچھے گمراہ لوگ ہی لگتے ہیں' اور ہم نے نبی کو نہ ہی شاعری سکھائی اور نہ ہی اس کے شایان شان ہے۔

اور حدیث نبوی ہے "اگر کسی کا پیٹ پیپ سے بھر کر سڑ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا منہ شاعری سے بھرے" (ابو داؤد' کتاب الادب باب ماجاء فی الشعر الحدیث اور ابن ماجہ کتاب الادب باب مایکرہ من الشعر)

اسلامی ترہیب کی وجہ سے لوگوں نے شعر کی روایت اور بیان سے پہلوتہی شروع کر دی باوجود یہ کہ انہیں یہ علم تھا کہ اسلام مطلق طور پر شاعری پر قدغن نہیں لگاتا بلکہ شاعری کا وہ حصہ مکروہ ہے جو ملی اتحاد کو پارہ پارہ کر دے اور دلوں میں پوشیدہ بغض و عداوت کو زبان پر لا کر

قومی شیرازہ کو بکھیرے پھر تمام عرب اسلام کی عظیم دعوت کو لے کر اٹھے کچھ لوگوں نے اس کی تائید کی تو کچھ نے اس کی مخالفت کی جبکہ حضور اکرم اور قریش کے مابین جھگڑا شدت اختیار کر گیا اہل قریش نے آپؐ کے خلاف نیزوں اور زبانوں کو استعمال کیا لیکن دیگر شعراء عرب دور کھڑے ہو کر مقابلہ میں کامیاب فریق کا انتظار کرنے لگے۔

اور وہ توحید اور بت پرستی' جمہوریت و ملوکیت اور حضرت محمدؐ اور قریش کے درمیان کش مکش کے رزلٹ کا انتظار کرنے لگے تو اس جھگڑے میں قریش کے شعراء کے سوا عرب کے دیگر شعراء نے حصہ نہیں لیا وہ اسلام کی آمد سے پہلے اپنی تمدنی و تجارتی مصروفیت کے باعث کم مقدار میں تھے اس جھگڑے اور مباحثہ کی وجہ سے ان کے شاعروں کی تعداد زیادہ ہو گئی اس قسم کے حملے کرنے کی ابتدا کرنے والے عبد اللہ بن زبعری' عمرو بن عاص اور ابو سفیان تھے انہوں نے رسول اکرمؐ کو ہجویہ شاعری کے ذریعہ دلخراش تکلیف پہنچائی۔ اس کے جواب میں مسلمانوں میں .ن شاعری کا جذبہ بھر گیا اور وہ چاہتے تھے کہ کاش رسول اکرمؐ انہیں مخالفین کی ہجویہ شاعری کا جواب دینے کی اجازت دے دیں کچھ ہی عرصہ بعد آپ نے انہیں فرمایا

" **ماذا یمنع الذین نصروا اللہ ورسولہ باسلحتم ان ینصروہ بالسنتم** " (جن لوگوں نے خدا اور اس کے رسول کی اسلحہ سے مدد کی ہے انہیں زبانوں سے ان کی مدد کرنے سے کونسی چیز مانع ہے) اس فرمان کا سننا تھا کہ صحابہ کی ایک جماعت قریش کا جواب دینے کے لئے تیار ہو گئی' ان میں حضرت حسان بن ثابت' کعب بن مالک اور عبد اللہ بن رواحہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں انہوں نے اس شاعرانہ جنگ میں جاہلانہ طرز اختیار کی لیکن نہ تو حملہ آوروں نے بت پرستی کے فضائل ذکر کئے اور نہ ہی دفاع کرنے والوں نے اسلام کے فضائل بیان کئے کہ ہمیں یہ کہنے کا موقع ملتا کہ اس زمانہ کی شاعری نے فنی اعتبار سے کوئی قدم نہیں اٹھایا بلکہ وہ اسی پرانی جاہلانہ طرز پر چلتے تھے مثلاً حسب و نسب پر فخر کرنا اور سرداری پر اترانا' حضور اکرمؐ کا حضرت حسان کو یہ فرمانا "کہ ابو بکر کے پاس جاؤ وہ قریش کی کمزوریوں سے خوب واقف ہیں" اور آپؐ کا حضرت حسان کو یہ فرمانا کہ آپ قریش کی ہجو کیسے کریں گے میں بھی تو انہیں کا ایک فرد ہوں؟ تو حضرت حسان نے فرمایا میں آپ کو ان میں سے ایسے نکال لوں گا جیسے گندھے ہوئے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے یہ دونوں آثار ہماری اس بات کا ثبوت اور دلیل ہیں جو ہم نے پیش کی ہے۔

یہ اعتراف حقیقت ہے کہ شاعری عہد نبوت میں جاہلیت کی طرز پر تھی لیکن جب ایک

مدت کے بعد قریش اور اہل عرب دین (اسلام) کے سامنے سرنگوں ہو گئے تو گندی زبانیں گنگ ہو گئیں اور شاعری نے دوبارہ راہ فرار اختیار کرتے ہوئے صحرا کا رخ کیا اور مسلمان قرآن مجید کی حفاظت' حدیث کی روایت اور اہل شرک سے جہاد کرنے میں مصروف ہو گئے تو شاعری کے محرکات کی قلت کی وجہ سے شاعری کی آواز مدہم پڑ گئی ہاں البتہ کبھی کبھی حقیقی مدح یا مرثیہ کے وقت عارضی طور پر نمودار ہوتی جبکہ رسول اکرمؐ نے اس کے سننے میں مروت سے کام لیا ور بعض شاعروں کی حوصلہ افزائی فرمائی یہاں تک کہ اس کے متعلق فرمایا " ان من البیان لسحرا وان من الشعر لحکمة " (بعض بیان جادو ہوتے ہیں اور بعض شاعری حکمت و دانشمندی سے پر ہوتی ہے)

خلفاء راشدین کے عہد میں شاعری :۔

عہد نبوت تک تو شاعری کی یہ حالت رہی اس کے بعد خلفاء راشدین کے دور میں اس کا گراف مزید گر گیا اور مقابلہ بازی ختم ہونے کی وجہ سے یہ اور بھی بے وقعت ہو گئی اسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خلفاء شعراء کے خلاف تادیبی کاروائی میں سختی کرتے تھے دوسری طرف عرب فتوحات اسلامی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے لیکن اتنا ہے کہ اب اسلام دلوں میں رچ بس گیا تھا اور تہذیب و تمدن کی روشنی ذہنوں میں پہنچ رہی تھی جس کا دھندلا سا اثر مخضرمین (وہ شعراء جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے' مترجم) کی شاعری میں محسوس ہونے لگا مثلاً کعب بن زہیر' حطیہ' معن بن اوس اور نابغہ الجعدی کی شاعری اس کی واضح مثالیں ہیں لیکن یہ اثر چند اسلامی اصطلاحات کے شاعری میں استعمال سے آگے نہ بڑھ سکا مثلاً معروف منکر' صلوۃ' زکوۃ' جنت' نار' مہاجرین اور انصار کے الفاظ تھے۔

ہمارے خیال میں مخضرم شعراء کو شعراء کے ممتاز طبقہ میں شمار کرنا مبالغہ آمیزی ہے۔ کیونکہ اس دور میں بھی شاعری جاہلی طرز پر جاری رہی اور اس نے اسلام کا بہت کم اثر قبول کیا مثلاً حضرت حسان کی شاعری میں اسلوب بیان کی کمزوری لبید کی طبیعت میں کم گوئی' یا پھر حطیہ اور نابغہ کی شاعری میں کثرت روانی ہے۔ لیکن حقیقت وہی ہے جس کی طرف ہم نے سطور بالا میں اشارہ کر دیا کہ عربی شاعری جاہلیت اور اسلام میں اموی دور کے اواخر تک اپنے ظاہر' جوہر اور قسم کے اعتبار سے ایک ہی طرز پر قائم رہی۔ ہمسایہ ممالک کی مغلوب اقوام' سیاست' تمدن اور دین نے اسے کسی نئی ڈگر پہ نہیں چلایا ہاں البتہ اس کے مطالب اور مضامین میں وسعت پیدا کر دی

اور اس کے بعض گوشوں کو مزید اجاگر کر دیا مثلاً ہجو گوئی' اور بعض میں کوئی امتیاز پیدا ہو گیا مثلاً غزل گوئی۔ ویسے بھی اس دور میں شاعری میں جدت کیسے پیدا ہو سکتی تھی بڑے بڑے شعراء تو دیہات سے آتے تھے اور خود خلفاء دیہاتی تعصب میں مبتلا تھے۔ سبھی راوی' ادیب اور لغوی لغت اور شاعری کو دیہات میں جاکر حاصل کرتے تھے؟

مزید برآں عرب طبعی طور پر تقلید پسند تھے اور وہ قدیم روایات' سیادت' اخلاق اور آداب کا احترام کرتے تھے' ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ پہلی صدی ہجری میں شاعری نے جدید مسلک اختیار کر لیا تھا جو کسی جدید عربی ادب کی بنیاد بننے کے لئے صحیح تھا۔ کیونکہ عمر بن ابی ربیعہ کا انداز تغزل امراؤالقیس کے تغزل کے انداز سے کوئی جدا انداز نہیں ہے صرف یہ ہے کہ عمر کی غزل گوئی میں کچھ تمدنی خیالات اور شہری ترقی کے آثار پائے جاتے ہیں اسی طرح جریر اور فرزدق کی ہجو گوئی حطیئہ اور شماخ کی ہجو گوئی میں صرف چند سیاسی مضامین و معانی کے اضافہ کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے۔ اب ہم بحث کو سمیٹتے ہوئے عہد بنی امیہ میں عراق اور حجاز میں شاعری کے انقلاب کے تجزیہ' اس کی اہمیت اور عربوں کے لئے اس کے ذہنی مواد کی فراہمی میں اس کی گراں قدر تاثیر کا ذکر شروع کرتے ہیں۔

قحطانیت' عدنانیت' علویت' بکریت' ہاشمیت' امویت' عربیت اور قومیت کی آگ مسلمانوں میں کوہ آتش فشاں کی طرح اندر ہی اندر سلگ رہی تھی لیکن یہ آگ حکام کے نظام حکومت اور ان کی سیاست کے تحت تیز اور ہلکی ہوتی رہتی تھی عرب قبائل اسی سوچ کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف شہروں میں سکونت پذیر تھے بصرہ اور کوفہ بھی اسی سیاسی سوچ کے تحت بسائے گئے لیکن ایران' شام' عراق اور اندلس میں اس سوچ کی مخالفت ابھر رہی تھی یہ ساری کوشش اور تگ و دو کا مقصد فقط قیادت اور امامت کا حصول تھا جو زمانہ جاہلیت میں لیڈر تھا وہ اسلام لانے کے بعد بھی سرداری کے منصب پر فائز ہونا چاہتا تھا گویا عربوں نے نئے دین (اسلام) کو بھی صرف سرداری' اقتدار' غلبہ اور مال و دولت کے حصول کا ذریعہ سمجھا تھا اس کے سوا اور کچھ ان کے ذہنوں میں نہیں تھا آپ کو شاید یاد ہو کہ کچھ قبائلی سرداروں مثلاً قیس بن عاصم اور احنف بن قیس نے رسول اکرم کو یہ پیش کش کی کہ ہم دین اسلام کو صرف اس شرط پر قبول کرنے کے لئے تیار ہیں کہ آپ کے بعد قیادت کے حق دار ہم ہوں گے ہمیں دین کے حق یا غیر حق ہونے سے کوئی سروکار نہیں۔

حضرت ابو بکر و عمر کے عہد خلافت تک ان کے حسن تدبیر اور نظام عدل کی وجہ سے

تعصب کی روح دبی رہی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کے پاس فتوحات اور جہاد کے ذریعے کثرت سے مال و دولت آنے لگا تھا جب حضرت عثمان خلیفہ بنے کار فرما ہاتھ کمزور پڑھ گئے چنانچہ دوسرے ہاتھ نے سہارا دیا اب صرف خلیفہ ہی رائے دینے والا نہیں تھا بلکہ عرب قومیت کے بجائے اموی تعصب ابھر آیا اور اسی وجہ سے اموی لوگوں نے بھی حکومت شروع کر دی یہ وہ زمانہ تھا جب فتوحات کی وجہ سے مال و دولت کی فراوانی تھی چنانچہ فتنہ کی دبی آگ کی چنگاریاں پھر سے سلگنے لگیں انقلاب برپا ہو گیا جو کہ شہادت عثمان پہ جا کر ختم ہوا اس کے بعد حضرت علیؑ اور معاویہ ؓ کے مابین ایک نیا جھگڑا چھڑ گیا امام شہید کر دیئے گئے نظام حکومت درہم برہم ہو گیا اور اتحاد و اتفاق پارہ پارہ ہو گیا۔

اب عرب دشمنان اسلام سے جہاد کرنے کی بجائے اپنی تلواریں اور زبانیں اپنوں ہی کے خلاف چلانے لگے۔ تو کئی ایک جماعتیں اور گروہ سامنے آئے کچھ دین دار تھے تو کچھ دنیا دار تھے' شام میں لوگ بنو امیہ کی حمایت کرتے تھے ان کے لئے امارت و حکومت کی داغ بیل ڈال رہے تھے۔ حجاز میں ایک جماعت ابن زبیر کی حامی تھی جو ان کے دعوی کی تائید اور ان کی دعوت کی حمایت کرتی تھی۔ عراق میں ایک جماعت اہل بیت کے ماننے والی تھی اور وہ حکومت میں ان کے حق کا مطالبہ کرتی تھی علاوہ ازیں ایک جمہوریت پسند جماعت خلافت میں مشورہ کی قائل تھی اور وہ جماعت دیگر تمام جماعتوں کا انکار کرتی تھی اور تمام لیڈروں کو کافر بتاتی تھی مذکورہ بالا چاروں جماعتوں میں تمام مسلمانوں کے خیالات و نظریات منقسم تھے۔

ان کے درمیان ایک مختصر سی جماعت تھی جو غیر جانبدار تھی اور ان اختلاف کرنے والوں کے متعلق فیصلہ قیامت کے روز چھوڑے ہوئے تھی یہ مرجیئہ کے نام سے موسوم تھی۔

ان جماعتوں میں جھگڑے ہوتے رہے اور انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف سخت ایکشن لیا لیکن حضرت معاویہ حکومت پر مکمل قابض ہو گئے تو انہوں نے حسن تدبیر' عطاو بخشش چشم پوشی اور دانائی سے کام لیتے ہوئے مخالفین کو خاموش رہنے پر مجبور کر دیا یعنی ان کی زندگی تک حکومت منظم و مستحکم رہی صرف خوارج کی طرف سے کبھی کبھار بد نظمی کا مظاہرہ ہوا' جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کی سیاست کا اثر زائل ہو گیا اور جھگڑے نے پھر سر اٹھایا اور انہوں نے ان کے تخت حکومت کو ہلا ڈالا' جب پایہ حکومت کمزور ہوا تو مروان اور اس کے بیٹے اس پر قابض ہو گئے اور مسند حکومت بچھا کر اس پر بیٹھ گئے عبدالملک کے زمانہ میں مخالفت بہت بڑھ گئی

اختلافات نے نازک صورت حال اختیار کرلی۔ خلافت کے دعویدار زیادہ ہو گئے عربوں کا دائرہ اقتدار بڑھتا گیا۔ اور مال و دولت کی فراوانی ہو گئی۔

جن لوگوں نے زمانہ اسلام میں جنم لیا تھا اب ان کی جوانی کمال کو پہنچ چکی تھی جن کو فتوحات کے پھلوں کی غذا ملی تھی اور وہ تمدن سے بہرہ ور ہوئے تھے اور مختلف قسم کے لوگوں کے درمیان رہے جنھوں نے زبان اور ہاتھوں سے ان فتنوں میں حصہ لیا چنانچہ ادب عربی کو جہاں تک پہنچنا ممکن تھا یہ وہاں تک پہنچا یہ کیسے ممکن تھا کہ شاعری اس پر ہنگامہ زندگی' طاقتور عصبیت' جنگ جو گروہوں اور متضاد خیالوں سے بچی رہتی جبکہ عربی شاعری جنگ و جدل کی پروردہ ہے' اسے فرقہ پرستی ابھارتی۔ جنگ قوت بخشتی اور شیاطین جدائی ڈالنے والے خیالات شاعروں کے دلوں میں ڈالتے ہیں؟ درحقیقت شاعری ہی ان فتنوں کا ایندھن' ان جماعتوں کی زبان تھی ان جھگڑنے والوں نے شاعری سے وہی خدمت لی جو آج کل ہم اخبارات اور رسالوں سے لیتے ہیں یہی شاعری ہی اپنے لیڈروں کی مدافعت اور ان کی رائے کی ترجمان ہوتی تھی اور انہیں کے عقیدہ میں رنگی ہوتی تھی جس کی وہ دعوت دیتے تھے اور جس کی وہ حمایت کرتے تھے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ تمام عربوں نے ان جھگڑوں میں حصہ لیا اور ان کی اکثریت شاعر تھی خصوصا اس جیسے انقلابی ہنگاموں میں تو وہ اور نمایاں ہوتی ہے۔ بنوامیہ نے مال کے ذریعہ شعراء کے خیالات کو خرید لیا اور پھر ان شعراء کے مابین باہمی حسد اور ہجو کی آگ بھڑکا دی چنانچہ شاعری ایک جداگانہ پیشہ بن گئی کہ بہت سے لوگوں کا روزگار اس سے وابستہ ہو گیا آپ کو عبد الملک کے عہد حکومت میں شاعری کی بہتات اور شعراء کی کثرت کی وجہ معلوم ہو جائے گی اس دور میں چوٹی کے شعراء سو کے لگ بھگ پہنچ چکے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شاعری اپنے پرانے طریقے اور مزاج پر قائم رہی تاہم وہ معانی اور مضامین اخذ کرنے میں نئی زندگی سے بھی متاثر ہوئی۔ لیکن یہ نئی زندگی تمام کی تمام سیاسی جھگڑوں اور دینی اختلافات تک ہی محدود نہ رہی کہ اس کا اثر اسی حد پر پہنچ کر ختم ہو جاتا۔

اس کے اور بھی کئی پہلو تھے بہتر ہو گا کہ ہم شاعری کے اثرات بیان کرنے سے قبل ہی بتا دیں۔

شاعری پر عمومی نگاہ

عراق کی شاعری پر تبصرہ :-

ان سیاسی و اجتماعی حالات کے اختلافات کا طبعی نتیجہ یہ تھا کہ ان عرب حکومتوں میں زندگی کے مظاہر مختلف ہوں۔ عراق جو کہ قدیم زمانے سے اپنی زرخیزی' شادابی' سائے کی کثرت اور پانی کی فراوانی کی وجہ سے عربوں کے لئے تلاش معاش کا مرکز تھا اسلام سے قبل بھی لوگ اس کے گرد و نواح میں آکر پناہ گزیں ہو چکے تھے جہاں ایرانیوں کے ہاتھ اور زبان کار فرما تھی اور انہوں نے مناذرہ کی حکومت قائم کروائی تھی جب حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں عربوں نے اسے فتح کیا تو یہاں آکر رہائش پذیر ہونے لگے۔ عراق کی دیہاتی سرحد پر بصرہ اور کوفہ دو شہر آباد کئے۔ عراق میں گزشتہ قوموں کے دین' ادب اور علم کی میراث وافر مقدار میں موجود تھی۔ عراق کے پاس وہ قوت ہاضمہ نہیں تھی جو مصر کے پاس تھی جس کی بنیاد پر وہ اپنے باشندوں کو ایک قوم اور ایک ذہنیت کا بنا دیتا اسی وجہ سے ان کے خیالات جدا جدا اور ان کے دل ایک دوسرے سے الگ تھلگ تھے خود عرب بھی وہاں یمنی اور نزاری تعصب لے کر پہنچے اور اس علاقے میں بڑے بڑے دلخراش اسلامی واقعات رونما ہوئے مثلاً جنگ جمل اور آئمہ و قائدین کی شہادتیں۔ جن کے نتیجہ میں شیعہ اور خوارج کا قیام وجود میں آیا' بنو امیہ کی سخت مخالفت۔ سیاست۔ دین اور علم کے میدانوں میں کوفیوں اور بصریوں کے درمیان مضبوط اختلافات رونما ہوئے

جس سے بصرہ عثمانی اور کوفہ وہاں حضرت علیؓ کے قیام کرنے کی وجہ سے علوی ہو گیا تھا اور جزیرہ فراتیہ یا وہاں عیسائی تھے یا خوارج۔ کیونکہ وہ ربیعہ کا مسکن تھا اور ربیعہ کے متعلق علامہ اصمعی کا تبصرہ ہے کہ وہ ہر فتنہ کی جڑ تھا اور ربیعہ کی شاخ تغلب جن کے متعلق حضرت علیؓ نے فرمایا تھا "اے عرب کے خنزیرو! اگر میں نے حکومت کے تمام اختیارات پالئے تو میں تم پر جزیہ عائد کر دوں گا"۔ لہٰذا عراقی شاعری باہمی منافرت اور پریشان انقلابی زندگی کی تصویر ہے' اسی لئے یہ درشت اور متشدد ہے اس میں فخر اور ہجو کی کثرت ہے اور اس میں قبائلی تعصب' مکانی' نظریاتی اور قومی گروہ بندی نئی نئی شکلوں میں' مختلف روپ دھار کر نظر آتے ہیں اور اس میں جاہلی میلانات اسلامی تعلیمات پر غالب دکھائی دیتے ہیں۔ اور بدویانہ ماحول اور اموی انعامات کے سائے میں پرورش پانے کے آثار نظر آتے ہیں چنانچہ ان حالات کے پیش نظر عراقی شاعری

پھلی پھولی اور اتنی وسعت اختیار کر گئی کہ ہر زبان پہ جاری ہو گئی اور ہر جگہ پر جا پہنچی اور اس نے ہر اصول کی ترجمانی کی۔

حجاز کی شاعری پر تبصرہ :۔

منبع اسلام حجاز دریائی چشموں کے بہت زیادہ مشابہ تھا یہاں سکون اور اطمینان سے صاف پانی بہہ رہا تھا لیکن جوں جوں یہ پانی اپنے منبع سے دور جا رہا تھا اس میں آبشاریں ملتی گئیں اور طوفانی امواج اس میں پیدا ہوتی گئیں تا آنکہ اس کا صاف پانی گدلا ہو گیا اور اس کا شور بڑھتا جا رہا تھا حتیٰ کہ مختلف ندیوں اور نالوں میں تقسیم ہو گیا جن میں کچھ نالے تو بنجر زمینوں میں تھے اور کچھ زرخیز علاقوں میں چنانچہ بعض علاقوں کو اس نے سیراب کر دیا اور بعض کو غرق آب کر دیا۔ لہٰذا خلافت' باہمی منافرت اور علم و حکمت یہاں سے عراق اور شام کی طرف منتقل ہو گئے اور حجاز اسی طرح باقی رہا جیسا کہ آجکل ہے یہ ہر طرف سے مال اور امداد قبول کر لیتا ہے امویوں کی سیاسی مصلحتوں نے وہاں ہاشمی نوجوانوں کو نظر بند کر دیا تھا لہٰذا وہ اسے ان کی اجازت کے بغیر چھوڑ نہیں سکتے تھے انھیں عیش پرستی کے وسائل مہیا کر دیئے۔ مال و دولت سے ان کا دل بہلا کر انھیں حکومت سے بیگانہ کر دیا۔ اور وہ خوشی سے عیش کے خوگر بن گئے اس کے ساتھ ساتھ انہیں اپنے مجاہد آباؤ اجداد سے مال و دولت اور لونڈی غلام میراث میں ملے تھے۔

مزید برآں طبعی طور پر اہل حجاز میں خوش مذاقی' ظرافت' نرم دلی' نزاکت احساس' فصاحت لسانی اور کھیل کود کی محبت موجود تھی وہ عیش و آرام میں مست ہو کر بے فکری کے مزے اڑانے لگے اور اپنے دن رنگین صحبتوں اور خوش گپیوں میں گزارنے لگے اور وہ اس پر کیف زندگی کے ہر کوچہ میں پہنچے اور حج انھیں ہر قسم کی حسین اور گانے والیاں ملانے کا مرکز بنا ہوا تھا اس صورت حال نے گانے والوں کو اپنی طرف متوجہ کیا چنانچہ وہ مملکت کے اطراف و اکناف سے کھنچ کر مکہ اور مدینہ پہنچنے لگے۔ حتیٰ کہ ابو الفرج اصفہانی کے بقول ایک وقت میں مندرجہ ذیل تمام گانے والے وہاں جمع ہوئے "ابن سریج' غریض' معبد و حنین' ابن محرز' جمیلہ' عیسیٰ' طویس' دلال' برد الفواد' نومہ الضحیٰ' رحمت' حبۃ اللہ مالک' ابن عائشہ' ابن طنبورہ' عزۃ المیلاء و حبابہ' سلامہ' بلبلہ' لذۃ العیش' سعیدہ' زرقاء' اور ابن مسجح' نوبت یہاں تک پہنچی کہ گلوکاری لوگوں کے مشاغل اور ملاقات پر غالب آگئی امام مالک" نے ایک مرتبہ اپنے متعلق بتایا کہ میں چھوٹا ہوتا گانا سیکھنے کی غرض سے گلوکاروں کے پیچھے پیچھے پھرا کرتا تھا میری ماں نے مجھے کہ

کہ بیٹا اگر گانے والے کا چہرہ خوبصورت نہ ہو تو لوگ اس کا گانا نہیں سنتے لہذا تو گانا چھوڑ دے اور فقہ سیکھ لے کیونکہ اس کے ساتھ بھدی شکل سے کوئی نقصان نہیں ہوتا تو میں نے گلوکاروں کو چھوڑا اور فقہاء کا دامن پکڑ لیا اور اللہ نے مجھے اس مرتبہ پر فائز کر دیا جہاں تم مجھے آج دیکھ رہے ہو" اس وجہ سے حجاز کے شہروں میں عشق و محبت کا چرچا عام ہو گیا اور ان لوگوں میں نزاکت ترقی کر رہی تھی چنانچہ انہوں نے شاعری کی صنف غزل کو شائستہ' نازک اور سچے راستوں پر چلایا حتی کہ غزل گوئی ان کی جدت نگاری کی بناء پر انہیں سے شروع ہوئی اور ان پر ہی ختم ہو گئی۔

شام کی شاعری پر تبصرہ :۔

شام کا علاقہ بنوامیہ کے زیر نگیں ہو کر ذاتی جھگڑوں اور سیاسی ہنگاموں سے بچا رہا کیونکہ وہاں بنوامیہ کے مخلص وفادار اور پرزور موید تھے۔ نہ تو ان میں حجازیوں کی طرح آتش شوق و جذبات بھڑک رہی تھی اور نہ ہی عراق کی طرح وہ پراگندہ خیالات کی کشمکش میں مبتلا تھے حکمران بھی ان کی طرف سے کسی قسم کی شورش سے بے فکر تھے لہذا انہوں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا نہ تو کسی کے خلاف ان کے تعصب کو ابھارا اور نہ ہی مال و دولت سے کسی کی حریص طبیعت کو بھڑکایا۔ چنانچہ یہاں کی شاعری وہاں کے مکینوں کے دلوں میں خاموش پڑی رہی' نہ کسی انقلاب لانے والے نے اسے ابھارا اور نہ اس کے مطالعہ اور اس کی اشاعت کی طرف کسی نے توجہ کی بلکہ شاعری کا اکثر حصہ وہ تھا جو عراق اور حجاز کے شعراء اپنے ساتھ لائے تھے جنہیں یا تو قصر شاہی کی سخاوت یا حکمت عملی کھینچ کر لائی تھی یا پھر وہ ادیب تھے جنہیں خلفاء کسی لغوی' نحوی یا ادبی مشکل کے حل کے لئے بصرہ سے بلاتے تھے۔

عراقی شاعری کی خصوصیات :۔

شاید ... کی اسلامی شاعری بدویانہ زندگی کی سچی عکاس اور عرب کی نفسیات کی سب سے صحیح ترجمان ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اگرچہ وہ جاہلی شاعری کی طرز پر ہی قائم رہی ...سی کا زور اسے متحرک کئے ہوئے تھا اور وہ اسی کے چشموں سے پھوٹ رہی تھی۔ زمانہ تدوین علوم سے قربت سیاسی اسباب اور تاریخی واقعات کے اتصال کی وجہ سے عبارت کی پاکیزگی' اسباب و وجوہ کی علت اور نسبت کی صحت میں بہت زیادہ مکمل تھی' اور وہ ابتدائی تمدنی زندگی کا

مظہر تھی جسے اسلام نے عربوں کو پہلی مرتبہ فراہم کیا تھا۔

اس نے متفرق جماعتوں میں ایسی یگانگت پیدا کر دی تھی آپس میں ایک دوسرے کی ھجو گوئی' جماعتوں کے مابین بحث و مباحثہ قبائل جو بظاہر الفت اور جمعیت نظر آتی تھی لیکن باطن میں عداوت اور فرقہ بندی پر مشتمل تھی' شاعری کے درمیان فخر و مباہات اور قائدین اور خلفاء کی مدح و ستائش پر مشتمل تھی۔ یہ ایسے موضوعات ہیں جن کے لئے عمدہ الفاظ' پختہ اسلوب بیان' طویل بحر اور بدویانہ انداز لازمی امر ہیں۔ ھجو گوئی میں اس کا دارومدار آباؤ اجداد کے عیوب مثلاً بزدلی' کنجوسی' قلت اور ذلت پر مشتمل ہے اسی طرح مدح اور فخریں گزشتہ خونریز واقعات اور ان میں اپنے "باپ دادا کے غلبہ اور لوٹ مار کی کامیابیوں پر مشتمل ہے اس عہد میں ھجو کی خاص و عام اقسام کے اعتبار سے عراق تقریباً اس کا مرکز بن چکا تھا۔ کیونکہ باہم متحارب قبائل وہاں جمع تھے اور نئے نئے مذاہب وہاں جنم لے رہے تھے اور وہاں کے مکینوں پر بدویت' نخوت اور تکبر کا غلبہ تھا یہاں کے شعراء اسی ھجو سے ابتدا کرتے' اسی میں نئے نئے انداز اپناتے اور اسی پر زندگی گزارتے تھے چنانچہ ھجو گوئی مختلف اسالیب اپناتی' نت نئے لباس پہنتی وہ شخصی' خاندانی' وطنی' دینی اور سیاسی شکل میں نمودار ہوتی لیکن دراصل اس کے صدور کی ایک ہی معقول وجہ تھی اور وہ تھی موروثی عصبیت اور قدیمی دشمنی۔

وقد ینبت المرعی دمن الثری' وتبقی حزازات النفوس کما ھیا

گھاس کبھی نمناک زمین کے گھوروں پر بھی اگ آتی ہے مگر دلوں کی کدورتیں اپنی حالت پر برقرار رہتی ہیں۔

اخطل :-

یہ شاعر غیاث بن غوث اخطل ہے جزیرہ کی آواز' تغلب کی زبان' نصرانیت کا ادیب اور بنوامیہ کا شاعر ہے یہ پہلا شاعر ہے جس نے اپنی شاعری کی ابتدا "ہجو گوئی سے کی اس نے بچپن میں اپنے باپ کی عورت کی ھجو کی۔ اور جوانی میں تغلب کے شاعر کعب بن جعیل کی ھجو کہہ کر اسے بے آبرو کر دیا اس گستاخی اور بے عقلی کی وجہ سے جوانی میں ہی اسے "اخطل" یعنی بے وقوف کا لقب دے دیا گیا پھر وہ اپنے اور لوگوں کے مابین اور اپنے قبیلے اور دیگر قبیلوں کے درمیان ہونے والے جھگڑوں کو نظم کرنے لگا۔ حتی کہ ایک مرتبہ ولی عہد یزید بن معاویہ اور عبدالرحمن بن حسان کے درمیان بحث و تکرار ہوئی تو کعب بن جعیل سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ انصار کی ھجو کہے لیکن اس

نے آنحضرتؐ کو پناہ دینے والے مددگاروں کی ہجو کہنا مناسب نہ سمجھا' اور کہا کہ میں تمہیں ایک بدکار تجربہ کار شاعر (مراد اخطل) کی نشاندہی کر دیتا ہوں اخطل نے انصار کو کاشتکاری' کمینہ پن اور شراب نوشی کے طعنے دیئے اور اپنے رائیہ قصیدے میں قریش کو انصار پر فضیلت دی اگر یزید کی مدد نہ ہوتی تو اخطل اس کارستانی کی وجہ سے خطرناک صورت حال سے دوچار ہو سکتا تھا امویوں نے اس کے اعزاز و احترام میں بہت حد تک مبالغہ کیا اس نے بھی ان کی حمایت و مدد میں بھرپور کوشش کی۔ پھر اس نے انصار کے بعد بنو زبیر کے ایک ایک قبیلے کا پردہ چاک کر ڈالا یہ ہجویہ قصیدہ اس کا ایک مشہور قصیدہ ہے اس کا مطلع یہ ہے۔

الا یا اسلمی یا هند هند بنی بکر' وان کان حیانا عدی آخر الدهر

اے ھند' بنی بکر کی ھند! تو سلامت رہنا' اگرچہ ہمارے قبیلے ہمیشہ سے ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

کیونکہ ایک طرف تو انہوں نے امویوں سے مخالفت کی ٹکر لے رکھی تھی دوسری طرف سے وہ جزیرہ میں اپنی قوم پر تسلط جمائے ہوئے تھے۔ پھر اس نے اپنی زندگی فرزدق کی حمایت اور جریر کی ہجو میں ختم کر دی اخطل اگرچہ مذہب نصرانیت پر سختی سے کاربند تھا حالانکہ خلفاء کے ساتھ اس کے مضبوط تعلقات تھے دینداری میں عربوں کی طبیعت سے الگ تعلق نہیں ہوا' لامنس پادری نے اس کے متعلق اپنی میں کتاب ایک فصل لکھی ہے وہ کہتا ہے "اخطل کے دین پر نصرانیت کا ہلکا سا رنگ تھا اور اس کی نصرانیت اسی طرح کی سطحی تھی جس طرح بدویوں کے ہاں دینی عقائد ہوتے ہیں' وہ دین کی آڑ میں کثرت سے شراب نوشی کرتا تھا اور خلیفہ کی پناہ میں اکثر ہجو کہتا تھا اور تغلب کی پشت پناہی پر تمام قبیلوں پر حملے کرتا تھا لیکن اس کی ہجو کے الفاظ پاکیزہ اور مہذب ہوتے تھے نہ تو اس کی شاعری میں حد سے زیادہ مبالغہ آمیزی تھی اور نہ ہی وہ اخلاقی حدود سے متجاوز تھی۔

فرزدق :-

ابو فراس ہمام بن غالب فرزدق داری بعد ازاں تمیمی بصرہ میں معزز گھرانے میں پیدا ہوا اس کا قبیلہ آسودہ حال اور شریف النفس تھا لیکن یہ اپنے خاندان میں ہجویہ شاعری کرتے ہوئے جوان ہوا یہ تند مزاجی اور بدخلقی کی بناء پر اپنی ہی قوم کے افراد کی ہجو کہتا تھا لوگ اس کے باپ کے پاس آکر شکایت کرتے تو وہ اسے مارتا پھر یہ ہجویہ شاعری میں اس قدر تجاوز کر گیا کہ لوگ

عراق پر حضرت معاویہ کے مقرر کردہ گورنر زیاد کے پاس اس کی شکایت لے کر گئے اس نے اسے طلب کیا تو عراق کے دیگر شہروں اور قبیلوں میں فرار ہو گیا بالآخر مدینہ کے گورنر سعید بن عاص کے پاس پناہ کی درخواست کی (یہ زیاد کی طرف سے مقرر تھے) اس نے اسے پناہ دے دی جب زیاد مر گیا تو شاعر اپنے وطن واپس پلٹا اور حضرت معاویہ و یزید کی حکومت کے بعد وہاں رونما ہونے والے فتنوں اور جنگوں میں شرکت کی تا آنکہ تقدیر و نصیب نے اسے جریر کے ساتھ ہجو گوئی کا مشغلہ دے دیا اس کی سوچ مصروف ہو گئی اس کی زندگی لبریز ہو گئی اور اس کی شاعری چمک اٹھی اور یہ ہجو گوئی کا سلسلہ تقریباً چالیس سال تک چلتا رہا جو عام لوگوں کے لئے سامان تفریح' سیاستدانوں کے لئے خوش طبعی اور ادب عربی کے لئے شاعری کا عظیم سرمایہ بنا اس کی شاعری گھٹیا پن اور فحش کلامی کے باوجود حکمت اور جمال سے خالی نہیں ہے۔

جریر :-

جریر بن عطیہ خطفی تمیمی نے بھی اپنے دونوں ساتھیوں کی طرح بچپن ہی میں شاعری شروع کر دی تھی اور ہجویہ شاعری میں انہی کی مثل رہا لیکن اس کا یہ فرق ہوا کہ اس نے شاعری کی ابتدا رجز سے کی جیسے چرواہے کرتے ہیں کیونکہ یہ بھی چرواہا تھا اس کے قبیلے کی گمنامی' خاندان کی پستی' باپ کی غربت اور اخلاق کی درشتی یہ وہ چند اسباب تھے جنہوں نے شاعری میں کمال اور ہجو گوئی میں امتیاز پیدا کرنے میں اس کی طبیعت کی مدد کی تھی' غسان سلیطی وہ پہلا شخص ہے جس کی اس نے ہجو کہی کیونکہ اس نے اس کی قوم کی ہجو کہی تھی سلیطی نے اس کی مدافعت میں بعیث سے فریاد کی اس نے جریر کی ہجو کی جس کے جواب میں جریر نے سخت چبھنے والی ہجو کہی فرزدق جو کہ کسی ذاتی دکھ کی بناء پر جریر پر جلا ہوا تھا اس نے بعیث کی حمایت میں جریر کی ہجو کہہ دی بس پھر ان دونوں تمیمی شاعروں میں ہجو گوئی کا زوردار مقابلہ شروع ہو گیا۔

اخطل نے فرزدق کو جریر پر برتری دی یا تو اس وجہ سے کہ اس نے قیس کی مدافعت کی تھی یا پھر محمد بن عمیر نے اسے رشوت دی تھی تو جریر نے اخطل کی بھی ہجو کہہ ڈالی پھر تو اس پر ہر طرف سے ہجو کی بوچھاڑ ہونے لگی حتی کہ ہم عصروں میں سے اسی شعراء اس کے مقابلے میں آگئے اور یہ اخطل اور فرزدق کے سوا سبھی پر غالب آگیا یہ دونوں اس کے مقابلہ میں ثابت قدم رہ کر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف رہے۔ لوگ جریر اور فرزدق کے معاملے میں دو گروہوں میں بٹ گئے ہر گروہ اپنے اپنے شاعر کی حمایت کرتا اہل فرزدق اور اہل جریر میں اسی

طرح ٹھن گئی جس طرح علویوں اور عباسیوں کے مابین تھی ان میں سے ہر فریق' پراپیگنڈے' تشدد' رغبت' خوف اور مددگاروں کے ذریعے دوسرے پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا تھا فرزدق کے حمایتی مربد مقام پر اور جریر کے حامی مقبرہ بنو حصن میں اکٹھے ہوتے تھے ہردو شاعر اپنے ہم خیال لوگوں اور اپنی جماعتوں میں اشعار سناتے وہ ان کو لکھ لیتے راوی ان کی عام لوگوں میں نشرواشاعت کرتے اور ماہرین ادب اور امراء روایت کردہ کلام کو لیتے اور اس کا موازنہ کرتے اور اسے پرکھتے اور اس کے متعلق فیصلہ کرتے تھے انصار شعراء کو رشوت دیتے اور علماء کو اپنا طرف دار بناتے تاکہ وہ اس جھگڑے میں اپنا فیصلہ ان کے شاعر کی موافقت میں دیں۔

صاحب الآغانی نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے چار ہزار درہم اور ایک گھوڑا اس شخص کو دے دیا جس نے فرزدق کو جریر پر ترجیح دی تھی' ان دونوں کے معاملے کے متعلق لوگوں کے اہتمام اور ان کی شاعری کے مقابلے میں فیصلہ سنانے میں اختلاف پر اس سے زیادہ کوئی چیز دلالت نہیں کرتی کہ جس طرح دو بالمقابل لشکر کچھ دیر کے لئے لڑائی بند کر دیں تاکہ کوئی خارجی ادیب مہلب کے لڑنے والے دو افراد کے درمیان فیصلہ کرے جو جریر اور فرزدق کے متعلق جھگڑا کر رہے تھے۔

ابن سلام نے نقل کیا ہے کہ مہلب کے لشکر کے دو آدمی جریر اور فرزدق کے بارے میں جھگڑ رہے تھے حالانکہ فرزدق خوارج کے بالمقابل تھا جب وہ اس کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ میں ان کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا اور اس نے اپنے آپ کو ان کے شر کے حوالے کرنے سے بچا لیا اور کہا میں تمہیں ایک ایسا آدمی بتاتا ہوں جس پر ان کی ناراضگی اثر انداز نہیں ہوتی وہ عبید بن ہلال ہے وہ اس دن "قطری بن فجاءۃ کے لشکر میں تھا دونوں اس کے پاس آئے اور دونوں لشکر کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور اسے بلایا وہ یہ سمجھتے ہوئے نیزہ گھسیٹتے ہوئے باہر نکلا کہ شاید کوئی مقابلے کی طرف بلانے والا ہے ان دونوں نے اس کو کہا کیا فرزدق بڑا شاعر ہے یا جریر؟ اس نے کہا تم پر اور ان پر اللہ کی لعنت ہو' انہوں نے کہا کہ ہم آپ کا جواب لینا چاہتے ہیں پھر ہم آپ کے ارادہ کے مطابق پھر جائیں گے۔ اس نے کہا بڑا شاعر وہ ہے جو یہ کہتا ہے۔

وطوى القياد مع الطراد بطونها طي التجار بحضر موت برودا

مسلسل سفروں اور لگاتار تعاقب نے ان کے پیٹوں کو اس طرح لپیٹ دیا ہے جس طرح حضرموت کے تاجر کپڑے کی چادروں کو تہہ کرتے ہیں۔

وہ دونوں کہنے لگے یہ تو جریر کا شعر ہے تو وہ کہنے لگا بس وہی ان دونوں میں سے بڑا شاعر

ہے۔

یہاں عراقی شاعروں کا ایک اور بھی گروہ ہے مثلاً عبید راعی' ابوالنجم عجلی اور راجز انہوں نے شاعری سے ناخن اور کچلیوں کا کام لے کر لوگوں کی عزتوں کو چیر پھاڑ ڈالا اور لوگوں میں فحشیات اور واحیات کو عام کر دیا لیکن ان میں سے کوئی بھی شاعری کے اعلیٰ مقام پر اور شہرت کی بلندیوں پر اس طرح نہیں پہنچ سکا جس طرح جریر' فرزدق اور اخطل نے مقام حاصل کیا تھا۔ کیونکہ ابوعبیدہ کے بقول وہ شاعری میں اس مقام پر فائز تھے جو اسلام میں کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکا۔ انہوں نے جن لوگوں کی تعریف کی انہیں بلند کر دیا اور جن کی مذمت کی وہ بے عزت ہو گئے جن لوگوں نے ان کی ہجو کی انہوں نے اس کا جواب دیا تب بھی وہ چمک اٹھے اور جن لوگوں نے ان کی مذمت کی اور انہوں نے ان کا جواب دینا پسند نہ کیا تو وہ بے عزت ہو گئے۔

ہجونگاری میں اخطل' فرزدق اور جریر کا مسلک :۔

ہجو میں ان کا مسلک وہی پرانا تقلیدی مذہب اور عمومی انداز ہے اس کے باوجود وہ طبقہ' ماحول اور طبیعت کے اختلاف کی وجہ سے ہجونگاری میں مختلف نظر آتے ہیں

اخطل کی ہجونگاری :۔

اخطل اپنی قوم کا سردار' کریم النسب اور شریف النفس تھا شراب پیتا تھا بادشاہوں کے ہاں بیٹھتا تھا اپنے دین کا احترام کرتا تھا اور اپنے مذہب کی خاطر پادری کی مار اور قید و بند کی صعوبتیں تک برداشت کر لیتا تھا۔ اگرچہ وہ عابد و زاہد نہ تھا' اس بناء پر ہجو میں اس کی زبان جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے خواص کی زبان تھی نہ وہ معیار سے گرے ہوئے غلیظ اشعار کہتا تھا اور نہ ہی وہ عریاں مضامین سے مدد حاصل کرتا تھا وہ اپنے حریف کی مردانہ صفات پر حملے کرتا اس کی سخاوت' بہادری' بزرگی اور سچائی کی نفی کرتا ہے جس طرح کہ تیم کے متعلق اس کا قول ہے۔

كنت اذا لقيت عبيد تيم وتيما قلت ايهما العبيد
لئيم العالمين يسود تيما وسيدهم وان كرهوا مسود

میں جب تیم کے غلاموں اور سرداروں سے ملتا ہوں تو کہتا ہوں کہ ان میں سے غلام کون ہیں (اور سردار کون سے ہیں)

دنیا کا کمینہ ترین آدمی تیم کا سردار بنتا ہے اور ان کا غلام ان کی ناپسندیدگی کے باوجود

سرداری رہتا ہے۔

اور کلیب بن یربوع کے متعلق وہ کہتا ہے۔

بئس الصحاب وبئس الشرب شربہم اذاجری فیهم المزاء والسکر
قوم تناهت الیهم کل مخزیة' وکل فاحشة سبت بها مضر
الاکلون خبیث الزاد وحد هم' والسائلون بظهر الغیب ماالخبر؟
واقسم المجد حقا لایحالفهم' حتی یحالف بطن الراحة الشعر

وہ بدترین ساتھی ہیں خاص کر جب شراب اور نشہ ان کی رگوں میں سرایت کرے تو وہ بہت ہی برے شرابی ہیں۔

وہ ایسی قوم ہے کہ ذلت و رسوائی کا ان پر اختتام ہو گیا ہے اور خاندان مضر کو دی جانے والی ہر گالی ان پر جا کر رک جاتی ہے۔

یہ لوگ گندی خوراک کھاتے ہیں اور وہ بھی تنہا کھاتے ہیں اور یہ لوگ عدم موجودگی میں پوچھتے ہیں کہ کیا بات تھی؟

شرافت و بزرگی نے قسم کھائی ہے کہ ان کے ساتھ نہیں چل سکتی تا آنکہ ان کی ہتھیلی پر بال اگنے لگیں۔

شاید اس کی فحش ترین ہجو وہ ہے جو اس نے جریر کی قوم کے متعلق کہی ہے۔

قوم اذا استنبح الضیفان کلبهم' قالوا لامهم بولی علی النار
فتمنع البول شحا ان تجودبه ولا تجود به الا بمقدار
والخبز کا لعنبر الهندی عندهم والقمح خمسون اردبا بدینار

وہ ایسی قوم ہے کہ جب مہمان کتوں کے بھونکنے کی آواز سن کر ان کی رہائش گاہ معلوم کرنا چاہے تو یہ اپنی ماں سے کہتے ہیں کہ آگ پر پیشاب کر دے (تاکہ آگ بجھ جائے اور مہمان کو ہماری اقامت گاہ کا پتہ نہ چل سکے)

وہ کنجوسی اور بخل کرتے ہوئے اپنا پیشاب روک لیتی ہے کہیں اس کی سخاوت نہ ہو جائے اور وہ (پیشاب نکالنے کی) سخاوت بھی ایک خاص مقدار سے کرتی ہے۔

اور (مہمان کے لئے) روٹی (کا انتظام کرنا) تو ان کے ہاں ہندوستانی عنبر کی مثل ہے حالانکہ (ان کے علاقہ میں گندم اتنی سستی ہے کہ) ایک دینار میں پچاس اردب (60 من) گندم ملتی ہے۔

آپ نے دیکھا ہے کہ اخطل اپنے حریف کو دکھ پہنچانے اور عار دلانے کے لئے اس کے

خصوصی عیوب اور ذاتی نقائص پر گرفت نہیں کرتا وہ مخالف قبیلہ کے تمام افراد پر حملہ کرتا ہے اور وہ عظیم کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے اور مقابلہ کی دوڑ میں سبقت لے جانے پر اپنے اور مخالف قبیلہ کے درمیان مقابلہ کرتا ہے اور وہ انہی مضامین میں اپنے لئے کافی و وافی مواد پاتا ہے اور جریر کی طرح مجبور و بے کس ہو کر گھٹیا انداز سے ذلت آمیز غلبہ حاصل کرنے کے لئے معمولی باتوں کا ذکر نہیں کرتا۔

اب آپ یہ اشعار ملاحظہ کریں جو اس نے جریر کے متعلق کہے ہیں۔

یا ابن المراغة ان عمی اللذا قتلا الملوک و فککا الاغلالا
واخوهم السفاح ظماء خیله حتی وردن جبی الکلاب نهالا
فانعق بضانک یا جریر فانما منتک نفسک فی الخلاء ضلالا
منتک نفسک ان تکون کدارم او ان توازی حاجباو عقالا

اے مراغہ کے بیٹے میرے دو چچا وہ ہیں جنہوں نے بادشاہوں کو قتل کیا اور قید و بند کو کھول ڈالا۔

اور ان کے بھائی سفاح نے اپنے گھوڑوں کو پیاسا رکھا یہاں تک کہ وہ سیراب ہونے کے لئے بنو کلاب کے حوض پر اترے۔

اے جریر اپنی بھیڑوں کے گلے کو آواز دے کیونکہ تنہائی میں تیرا دل شیخ چلی کی سی بے ہودہ آرزوئیں دلاتا ہے۔

تیرا دل یہ خواہش کرتا ہے کہ تو دارم کی طرح بن جائے یا تو حاجب اور عقال کے ہم پلہ ہو جائے۔

اور ان اشعار پہ نگاہ دوڑائیں جو اس نے جریر کی ہجو میں کہے ہیں۔

ولقد شددت علی المراغة سرجها حتی نزعت وانت غیر مجید
وعصرت نطفتها لتدرک دارما هیهات من امل علیک بعید
واذا تعاظمت الامور لدارم طاطات راسک عن قبائل صید
واذا عددت بیوت قومک لم تجد بیتا کبیت عطارد ولبید

تو نے مراغہ پر زین کس دیا حتی کہ تو نے اس کو ہٹا دیا لیکن تو پھر بھی بے عزت ہی رہا۔

اور تو نے اس کا نطفہ نچوڑا تاکہ تجھے دارم کا مقام و مرتبہ مل جائے مگر افسوس تیری یہ آرزو پوری ہونا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

جب دارم پر معاملات مشکل ہو جاتے ہیں تو تو اس وقت بہادر قبیلوں کے سامنے سر جھکا

دیتا ہے۔

اور جب تو اپنی قوم کے گھرانوں (کے کارناموں) کو شمار کرنے لگتا ہے تو تجھے ان میں کوئی بھی عطارد یا لبید (کے گھرانوں) جیسا (گھرانہ) نظر نہیں آتا۔

جب آپ ان اشعار کو دیکھتے ہیں تو آپ معلوم کرتے ہیں کہ اس کی ہجو منافرت اور فخر کے مضامین بیان کرنے میں مقصد کے قریب ترین ہے یہ صاف واضح ہے کہ اس کی ہجو بھنے اور ایذاء رسانی کے باوجود پاکیزہ اور بلند ہے جو جریر کی ہجو کے ساتھ ایک میدان میں نہیں دوڑتی اور نہ ہی ان کی ہجو نگاری عوام الناس کے میزان میں برابر ہے تو پھر کس طرح اخطل کے بڑھاپے کی وجہ سے سرد جذبات اور جریر کے جوانی کے جوش کی وجہ سے تیز جذبات ایک جیسے ہوتے ہیں خود جریر نے مخالف کی کمزوری وناتوانی کو اس کی کبر سنی پر محمول کرتے ہوئے آخری مقابلے میں کہا تھا "جب میرا اس سے مقابلہ ہوا تو اس کی ایک کچلی تھی اگر دو کچلیاں ہوتیں تو وہ مجھے کھا جاتا" جب اخطل نے فرزدق کو جریر پر برتری دی تو جریر نے اخطل کی ہجو میں قصیدہ تو نیہ کہا اس میں یہ کہا ہے۔

جاریت مطلع الرهان بنابه روق شبيبته و عمرک فان

اے مرد میدان! تو اس زیرک و ہوشیار سے مقابلہ کر رہا ہے جس کی جوانی ابھر رہی ہے جبکہ تیری عمر ختم ہونے والی ہے۔

اگر ہم اخطل کی ہجویہ شاعری میں سے جریر کی ہجو کا حصہ نکال دیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے باقی ہجویہ قصائد قومی اور سیاسی مقاصد و اغراض پر مشتمل ہیں' اس کی ہجویہ شاعری کے دو مشہور قصیدے اس کے مسلک کا خلاصہ اور اس کی شاعری کی فنی تصویر ہیں پہلا قصیدہ وہ ہے جو اس نے قبائل قیس کی ہجو میں کہا جس کا مطلع یہ ہے۔

الا يا اسلمي يا هند هند بني بكر وان كان حيانا عدى آخرالدهر

سن اے ھند! بنی بکر کی ھند تو سلامت رہے' اگرچہ ہمارے قبیلے رہتی دنیا تک ایک دوسرے کی مخالفت کرتے رہیں گے۔

اور دوسرا قصیدہ عبدالملک بن مروان کی تعریف اور مد مقابل کی مذمت میں کہا جس کا مطلع یہ ہے۔

خف القطين فراحوا منک اوبكروا واز عجتهم نوى في صرفها غير

جو ٹھہرے ہوئے تھے انہوں نے سفر کرنا شروع کر دیا وہ صبح یا شام کو تیرے پاس سے کوچ

کرنے لگے لیکن ان کو اس چیز نے پریشان کردیا ہے کہ ان کی منزل مقصود غیر متعین ہے۔

اس قصیدہ کے دیگر اشعار یہ ہیں۔

بنی امیة انی ناصح لکم فلا یبیتن منکم امنا زفر

فان مشهده کفر و غائلة وما یغیب من اخلاقه وعر

ان العداوة تلقاهاو ان کنت کالعریکمن حینا ثم ینتشر

اے بنوامیہ! میں تمہارا خیر خواہ ہوں زفر تم سے بے خوف ہو کر رات نہ گزارنے پائے۔

اس کی موجودگی کفر اور مصیبت ہے اس کی پوشیدہ عادتیں بہت ہی نازیبا اور قبیح ہیں۔

بے شک دشمنی اگرچہ کتنی ہی چھپی رہے بالکل ظاہر ہو جاتی ہے جس طرح کھجلی جتنی دیر بھی دبی رہے بالآخر پھیل ہی جاتی ہے۔

بنی امیة فدناضلت دونکم ابناء قوم هم اووا وهم نصروا

وقیس عیلان حتی اقبلوا رقصا' فبایعوک جهارا بعد ما کفروا

ضجوا من الحرب اذعضت غوار بهم وقیس عیلان من اخلا قها الضجر'

اے بنوامیہ میں نے تمہاری وجہ سے ایسی قوم کے ساتھ لڑائی کی جنھوں نے رسول اکرمؐ کو پناہ دی اور ان کی مدد کی (مراد انصار ہیں)۔

اور قیس عیلان سے مقابلہ کیا حتی کہ وہ رقص کرتے ہوئے سامنے آئے اور انہوں نے علی الاعلان بیعت کی جبکہ اس سے پہلے وہ (بیعت سے) انکار کر رہے تھے۔

وہ جنگ سے چیخ اٹھے جب یہ ان کے کندھوں پر آپڑی قیس عیلان کی عادت میں گھبراہٹ اور اکتاہٹ ہے۔

اخطل اپنی عیسائیت کی وجہ سے اسلام سے فخر کا کوئی ذریعہ یا ہجو کا کوئی مواد حاصل نہیں کر سکتا' لہٰذا اس نے اپنے آباؤ اجداد کے فضائل و مناقب اور اپنے مخالفین کے عیوب ونقائص کے اظہار پر اکتفا کیا اس کے باوجود کبھی کبھی وہ ان اعمال کی ہجو کر دیتا تھا جن کو اسلام پسند نہیں کرتا حالانکہ وہ ذہنی طور پر انھیں جائز سمجھتا تھا مثلاً وہ انصار کی شراب نوشی کو عیب شمار کرتا ہے اور کہتا ہے۔

قوم اذا هدر العصیر رایتهم حمرا عیونهم من المسطار

یہ قوم ایسی ہے کہ جب شراب جوش مارے تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھیں نشہ کی وجہ سے سرخ ہیں۔

اور کلیب بن یربوع کے متعلق کہتا ہے۔

بئس الصحاب وبئس الشرب شربهم' اذا جرت فیهم المزاء والسکر

یہ لوگ بدترین ساتھی ہیں اور ان کی شراب نوشی بدترین شراب نوشی ہے جب شراب اور نشہ ان میں سرایت کر جائے

فرزدق کی ہجونگاری :-

فرزدق بھی اخطل کی طرح اپنی قوم کا لیڈر تھا فرق یہ ہے کہ یہ کھلی عداوت رکھتا تھا چھپاتا نہیں تھا فحش گو تھا جھجکتا نہیں تھا سخت آوارہ زبان استعمال کرتا تھا شرم نہیں کرتا تھا تند مزاج تھا نرمی نہیں کرتا تھا وہ اپنی ہجویہ شاعری میں شرمناک باتوں کا تذکرہ کرتا تھا اور ننگے الفاظ اور صاف نام لے لے کر اعلانیہ طور پر ذلیل کن اور عریاں مضامین نظم کرتا تھا نوجوان شرمیلی لڑکی تو کجا نوجوان مرد بھی ان کو پڑھنے سے شرماتے تھے۔

میں نہیں سمجھتا کہ بدویت' کج خلقی' بد زبانی اور بد طینتی ہی وہ تمام تر اسباب و وجوہ تھے جنہوں نے اس بازاری اور عریاں ہجو نگاری کو رواج دیا حلیۃ اور اس جیسے دیگر لوگ جو ان صفات سے متصف تھے وہ ہجو نگاری میں اس حد تک نہیں بڑھے یقیناً اس دور کی عراقی معاشرت کا اس عریاں بیانی میں بہت بڑا دخل ہے اس لئے کہ عربوں کے دیہات سے نکل کر شہروں میں آنے اور عربوں کے عجمیوں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے عربوں کی مضبوط اخلاقی بندشیں کمزور پڑ گئی تھیں اور مختلف قبیلوں کے تسلط اور دینی حمیت کی کمزوری کی وجہ سے دینی بندشیں ڈھیلی پڑ گئی تھیں اور بصرہ کا سیاسی اقتدار شعراء اور قبائل کے مذاقیہ اور طربیہ کھیلوں پر آنکھیں بند کئے ہوئے جبڑے کھول کھول کر قہقہے مار رہا تھا۔

میں قبائل اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ ہر قبیلہ اپنے شاعر کے پیچھے ہوتا تھا وہ مال و دولت' جنگ و جدل اور پراپیگنڈے کے ذریعہ اس کی مدد کی حتی الوسع کوشش کرتا تھا بعض مرتبہ اس کا ہر فرد آکر دو یا تین شعر کہتا پھر اپنی مدد کے لئے شاعر کو دعوت دیتا جس طرح بنوتیم نے اپنے شاعر عمر بن لجا کے ساتھ کیا تھا جب وہ جریر کی ہجو کا جواب دے رہا تھا۔

فحش ترین ہجو وہ ہے جو فرزدق نے جریر کے بارہ میں کہی ہے' وہ اس کی قوم کو حقیر النسب' کمزور' حیلہ ساز' بکریاں پالنے والے اور اونٹوں کے چرواہے کہہ کر طعنہ زنی کرتا ہے۔ اور گدھیوں کے ساتھ بدفعلی کا مرتکب ٹھہراتا ہے اور ان مضامین کو عجیب و غریب طریقوں سے طول دیکر فنی مظاہرہ کرتا ہے۔ اور انھیں ہر قصیدہ میں مختلف شکلوں اور متفرق طریقوں سے دہراتا

ہے اور بسااوقات وہ جس کی وہ ہجو کرتا ہے اسے دکھ دینے اور اس کا پوری طرح مذاق اڑانے کے لئے مضحکہ خیز واقعات گھڑ لینے میں ذرہ بھر جھجک محسوس نہیں کرتا۔ اور یہ وہ آخری حد ہے جہاں ہجو نگار اور قصہ گو خوش حالی اور آسودگی کے دور میں پہنچ جاتے ہیں۔

اور اس سے زیادہ حیران کن بات تو یہ ہے کہ اپنے حریف کو ایسی گندی قسم کی گالی سے متہم کیا جائے جسے نہ وہ سمجھ سکے اور نہ لوگ اس کو بچ جائیں اس سے مقصود اس کی انتہائی ذلت ہوتی ہے اور اس کو بدنام اور حقیر کرنا ہوتا ہے۔ جس طرح عام طور پر نچلے طبقہ کے لوگ کرتے ہیں اس طرح کی ہجو ہمیں اس سے قبل کسی دور میں نہیں ملتی' بلکہ یوں ہوتا تھا کہ شاعر اگر کسی میں خوبیاں دیکھتا تو تعریف کر دیتا اور اگر برائیاں دیکھتا تو مذمت کر دیتا اور وہ دونوں حالتوں میں سچا ہوتا تھا۔

فرزدق ہجو نگاری میں اس حد تک گر گیا کہ کوئی انسان اس قدر پستی میں نہیں جاتا جریر نے اپنی بیوی کی وفات پر جو مرثیہ کہا تھا فرزدق اس کا جواب دیتے ہوئے نہ تو میت کے تقدس کو ملحوظ رکھتا ہے اور نہ ہی عورت کی شرافت کو مد نظر رکھتا ہے بلکہ کہتا ہے۔

كانت منافقة الحياة وموتها' خزى علانية عليك وعار
فلئن بكيت على الاتان لقدبكى' جزعا غداة فراقها الاعيار
تبكى على امراة وعندك مثلها' قعساء ليس لها عليك خمار
وليكفينك فقد زوجتك التى' هلكت موقعة الظهور قصار'
ان الزيارة فى الحياة ولاارى' ميتا اذا دخل القبور يزار'

وہ زندگی بھر منافق رہی اور اس کی موت تیرے لئے علانیہ رسوائی اور عار ہے۔

اگر تو گدھی کے مرنے پر رو رہا ہے تو اس کی جدائی کے صدمہ سے بہت سے گدھے رو رہے ہیں۔

تو ایک عورت پہ رو رہا ہے جبکہ تیرے پاس تنے ہوئے سینے والی ایسی عورت موجود ہے جس کے دوپٹے تک کا تجھ پہ بوجھ نہیں ہے۔

تجھے وہ کافی ہوں گی جو پست قد اور رستی ہوئی پیٹھوں والی ہیں جنہوں نے تیری بیوی کے بعد تجھ سے شادی کی ہے۔

زیارت تو زندگی میں ہوا کرتی ہے میں نے نہیں دیکھا کہ قبر میں دفن شدہ مردے سے ملاقات کی جاتی ہو۔

عورت کے متعلق فرزدق کی رائے اس کی درشت طبیعت اور بد ہمیتی پر دلالت کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ عربی معاشرہ میں عورت کا کیا مقام تھا۔ یہ نتیجہ ہم ان ہجویہ اشعار سے اخذ نہیں کر رہے جو اس نے جریر کی فوت شدہ بیوی کے متعلق کہے ہیں کیونکہ اس کے اس گندے انداز میں کسی ذاتی لڑائی کا اثر ہو سکتا ہے بلکہ اس نے اپنی بیوی کے مرنے کے بعد جو اشعار کہے تھے انہیں دیکھ کر فیصلہ کیا ہے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

يقولون زرحدراء والترب دونها وكيف بشيئى وصله قدتقطعا
ولست ان عزت على بزائر ترابا على مرسومه قد تضعضعا
واهون مفقود اذ الموت ناله على المرء في اصحابه من تقنعا
يقول ابن خنزير بكيت ولم تكن على امراءة عيني اخال لتدمعا
واهون رزء لامرى غير عاجز رزية مرتج الروادف افرعا

لوگ کہتے ہیں کہ حدراء (اس کی بیوی) سے ملاقات کرو حالانکہ اب ہمارے درمیان مٹی حائل ہو چکی ہے اور جو چیز منقطع ہو گئی ہو اس سے اتصال کیسے ممکن ہے؟

اگرچہ وہ مجھے بہت پیاری تھی مگر میں اس کی زیارت کرنے کبھی نہیں جاؤں گا کیونکہ اب تو وہ مردہ کی شکل میں مٹی کے نیچے دب چکی ہے۔

مرد کے لئے فوت ہونے والے ساتھیوں میں سے جن کی موت کا سب سے کم افسوس اور دکھ ہوتا ہے وہ اس کے پردہ نشیں (مراد بیوی ہے) ساتھی ہوتے ہیں۔

خنزیر کا بیٹا کہتا ہے کہ تو (اپنی بیوی کے فراق کے غم میں) رویا ہے حالانکہ میرے خیال میں میری آنکھ کسی عورت کے مرنے پر روتی نہیں ہے۔

اگر کوئی مرد (شاعر خود) لاچار و بے کس نہ ہو تو اس کے لئے سب سے آسان صدمہ برداشت کرنا لمبے بالوں والی اور موٹے سرین والی عورت (مراد شاعر کی بیوی) کی موت ہے۔

جریر کے ساتھ ہجو نگاری میں مقابلہ کی عادت، عوام الناس میں شہرت حاصل ہونے کی شدید خواہش اور مذمت کرنے کی وجہ سے عزت نفس اور احساس وقار کا فقدان، یہ وہ اسباب تھے جنہوں نے فرزدق کو بھی رفتہ رفتہ جریر کی طرح آوارہ اور عریاں ہجو گوئی پر مائل کر دیا۔ حتی کہ جوابی ہجو میں عمدہ اور پختہ شاعری کے باوجود عوام الناس میں ان کے اشعار عام معیار سے بھی گر گئے فرزدق تو پھر بھی کبھی کبھی شیعہ ہونے کے ناطے مذہب کا احترام کرتے ہوئے ایسی شاعری سے توبہ کر لیتا حالانکہ اس کی ہجویہ شاعری آوارگی و عریانی پر مبنی تھی اور وہ اپنے آپ کو قرآن مجید حفظ کرنے کا پابند بنانے کی کوشش کرتا چنانچہ وہ کہتا ہے۔

الم ترنی عاهدت ربی واننی' لبین رتاج قائما ومقام
علی قسم لا اشتم الدهر مسلما' ولا خارجا من فی سوء کلام

کیا آپ کو علم نہیں کہ میں نے پھاٹک اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر اپنے رب سے عہد کیا ہے۔

اور قسم اٹھائی ہے کہ زندگی بھر کسی مسلمان کو گالی نہیں دوں گا اور نہ زبان سے گندی گفتگو نکلے گی۔

یا کبھی وہ خاندانی شرافت اور وقار کو برقرار رکھنے کے لئے جواب دیتا ہے اور ہجو گوئی میں عزت نفس اور خودداری پر مشتمل مضامین کے اشعار کہتا ہے۔ تو اس وقت اس کی شاعری میں نیرنگی مضامین اور الفاظ کی پاکیزگی ہوتی ہے جس طرح معاویہ کے بارے اس کے اشعار ہیں جس نے اس (شاعر) کے کسی چچا کی وفات کے بعد اس کا ترکہ ضبط کر لیا تھا۔

ابوک و عمی یا معاوی اورثا' تراثا فیحتاز التراث اقاربه
فما بال میراث الحتات اخذته' ومیراث حرب جامد لک ذائبه
فلو کان هذا الامر طی جاهلیة' علمت من المرء القلیل حلائبه

اے معاویہ! تیرا باپ اور میرا چچا وراثت چھوڑ گئے وراثت کے حقدار اس (مرنے والے) کے قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں۔

پھر کیا وجہ ہے کہ حتات (شاعر کا چچا) کا ترکہ بھی تم نے لے لیا ہے اور حرب (معاویہ کا دادا) کا پورا پورا ترکہ بھی تمہارا ہی ہو گیا ہے۔

اگر یہ واقعہ زمانہ جاہلیت میں ہوتا تو پھر تجھے پتہ چلتا کہ کس کے حمایتی کم ہیں۔

پھر کہتا ہے۔

وما ولدت بعد النبی واهله' کمثلی حصان فی الرجال یقاربه
وکم من اب لی یا معاوی لم یزل' اغر بباری الریح ماازور جانبه
نمته فروع المالکین ولم یکن' ابوک الذی من عبد شمس یخاطبه

رسول اکرمؐ اور آپ کے خاندان کے بعد دنیا میں میرے جیسا پاکیزہ بچہ پیدا نہیں ہوا جسے آپؐ سے زیادہ قربت حاصل ہو۔

اے معاویہ میرے خاندان میں کتنے ہی ایسے بہادر سردار گزرے جو بغیر پہلو موڑے ہوا کا مقابلہ کرتے تھے (یعنی سخی اور بہادر تھے)

خاندان مالک کے شرفاء نے ان کی پرورش اور نشوونما کی تھی اور عبد شمس کا فرد تیرا

باپ تو ان سے ہم کلام بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

جریر کی ہجویہ شاعری :-

جریر سب سے بڑی آفت اور طوفان ہے' کیونکہ یہ بے لگام اور منہ پھٹ تھا نہ اسے کوئی بندش روکتی تھی اور نہ ہی کوئی لگام اسے قابو کر سکتی تھی نہ اس کے پاس اخطل جیسی سیاست تھی نہ فرزدق کی طرح مذہب کا پیروکار تھا اور نہ دونوں کی طرح خاندانی شرافت و بزرگی کا وارث تھا بلکہ یہ ایک بازاری چرواہا تھا اللہ نے اسے تیز ذہن' نزاکت بیانی اور بدزبانی عطا کر دی تھی۔ تکرار' حجت بازی اور جھگڑے بازی کی عادت نے اس میں تند مزاجی' کثرت تخیلات' متانت شعر اور قافیہ بندی کی ... انی کا اضافہ کر دیا تھا چنانچہ اس نے انفرادی و قبائلی ہجو کو کرب ناک' تکلیف دہ' قابل قبول بنانے اور پختگی پیدا کرنے میں آخری حد تک پہنچا دیا ہو سکتا ہے کہ یہی پہلا شاعر ہو جس نے شاعری کو ہجو میں عامیانہ اور آوارہ مزاج انداز اپنانے پر مجبور کر دیا مثلاً شرم و حیا سے متعلقہ راز کی باتیں اور آبرو ریزیاں کرنے کا ذکر کرنا' لہٰذا اس کے مخالفین بھی اپنی ہجویہ شاعری پر مجبور ہو گئے کہ اس کی زبان میں ہی بات کریں اور اس کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر لڑیں حتی کہ اس کے بعد عراق میں کوئی ہجو ان اثرات کے ملوث ہوئے بغیر اثر انداز ہی نہیں ہوتی تھی حماد اور بشار کا ہجو گوئی میں مقابلہ بھی تو جریر اور فرزدق کی ہجویہ شاعری کی ایک تصویر ہے۔

جریر اپنے عامیانہ پن' ماحول اور ان اسباب و وجوہ کی بناء پر جو ہم نے فرزدق کی شاعری کے متعلق بحث میں ذکر کیے ہیں۔ ہجو گوئی کے نت نئے اور حیرت انگیز طریقے ایجاد کرتا رہتا تھا۔ مثلاً وہ اخطل کو طعنہ دیتا تھا کہ وہ بے ختنہ ہے۔ شراب پیتا ہے۔ سور کا گوشت کھاتا ہے۔ "بعیث" کو اس کی ماں کی وجہ سے الزام دیتا تھا کہ وہ سجستانی لونڈی تھی' فرزدق کو اس کی دادی کی وجہ سے کوستا ہے کہ اس نے جبیر نامی لوہار سے بدفعلی کروائی تھی اور اس کی بہن جعثن پر الزام لگاتا ہے کہ اس کے بنی منقر کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے کیونکہ فرزدق نے قیس بن عاصم کی پوتی ظمیاء بنت طلبہ سے بوس و کنار کیا تھا اور عمرو بن جرموز کو اس کی قوم میں اس طرح رسوا کرتا ہے کہ اس نے زبیر کے قتل میں عہد شکنی کی تھی' پھر اس کی چھوٹی چھوٹی لغزشوں اور معمولی معمولی عیوب کو مبالغہ آمیزی سے پیش کرتا ہے مثلاً رومی کو مارتے ہوئے اس کی تلوار کا اچٹنا اور نوار سے اس کی مرضی کے بغیر شادی کرنا۔

فرزدق نے اپنی ہجو گوئی میں اپنے آباؤ واجداد پر فخر کا طریقہ اپنایا تھا وہ ان کی قاتحانہ

لڑائیوں اور گزشتہ قابل فخر کارناموں کو گنا تا تھا جبکہ یہ اس میدان میں اس کے ساتھ چلنے کی ہمت اور سکت نہیں رکھ سکتا تھا چنانچہ جریر کوشش کرتا ہے کہ اس کے آبائی فخر و شرافت کا جواب انتہائی تلخ و درشت، چبھنے والے مذاق اور تکلیف دہ بد زبانی سے دے جب جریر اس پر اتر آئے تو اس کا مقابلہ مشکل ہے۔ مثال کے طور پر فرزدق کا ایک قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے۔

ان الذی سمک السماء بنی لنا بیتا دعائمه اعز و اطول

جس ذات نے آسمان بلند کیا اس نے ہمیں ایسا گھر (خاندان) دیا جس کے ستون (افراد) باعزت اور (مقام میں) اونچے ہیں۔

اس شعر کے بعد ہم اسے یہ کہتے ہوئے پاتے ہیں۔

بیتا زراره محتب بفنائه، ومجاشع وابوالفوارس نهشل،
له یحتبی بفناء بیتک مثلهم، ابدا اذا عد الفعال الافضل،

ایسا گھر جس کے صحن میں زرارہ، مجاشع اور ابوالفوارس نہشل جیسے افراد گھٹنے باندھے ہوئے آرام سے بیٹھے ہیں۔

جب شرافت و بزرگی کے کارنامے گنے جائیں تو تیرے گھر کے صحن میں ان جیسے افراد کبھی جمع ہوئے نظر نہیں آئیں گے۔

جریر اس کے تردیدی قصیدے میں جواب دیتا ہے۔

اخزی الذی سمک اسماء مجاشعا، وبنی بناء ک فی الحضیض الاسفل
بیتا یحمم قینکم بفنائه، دنسا مقاعده خبیث المدخل
قتل الزبیر و انت عاقد حبوة، تبا لحبوتک التی لم تحلل
وافاک غدرک بالزبیر علی منی، ومجر جعثنکم بذات الحرمل
بات الفرزدق یستجیر لنفسه، وعجان جعثن کالطریق المعمل

جس ذات نے آسمان بلند کیا اس نے مجاشع کو ذلیل و رسوا کر دیا اور تیرے گھر کی بنیاد پست زمین میں رکھی۔

ایسا گھر جس کے صحن میں لوہار بیٹھا بھٹی جلا رہا ہے جس کی نشست گاہیں گندی اور اس گھر میں داخل ہونے کا راستہ انتہائی پلید ہے۔

زبیر قتل کر دیئے گئے اور تو گھٹنے باندھے بیٹھا رہا نیست و نابود ہو جائے تیری یہ گھٹنے باندھنے کی حالت جو کھلتی نہیں ہے۔

تو نے منیٰ میں زبیر کے ساتھ اپنی غداری سے وفا کی اور تیری (بہن) جعثن ذات حرمل

(جگہ کا نام) پہ اپنی عزت لٹاتی رہی۔

فرزدق رات بھر اپنی جان کی امان طلب کرنے میں کوشاں رہا اور اس کی (بہن) جعثن کی شرم گاہ آباد راستے کی طرح چالو رہی۔

فرزدق کہتا ہے:۔

حلل الملوک لباسنا فی اهلنا' والسابغات الی الوغی نتسربل

ہمارے گھروں میں ہمارا لباس بادشاہوں کی پوشاکیں ہوتا ہے جبکہ جنگ میں ہم زرہوں کا لباس پہنتے ہیں۔

جریر اس کا جواب یوں دیتا ہے۔

لاتذکروا حلل الملوک فانکم' بعدالزبیر کحائض لا تغسل

بادشاہوں کی پوشاکوں کی بات نہ کرو زبیر (کے قتل) کے بعد تو تم اس حائضہ عورت کی طرح ہو گئے ہو جو نہا کر پاک نہ ہوئی ہو۔

فرزدق کہتا ہے۔

احلامنا تزن الجبال رزانة' وتخالنا جنا اذا ما نجهل
فادفع بکفک ان اردت بناء نا' ثهلان ذوالهضبات هل یتحلحل
خالی الذی غصب الملوک نفوسهم' والیه کان حباء جفنة ینقل
انا لنضرب راس کل قبیلة' وابوک خلف اتانه یتقمل

ہماری عقلیں وزن کے اعتبار سے پہاڑوں کے برابر ہیں اور جب ہم جاہل ہو جائیں (بگاڑ پہ آجائیں) تو تم ہمیں جن بھوت خیال کرو گے۔

اگر (تجھ میں ہمت ہے تو) چاہتا ہے کہ ہمارا گھر گرا دے بھلا ٹیلوں والا ثہلان پہاڑ بھی کبھی ہل سکتا ہے۔

میرا ماموں وہ ہے جس نے بادشاہوں کی جانیں لے لیں اور اس کی طرف جفنہ کے تحفے بھیجے جاتے تھے۔

ہم ہر قبیلہ کے سردار کو مار ڈالتے ہیں جبکہ تیرا باپ اپنی گدھی کے پیچھے بیٹھا جوئیں مار رہا ہے۔

جریر اس کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے۔

کان الفرزدق اذ یعوذ بخاله' مثل الذلیل یعوذ تحت القرمل
وافخر بضبة ان امک منهم' لیس ابن ضبة بالمعم المخول

ابلغ بنی وقبان ان حلومهم' خفت فلا یزنون حبة خردل
اذری بحلمهم الفیاش فانتم' مثل الفراش عشین نارالمصطلی
فرزدق جب اپنے ماموں کی پناہ لیتا ہے تو اس ذلیل کی مانند ہوتا ہے جو قرمل (کی نازک شاخ) کی پناہ لیتا ہے۔
تو ضبہ پر فخر کر کیوں کہ تیری ماں ان سے ہے اور ابن ضبہ کوئی شریف چچاؤں اور ماموں والا نہ تھا۔
بنو وقبان کو پیغام پہنچا دو کہ ان کی عقلیں پست ہو گئیں بلکہ اب تو وہ رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں رہے۔
ان کے نمائشی رکھ رکھاؤ نے ان کی تحمل مزاجی کو نقصان پہنچایا ہے' اور تم تو ان پروانوں کی مانند ہو جو جلتی آگ کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں۔
فرزدق کہتا ہے۔

وھب القصائد لی النوابغ اذ مضوا' وابو یزید و ذو القروح وجرول
بلند پایہ اساتذہ فن شعراء نے مرتے وقت مجھے اپنی شاعری بخش دی حتی کہ ابو یزید' ذوالقروح (امروالقیس) اور جرول نے بھی
پھر وہ بلند پایہ اور کمال کے شعراء ایک ایک کر کے نام گنواتا ہے اور کہتا ہے۔

دفعوا الی کتابھن وصیة' فورثتھن کانھن الجندل
انہوں نے اپنے قصائد کا دفتر بطور وصیت مجھے دے دیا اور اب میں لاتعداد کنکریوں کی تعداد شعروں کا وارث بن گیا ہوں۔
جریر اس کا جواب یوں دیتا ہے۔

اعددت للشعراء سما ناقعا' فسقیت آخرھم بکاس الاول
لما وضعت علی الفرزدق میسمی' وصغی البعیث جدعت انف الاخطل
حبب الفرزدق ان یسب مجاشع' ویعد شعر مرقش وملل'
میں نے شاعروں کے لئے سم قاتل تیار کیا ہے جس گلاس سے میں نے آخری کو پلایا اسی سے پہلے کو پلایا۔
جب میں نے اپنی داغنے والی سلاخ فرزدق پہ رکھی اور بعیث نے خاموشی اختیار کر لی اور میں اخطل کی ناک کاٹ لی۔
فرزدق کو تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ مجاشع کو گالیاں دی جا رہی ہوں لیکن وہ بیٹھا مرقش

اور مہلہل کے اشعار شمار کرتا رہے۔
آپ نے ملاحظہ کیا کہ جریر آسان راستہ پسند کرتا ہے وہ سنجیدگی کی حرارت کو مذاق کی برودت کے ساتھ بجھانے کی کوشش کرتا ہے وہ ایک زرہ پوش مسلح بہادر حملہ آور کے مقابلہ میں ایک معمولی پوشاک اور مضحکہ خیز انداز کے ساتھ پیش آتا ہے۔ جریر کو اپنے مد مقابل کی نجی اور عام زندگی کے حالات کی کھوج لگانے کی کمالِ قدرت حاصل تھی وہ رفتہ رفتہ ان واقعات کا پتہ چلاتا پھر ان میں سے خاص خاص قابل اعتراض واقعات کو چن لیتا پھر اپنے اشعار میں ان کی علانیہ تشہیر کرتا اور ان کی وجہ سے مخالف کو رسوا کرتا
فرزدق حدراء بنت زیق بن بسطام سے اس کے باپ کی مرضی سے شادی کرتا ہے اس سلسلے میں جریر یہ کہتا ہے۔

یا زیق قدکنت من شیبان فی حسب' یازیق ویحک من انکحت یا زیق
انکحت ویلک قینافي استہ حمم' یا زیق ویحک هل بارت بک السوق
یارب قاتلة البناء بها' لا الصهر راض ولا ابن قین معشوق

اے زیق تو بنو شیبان میں ایک خاندانی آدمی تھا' اے زیق! صد افسوس' اے زیق تو نے (اپنی بیٹی کو) کس سے بیاہ دیا۔
ہائے افسوس تو نے ایک ایسے لوہار کو نکاح دے دیا جس کے چوتڑ سیاہ ہیں' اے زیق افسوس' کیا بازار میں تیرے مال کی کھپت نہیں تھی؟
بہت سی کہنے والیوں نے شادی کے بعد کہا نہ داماد خوش ہے اور نہ ہی لوہار کا بیٹا پیارا ہے۔
لڑکی کے خاندان والے جریر کے پاس آتے اور اسے کہتے کہ وہ تو مرگئی ہے کیوں کہ وہ جریر کے ہاتھوں بہت بے عزت ہو رہے تھے لیکن جریر انکار کرتا بلکہ حقیقت حال کو علانیہ بیان کرتے ہوئے کہتا۔

واقسم ماماتت ولکنما التوی' بحدراء قوم لم یروک لها اهلا

میں قسم اٹھاتا ہوں کہ وہ مری نہیں ہے بلکہ حدراء کو اس کے خاندان نے اپنے ہاں روک رکھا ہے جو تجھے (اے فرزدق) اس قابل نہیں سمجھتے۔
جوانی کی مدہوشی میں فرزدق کوئی فضول حرکت کر بیٹھتا ہے اور یہ کہتے ہوئے اس کا اعتراف کرتا ہے۔

هما دلتانی من ثمانین قامة' کما انقض باز اقتم الریش کا سرہ

انہوں نے اسی (80) قد کی دوری سے اس تیزی سے اپنے فریبی جال میں پھنسا لیا جس طرح خاکی پروں والا تیز نگاہ عقاب جھپٹتا ہے۔

جریر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

تدلیت تزنی من ثمانین قامة' وقصرت من باع العلا والمکارم

زناکاری کی خاطر تو تو اسی (80) قد کی دوری سے اس تیزی کے ساتھ پہنچ گیا مگر عظمت اور شرافت حاصل کرنے کے لئے تو ہاتھ بھر کا فاصلہ بھی طے نہ کر سکا۔

فرزدق سلیمان بن عبدالملک کی موجودگی میں رومی کو جب تلوار مارتا ہے تو تلوار اچاٹ ہو جاتی ہے اس کے متعلق جریر کہتا ہے۔

بسیف ابی رغوان سیف مجاشع' ضربت ولم تضرب بسیف ابن ظالم

تو نے ابو سیف مجاشع کی تلوار سے مارا لیکن ابن ظالم کی تلوار سے نہیں مارا۔

ان جیسے واقعات اپنی شستگی اور جدت کی بناء پر دلوں پر نقش کر جاتے ہیں اور زبانوں پر مشہور ہو جاتے ہیں اسی لئے آجکل متفرق جماعتوں کے اخبارات کے مالکان مخالفین کی زندگی سے اپنے لئے جھگڑوں کا مواد نکال لیتے ہیں اور تنقید اور اعتراض کا موضوع فراہم کر لیتے ہیں' اور جریر ہجو گوئی میں طویل مشق اور جھگڑے میں انتہائی دلیرانہ اقدام کرنے کی بناء پر انتہائی مذاقیہ' لچر زبان اور دلخراش توہین کرنے والا بن گیا۔ اسی وجہ سے جب مربد میں جریر کا کوئی قصیدہ آتا تو فرزدق انتہائی زچ ہو جاتا اور اس کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔ اس سے چبھنے والا اور المناک طنز اور کیا ہو سکتا ہے مثال کے طور پر جریر کے یہ اشعار ہیں۔

یا تیم ان بیوتکم تیمیة' قعس العماد قصیرة الاطناب

قوم اذا حضر الملوک و فودھم' نتفت شواربھم علی الابواب

اے خاندان تیم' تمہارے گھر بھی تیمی ہیں جن کے ستون ٹیڑھے اور طنابیں چھوٹی ہیں۔

ایسی قوم ہے جب ان کے وفود بادشاہوں کے درباروں میں جاتے ہیں تو (ذلت وحقارت کے باعث) ان کی مونچھیں دروازوں پر ہی نوچ لی جاتی ہیں۔

اور اس کا یہ کہنا کہ۔

زعم الفرزدق انه سیقتل مربعا' ابشر بطول سلامة یا مربع

فرزدق کہتا ہے کہ وہ عنقریب مربع کو قتل کر دے گا' اے مربع' خوش ہو جا تو طویل زمانہ تک زندہ رہے گا۔

اسی طرح اس کا یہ کہنا

میں زیادہ مقبول ہے جبکہ راوی اور علماء اس کو زیادہ استعمال نہیں کرتے۔

اخطل ' فرزدق اور جریر کی شاعری پر تبصرہ:۔

اگر ہم مذکورہ تینوں شعراء کی شاعری سے جدید معانی' ترش لب ولہجہ اور کمال عکاسی کو نکال دیں تو ان کی ہجو مجل فرحتی' حسان بن ثابت اور حطیئہ جیسے چوٹی کے شعراء کی ہجو کے دائرہ سے خارج نہیں ہوگی' جس کی ابتداء پرانے کھنڈرات کے اوصاف اور تشبیب سے ہوتی ہے اور جس کا دارومدار مفاخرت اور منافرت پر ہوتا ہے ماضی کے خفیہ گوشوں سے عیوب تلاش کیے جاتے ہیں اور دفعۃً ایک موضوع کو چھوڑ کر دوسرے موضوع کیطرف منتقل ہوجاتے ہیں جریر اور فرزدق کی ہجو گوئی میں سب سے بڑا عیب کثرت تکرار ہے یہ دونوں شاعر اپنے مخالف کے چند واقعات اور عیوب لے بیٹھتے ہیں پھر کسی طرح ان سے صرف نظر نہیں کرتے جیسا کہ ہم نے سطور بالا میں اس کا تذکرہ کیا ہے' اور پھر اس پر کچھ اضافہ نہیں کرپاتے ہر قصیدہ یا تردید میں انہیں ہی ہیر پھیر کرکے مختلف انداز اور مختلف اوزان میں دھراتے ہیں اگر ہم ان دونوں کا ایک ایک قصیدہ پڑھ لیں تو ہمیں اس کے علاوہ دوسرا کوئی قصیدہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح اگر ہم نے اخطل' فرزدق اور جریر کی ہجو گوئی کا مطالعہ کرلیا تو گویا ہم نے اس دور کی تمام ہجویہ شاعری کا مطالعہ کرلیا' کیونکہ وہ اسی مواد سے ترتیب شدہ ہوتی ہے اور اسی طرز پر بنائی جاتی ہے۔

البتہ جماعتی ہجو میں عراقی شعراء کا اسلوب بیان شخصی ہجو گوئی سے ہٹ کر ہے کیونکہ شخصی ہجو میں وہ بدکلامی اور جھوٹ سے احتراز نہیں کرتے لیکن جماعتی ہجو میں آپ انہیں جاہلی شعراء کے مسلک پر پائیں گے وہ حسب و نسب پر فخر کرتے ہیں مال و دولت اور افرادی کثرت کا مقابلہ کرتے ہیں' شریفانہ الفاظ اور پاکیزہ اسلوب اختیار کرتے ہیں' حتی کہ وہ اس میں دین' حکومت' علم اور وطن کو بھی شامل کرلیتے ہیں۔

اعشی ہمدانی کے اشعار ملاحظہ کریں جو ابن اشعث کا مددگار ہے۔

اکسع البصری ان لاقیتہ' انما یکسع من قل وذل
واجعل الکوفی فی الخیل ولا تجعل البصری الا فی النفل
واذا فاخرتمونا فاذکروا' مافعلنا بکم یوم الجمل
بین شیخ خاضب عثنونہ' وفتی ابیض وضاح رفل
جاء نا یخطر فی سابغۃ فذبحناہ ضحا ذبح الحمل
وعفونا فنسیتم عفونا' وکفر تم نعمۃ اللہ الاجل

اگر بصری سے تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے تو بصری کو لات مار کر نکال دو کیونکہ جو اقلیت میں
ہو اور ذلیل ہو اسے دھتکار دیا جاتا ہے۔
اور کوئی کو گھڑ سواروں میں رکھو اور بصری کو ادھر ادھر کے کاموں کے علاوہ کوئی ذمہ
داری نہ سونپو۔
جب تم ہم سے فخر و مباحات کا اظہار کرو تو یاد کر لیا کرو کہ ہم نے جنگ جمل میں تمہارے
ساتھ کیا کچھ کیا تھا۔
وہ بڑے شیخ جن کی ریش خضاب سے رنگی ہوئی تھی اور وہ سفید اور دامن لٹکا کر چلنے والا
خوبصورت نوجوان
جب ہمارے پاس مکمل زرہ پوش ہو کر آیا تو ہم نے اسے چاشت کے وقت ہی بھیڑ بکریوں
کی طرح ذبح کر ڈالا۔
ہم نے تمہیں معاف کر دیا لیکن تم نے ہماری معافی کو بھلا دیا اور تم نے رب ذوالجلال کی
نعمتوں کی ناقدری کی۔
اسی شاعر کی حجاج کے متعلق دینی و سیاسی رجز یہ مجو دیکھیے۔

شطت نوى من داره بالايوان' ايوان كسرى ذى القرى والريحان
ان ثقيفا منهم الكذابان' كذابها الماضى وكذاب ثان
امكن ربى من ثقيف همدان' انا سمونا للكفور الفتان
حين طغى بالكفر بعد الايمان' بالسيد الغطريف عبدالرحمان
سار بجمع كالدبى من قحطان' فقل لحجاج ولى الشيطان
يثبت لجمع مذحج وهمدان' فانهم ساقوه كاس الذيفان
وملحقوه بقرى ابن مروان

جس کا گھر بستیوں والے آسودہ حال کسریٰ کے ایوان میں ہو اس کی منزل مقصود بہت دور
ہے۔
ثقیف قبیلے میں دو آدمی ایک نمبر جھوٹے ہیں ایک کذاب تو گزر گیا اور دوسرا کذاب یہ
ہے۔
میرے رب نے ہمدان کو ثقیف پر غلبہ عطا کر۔ یا ہم نے اس فتنے باز کافر پر غلبہ حاصل کر
لیا۔
جب اس نے فیاض سردار عبدالرحمن کی اطاعت کر لینے کے بعد انکار کر کے سرکشی کی

امسوا علی الخیرات قفلا مغلقا' فانهض یمنک فافتح اقفالا

خلافت کا بوجھ اٹھانے میں آل زبیر کی مثال اس اونٹنی کی سی ہے جس کا بچہ حمل کی مدت پوری ہونے سے پہلے ہی ساقط ہو جائے اور اسے خالی پیٹ چھوڑ دے۔

یا ان کمزور بوجھ اٹھانے والے جانور کی سی ہے جس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد دیا جائے تو وہ اسے گرا کر ناکارہ کر دے۔

تم ان کا بندوبست کرو ان کی طرف سے غفلت کا مظاہرہ نہ کرو ان سرکشوں کو تم کتنی دیر تک مہلت دے چکے ہو۔

خلافت تم میں ہی ہونی چاہئے ان میں نہیں ہمیشہ سے تم ہی اس کے ستون اور ملجا و ماوی رہے ہو۔

وہ تو نیکی کے کاموں پر بند تالوں کی مانند ہو چکے بس اب اٹھے اور اپنی برکات سے ان تالوں کو کھول دیجئے۔

3۔ کبھی سیاسی شاعری سیاسی مصلحت کی بناء پر کوئی تجویز پیش کرنے یا عوام کی رائے معلوم کرنے کے لئے ہوتی ہے جیسے مسکین دارمی کے وہ اشعار ہیں جس سے معاویہ نے اشارۃ کہا تھا کہ وہ ان کے بعد ان کے بیٹے یزید کی بیعت کی تجویز پیش کرے تاکہ وہ اس معاملہ میں عوام کی رائے معلوم کر سکیں۔

الیک امیر المومنین رحلتنا' تثیرالقطا لیلا وھن ھجود

الالیت شعری مایقول ابن عامر و مروان ام ماذا یقول سعید

بنی خلفاء اللہ مھلا فانما' یبوئھا الرحمن حیث یرید

اذا المنبر الغربی خلاہ ربہ' فان امیر المومنین یزید

اے امیرالمومنین میں اس سواری کو تیز ہانک کر آپ کے پاس لایا ہوں یہ رات کو سوئے ہوئے قطا (پرندوں) کو بھڑکاتی ہوئی آئی ہے۔

کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ ابن عامر اور مروان کی کیا رائے ہے یا سعید کیا کہے گا؟

اے خلفاء کے بیٹو ذرا ٹھہرو" رحمن خلافت کو انہیں لوگوں میں رکھے گا جن میں وہ چاہے گا۔

جب اس مغربی ممبر کو اس کا مالک خالی کر جائے گا تو امیرالمومنین یزید ہو گا۔

جب وہ اپنے اشعار سنا چکا تو معاویہ نے کہا" اے مسکین جو کچھ تو نے کہا ہم اس تجویز پر غور کریں گے اور اللہ سے استخارہ کریں گے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ولید کے ساتھ پیش آیا جب اس نے اپنے بھائی ولی عہد عبدالعزیز کو ہٹا کر اپنے بیٹے ولید کو ولایت دینا چاہی تو اس نے نابغہ شیبانی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کی موجودگی میں یہ تجویز پیش کرے چنانچہ اس نے کہا۔

لابنک اولی بملک والدہ' رنجم من قد عصاک مطرح
داود عدل فاحکم بسیرتہ' ثم ابن حرب فانهم قد نصحوا
وهم خیار فاعمل بسنتهم' واحی بخیر واکدح کما کدحوا'

تیرا بیٹا اپنے باپ کی حکومت کا زیادہ حقدار ہے تیری نافرمانی کرنے والے ذلیل و خوار ہوں گے۔

داؤد عدل و انصاف کرنے والے تھے ان کی سیرت کے مطابق فیصلہ کر پھر ابن حرب (معاویہ) کیونکہ یہ لوگ مصلح اور خیر خواہ تھے۔

یہ بہترین (اسلاف) تھے ان کے طریقہ پر چلنا' تم سلامت رہو اور ان کی طرح محنت اور لگن سے خدمات انجام دینا

یہ سن کر عبدالملک مسکرا دیا لیکن منہ سے کوئی بات نہ کی لوگ سمجھ گئے کہ یہ اس کے حکم سے ہوا۔

4۔ کبھی سیاسی شاعری اختلاف رائے اور مسلک کی وضاحت کے لئے ہوتی ہے سیاسی اختلاف رائے کی مثال وہ واقعہ ہے جو کعب بن جعیل اور نجاشی کے درمیان پیش آیا جب وہ حضرت علی و حضرت معاویہ میں سے کسی ایک کو افضل بتانے میں اختلاف کر رہے تھے تو کعب نے یہ اشعار کہے۔

اری الشام تکرہ ملک العرا' ق واهل العراق لهم کارهینا
وکل لصاحبه مبغض' یری کل ماکان من ذاک دینا
وقالوا علی امام لنا' فقلنا رضینا ابن هند رضینا
وقالوا نری ان تدینو الهم فقلنا لهم لانری ان ندینا
وکل ینسر بما عندہ' یری غث مافی یدیه سمینا
ولیس براض ولا بساخط' ولا فی النهاۃ ولا الامرینا
ولا هو ساء ولاسر' ولابد من بعد ذا ان یکونا

میں دیکھتا ہوں کہ شامی' عراقیوں کی حکومت ناپسند کرتے ہیں اور عراقی ان کو اچھا نہیں سمجھتے۔

ہیں۔

تمام مسلمان اسلام پر ہیں اور مشرکوں نے اپنے دین میں نئی نئی جماعتیں بنالی ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ دنیا میں کوئی گناہ کسی کو شرک کی حد تک پہنچا دے جب تک وہ خدا کی توحید کے قائل ہیں۔

آگے چل کر وہ کہتا ہے۔

کل الخوارج مخط فی مقالته' ولو تعبد فیما قال واجتهدا اما علی وعثمان فانهما' عبدان لم یشر کا بالله مد عبدا الله اعلم ماقمد یحضران به' وکل عبد سیلقی الله منفردا

ہر خارجی اپنے دعوی میں خطاکار ہے خواہ وہ اپنے دعوی کے مطابق کتنی ہی عبادت واجتہاد کرتا رہے۔

رہ گئے حضرت علیؓ و حضرت عثمانؓ تو وہ اللہ کے بندے ہیں وہ شروع سے اللہ کے موحد بندے تھے۔

اللہ ہی جانتا ہے وہ اس کے پاس کیا اعمال لے کر حاضر ہوں گے ہر بندہ اللہ سے اکیلا ہی ملے گا۔

یہی وہ مضامین ہیں جنہیں سیاسی حالات و عوارض نے شاعری میں داخل کر دیا تھا ان مثالوں کو دیکھ کر شاید آپ یہ رائے بھی قائم کر سکتے ہیں کہ ان میں سے اکثر کی بناوٹ ڈھیلی' قافیہ بے ڈول اور تکلف نمایاں ہے بعض صورتوں میں تو یہ اس نظم سے مشابہ ہے جس میں نثر کو نظم کی شکل دے دی ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا وجدان سے تعلق بہت کمزور ہے ان میں سے اکثر اشعار طبیعت پر بوجھ' جبریا خوشامدانہ شعوریا بجھی ہوئی طبیعت کی عکاسی کرتے ہیں اخطل' فرزدق جریر کی شاعری اور مذکورہ شعراء کی شاعری کے درمیان وہی فرق ہے جو اپنے قلبی احساسات و شعور کی ترجمانی کرنے والوں اور اپنے قبیلہ اور ذات کی مدافعت کرنے والوں میں اور ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کی زبان اپنی اور ترجمانی دوسروں کے دل کی کرتی ہے اور جو (کرایہ کے ٹٹو) اور اپنے لالچ کی خاطر اپنی جماعت کو چھوڑ کر دوسروں کا ساتھ دیتے ہیں۔

اس کے باوجود کچھ فرقہ پرست شعراء ایسے بھی ہیں جنہوں نے دینی عقائد' نفسانی احساسات اور عصبیت پر مبنی میلانات کے زیر اثر شاعری کی ہے ان کی شاعری میں حسن خلوص' عمدہ یقین اور ٹھوس حقیقت پائی جاتی ہے ایسے شعراء شیعہ اور خارجی ہیں اگرچہ اس وقت ہم

عراقی شعراء کے متعلق بحث کر رہے ہیں پھر بھی ضروری ہے کہ ہم کچھ وقت کے لئے ان کے اشعار کا بھی مطالعہ کریں تاکہ ان کے ذریعہ ان کے مذاہب اور ان کے افکار کے متعلق معلومات حاصل کر سکیں۔

شیعہ شاعری:۔

حضرت علیؓ اپنی پیدائش اور اپنی تربیت کی وجہ سے مناقب قریش' مواہب رسالت' بلاغت وحی' مومنانہ راستبازی اور مجاہدانہ شجاعت کے وارث بنے' تمام لوگ آپ سے محبت کرنے اور آپ کا احترام کرنے میں متفق و یک زبان ہیں' حتیٰ کہ یورپین میں سے بھی جن لوگوں نے ان کے حالات زندگی لکھے ہیں۔ وہ بھی اس جذبہ میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہیں' انگریز رائٹر کارلائل نے ان کے متعلق لکھا ہے۔

"جہاں تک جواں مرد علی کی ذات کا تعلق ہے تم اس سے محبت کئے بغیر نہیں رہ سکتے' اللہ تعالےٰ نے بچپن ہی سے ان کی طبیعت اور سرشت میں شرافت بھر دی تھی پھر عمر بھر ان کی طبیعت میں سخاوت جلوہ گر رہی پھر ان کی جبلت میں قوت عمل' عزم و ہمت اور بے باکی و دیعت کر دی گئی تھی' انہیں شہسواری کا کمال اور شیر کی سی جرات عنایت کی گئی تھی' ان تمام اعلیٰ اوصاف کے ساتھ ساتھ رقت قلب' صدق ایمان اور پاکیزگی عمل اس پر مستزاد ہیں جو سچی جواں مردی کے شایان شان ہیں"

پھر حضرت علی اس اخلاق کی روشنی میں اپنے جھگڑے اور خلافت و سیاست کے مراحل طے کرنے لگے' کہ نہ تو انہوں نے خود غرضی سے کام لیا' نہ فرقہ بندی کی کوشش کی' نہ موقع کی تلاش میں رہے' نہ جذبہ تعصب کو بھڑکایا اور نہ مال و دولت سے جی للچایا' وہ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ خلوص نیت سے پیش آئے' حضرت عثمان کو مخلصانہ مشورے دیتے رہے' اور معاویہ کے سامنے دلیل کے ساتھ صفائی پیش کی' لیکن ان کے عہد میں مفتوحہ دنیا سادہ اور زہد پسند دین سے انجان ہوتی جا رہی تھی' محض دینی سیاست کرنا بس سے باہر تھا کہ شام میں معاویہ کے مال اور عراق میں سرمایہ داروں کی دولت سے مسحور لوگوں کی بداعتدالیوں کو روکتی چنانچہ ان کی سیاست درہم برہم ہو گئی اور ان کی قبائے خلافت تار تار ہو گئی پھر وہ اپنے محراب میں ناحق شہید کر دیئے گئے اور ان کی حیات و موت' ستائی ہوئی فضیلت اور شہید نفس مطمئنہ کی خونی تاریخ بن گئی پھر انہوں نے اپنا پر جوش عزم اور نارسا شرافت کا اپنے بیٹوں اور خاندان کو وارث بنا دیا چنانچہ

کہا جائے تو تو خوش ہوتا ہے؟

میں گواہی دیتا ہوں کہ زیاد سے تیرا ایسے ہی رشتہ ہے جس طرح ہاتھی کا گدھے سے ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ زیاد کو اسی نے جنا ہے لیکن صخر سمیہ کے قریب تک نہیں پھٹکا۔

عبداللہ بن ہشام سلولی کے یزید بن معاویہ کی ہجو میں کہے ہوئے اشعار۔

حشينا الغيظ حتى لو شربنا' دماء بني امية ما روينا

لقد ضاعت رعيتكم والتم' تصيدون الارانب غافلينا

ہم غیظ و غضب سے اس قدر بھرے ہوئے ہیں اگر تمام بنو امیہ کا خون پی ڈالیں تو تب

بھی سیر نہ ہوں گے۔

تمہاری رعیت بدحال ہو رہی ہے اور تم غافل ہو کر خرگوشوں کا شکار کر رہے ہو۔

مناظرانہ نکتہ چینی کے سلسلہ میں کمیت کے یہ اشعار ہیں جن میں خلافت کے متعلق بحث کر

رہا ہے۔

يقولون لم يورث ولولا تراثه' لقد شركت فيه بجيل وارحب

ولا انتشلت عضوين منها يحابر' وكان لعبد القيس عضو مورب

فان هي لم تصلح لحى سوا هم' اذن فذوو القربى احق و اقرب

فيالك امرا قد تشتت جمعه' ودارا ترى اسبابها تتقضب

تبدلت الاشرار بعد خيارها' وجدبها من امة وهي تلعب!

لوگ کہتے ہیں کہ آپؐ نے میراث نہیں چھوڑی اگر آپ نے میراث نہ چھوڑی ہوتی تو

"بجیل" اور "ارحب" قبائل بھی اس میں شریک ہوتے۔

اور دو حصے "یحابر" قبیلہ بھی اس میں سے مار لیتا اور "عبدالقیس" کے لئے بھی ایک

جداگانہ حصہ ہوتا۔

لیکن اگر یہ خلافت ان لوگوں (قریش) کے سوا کسی اور کے لئے موزوں نہیں تو پھر قریبی

رشتہ دار زیادہ حق رکھتے ہیں۔

کتنا تعجب ہے اس معاملہ خلافت پر کہ اس کا شیرازہ بکھر گیا ہے اور یہ خیمہ خلافت! کہ

اس کی طنابیں ٹوٹتی نظر آتی ہیں۔

شریر لوگ نیکوں کے جانشین بن گئے اور (خلافت کا معاملہ) نازک شکل اختیار کر رہا ہے

مگر قوم کھیل میں لگی ہوئی ہے۔

کمیت بن زید اپنے "ہاشمیات" قصائد کی وجہ سے بنی ہاشم کا منفرد شاعر تھا اس نے ان کی

مدح کی اور ان کی خاطر دلیلیں پیش کیں اور سچی زبان' خالص اعتقاد' جرأتمند دل اور پرجوش رواں طبیعت سے ان کی مدافعت کی اور جب ہشام بن عبدالملک نے اس کی گردن زدنی کا حکم دے دیا تو اس نے شیعہ مسلک کے مطابق "تقیہ" کی پناہ لی اور ہشام کی مدح کرتے ہوئے اپنے قصیدہ میں کہا۔

فالان صرت الی امیة' والامور الی المصایر
یابن العقائل للعقا' ئل والحجا جحة الاخایر
من عبد شمس والاکا' بر من امیة فالاکابر
لکم الخلافة والا لا' ف برغم ذی حسد و واغر

اب میں بنوامیہ کا حمایتی بن گیا ہوں اور تمام کام اپنے انجام کی طرف لوٹتے ہیں۔
اے شرفازادے! شرفاء اور رؤسا
عبد شمس سے ہیں اور بڑے بڑے لوگ بنوامیہ میں سے۔
خلافت اور دوستی ووفاداری تمہارا حق ہے خواہ کینہ پرور اور حاسد برا مانیں
کمیت خواہ کچھ ہی کہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ شیعہ شعراء کا جذبہ طمع اور ڈر کی وجہ سے دبا ہوا تھا حتی کہ عباسی دور میں سید حمیری' دعبل خزاعی' دیک جن' مطیع بن ایاس' ابوالشیص' مکوک اور ان جیسے دیگر شعراء کی شاعری کے ذریعہ ان کے غصہ کا دھواں' غم کی آہیں اور درد کے آنسو پھوٹ ہی نکلے۔

خوارج کی شاعری:۔

رہے خوارج۔ ان کی اکثریت خانہ بدوش' غیر مہذب اور سادہ لوح تھی۔ یہ لوگ اپنی رائے میں سخت' مطالبہ پر بضد' حکومت وفیصلہ میں ظلم وزیادتی کے قائل' دین میں تشدد' عبادت میں غلو' معاملہ میں سخت اور لڑائی پر اعتماد کرنے والے تھے۔ وہ حضرت علی کے فیصلہ تحکیم (انسانوں کو ثالث بنانا) سے قبل تک ساتھ رہے اور تعاون کیا پھر وہ کہنے لگے کہ آپ نے افراد کو فیصلے کا اختیار دے دیا حالانکہ خدا کے سوا کوئی فیصلے کا حق نہیں رکھتا' پھر انہوں نے حضرت علی کے خلاف بغاوت شروع کردی اور انہوں نے اس وقت تک حضرت علی کا ساتھ دینے سے انکار کردیا جب تک وہ اپنے متعلق کافر ہونے کا اقرار نہ کرلیں اور حضرت معاویہ سے کیا ہوا معاہدہ توڑ نہ دیں حضرت علی نے انکا مطالبہ نہ مانا اور نہروان (مقام) کی لڑائی میں انھیں خوب مارا جس سے

ان کی ناراضی اور مخالفت میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔ انہوں نے باہم مشورہ کیا اور بے خبری میں حضرت علی کو شہید کر ڈالا۔

پھر انہوں نے خلفاء کے اعمال اور عوام الناس کے عقائد کا جائزہ لیا ان میں سے بعض کو خطاکار اور بعض کو کافر ٹھہرایا پھر ان کا ذہن اس طرف گیا کہ خلافت غیر قریش اور غیر عرب سب میں صحیح ہے اور عمل ایمان کا جزء ہے پھر انہوں نے تمام زور ارکان کی ادائیگی اور کبائر سے اجتناب پر صرف کر دیا اور انہوں نے پہاڑی علاقوں میں پناہ لے کر بغیر تقیہ کے اور بلا رو رعایت اپنے مذہب کا علانیہ پراپیگنڈا کرنا شروع کیا دینداری میں ان کی حالت خود ان کے ایک ساتھی ابو حمزہ شادی کی زبانی یوں ہے۔

"یہ لوگ عبادت کرتے کرتے کمزور ہو گئے ہیں شب بیداری نے انہیں دبلا کر دیا ہے زمین نے ان کے اطراف کو نگل لیا ہے لیکن وہ راہ خدا میں ان تکلیفوں کو آسان سمجھتے ہیں جہاد کے موقع پر جب لشکر میں موت کی گرج کا شور برپا ہوتا ہے تو یہ لشکر کی وعید کو وعید الٰہی کے مقابلہ میں گھٹیا خیال کرتے ہیں ان کا ایک نوجوان آگے بڑھا حتیٰ کہ اس کی ٹانگیں اس کے گھوڑے کی گردن میں پہنچ گئیں اور اس کے چہرے محاسن خون میں لت پت ہو گئے پھر جب نیزہ اس کے آر پار ہو گیا تو وہ اپنے قاتل کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑا **وعجلت الیک رب لترضی**

(اے پروردگار میں نے تیرے پاس آنے میں اس لئے جلدی کی تاکہ تو خوش ہو جائے)

اس شدید ریاضت اور انتہائی خدا خوفی کے باوجود وہ اپنے مخالفین کے ساتھ سنگدلی سے پیش آتے تھے وہ عورت کی کمزوری' بچے کی معصومیت' بڑھاپے کی ناتوانی' رشتہ داروں کے تعلقات میں کسی چیز پر وہ ترس نہیں کھاتے تھے' کیونکہ ان کے خیال میں۔ انہوں نے اپنے مال اور جانیں اللہ کی راہ میں جنت کے بدلے بیچ دی ہیں زندگی کی تمام دلچسپیاں ختم کر دی تھیں' اور دنیوی جذبات کو مار ڈالا تھا' اور اس مقصد و مذہب کی راہ میں مارنے مرنے لگے وہ اپنی حیثیت خانہ بدوشی' کٹر' عصبیت' خالص عقیدہ اور اپنے مذہب کی دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں ہمیشہ بحث و مناظرہ کی ضرورت کے باعث ان کی گفتگو نہایت سلیس' ان کی کلام نہایت شستہ' اور ان کے اشعار حد درجہ متین تھے۔

لیکن شاعری ان کے ہاں خطابت کے بعد ثانوی درجہ رکھتی تھی' اس لئے کہ ان کی تبلیغ کا دارومدار اپنے نظریہ کو دلوں میں جاگزیں کرنے اور آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے ساتھ جدل و مناظرہ کرنے پر تھا جبکہ اس سلسلہ میں شاعری کی خدمت بہت کم سود مند ثابت ہوتی ہے۔

البتہ جب کوئی خارجی دشمن سے نبرد آزما ہوتا یا موت کا مقابلہ کرتا یا قیدی بن جاتا تو اس کے دل میں پر زور رجز یا جاندار قصیدہ جوش مارنے لگتا۔ جس میں وہ جنگ کے اوصاف' جہاد کے لئے بے قراری' زندگی سے بے رغبتی' موت کی تحقیر' شہادت کے شوق اور جنت کی تمنا وغیرہ مناسب الفاظ اور قوی اسلوب میں بیان کرتا' اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر ان کی شاعری بہت کم پائی جاتی ہے۔ رجز میں ابن ام حکیم کے اشعار ہیں۔

احمل راسا قد سئمت حملہ' وقد مللت دهنه وغسله
الافتی یحمل عنی ثقله

میں اپنا سر اٹھائے ہوئے جس کے بوجھ سے میں عاجز آگیا ہوں اور میں اس کے تیل لگانے اور اس کے دھونے سے اکتا گیا ہوں۔ سنو کیا کوئی نوجوان ہے جو مجھ سے میرا بوجھ اٹھالے۔

معاذ بن جوین قید کی حالت میں اپنی قوم کو جوش دلاتے ہوئے قصیدہ کہتا ہے۔

الا ایها الشارون قد حان لامری' شری نفسه لله ان یترحلا
اقمتم بدار الخاطئین جهالة' وکل امری منکم یصاد لیقتلا
فشدوا علی القوم العداة فانها' اقامتکم للذبح رایا مضللا
الا فاقصدو ایاقوم اللغایة التی' اذا ذکرت کانت ابر واعدلا
فیالیتنی فیکم علی ظهر سابح' شدید القصیری دارعا غیر اعزلا
فیا رب جمع قد فللت' وغارة' شهت' وقرن قد ترکت مجندلا

اے جانثاروں کی جماعت! اب ان لوگوں کے کوچ کرنے کا وقت قریب آگیا ہے جنہوں نے اپنی جانیں اللہ کی راہ میں بیچ دی ہیں۔

تم نادانی میں گناہ گاروں کی بستی میں ٹھہرتے رہے تم میں سے ہر آدمی کو قتل کرنے کے لئے شکار کیا جاتا ہے۔

دشمن قوم پر حملہ کر دو کیونکہ اپنی غلط سوچ کے مطابق تمہیں ذبح کرنے کے لئے یہاں ٹھہرایا ہے۔

اے میری قوم! اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرو کہ جب اس کا تذکرہ کیا جائے تو وہ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو۔

اے قوم! کاش کہ میں بھی تیز رفتار گھوڑے کی پیٹھ پر' زرہ پوش' مسلح ہو کر تمہارے ساتھ شرکت کرتا۔

میں نے کتنے ہی لشکروں کو شکست دی' لوٹ مار میں حصہ لیا اور بہت سے حریفوں کو میں نے زمین پر تڑپتا ہوا چھوڑ دیا۔

طرماح بن حکیم کے یہ اشعار ہیں:۔

لقد شقیت شقاء لانقطاع له' ان لم افز فوزة تنجی من النار
والنار لم ینج من لهیبها احد' الا المنیب بقلب المخلص الشاری
اوالذی سبقت من قبل مولده' له السعادة من خلاقها الباری

میں ایسی بد نصیبی کا سامنا کروں جو کبھی ختم نہ ہو اگر میں ایسی کامیابی حاصل نہ کر سکوں جو مجھے جہنم کی آگ سے بچادے۔

جہنم کی لپٹوں سے اس شخص کے سوا کوئی نہیں بچ سکتا جو خلوص دل کے ساتھ انکساری کرنے والا اور اپنی جان راہ خدا میں نثار کرنے والا ہو۔

یا اس کی پیدائش سے قبل ہی خالق باری تعالےٰ کی طرف سے اس کے مقدر میں سعادت لکھ دی گئی ہو۔

اسی کے یہ اشعار ہیں۔

وامسی شهیدا ثاویا فی عصابة' یصابون فی فج من الارض خائف
فوارس من شیبان الف بینهم' تقی الله نزالون عند الزواحف
اذا فارقوا دینا هموفارقوا الاذی' وصاروا الی میعاد ما فی المصاحف

اور میں اس جماعت میں شامل ہو کر شہید ہو جاؤں جو زمین کی پر خطر وادی میں قتل کر دیئے جاتے ہیں۔

وہ بنو شیبان کے بہادر شہسوار ہیں جنہیں خدا ترسی کے جذبہ نے باہم ملا دیا ہے۔

جب یہ دنیا سے جدا ہوتے ہیں تو دنیا کی تمام تکلیفوں سے چھوٹ جاتے ہیں اور اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جس کا قرآن میں تذکرہ کیا گیا ہے۔

بہادری کے متعلقہ اشعار:۔

اسی طرح قطری بن فجاءہ نے یوم دولاب کے موقع پر یہ اشعار پڑھے۔

فلم اریوما کان اکثر مقعصا' یمج دما من فائظ وکلیم
وضاربة خدا کریما علی فتی' اغر نجیب الامهات کریم
اصیب بدولاب ولم تک موطنا' له ارض دولاب ودیر حمیم

فلو شهدتنا یوم ذاک وخیلنا' تبیح من الکفار کل حریم
رات فتیة باعوا الاله نفوسھم' بجنات علن عنده و نعیم

اس واقعہ سے زیادہ میں نے کہیں خون اگلتے ' دم توڑنے والے زخمی مقتولین کو تڑپتے ہوئے نہیں دیکھا۔
اور نہ شریف عورتوں کو رخسار پیٹتے دیکھا جو بہادر اور سخی نوجوانوں پر رو رہی تھیں۔
جو دولاب میں مارے گئے حالانکہ ان کا حقیقی وطن دولاب کی سرزمین یا دیر جمیم نہیں ہے۔
اگر وہ اس دن وہاں ہمارے گھوڑ سواروں کو دیکھتی جنہوں نے کفار کی ہر حرمت کو غیر محفوظ قرار دے دیا تھا۔
تو وہ ایسے نوجوانوں کو دیکھتی جنہوں نے اپنی جانوں کو خدا کے ہاتھ بیچ کر دائمی جنتوں اور آسائشوں کو خرید لیا تھا۔

خوارج شاعری کے ساتھ بہت کم مباحثہ کرتے تھے اور ہجو گوئی میں بہت کم مقابلہ کرتے تھے کیونکہ بحث و مباحثہ میں ان کا زیادہ تر دارو مدار خطابت پر تھا۔ اور جنگوں میں تلوار پر اعتماد تھا اسی بہت کم حصہ میں سے ان کے کسی شاعر نے اس وقت یہ اشعار کہے جب ان کے چالیس آدمیوں نے ابن زیاد کے دو ہزار سپاہیوں کو مار بھگایا تھا۔

ا الفا مومن فیما زعمتم' ویقتلکم بآسک اربعونا
کلبتم لیس ذاک کما زعمتم' ولکن الخوارج مومنونا
ھی الفئة القلیلة قد علمتم' علی الفئة الکثیرة ینصرونا

کیا تم اپنے خیال میں دو ہزار مومن ہو تمہیں آسک مقام میں صرف چالیس آدمیوں نے مار بھگایا؟

تم جھوٹے ہو تمہارا خیال غلط ہے درحقیقت خوارج ہی مومن ہیں۔
تم جانتے ہو کہ یہی تھوڑی سی جماعت ہے جو بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے۔
عمران بن حطان نے حضرت علیؓ کی ہجو میں یہ اشعار کہے۔

للہ در المرادی الذی سفکت' کفاہ مهجة شر الخلق انسانا
امسی عشیة غشاہ بضربتہ' مما جناہ من الاثام عریانا

شاباش ہے اس مرادی پر جس کے ہاتھوں نے کائنات کے بدترین انسان کا خون بہایا۔
اس بدات حملہ کرنے کی وجہ سے وہ اپنے تمام کردہ گناہوں سے پاک ہو گیا (نعوذ

باللہ من ذالک)

اس کی ہجو کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی کبر سنی کی وجہ سے جنگ میں حصہ لینے سے عاجز تھا لہذا اپنی زبان سے جہاد میں حصہ لیا۔

اموی شاعری کے نمونے:۔

قطری بن فجاءہ کے اشعار ہیں۔

اقول لها وقد طارت شعاعا' من الابطال ويحك لم تراعى
فانك لو سالت بقاء يوم' على الاجل الذى لك لم تطاعى
فصبرا فى مجال الموت صبرا' فما نيل الخلود بمستطاع
ول اثوب البقاء بثوب عز' فيطوى عن اخى الخنع اليراع
سبيل الموت غاية كل حى' فداعيه لاهل الارض داع
ومن لا يعتبط يسام و يهرم' وتسلمه المنون الى الانقطاع
وما للمرء خير فى حياة' اذا ما عد من سقط المتاع

میرا نفس جب بہادروں کے خوف سے پراگندہ ہو رہا تھا تو میں اسے کہہ رہا تھا تجھ پر افسوس 'گھبرا مت۔

کیونکہ اگر تو اپنی مقررہ عمر سے ایک دن بھی زیادہ زندہ رہنے کی تمنا کرے گا تو تیری بات نہیں مانی جائے گی۔

میدان موت (میدان جنگ) میں صبر کا مظاہرہ کر کیونکہ یہاں ہمیشہ رہنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

ہمیشہ بقاء کا لباس کوئی قابل عزت لباس نہیں ہے جو ذلیل و بزدل پر سے اتار لیا جائے۔

ہر ذی روح کی آخری منزل موت ہے داعی اجل تمام زمین کے باسیوں کو پیغام اجل دیتا ہے۔

جو بے روگ نہیں مرتا وہ بوڑھا ہو کر زندگی سے اکتا جاتا ہے اور موتیں اس کو عدم کے سپرد کر دیتی ہیں۔

انسان جب غیر مفید سامان سمجھا جانے لگے تو اس کی زندگی کا اس وقت کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مدح سے متعلقہ اشعار:۔

عبداللہ بن قیس الرقیات کے قریش کی مدح میں یہ اشعار ہیں۔

حبذا العیش حسین قومی جمیع' لم تفرق امورها الاهواء
قبل ان تطمعِ القبائل فی ملک' قریش وتشمت الاعداء
ایها المشتہی فناء قریش' بیدالله عمرها و الفناء
ان تودع من البلاد قریش' لم یکن بعدهم لحی بقاء

وہ زندگی کتنی خوشگوار تھی جب میری قوم باہم متحد تھی خواہشات نے ان کے کاموں میں افتراق نہیں پیدا کیا تھا۔

اس سے پہلے کی زندگی جب قریش کی مملکت میں دوسرے قبیلے آرزو کرتے یا دشمن ان کی بدحالی کو دیکھ کر اپنے دل ٹھنڈے کرتے۔

اے قریش کے فناء کے خواہشمند! آبادی یا فنا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اگر دنیا سے قریش چلے جائیں تو پھر ان کے بعد کوئی بھی قبیلہ باقی نہیں رہے گا۔

حطیئہ کے بغیض بن لای کے بارہ میں مدحیہ اشعار ہیں۔

تزور امرا یوتی علی الحمد ماله' ومن یوتی اثمان المحامد یحمد
یری البخل لا یبقی علی المرء ماله' ویعلم انَ البخل غیر مخلد
کسوب و متلاف اذا ما سالته' تهلل فاهتز اهتزاز المهند
متی تاته تعشو الی ضوء ناره' تجد خیر نارٍ عندها خیر موقد

تم ایسے شخص سے ملاقات کرو گے جو تعریف کرنے پر مال دیتا ہے جو مدح و ستائش کی قیمت چکاتا ہے اس کی تعریف کی جاتی ہے۔

وہ سمجھتا ہے کہ بخل کرنے سے آدمی بچا نہیں رہ سکتا اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بخل انسان کو دائمی زندگی نہیں بخشتا۔

وہ بہت کماؤ اور لٹاؤ ہے جب تو اس سے مانگے تو اس کا چہرہ ہندی تلوار کی طرح چمکنے لگتا ہے۔

جب تم اس کی جلتی ہوئی آگ پر اس سے مانگنے کے لئے جاؤ گے تو آپ اس بہترین جلنے والی آگ کے پاس بہترین جلانے والے کو بھی موجود پاؤ گے۔

خنساء کہتی ہے۔

دل علی معروفه وجهه' بورک هذا هادیا من دلیل
تحسبه غضبان من عزه' ذالک منه خلق ما یحول'
ویلمه مسعر حرب اذا' القی فیھا وعلیه . الشلیل

اس کا چہرہ اس کی نیکی پر دلالت کرتا ہے اس دلالت کرنے والے رہنما (چہرہ) پر برکتیں نازل ہوں۔
تم اس کی باوقار حالت کو دیکھتے ہوئے اسے غضبناک خیال کرو گے حالانکہ یہ اس کی ہمیشہ سے غیر متبدل حالت ہے۔
اگر اس کے پاس معمولی زرہ ہو اور اسے میدان جنگ میں دھکیل دیا جائے تو وہ اپنی بہادری کی وجہ سے آتش حرب کو بھڑکا دیتا ہے۔

کمیت بن زید اسدی مسلمہ بن عبدالملک کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے۔

فما غاب عن حلم ولا شهدالخنا' ولا استعذب العوراء یوما فقالها
وتفضل ایمان الرجال شماله' کما فضلت یمنی یدیه شمالها
وما اجم المعروف من کره' وامرا بافعال الندی وافتعالها
ویتبدل النفس المصونة نفسه' اذ ما رای حقا ابتذالها
بلوناک فی اهل الندی ففضلتم' وباعک فی الابواع قدما فطالها
فانت الندی فیما ینوبک والسدی' اذا الخود عدت عقبة القدر مالها

اس نے حلم و بردباری کی عادت کو کبھی نہ چھوڑا۔ نہ برائی میں شرکت کی۔ اور نہ غیر مہذب بات کو اچھا سمجھتے ہوئے منہ سے نکالا۔
اس کا بایاں ہاتھ لوگوں کے دائیں ہاتھوں سے اس طرح سبقت لے گیا جس طرح اس کا داہنا ہاتھ اس کے بائیں ہاتھ پر برتری لے گیا۔
مسلسل نیکی کے کام کرنے' سخاوت پر مبنی کاموں کا حکم دینے اور خود سخاوت کرنے سے اس کی طبیعت کبھی نہیں اکتاتی۔
وہ اپنے معزز نفس کو اس وقت حقیر کر دیتا ہے جو وہ اس کو کمتر کرنا ضروری خیال کرتا ہے۔
ہم نے جب بھی اہل سخاوت کا مقابلہ کیا تو اس کو ان سے برتر پایا اور جب بھی آپ کا کریمانہ ہاتھ ناپا تو اہل کرم میں سے لمبا پایا۔
تو ہی سخاوت کا عادی ہے اور اس مشکل وقت میں بھی جب قحط کی وجہ سے نازک عورت

اپنی ہنڈیا کی بچی ہوئی سبزی کو اپنا سرمایہ سمجھے۔

مرثیہ گوئی سے متعلقہ اشعار:۔

توبہ کے مرثیہ میں لیلی کہتی ہے۔

لعمرک ما بالموت عار علی الفتی' اذا لم تصب فی الحیاۃ المعایر
وما احد حی وان عاش سالما' باخلا ممن غیبتہ المقابر
فلا الحی مما احدث الدھر معتب' ولا المیت ان لم یصبر الحی ناشر
وکل جدید اوشباب الی بلی' وکل امری یوما الی الموت صائر
وکل قرینی الفۃ لتفرق' ستاتا وان ضنا وطال التعاشر
فلا یبعدنک اللہ یا توب ھالکا' اخا الحرب ان دارت علیک الدوائر
فآلیت لا انفک ابکیک مادعت' علی فنن ورقاء اوطار طائر

تیری عمر کی قسم! موت اس وقت نوجوان کے لئے باعث ننگ و شرم نہیں ہے جب اس نے زندگی میں غلط کام نہیں کئے۔
کوئی زندہ آدمی خواہ طویل زمانہ تک زندہ سلامت رہے لیکن وہ قبر میں مدفون مردہ سے زیادہ لمبی زندگی نہیں پاسکتا۔
گردش ایام سے کسی زندہ انسان کا غصہ دور نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی زندہ لوگوں کی بے صبری کی وجہ سے مردہ اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔
ہر نئی چیز یا جوانی ایک دن بوسیدہ ہو جائے گی اور ہر انسان نے ایک نہ ایک دن موت کا سامنا کرنا ہے۔
محبت کے رشتہ میں منسلک تمام جوڑے ایک دن جدا ہو جائیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کو کتنا ہی چاہیں اور طویل عرصہ تک آپس میں اکٹھے رہے ہوں۔
اے توبہ اللہ تعالے تجھے مار کر بھی ہم سے دور نہ کرے جب تجھ پر جنگ کے بادل منڈلاتے تھے تو تو جنگ کا بڑا دھنی تھا۔
میں نے قسم اٹھائی ہے تجھ پر اس وقت تک ماتم کرنا نہ چھوڑوں گی جب تک کبوتر پر سوز آوازیں نکالنا اور پرندے اڑنا بند کردیں
ابو ذؤیب ھذلی اپنے پانچ لڑکوں کا مرثیہ کہتا ہے جو ہجرت کر کے مصر چلے گئے تھے اور ایک ہی سال میں سبھی مر گئے تھے۔

ا من المنون وریبها تتوجع' والدهر لیس بمعتب من یجزع؟
قالت امامة ما لجسمک شاحبا' منذ ابتذلت و مثل مالک ینفع
فاجبتها ارثی لجسمی انه' اودی بنی من البلاد فودعوا
اودی بنی فاعقبونی حسرة' عند الرقاد وعبرة لاتقلع
فالعین بعد هم کان حداقها' کحلت بشوک فھی عورا تدمع
فغبرت بعدھم بعیش ناصب' واخال انی لاحق مستتبع
سبقوا ھوی واعنقوا لھواھم' فتخرموا .ولکل جنب مصرع
ولا حرصت بان ادافع عنھم' واذا المنیة اقبلت لا تدفع
واذا المنیة انشبت اظفارھا' الفیت کل تمیمة لا تنفع
وتجلدی للشامتین اریھم' انی لریب الدھر لا اتضعضع
حتی کانی للحوادث مروة' بصفا المشرق کل یوم تقرع

کیا تو موت اور گردش زمانہ سے دکھ اور تکلیف محسوس کر رہا ہے؟ زمانہ کسی رونے والے کو مناتا نہیں ہے۔

امامہ (شاعر کی بیوی) کہتی ہے آپ کا جسم دن بدن لاغر ہو رہا ہے جب سے تم نے غم و فکر کرنا شروع کیا ہے حالانکہ آپ کا مال آپ کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔

میں نے اسے جواب دیا میرا جسم اپنے بیٹوں کے فراق میں گھلا جا رہا ہے جو وطن چھوڑ کر گئے اور مر گئے۔

میرے بیٹے اپنے پیچھے نیند اور آرام کے بجائے ایسا رنج و افسوس اور ایسے آنسو چھوڑ گئے جو تھمنے والے نہیں ہیں۔

ان کے بعد آنکھ کی حالت یوں ہے جیسے اس کے ڈھیلوں میں کانٹے چبھنے والا سرمہ لگایا گیا ہو اس کی وجہ سے اس کے آنسو نہ رکتے ہوں۔

میں ان کے بعد مصائب کی زندگی گزارنے کے لئے باقی رہ گیا ہوں اور میرا خیال ہے میں بھی جلد ہی ان کو جا ملوں گا۔

وہ میری خواہش پر سبقت لے گئے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے تیز دوڑ گئے اور مر گئے اور ہر پہلو کے لئے زمین پر گرنے کی جگہ ہے۔

میں نے ارادہ کیا کہ ان سے موت کو دور کردوں لیکن موت جب آجاتی ہے تو اسے ہٹایا نہیں جا سکتا۔

جب موت اپنے پنجے گاڑ دیتی ہے تو پھر تمہیں کوئی تعویذ گنڈا فائدہ نہیں دے سکتا۔
اور میں جو بتکلف صبر کا مظاہرہ کرتا ہوں تو یہ صرف اپنے مخالفین کو یہ دکھانے کے لئے کہ میں زمانے کی گردشوں سے گھبرانے اور لڑکھڑانے والا نہیں ہوں۔
اور اب ایسا محسوس ہو رہا ہے جسے میں حوادثات زمانہ کے لئے "صفا المشقر" کا پتھر ہوں جسے ہر روز ٹھوکا اور پیٹا جاتا ہے۔
جریر اپنے بیٹے کا مرثیہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

قالوا نصیبک من اجر فقلت لهم' کیف العزاء وقد فارقت اشبالی
فارقتنی حین کف الدهر من بصری' وحین صرت لعظم الرمة البالی

لوگ کہتے ہیں صبر کر تجھے اس صدمہ کا بدلہ ملے گا میں نے کہا صبر کس طرح ہو سکتا ہے میرے دو شیر جیسے بچے مجھ سے جدا ہو گئے۔
اے بیٹے! تو نے مجھے اس وقت داغ مفارقت دیا جب کہ زمانے نے میری بینائی چھینی اور میں گلی ہوئی ہڈی کی طرح ہو گیا ہوں۔

ہجویہ شاعری:۔

مالک بن اسماء کے ہجویہ اشعار

لوکنت احمل خمرا یوم زرتکم' لم ینکر الکلب انی صاحب الدار
لکن اتیت وریح المسک یفغمنی' وعنبر الهند اذکیه علی النار
فانکر الکلب ریحی حین ابصرنی' وکان یعرف ریح الزق والقار

جس دن میں تمہاری ملاقات کے لئے آیا اگر میں اپنے ساتھ شراب لے گیا ہوتا تو تمہارا کتا مجھے پہچاننے سے انکار نہ کرتا کہ میں بھی گھر والا ہوں۔
لیکن میں تو کستوری کی خوشبو اور ہندوستانی عنبر کی دھونی سے معطر تھا۔
اس لئے جب مجھے کتے نے دیکھا تو میری خوشبو کی وجہ سے مجھے اوپرا جانا کیونکہ وہ تو صرف شراب اور تار کول کی بو سے ہی واقف تھا۔
ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔

اقول حین اری کعبا و لحیته' لابارک الله فی بضع وستین
من السنین تولاها بلا حسب' ولا حیاء ولا قدر ولا دین

جب میں کعب اور اس کی داڑھی کو دیکھتا ہوں تو دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالے ساٹھ سال

سے اوپر کی عمر میں برکت نہ ڈالے۔

کیونکہ وہ اتنی عمر کو پہنچ گیا لیکن نہ اس میں حسب ونسب کا پاس ہے نہ شرم وحیاء ہے نہ قدر و منزلت کا احساس ہے اور نہ ہی اس میں دین داری ہے۔

عبدالرحمٰن بن حکم کے اشعار ہیں۔

لحا الله قيسا قيس عيلان انها' اضاعت ثغور المسلمين وولت
فشاول بقيس في الطعان ولا تكن' اخاها اذا ما المشرفية سلت

اللہ تعالے قیس یعنی قیس عیلان (قبیلہ) کو غارت کردے اس نے مسلمانوں کی سرحدوں کو تباہ کر دیا اور بھاگ گیا۔

تم جنگ میں قیس سے نبرد آزما ہو کر مدافعت کرو اور جب میدان جنگ میں مشرقی تلواریں ننگی ہو جائیں تو ان کے حلیف نہ بننا۔

طرماح بنو تیم کی ہجو میں کہتا ہے۔

تميم بطرق اللوم اهدى، من القطا' ولو سلكت سبل المكارم ضلت
ولوان برغوثا على ظهر نملة' يكر على صفى تميم لولت

بنو تمیم برائی کی راہیں جاننے میں قطا پرندے سے بھی زیادہ ماہر ہیں لیکن اچھائی کے راستے پر چلتے وقت بھٹک جاتے ہیں۔

اگر کوئی پسو چیونٹی پر سوار ہو کر ان کی دو صفوں پر حملہ کردے تو بنو تیم میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

وصف پر مبنی اشعار:۔

حندج بن مندج مری صول جگہ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

في ليل صول تناهى العرض والطول' كانما ليله بالليل موصول
لا فارق الصبح كفى ان ظفرت به' وان بدت غرة منه و تحجيل
لساهر طال في صول تململة' كانه حية بالسوط مقتول
متى ارى الصبح قد لاحت مخايله' والليل قد مزقت عنه السراويل
ليل تحير ما ينحط في جهة' كانه فوق متن الارض مشكول
نجومه ركد يست بزائلة' كانما هن في الجو القناديل
ما اقدر الله ان يدني على شحط' من داره الحزن ممن داره صول

الله یطوی بساط الارض بینھما' حتی یری الربع منه وھو ماھول
صول کی رات کا طول و عرض انتہائی حد کو پہنچ گیا ایسے معلوم ہوتا تھا گویا ایک رات دوسری رات سے جوڑ دی گئی ہے۔
اگر مجھے صبح مل جاتی تو میرے ہاتھ اسے کبھی نہ چھوڑتے خواہ اس کی ابتدائی چمک اور روشنی ہی نظر آتی۔
صول میں اس رات جاگنے والا یوں تڑپا جسے وہ سانپ تڑپتا ہے جسے کوڑے مار مار کر قتل کیا جاتا ہے۔
کب میں صبح کے نمودار ہونے کے آثار دیکھوں گا اور کب رات کی پوشاک تار تار ہوتے دیکھوں گا؟
رات اپنا راستہ بھول کر حیران و پریشان ایک جگہ ٹھہری ہوئی ہے کسی طرح نہیں جھک رہی ایسے لگتا ہے کہ اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر اسے زمین پر رکھ دیا گیا ہے۔
اس کے تارے بغیر کسی حرکت کے اپنی جگہ پر جمے ہوئے ہیں گویا کہ وہ فضا میں لگے ہوئے فانوس ہیں۔
اللہ تعالے صاحب قدرت ہے حزن کے رہنے والوں کو طویل مسافت کے باوجود صول والوں کے قریب کردے گا۔
اللہ تعالے ان کے درمیانی فاصلہ کو سمیٹ کر کم کردے گا حتی کہ حزن والے کے آباد مکانات نظر آنے لگیں گے۔
خنساء اپنے باپ اور بھائی کے درمیان ہونے والے دوڑ کے مقابلے کا سماں بیان کرتی ہے۔

جاری اباہ فاقبلا وھما' لذت ھناک العذر بالغدر
یتعاوران ملاء ۃ الحضر حتی اذا نزت القلوب وقد'
وعلا ھتاف الناس ایھما' قال المجیب ھناک لاادری
برزت صحیفۃ وجه والدہ' ومضی علی غلوائه یجری
اولی فاولی ان یساویه' لولا جلال السن والکبر
وھما وقد برزا کانھما' صقران قد حط الی وکر

اس نے اپنے باپ سے دوڑ میں مقابلہ کیا وہ دونوں سامنے آئے اور لوگوں کی موجودگی میں دوڑ میں ایک دوسرے سے بازی لے جارہے تھے۔

حتی کہ جب دل تیزی سے اچھلنے لگے تو وہاں عذر سے عذر مل گیا۔
لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں کہ کون جیتا وہاں جواب دینے والے نے کہا میں نہیں جانتا۔
تو اس کے باپ کا چہرہ نظر آیا اور بیٹا مستی کے عالم میں دوڑتا چلا جا رہا تھا۔
اگر بڑھاپے اور کبر سنی کا باپ پر جلال نہ ہوتا تو اس کی کیا مجال تھی کہ وہ باپ کے برابر ہو سکتا۔
وہ دونوں اس طرح سامنے آئے گویا دو باز کسی آشیانے پر گر رہے ہیں۔
فرزدق ایک بھیڑیے کا وصف بیان کر رہا ہے جسے وہ اثناء سفر میں ملا اور اسے اپنے کھانے میں شامل کر لیا۔

واطلس عسال وما کان صاحبا' دعوت لناری موهنا فاتانی
فلما اتی قلت ادن دونک اننی' وایاک فی زادی لمشترکان
فبت اقد الزاد بینی وبینه' علی ضوء نار مرة ودخان
تعش فان عاهدتنی لا تخوننی' نکن مثل من یاذئب یصطحبان
وانت امرا یا ذئب والعذر کنتما' اخیین کانا ارضعا بلبان
ولو غیرنا نبهت تلتمس القری' رماک بسهم اوشباة سنان

ایک خاکی رنگ کا بھیڑیا نظر آیا میں نے آدھی رات کو اسے اپنی آگ پر بلایا تو وہ میرے پاس آ گیا مگر وہ دوستی کے قابل نہ تھا۔
وہ جب آ گیا تو میں نے اسے کہا قریب ہو جا میں اور تو اس کھانے میں برابر کے شریک ہیں۔
میں نے رات کے وقت وہ توشہ اپنے اور اس کے درمیان تقسیم کیا حالانکہ رات کو کبھی آگ کی روشنی ہوتی تھی اور کبھی دھوئیں کی تاریکی ہوتی تھی۔
جب اس نے ہنستے ہوئے اپنے دانت نکالے تو میں نے اپنے ہاتھ میں تلوار کا دستہ مضبوطی سے تھامتے ہوئے کہا۔
تو رات کا کھانا کھالے پھر اگر تو نے مجھ سے بے وفائی نہ کرنے کا عہد کر لیا تو اے بھیڑیے ہم دونوں بے تکلف دوست بن جائیں گے۔
لیکن اے بھیڑیے تو اور بے وفائی دونوں ایک ماں کا دودھ پیتے ہوئے دو بھائی ہیں۔
اگر تو مہمانی کی تلاش میں کسی اور کو جگاتا تو وہ تجھے تیر کا نشانہ بناتا یا نیزے کی نوک سے چھید ڈالتا۔

ایک حجازی شاعر اپنی بیوی کی وہ حالت بیان کرتا ہے جو اس پر سوکن آنے کی اطلاع ملنے پر طاری ہوئی۔

خبروها بانني قد تزوجت' فضلت تکاتم الغیظ سرا
ثم قالت لاختها ولا خری' جزعا' لیته تزوج عشرا
واشارت الی نساء لدیها' لاتری دونهن للسر سترا
ما لقلبی کانه لیس منی' وعظامی کان فیهن فترا
من حدیث نما الی فظیع' خلت فی القلب من تلظیه حمرا

لوگوں نے اسے (میری بیوی کو) بتایا کہ میں نے شادی کر لی ہے تو وہ بظاہر اندر ہی اندر اپنے غصہ کو دباتی رہی۔

پھر وہ عالم اضطراب میں اپنی بہنوں اور دیگر عورتوں سے کہنے لگی کاش کہ وہ دس شادیاں کر لے۔

پھر اپنی خاص رازدار سہیلیوں سے چپکے سے کہنے لگی۔

میرے دل کو کیا ہو گیا ہے لگتا ہے میرے جسم میں موجود ہی نہیں ہے اور میری ہڈیوں کو نہ جانے کیا ہو گیا گویا یہ ٹوٹی جا رہی ہیں۔

یہ جان لیوا حادثہ کی خبر جو مجھے پہنچی ہے اس سے تو میرے دل میں آگ بھڑکتی ہوئی معلوم ہو رہی ہے۔

غزلیہ اشعار:۔

عروہ بن اذینہ کے غزلیہ اشعار

ان التی زعمت فوادک ملها' خلقت هواک کما خلقت هوی لها
بیضاء باکرها النعیم فصاغها' بلباقة فادقها واجلها
حجبت تحیتها فقلت لصاحبی' ماکان اکثرها لنا واقلها
و اذا وجدت لها وساوس سلوة' شفع الضمیر الی الفواد فسلها

جو یہ خیال کرتی ہے کہ تیرا دل اس سے اکتا گیا ہے (اسے یہ معلوم نہیں کہ) وہ تیری محبت کے لئے پیدا ہوئی ہے جیسا کہ میں اس کی محبت کے لئے۔

وہ گوری چٹی ناز و نعمتوں میں پلی ہوئی ہے ان آسائشوں نے اسے کمال سڈول بدن والے سانچے میں ڈھالا ہے کہیں سے پتلا رکھا ہے (مثلاً کمر کو) اور کہیں سے موٹا رکھا ہے (مثلاً

کولہے اور سینہ کو)

اس نے دعا و سلام کا سلسلہ بھی بند کر دیا تو میں نے اپنے دوست سے کہا ہم پر پہلے اس کے سلام کی کتنی کثرت تھی اور اب کس قدر قلت ہے۔

اور جب اس کی یاد بھلانے کے فاسد خیالات دل میں آتے ہیں تو ضمیر دل سے سفارش کرتا ہے اور دل ان کو نکال دیتا ہے۔

جمیل بن معمر کے اشعار

وانی لا رضی من بثینة بالذی' لو ابصره الواشي لقرت بلابله
بلا' وبالا استطیع' وبالمنی' وبالامل المرجو قدخاب آمله
وبالنظرة العجلی' وبالحول تنقضی' اواخره لانلتقی واوائله

میں بثینہ سے اس حالت پر بھی راضی ہوں کہ اگر چغل خور بھی اس حالت کو دیکھتے تو اس کی پریشانیاں دور ہو جائیں۔

بثینہ کے "نہیں" اور میں طاقت نہیں رکھتی کہنے پر اور صرف تمناؤں پر اور ناکام آرزوؤں پر بھی۔

اس کی ایک معمولی سی جھلک دیکھنے پر اور اس سال پر بھی جس کی ابتدا اور اختتام کا زمانہ بغیر وصال کے ختم ہو جائے۔

اس کے چند دیگر اشعار

مازلتم یا بثن حتی لو اننی' من الشوق استبکی الحمام بکی لیا
اذا خدرت رجلی و قیل شفاء ها' دعا حبیب کنت . انت دعائیا
وما زادنی النای المفرق بعد کم' سلوا ولا طول التلاقی تقالیا
وما زادنی الواشون الا صبابة' ولا کثرة الناهین الا تمادیا
لقد خفت ان القی المنیة بغتة' وفی النفس حاجات الیک کما هیا

اے بثینہ! تم مسلسل میرے دل میں بسی ہوئی ہو' اب تو تیرے شوق وصال میں میری یہ حالت ہو چکی ہے کہ اگر میں جذب عشق میں کبوتر کو بھی رلانا چاہوں تو وہ بھی رونا شروع کر دے۔

اور جب میرا پاؤں سن ہو جاتا ہے اور مجھے کوئی کہتا ہے کہ اس کی دوا محبوب کا نام لینا ہے تو میں تیرا ہی نام پکارتا ہوں۔

تمہارے بعد جدائی والی خبر نے میرے سکون میں اضافہ نہیں کیا اور نہ ہی طویل وصال

کے زمانہ نے مجھے متغیر کیا۔

چغل خوروں کی لگائی بجھائی نے میرے عشق و مستی میں کمی کی بجائے اور زیادہ کر دیا اسی طرح نصیحت کرنے والوں کی کثرت نے مجھے اور بے خود بنا دیا۔

مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں مجھے اچانک موت آجائے اور دل کے ارمان دل ہی میں رہ جائیں۔

یزید بن طثریہ کے اشعار۔

بنفسی من لو مر بترد بنانه' علی کبدی کانت شفاء انامله
ومن هابنی فی کل امر و هبته' فلا هو یعطینی ولا انا سائله

میں اس پر قربان ہو جاؤں جس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اگر میرے جگر پر پھر جائے تو اس کی انگلیاں میرے لئے شفا بن جائیں۔

جو ہر کام میں میرا لحاظ کرتا ہے میں اس کا لحاظ کرتا ہوں اس وجہ سے نہ وہ مجھے دیتا ہے اور نہ میں ہی اس سے مانگتا ہوں۔

قیس بن ذریح کے اشعار۔

فان یحجبوها اویحل دون وصلها' مقالة واش او وعید امیر
فلم یمنعوا عنی من دائم البکا' ولم یذهبوا ما قدا جن ضمیری

اگر لوگوں نے اسے پردہ میں چھپا دیا ہے یا کسی چغل خور کی چغلی یا کسی حاکم کا خوف اس کے وصال میں حائل ہے۔

تو یہ لوگ نہ تو میری آنکھوں کو مسلسل رونے سے روک سکتے ہیں اور نہ میرے دل میں پوشیدہ محبت کو نکال سکتے ہیں۔

کثیر اپنے قصیدہ میں عزہ کی جدائی اور اپنی تسلی کا ذکر کرتا ہے۔

وما کنت ادری قبل عزة ما البکا' ولا موجعات القلب حتی تولت
وکانت لقطع الحبل بینی وبینها' کناذرة نذرا فاوفت وحلت'
ولم یلق انسان من الحب میعة' نعم ولا غماء الا تجلت
ارید الثواء عندها واظنها' اذا ما اطلنا عندها المکث ملت
فما انصفت' اما النساء فبغضت' الی واما بالنوال فضنت
یکلفها الغیر ان شتمی وما بها' هوانی' ولکن للملیک استذلت'

عزہ سے پہلے مجھے نہیں معلوم تھا کہ رونا کیا ہوتا ہے اور قلبی درد و آہیں کیا ہوتی ہیں حتی

کہ وہ جدا ہو گئی۔

وہ میرے اور اپنے درمیان تعلقات منقطع کر کے اس طرح پر سکون ہو گئی جیسے کوئی نذر ماننے والی اپنی نذر پوری کر کے بے فکر ہو جاتی ہے۔

تو میں نے عزہ سے کہا اگر دل کو مصائب برداشت کرنے کے لیے آمادہ کر لیا جائے تو وہ ہر مصیبت کو برداشت کر لیتا ہے۔

اور کوئی انسان محبت میں دائمی جوش نہیں پاتا اور نہ ہی ایسی مشکل کا سامنا کرتا ہے جو ختم نہ ہو سکتی ہو۔

میں اس کے پاس رہنا چاہتا ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جب ہم اس کے پاس زیادہ دیر ٹھہرتے ہیں تو وہ اکتا جاتی ہے۔

اس نے انصاف نہیں کیا دوسری عورتوں کو تو میری نظر میں مبغوض بنا دیا اور خود وصال سے جی چرانے لگی۔

اس کا شوہر اسے مجھے گالیاں دینے پر مجبور کرتا ہے جبکہ وہ میری تذلیل و توہین نہیں چاہتی' لیکن وہ اپنے خاوند کی تابعداری میں میری تذلیل میں کچھ نہ کچھ کہہ دیتی ہے۔

هنیاء مریئا غیر داء مخامر' لعزة من اعراضنا ما استحلت
فواللہ ما قاربت الا تباعدت' بهجر ولا اکثرت الاقلت
فان تکن العتبی فاهلا و مرحبا' وحقت لها العتبی لدینا وقلت
وان تکن الاخری فان وراء نا' منادح لوسارت بها العیس کلت
اسیئی بنا او احسنی لاملومة' لدینا ولا مقلیه ان تقلت
فما انا بالداعی لعزة بالجوی' ولاشامت ان نعل عزة زلت

عزہ کو وہ تمام بد سلوکیاں بغیر کسی نقد و جرح کے مبارک ہوں جو وہ ہماری توہین و تذلیل کے سلسلہ میں روا رکھتی ہے۔

خدا کی قسم! میں جب بھی اس کے قریب ہوا وہ دامن چھڑا کر دور ہو گئی اور جب میں نے کثرت کی خواہش کی تو اس نے کم ہی دیا۔

اگر وہ ایسے ہی خوش ہے تو "چشم ما روشن دل ما شاد" ہم پر راضی رہنا اس پر لازم ہے اور یہ معمولی بات ہے۔

اگر کوئی اور وجہ ہے تو ہمارے درمیان لق و دق جنگلات ہیں جن میں چلتے چلتے قافلے تھک جائیں گے۔

اے عزہ! تو ہمارے ساتھ برا سلوک کر یا بھلا کر ہماری طرف سے نہ تو کوئی ملامت کی جائے گی اور اگر تم دشمنی کرو تو بھی ہم تم سے دشمنی نہیں کریں گے۔
میں عزہ کو آتش غم و حزن میں جلنے کی بد دعا دینے والا نہیں اور نہ ہی میں خوش ہونگا اگر عزہ کی جوتی پھسل جائے۔

فلا یحسب الواشون ان صبابتی' بعزة کانت غمرة فتجلت
فواللہ ثم اللہ ما حل قبلھا' ولا بعدھا من خلة حیث حلت
فیا عجبا للقلب کیف اعترافه' وللنفس لما وطنت کیف ذلت
وانی وتھیامی بعزة بعدما' تخلیت مما بیننا وتخلت
لکالمرتجی ظل الغمامة کلما' تبوء منھا للمقیل اضمحلت
فان سال الواشون فیم ھجرتھا' فقال نفس حسر سلیت فتسلت

چغل خور یہ نہ سمجھیں کہ عزہ سے میری محبت ختم ہو گئی اور نشہ کافور ہو گیا۔
واللہ' باللہ دل کے جس گوشے میں اس کی محبت ہے وہاں تک اس سے پہلے یا بعد میں کسی کی محبت پہنچی ہی نہیں۔
مجھے اپنے دل پر حیرت ہو رہی ہے کہ وہ کیسے اعتراف کر رہا ہے اور نفس پر تعجب ہے کہ جب اسے آمادہ کیا جاتا ہے تو وہ جھک جاتا ہے۔
اس کے اور میرے ایک دوسرے کو چھوڑ دینے کے بعد عزہ کی جدائی میں۔
میرا حال اس شخص کے مشابہ ہے جو دل کے سائے تلے آرام کرنا چاہے لیکن جب آرام کرنے کے لئے جگہ ہموار کرے تو بادل چھٹ جائے۔
اگر چغل خور پوچھیں کہ تو نے اسے کیوں چھوڑا تو کہہ دینا کہ ٹوٹے ہوئے دل کو تسلی دی گئی تو وہ بہل گیا۔

جریر یزید کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے۔

فانت ابی مالم تکن لی حاجة' فان عرضت ایقنت ان لا ابالیا
وانی لمغرور اعلل بالمنی' لیالی ارجو ان مالک مالیا
بای نجاد تحمل السیف بعدما' قطعت القوی من محمل کان باقیا؟
بای سنان تطعن القوم بعدما' نزعت سنانا من قناتک ماضیا؟

آپ اس وقت تک میرے باپ ہیں جب تک مجھے کوئی ضرورت پیش نہیں آتی لیکن اگر کوئی ضرورت درپیش ہو تو میں یقین کر لیتا ہوں کہ میرا کوئی باپ ہی نہیں ہے۔

جن دنوں میں یہ سمجھتا تھا کہ تیرا مال میرا مال ہے تو میں بڑے فریب میں مبتلا تھا اور اپنے دل کو آرزوؤں سے بہلاتا تھا۔

اپنے پرتلے کی باقی ماندہ لڑیاں کاٹ دینے کے بعد تم کس پرتلے میں تلوار لٹکاؤ گے؟

اور اپنے نیزہ کے تیز پھل کو نکال دینے کے بعد تم؟ کس نیزہ سے لوگوں کا مقابلہ کرو گے۔

مالک بن اسماء کے معذرت خواہی پر مبنی اشعار

لکل جواد عشرة یستقیلہا وعشرة مثلی لاتقال مدی الدھر

فھبنی یا حجاج اخطات مرة وجرت عن المثلی وغنیت بالشعر

فھل لی اذا ماتبت عندک توبة تدارک ماقدفات فی سالف العمر؟

ہر جواں مرد سے لغزش ہو جاتی ہے وہ اس پر معافی مانگ لیتا ہے لیکن میرے جیسے نوجوان کی لغزش زندگی بھر نا قابل معافی ہے۔

اے حجاج! فرض کرو مجھ سے ایک مرتبہ غلطی ہو گئی۔ میں اخلاق عالیہ سے ہٹ گیا اور کچھ شعر گنگنا دیئے۔

کیا اگر میں آپ کے پاس آکر توبہ کرلوں تو میرے گزشتہ اعمال کی تلافی کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟

حطیئہ کے اشعار ہیں۔

اتتنی لسان فکذبتھا وما کنت احسبھا ان تقالا

بان الوشاة بلا حرمة اتوک فرا موا لدیک المحالا

فجئتک معتذرا راجیا لعفوک ارھب منک النکالا

فلا تسمعن بی مقال العدی ولا تو کلنی ھدیت الرجالا

فانک خیر من الزبرقان اشد نکالا و خیر نوالا

مجھے کسی ذریعہ سے ایک بات کا پتہ چلا ہے لیکن میں نے اسے جھٹلا دیا مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ بات کی جائے گی۔

۔کہ چغل خوروں نے عزت و آبرو کا لحاظ کئے بغیر تیرے پاس آکر ناقابل یقین فریب دہی سے کام لیا۔

اس لئے میں آپ کی طرف سے درگزر کی امید پر معذرت کے لئے حاضر ہوا ہوں اور آپ کی سخت گرفت سے ڈرتا ہوں۔

میرے متعلق دشمنوں کی باتوں پر اعتبار نہ کریں اور نہ ہی مجھے لوگوں کا نوالہ بنا کر ان کے

سپرد کردیں۔

آپ تو زبرقان سے اچھے ہیں سخت گیر اور انتہائی فیاض ہیں۔

حسان بن ثابت کے اشعار

المال یغشی رجالا لا طباخ بھم' کالسیل یغشی اصول الدندن البالی
اصون عرضی بمالی ادنسه' لا بارک الله بعد العرض فی المال
احتال للمال ان اودی فاجمعه' ولست للعرض ان اودی بمحتال
الفقریزری باقوام ذوی حسب' ویقتدی بلئام الاصل انذال

مال ان لوگوں پر اس طرح چھا جاتا ہے جو نکمے اور بے وقوف ہوتے ہیں جیسے سیلاب کا پانی گلے ہوئے پودوں کی جڑوں میں گھس جاتا ہے اور انہیں بہالے جاتا ہے۔

میں اپنے مال کے ذریعے اپنی عزت و آبرو بچاتا ہوں اور اسے میلا نہیں ہونے دیتا خدا اس مال میں برکت نہ دے جو عزت دے کر حاصل کیا جائے۔

اگر مال ختم ہو جائے گا تو اسے مختلف ذرائع سے کمالوں گا لیکن اگر عزت ختم ہوگئی تو یہ کسی طرح دوبارہ حاصل نہیں ہوگی۔

فقیری صاحب حیثیت اور حسب ونسب والوں کو ذلیل کردیتی ہے اور (مال و دولت کی وجہ سے) کمینہ سرشت' بدمعاش آدمی لیڈر بنالیا جاتا ہے۔

کثیر کے یہ اشعار ہیں۔

ومن لا یغمض عینه عن صدیقه' وعن بعض مافیه یمت وھو غائب
ومن یتتبع جاھدا کل عثرة' یجدھا ولا یسلم الدھر صاحب

جو اپنے دوست کے ساتھ چشم پوشی سے کام نہیں لیتا اور اس کی بعض کمزوریوں اور خامیوں کو معاف نہیں کرتا وہ مرتے دم تک غصہ ہی میں رہے گا۔

اور جو شخص ہر عیب کی ٹوہ میں لگا رہے گا اور ہر غلطی پر گرفت کرے گا تو وہ زندگی بھر کسی کو مخلص دوست نہیں بنا سکے گا۔

کعب بن زہیر کے اشعار

لوکنت اعجب من شیئی لا عجبنی' سعی الفتی وھو محبوله القدر
یسعی الفتی لامور لیس یدرکھا' والنفس واحدة والسھم منتشر
فالمرء ما عاش ممدود له امل' لا ینتھی العمر حتی لتیمی الاثر

اگر مجھے کسی چیز پر حیرانی ہوتی ہے تو نوجوان کی کوشش اور جدوجہد پر ہے حالانکہ اس کے

لئے تقدیر پنہاں ہے۔

نوجوان ایسے کاموں کی کوشش کرتا ہے جن میں وہ کامیاب نہیں ہو پاتا۔ نفس ایک ہے لیکن غم بکھرے ہوئے ہیں۔

انسان جب تک زندہ ہے اپنی امیدوں کے جال میں پھنسا ہوا ہے عمر اس وقت تک ختم نہیں ہوتی جب تک انسان کا اثر ختم نہ ہو (یعنی جب تک انسان کا ذکر خیر باقی رہتا ہے اس کی عمر باقی رہتی ہے)

نابغہ جعدی کے یہ اشعار ہیں۔

ولا خیر فی حلم اذ الم تکن له' بوادر تحمی صفوه ان یکدرا
ولا خیر فی جهل اذ الم یکن له' حلیم اذا ما اورد الامر اصدرا

وہ حلم و بردباری فضول ہے جس میں ایسی سختی نہ ہو جو اس کی اعلیٰ صفات کو میلا اور ضائع ہونے سے بچا نہ سکے۔

وہ جہالت فضول ہے جب معاملات کے صادر ہونے کے وقت ان میں حلم و ناعاقبت اندیشی نہ ہو۔

شعراء اور ان کے طبقات:۔

شاعری میں پراپیگنڈے کی طاقت عربوں میں فصاحت و بلاغت کی تاثیر اور حکمرانوں میں شدید عصبیت کی وجہ سے اس مختصری مدت میں تقریباً سو بلند پایہ چوٹی کے شعراء پیدا ہوئے جن کا عربوں کی دینی۔ سیاسی اور معاشرتی ترقی میں نمایاں کردار ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ان کی شاعری اگرچہ جاہلی طرز بیان پر جاری رہی تاہم دین سے متاثر ہونے اور تہذیب و تمدن کا لبادہ پہننے کی وجہ سے یہ ان کی نسبت احساسات میں بلند' مطالب کے اعتبار سے زیادہ آسان' اور بنیاد و ساخت کے لحاظ سے زیادہ مضبوط اور مضامین کے اعتبار سے زیادہ پر مغز ہے' وہ یا تو مخضرمین تھے مثلاً کعب بن زہیر' خنساء' حسان بن ثابت اور حطیئہ یا پھر مسلمان تھے جیسے عمر بن ربیعہ' اخطل' جریر' فرزدق' کمیت' طرماح' کثیر اور ذوالرمہ ہیں یہ سب کے سب خالص عربی تھے' ان کی زبان صحیح تھی ان کا لب و لہجہ فصیح تھا اور یہ شاعری اور نحو میں قابل سند اساتذہ ہیں۔

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ان میں سے اس دور میں تین شاعر سب سے زیادہ مشہور تھے جو گندی سیاست اور باہمی مقابلہ بازی کے مریض تھے جنہوں نے عزت و ناموس کے پردوں کو

تار تار کر دیا اور قبیلوں کو فرقہ فرقہ بنا دیا اور لوگوں میں فحش کلامی کو عام کر دیا جو بھی ان کے سامنے آگیا رسوا ہوئے بغیر نہ رہا ان سے مراد جریر' فرزدق اور اخطل ہے' یہ تو بس ساری زندگی شاعری کے لئے ہی وقف ہو گئے اور اسی کو انھوں نے کمائی کا ذریعہ بنایا ان میں سے ہر ایک کے پیچھے ایک جماعت تھی جو ان کی فحش شاعری پر ناز و فخر کرتی تھی اور ان کی پر زور حمایت کرتی تھی اور لوگ بھی کم و بیش ان ہی کے بارہ میں اختلاف کرتے تھے اور ایک دوسرے میں فضل و برتری کا مقابلہ بھی ان ہی میں ہوتا تھا۔

مخضرمین شعراء

(جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں بہترین شاعری کرنے والے)

1۔ کعب بن زہیر

پیدائش' پرورش اور حالات زندگی:۔

ابو عقبہ کعب بن زہیر بن ابی سلمی مزنی کی اس کے باپ نے ادب و حکمت کی آغوش میں آبیاری کی وہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی ایک بلند پایہ شاعر بن گیا جب اسلام پھیلا تو یہ اور اس کا بھائی بجیر رسول اکرمؐ کے پاس جانے کے لئے نکلے پھر اس کو کوئی کام پڑ گیا یہ پیچھے مڑ گیا اور بجیر اکیلا ہی آگیا اس نے رسول اکرمؐ کا کلام سنا اور مسلمان ہو گیا ہے کعب کو جب بجیر کے اسلام لانے کا علم ہوا تو وہ سخت ناراض ہوا اور اسے اسلام سے روکا پھر اس کی اور رسول اکرمؐ کی ہجو میں چند اشعار جو یہ ہیں۔

الا ابلغا عنی بجیرا رسالۃ' فهل لک فیماقلت ویحک هل لکا؟
صفاک بهاالمامون کاسا رویۃ' فانهلک المامون منها وعلکا
ففارقت اسباب الهدی واتبعته' علی ای شیئی ویب غیرک دلکا
علی مذهب لم تلف اماعلی ولا ابا' علیه ولم تعرف علیه اخا لکا
فان انت لم تفعل فلست بآسف' ولا قائل اماعثرت لعا سانه لکا

بجیر کو میرا یہ پیغام پہنچا دو' تو برائی کا سامنا کرے گیا تو میری بات مانتا ہے؟

تجھے ماموں نے بھرا ہوا جام پلایا اور پھر یکے بعد دیگرے جام پلاتا رہا۔
تو نے راہ ھدایت چھوڑ کرنے اسکی پیروی کرلی وہ کونسی ایسی چیز ہے جو اس نے تجھے دکھائی ہے۔
کہ تو اس مذھب کا پیروکار کیوں بنا جس پر تو نے نہ اپنے باپ کو پایا نہ ماں کو اور نہ ہی اپنے کسی بھائی کو اس خیال پر پایا۔
اگر تو میری بات نہیں مانتا تو مجھے بھی کوئی افسوس نہیں' اور نہ ہی میں تیرے ٹھوکر کھا کر گرنے پر تجھے سنبھالا دے کے دعا دوں گا۔
اس ہجویہ شاعری کی بناء پر نبی اکرمؐ نے اس کا خون بہانا جائز قرار دے دیا لوگ اس کے قتل کے درپے ہو گئے اسکے بھائی کو اس پر ترس آگیا اور اسے اسلام کی نصیحت کی اور توبہ پر مائل کرنے کی کوشش اور اسے رسول اکرمؐ کے سامنے پیش کیا تاکہ وہ آپ سے معافی مانگ لے اور آپؐ کو راضی کرلے لیکن بے سود مگر جب کعب کو کسی نے پناہ نہ دی اور نہ ہی کوئی اس کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوا تو وہ مایوس ہو گیا اور اس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو درمیان میں ڈال کر مدینہ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام میں داخل ہو گیا اور اپنا مشہور لامیہ قصیدہ کہا' آپؐ نے اسے معاف کر دیا اسے جان کی امان بخش دی اور اپنی چادر اتار کر اسے دے دی وہ چادر پھر ان کے خاندان ہی میں رہی حتی کہ حضرت معاویہ نے ان سے چالیس ہزار درہم میں خرید لی پھر یہ اموی اور عباسی خلفاء کے پاس رہی حتی کہ خلافت بنو عثمان میں منتقل ہونے کے ساتھ یہ چادر بھی ادھر منتقل ہو گئی۔

کعب کی شاعری:۔

کعب نے گلستان نظم اور چمنستان شعر میں پرورش پائی چنانچہ اس میں شاعری کا ملکہ پختہ ہو گیا۔ بچپن ہی میں اس کی شاعرانہ صلاحیت سامنے آگئی اسے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے سے پہلے ہی شاعری شروع کر دی اس کے والد نے اسے شاعری کرنے سے روکا کہ اس کے ابتدائی اشعار جو خامیوں سے لبریز ہوں گے کہیں اس کی آئندہ زندگی میں اسکے لئے ننگ و عار کا باعث نہ بن جائیں' یہ رکنے سے باز نہ آیا اور اس کا باپ اسے منع کرنے پر بضد رہا' حتی کہ ایک مرتبہ اس نے اس کا سخت امتحان لیا اس نے باپ کو پختہ صلاحیت اور سلامتی طبع کا یقین دلا دیا تو باپ نے

شاعری کی اجازت دے دی پھر یہ شاعری کے مختلف دروازوں میں داخل ہوا اور اس کی وادیوا میں گھوما پھرا اور نہایت عمدہ و پسندیدہ اور پر زور شاعری کرنے لگا۔ اگر اسکے الفاظ میں پیچید گی تراکیب میں حقید اور اس کے مطولات میں خامیاں نہ ہوتیں جن سے اس کے باپ کی شاعری پاک صاف تھی تو یہ بھی شاعری میں اپنے باپ کے ہم پلہ ہو جاتا۔ شاعری میں کعب کی قدر منزلت اور قیمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حطیئہ جیسے نابغ شاعر نے اس سے درخواست کی کہ وہ اسے مشہور کرنے کے لئے اپنی شاعری میں اس کا تذکرہ کرے چنانچہ کعب اپنے اشعار میں کہتا ہے۔

فمن للقوا فی' شانها من یحوکها' اذا ما مضی کعب وفوز جرولی
کفیتک لا تلقی من الناس واحدا' تنخل منها مثل ماتنتخل

جب کعب چل بسے گا اور جرولی (حطیئہ) وفات پا جائے گا تو شاعری کی سرپرستی کون کرے گا جو اس کے بعد شاعری کرے گا وہ اسے بدنما بنا دے گا۔

میں ہی تمہیں کافی ہوں جس طرح ہم نے شاعری کے پسندیدہ حصہ کا انتخاب کر لیا ہے اس طرح تم کسی کو انتخاب کرتا نہ پاؤ گے۔

کعب کی شاعری کا نمونہ:۔

اس کی پاکیزہ اور بلند پایہ شاعری میں وہ قصیدہ شامل ہے جو اس نے آنحضرتؐ کی مدح میں کہا تھا اس کا مطلع یہ ہے۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول' متیم اثرها لم یفد مکبول

"سعاد" جدا ہو گئی' اس دن سے میرا دل خستہ حالی کا شکار ہے اس کی محبت میں میرا دل اس قیدی کی طرح ہے جس کا فدیہ نہیں دیا گیا اور وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔

اس قصیدہ کے دیگر اشعار یہ ہیں۔

وقال کل خلیل کنت آمله' لا الهینک انی عنک مشغول
فقلت خلوا سبیلی لا ابالکم' فکل ما قدر الرحمن مفعول
وکل ابن انثی وان طالت سلامته' یوما علی آلة حدباء محمول
انبئت ان رسول الله اوعدنی' والوعد عند رسول الله مامول

مهلا هداک الذی اعطاک نافلة ' القرآن فیها مواعیظ وتفصیل
لا تاخذنی باقوال الوشاة ولم' اذنب وقد کثرت فی الاقاویل

ہر وہ دوست جس پر مجھے کامل اعتماد اور بھروسہ تھا اس نے مجھے صاف جواب دیتے ہوئے کہا کہ میرے بھروسہ پر نہ رہنا میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا۔

تب میں نے کہا' خدا کرے تمہارا باپ نہ رہے' میرا راستہ چھوڑ دو خدا نے جو کچھ مقدر میں لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

ہرماں کا بیٹا خواہ وہ طویل عرصہ تک زندہ و سلامت رہے ایک دن وہ جنازہ کی حالت میں ضرور اٹھایا جائے گا۔

مجھے اطلاع ملی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے مجھے دھمکی دی ہے رسول اکرمؐ سے درگزر اور معافی کی امید کی جاسکتی ہے۔

ذرا توقف کیجئے' اس ذات نے جو آپؐ کو نصیحتوں اور تفصیلات پر مشتمل کتاب قرآن کریم عطا فرمائی ہے وہ آپ کی رہنمائی فرمائے۔

چغل خوروں کی باتوں میں آکر میری گرفت نہ کیجئے' نہ میں نے کوئی جرم کیا اگرچہ میرے متعلق بہت سی افواہیں گردش کر رہی ہیں۔

اسی کے چند دیگر اشعار

السامع الذم شریک له' ومطعم الماکول کالاکل
مقالة السوء الی اهلها' اسرع من منحدر سائل
ومن دعا الناس الی ذمه' ذموه بالحق و بالباطل

مذمت کو سننے والا مذمت کرنے میں برابر کا شریک ہے' کھلائی ہوئی چیز کھلانے والا خود کھانے والے کی طرح ہے۔

برے آدمی کی بری بات کہنے والے کی طرف اس پانی سے بھی تیز پلٹتی ہے جو پانی نشیب میں گرتا ہے۔

جو لوگوں کو اپنی مذمت کی خود دعوت دیتا ہو تو لوگ حق' ناحق اس کی مذمت کرتے ہیں۔

2۔ خنساء (رضی اللہ عنہا)

خنساءؓ کے حالات زندگی:۔

اس محترمہ کا نام تماضر بنت عمرو بن الشرید سلیمیہ ہے لیکن اس کا لقب خنساء نام پر غالب آگیا اس نے شرافت و بزرگی کے عالیشان محل میں جنم لیا اور گلستان فضیلت میں پھلی پھولی' اس کا باپ اور دو بھائی معاویہ اور صخر مضر قبیلہ کی شاخ بنو سلیم کے سردار تھے' یہ خاتون حسن و ادب کی مرقع تھی ہوازن کے سردار درید بن صمہ اور شہسوار جشم نے اسے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن اس نے اپنی قوم میں شادی کرنے کو ترجیح دی لیکن جب (حادثات) زمانہ نے معاویہ و صخر کی موت کی شکل میں اس کے گھر کے دو ستون گرا دیئے تو یہ سخت غمزدہ ہوئی اور ان پر دل کھول کر روئی اور ان کے بڑے رقت آمیز اور درد انگیز مرثیے کہے۔ خصوصاً صخر کے کیونکہ وہ بڑا احسان کرنے والا' پیار محبت کرنے والا اور بہادر تھا پھر اپنی قوم کے وفد کے ساتھ حضور اکرمؐ کے پاس آئی اور مسلمان ہو گئی اور اس نے حضورؐ کو اپنے وہ شعر سنائے آپ اس کے اشعار پر جھومنے لگے اور مزید سننے کا یہ کہہ کر اشتیاق ظاہر کیا اور سناؤ اے خناس!

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ خنساء اسلام لانے کے بعد اپنے باپ اور بھائیوں کی موت پر جزع فزع کرنا بند کر دیتی کیونکہ اسے دین کی وجہ سے تسلی مل گئی تھی اور جاہلیت کے طریقہ سے کنارہ کشی اختیار کر لیتی۔ لیکن صخر کی موت کا جانکاہ صدمہ اس کے لئے صبر و سکون سے بالاتر اور ناقابل برداشت تھا وہ مسلسل روتی رہی اور ان کے مرثیے کہتی رہی حتیٰ کہ رنج و غم کی وجہ سے اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ کہتی تھی پہلے میں اس کا بدلہ لینے کے لئے روتی تھی اب میں اس لئے اس پر روتی ہوں کہ وہ جہنم کی آگ کا ایندھن بن گیا' عمر کے تقاضے' مرور ایام اور مذھب نے بالآخر اس کے جگر کے زخموں کو مندمل کر ہی دیا۔

خنساء پیرانہ سالی میں رحمت خداوندی کی امید اور اس کی مہربانی سے (تمام رنج و غم بھلا چکی تھی اور) وہ نہایت صبر اور حوصلے سے اپنے چار بیٹوں کی شہادت کی خبر سنتی ہے جنہیں اس نے جنگ قادسیہ میں لڑنے کے لئے ترغیب دی تھی وہ سب اس میں شہید ہو گئے تھے اس نے یہ المناک خبر سن کر اس سے زیادہ کچھ نہ کہا" اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ان کی شہادت سے عزت بخشی' مجھے امید ہے کہ اللہ تعالے مجھے ان کے ساتھ اپنی رحمت کی قرار گاہ میں اکٹھا کر دے گا"۔

[illegible] سن 24ھ کو بادیہ میں انتقال کر گئی۔

خنساء کی شاعری:۔

اسلام سے قبل اور بعد عرب کی شاعرہ عورتوں میں سے کوئی بھی متانت شعر' نزاکت الفاظ اور حلاوت صوت میں خنساء سے نہیں بڑھ سکی' بعض دفعہ تو وہ شاعرانہ صفات میں مردوں کے شانہ بشانہ نظر آتی ہے' نابغہ' جریر اور بشار کا تو خیال ہے کہ وہ شاعری کے میدان میں مردوں سے بھی چار قدم آگے ہے کیوں کہ اس کی شاعری میں مردانہ زور اور زنانہ رقت و گداز ہے اور اس کی شاعری کا اکثر حصہ فخر اور مرثیہ پر مشتمل ہے' فخر تو اس لئے کہ اس کا باپ اپنی قوم کا مایہ ناز آدمی تھا اور بھائی مضر خاندان کے دو بہترین فرد تھے اور مرثیہ اس لئے کہ اسے ان کا جانکاہ صدمہ پہنچا تھا جس نے اس کے دل پر گہرا اثر کیا تھا۔ غم احساسات کو نازک اور جذبات کو لطیف بنا دیتا ہے یہ تو مردانہ طبیعت پر اثر انداز ہو جاتا ہے تو عورتوں کو کس طرح متاثر نہیں کر سکتا؟ اپنے بھائیوں کے قتل ہونے سے پہلے دو دو یا تین شعر کہہ سکتی تھی لیکن جب وہ دونوں قتل ہو گئے تو اس کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے اور اس کے دل سے اشعار امڈنے لگے تو اس نے پر سوز اور حیرت انگیز مرثیے کہے خنساء اپنی شاعری میں بدویانہ و جاہلانہ طرز بیان پر قائم رہی اسلام کی وجہ سے اس کی طبیعت پر تھوڑا یا زیادہ اثر نہیں پڑا "

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

خنساء اپنے بھائی صخر کے مرثیہ میں کہتی ہے۔

اعینی جودا ولاتجمدا الا تبکیان لصخر الندی؟
الا تبکیان الجری الحمیل' الا تبکیان الفتی السیدا!
رفیع العماد طویل النجا' د' ساد عشیرته امردا
اذا القوم مدوا بایدیهم' الی المجد مد الیه یدا
فنال الذی فوق ایدیهم' من المجد ثم انتمی مصعدا
یحمله القوم ما عالهم' وان کان اصغرهم مولدا
وان ذکر المجد الفیته' تازر بالمجد ثم ارتدی

اے آنکھو! خوب آنسو بہاؤ' خشک نہ ہو جاؤ' کیا تم مجسمہ جود وسخا صخر کے لئے آنسو نہیں بہا سکتیں؟

کیا تم اس خوبصورت اور جوان مرد انسان پر سوگ نہیں منا سکتیں۔ کیا تم اس نوجوان سردار پر آنسو نہیں بہا سکتیں؟

جس کے خیمے کے ستون بلند' اور اس کی تلوار کا پرتلہ لمبا تھا اور وہ داڑھی آنے سے پہلے ہی قوم کا سردار بن چکا تھا۔

جب لوگوں نے عزت و وقار کے حصول کے لئے اپنے ہاتھ بڑھائے تو اس نے بھی شرافت کے لئے ہاتھوں کو بڑھایا

پھر اس نے ان کے ہاتھوں کے اوپر شرافت و بزرگی کو پالیا اور پھر وہ شرافت میں بڑھتا ہی چلا گیا۔

قوم اپنے اہم اور اعلیٰ پائے کے حال معاملات اس کے سپرد کر دیتی حالانکہ وہ پیدائش کے لحاظ سے ان سب سے چھوٹا تھا۔

جہاں کہیں سرور و مجد کا تذکرہ ہوتا وہاں تم سر سے پاؤں تک اسے شرافت میں ملبوس پاتے تھے۔

اسی صخر کا ایک اور جگہ یوں مرثیہ کہتی ہے۔

الا یا صخر ان ابکیت عینی' فقد اضحکتنی زمنا طویلا
دفعت بک الخطوب وانت حی' فمن ذا یدفع الخطب الجلیلا؟
اذا قبح البکاء علی قتیل' رایت بکاءک الحسن الجمیلا

اے صخر' اب اگر تو نے میری آنکھوں کو رلایا ہے تو تو نے ان کو طویل زمانے تک ہنسایا بھی تو تھا۔

جب تو زندہ تھا تو میں تیرے ذریعہ اپنی پریشانیاں دور کیا کرتی تھیں لیکن اتنی بڑی مصیبت کو کون دور کرے گا؟

جب کسی مقتول پر رونا برا سمجھا جائے تو میں تجھ پر رونے کو پھر بھی اچھا اور پیارا تصور کروں گی۔

خنساء مرثیہ کہتے ہوئے ساتھ ساتھ فخر کا بھی تذکرہ کرتی ہے۔

تعرقنی الدهر نهسا وحزا' و اوجعنی الدهر قرعا وغمزا
وافنی رجالی فبادوا معا' فاصبح قلبی بهم مستفزا
کان لم یکونوا حمی یتقی' اذا الناس فی ذاک من عزبزا
وخیل تکدس بالدارعین' وتحت العجاجة یجمزن جمزا

بیض الصفاح و سمر الرماح' فبالبیض ضربا وبالسمر وخزا
جزرنا نواصی فرسانها' وکانوا یظنون الا تجزا
نعف و نعرف حق القری' ونتخذ الحمد ذخرا وکنزا
ونلبس فی الحرب لنسیج الحدید' وفی السلم نلبس خزا وبزا

زمانے نے کاٹ بھون کر میرا تمام گوشت کھالیا اور مجھے مار کوٹ کر اذیت ناک کیا۔
میرے مردوں کو فنا کر دیا وہ سب ایک ساتھ ختم ہو گئے اب میرا دل ان کی وجہ سے
مضطرب ہے۔
اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے وہ بچنے والے کے لئے اس وقت جائے پناہ ہی نہ تھے جب
غالب آنے والا مرنے والے کا مال چھین لیتا ہے۔
اور گھوڑے زرہ ملبوس شہسواروں کو لے کر سرپٹ دوڑتے تھے اور غبار جنگ میں وہ
بہت تیزی سے چھلانگیں لگاتے تھے۔
جن کے سواروں کے پاس سفید چوڑی چمکدار تلواریں اور گندمی رنگ کے نیزے تھے
وہ تلواروں سے ان کو مارتے اور نیزوں سے انکو چھیدتے تھے۔
ہم نے ان سواروں کی پیشانی کے بال کاٹ دیئے (ان کو ذلیل و مغلوب کر دیا) جبکہ وہ
سمجھ رہے تھے کہ ان کے بال نہیں کاٹے جائیں گے اور وہ مغلوب نہیں ہوں گے۔
اور جو جنگوں میں شرکت کر کے یہ سمجھتا ہے کہ اسے نقصان نہیں پہنچے گا تو وہ ناممکن خیال
دل میں لاتا ہے۔
ہم باعث ننگ و عار امور سے پرہیز کرتے ہیں اور مہمانی کے فرائض خوب جانتے ہیں
اور ہم لوگوں کی زبانوں سے جاری شدہ تعریف کو خزانہ سمجھ کر ذخیرہ کر لیتے ہیں۔
جنگ میں ہم لوہے کی بنی ہوئی پوشاک (زرہ) پہنتے ہیں جبکہ امن و صلح کی حالت میں ہم
ریشم اور کتان کا لباس فاخرہ زیب تن کرتے ہیں۔

اس کے دیگر اشعار

ان الزمان و ما یفنی له عجب' ابقی لنا ذنبا واستوصل الراس
ان الجدیدین فی طول اختلافهما' لایفسدان ولکن یفسد الناس

بے شک زمانہ اور اس کی دائمی گردشیں بھی کیا عجیب عجیب کرشمے دکھاتی ہیں سر کو تو اس
نے جڑ سے کاٹ لیا لیکن دم ہمارے لئے باقی چھوڑ دی۔
دن اور رات طویل عرصے سے ایک دوسرے کے بعد آتے جاتے رہنے کے باوجود نئے

رہتے ہیں ان میں خرابی پیدا نہیں ہوتی جبکہ لوگوں میں تبدیلی اور خرابی آتی رہتی ہے۔

3۔ حضرت حسان بن ثابتؓ

پیدائش، پرورش اور حالات زندگی:۔

ابوالولید حسان بن ثابت انصاری مدینہ میں پیدا ہوئے زمانہ جاہلیت میں پرورش پاکر بڑے ہوئے اور شعرو شاعری میں زندگی گزاری آپ شاہان مناذرہ اور غساسنہ کی مدح و ستائش کرتے تھے اور ان سے تحفے تحائف لیتے تھے۔ لیکن غسانی بادشاہوں میں سے آل جفنہ کی بہت زیادہ مدح سرائی کی۔ اور زیادہ تر انہی کے پاس مدد مانگنے کے لئے جاتے تھے وہ بھی ان پر عطیات کی بارش کرتے اور انہیں نعمتوں سے مالا مال کر دیتے ان کے اسلام لانے اور ان کے نصرانی مذھب ہونے کی وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ قسطنطنیہ سے مسلسل ان کے تحفے تحائف آتے رہتے تھے جب رسول اکرمؐ نے مدینہ ہجرت کی تو دیگر انصار کے ساتھ حضرت حسان بھی اسلام لے آئے اور پھر اپنے آپ کو آنحضرتؐ کی مدح سرائی اور تعریف و توصیف کے لئے وقف کر دیا' جب کفار قریش کی طرف سے رسول اکرمؐ کی ہجو میں بہت سختی آگئی تو آپؐ نے صحابہ کو ارشاد فرمایا۔

"جن لوگوں نے اسلحہ کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی حمایت کی ہے انہیں زبان سے مدد کرنے سے کونسی چیز روک رہی ہے؟ تو حضرت حسان فوراً بولے میں یہ کام کروں گا اور پھر آپ نے لمبی زبان کو ناک کی نوک پر مارتے ہوئے کہا" اللہ کی قسم! اگر مجھے اس کے بدلہ میں بصری اور صنعاء کے برابر بھی زبان ملے تو قبول نہ کروں گا۔ خدا کی قسم اگر میں اسے چٹان پر رکھ دوں تو وہ دو ٹکڑے ہو جائے اور اگر بالوں پر رکھ دوں تو مونڈھ ڈالے"

رسول اکرمؐ نے فرمایا تو ان کی ہجو کیسے کہے گا میں بھی تو اس خاندان کا فرد ہوں تو حضرت حسان فرماتے تھے "میں آپ کو ان میں سے اس طرح بچا کر نکالوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے" تو آپؐ نے فرمایا "ان کی ہجو کہہ روح القدس تیرے ساتھ ہے" پھر آپؓ نے ان کی ہجو کہہ کر انہیں سخت اذیت پہنچائی اور ان کے منہ بند کر دیئے۔

اور آپ کی زبان کے نشتر انہیں اس طرح چبھتے تھے جیسے تاریک رات میں لگنے والے تیروں سے تکلیف پہنچتی ہے' کفار کی اس طرح ہجو کہنے پر آپ کی بڑی شہرت ہوئی اور آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوا پھر جب تک آپ زندہ رہے عزت و وقار کے ساتھ زندگی گزاری

بیت المال سے آپ کی ضروریات زندگی پوری کی جاتی تھیں حتی کہ آپ ایک سو بیس برس (120) کی عمر میں س 54ھ کو انتقال فرما گئے آخری عمر میں آپ کی بینائی جاتی رہی تھی۔

حضرت حسان کی شاعری:۔

حضرت حسان جاہلیت میں بستیوں کے شاعر جبکہ دور نبوت میں شاعر رسول اور اسلام میں یمنیوں کے شاعر تھے۔ آپ کے اشعار میں فخر' حماسہ' مدح اور ہجو گوئی کا عنصر نمایاں ہے یہ تمام موضوعات زور دار الفاظ اور قوی اسلوب کے متقاضی ہیں ابتدا میں ان کی شاعری پر غریب الفاظ اور مانوس اسلوب کا کچھ اثر ہوا تھا لیکن اسلام کی آمد کے ساتھ ہی اس کا خاتمہ ہو گیا پھر دین کی رواداری' کینہ و بغض کے خاتمے اور بڑھاپے کی آمد کی وجہ سے آپ کے اشعار میں ٹھہراؤ آگیا جامد شدہ محرکات کبھی کبھی صرف نبی اکرمؐ کی حمایت اور صحابہ کے دفاع میں ابھر آتے تھے لیکن اس صنف میں آپ کی شاعری کا بیشتر حصہ غیر معیاری ہے خوبیاں کم اور نقائص زیادہ ہیں اس پر سہل پسندی غالب آگئی تھی۔

آپ کی شاعری کے متعلق علامہ اصمعی کا تبصرہ ہے "شر کے موضوعات میں آپ کے اشعار زور دار تھے اور اسلامی خیر آنے کے بعد ان میں کمزوری پیدا ہو گئی اور آپ شاعری میں اپنی قوم پر فخر اور ذاتی عجب پسندی میں ابن کلثوم کے مشابہ ہیں اس کے باوجود کہ آپ ڈرپوک اور کمزور دل تھے۔

حسان کی شاعری کا نمونہ:۔

آپ کی ہجویہ شاعری سے اقتباس ؎

الا ابلغ اباسفیان عنی' مغلغلة فقد برح الخفاء
بان سیوفنا ترکتک عبدا' وعبد الدار سادتها الاماء
هجوت محمدا فاجبت عنه' وعند الله فی ذاک الجزاء
اتهجوه ولست له بکفء؟ فشرکما لخیرکما الفداء
لنا فی کل یوم من معد' سباب او قتال او هجاء
لسانی صارم لا عیب فیه' وبحری لاتکدره الدلاء
فان ابی ووالدتی وعرضی' لعرض محمد منکم وقاء

ابو سفیان کو میری جانب سے یہ پیغام پہنچادو کہ راز فاش ہو چکا ہے۔
ہماری تلواروں نے تجھے غلام بنا لیا ہے اور قبیلہ عبدالدار کی قیادت لونڈیوں کے ہاتھ میں ہے۔
تو نے حضرت محمدؐ کی ہجو کی تو مجھے اس کا جواب دینا پڑا اور مجھے تو اس دفاع کا اللہ کے ہاں بدلہ بھی ملے گا۔
کیا تو بھی حضرت محمدؐ کی ہجو کہتا ہے حالانکہ تو تو ان کے برابر کا نہیں ہے؟ تم دونوں میں سے جو بدترین ہے وہ بہترین پر قربان ہو۔
ہمیں معد قبیلے سے ہر روز بدزبانی' جنگ یا ہجو گوئی میں مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔
میری زبان تیز ہے اس میں کوئی نقص نہیں ہے اور میرے دریا کو ڈول گندا نہیں کر سکتے۔
میرے ماں باپ اور میری عزت و آبرو تمہاری دست درازیوں سے حضرت محمدؐ کی عزت و آبرو کو بچانے کے لئے ڈھال ہیں۔
نبی اکرمؐ کے پاس زبرقان کی قیادت میں بنو تمیم کا ایک وفد آیا اور فخریہ شاعری میں مقابلہ کرنے لگا جب انہوں نے شعر سنا دیئے تو آپؐ نے حضرت حسان کو ان کا جواب دینے کا حکم دیا تو آپؐ نے فرمایا۔

ان اللذوائب من فهر واخوتهم' قد بينوا سنة للناس تتبع
قوم اذا حاربوا ضروا عدوهم' اوحاولوا النفع فی اشیاعهم نفعوا
سجية تلک فيهم غير محدثة' ان الخلائق فاعلم شرها البدع
لايرفع الناس ما اوهت اكفهم' عند الدفاع ولايوهون مارقعوا
ان كان فی الناس سباقون بعدهم' فكل سبق لادنى سبقهم تبع
اعفة ذكرت فی الوحی عفتهم' لايطبعون ولا يزرى بهم طمع
لايفخرون اذا نالوا عدوهم' فان اصيبوا فلا خور ولا جزع

خاندان فہر کے معزز افراد اور ان کے بھائیوں نے مل کر انسانوں کے لئے قابل تقلید دستور بنا دیا ہے۔
وہ ایسی قوم ہے جب وہ جنگ کرتے ہیں تو دشمن کو نقصان پہنچاتے ہیں اور جب اپنے ساتھیوں کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں تو وہ انہیں فائدہ پہنچا دیتے ہیں۔
یہ عادت ان کی نئی یا مصنوعی نہیں ہے یہ سمجھ لو کہ بری عادتیں وہ ہوتی ہیں جو نئی بنائی

جاتی ہیں۔

ان کے ہاتھوں نے جو مدافعت میں بگاڑ دیا ہو لوگ اسے سدھار نہیں سکتے اور جسے وہ سدھارتے ہیں لوگ اسے بگاڑ نہیں سکتے۔

اگر ان کے بعد لوگوں میں کچھ سبقت لے جانے والے بھی ہوں تو ان کی ہر سبقت ان کی معمولی سبقتوں کے تابع ہی رہیں گی۔

یہ (ممدوح و موصوف) پاک باز ہیں وحی (قرآن) میں ان کی عفت و پاکبازی کا ذکر موجود ہے ان کے اخلاق خراب نہیں ہوتے اور نہ ہی لالچ یا حرص انہیں نقصان پہنچاتی ہے۔

اپنے دشمنوں کو نقصان پہنچا کر یہ مغرور نہیں بنتے اور اگر مخالفین کے ہاتھوں انھیں کوئی گزند پہنچے تو یہ جزع فزع کر کے بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

جبلہ بن ایہم کی مدح کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

لله دره عصابة نادمتهم' يوما بجلق فى الزمان الاول
يمشون فى الحلل المضاعف نسجها' مشيا الجمال الى الجمال البزل
والخالطون فقيرهم بغنيهم' والمشفقون على الضعيف المرمل
اولاد جفنة حول قبر ابيهم' ـ قبر ابن مارية الكريم المفضل
يسقون من وردا لبريص عليهم' بردى يصفق بالرحيق السلسل
يسقون درياق الرحيق ولم تكن' تدعى ولائدهم لنقف الحنظل
بيض الوجوه كريمة احسابهم' شم الانوف من الطراز الاول
فلبثت ازمانا طوالا فيهم' ثم ادركت كانني لم افعل

خدا تعالے دمشق کی اس جماعت کو خوش و خرم رکھے پہلے زمانے میں جن کی صحبت مجھے نصیب ہوئی تھی۔

وہ دوہری بنتی کے لباسوں میں اس طرح پر وقار انداز سے چلتے ہیں جیسے جوان اونٹ بوڑھے اونٹوں کی طرف چلتے ہیں۔

یہ اپنے فقیروں کو مالداروں کے ساتھ ملاتے ہیں اور کمزور اور محتاج لوگوں پر دست شفقت رکھتے ہیں۔

یہ جفنہ کی اولاد اپنے محسن و فیاض باپ ابن ماریہ کی قبر کے آس پاس بیٹھی ہے۔

جو ان کے پاس جاتا ہے اسے بریص اور بردی نہروں کا پانی پلاتے ہیں جو صاف شفاف اور شیریں پانی سے موجیں مار رہی ہے۔

وہ خالص اور عمدہ شراب پلاتے ہیں اور ان کی کنیزیں حنظل توڑنے جیسے معمولی معمولی کام کرنے کے لئے نہیں بلائی جاتیں (یعنی ان آسودہ حال لوگوں کے خدام بھی معمولی قسم کے کام سرانجام نہیں دیتے ان کا اپنا تو کیا کہنا)

یہ خوبصورت چہروں والے اور معزز خاندانی لوگ ہیں پرانی وضع کے لوگوں کی طرح غیرت مند اور بہادر ہیں۔

میں ان میں مدتوں رہا ہوں جبکہ آج ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے میں کبھی ان کے ساتھ رہا ہی نہیں تھا۔

آپ کا ایک اور شعر ہے۔

وان امرا یمسی ویصبح سالما' من الناس الا ما جنی لسعید

جو شخص صبح سے شام تک گناہوں اور لوگوں کے ظلم و ستم سے بچا رہا اور صرف اپنے کئے کا سامنا کرے تو وہ سعادتمند ہے۔

چند اور اشعار

رب علم اضاعه عدم الما' ل وجهل غطی علیه النعیم

ما ابالی انب بالحزن تیس' ام لحانی بظهر غیب لئیم

کتنے علم ہیں جن کو فقیری (عدم سرپرستی) نے ضائع کر دیا اور کتنی ہی حماقتیں ہیں جن پر دولت کی وجہ سے پردہ پڑا ہوا ہے۔

مجھے یہ پرواہ نہیں کہ پہاڑی سرزمین میں کوئی بکرا بڑ بڑائے یا کوئی کمینہ میری عدم موجودگی میں مجھے گالیاں دے (یعنی میرے لئے دونوں کے عمل یکساں ہیں)۔

4۔ حطیئہ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو ملیکہ جردل بن اوس عبسی خاندان عبس میں مشکوک النسب پیدا ہوا' اس کے خاندانی حالات غیر معروف ہیں' شرافت و بزرگی کا کوئی ناطہ اس کو حاصل نہ ہو سکا' محرومی' مظلومی اور ذلت و خواری کی حالت میں جوان ہوا' نہ تو گھر والوں کی مدد اس کے شامل حال رہی اور نہ ہی اسے خاندان کی طرف سے کوئی سہارا ملا۔ چنانچہ یہ روزی کمانے' لوگوں کے اپنے سے ظلم و ستم کو

روکنے' سماج سے اپنی حق تلفی اور اسے بے آسرا چھوڑ دینے کا بدلہ لینے کے لئے اس نے شاعری کا پیشہ اختیار کر لیا تمام برے عوامل نے اس سے گٹھ جوڑ کر لیا اور اسے رذالت اور معصیت کی تصویر بنا دیا اصمعی کے کہنے کے مطابق واقعہ وہ بد خلق' کمینہ سرشت' بے دین' بھکاری' مٹی' حریص' شر میں زیادہ اور بھلائی میں کم' کنجوس' بد شکل' ٹھگنا' بدوضع اور بد نسلی کی وجہ سے قبائل میں ناقابل قبول تھا اس نے کمینہ پن دکھانے کی انتہا کر دی' ہجو میں اپنی ماں' بیوی' بچوں حتی کہ اپنے آپ کو بھی معاف نہیں کیا' اسلام پھیلنے کے ساتھ یہ بھی مسلمان ہو گیا پھر متزلزل عقیدہ کے ساتھ واپس پلٹا لیکن دین اسلام بھی اس کی پست ذہنیت کو بلند نہیں کر سکا۔ اور نہ اس کی بے باکانہ گندی زبان کی درشتی کو کم کر سکا۔

اس کی زبان لوگوں کی عزت و آبرو کے متعلق مسلسل چلتی رہی اور لوگوں کو سخت ایذاء پہنچاتی رہی' حتی کہ رسول اکرمؐ کے صحابی حضرت عمرؓ کے گورنر زبرقان بن بدر اس پر جود و کرم اور احسانات کی بارش کرنے کے باوجود اس کی ہجو سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور اس نے زبرقان کے دشمن بغیض بن عامر کا ساتھ دیا بنوانف الناقہ کی تو مدح کی لیکن زبرقان کی ہجو کی انہوں نے امیرالمومنین حضرت عمرؓ سے فریاد کی آپ نے اسے قید کر دیا پھر اس نے آپؓ کی طرف اپنے اشعار بھیج کر معافی کی سفارش کی حضرت عمر نے اسے رہا کر دیا لیکن لوگوں کی ہجو کرنے سے سختی سے روک دیا' تو یہ کہنے لگا "اس طرح تو میرے بیوی بچے بھوکے مر جائیں گے یہی تو میرا پیشہ اور میری کمائی کا ذریعہ ہے" خلیفہ نے تین ہزار درہم کے بدلہ میں اس سے مسلمانوں کی عزتیں خرید لیں۔ وہ حضرت عمر کی وفات تک ہجویہ شاعری سے رکا رہا پھر اپنی اصلیت پر آ گیا پھر اسی حالت پر برقرار رہا حتی کہ موت نے 759ء میں ہمیشہ کے لئے اس کی زبان خاموش کر دی۔

حطیئہ کی شاعری:۔

حطیئہ کی شاعری پر زور' ہمہ گیر' خوش اسلوب اور رواں قافیہ والی ہے اور اس نے مدح' ہجو' نسب اور فخر میں متفرق موضوعات پر طبع آزمائی کی اگر یہ گھٹیا ذہن' کمینی حرص اور اوچھے پن کا مظاہرہ نہ کرتا تو مخضرم شعراء میں سے کوئی بھی اس کا ہم پلہ نہ ہوتا' کیونکہ اس کی شاعری میں آپ ترتیب میں خامی' لفظ میں رکاکت اور قافیہ کی بے قاعدگی نہیں پائیں گے جبکہ دیگر شعراء کی کلام میں آپ کو یہ نقائص بہت ملیں گے' لیکن کلام کی قدر و منزلت قائل کی شخصیت پر منحصر ہوتی ہے۔

حطیئہ بھی شاعری میں زہیر کی طرح غلامان شعر کی طرح شمار ہوتا ہے جو اپنے اشعار کو بہت چھان پھٹک کر بیان کرتے ہیں اس سے ایک قول نقل کیا جاتا ہے "بہترین اشعار وہ ہیں جن کو سال بھر چھان پھٹک کے بعد پیش کیا جائے" اس کی ہجو میں تلخی اور سختی کے باوجود آپ کو اس کی ہجو میں فحش بد کلامی اور عریانیت نہیں ملے گی' حتی کہ زبرقان کے متعلق ہجویہ اشعار میں سے ایک شعر نے تو حضرت عمرؓ کو بھی چونکا دیا تھا۔

دع المکارم لا ترحل لبغیتھا' واقعد فانت انت الطاعم الکاسی

آپ بلند کارناموں کے حصول کے مقصد کو چھوڑ دیں اور سفر کرنے کی بجائے آرام سے بیٹھیں کیونکہ آپ کے پاس کھانے اور پہننے کے لئے بہت کچھ ہے۔

حضرت عمر اس شعر میں طنز آمیز ہجو کو نہ سمجھ سکے حتی کہ یہ باریکی انھیں حضرت حسان نے سمجھائی۔

حطیئہ کی شاعری کا نمونہ:۔

جب حطیئہ کو زبرقان کے بارے میں برے سلوک کا علم ہوا تو وہ اسے چھوڑ کر بغیض کے پاس آگیا اور زبرقان کی ہجو میں یہ اشعار کہے۔

واللہ ما معشر لاموا امرا جنبا' فی آل لای بن شماس باکیاس
ما کان ذنب بغیض لا ابا لکم' فی بائس جاء یحدو آخر الناس
وقد مدحتکم عمدا لارشدکم' کما یکون لکم متحی وامراسی
لما بد الی منکم عیب انفسکم' ولم یکن لجر وحی فیکم اسی
ازمعت یاسا مبینا من نوالکم' ولکن یری طاردا للحر کالیاس
جار لقوم اطالوا ھون منزلہ' وغادروہ مقیما بین ارماس
ملوا قراہ وھرتہ کلبھم' وجرحوہ بانیاب واضراس
دع المکارم لاترحل لبغیتھا' واقعد فانک انت الطاعم الکاسی
من یفعل الخیر لا یعدم جوازیہ' لا یذھب العرف بین اللہ والناس

خدا کی قسم! جن لوگوں نے (مجھ) پردیسی کو آل لای بن شماس کی مدح کرنے پر طعن و تشنیع کی وہ عقل مند نہیں ہے۔

تمھارا باپ نہ رہے اس میں بغیض کا کیا جرم ہے صرف یہ کہ اس نے ایک بیچارے غریب کی امداد کی۔

میں نے تمہاری مدح صرف تمہیں یہ بتانے کے لئے کی تھی کہ میرا ڈول ڈالنا اور کھینچنا (ساری محنت) تمہارے لئے ہے۔

لیکن جب مجھے تمہاری خرابیاں اور عیوب نظر آئے اور اپنے زخموں کا مداوا مجھے تم میں کوئی نظر نہ آیا۔

تو میں تمہاری مدد اور اعانت سے بالکل مایوس ہو گیا اور شریف انسان کو ناامیدی سے زیادہ بھگانے والی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

(میں) ایسی قوم کا ہمسایہ رہا جنہوں نے اس کی بڑی توہین و تذلیل کی اور اسے قبرستان میں چھوڑ گئے۔

اس کی مہمان نوازی سے اکتا گئے اور ان کے کتے اس پر بھونکنے لگے اور انہوں نے اسے کچلیوں اور ڈاڑھوں کے ساتھ کاٹ کھایا۔

تو شرافت کے کارناموں کو چھوڑ دے اور ان کی خاطر سفر کرنا بھی ترک کر دے اور بیٹھ جا کیونکہ تیرے پاس کھانے پینے کے لئے بہت کچھ ہے۔

جو اچھائی کرتا ہے وہ اس کا بدلہ لئے بغیر نہیں رہے گا احسان اللہ کے نزدیک اور لوگوں میں فضول نہیں رہتا۔

مدح کرتے ہوئے وہ کہتا ہے۔

یسوسون احلاما بعیدا اناتها' وان غضبوا جاء الحفیظة والجد
اقلوا علیهم لا ابا لابیکم' من اللوم اوسدوا المکان الذی سدوا
اولئک قوم ان بنوا احسنوا البنا' وان عاهدوا اوفوا وان عقلوا شدوا
وان کانت النعماء فیهم جزوا بها' وان انعموا لا کدروها ولاکدوا
ویعذلنی فی الهیجا مکاشیف للدجا' بنی لهم آباء هم وبنی الجد
مطاعین لسنی ابناء سعد علیهم وما قلت الا بالذی علمت سعد

وہ ایسی عقلوں کا انتظام کرتے ہیں جن سے نرمی و تحمل دور ہے اور جب وہ غضبناک ہوتے ہیں تو ان میں سرگرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

تمہارے آباؤ واجداد کا برا ہو تم ان پر ملامت کم کرو ورنہ اس جگہ کو پر کرو جیسے انہوں نے پر کیا۔

وہ ایسے لوگ ہیں جب وہ کسی کے ساتھ دوستی یا احسان کرتے ہیں تو دوستی کو باحسن نبھاتے ہیں' اگر وہ کسی سے عہد کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں اور اگر کوئی معاملہ طے کرتے

ہیں تو اسے پختہ کرتے ہیں۔

اگر ان کے پاس مال و ثروت ہوتا ہے تو دوسروں کو اپنی دولت سے نوازتے ہیں اور وہ اپنے حسن سلوک کو احسان جتا کر مکدر نہیں کرتے۔ اور نہ اس کا عوض مانگ کر تکلیف پہنچاتے ہیں۔

جنگ میں وہ بڑے نیزہ باز ہیں اور دانشمندی کی وجہ سے تاریکیوں کو روشنی میں بدل دیتے ہیں یہ عزت و شرف انہیں ان کے آباؤ واجداد اور ان کے نصیب نے بخشا ہے۔

بنو سعد مجھے ان کی مدح کرنے کی وجہ سے ملامت کرتے ہیں حالانکہ میں نے وہی کہا ہے جو بنو سعد اپنے متعلق جانتے ہیں۔

اسلامی شعراء

عمر بن ابی ربیعہ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو الخطاب عمر بن ابی ربیعہ قرشی مخزومی مدینہ میں عین اس رات پیدا ہوا جب حضرت عمر فوت ہوئے لوگ کہنے لگے "کتنا بڑا حق اٹھ گیا اور کتنا بڑا باطل اس کی جگہ لے گیا" پھر وہ اپنے باپ عبداللہ کی نازو نعمتوں میں پلا بڑھا وہ رسول اکرمؐ اور آپ کے بعد تینوں خلفاء کا گورنر رہا" وہ خاصے مالدار اور آسودہ حال تھے۔ عمر نے مال و آسائش کی آسودگی' خوشحالی وفارغ البالی میں نشوونمایائی' وہ کامل یکسوئی سے شاعری کی طرف متوجہ ہوا اور بچپن ہی میں شعر کہنے کے لئے بے فکر ہو گیا لیکن جریر اور فرزدق جیسے بڑے بڑے شعراء اسے خاطر میں نہ لائے یہ مسلسل شاعری کی مشق کرتا رہا اس کی مشکلات کو آسان کرنے اور سلیس بنانے میں کوشش کرتا رہا تاآنکہ شاعری اس کے آگے جھک گئی اور اس کی تابع بن گئی جریر نے جب اس کا رائیہ قصیدہ سنا جس کا مطلع یہ ہے۔

امن آل نعم انت غاد فمبکر' غداة غد ام رائح فمهجر

کیا تو آل نعم کے پاس کل صبح صبح جائے گا یا شام کو جلدی جانے والا ہے۔

"یہ قریشی تو تک بندی کرتے کرتے اب بہترین شاعری کرنے لگا ہے" یہ شاعری میں غیر

مانوس اور غیر معروف راستے پر چل نکلا اس نے اپنی شاعری کو عورتوں کے اوصاف' ان کی باہمی ملاقاتوں اور ان کی آپس میں چھیڑ چھاڑ کو خوشنما الفاظ اور نئے اسلوب میں بیان کرنے میں محدود کر دیا چنانچہ گویے اور ہنسی مذاق والے لوگ اس کے گرویدہ ہو گئے گانے والیوں اور شراب نوشوں میں اس کو بڑی پزیرائی ملی' عوام الناس میں اس کی شاعری خوب گائی اور سنائی جانے لگی۔ حتی کہ غیرت مندوں اور پرہیز گار لوگوں نے اس کے خلاف شور مچا دیا۔

ابن جریج کا قول ہے "پردہ دار لڑکیوں کے پردہ میں ابن ابی ربیعہ کے اشعار سے زیادہ ضرر رساں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی" لیکن اس کی شرارت اسی حد پر ختم نہ ہوتی تھی بلکہ وہ حج کرنے والی عورتوں کے پیچھے لگ جاتا۔ امیر زادیوں اور شریف زادیوں سے عشقیہ شاعری کے ساتھ اظہار محبت کرنے لگتا اور طواف کرتی ہوئی محرم عورتوں کے اوصاف بیان کرتا' اور ارباب حکومت اس کی خاندانی رعایت' اس کی شاعری پر فخر' اور اس کی از خود توبہ کا انتظار کرتے ہوئے تحمل مزاجی اور بردباری سے اس کی ان حرکات کو برداشت کرتے رہے' لیکن خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اس کے اس بے ہنگم مذاق اور اندھا دھند تمسخر اور اس کے جہالت میں انہماک کو برداشت نہ کر سکے اسے "دھلک" کی طرف جلاوطن کر دیا جو کہ یمن اور حبشہ کے علاقے میں بحر احمر کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ تھا جہاں بنو امیہ بطور سزا لوگوں کو جلاوطن کیا کرتے تھے۔ یہ اتنی دیر تک وہاں رہا جب تک اس نے یہ عشقیہ شاعری چھوڑنے کی قسم نہیں اٹھائی۔ اور اللہ سے مخلص ہو کر توبہ نہ کر لی یہ وہاں سے نہ آیا شاید اس کی قسم سچا کرنے میں اس کے بڑھاپے نے اس کی مدد کی' یہ پھر زاہد و عابد بن گیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عمر ذہنی طور پر نیک تھا وہ صرف اشعار میں باتیں کہتا تھا لیکن ایسا کرتا نہ تھا وہ اوپر منڈلاتا تھا لیکن اترتا نہ تھا۔

کہتے ہیں کہ جب وہ آخری مرتبہ بیمار ہوا تو اس کا بھائی حارث گھبراہٹ کی وجہ سے سخت پریشان تھا تو عمر اسے کہنے لگا میرا خیال ہے تو اس وجہ سے پریشان ہے جو تیرا میرے متعلق ذہن ہے۔ اللہ کی قسم میں نے کبھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا تو وہ کہنے لگا مجھے تیرے متعلق اسی بات کا خطرہ تھا جو تو نے مجھ سے دور کر دیا۔

عمر کی شاعری:۔

عمر کے اشعار دل میں اتر کر نفس میں رقت پیدا کر دیتے ہیں کیونکہ یہ آسان ہیں اس کے

الفاظ خوشنما' وصف عمدہ' گرفت مضبوط اور زود فہم ہیں اس کی اس قسم کی شاعری جمال کی تعریف اور عورت کے اوصاف بیان کرنے میں طبیعتوں کے ساتھ ہم آہنگ اور ان کی خواہشات کے مطابق ہے' وہ اپنے حسب و نسب' جوانی اور اپنی دولت کے بل بوتے پر وہ کچھ کہنے میں کامیاب ہو گیا جسے کہنے کی دوسرا کوئی جرات نہ کر سکا' اس نے غزل کو افسانوی رنگ دیا وہ عورتوں کا تذکرہ کرتا ہے' ان کی باتیں اور ان کے آپس کے جنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ کو بیان کرتے ہوئے اپنے آپ کو ان کے ساتھ شامل کرتا ہے یہ لوگوں کے ذہنوں پر اس طرح چھا گیا کہ انہیں مجبوراً اعتراف کرنا پڑا کہ قریش میں شاعر ہے جبکہ اس سے قبل وہ اس بات کے منکر تھے اور شعراء پر اس کا سکہ جم گیا حتی کہ جریر بول اٹھا۔ "خدا کی قسم! یہی وہ شاعری ہے جس کا تمام شعراء قصد و ارادہ کرتے ہیں لیکن وہ اس تک پہنچنے میں غلطی کرتے ہیں اور محبوب کے کھنڈرات کے ذکر میں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔

اس کے باوجود آپ کو اس کی شاعری میں جمیل اور کثیر جیسے گہرے احساسات اور محبت کا پاکیزہ وصف نہیں ملے گا' وہ عورت باز تھا ان کے ساتھ میل جول اور گفت و شنید کرنا' دل بہلانا اور لطف اندوز ہونا پسند کرتا تھا لیکن وہ ان میں سے کسی سے بھی سچی محبت نہیں کرتا تھا سوائے ایک عورت کے' ثریا بنت علی بن عبداللہ بن حارث سے اس کا معاملہ صحیح عشق و محبت کے ساتھ مشابہ تھا۔

عمر کی شاعری:۔

اپنے ایک غزلیہ قصیدہ میں وہ کہتا ہے۔

تحن الی نعم فلا الشمل جامع' ولا الحبل موصول ولا انت مقصر
قفی فانظری اسماء هل تعرفینه' اهذا المغیری الذی کان یذکر؟
اهذا الذی اطریت نعتا فلم اکن' وعیشک انساه الی یوم اقبر
لئن کان ایاه لقد حال بعدنا' عن العهد والانسان قد یتغیر
رات رجلا اما اذا الشمس عارضت' فیضحی واما بالعشی فیخصر
اخاسفر'جواب ارض تقاذفت' به فلوات فهو اشعث اغبر
قلیلا علی ظهر المطیة ظله' سوی مایقی منه الرداء المحبر

تجھے نعم سے ملنے کا شوق ہے' نہ تو جدائی ملانے والی ہے' نہ رسی جڑ سکتی ہے اور نہ تو ہی اس کی محبت کو چھوڑنے والا ہے۔

اسماء ٹھہرو ذرا دیکھو تو کیا تو اسے جانتی ہے؟ کیا یہ وہی مغیری ہے جس کا بڑا چرچا ہوتا تھا۔
کیا وہ یہی ہے جس کی تعریف میں تو نے بہت مبالغہ آمیزی کرتے ہوئے کہا تھا۔ "تیری زندگی کی قسم! میں تجھے قبر کے دن تک نہیں بھول سکوں گی۔
اگر وہ یہی ہے تو ہمارے بعد اس کی وعدے کے متعلق حالت تبدیل ہو گئی اور انسان مختلف حالتیں بدلتا رہتا ہے۔
اس نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جو دن بھر دھوپ کی تمازت میں جلتا ہے اور رات کو سردی میں مرتا ہے۔
وہ دائمی مسافر ہے' زمین کی مسافتیں طے کرنے والا ہے اور جنگل در جنگل پھرنے کی وجہ سے اس کے بال گرد آلود اور پراگندہ ہیں۔
اس کی سواری کے اوپر سایہ کرنے کے لئے ایک منقش چادر کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

واعجبها من عيشة ظل غرفة' وريان ملتف الحدائق اخضر
ووال كفاها كل شيى يهمها' فليست لشيى آخر الليل تُسهر
وليلة ذى دوران حبشمنى الكرى' وقد يجشم الهول المحب المغرر
وبت رقيبا للرفاق على شفا' ولى مجلس لولا اللبانة اوعر
فقلت اباديهم فاما اقوتهم' واما ينال السيف ثاراً فيثار
فلما فقدت الصوت منهم واطفئت' مصابيح شبت للعشاء وانور
وغاب قمير كنت ارجو غيوبه' وروح رعيان ونوم سمر

اس عورت کے لئے حیران کن چیز اس کا آرام سے کمرے کے سائے میں رہنا اور گھنے سرسبز درختوں والے باغ میں آسودہ زندگی بسر کرنا ہے۔
مزید برآں اس کا نگران (شوہر) موجود ہے جو اس کی تمام ضروریات پوری کرتا ہے جسکی بناء پر اسے رات کے آخری حصے تک کسی کام کے لئے جاگنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔
شب ذی دوران میں مجھے نیند کے جھونکوں نے پریشان کر دیا۔ عاشق زار خطرات کی دشواریاں برداشت کر لیتا ہے۔
میں نے رات کو ایک کنارے بیٹھ کر دوستوں کی نگرانی کی اور اگر یہ عشق کی غرض سے نہ ہوتا تو مجھ پر بیٹھنا گراں گزرتا۔
پھر میں نے کہا میں ان سے بدلہ لیتا ہوں یا تو میرا وار ان سے خالی جائے گا یا پھر تلوار انتقام لے گی۔

پھر جب مجھ سے ان کی آواز بھی غائب ہو گئی اور روشنیاں بجھ گئیں جو رات کو روشن کی گئی تھیں۔

پھر وہ چھوٹا سا چاند بھی غروب ہو گیا جس کے غروب ہونے کا مجھے انتظار تھا اور چرواہوں نے اپنے جانوروں کو آرام کرنے کے لئے چھوڑ دیا اور شب بیداری کی محفلیں ختم ہو گئیں۔

ونفضت عنی النوم اقبلت مشیة' الحباب ورکنی خیفة القوم ازور
فحییت اذ فاجاتها فتوالت' وکادت بمهجور التحیة تجهر
وقالت وعضت بالبنان فضحتنی' وانت امرو میسور امرک اعسر
ارایتک ان هنا علیک الم تخف' رقیبا وحولی من عدوک حضر
فلما تقضی اللیل الا اقله' وکادت توالی نجمه تتغور
اشارت لاختیها اعینا علی فتی' اتی زائرا والامر للامر یقدر
واقبلتا فارتاعتا ثم قالتا! اقلی علیک اللوم فبالخطب ایسر

میں نے اپنی نیند کو دور کر دیا اور حباب کی مانند دبے پاؤں چلا اور میرا سر لوگوں کے ڈر کی وجہ سے جھکا ہوا تھا۔

پھر جب اچانک میں اس (محبوبہ) کے پاس آیا اور میں نے اسے سلام کیا تو وہ مجھ سے بچنے لگی اور لگتا تھا کہ وہ مجھے بلند آواز سے برا بھلا کہے گی۔

پھر انگلیوں کو دانتوں میں دباتے ہوئے بولی! تو نے تو مجھے رسوا کر دیا اور تو تو ایسا انسان ہے تیرا تو آسان کام بھی مشکل ہے۔

کیا خیال ہے اگر ہم تیرے لئے نرم ہو بھی گئے تو تم اپنے ارد گرد موجود دشمنوں سے نہیں ڈرو گے۔ جو ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔

جب رات ختم ہونے پر آ گئی اور بہت تھوڑی سی رہ گئی اور تارے بھی ایک ایک کر کے ڈوبنے لگے۔

تو اس نے خاموشی سے اپنی دو سہیلیوں سے کہا اس نوجوان کی مدد کرو یہ ملاقات کے لئے آیا ہے اور ایک بات سے دوسری بات کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

وہ دونوں سامنے آئیں' چونکیں پھر کہنے لگیں تم مایوس نہ ہو تا معاملہ بہت آسان ہے۔

یقوم فیمشی بیننا متنکرا' فلا سرنا یفشو ولا هو یظهر
فکان مجنی دون من کنت اتقی' ثلاث شخصوص کاعبان و معصر
فلما اجزن ساحة الحی قلن لی' الم تتق الاعداء واللیل مقمر؟

وقلن اهذا دابک الدهر سادرا' اما تستحی اوترعوی اوتفکر
اذا جئت فامنح طرف عینیک غیرنا' لکی یحسبوا ان الهوی حیث تنظر
هنئا لبعل العامریة نشرها' اللذیذ وریاها الذی اتذکر

یہ کہڑا ہو جائے اور ہمارے درمیان انجان بن کر چلنے لگے اس طرح نہ تو ہمارا راز فاش ہو گا اور نہ اسے کوئی دیکھے گا۔

تو میں اس وقت تین اشخاص کی آڑ میں چھپا ہوا تھا دو تو ابھری ہوئی چھاتی والیاں تھی اور ایک نوجوان بالغ عورت تھی۔

جب ہم نے قبیلہ کا میدان طے کر لیا تو وہ مجھے کہنے لگیں تجھے دشمنوں سے ڈر نہیں لگتا حالانکہ رات بھی چاندنی ہے؟

اور کہنے لگیں کیا تو عمر بھر اسی عادت پر قائم رہے گا۔ تمہیں کبھی شرم نہیں آئے گی' اپنے حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے یا اپنی حالت کے متعلق کبھی نہیں فکر کرو گے؟

جب تم ہم سے ملنے کے لئے آیا کرو تو (دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے) آنکھوں سے دوسری طرف دیکھا کرو تاکہ لوگ سمجھیں یہ جدھر دیکھ رہا ہے ادھر ہی اس کو محبت ہے۔

عامریہ کے شوہر کو اس کی پیاری خوشبو اور مہک مبارک ہو جسے میں اب تک یاد کرتا ہوں۔

اس کے چند اور اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

الالیت انی یوم تقضی منیتی' لثمت الذی مابین عینیک والفم
ولیت طهوری کان ریقک کله' ولیت حنوطی من مشاشک والدم
الا لیت ام الفضل کانت قرینتی' هنا او هنا فی جنة او جهنم

کاش میں اپنی موت آنے سے پہلے تیری آنکھوں اور منہ کی درمیانی جگہ (رخساروں) کو چوم لیتا۔

کاش میرے غسل کا پانی کبھی تیرا لعاب دھن ہوتا' کاش میری لاش کی حفاظت کے لئے لگایا جانے والا مسالحہ حنوط تیرا خون اور تیری ہڈیاں ہوتیں۔

کاش کسی طرح ام الفضل میری رفاقت میں آجائے یہاں یا وہاں جنت میں یا جہنم میں۔

ثریا یمن میں تھی تو اس نے ثریا کی طرف یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

کتبت الیک من بلدی' کتاب مولهٔ کمد
کئیب واکف العینین' سین بالحسرات منفرد

یورقه لهیب الشو ق بین السحر والکبد
فیمسک ، قلبه بید' ویمسح عینه بید

میں نے تجھے اپنے وطن سے خط لکھا جس طرح ایک دلگیر اور غمزدہ لکھتا ہے۔
وہ غم زدہ ہے حسرت کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور وہ تنہا ہے۔
اسے پھیپھڑے اور جگر کے درمیان بھڑکنے والی آگ بے خواب کر رہی ہے۔
چنانچہ وہ ایک ہاتھ سے تو اپنے دل کو تھامے ہے اور ایک ہاتھ سے آنکھوں سے بہے آنسوؤں کو پونچھتا ہے۔

اخطل

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو مالک غیاث بن غوث تغلبی جزیرہ فراتیہ میں اپنے آبائی مذھب عیسائیت پر پیدا ہوا اور جزیرہ میں ہی اس نے نشوونما پائی بچپن میں ہی ماں کیطرف سے صدمہ کا شکار ہوا اس کی سوتیلی ماں نے اس کی غیر مناسب تربیت کی چنانچہ یہ جوان ہو کر منہ پھٹ' زبان دراز' بدباطن اور شرابی بن گیا بچپن سے ہی اس کی شاعری کی ابتدا ہو چکی تھی اس نے تغلبی شاعر کعب بن جعیل سے ہجویہ شاعری میں مقابلہ کیا اور اس کا ناطقہ بند کر دیا یہیں سے اس کا چرچا ہو گیا' ولی عہد یزید بن معاویہ نے جب کعب بن جعیل کو انصار کی ہجو کہنے کے لئے بلایا کیونکہ عبدالرحمان بن حسان نے اس کی بہن کو اشعار میں بدنام کیا تھا لیکن کعب انصار کے انتقام سے ڈر گیا اور اس نے اخطل کا نام بتا دیا اور کہا کہ وہ انصار کو خوب آڑے ہاتھوں لے گا چنانچہ اس کی شہرت اور عروج کے لئے یہی سلسلہ سبب بن گیا وہ یزید کے ساتھ مل گیا اور انصار کی ہجو کی وہ غضبناک ہو گئے اور حضرت معاویہ کے پاس شکایت کی تو حضرت معاویہ نے اس معاملہ میں انصار کو ہی فیصلہ کا اختیار دے دیا انہوں نے فیصلہ دیا کہ اس کی زبان کاٹ دی جائے لیکن یزید نے درمیان میں پڑ کر انصار کو راضی کر لیا چنانچہ انہوں نے اسے معاف کر دیا۔

خلفاء بنو امیہ اس کے احسان کے پیش نظر اسے احترام دیتے تھے اور اسے ہر جگہ پیش پیش رکھتے تھے خصوصا عبدالملک بن مروان نے اخطل سے قبائل قیس اور ان کے شاعروں کا جواب دینے میں تعاون حاصل کیا تھا جو عبدالملک کے دشمن اور آل زبیر کے حامی تھے چنانچہ اس نے اخطل پر دربار کی پابندیاں اٹھا دیں' اور اس کے ساتھ احسن برتاؤ کرتا اور اس کو عطاؤں

اور بخششوں سے مالا مال کر دیتا' عبدالملک کے ہاں اخطل کی قدر و منزلت کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے کہ یہ ریشمی جبہ پہنے' گردن میں سونے کی صلیب لٹکائے اور داڑھی سے شراب کے قطرے بہاتے ہوئے بلا روک ٹوک دربار میں آ جاتا تھا۔

جریر اور فرزدق کے مجویہ مقابلے میں اس کی آمد کا سبب یہ ہوا کہ کسی نے اس سے پوچھا کہ ان دونوں میں سے کونسا شاعر زیادہ اچھا ہے تو اس نے فرزدق کے متعلق اشارہ کیا جریر کو جب اسکے اس فیصلے کا علم ہوا تو وہ بہت غصے میں آ گیا اور اس نے اخطل کی ہجو کہہ ڈالی ان میں ایک شعر یہ ہے۔

یا ذا الغباوۃ ان بشرا قد قضی' الا تجوز حکومۃ النشوان

اے غبی ذہن کے مالک! بشر کا فتوی ہے کہ شرابی فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں۔

اخطل نے بڑھاپے اور طبیعت کی پژمردگی کے باعث ڈھیلا سا جواب دیا جریر نے اپنے بیٹے کے سامنے اپنے اشعار میں یوں کہتے ہوئے اقرار کیا کہ "میں نے اسے پایا کہ اس کی ایک کچلی تھی اگر اس کی دو کچلیاں ہوتیں تو وہ مجھے کھا جاتا اخطل بنوامیہ میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا تا آنکہ عمر بن عبدالعزیز نے اسے اپنے دور میں جلا وطن کر دیا لہٰذا کبھی یہ دمشق میں چلا جاتا اور کبھی جزیرہ میں جا کر رہنے لگ جاتا اور یہ اس طرح 70 سال کی عمر میں ولید بن عبدالملک کی خلافت کے دوران فوت ہو گیا۔

اخطل کی شاعری:۔

اخطل اپنے دور کے تین بلند پایہ شعراء میں سے ایک ہے اور وہ یہ ہیں جریر اور فرزدق' اس پر تو لوگوں کا اتفاق ہے کہ یہ تینوں معاصرین اپنے زمانہ کے بہترین اور نامور شاعر ہیں لیکن اختلاف اس میں ہے کہ ان میں افضل کون ہے سچی بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں ہی کچھ امتیازی اوصاف اور خوبیاں ہیں۔

اخطل مدح اور شراب کا وصف بیان کرنے میں' ہجو میں بدکلامی کی کمی ہونے' اور لمبے لمبے قصیدوں میں بلا ضرورت الفاظ کی بھرتی اور دیگر خامیوں سے پاک صاف ہونے میں ممتاز ہے نیز وہ اپنی طبیعت میں غور و فکر اور چھان بین کرنے کی بناء پر بھی اعلیٰ ترین شاعر ہے' بعض مرتبہ وہ اپنے مدحیہ قصیدے کو ایک سال تک روکے رکھتا بعض دفعہ اس کا قصیدہ نوے اشعار پر مبنی ہوتا تو سال بھر کی کانٹ چھانٹ کے بعد وہ صرف ایک تہائی رہ جاتے یہ اس پر اکتفا کرتا۔ یہ اپنی

شوخی طبیعت کی بناء پر کسی کا مرثیہ نہیں کہتا تھا اس کے متعلق یزید بن معاویہ کے مرثیہ میں چار اشعار کے علاوہ کوئی شعر نہیں ہے' یہ بھی اس لئے کہ اس کی شہرت ناموری اور آسودگی کا اصلی سبب یہی تھا اخطل بڑا خود پسند تھا وہ اعشی کے علاوہ کسی کو اپنے سے برتر نہیں سمجھتا تھا اسی وجہ سے یہ اس کے اسلوب پہ جاری رہا۔

اخطل کی شاعری کا نمونہ:۔

عبدالملک بن مروان کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

نفسی فداء امیر المومنین اذا' ابدی النواجذ یوما عارم ذکر
الخائض الغمرۃ المیمون طائرہ' خلیفۃ اللہ یستسقی بہ المطر
فی نبعۃ من قریش یعصمون بہا' ما ان یوازی باعلی نبتہا الشجر
حشد علی الحق عیا فوالخنائف' اذا المت بہم مکروھۃ صبروا
لایستقل ذووا الاضغان حربہم' ولا یبین فی عبدانہم خور
شمس العداوۃ حتی یستقادلہم' واوسع الناس احلاما اذا قدروا
ھم الذین یبارون الریاح اذا' قل الطعام علی العافین اوقتروا
بنی امیۃ نعماکم مجللۃ' تمت فلا منۃ فیہا ولاکدر

میں ایسے امیرالمومنین پر قربان ہو جاؤں جو اس وقت جنگ میں کود پڑتے ہیں جبکہ شدت جنگ کے وقت بہادر اور جنگجو بھی مقابلہ کی سختی کی وجہ سے اپنی براچھیں کھول دیتا ہے۔

وہ بڑے برکت والے اور نصیب والے ہیں اللہ کے خلیفہ ہیں جنہیں لوگ ساتھ لے جا کر بارش کی دعا مانگتے ہیں۔

خاندان قریش کے فرد ہیں لوگ جن کی پناہ مانگتے ہیں اور جن سے بڑھ کر کوئی معزز و برتر نہیں۔

حق کے ساتھ وابستگی رکھتے ہیں غیر مہذب باتوں کو ناپسند کرتے ہیں بڑے غیور اور خوددار ہیں اگر ان پر کوئی صبر آزما مرحلہ آتا ہے تو حوصلے سے کام لیتے ہیں۔

دشمن ان سے مذبھیڑ کرنے کو کھیل تماشہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی ان کی قوت و طاقت میں کسی قسم کی کمزوری دکھائی دیتی ہے۔

جب تک دشمن سے انتقام نہ لے لیں بڑے کینہ ور اور جنگجو لوگ ہیں لیکن جب اختیار پالیتے ہیں تو نہایت تحمل مزاج اور بردبار ہیں۔

یہی لوگ ہیں جو قحط سالی میں سرد ہواؤں کا مقابلہ کرتے ہیں اور مانگنے والوں کو کھانا کم ملتا ہے اور وہ تنگ دست ہو جاتے ہیں۔

اے بنی امیہ! تمہارے احسانات لاتعداد بہت بڑے اور عام ہیں جن کا نہ تو احسان جتایا جا سکتا ہے اور نہ ہی وہ (کمینی حرکت کر کے) اس کو مکدر کرتے ہیں۔

انصار کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے۔

واذا نسبت ابن الفریعة خلته' کالجحش بین حمارة وحمار
لعن الاله من الیود عصابة' بالجزع بین صلیصل وصرار
قوم اذا هدر العصر رایتهم' حمرا عیونهم من المسطار
خلوا المکارم لستم من اهلها' وخذوا مسا حیکم بنی النجار
ذهبت قریش بالمفاخر کلها' واللوم تحت عمائم الانصار

ابن فریعہ کا نسب نامہ بیان کرتے وقت تم اسے اسی طرح پاؤ گے جس طرح گدھے کا بچہ گدھے اور گدھی کے درمیان۔

یہود کی ہر اس اولاد پر اللہ کی لعنت ہو جو صلیصل اور صرار کے درمیانی علاقہ میں رہتی ہے۔

یہ (انصار) ایسی قوم ہے جب شراب جوش مارے تو تم ان کی آنکھیں شراب کے نشہ کی وجہ سے سرخ دیکھو گے۔

اے بنو نجار یہ شرافت و بزرگی کے معیار کو چھوڑ دو تم اس کے قابل نہیں ہو بس تم اپنے پھاوڑے پکڑو اور کام کرو۔

ہر قسم کا فخر تو قریش لے گئے اور ذلت و پستی انصار کے ذمہ پڑ گئی۔

اخطل کے چند اور اشعار۔

والناس همهم الحیاة ولا اری' طول الحیوة یزید غیر جنال
واذا افتقرت الی الذخائر لم تجد' ذخرا یکون کصالح الاعمال

لوگوں کی تمام جدوجہد اور تگ و دو کا ماحاصل یہ ہے کہ ان کو زندگی مل جائے لیکن میرے خیال میں لمبی زندگی سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

جب تمہیں ذخیروں کی ضرورت پڑ جائے تو نیک اعمال سے زیادہ کسی چیز کو نہیں پاؤ گے۔

فرزدق

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو فراس ہمام بن غالب تمیمی کی ولادت و پرورش بصرہ میں ہوئی وہ آغوش ادب میں پلا فصاحت کے ماحول میں جوان ہوا اس کا باپ اسے شاعری پڑھانے اور شعر کہنا سکھانے لگا حتی کہ اس کی طبیعت اس کے لئے مانوس ہو گئی اور اس کی زبان سلیس ہو گئی جنگ جمل کے بعد ایک دن اس کا والد اس کو بچپنے کی عمر میں حضرت علیؑ کی خدمت میں بطور فخر لے کر حاضر ہوا تو حضرت علی نے اسے کہا کہ اس بچے کو قرآن مجید پڑھاؤ یہ اس کے لئے شاعری سے بہتر ہے' یہ الفاظ فرزدق کے دل پر نقش کر گئے حتی کہ یہ بڑا ہوا اور اس نے حفظ قرآن کا پختہ عزم کر لیا اور اپنے آپ کو بیڑیوں میں مقید کر لیا اور قسم کھائی کہ قرآن حفظ کرنے کے بعد کھولے گا چنانچہ اس نے اپنی قسم سچی کر دکھائی اور اس نے حفظ کر لیا۔

پھر مصر کے حکمرانوں کے پاس جاملا کبھی ان کی مدح کرتا اور کبھی ہجو کرتا کبھی وہ اس کو اپنا مقرب بنا لیتے اور کبھی اسے راندہ درگاہ بنا دیتے پھر اس نے شام میں اموی خلفاء کی مدح سرائی کی خصوصا عبدالملک بن ہشام نے اس کو تحفے تحائف دیئے لیکن یہ آل علی کی حمایت کرنے کی وجہ سے ان میں کامیابی حاصل نہیں کر سکا۔

فرزدق جریر کا ہم عصر تھا ان دونوں کی آپس میں منافرت اور حسد تھا جریر اور بعیث نامی شاعر کے درمیان ہجو گوئی کا مقابلہ ہو رہا تھا حتی کہ فرزدق بعیث کی صف میں کھڑا ہو گیا اور اس کی مدد کی' جریر کو غصہ آیا اس نے اس کی ہجو کہہ ڈالی فرزدق نے اس کے جواب ہجو کہہ دی پھر یہ ہجویہ شاعری کا سلسلہ دس سال تک چلتا رہا دونوں کے ذہن کھل گئے اور زبانیں تیز ہو گئیں' جس نے ان کی برجستہ گوئی' مناظرہ اور صدق نگاہ کی قوت کو بڑھا دیا لوگ ان دونوں مشاعروں کے بارے میں دو حصوں میں بٹ گئے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے شاعر کی مکمل کر حمایت کی حامیان فرزدق میں سے تو ایک شخص نے اعلان کر دیا تھا کہ جو فرزدق پر جریر کو غالب کر دے اسے چار ہزار درہم اور ایک گھوڑا انعام میں دیا جائے گا۔ فرزدق بدکار' فحش کلام عریاں ہجوگو' دینداری میں کمزور' پاک باز عورتوں پر تہمت لگانے والا تھا وہ خاندان شرافت کے محل میں پناہ لے لیتا تھا اور اس وجہ سے ہر قسم کے فضائل و رذائل سے کام لے کر اس کی ہجو کہتا تھا پھر بھی نہ تو اسے شکست دے سکا اور نہ ہی اسے ناکام بنا سکا۔

آل علی کی مدافعت میں اس کے کچھ اچھے کارناموں کا پتہ چلتا ہے جن میں اس نے ان کی مکمل کر حمایت کی ہے۔ اور شجاعت دکھائی ہے مثلاً ہشام بن عبدالملک سے اس کی ملاقات کا واقعہ' جب ہشام نے لوگوں کی نگاہ میں علی بن حسین کی والہانہ عقیدت دیکھی تو تجاہلانہ انداز میں لوگوں سے پوچھنے لگا (یہ کون ہے؟) تو فرزدق کو یہ سوال سن کر بہت دکھ لگا اس نے اس کے جواب میں ایک قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے۔

هذا الذی تعرف البطحاء وطاته' والبیت یعرفه والحل والحرم

یہ وہ ہستی ہے کہ سرزمین بطحاء جس کے قدموں کی چاپ کو پہنچانتی ہے خانہ کعبہ' حل اور حرم سبھی مقامات اسے جانتے ہیں۔

تو ہشام نے اسے قید کر دیا پھر جب اس نے ان کی ہجو کی تب جا کر کہیں چھوڑا فرزدق تقریباً 110ھ میں سو سال کی عمر پا کر فوت ہوا۔

فرزدق کی شاعری:۔

فرزدق کو اپنی اصلیت اور خاندان پر بڑا ناز تھا اسے اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے بیان کرنے اور سنانے کا بہت شوق تھا۔ حتی کہ وہ خلفاء کے سامنے بھی اس کا اظہار کرنے سے نہ رکتا۔ اسی بناء پر اس کی شاعری میں فخریہ عنصر نمایاں ہے فخریہ کلام پر زور الفاظ' شوکت اسلوب' غیر مانوس الفاظ' اور واقعات عرب اور ان کے حسب و نسب کا ذکر طرز بیان میں جاہلی آزاد کا تقاضا کرتی ہے' اسی بناء پر راوی اور نحوی اس کی شاعری کو ترجیح دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "اگر فرزدق کی شاعری نہ ہوتی تو عربی زبان کا ایک تہائی حصہ تلف ہو جاتا" اس کے باوجود وہ اپنے اشعار کی درشتی سے ہمیشہ نالاں رہا اور اس کی آرزو رہی کہ اسے جریر کی رقت آمیزی مل جائے کیونکہ وہ فحش گو ہے اور جریر کو اسکی درشتی مل جائے کیونکہ وہ پاکباز ہے اس بات کی تائید اخطل کے اس فیصلہ سے ہوتی ہے جسمیں اس نے کہا ہے کہ "فرزدق چٹان سے شعر نکالتا ہے جبکہ جریر سمندر سے چلو بھر کر کہتا ہے علاوہ ازیں فرزدق ہجو گوئی میں سخت' وصف بیان میں جدت طراز' مدح میں درمیانہ اور مرثیہ گوئی میں متاثر کن نہیں ہے۔

فرزدق کی شاعری کا نمونہ:۔

اذا اغبر آفاق السماء وکشفت' بیوتا وراء الحی نکباء حرجف

واصبح مبیض الصقیع کانہ' علی سروات النیب قطن مندف
تری جاز نافیہ بخیروان جنی' فلا ھو مما ینطف الجار ینطف
وکنا اذا نامت کلیب عن القری' الی الضیف نمشی بالعبیط ونلحف
لناالعزۃ القعساء والعدد الذی' علیہ اذا عد الحصی یتخلف
تری الناس ان سرنا یسیرون خلفنا' وان نحن اومانا الی الناس وقفوا
وانک اذ تسعی لتدرک شائونا' لانت المعنی یا جریر المکلف

جب (قحط سالی کی وجہ سے) آسمانی کنارے گرد آلود ہو جائیں اور قحط کی طوفانی ہوائیں قبیلوں کے خیموں کی چھتوں کو اڑا دیں۔

اور سفید خشکی اونٹوں کی پیٹھوں پر دھنی ہوئی روئی کی طرح دکھائی دینے لگے۔

تو تم ہمارے ہمسائیوں کو بہتر حالت میں پاؤ گے اگرچہ وہ کوئی جرم بھی کر بیٹھیں اور نہ ہم ان پر عام لوگوں کی طرح تہمت لگاتے ہیں۔

جب خاندان کلیب مہمان نوازی سے پہلو تہی کرے تو ہم باصرار ان کو مہمان بناتے ہیں اور ان کے لئے طاقتور اور صحت مند جانور ذبح کرتے ہیں۔

قابل فخر عزت ہماری ہے اور ہماری تعداد تنی زیادہ ہے کہ اگر کنکریوں پر گنی جائے تو وہ کم پڑ جائیں۔

تو دیکھے گا کہ جب ہم چلتے ہیں تو لوگ ہمارے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور جب ہم رکنے کا اشارہ کر دیں تو وہ فوراً ٹھہر جاتے ہیں۔

اے جریر! اگر تو ہمارے بلند وقار اور عظمت کو پانے کی کوشش کرے گا تو تو اپنے آپ کو بڑی پریشانیوں اور مصیبتوں میں ڈال دے گا۔

اس کے دیگر فخریہ اشعار

ومستمنح طاوی المصیر کانما' یساورہ من شدۃ الجوع اولق
دعوت بحمراء الفروع کانھا' ذری رایۃ فی جانب الجو تخفق
وانی سفیہ النار للمبتغی القری' وانی حلیم الکلب الضیف یطرق
اذا مت فابکینی بما انا اھلہ' فکل جمیل قلت فی یصدق
وکم قائل مات الفرزدق والندی' وقائلۃ مات الندی والفرزدق

وہ امداد کا طالب بھوک کی وجہ سے جس کی انتڑیاں آپس میں لپٹ گئی تھیں گویا وہ بھوک کی وجہ سے باؤلا ہوا جا رہا تھا۔

میں نے اسے ایسی آگ جلا کر آواز دی جس کے شعلے اس قدر سرخ تھے گویا وہ فضا میں لہراتے ہوئے جھنڈوں کے بالائی کنارے ہیں۔
تلاش مہمان کے لئے میری آگ بڑی تند و تیز ہے اور رات کو آنے والے مہمانوں کے لئے میرا کتا بڑا بردبار ہے۔
جب میں مر جاؤں تو میرے شایان شان رونا میرے متعلق تو لوگوں کو عمدہ بات کہے گی تو لوگ تیری بات کی تصدیق کریں گے۔
کتنے ہی کہنے والے مرد کہیں گے "فرزدق اور سخاوت مر گئے" اور کتنی ہی عورتیں کہیں گی "سخاوت اور فرزدق مر گئے" (یعنی فرزدق اور سخاوت لازم و ملزوم ہیں)
علی بن حسین ؓ کی تعریف میں یوں کہتا ہے۔

هذا الذی تعرف البطحاء وطاتة' والبیت یعرفه والحل والحرم
هذا ابن خیر عباد الله کلهم' هذا التقی النقی الطاهر العلم
ولیس قولک (من هذا) بضائره' العرب تعرف من انکرت والعجم
اذا راته قریش قال قائلها' الی مکارم هذا ینتهی الکرم
یغضی حیاء ویغضی من مهابته' فما یکلم الا حین یبتسم
یکاد یمسکه عرفان راحته' رکن الحطیم اذا ماجاء یستلم
ینشق نور الهدی عن نور غرته' کالشمس ینجاب عن اشراقها القتم
من معشرحبهم دین وبغضهم کفر و قربهم منجی ومعتصم

یہ وہ شخص ہے وادی بطحا جس کے قدموں کی چاپ کو پہنچانتی ہے اسے تو بیت اللہ سرزمین حرم اور غیر حرم بھی جانتی ہے۔
یہ تو افضل البشر (حضرت محمد ﷺ) کی اولاد ہے یہ پرہیزگار صاف دل' پاک باز' اور بلند مرتبہ شخص ہیں۔
تمہارا ان کے متعلق یہ کہہ کر سوال کرنا کہ "یہ کون ہے؟" ان کی قدر و منزلت کو کم نہیں کر سکتا' جسے پہنچاننے سے تم نے انکار کر دیا اسے تو عرب و عجم جانتے ہیں۔
قریش جب انہیں دیکھتے ہیں تو کہہ اٹھتے ہیں کہ تمام شرافت و وقار ان کے اعلیٰ اخلاق تک پہنچ کر ختم ہو جاتے ہیں۔
ان کی آنکھیں از راہ شرم و حیا جھکی رہتی ہیں لیکن لوگوں کی آنکھیں ان کے رعب و جلالت کی وجہ سے ان کے سامنے نیچی رہتی ہیں اور ان سے صرف اسی وقت گفتگو کی جا سکتی ہے

جب یہ مسکرا رہے ہوں۔
جب یہ رکن حطیم کو بوسہ دینے آتے ہیں وہ بھی ان کو پہچان لینے کی وجہ سے ان کی ہتھیلی کو تھام لینا چاہتا ہے۔
ان کی پیشانی سے روشنی کی شعائیں بکھرتی ہیں جس طرح سورج کے نکلنے سے تاریکی چھٹ جاتی ہے۔
یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن سے محبت کرنا دین کا حصہ ہے جن سے بغض رکھنا کفر اور ان کی قربت باعث نجات اور جہنم سے بچاؤ ہے۔
اس کے چند مختلف مشہور اشعار یہ ہیں۔

فیا عجبا حتی کلب تسبنی' کان اباھا نھشل ومجاشع
واہ! کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ خاندان کلیب کے افراد بھی اب مجھے گالیاں دیں گویا کہ نہشل اور مجاشع انہی کے باپ دادا تھے۔

وکنا اذا الجبار صعر خداہ' ضربناہ حتی تستقیم الاخادع
جب کوئی زبردست سردار غرور اور تکبر کرتے ہوئے اپنے رخسار پھیلاتا ہے تو ہم اسے اس قدر مارتے ہیں کہ اس کے پٹھے سیدھے ہو جاتے ہیں اور اس کی تمام اکڑ نکل جاتی ہے۔

ترجی ربیع ان یجیئنی صغارھا' بخیر و قد اعیا ربیعا کبارھا
ربیع قبیلہ اپنے چھوٹوں کی بخیرو سلامتی واپسی کی امید لگائے بیٹھا ہے حالانکہ ان کے تو بڑوں کو سلامتی کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

قوارص تاتینی وتحتقرونھا' وقد یملا القطر الاناء فیفعم
میرے پاس دکھ بھری اور کربناک باتیں پہنچ رہی ہیں اور تم انہیں معمولی سمجھ کر نظر انداز کرنا چاہتے ہو چھوٹے چھوٹے قطرات سے ہی برتن بھر کر چھلکنے لگتا ہے۔

احلامنا تزن الجبال رزانۃ' وتخالنا جنا اذا ما نجھل
ہماری عقلیں وزنی ہونے میں پہاڑوں کے برابر ہیں جب ہم شرارت پہ اتر کر آپے سے باہر ہو جائیں تو ہمیں دیو اور جن سمجھو گے۔

تری کل مظلوم الینا فرارہ' ویھرب منا جھدہ کل ظالم
تم دیکھتے ہو کہ ہر مظلوم بھاگ کر ہماری پناہ میں آتا ہے اور ہر ظالم ہر ممکن طریقہ سے ہم سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔

جریر

پیدائش وحالات زندگی:۔

ابو حرزہ جریر بن عطیہ خطفی تمیمی ستواتسا (سات ماھا) مدینہ میں پیدا ہوا دیہات میں پرورش پائی جب جوان ہوا تو اس کی زبان فصیح' وجدان صحیح اور طبیعت شاعرانہ تھی' جس سے اس نے اپنے اندر شعر کہنے کی صلاحیت اور اسے پیش کرنے کی ہمت محسوس کی تو یہ فرزدق کے شہر بصرہ میں آیا تاکہ وہ سخی اور مالداروں سے مدد حاصل کرے یہ وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کی مدح و ستائش کرتا اور اپنے بال بچوں کے لئے روزی کماتا اس نے جب دیکھا کہ فرزدق کے پاس شاعری کی بدولت خوشحالی اور ظاھری ٹھاٹھ باٹھ ہے تو اس کے دل میں فرزدق کے متعلق حسد پیدا ہو گیا یہ بھی اسی طرح کا تمیمی تھا اس کے دل میں اس کے برابر اور اس کا ہم پلہ ہونے کا خیال ابھرا

اس منافرت اور مزاحمت کے باعث ان کے مابین ہجو گوئی کے مقابلہ کے اسباب پیدا ہو گئے جریر نے اپنے حریف کو قریب سے نشانہ مارنا چاہا تو دیہات کو چھوڑ کر بصرہ شہر میں سکونت اختیار کرلی اور مربد (بصرہ میں مقابلہ ومناظرہ کی جگہ۔جہاں بین القبائل نثرو نظم کے مقابلے ہوتے تھے مترجم) پر چھا گیا حجاج کے دربار میں پہنچا اس نے بڑی آؤ بھگت کی اس نے حجاج کی خوب مدح کی جب عبدالملک کو یہ رپورٹ پہنچی تو اس نے اس کا حجاج کے پاس رہنا مناسب نہ سمجھا حجاج نے خلیفہ کے دلی میلان کو سمجھتے ہوئے اسے اپنے بیٹے محمد کے ساتھ دمشق (دارالخلافہ) بھیج دیا جب جریر عبدالملک کے پاس پہنچا اور دربار میں حاضری کی اجازت مانگی تو اس نے انکار کر دیا اور سخت برہمی اور دھمکی آمیز لہجے میں کہا "بس تم حجاج کے لئے ہی ہو" اس کے بعد وہ خلیفہ تک رسائی حاصل کرنے کے مختلف ذرائع واسباب تلاش کرنے لگا اور لوگوں سے سفارشیں کرواتا رہا حتی کہ اسے خلیفہ کو اپنا ایک قصیدہ سنانے کا موقع مل گیا جس کا مطلع یہ ہے۔

اتصحو ام فوادک غیر صاح' عشیة هم صحبک الرواح؟

جس شام تیرے ساتھیوں اور ہم جولیوں نے روانگی کا تہیہ کر لیا ہے کیا تو ہوش میں آئے گا یا اسی طرح مدہوش رہے گا؟

جب وہ اپنے اس شعر پر پہنچا

الستم خیر من رکب المطایا' واندی العالمین بطون راح؟

کیا آپ تمام سواروں میں سب سے اچھے اور پوری کائنات میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے ہاتھوں کے مالک نہیں ہیں؟

تو عبدالملک مسکرادیا اور کہنے لگا "ہم ایسے ہی ہیں اور ایسے ہی رہیں گے" اور جریر کو سو (100) اونٹنیاں اور آٹھ (8) اونٹ بطور انعام دیئے یہ قصیدہ سنانے اور اخطل کی موت کے بعد جریر خلفاء کے نزدیک تمام شعراء سے زیادہ معزز ہوگیا خصوصاً عمر بن عبدالعزیز کی نظر میں اس کی وقعت بہت بڑھ گئی مگر اس کی اس عزت افزائی نے مخالفین ہم عصروں کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑکادی اور انہوں نے اس کے خلاف ہجویہ جملے شروع کردیئے اس ہجویہ لڑائی کو سیاسی حالات' فرزدق کی اشتعال انگیزی' جریر کی بدخلقی اور لوگوں کی مناظرہ بازی میں دلچسپی نے خوب اچھالا' جریر کے ساتھ اس مقابلے میں اسی (80) شعراء آئے یہ فرزدق اور اخطل کے سوا سب پر غالب آگیا یہ دونوں جم کر اس کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے اور ان کے مابین برابر ہجو گوئی کا مقابلہ جاری رہا تاآنکہ اخطل فوت ہوگیا تو جریر یکسو ہو کر فرزدق کا مقابلہ کرنے لگا اور ان کے درمیان مشہور جوابی قصائد سامنے آئے جو عوام الناس میں خاصے مقبول ہوئے اور شعراء بھی ان کی طرف متوجہ ہوگئے پھر فرزدق کے دل میں کوئی خیال پیدا ہوا وہ خودبخود رک گیا اور صوفی بن گیا تاآنکہ وہ فوت ہوگیا جریر بھی چند ماہ بعد اسی راستے پر چلتا ہوا مرگیا اور 110ھ میں یمامہ میں دفن ہوا۔

جریر کی شاعری:۔

جریر اخطل کی سی خباثت اور مے نوشی اور فرزدق کی درشتی اور بدکاری سے ہٹ کر پاکیزہ طبیعت' نزاکت احساس' عفت' صحیح اعتقاد اور خوش خلقی سے مزین تھا اس کے اثرات اس کی شاعری میں نمایاں نظر آتے ہیں' وہ اپنے شیریں انداز غزل' حسن اسلوب کڑوی ہجو' عمدہ مرثیہ گوئی اور تمام اصناف شعر میں عمدگی سے جولانی کرنے لگا' اس بناء پر وہ آسمان شاعری پر سب سے زیادہ درخشندہ اور شاعریت میں سب سے زیادہ کامل تھا' اس کی شاعری کو داد دینے والوں کی تعداد اخطل اور فرزدق سے زیادہ ہے کیونکہ اول الذکر نے صرف مدح' ہجو اور خمریات میں نام کمایا اور موخر الذکر فقط فخریہ شاعری میں کمال کو پہنچا۔

جریر کی شاعری کا نمونہ:۔

جریر فرزدق کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے۔

لقد ولدت ام الفرزدق مقرفا' فجاءت بوزار قصیر القوادم
یوصل حبلیه اذا جن لیله' لیرقی الی جاراته بالسلالم
دلیت تزنی من ثمانین قامة' وقصرت عن باع العلی والمکارم
هو الرجس یا اهل المدینة فاحذروا' مداخل رجس بالخبیثات عالم
لقد کان اخراج الفرزدق عنکم' ظهورا لما بین المصلی وراقم

فرزدق کی ماں نے ایک بد نسل بچے کو جنم دیا ہے' جو گناہوں سے اٹا ہوا اور چھوٹے ہاتھ پاؤں والا ہے۔

وہ رات کے تاریک ہونے کے وقت اپنی دونوں رسیوں کو ملاتا ہے تاکہ اس کے ذریعے سیڑھیوں پر سے ہمسائیوں کی عورتوں کے پاس پہنچ جائے۔

تو اسی (80) فٹ کی بلندی سے بدکاری کے لئے لٹک کر چلا گیا جبکہ بلندی اور شرافت کے لئے تو ایک فٹ فاصلہ طے نہ کر سکا۔

اے شہروالو! یہ بدمعاش و پلید شخص ہے اس (کی پلیدی) سے ہوشیار رہو یہ پلیدی میں گھس جانے والا اور بدکاریوں کا ماہر ہے۔

فرزدق کو اپنے علاقے سے نکال دینا ایسے ہے جیسے مصلی (خانہ کعبہ) اور راقم (مدینہ) کے درمیانی علاقہ کو پاک و صاف کر دینا ہے۔

ہجو میں اس کے بہترین اشعار

تعالوا نحاکمکم وفی الحق مقنع' الی العز من اهل البطاح الاکارم
فان قریش الحق لم تتبع الهوی' ولم یرهبوا فی الله لومة لائم
اذ کرکم بالله من ینهل القنا' ویضرب کبشن الجحفل المتراکم
وکنتم لنا الاتباع فی کل موقف' وریش الذنابی تابع للقوادم
اذا عدت الایام اخزیت دارما' وتخزیک یا بن القین ایام دارم
ومازادنی بعد المدی نقض مرة' ولارق عظمی مضروس العواجم

آؤ! ہم تم اپنا فیصلہ وادی بطحاء کے معزز سرداروں کے پاس لے چلتے ہیں اور حق بات قابل قبول ہے۔

حق کے علم بردار قریش ہوائے نفس کی اتباع نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اللہ کی راہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔

میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ بتاؤ نیزوں کو خون کون پلاتا ہے اور لشکر جرار کے جانباز افسر کو کون مار گراتا تھا؟

تم ہر موقع پر ہمارے پیچھے پیچھے رہتے تھے دم کے بال بازو کے پروں کے ماتحت ہوتے ہیں۔

جب نمایاں واقعات اور اہم کارناموں کا ذکر ہوگا تو اس وقت تو دارم کو رسوا کرے گا' اے لوہار کے بیٹے (فرزدق) تجھے دارم کے واقعات ذلیل و رسوا کریں گے۔

درازی عمر نے میری طاقت و قوت میں کوئی خلل نہیں ڈالا اور نہ ہی چبانے والی داڑھوں کے لئے میری ہڈیاں نرم ہوئیں۔

جریر عمر بن عبدالعزیز کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

انا لنرجو اذا ما الغیث اخلفنا' من الخلیفة ما نرجو من المطر
نال الخلافة اذ کانتْ له قدرا' کماتی ربه موسی علی قدر
ا اذکر الجهد والبلوی التی نزلت' ام تکتفی مالذی بلغت من خبری
مازلت بعدک فی دار تعرقنی' قدطال بعدک اصعادی و منحدری
لا ینفع الحاضر المجهود بادینا' ولایجود لنا باد علی حضر
کم بالمواسم من شعثاء ارملة' ومن یتیم ضعیف الصوت والبصر
یدعوک دعوة ملهوف کان به' مسامن الجن او رزءا من البشر
ممن یعدک تکفی فقد والده' کالفرخ فی العش لم ینهض ولم یطر

جب بارش ہم سے وفا نہیں کرتی تو ہم خلیفہ سے وہی امید کرتے ہیں جو ہمیں بارش سے تھی۔

انہوں نے خلافت کو پالیا کیوں کہ یہ ان کے مقدر میں تھی جس طرح موسیٰ طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنے رب کے پاس پہنچ گئے۔

کیا میں اپنے آپ کو درپیش آنے والی پریشانیاں اور مصیبتیں بیان کروں یا جو آپ کو میرے متعلق خبر مل گئی ہے وہی کافی ہے۔

آپ کے بعد میں مسلسل ایسی جگہ پر رہا جس نے میرا گوشت نوچ کھایا اور آپ کے بعد میری زندگی میں مختلف قسم کے اتار چڑھاؤ آئے۔

تھکا ماندہ شہری ہمارے دیہاتی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا اور باوجود شہری ہونے کے کوئی دیہاتی ہمیں بخشش نہیں دیتا۔

حج جیسے مواقع پر بھی کتنے ہی نادر اور پراگندہ حال لوگ اور کتنے ہی یتیم بچے ہیں جن کی آوازیں نہیں نکلتیں اور ان کی نظریں بھی کمزور ہیں۔

وہ آپ کو اس غم زدہ کی طرح پکار رہے ہیں گویا اسے آسیب کا خلل ہے یا جو انسانوں کا ستایا ہوا ہے۔

اور وہ آپ کو اپنے والد کی جگہ سمجھتے ہیں جس طرح گھونسلے میں پلنے والا چوزہ جو نہ اٹھ سکتا ہے اور نہ اڑ سکتا ہے۔

غزل میں اس کے منفرد اشعار

ان العیون التی فی طرفها حور' قتلننا ثم لم یحیین قتلانا

یصرعن ذا اللب حتی لا حراک به' وهن اضعف خلق الله انسانا

بے شک ان آنکھوں نے جن کی اطراف میں خوبصورتی ہے (سیاہی گہری سیاہ اور سفیدی خالص سفید) ہمیں نہایت بے دردی سے قتل کیا ہے اور پھر ہمارے مقتولوں کو زندہ بھی نہ کیا۔

یہ اچھے بھلے صاحب عقل و خرد کو اس طریقے سے پچھاڑ دیتی ہیں کہ اس میں حرکت کرنے کی بھی سکت باقی نہیں رہتی حالانکہ کائنات خداوندی میں یہی صنف نازک ہیں۔

فخریہ شاعری میں اس کا یہ شعر ہے۔

اذا غضبت علیکن بنو تمیم' حسبت الناس کلهم غضابا

جب بنو تمیم تجھ سے ناراض ہو جاتے ہیں تو تو سمجھتا ہے کہ ساری دنیا تجھ سے بگڑ گئی ہے۔

ہجو میں اس کا یہ شعر ہے۔

فغض الطرف فانک من نمیر' فلا کعبا بلغت ولا کلابا

تو اپنی نگاہ پست کر لے کیونکہ تو خاندان نمیر سے تعلق رکھتا ہے نہ تو تو کعب تک پہنچا ہے اور نہ کلاب تک

طنزیہ شعر اس طرح ہے۔

زعم الفرزدق ان سیقتل 'مربعا' ابشر بطول سلامة یامربع

فرزدق سمجھتا ہے کہ وہ مربع کو قتل کر دے گا' اے مربع تجھے لمبی زندگی کی خوشخبری ہو۔

جریر کے بہترین فخریہ اشعار

ان الذی حرم المکارم تغلبا' جعل الخلافۃ والنبوۃ فینا
مضر ابی وابو الملوک' فھل لکم' یا خزر تغلب من اب کابینا؟
ھذا ابن عمی فی دمشق خلیفۃ' لوشئت ساقکم الی قطینا

وہی ذات جس نے خاندان تغلب کو کارہائے شرافت سے محروم کر دیا اسی نے ہمیں خلافت و نبوت سے سرفراز فرمایا۔

معز' میرا اور بادشاہوں کا باپ ہے اے تنگ نگاہ خاندان تغلب! کیا تمہارا بھی کوئی ہم جیسا باپ ہے؟

یہ دیکھو دمشق میں میرے چچا کا بیٹا خلیفہ ہے اگر میں چاہوں تو وہ تم سب کو میری خدمت گزاری پر مامور کر دے۔

کہتے ہیں جب عبدالملک کو یہ اشعار پہنچے تو وہ کہنے لگا کہ ابن مراغہ (جریر) نے مجھے ایک سپاہی بنا دیا اگر وہ یوں کہتا "لوشاء" (لوشئت) (میں چاہوں) کی بجائے لوشاء (اگر وہ چاہے) کے الفاظ لاتا تو میں ان سب کو اس کی خدمت گزاری کے لئے بھیج دیتا۔

طرماح بن حکیم

پیدائش اور حالات زندگی:۔

طرماح بن حکیم طائی نے پہلی صدی ہجری کے نصف آخر میں دمشق میں پرورش پائی یہ جوانی کی حدود تک شام میں گمنام ہی رہا' پھر یہ بنوامیہ کی فوج کے ساتھ کوفہ میں آگیا اور تیم اللات بن ثعلبہ کے ہاں ٹھہرا وہاں ایک ازارقی جانفروش بزرگ رہتا تھا (جانفروشوں سے مراد خوارج ہیں ان کے مشہور چھ فرقے ہیں جن میں سے ایک ازارقہ ہے جس کا رہنما نافع بن الازرق تھا) اس کی ایک خاص وضع قطع اور شان و شوکت تھی یہ اس کے پاس بیٹھنے اٹھنے لگا پھر اس نے اسے اپنے عقیدے کے متعلق وضاحت کی اور اس کو وہ عقیدہ اپنانے کی دعوت دی اس نے وہ دعوت قبول کرلی اور مرتے دم تک اپنے عقیدہ پر سختی سے کاربند رہا پھر اس کی ملاقات کمیت بن زید اسدی سے ہوئی دونوں میں رشتہ وفاداری قائم ہو گیا اور باہم عہد و پیمان محبت کیا نسب' مذہب اور وطن کے مختلف ہونے کے باوجود ان کے درمیان الفت و محبت کا رشتہ استوار رہا۔

طرماح قحطانی' شامی خارجی تھا جبکہ کمیت عدنانی' کوفی شیعہ تھا' ایک مرتبہ کسی نے کمیت سے ان کے شدید باہمی اختلاف کے باوجود آپس میں اتفاق و محبت کا راز پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ "ہم دونوں عوام سے بغض رکھنے میں باہم متفق ہیں" یہ جواب اس لاطینی مثل کی تصدیق یا تائید کرتا ہے کہ "تمام شعراء استقراطی (چند سری حکومت کے قائل) ہیں طرماح نے بھی دیگر شعراء کی طرح مالداروں کی عنایات پر زندگی بسر کی ہے جس نے دیا اس کی مدح کر دی اور جس نے نہ دیا اس کی ہجو کہہ دی اس کے باوجود وہ خوددار' شریف النفس اور بلند ہمت تھا اگرچہ اسے مال و دولت سے محبت تھی لیکن وہ اس کی خاطر ذلت و عاجزی کو قبول نہیں کرتا تھا۔

ایک دفعہ طرماح اور کمیت مخلد بن یزید مہلبی کے پاس گئے اس نے ان کی خاطر مدارات کی ان کے لئے ایک مجلس کا اہتمام کیا اور ان کو بلایا طرماح شعر سنانے کے لئے آگے بڑھا تو اس نے کہا ہمیں کھڑے ہو کر اشعار سنایئے طرماح کہنے لگا خدا کی قسم! ایسے نہیں ہو گا یہ شاعری کی توہین ہے کہ میں کھڑا ہو جاؤں اور وہ مجھے ذلیل کر دے اور میں اسے اپنی عاجزی و درماندگی کی وجہ سے بے وقار کر دوں یہ شاعری تو فخر کا ستون ہے اور عربوں کی شہرت کو دوام بخشنے کا ذریعہ ہے' چنانچہ اس سے کہا گیا کہ پیچھے ہٹ جاؤ اور کمیت کو آنے دو کمیت نے کھڑے ہو کر اشعار پڑھ دیئے تو اسے پچاس ہزار درہم بطور انعام ملے جب وہ باہر نکلا تو اس نے آدھے طرماح کو دے دیئے اور کہا تو ابو ضیبہ بہت بلند ہمت ہے جبکہ میں موقع شناس ہوں حیلہ سازی سے کام لے لیتا ہوں۔

طرماح کو اس کے حکم کی بجا آوری اور اس کی عظمت قدرت کے ساتھ اپنی خودشناسی اور خودداری پر بڑا گھمنڈ تھا ایک مرتبہ اس نے اور اس کے دوست کمیت نے اپنے ہم عصر ذوالرمہ شاعر کے چند اشعار سنے تو کمیت نے طرماح کے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "خدا کی قسم یہ تو ریشم ہے ہماری تمہاری طرح کھردرا نہیں ہے" تو طرماح کہنے لگا اگرچہ مجھے اس کی شاعری کی عمدگی کا اعتراف ہے مگر میں یہ الفاظ نہیں کہہ سکتا۔

طرماح مال و دولت کا خواہاں اور تونگری کا دلدادہ تھا اپنے شعر میں کہتا ہے۔

امخترمی ریب المنون ولم انل' من المال ما اعصی به واطیع؟

کیا گردش زمانہ مجھے ہلاک کرنے کے درپے ہے حالانکہ ابھی تو میرے پاس اتنا مال بھی اکٹھا نہیں ہوا کہ جس کے بل بوتے پر بغاوت کروں یا اطاعت کروں؟

طرماح نے مال و دولت کے حصول کے لئے بڑی دوڑ دھوپ کی اور حتی الوسع اسے حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس نے اللہ سے دعا کی کہ میں ناک کے بل نہ مروں بلکہ مجھے

شہادت یا مجاہدانہ موت آئے تاکہ میں شہید دنیا ہوں یا شہید دین بن جاؤں۔

اسی آرزو کے سلسلہ میں اس کے یہ اشعار ہیں۔

وانی لمقتاد جوادی وقاذف' به وبنفسی العام شتی المقاذف
لا كسب مالا او اثوول الی غنی' من الله یکفینی عدات الخلائف
فیا رب ان حانت وفاتی فلاتکن' علی شرجع یعلی بخضر المطارف
ولکن قبری بطن نسر مقیله' بجو السماء فی نسور عواکف
وامسی شهیدا ثاو یافی عصابة' یصابون فی فج من الارض خائف
فوارس من شیبان الف بینهم' تقی الله نزالون عند التراجف
اذا فارقوا دینا همو فارقوا الاذی' صاروا الی میعاد ما فی المصاحف

اور میں اس سال خود کو اور اپنے تیز رفتار گھوڑے کو کسی پر خطر اور مہلک مہم میں ڈال دوں گا۔

تاکہ میں دولت کماؤں یا مجھے اللہ کی مدد سے اس قدر دولت حاصل ہو جائے کہ مجھے خلفاء کے چکر لگانے کی ضرورت نہ رہے۔

اے خدایا! اگر میری موت کا وقت قریب آپہنچا ہے تو مجھے اس جنازہ پر نہ اٹھایا جائے (میت کو قبرستان لے جانے والا پلنگ) جس پر ہری چادریں ڈالی جاتی ہیں۔

میری قبر اس گدھ کا پیٹ ہو جو دوپہر بھر آسمان پر رہنے والے گدھوں میں ٹھہرا رہتا ہے۔

میری خواہش ہے میں ایسی جماعت میں رہ کر شہید ہو جاؤں جو زمین کی پر خطر وادی میں قتل کر دیئے جاتے ہیں۔

یہ شیبانی شہسوار ہیں جنہیں خدا خوفی نے آپس میں جوڑ دیا ہے یہ جنگ کے وقت انتہائی جرات و بہادری سے مقابلہ کرتے ہیں۔

جب وہ اپنی دنیا چھوڑ جاتے ہیں تو دنیا وما فیہا کے تمام دکھوں سے چھٹکارہ پا لیتے ہیں اور وہ اس مقررہ جگہ پر چلے جاتے ہیں جس کا وعدہ قرآن میں کیا گیا ہے۔

لیکن اس کی یہ دعا بارگاہ الٰہی میں قبول نہ ہوئی اور وہ بستر پر مرا اور اس کا جنازہ اٹھایا گیا۔

طرماح کی شاعری:۔

طرماح شہری ماحول میں پلا نہ وہ دیہات سے واقف ہوا اور نہ ہی اس نے بدویوں کے ساتھ رہن سہن کیا' لیکن وہ کوفہ میں جوان ہوا بصرہ میں رہا اس نے وہاں کے راویوں اور نحویوں کی زبانی سنا کہ وہ جاہلی ادب کو ترجیح دیتے اور بدوی شاعری کو فضیلت دیتے ہیں کیونکہ ان میں تمام شواھد اور غریب الفاظ کے استعمال کا منبع ہے چنانچہ اسے اور کمیت کو غریب الفاظ سے محبت اور غیر مانوس الفاظ کے استعمال کا شوق پیدا ہو گیا طرماح بدویوں اور رجز خوانوں کے کلام کو سن کر ان سے غریب اور غیر مانوس الفاظ اخذ کر لیتا پھر انہیں بغیر موقع و محل دیکھے استعمال کر دیتا' عجاج کہتے ہیں کہ طرماح اور کمیت مجھ سے غریب الفاظ کے متعلق پوچھتے میں انھیں بتا دیتا پھر میں دیکھتا کہ انہوں نے وہ الفاظ موقع و محل کا خیال کیے بغیر اپنی شاعری میں استعمال کر لیے اس سے کسی نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہوتا تھا تو اس نے جواب دیا کیونکہ یہ دونوں شہری تھے دیہات کے ان دیکھے اوصاف بیان کرتے تھے۔

اسی بناء پر علامہ اصمعی اور ابو عبیدہ اسلامی شعراء میں ان کی شاعری کو معیوب اور غیر مستند بتاتے تھے جس طرح عدی بن زید' اور امیہ بن ابی الصلت کو جاہلی شعراء میں غیر مستند کہا جاتا تھا' یہ رجحان آپ کو اس کی شاعری میں نظر آجائے گا جہاں آپ اس کے اشعار میں نزاکت' ملائمت اور شیرینی پائیں گے وہاں آپ کو کچھ بھدے بے جوڑ اور خام اشعار بھی ملیں گے جس سے وہ اپنی شاعری کو بدنما اور شاعری کے سمندر کے پانی کو گدلا بنا لیتا ہے۔

ابن اعرابی سے طرماح کے شاعری کے متعلق اٹھارہ سوالات پوچھے گئے وہ ان میں سے ایک بھی نہ سمجھ سکا' اس کے باوجود اسے باکمال اسلامی شعراء میں شمار کیا جاتا ہے اس کا ہجو میں ایک مخصوص انداز ہے وہ جس کی ہجو کہتا ہے اس میں مبالغہ آمیزی سے کام لیتا اور انتہائی تحقیر آمیزی کا مظاہرہ کرتا ہے گویا یہ الفاظ اسے سمجھائے جا رہے ہوں' کمیت اس کا ہم عصر و ہم مشرب تھا فضیلت کے بہت سے پہلوؤں میں اس کے کمال کا اعتراف کرتا ہے ایک دن اس نے طرماح کا یہ شعر پڑھا۔

اذا قبضت نفس الطرماح اخلقت' عری المجد و استرخی عنان القصائد

جب طرماح کی روح قبض کی جائے گی تو مجد و شرافت کمزور پڑ جائے گی اور شاعری کی باگ ڈور ڈھیلی ہو جائے گی۔

پھر کہنے لگا خدا کی قسم ایسے ہی ہے بلکہ خطابت' روایت' فصاحت اور شجاعت بھی (اس کے جانے کے بعد متاثر ہوئے بغیر نہ رہیں گے)

طرماح کی شاعری کا نمونہ:۔

طرماح ملحمات یعنی رزمیہ قصائد کہنے والوں میں سے ہے اور اس کا وہ رزمیہ آپ کو آمد کی روانی اور آورد کی دشواری کا فرق بتائے گا جس کا مطلع یہ ہے۔

قل في شط نهروان اغتماضي' ودعاني هوى العيون المراض
فتطربت للصبا ثم اوقفت' رضا بالتقى وذوالبر راض
واراني المليک رشدي وكنت' اخا عنجهية واعتراض
غير ما ريبة سوى ريق الغرة' ثم ارعويت بعد البياض

میں نہروان (عراق کی ایک نہر ہے) کے کنارے کم سویا اور مجھے بیمار آنکھوں کی محبت نے اپنی طرف بلایا۔

پھر میں عشق و محبت میں بے خود ہو گیا پھر میں نے تقوی کی رضامندی کی وجہ سے عشق کو خیرباد کہہ دیا اور نیک آدمی نیکی پہ راضی ہو جاتا ہے۔

خدا نے مجھے میری بھلائی کا راستہ دکھایا جبکہ اس سے پہلے میں بڑا دیوانہ اور جوشیلا تھا۔

بدکاری کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ جوانی کی مستی کی وجہ سے تھا پھر میں نے بالوں میں سفیدی آنے کی وجہ سے یہ سب حرکتیں چھوڑ دیں۔

اسی قصیدہ کے چند دیگر اشعار

وجرى بالذى اخاف من البين' لعين تنوض كل مناض
صيدحسني الضحى كان نساه' حيث تجتث رجله في اباض
سوف تدنيک من لميس سبنتا' ة امارت بالبول ماء الكراض
فهى قوداء انفجت عضداها' عن زحا ليف صفصف ذى دحاض

جدائی کی وجہ سے مجھے ہر وقت خطرہ درپیش تھا وہ سامنے آ ہی گیا کہ بہنے والا آنکھ نہیں رک سکے گی۔

صبح کے وقت اس کی آواز بہت اونچی ہوتی ہے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے اس کی رگ "نسا" اس کی ٹانگ کی جڑ میں رسی بندھی ہوتی ہے۔

تجھے جلد ہی لمیس (محبوبہ) سے وہ اونٹنی جا ملائے گی جو (مضبوطی اور قوت کی وجہ سے)

حاملہ نہیں ہوتی اور نر کے مادہ منویہ کو پیشاب کے ساتھ ہی باہر نکال دیتی ہے۔
اس کی کمر اور گردن لمبی ہے اور وہ نشیبی علاقے میں چلتے وقت اپنے بازوں کو کشادہ کر لیتی ہے۔
اسی قصیدہ کے آخری اشعار یہ ہیں۔

انا معشر شمائلنا الصبر' اذا الخوف مال بالاخفاض
نصر للذلیل فی ندوة الحی' مرائیب للثای المنهاض
لم یفتنا بالوتر قوم وللضیم' رجال یرمنون بالاغماض
فسلی الناس ان جهلت وان شئت' قضی بیننا وبینک قاضی

ہم ایسے لوگ ہیں جن کی عادت میں صبر و ثبات پایا جاتا ہے جبکہ دیگر بہادر لوگوں کے ہاتھوں سے خوف کی وجہ سے جھنڈے گر جاتے ہیں۔
قبائلی مجلس میں ہم کمزور و ناتواں کے حامی ہیں اور مہلک فساد کی اصلاح کرنے والے ہیں۔
کوئی قوم ایسی نہیں جس سے ہم اپنا انتقام نہ لے سکیں ذلت و رسوائی تو ان کا مقدر ہوتی ہے جو اپنی توہین اور زبوں حالی پر راضی ہو جاتے ہیں۔
(اے محبوبہ!) اگر تجھے پتہ نہیں تو تو (ہمارے کارناموں کے متعلق) لوگوں سے پوچھ لے یا اگر تو چاہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ثالث فیصلہ کر دے۔
طرماح کے دیگر اشعار

لقد زادنی حبا لنفسی اننی' بغیض الی کل امری غیر طائل
وانی شقی باللئام ولا تری' شقیا بهم الا کریم الشمائل

مجھے اپنے آپ سے اب اس لئے محبت زیادہ ہو گئی ہے کہ ہر ناکارہ انسان کے ہاں مبغوض ہوں۔
اور اس لئے بھی کہ میں کمینوں کی نگاہ میں بدنصیب ہوں آپ کو معلوم ہے کہ ان کی نگاہ میں خوش اخلاق کے سوا کوئی بدبخت نہیں ہوتا۔
بنو تمیم کی ہجو میں اس کے چند اشعار ہیں۔

لوحان ورد تمیم ثم قیل لها' حوض الرسول علیه الازد لم تزد
او انزل الله وحیا ان یعذبها' ان لم تعد لقتال الازد لم تعد
لا عز نصر امری اضحی له فرس' علی تمیم یرید النصر من احد
لوکان یخفی علی الرحمن خافیة' من خلقه خفیت علیه بنواسد

اگر بنو تمیم کے پانی لینے کی باری آجائے اور اسے کہا جائے کہ رسول اللہؐ کے حوض پر بنو ازد کھڑے ہیں تو وہ حوض کو پر بھی کبھی نہ جائیں گے۔

یا اگر اللہ تعالے وحی نازل فرمائے کہ اگر تم ازد سے جنگ نہ کرو گے تو میں تمہیں عذاب دوں گا تو بھی یہ ازد سے جنگ کرنے کا وعدہ نہیں کریں گے۔

وہ شخص جو خاندان تمیم کے خلاف امداد چاہتا ہو اور اس کے پاس گھوڑا ہو تو اس کی مدد کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

اگر کوئی بے وقعتی اور حقارت کی بناء پر خدا کی نگاہ کرم سے پوشیدہ رہ سکتا ہے تو وہ بنو اسد ہی ہو سکتے ہیں۔

نثر

خطابت:۔

عظیم الشان دعوت و تبلیغ کے ساتھ اسلام کا ظہور ایک بہت بڑا سبب تھا جس نے خطابت کو کمال ترقی پر پہنچا دیا تھا اور نظام مملکت خطیبوں کے ہاتھ میں دے دیا تھا' دین کی طرف دعوت' امر بالمعروف و نہی عن المنکر' فتنوں کا استیصال' بدعتوں کا خاتمہ اور فوج کو دشمنوں کے خلاف تیار کرنا یہی حقیقت میں خطابت کے اغراض و مقاصد ہیں' آیات قرآنیہ اور اس کے دلائل اس کے لئے نہ خشک ہونے والا چشمہ اور نہ ختم ہونے والا تعاون بن گئے' شہادت عثمانؓ کے بعد جب مسلمانوں میں اختلاف رونما ہوا اور وہ مختلف جماعتوں میں بٹ گئے تو خطابت نے عظیم الشان ترقی کی کیونکہ ہر گروہ کو اپنے نظریات کی اشاعت اور اپنی تبلیغ کی تائید کے لئے خطابت کا سہارا لینا پڑا۔

حلاوت الفاظ' متانت اسلوب' قوت تاثیر' قرآنی آیات سے اقتباسات و حوالہ جات' مطلب سمجھانے اور وعظ و نصیحت کے لئے قرآنی طرز بیان کی اقتدا اور حمد و صلوۃ سے ابتدا اس دور کی خطابت کی امتیازی خوبیاں ہیں۔

اہل عرب زمانہ جاہلیت سے ہی تقریر کے وقت عمامہ باندھتے' عصا ہاتھ میں لیتے اور اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے صرف ولید بن عبدالملک نے بیٹھ کر تقریر کی۔

مختصر یہ کہ ادوار زبان میں کوئی زمانہ اس دور کی طرح خطابت میں عروج حاصل نہ کر سکا کیونکہ اس دور میں لوگ شاعری سے ہٹ کر خطابت کی طرف مائل ہو گئے تھے اور دین و سیاست کا دارومدار فن خطابت پر ہی تھا اور کثرت سے خطیب پیدا ہوئے۔

اس عہد کے مشہور مقررین رسول اکرمؐ' خلفاء راشدین' سحبان وائل' زیاد بن ابیہ' حجاج بن یوسف اور قطری بن فجاءہ ہیں۔

1۔ حضرت محمد رسول اللہؐ

آنحضرتؐ کی پیدائش' پرورش اور بعثت:۔

سیدنا محمدؐ بن عبدالمطلب بن ہاشم قریشی واقعہ فیل کے پہلے سال نویا بارہ ربیع الاول کی صبح بمطابق بیس اپریل 571ء عیسوی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے آپ نے یتیمی و ناداری کی حالت میں جنم لیا' ابھی آپ شکم مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد اس دار فانی سے کوچ کر گئے تھے اور آپ نے ابھی زندگی کی چھ بہاریں بھی نہ دیکھی تھیں کہ والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا چنانچہ دو سال تک آپ کے دادا نے پیار محبت سے آپ کی پرورش کی پھر اپنی وفات سے قبل آپؐ کے سگے چچا کو آپ کی کفالت کی ہدایت کی انہوں نے تنگدستی اور کثرت عیال ہونے کے باوجود آپ کی تربیت کی ذمہ داری قبول کر لی اگر آپ طبعی اور معاشرتی حالات کے مطابق نشوونما پاتے تو حضرت محمدؐ یتیمانہ اخلاق اور جاہلانہ عادات لے کر جوان ہوتے۔

لیکن اللہ تعالٰے نے آپ کے لئے حسن ادب اور تہذیب سیکھنے کا اعلیٰ انتظام کر دیا اور آپ کو پختہ عقل' نرم اخلاق' خوشگوار طبیعت' باوقار شرم و حیاء' حلم و بردباری' اطمینان بخش صبر' مہربانی و عفو و درگزر' سچی زبان' پر اعتماد ذمہ داری' جراتمند بسالت اور مضبوط دل عطا کیا مزید برآں آپ کو بت پرستی کی نجاست سے پاک صاف کر دیا نہ تو آپ نے کبھی شراب کو منہ لگایا اور بتوں کے نام پر چڑھایا ہوا گوشت کھایا اور نہ کبھی بتوں کی مجلسوں اور میلوں میں شرکت کی بچپن میں ہی آپ کو محنت و کاوش سے کسب معاش کا شوق پیدا ہوا' چنانچہ آپ نے قومی دستور کے مطابق مستعدی و جانفشانی سے امور تجارت میں حصہ لینا شروع کر دیا جلد ہی لوگوں میں آپ کی سچائی' مہارت اور امانتداری کا عام چرچا ہونے لگا۔

قریش کی معزز اور مالدار خاتون حضرت خدیجہ نے آپ کو بلایا اور تجارت کا مال لیجانے کو کہا چنانچہ آنحضرتؐ نے اس کے غلام میسرہ کو ساتھ لے کر ملک شام کا تجارتی سفر کیا آپ کا یہ سفر نہایت کامیاب اور نفع آور ثابت ہوا پھر آپ مکہ واپس آئے تو حضرت خدیجہ کثیر منافع اور کامیاب تاجر کی ایمانداری کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئیں حتیٰ کہ آپ سے شادی کا پیغام بھیج دیا اس وقت ان کی عمر چالیس سال جبکہ آنحضرتؐ کی عمر پچیس سال تھی' آپ نے اس شادی کے لئے رضامندی ظاہر کر دی اور آپ کے چچا نے ان کے چچا کے ہاں منگنی کا پیغام بھیجا' حضرت خدیجہ کی گرانقدر خدمات کے باعث ان کا اسلام میں بہت نمایاں حصہ ہے' پھر آنحضرتؐ اپنے اہل و عیال

کے لئے روزی اور اپنی اہلیہ محترمہ کی آمدن میں اضافہ کے لئے عالمی منڈیوں میں مال تجارت لے کر گئے آپ کو دنیاوی سازو سامان اور لذات دنیوی سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس لئے آپ کو دولت و ثروت جمع کرنے کی ہوس پیدا ہوئی اور نہ منصب و عہدہ کا لالچ ہوا' بلکہ آپ دنیاوی مصروفیات و مشاغل سے فارغ ہو کر لمبی لمبی راتیں تنہائی میں گزارتے غار حراء میں بیٹھ کر غور و فکر کرتے اور عبادت کرتے اور اپنی پاکیزہ روح اور لطیف شعور کے ساتھ عالم بالا کی طرف توجہ کرتے حتی کہ آپ کو چالیس سال اور چھ ماہ (قمری) کی عمر میں اسی غار میں بذریعہ وحی رسالت اور معجزات سے نوازا گیا۔ آپؐ گھبراہٹ کے عالم میں اپنی بیوی کے پاس آئے انہوں نے آپؐ کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا کہ

"وہ ذات جس کے ہاتھ میں خدیجہ کی جان ہے اللہ تعالے آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں' سچ بولتے ہیں' امانت دار ہیں' کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' مہمانوں کی مہمانی کرتے ہیں اور حق کی راہوں میں بے کسوں کا سہارا بنتے ہیں" ۔

پھر کچھ مدت کے لئے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا پھر حضرت جبرئیل نے آپ کے دل پر یہ آیات وحی کیں۔

"یاایھاالمدثر' قم فانذر' وربک فکبر"

(اے چادر اوڑھنے والے' اٹھو اور لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈراؤ اور اپنے رب کی عظمت کا اعلان کر دو)

آپ تین سال تک چپکے چپکے رسالت و تبلیغ کا کام کرتے رہے پھر آپؐ کو علانیہ تبلیغ کا حکم ہوا چنانچہ آپ نے قریش کو علی الاعلان دعوت دی ان کے نظریات پر تنقید کی ان کی اصنام پرستی پر قدغن لگائی لہذا وہ بھی کھل کر دشمنی پر اتر آئے اور آپ کے ساتھ ایذاء رسانی سے پیش آئے اور آپ کے لئے مکر و فریب کے جال پھیلا دیئے اور زمانے کی گردشوں سے آپ کے خاتمے کا انتظار کرنے لگے' لیکن آپ ان تمام پریشانیوں کو صبر کی ڈھال اور ایمان کی طاقت سے برداشت کرتے رہے' آپ کی پشت پر آپ کے چچا ابو طالب کی حوصلہ افزائی تھی وہ آپ کی مدافعت اور حمایت کرتے اور سیدہ خدیجہ آپ سے ہمدردی کرتیں اور آپ کی ہمت بندھواتیں۔

حتی کہ اس پر کٹھن حالات کو دس سال ہو گئے نبوت کے دسویں سال آپ کو اپنے شفیق چچا اور وفادار بیوی کی یکے بعد دیگرے دو دنوں کے فاصلے سے عظیم موت کا جانکاہ صدمہ پہنچا۔ آپ کا غم کئی گنا بڑھ گیا پھر تو آپ کا مکہ میں جینا محال ہو گیا پھر آپؐ نے مسلمانوں کے ساتھ مدینہ

ہجرت کر جانے کا ارادہ کر لیا۔ کیونکہ وہاں بہت سے اوسی اور خزرجی مسلمان ہو چکے تھے۔ جب مشرکین مکہ کو آپ کے اس پروگرام کا علم ہوا تو انہوں نے آپؐ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ لیکن آپ اس رات حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو نکلے جس رات وہ آپ کو قتل کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے تھے ان دونوں کی نگہبانی وہ آنکھ کر رہی تھی جس میں نیند نہیں تھی اور وہ طاقت کر رہی تھی جس کے مقابلہ کی تاب نہیں تھی آپ اپنی عمر کے 53 ویں سال جمعہ کے دن 12 ربیع الاول بمطابق چوبیس ستمبر 622 میلادی کو مدینہ پہنچ گئے۔

یہ مبارک ہجرت آپ کی بات کے بول بالا ہونے' دعوت کے پھیلنے اور مکمل کامیابی کی بنیاد بن گئی آپ مسلسل مشرکین سے جہاد کرتے رہے اور قرآن کے ساتھ ان سے بحث و مباحثہ کرتے رہے اور تلوار سے جنگ کرتے رہے تاآنکہ تاریکی کے بادل چھٹ گئے' شرک ختم ہو گیا اور اس کائنات ارضی پر آفتاب توحید کی کرنیں پھیل گئیں اور دنیا پہ توحید کا بول بالا ہو گیا تو اس وقت اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا"

(آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنے احسان کی تکمیل کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین منتخب کر لیا) اس آیت کے نزول کو صرف تین ماہ ہوئے تھے کہ رسول اکرمؐ بخار کے مرض میں مبتلا ہو گئے اور بروز سوموار 13 ربیع الاول ۱۱ھ بمطابق 8 جون 632ء رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

آنحضرت کا حلیہ مبارک:۔

آپ کو دیکھنے والے صحابی نے آپ کا حلیہ مبارک اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہؐ نہایت عظیم شکل و وجاہت کے مالک تھے آپ کا رخ انور چاند کی چودھویں رات کی طرح چمکتا تھا آپ درمیانہ قد سے لمبے اور بہت لمبے قد سے چھوٹے تھے' رنگ چمکدار' پیشانی کشادہ' ابرو گھنے اور خم دار جن کے درمیان فاصلہ تھا اس فاصلہ میں ایک شریان تھی جو غصہ کے وقت پھول جاتی تھی ناک نوک دار تھی جس کے اوپر نور تھا غور سے دیکھنے والے کو آپ کی ناک کھڑی معلوم ہوتی تھی داڑھی گھنی' آنکھیں بڑی بڑی اور پتلیاں سیاہ تھیں' رخسار لمبے اور نرم و ملائم' چہرہ چوڑا' دانت چمکدار اور ان کے درمیان فاصلہ تھا' سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک پتلی سی لکیر

تھی آپ کی گردن مبارک چاندی کی طرح صاف اور گڑیا (ماڈل) کی گردن کی طرح خوبصورت تھی' بدن متوازن موٹا اور گٹھا ہوا تھا سینہ اور پیٹ کی بلندی اور اونچائی یکساں تھی سینہ بہت چوڑا تھا تمام جوڑ مضبوط اور موٹے تھے کلائیوں' کندھوں اور سینے کے بالائی حصے پر گھنے بال تھے' کلائی چوڑی اور ہتھیلی کشادہ تھی ہاتھ اور پاؤں سخت اور مضبوط تھے ٹانگیں اور ہاتھ لمبے اور خوبصورت تھے پاؤں کے تلوے اندر کو بیٹھے ہوئے اور قدم اس قدر سپاٹ تھے کہ ان پر سے پانی پھسل جاتا تھا۔

جب چلتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے نشیبی زمین پر قدم جما کر چل رہے ہیں' جب کسی طرف التفات کرتے تو مکمل بدن اسکی طرف پھیرتے تھے قدم رکھتے ہوئے کچھ آگے جھکتے اور نہایت وقار و متانت کے ساتھ تیز رفتاری سے چلتے تھے ایسے معلوم ہوتا جیسے آپ اوپر سے نیچے کو اتر رہے ہیں۔ آپ کی نظر آسمان سے زیادہ زمین کی طرف رہتی آپؐ کی پوری نظر صرف کن آنکھوں سے دیکھنا ہوتی تھی آپ اپنے ساتھیوں کو اپنے آگے چلاتے اور جس سے ملاقات ہوتی اسے سلام کہنے میں پہل کرتے۔ عموماً خاموش رہتے' غموں سے دردمند اور غور و فکر میں محو رہتے تھے' بات پورے منہ سے کرتے لیکن مختصر مگر جامع باتیں بیان کرتے۔ نہایت نرم مزاج اور شریفانہ اخلاق کے مالک تھے' نہ ترش لب و لہجہ رکھتے تھے اور نہ کمزور و عاجز تھے' جب اشارہ کرتے تو اپنے پورے ہاتھ سے کرتے' اظہار تعجب کے لئے ہاتھ کو الٹ دیتے اور جب بات کرتے تو کبھی کبھی ہاتھ کو قریب لا کر داہنے ہاتھ کا انگوٹھا بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے' جب غصہ کی حالت میں ہوتے تو نفرت کرتے ہوئے اپنا منہ موڑ لیتے' خوشی میں اپنی نگاہیں نیچی کر لیتے آپ کی پوری ہنسی صرف مسکراہٹ ہوتی جس سے موتیوں کی مانند خوبصورت دانت چمکنے لگتے تھے۔

آنحضرت کی فصاحت:۔

رسول اللہؐ نے فصیح اللسان اور شیریں بیان قبائل میں پرورش پائی آپ بنو ہاشم میں پیدا ہوئے' قریش میں پلے اور بنو سعد میں دودھ پیا لہٰذا فطرتی طور پر عربوں میں فصیح اللسان تھے ایک مرتبہ آپؐ نے اس (عظمت) کا اظہار بھی کیا کسی نے نہ آپ کی اس بات پر اعتراض کیا اور نہ تردید کی' رسول اکرمؐ کی فصاحت الہام کے مشابہ تھی اور اس میں آمد ہی آمد تھی اس کے لئے نہ آپ کوئی اہتمام کرتے تھے اور نہ ہی آپ کو اس کی مشق اور مزاولت کی ضرورت تھی الفاظ آپ کے سامنے سلیس اور معانی خود بخود مطیع ہو جاتے تھے آپ کی زبان سے نہ تو کوئی بھدا لفظ

ادا ہوا اور نہ آپ کے اسلوب عبارت میں کوئی اضطراب تھا اور نہ ہی کوئی زبان آپ کے علم سے باہر تھی اور نہ کوئی سوچ اور فکر آپ کے ذہن رسا کی پہنچ سے نکلی ہوئی تھی۔

جاحظ کے بقول آپؐ کی کلام ایسی تھی جس کے الفاظ کم اور معانی زیادہ تھے وہ آورد سے بالا تر اور تکلف سے پاک تھی اس میں تفصیل کی جگہ تفصیل اور اختصار کی جگہ اختصار تھا آپ کا کلام وحشی اور غریب الفاظ سے خالی اور بازاری اور عامیانہ الفاظ سے پاک وصاف تھا' نیز آپ نے جب بھی بات کی حکمت سے لبریز اور خامیوں اور غلطیوں سے پاک تھی' جسے الہامی توفیق و تائید حاصل تھی الغرض لوگوں نے آپ کے کلام سے زیادہ مفید' سچی' بولنے میں آسان اور معانی میں فصیح اور مقصود کے بیان میں سب سے واضح کلام کوئی نہیں پائی۔

زبان وادب پر احادیث کے اثرات:۔

اس روحانی بلاغت اور نبوی فصاحت کا زبان و ادب پر اثر محتاج بیان نہیں' کیونکہ آپؐ میں طبعی قوت' پاکیزگی حس' حسن انداز' تیزی ذہن' قدرت زبان اور وحی کی اعانت سے ایسی صفات جمع ہو گئی تھیں جو کسی اور میں جمع نہیں ہوئی تھیں۔ آپ اپنی کلام میں اختصار اور اجمال سے کام لیتے' بات میں سے بات نکالتے اور فن بیان کے طریقوں پر چلتے' آپؐ نئی نئی ترکیبیں وضع کر لیتے اور اصطلاحی الفاظ ایجاد کرتے تھے حتی کہ جو کچھ بھی آپ کی زبان سے نکلتا وہ فن بیان کے محاسن میں سے ایک حسن اور زبان کے اسرار میں سے ایک ایسا رمز بن جاتا جس سے زبان کے ذخیرہ میں اضافہ اور ادب میں قدر و بلندی کا سبب بن جاتا۔

آنحضرتؐ کے چند بے نظیر اقوال:۔

مات حتف انفه' وہ اپنی ناک سے دم توڑ کر مرگیا یعنی قدرتی موت مرگیا۔

الآن حمي الوطيس' اب بھٹی کا تاؤ تیز ہوا ہے یعنی جنگ زور دار ہوئی ہے۔

هدنه على دخن' وہ صلح جس میں بظاہر امن ہو لیکن اندر نفرت اور عداوت باقی رہے۔

يا خيل الله اركبي' اے خدائی سوارو! سوار ہو جاؤ

لا ينتطح فيها عنزان' اس میں دو بکریاں ٹکر نہیں ماریں گی یعنی کوئی جھگڑا یا اختلاف نہیں ہوگا۔

اور آپؐ نے عورتوں کی سواریوں کو لے کر جانے والے سے یہ کہا۔

روید ک: رفقابالقواریر 'ذرا آہستہ: ان نازک شیشوں کو نرمی سے لے کر چلنا

هذا یوم له مابعده 'یہ ایسا دن ہے جس پر مستقبل کا انحصار ہے۔

ان سب سے زیادہ تعجب خیز وہ الفاظ ہیں جو شریعت اور دین کے لئے آپ نے وضع کئے ہیں جن کا وجود قرآن میں نہیں ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو حفص عمر بن خطاب قریشی رسول اکرمؐ کی پیدائش کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے' قریشی نوجوانوں کی طرح پرورش پائی بچپن میں بکریاں چرائیں' بڑے ہو کر تجارت اور جنگ میں مہارت حاصل کی پھر اشراف قوم کی طرح اپنے عادات و اخلاق درست کئے' لکھنا سیکھا جنوب میں یمن اور حبشہ جبکہ شمال میں شام اور عراق کے علاقوں میں تجارتی اغراض سے آنے جانے لگے۔ حتی کہ آپ کی اہمیت بڑھ گئی اور قدر و منزلت میں اضافہ ہو گیا اور لوگوں میں بلاغت لسانی' جرات و بسالت' دلیری و شجاعت اور حمیت و اولوا العزمی کی وجہ سے مشہور ہو گئے۔ قریش نے امن و حرب کے حالات میں انھیں قریش اور دیگر قبائل کے مابین سفارتی ذمہ داریاں سونپ دی تھیں جب اسلام آیا تو آپ نے مخالفت و مزاحمت کی اور مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچائیں اور انھیں برا بھلا کہا ان دنوں مسلمانوں کی تعداد پینتالیس مردوں اور تیرہ عورتوں سے زیادہ نہ تھی وہ خاموشی سے ارقم مخزومی کے گھر اکٹھے ہوئے۔ رسول اکرمؐ اللہ سے دعا کیا کرتے تھے کہ خدایا عمر یا ابو جہل کو مسلمان کر کے اسلام کو تقویت دے تو اللہ تعالے نے اپنے دین کے لئے ان کا انتخاب کر لیا اور اسلام کے لئے ان کا سینہ کھول دیا۔

آپ کے اسلام لانے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ وہ اپنے بہنوئی کو اسلام لانے کی وجہ سے ڈرانے' دھمکانے کی غرض سے ان کے گھر گئے اور انہیں سزا دینا چاہی ان کی بہن نے اس پر انھیں برا بھلا کہا اور ایک صحیفہ لا کر دیا جس میں سورہ طٰہٰ کی کچھ آیات تھیں جب آپ نے وہ آیات پڑھیں تو سینے میں اسلام نے اثر کیا اور کہنے لگے "کیا قریش اس سے بھاگتے ہیں؟ پھر پوچھا کہ اس وقت رسول اکرمؐ کہاں ہیں؟ انھیں بتایا گیا کہ ارقم کے گھر ہیں تو حضرت عمر فرماتے ہیں

میں آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا' دیکھا تو سب لوگ وہاں اکٹھے ہو گئے۔ حضرت حمزہ نے انھیں کہا تمہیں کیا ہوا ہے؟ کہنے لگے عمر آیا ہے حضرت حمزہ کہنے لگے آنے دو عمر ہے تو کیا ہوا' دروازہ کھول دو "اگر اسلام لے آئیں گے تو ہم ان کا احترام کریں گے ورنہ قتل کر دیں گے" رسول اکرمؐ نے یہ گفتگو سنی تو باہر تشریف لائے پھر میں نے کلمہ شہادت پڑھا تمام گھر والوں نے کلمہ تکبیر بلند کیا جسے سارے مکہ والوں نے سنا میں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں تو کہنے لگے پھر ڈر کس چیز کا' چھپنا کیوں ہے؟ تو ہم دو صفیں بنا کر چل دیئے ایک صف میں میں تھا اور دوسری میں حمزہ تھے اسی حالت میں ہم مسجد (بیت اللہ) میں آئے قریش نے جب مجھے اور حمزہ کو دیکھا تو انہیں سخت دکھ پہنچا اس دن رسول اللہؐ نے مجھے "فاروق" کا لقب دیا۔

اس وقت آپؓ کی عمر چھبیس (26) سال تھی اور وہ زمانہ مسلمانوں پر سخت ابتلاؤں اور مصیبتوں کا زمانہ تھا آپ نے بھی اس میں سے اپنا حصہ لیا اور اللہ کی رضا کی خاطر اپنے دوستوں اور خاندان کے لوگوں سے دشمنی مول لی' حتی کہ آزمائشوں اور تکلیفوں سے بھاگتے ہوئے چھپکے چھپکے مدینہ کی طرف جانے لگے جبکہ دلیر و جرات مند عمر نے اپنی ہجرت کو چھپانا نہ چاہا بلکہ گلے میں تلوار ڈالے' کندھے پر کمان سجائے خانہ کعبہ میں آئے تمام اشراف قریش کعبہ کے صحن میں بیٹھے تھے آپ نے طواف کیا اور نماز پڑھی پھر ان کی طرف منہ کر کے کہنے لگے "تمہاری صورتیں مسخ ہو جائیں جس کی تمنا ہے کہ اس کی ماں اس پر روئے۔ اس کے بچے یتیم ہو جائیں اس کی بیوی بیوہ ہو جائے تو اس وادی کے پار آ کر میرا سامنا کرے" تو کسی نے بھی ان کا پیچھا نہ کیا۔

پھر ہمیشہ رسول اکرمؐ کے ساتھ وفادار ساتھی کی طرح رہے اور نیزے اور زبان سے آپؐ کی تائید و مدد کرتے رہے اور آپ کو اپنے مشوروں سے نوازتے رہے بعض واقعات میں آپ کے مشورہ کو قرآن نے بھی ذکر کیا ہے حتی کہ رسول اللہؐ انتقال فرما گئے اور خلیفہ کی نامزدگی میں انصار و مہاجرین کے درمیان اختلاف سامنے آیا تو آپ ہی نے حضرت ابو بکرؓ کی تائید کی حتی کہ لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی' خلافت صدیقی میں آپ ان کے ساتھ ایک مخلص مشیر اور منصف قاضی کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے' حتی کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت قریب آن پہنچا تو انہوں نے آپؓ کے سوائے کسی کو خلافت کا زیادہ حق دار نہیں سمجھا چنانچہ حضرت عمرؓ مخلص و مومن کی قوت' بہادر و طاقتور کے عزم و تجربہ' جہاندیدہ شخص کی ذہانت اور فطری قابلیت رکھنے والے فہم و فراست کے مالک شخص کے اوصاف کے ساتھ تخت خلافت پر متمکن ہوئے دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے قیصر و کسری کی عظیم الشان مملکتوں کو زیر نگین کر لیا۔

انہوں نے بنجر صحراء میں تنہا رہ کر وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو بڑی بڑی سلطنتوں اور حکومتوں کے لیے بھی دشوار تھے' گورنروں کا تقرر' قاضیوں کا انتخاب' فوجی افسروں کا چناؤ' لشکروں کی ترتیب و تنظیم' کمک کی روانگی' نقشے بنانا' شہروں کی حدیں کھینچنا' قانون سازی کرنا' مال غنیمت و سفے کی تقسیم' اور حدود و تعزیرات کا نفاذ وغیرہ الغرض یہ تمام امور آپ اپنی صوابدید' اصابت رائے' تیزی ذہن' دور بینی نگاہ اور عزم و ہمت سے انجام دیتے رہے' ان سب چیزوں کے باوجود آپ خاک نشین تھے عوام الناس کے ساتھ مل جل کر رہتے۔ پرانے کپڑے پہنتے' سرکہ اور زیتون کو بطور سالن استعمال کرتے بیت المال سے پورے گھر کا خرچہ یومیہ دو درھم سے زیادہ نہ لیتے' انہی وجوہات کی بناء پر آپؓ کا دور دنیا کا بے نظیر و بے مثال دور تسلیم کیا گیا ہے۔

لیکن وہ عمرؓ جس نے اپنے عدل و انصاف اور احسان سے اللہ تعالے اور لوگوں کو خوش رکھا تھا ابو لولو نامی ایک مجوسی غلام کو مطمئن نہ کر سکا کیونکہ آپ نے اسے اپنے مالک مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کی تھی نیز یہ کہ وہ اپنے آقا کو روزانہ دو درہم دینا بوجھ نہ سمجھے کیونکہ وہ بیک وقت بڑھئی' نقاش اور لوہار (یعنی تین کام کرتا) تھا اس پر آپ کی یہ نصیحت گراں گزری اور وہ صبح اندھیرے ہی میں مسجد میں جا کر چھپ گیا جب آپ مسجد میں لوگوں کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے اس نے دو پھلے خنجر کے ساتھ آپؓ پر پے درپے کئی وار کیے جو آپ کی شہادت کا باعث بنے' یہ حادثہ بدھ کی رات ستائیس ذی الحجہ 23ھ کو پیش آیا' اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت عمرؓ کا حلیہ اور خداداد صلاحیتیں:۔

حضرت عمرؓ لمبے موٹے اور خوبصورت تھے آپ کی رنگت میں سرخی زیادہ جھلکتی تھی سر کے بال کم اور سفید تھے رخساروں پر ہلکے ہلکے بال تھے مونچھوں کی چونچیں باریک لمبی اور بھوری تھیں آپ بڑے مہربان' رفیق اور مشفق تھے لیکن حق کے معاملے میں کسی قسم کی نرمی نہیں برتتے تھے بڑے بڑے صحابہ اشراف قبائل میں سے کوئی کم ہی ہوگا جو آپ کے کوڑے سے بچا ہو گا آپ صائب الرائے' تجربہ کار مدبر' قوی الجثہ' انتہائی خدا ترس حد درجہ پاکباز' وسیع العلم' حکمت سے لبریز دل والے اور تفقہ فی الدین میں کمال درجہ رکھتے تھے اگر حضرت علی کی تعریف میں "بلیغ اللسان" کا لفظ بولا جاتا ہے تو حضرت عمرؓ کی تعریف میں "بلیغ العقل" کا لفظ استعمال کرنا بالکل درست ہے' اس کے ثبوت ـــ آپ [illegible] عہد نامے اور خطوط [illegible] کافی ہیں ـــ ۔

آپ نے وقتاً فوقتاً قاضیوں، گورنروں اور فوجی افسروں کو لکھے تھے جن سے آپ کو حضرت عمر کی فقاہت، اجتہاد، انتظامی مہارت اور سیاسی تجربہ کاری نظر آجائے گی۔ حیرت انگیز اور تعجب خیز امر یہ ہے کہ یہ تمام خوبیاں آپ میں نہ وحی کی وجہ سے، نہ کسی استاد کی شاگردی یا کسی اقتداء و تقلید کی وجہ سے تھیں یہ فقط اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت اور اس کا فضل تھا جسے وہ چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے عہد ناموں اور خطبات کا نمونہ:۔

آپؓ کا وہ عہد نامہ جسے آپ نے ابو موسیٰ اشعری کو قاضی بناتے وقت بھیجا یہی وہ عہد نامہ ہے جسے تمام قاضی نظام قضاءت کی اساس اور اس کے احکام کی بنیاد خیال کرتے ہیں واقعتاً یہ عہد نامہ بنیاد بننے کے ہی لائق ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم، من عبدالله عمر امير المومنين الى عبدالله بن قيس، سلام عليك امابعد فان القضاء فريضة محكمة وسنة متبعة، فافهم اذا ادلى اليك فانه لا ينفع تكلم بحق لا نفاذ له، آس بين الناس في وجهك وعدلك ومجلسك، حتى لا يطمع شريف في حيفك، ولا ييأس ضعيف من عدلك، البينة على من ادعى واليمين على من انكر، والصلح جائز بين المسلمين الا صلحا احل حراما او حرم حلالا لا يمنعك قضاء قضيته اليوم فراجعت فيه نفسك وهديت فيه لرشدك ان ترجع الى الحق

امیر المومنین، اللہ کے بندے عمر کی جانب سے عبداللہ بن قیس کے نام، السلام علیکم، امابعد، قضاءت ایک محکم فریضہ اور قابل تقلید طریقہ ہے، جب لوگ تمہارے پاس فیصلہ کرانے کے لئے آئیں تو پہلے معاملے کو خوب سمجھ لو کیونکہ ناقابل نفاذ حق کے متعلق گفتگو کرنا فضول ہے، اپنی توجہ، عدل اور مجلس سے مساوات اختیار کرو تاکہ نہ کوئی شریف تم سے حق تلفی کی امید کرے اور نہ کوئی کمزور تمہارے عدل سے مایوس ہو جائے، دلیل مدعی کے ذمہ ہے اور انکار کرنے والا قسم اٹھائے گا، مسلمانوں میں اس صلح کے سوا ہر قسم کی صلح جائز ہے جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام کردے، اگر تم نے کوئی فیصلہ کیا کل تمہیں اگر غور و خوض سے اس کے خلاف صحیح معلوم ہوا تو حق کی طرف میلان سے کوئی چیز تمہارے لئے مانع نہ ہو، کیونکہ حق قدیم ہے، باطل میں سرگرداں پھرنے سے حق کی طرف پلٹ آنا بدرجہا بہتر ہے، جس چیز کے متعلق تمہیں تردد ہو اور قرآن و سنت میں اس کا ذکر نہ ہو تو اسے بار بار سوچو اور سمجھو، اور امثال و نظائر کو پہنچانو اسی طرح دیگر معاملات کو ان پر قیاس کرو اور پھر جو عنداللہ قریب تر اور حق

فان الحق قدیم' و مراجعة الحق خیر من التمادی فی الباطل' الفهم الفهم فیما تلجلج فی صدرک ممالیس فی کتاب ولاسنة ثم اعرف الاشباہ والا مثال فقس الامور عند ذالک' واعمدالی اقر بها عنداللہ واشبهها بالحق' واجعل لمن ادعی حقاغائبا امدا ینتہی الیہ' فان احضر بینته اخذت لہ بحقه والا استحللت علیه القضیة فانه انفی للشک واجلی للعمی' المسلمون عدول بعضهم علی بعض الا مجلودا فی حد' اومجرباعلیه شهادة زور' اوظنینا فی ولاء اونسب' فان اللہ تولی منکم السرائرودرا بالبینات والایمان' وایاک والغلق والضجر والتاذی بالخصوم والتنکر عندالخصومات' فان الحق فی مواطن الحق یعظم اللہ به الاجر ویحسن به الذخر' فمن صحت نیته واقبل علی نفسه کفاہ اللہ ما بینه وبین الناس' ومن تخلق للناس بما یعلم اللہ انه لیس من نفسه شانه اللہ' فماظنک بثواب غیر اللہ فی عاجل رزقه و خزائن رحمته؟ والسلام

کے زیادہ مشابہ ہو اسے اختیار کر لو' جو شخص کسی غائبانہ حق کا دعویدار ہو اسے آخری مدت تک لیٹ کردو' اگر وہ اپنی دلیل پیش کر دے تو تم اس کا حق دلادو ورنہ مقدمہ کو اس کے خلاف جائز سمجھو یہ طریقہ شک کو زائل کرنے کے لئے زیادہ مناسب اور ابہام دور کرنے کے لئے زیادہ بہتر ہو گا۔ تمام مسلمان ایک دوسرے کے برابر ہیں سوائے اس کے جسے کوئی حد لگی ہے یا کوئی جھوٹی گواہی دیتے ہوئے پکڑا گیا ہے یا جس کی امانت میں وفا یا نسب میں تہمت لگائی گئی ہے' ان کے علاوہ باقی قابل قبول گواہ ہیں تمہاری اندرونی حالت کو اللہ بہتر جانتا ہے اس نے تمہاری ذمہ داری کو قسموں اور دلیلوں کے ذریعہ تم سے ہٹادیا ہے' خبردار! جھگڑنے والوں کی وجہ سے تمہارے دل میں کسی قسم کی تنگی' بدولی اور پریشانی نہ پیدا ہو اور نہ ہی جھگڑے کا فیصلہ کرتے وقت کج خلقی اور نکارت کا اظہار ہو' حق کی جگہوں پر حق استعمال کرنے کا اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے اور اس کا نتیجہ اچھا ہوتا ہے جس کی نیت اچھی ہو اور وہ اپنی خیر خواہی چاہتا ہو تو خدا اسے لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے اور جو اللہ کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے بھی لوگوں سے بناوٹی اخلاق اپناتا ہے تو اللہ اسے ذلیل کر دیتا ہے تم ہی بتاؤ کہ غیر اللہ کے اس ثواب کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو وہ خدا کی دی ہوئی روزی اور اس کی رحمت کے خزانوں سے بخشے؟ والسلام

حضرت عمرؓ کی تقریر کا اقتباس:۔

ایہا الناس انہ اتی علی حین وانا احسب ان من قرء القرآن انما یرید الله وما عندہ' الا وانہ قد خیل الی ان اقرء مایقرء ون القرآن یرید ماعند الناس' الا فاریدوا الله بقراء تکم واریدوہ باعمالکم' فانما کنانعرفکم اذا الوحی ینزل واذاالنبی صلی الله علیہ وسلم بین اظہرنا فقد رفع الوحی وذھب النبیؐ فانما اعرفکم بمااقول لکم' الافمن اظہر لنا خیرا ظنانبہ خیرا واثنینابہ علیہ ومن اظہر لناشرا ظننابہ شرا وابغضناہ علیہ۔

اے لوگو! ایک زمانہ میں میرا خیال تھا کہ جو قرآن پڑھتا ہے اس کا مقصد رضائے الٰہی ہوتا ہے لیکن اب مجھے کچھ کچھ محسوس ہو رہا ہے کہ کچھ لوگ قرآن پڑھ کر لوگوں سے مال بٹورنا چاہتے ہیں سنو! اپنی تلاوت اور اپنے اعمال کے ساتھ صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرو جب وحی کا نزول ہوتا تھا اور آنحضرتؐ ہمارے درمیان موجود ہوتے تھے تو ہم دنیا داروں کو معلوم کر لیتے تھے اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اور آنحضرتؐ اس دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں لہٰذا اب میں تمہارے اس معیار پر جانچ کر شناخت کروں گا کہ جو بظاہر ہمارے ساتھ بھلائی سے پیش آئے گا ہم بھی اس کے متعلق حسن ظن رکھیں گے اور جو بظاہر ہمارا برا چاہے گا ہم اسے برا سمجھیں گے اور اس کے کردار کی وجہ سے اس سے بغض وعداوت رکھیں گے۔

حضرت عمر کے چند اقوال:۔

اقدعوا ھذہ النفوس عن شھواتھا فانھا طلعة' وایا کم الا تقدعوھا تنزع بکم الی شر غایة

اپنے دلوں کو ان کی خواہشات سے روکو کیونکہ یہ بڑے شہوت پرست اور ادھر ادھر تانک جھانک کرنے والے ہیں' ذہن نشین کر لو' اگر تم ان پر کنٹرول نہ کرو گے تو یہ تمہیں بدترین مقام پر لے جائیں گے۔

ان ھذا الحق ثقیل مری وان الباطل خفیف وبی وترک الخطیئة خیر من معالجة التوبة

حق اگرچہ ثقیل ہے مگر جلد ہضم ہو جاتا ہے' باطل اگرچہ ہلکا ہے لیکن بدہضمی پیدا کرتا ہے بار بار کرتے رہنے سے گناہ کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔

حضرت علیؓ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

امیر المومنین حضرت علی ہجرت سے اکیس سال قبل پیدا ہوئے' گھریلو معاشی حالات کی کمزوری کی وجہ سے رسول اکرمؐ کے گھر میں آپ کے زیر کفالت رہے' جب رسول اکرمؐ نے نبوت کا اعلان کیا تو اس وقت آپؓ قریب البلوغ تھے آپ نے آنحضرتؐ کی تائید و حمایت میں بہت سی نمایاں خدمات انجام دیں غزوہ تبوک کے سوا تمام غزوات میں آنحضرتؐ کے ساتھ شریک رہے کیونکہ غزوہ تبوک میں آنحضرتؐ نے انھیں اپنے گھروالوں کی نگرانی کے لئے پیچھے چھوڑ دیا تھا جب رسول اکرم کا وصال ہوا تو حضرت علیؓ رسول اکرمؐ سے قرابت اور نسبت دامادی کی بناء پر اپنے آپ کو دیگر لوگوں کی نسبت خلافت کا زیادہ حق دار سمجھتے تھے لیکن جب مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کرلی اور آپ کے بعد حضرت عمر خلیفہ بنے بعد ازاں لوگوں نے شوریٰ کے ذریعے عثمان کو خلیفہ بنالیا ان کے دل میں قلق پیدا ہوئی پھر آپ نے اپنے دل پر جبر کرتے ہوئے یہ سب کچھ برداشت کرلیا۔

جب حضرت عثمان کو شہید کردیا گیا تو حجاز میں لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی لیکن حضرت معاویہ نے بیعت نہ کی کیونکہ وہ حضرت علی سے حضرت عثمان کے قتل اور قاتلین عثمان سے بدلہ نہ لینے کی بناء پر ناراض تھے شامیوں نے اس سلسلہ میں حضرت معاویہ کی حمایت کی' پھر تو فتنہ کا بازار گرم ہوگیا اتحاد اسلامی کی گرہیں کھل گئیں مسلمانوں کی قوت کمزور ہوگئی اور مسلمان واضح طور پر دو گروہوں میں بٹ گئے ایک دوسرے کے دشمن بن گئے اور طویل عرصہ تک آپس میں قتل و غارت کرتے رہے دونوں میں سے کسی ایک کی حکومت مستحکم ہوئے بغیر تلواریں نیاموں میں واپس نہ گئیں' خوارج نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ اس فتنہ کے تین بڑے محرکین کو قتل کردیا جائے جو کہ معاویہ' عمرو بن عاص اور علی ہیں' چنانچہ امیر المومنین ابن ملجم کے حصہ میں آئے اس نے آپ کو بے خبری کے عالم میں 40ھ میں مسجد کوفہ میں شہید کردیا آپ کی مدت خلافت چار سال اور تقریباً نو ماہ بنتی ہے۔

آپ کے اخلاق اور خداداد صلاحیتیں:۔

حضرت علیؓ قوی الاعضاء اور گٹھیلے جسم کے مالک تھے نہایت جنگجو اور بہادر دل والے تھے انہیں اس بات کی قطعاً کوئی پروا نہیں تھی کہ موت ان کا پیچھا کرے یا وہ موت کا سامنا کریں ان کی ذات تفقہ فی الدین میں سند و حجت اور تقویٰ میں کامل نمونہ تھی حق کے معاملے میں نہایت سخت اور بڑے خود اعتماد تھے دین اور دنیاوی امور میں کسی قسم کی نرمی کے قائل نہ تھے یہی ان کا بلند کردار تھا جو ان کے مخالف فہم و فراست کے مالک حضرت معاویہ کے لئے معاون ثابت ہوا۔

رسول اکرمؐ کے بعد اسلاف میں ہمیں حضرت علی سے زیادہ کوئی فصیح و بلیغ نظر نہیں آتا اور نہ خطابت میں کوئی ان کے ہم پلہ ہوا' آپؓ وہ مرد دانا تھے جن کے بیان سے حکمت و دانائی کے چشمے ابلتے تھے اور ایسے مقرر تھے جن کی زبان پر بلاغت ٹپکتی تھی ایسے واعظ تھے جو دلوں اور کانوں کو موہ لیتے تھے آپ کی تحریر دقیق اور مسکت دلائل سے پر ہوتی تھی اور ایسے قادر الکلام تھے جس موضوع پر چاہتے تقریر کر لیتے تھے' آپ بالاتفاق مسلمانوں کے سب سے بڑے خطیب اور انشاء پرداز ہیں' جہاد کی ترغیب میں آپ کے خطبات' حضرت معاویہ کی طرف بھیجے گئے خطوط' مور چمگادڑ اور دنیا کے اوصاف میں لکھی گئی تحریریں اور اشتر نخعی کے ساتھ کیا ہوا عہد نامہ (بشرطیکہ صحیح ہو) یہ چیزیں عربی زبان کے معجزات اور بشری عقل کے بے نظیر شاہکار ہیں ہمارے خیال میں ان کو یہ استعداد اور قابلیت رسول اکرمؐ کے ساتھ طویل رفاقت' اور آپؐ کی حمایت میں بچپن سے تقریر کرنے کی مشق اور آپؐ کی خاطر خطبے دینے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔

آپ کا نمونہ کلام:۔

حضرت علیؓ کی کلام تین محوروں کے گرد گھومتی ہے۔

1۔ خطبات و فرامین
2۔ خطوط و رسائل
3۔ حکم و نصائح

اسی ترتیب سے شریف رضی نے ان کو "نہج البلاغہ" نام کی کتاب میں جمع کر دیا ہے اور ان کے متعلق اس نے کہا ہے "یہ کتاب اپنا مطالعہ کرنے والے کے لئے بلاغت کے دروازے کھولتی ہے اور فصاحت تک پہنچانے میں مدد کرتی ہے' اس میں معلم اور متعلم دونوں کی تشنگی کی

سیرابی ہے عابد اور زاہد سبھی کی ضروریات کا سامان ہے اثناء کلام میں جگہ جگہ توحید اور عدل پر مبنی پر مغز بحثیں ہیں جو علمی پیاس بجھاتی ہیں اور شکوک و شبہات کا پردہ چاک کرتی ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس کتاب میں اکثر خطبے وغیرہ بعد میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ اور انہیں کی طرف غلط منسوب کر دیا گیا ہے۔

آپ کے خطبات سے اقتباس:۔

آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے کھڑے ہو کر کہا پہلے آپ نے ہمیں ثالث مقرر کرنے سے روکا تھا پھر آپ نے خود ہی اس کا حکم دے دیا ہمیں معلوم نہیں کہ ان میں سے آپ کی کونسی بات زیادہ صحیح ہے تو آپ نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتے ہوئے فرمایا۔

هذا جزاء من ترک العقدة: اما والله لو انی حین امر تکم بما امر تکم به حملتکم علی المکروه الذی یجعل الله فیه خیرا فان استقمتم هدیتکم وان اعوججتم قومکم وان ابیتم تدار کتکم لکانت الوثقی ' ولکن بمن والی من؟ اریدان اداوی بکم وانتم دائی ' کناقش الشوکة بالشوکة وهو یعلم ان ضلعها معها۔

اللهم قد ملت اطباء هذا الداء الدوی وکلت النزعة باشطان الرکی۔

این القوم الذین دعوا الی الاسلام فقبلوه وقروا القرآن فاحکموه وهیجوا الی القتال فولهوا وله اللقاح الی اولادها وسلبوا السیوف اغماد ها واخذوا باطراف الارض زحفا زحفا وصفا صفا بعض هلک وبعض نجا لا یبشرون بالاحیاء ولا یعزون بالموتی ' مره العیون من البکاء ' خمص البطون من الصیام ذبل الشفاه من الدعاء صعر الاولون من السهر ' علی وجوههم غبرة الخاشعین ' اولئک اخوانی الذاهبون ' فحق لنا ان نظماء الیهم ونعض الایدی علی فراقهم

ان الشیطان لینی لکم طرقه ویرید ان یحل دینکم عقدة عقدة ' ویعطیکم بالجماعة الفرقة فاصدفوا عن نزعاته ونفثاته ' واقبلوا النصیحة ممن اهداها الیکم واعقلوها علی انفسکم

بیعت سے پھر جانے والے کا یہی بدلہ ہے ' خدا کی قسم! جب میں نے تم کو حکما اس

ناپسندیدہ کام پر مجبور کیا تھا جس میں اللہ نے بھلائی رکھی تھی اگر تم اس وقت اس پر مضبوطی سے ثابت قدم رہتے تو میں تمہاری رہنمائی کرتا' تم اگر غلط راستے پہ چل نکلتے تو میں تمہیں سیدھی راہ پہ لے آتا اور اگر تم اطاعت کیشی کرتے تو میں تمہاری نگرانی کرتا اور یہ سب سے پختہ شکل ہوتی۔ لیکن اب میں کس سے کہوں اور کیا کہوں؟ میں تو چاہتا تھا کہ تمہیں بطور دوا استعمال کروں مگر تم خود میری بیماری بن گئے میری مثال اس شخص کی سی ہے جو کانٹے کی کمزوری کو جانتے ہوئے بھی کانٹے کو کانٹے سے نکالے۔

خدایا! اس دیرینہ اور مہلک مرض نے حکیموں کو تھکا دیا ہے اور ڈول کھینچنے والے کنویں کی لمبی رسیوں کو کھینچتے کھینچتے اب تھک چکے ہیں۔

خدایا وہ لوگ کہاں چلے گئے جنہیں جب اسلام کی دعوت دی جاتی تھی تو فوراً اسے قبول کر لیتے تھے قرآن پڑھتے تھے تو مضبوطی سے اس پر عمل کرتے تھے اور جب انہیں میدان جنگ کی طرف بلایا جاتا تھا تو وہ بے چینی سے میدان جنگ کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کرتے تھے جس طرح بچے والی اونٹنیاں اپنے بچوں سے ملنے کے لئے بے تاب ہوتی ہیں پھر وہ اپنی تلواروں کو میانوں سے نکال لیتے اور اطراف عالم میں لڑنے کے لئے صف بصف نکل پڑتے' کچھ مرجاتے کچھ بچ جاتے انہیں نہ زندوں کے بچنے کی خوشی ہوتی اور نہ مرنے والوں کا غم' خدا خوفی سے رونے کی وجہ سے ان کے چہروں پر زردی طاری ہو جاتی' وہ سراپا عاجزی و کمزور تھے میرے دنیا سے چلے جانے والے بھائیوں کے یہ اوصاف تھے اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان کے ملنے کے لئے بے چین ہو جائیں اور ان کی جدائی پر کف افسوس ملیں۔

شیطان تم پر اپنی راہیں آسان کرنا چاہتا ہے اس کا ارادہ ہے کہ تمہاری مضبوط گرہوں (اتفاق و اتحاد) کو ایک ایک کر کے کھول دے تمہارا شیرازہ بکھیر دے اس کی چالبازیوں اور شرانگیزیوں سے بچتے رہو جو تمہیں نصیحت کرنے اس کی بات مان لو اور اس نصیحت و خیر خواہی کو اپنے دلوں میں مضبوط گرہ باندھ کر رکھ لو۔

آپؓ کا کچھ اور کلام:۔

الا و ان الخطایا خیل شمس علیھا اھلھا و خلعت لجمھا فتقحمت بھم فی النار و ان التقوی مطایا ذلل حمل علیھا اھلھا و اعطوا ازمتھا فاوردتھم الجنۃ' حق و باطل' و لکل اھل' فلئن امر الباطل فقدیما فعل و لئن قل

الحق فلربما ولعل ولقلما ادبر شيئي فاقبل' شغل من الجنة والنار امامه' ساع سريع نجا وطالب بطيئي رجاو مقصر في النار هوى' اليمين والشمال مضلة والطريق الوسطى هي الجادة' عليها باقي الكتاب وآثار النبوة ومنها منفذ السنة واليها مصير العاقبة۔

سنو! گناہ یقیناً منہ زور گھوڑے ہیں جن پر گناہ سوار ہیں یہ گھوڑے بے لگام ہیں جو گناہ گاروں کو لے کر جہنم میں چلے جائیں گے جبکہ تقویٰ و پرہیزگاری سدھائی ہوئی سواریاں ہیں ان پر متقی لوگ سوار ہیں اور وہ ان کی لگام میں تھامے ہوئے ہیں اور وہ سواریاں انھیں لے کر جنت میں جائیں گی۔ اس کائنات میں حق و باطل متوازی چل رہے ہیں ہر ایک کے حمایتی ہیں اگر باطل کی کثرت ہے تو یہ کوئی بات نہیں قدیم سے ایسے ہی آ رہا ہے اگر حق کی قلت اور کمی ہے تو یہ بھی کوئی حیرانی والی بات نہیں' بہت کم ایسے ہوا ہے کہ کوئی چیز جاکر پھر آجائے' جس کے سامنے جنت اور جہنم ہے وہ مصروف ہے تیز بھاگنے والا بچ نکلا' ست رفتار کے بچنے کی بھی امید کی جا سکتی ہے کوتاہی کرنے والا جہنم میں گر پڑا' دائیں بائیں والے تمام راستے گمراہی کے ہیں درمیانی راستہ ہی صحیح راستہ ہے اس پر قرآن وسنت کی بنیاد ہے اور اسی کے مطابق انجام کا فیصلہ ہوگا۔

سحبان وائل

پیدائش اور حالات زندگی

سحبان بن زفر بن ایاد نے ربیعہ کے خاندان وائل میں نشوونما پائی' اسلام کی اشاعت کے ساتھ یہ بھی مسلمان ہو گیا اور حضرت معاویہ سے جا ملا وہاں اس کی خوب عزت افزائی ہوئی اور یہ ان کا خطیب بن گیا۔ سحبان برجستہ گو' پرزور اور خوش بیان تھا فنون کلام کے تمام زاویوں میں ماہر تھا گویا یہ رٹی ہوئی عبارت پڑھ رہا ہے انہی خصوصیات کی بناء پر وہ خطابت میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا۔

حضرت معاویہ کے پاس خراسان سے ایک وفد آیا انہوں نے سحبان کو بلایا لیکن وہ گھر میں نہ ملا اسے تلاش کر کے حضرت معاویہ کے پاس لایا گیا تو حضرت معاویہ کہنے لگے تقریر کرو' اس نے کہا میرا عصا منگوا دو حضرت معاویہ کہنے لگے امیر کی موجودگی میں عصا سے کیا کرے گا اس نے کہا جو موسیٰ رب سے ہم کلام ہوتے وقت کیا کرتے تھے۔ حضرت معاویہ ہنسے اور عصا منگوایا اور

تقریر کا حکم دیا جب عصا آیا تو اس نے ناپسند کرتے ہوئے اسے لات ماردی پھر انہوں نے اس کا عصا لا کر دیا اور ظہر کے بعد تقریر شروع کی حتی کہ عصر کا وقت قریب آگیا اس دوران نہ وہ کھانسا' نہ کھنکارا' نہ ٹھہرا' نہ اٹکا نہ کوئی مضمون تشنہ چھوڑ کر آگے نکلا اس کی اس حالت کو دیکھ کر حاضرین انگشت بدنداں رہ گئے' حضرت معاویہ نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو سحبان کہنے لگا حضرت میری بات نہ کاٹئے حضرت معاویہ نے کہا نماز کا وقت ہو گیا ہے اس نے کہا ابھی دیر ہے ہم اس وقت صلوۃ و حمد اور وعد و وعید میں مشغول ہیں' حضرت معاویہ نے کہا واقعی تم عرب کے سب سے بڑے خطیب ہو' سحبان کہنے لگا بلکہ عجم کا بھی بلکہ جن وانس کا بھی

یہ واقعہ اس کی قوت و جرات' وسعت معلومات اور قادر الخطابت ہونے پر دلالت کرتا ہے لیکن اس کی شہرت کی نسبت اس کے خطبے کم منقول ہیں شاید اس لئے کہ وہ جاہ و حکومت میں شامل نہ ہونے' جماعتوں اور سیاست سے دور رہنے اور ایک ہی موضوع پر لمبی لمبی تقریریں کرنے کی وجہ سے ہے اسی وجہ سے راویوں نے اس کے خطبوں سے صرف نظر کیا ہوا ہے یہ عہد خلافت معاویہ میں 54ھ میں فوت ہوا۔

اس کا تقریری نمونہ:۔

ان الدنیا دار بلاغ' والاخرة دار قرار' ایها الناس فخذوا من دار ممرکم الی دار مقرکم' ولا تهتکوا استارکم' عند من لا تخفی علیه اسرار کم واخرجوا من الدنیا قلوبکم' قبل ان تخرج منها ابدانکم ففیها حییتم ولغیرها خلقتم' ان الرجل اذا هلک قال الناس ما ترک؟ وقالت الملائکة ماقدم؟ فقدموا بعضا یکون لکم ولا تخلفوا کلا یکون علیکم

دنیا آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے' اور آخرت جائے قرار ہے' اے لوگو! اپنی اس گزر گاہ (دنیا) سے دائمی قرار گاہ کے لئے سامان رسد لے لو' جن کے سامنے تمہارے راز آشکارا ہیں ان کے سامنے اپنے رازوں کے پردے مت چاک کرو' دنیا سے اپنے دلوں کو نکال دو اس سے پہلے کہ تمہارے جسم اس سے نکال دیئے جائیں۔ تم اس دنیا میں جیتے ہو لیکن تم دوسری جگہ رہنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو' جب انسان مرجاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں اس نے پیچھے کیا چھوڑا ہے؟ فرشتے پوچھتے ہیں آگے کیا لایا ہے؟ کچھ اپنے لئے پہلے روانہ کردو سب کچھ یہاں نہ چھوڑ جاؤ کہ تمہارے لئے وہاں وبال جان بن جائے۔

زیاد بن ابیہ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

طبیب عرب حارث بن کلاء ثقفی کی ایک داشتہ تھی جس کا نام سمیہ تھا اور اس کا ایک رومی غلام تھا جس کا نام عبید تھا اس نے ان دونوں کی شادی کر دی تو سمیہ نے ہجرت کے پہلے سال اس کے ہاں ایک بچے کو جنم دیا لیکن اس میں دوسری نسل کے کچھ آثار تھے لیکن یہ بچہ بڑھ کر زیرک اور شائستہ بن گیا ابھی مسلمانوں کی حکومت منظم و مستحکم بھی نہ ہوئی تھی کہ اس بچہ کی فہم و فراست کے جوہر نظر آنے لگے ابو موسیٰ اشعری جو حضرت عمر کی جانب سے والئ بصرہ نے اس کو اپنے ہاں منشی رکھ لیا' تو اس کی صلاحیتیں مزید نکھر گئیں اور اس کی ذہانت کو چار چاند لگ گئے' پھر عہد خلافت فاروقی میں ہی کچھ ایسے مسائل پیش آئے کہ حضرت عمر نے اسے معزول کرنا چاہا خیانت یا نا اہلی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس خوف سے کہ یہ کہیں اپنی ذہانت و فطانت کے بل بوتے پر لوگوں میں اپنا اثر و رسوخ نہ بنا لے حالانکہ حضرت عمرؓ ہی اس سے بڑے بڑے اہم کام لیتے تھے یہ انہیں کمال صلاحیت اور بغیر تقصیر کے سرانجام دے دیا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ اس نے انصار و مہاجرین کی موجودگی میں ایسا خطبہ دیا کہ اس طرح کا خطبہ انہوں نے اس سے قبل نہیں سنا تھا' عمرو بن عاص کہنے لگے' واہ' کیا کہنے اس نوجوان کے' اگر یہ قریشی باپ کا بیٹا ہوتا تو اپنی لاٹھی سے عربوں پر حکومت کرتا' ابو سفیان اسے اس قدر چاہتے تھے کہ ایک مرتبہ انہوں نے مجمع عام میں جن میں حضرت علی بھی شامل تھے زیاد کے متعلق کہا یہ میرا بیٹا ہے' اسلام لانے سے قبل اس کی والدہ مجھ سے ملی تھی لیکن حضرت عمرؓ کے خوف سے انہوں نے اسے اپنے سلسلہ نسب میں داخل نہیں کیا جب حضرت علی خلیفہ بنے تو انہوں نے زیاد کی تنظیمی صلاحیتوں' عمدہ رائے اور فصاحت لسان کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے گورنر بنا دیا انہوں نے فضا کو ان کے حق میں ساز گار کیا' سرحدوں کو مستحکم کیا اور سیاست کو مضبوط کیا حضرت معاویہ نے انہیں اپنا طرفدار بنانا چاہا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ نے پھر چاہا کہ ان کی ہمدردی حاصل کریں اور ان کو اپنے باپ کی طرف منسوب کر کے اپنا بھائی بنا لیں چنانچہ اس کے بعد انہیں زیاد بن ابی سفیان کے نام سے پکارا جانے لگا لیکن اکثر لوگ اس نسب کا اعتبار نہیں کرتے پھر حضرت معاویہ نے انہیں کوفہ و بصرہ دو شہروں کا گورنر بنایا یہ پہلے شخص ہیں جن کو دو شہروں کی گورنری دی گئی یہ چھ ماہ بصرہ میں قیام کرتے تھے اور چھ ماہ کوفہ میں رہتے تھے

ان کی وفات 53ھ میں طاعون کی وبا سے ہوئی۔

اخلاق اور خداداد صلاحیتیں:۔

زیاد بڑے عقل مند' ذہین و فطین اور خوش زبان و خوش الحان تھے ان کے بارے میں شعبی کا کہنا ہے' "میں نے جب بھی کسی کو منبر پر تقریر کرتے ہوئے سنا اور خوش الحانی کا اظہار کرتے ہوئے سنا تو میرا جی چاہا کہ کاش یہ خاموش ہو جائے تاکہ کہیں زیادہ بولنے سے اس کی تقریر کا لطف نہ جاتا رہے لیکن جب زیاد تقریر کرتا میرا دل چاہتا کہ اور زیادہ بولتا جائے کیونکہ وہ جتنا زیادہ بولتا جاتا تھا اس کا انداز بیان اتنا ہی دلچسپ عمدہ اور رنگین ہو جاتا تھا۔

زیاد مملکت بنی امیہ کا سب سے زیادہ قابل اعتماد ستون تھا معاویہ نے انھیں بڑے بڑے اہم کاموں اور آزمائشوں میں ڈالا مگر انہوں نے تمام خرابیوں کو دور کر کے حالات کو خوشگوار بنایا سزا دینے میں سخت انداز پایا وہ محض تہمت کی بناء پر گرفت کر لیتا اور شبہ کی بناء پر سزا دے دیتا علانیہ مخالفت کرنے والوں کو قتل کر دیتا اور خفیہ دشمنی کرنے والے سے ربط و تعلق قائم رکھتا' لوگ اس سے اس قدر ڈرتے تھے کہ آپس میں ایک دوسرے کی شرارت سے قطعا کوئی خطرہ نہ تھا تا آنکہ اگر کسی مرد یا عورت کے ہاتھ سے کوئی چیز گر پڑتی تو کوئی اسے نہ چھیڑتا حتی کہ اس کا مالک خود ہی اسے آکر اٹھاتا اور امن کی وجہ سے کوئی اپنا دروازہ بند نہیں کرتا تھا یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے بصرہ پہنچنے پر اپنے مشہور ناتکمل خطبہ میں جنگی قوانین (مارشل لاء) کے نفاذ کا اعلان کیا۔

زیاد کا نمونہ خطابت' اس کا ناتکمل خطبہ:۔

اما بعد' فان جهالة الجهلاء و الضلالة العمياء و الغى الموفى باهله على النار مافيه سفهاء كم و يشتمل عليه حلماء كم من الامور التى ينبت فيها الصغير' ولا يتحاشى عنها الكبير' كانكم لم تقرء و كتاب الله' ولم تسمعوا ما اعدالله من الثواب الكريم لاهل طاعته والعذاب الاليم لا هل معصيته فى الزمن السرمدى الذى لايزول انه ليس منكم الامن طرفت عينه الدنيا' وسدت مسامعه الشهوات' واختار الفانية على الباقية ولاتذكرون انكم احدلتم فى الاسلام الحدث الذى لم تسبقوا اليه' من

ترککم الضعیف کقھر والضعیفۃ المسلوبۃ بالنھار لا تنصر والعدو غیر قلیل والجمع غیر متفرق' الم یکن منکم نھاۃ یمنعون الغواۃ عن دلج اللیل وغارۃ النھار؟ تا آخر

اما بعد' خالص جاہلیت' اندھی گمراہی' آگ میں لے جانے والی سرکشی جس میں تمہارے نادان اور دانشمند سب پڑے ہوئے ہیں یہ وہ چیزیں ہیں جن میں چھوٹے تباہ ہو جاتے ہیں اور بڑے ان سے محفوظ نہیں رہ سکتے گویا تم نے کتاب اللہ کو پڑھا ہی نہیں اور فرمانبردار بندوں کے لئے جو اجر و ثواب تیار کیا ہے گویا وہ سنا ہی نہیں اور جو اہل معصیت کیلئے عذاب الیم مقرر کیا ہے اس پر کان ہی نہیں لگایا تم میں سے ہر ایک نے دنیادی چیزوں پر آنکھیں جمائی ہوئی ہیں تمہارے کانوں میں خواہشات اور تمناؤں کی صدائیں گونج رہی ہیں اور تم فانی زندگی کو سرمدی زندگی پر ترجیح دیتے ہو تمہیں یہ بھول ہے کہ تم نے کمزور اور عاجز پر ظلم و ستم کو جائز سمجھتے ہوئے دن دہاڑے کمزور اور دکھی عورت کو بے یار و مدد چھوڑ کر۔ حالانکہ دشمن بکثرت اور متحد ہیں۔ اسلام میں ایک ایسی بری مثال کو رواج دیا ہے جس کی مثال تم سے پہلے لوگوں میں نہیں ملتی۔ کیا تم میں ایسے جرات مند نہیں جو سرکشوں' راتوں کو ناکے لگانے والوں اور دن میں ڈاکہ ڈالنے والوں کی لوٹ مار سے بچا سکیں؟ تم نے رشتہ داری کا لحاظ رکھا ہے لیکن دین کو ترک کر دیا ہے تم کسی معقول وجہ اور سبب کے بغیر عذر پیش کرتے ہو۔ تم اپنے سامنے خلاف شرع کام ہوتے دیکھ کر اغماض برتتے ہو ہر شخص اپنے نادان و مجرم کی طرف سے اسی طرح غفلت و لاپرواہی کا شکار ہے گویا اسے نہ انجام کی فکر ہے نہ قیامت کی امید ہے۔ تم لوگ عقل و خرد کے مالک نہیں ہو کیونکہ تم نادانوں کی اتباع کرتے ہو تم نے انہیں ڈھیل اور مہلت دے کر اپنے خلاف جری اور دلیر کر دیا ہے کہ وہ قوانین اسلامیہ کی مخالفت کرنے لگے ہیں اور انہوں نے تمہاری آڑ لے کر بدمعاشی کے اڈے کھول لئے ہیں مجھ پر اس وقت تک کھانا پینا حرام ہے جب تک میں ان بے حیائی کے مراکز کو گرا یا جلا نہ دوں۔

میرا خیال ہے کہ جب تک حالات کا آغاز نہیں سدھرے گا انجام کے خیر کی توقع عبث ہے اور اس ابتری کے خاتمہ کے لئے ہم ایسی نرمی کا مظاہرہ کریں گے جس میں کمزوری کا پہلو نہ ہو اور ایسی سختی کریں گے جس میں بے جا تنگی و درشتی نہ ہو' خدا کی قسم! میں غلام کے عوض اس کے آقا کو' مسافر کے عوض مقیم کو' مجرم کے عوض بری کو اور بیمار کے عوض تندرست کو ضرور پکڑوں گا حتی کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے گا تو وہ کہے گا کہ جس کو مرنا تھا وہ مر

گیا اب تم تو بچنے کی فکر دو' حکمران کا جھوٹ بہت نقصان دہ اور بہت جلد مشہور ہو جاتا ہے اگر تم میرا جھوٹ پکڑ لو تو تم پر میری نافرمانی جائز ہے اگر تمہیں میرا کوئی جھوٹ معلوم ہو جائے تو مجھ پر گرفت کرو اس سلسلہ میں مجھ پر اعتراض کرو اور سمجھ لو کہ میں اس طرح کے اور بھی بہت سے جھوٹ بولتا ہوں۔

تم میں سے جن کے گھر میں نقب زنی ہو گی اس کے تلف شدہ مال کا ذمہ دار میں ہوں گا' سنو! میں راتوں کو نقب زنی اور حملہ کرنے کا سخت مخالف ہوں۔ رات کو حملہ کرنے والا اگر کوئی پکڑا گیا اور میرے پاس لایا گیا تو میں اسے قتل کر دوں گا اور میری طرف سے اسے سزا ملنے میں صرف اتنی مہلت ملے گی کہ مخبر کوفہ پہنچ کر یہاں واپس آجائے' اور سنو! میں تمہیں جاہلیت کے تعصب پر مبنی نعرے لگانے سے منع کرتا ہوں اور جسے میں نے جاہلیت کے نعرے لگاتے ہوئے پکڑ لیا تو میں اس کی زبان کاٹ ڈالوں گا تم نے بہت سی نئی نئی بدعتیں ایجاد کی ہیں ہم نے بھی ہر گناہ کے لئے نئی نئی سزائیں مقرر کی ہیں' جو کسی قوم کو غرق کرنے کی کوشش کرے گا ہم اسے ڈبو دیں گے جو کسی قوم کو جلائے گا ہم اسے جلائیں گے جو کسی کے گھر میں نقب لگائے گا ہم اس کے دل میں نقب لگائیں گے جو کسی کے لئے گڑھا کھودے گا ہم اس کو اس قبر میں دفن کر دیں گے تم اپنے ہاتھوں اور زبانوں کو مجھ سے روکو' میں بھی اپنے ہاتھ اور زبان کو تم سے روکوں گا تم میں سے کسی میں عوام کے طریقہ کے خلاف کوئی شک و اضطراب نظر نہ آنے پائے ورنہ میں اس کی گردن اڑا دوں گا میرے اور کچھ لوگوں کے درمیان پرانی رنجشیں تھیں جنہیں میں دل سے نکال چکا ہوں اور انہیں پاؤں تلے روند چکا ہوں اگر مجھے یہ معلوم ہو گا کہ تم میں سے کوئی میری دشمنی کی آگ سے اندر ہی اندر جل مرا تو بھی میں اس کا پردہ چاک اور راز فاش نہ کروں گا تاآنکہ وہ علی الاعلان میرے مقابلہ پر نہ اتر آئے تب میں اسے نہ چھوڑوں گا' تم از سر نو اپنے کاموں کی ابتدا کرو اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کرو بہت سے بے کس وفادار اور غمزدہ افراد ہمارے حکومت سنبھالنے سے خوش ہو جائیں گے اور بہت سے صاحب ثروت لوگوں کا دل تنگ ہو گا۔

اے لوگو! ہم تمہارے نگران و حکمران بن گئے ہیں ہم خدا کی طرف سے عطا کردہ ہمت اور طاقت سے تم پر حکمرانی کریں گے اور اس کے دیئے ہوئے مال سے تمہاری مدافعت و محافظت کریں گے تمہارا بھی فرض ہے کہ تم ہماری بات سنو اور ہماری مرضی کے احکامات میں ہماری اطاعت کرو اور ہمارا فرض ہے کہ ہم تمہارے ساتھ عدل و انصاف کا سلوک کریں لہٰذا ہمارے

عدل اور مال کو ہم سے باہم عملی اشتراک کر کے اپنے لئے واجب کرلو' خدا کی قسم! تم میں سے بہت سے میرے ہاتھوں مرنے والے ہیں ہر شخص خوفزدہ ہے کہ کہیں وہ میرے ہاتھوں قتل ہونے والوں میں سے نہ ہو جائے۔

حجاج بن یوسف ثقفی

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو محمد حجاج بن یوسف ثقفی 41ھ میں پیدا ہوا اس نے گمنامی اور ناداری کی حالت میں پرورش پائی اس نے بچپن میں اپنے باپ کے ساتھ رہ کر طائف میں تعلیم حاصل لیکن اس شوق سے بھرپور اور عالی ہمت نفس نے اسے پستی کا احساس نہیں ہونے دیا اس کی ہوشیاری اور فراست کو دیکھ کر عبدالملک بن مروان کے مددگار روح بن زنباع نے اسے اپنی فوج میں بھرتی کر لیا جب خلیفہ نے لشکر میں بدنظمی دیکھی تو روح بن زنباع سے اس کا ذکر کیا تو اس نے حجاج کا نام بتایا لہٰذا اس نے حجاج کو فوج کا افسر بنا دیا تو حجاج نے اس کو منظم کیا اور دوبارہ اطاعت پر مجبور کر دیا پھر جب اس نے عبداللہ بن زبیر کے خلاف لشکر کی قیادت کی تو اس کی شہرت بہت پھیل گئی اس نے عبداللہ بن زبیر کو شہید کرنے کے لئے مکہ کا محاصرہ کیا پھر انہیں شہید کر کے ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا اس سے ان کی صلاحیت مسلم ہو گئی اور عبدالملک کے دل میں ان کا احترام دو چند ہو گیا ان دنوں عراق فتنوں کا مرکز بنا ہوا تھا اور خوارج کی بغاوت کی آگ سلگ رہی تھی تو عبدالملک نے انھیں عراق کا گورنر بنا دیا حجاج اھل عراق کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آیا تا آنکہ ان کی گردنوں کو جھکا لیا اور ان کی فتنہ انگیزیوں کو دبا دیا بالآخر انہیں ایک جماعت کے دائرہ میں اس طرح لے آیا کہ ان کی لاشوں کو ٹھکراتا تھا اور ان کے خون میں غوطے لگاتا تھا اور کسی میں اسے روکنے کی جرات نہیں تھی۔ پھر وہ باقی عمر عراق میں ہی رہا اس نے عبدالملک اور اس کے بیٹے کے لئے عراق میں ستون کا کام دیا وہ اس کو منظم کرتا اور پھیلاتا رہا حتی کہ اس نے شام اور چین کے درمیانی علاقے سر کر لئے تھے اور وہ 95ھ کو واسط شہر میں فوت ہوا۔

حجاج کے اخلاق اور خداداد صلاحیتیں:۔

حجاج سرداری اور اقتدار کا حریص تھا اس کے حصول کے لئے اس نے ظلم و تشدد کا

سہارا لیا اور فصاحت و بلاغت اور قوت بیانی کو آلہ کار بنایا اللہ تعالے نے اسے زور بیان اور قوت قلبی کا وافر سرمایہ عطا کیا تھا بالآخر اسے مضبوط حکومت اور مکمل فرمانروائی مل گئی ایک دن عبدالملک نے اسے کہا "ہر انسان اپنی خامیوں کو اچھی طرح پہچانتا ہے تم بھی آج بلا کم و کاست اپنے عیوب اور نقائص کا اظہار کرو اس نے کہا میں بڑا ضدی' جھگڑالو' کینہ ور اور حاسد ہوں تو جب کسی حکمران میں یہ اوصاف پائے جائیں تو وہ اختیار ملنے پر فصل اور نسل کو تباہ و برباد کر دیتا ہے الایہ کہ لوگ اس کے سامنے جھک جائیں اور فرمانبرداری اختیار کرلیں' اور وہ فصیح اللسان اور قوی دلائل کا مالک تھا اس کے ہم عصروں میں کوئی بھی اس کے ہم پلہ نہ تھا۔

مالک بن دینار کہا کرتے تھے میں نے حجاج سے زیادہ اثر انگیز اور خوش بیان کبھی نہیں دیکھا وہ جب منبر پہ کھڑا ہو کر اھل عراق کے ساتھ اپنے احسانات شمار کرتا اپنے حسن سلوک اور ان کے اس سے برے برتاؤ کا ذکر کرتا تو میں حجاج کو سچا اور لوگوں کو جھوٹا سمجھتا" حالانکہ اس نے ان کے ایک لاکھ بیس ہزار افراد کو قید میں بند کر کے قتل کیا اور جب وہ فوت ہوا تو پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں اس کے قید خانہ میں بند تھے۔

حجاج کے خطبے کا نمونہ:۔

جب حجاج عراق کا گورنر بن کر مسجد میں داخل ہوا تو اس نے اپنے چہرے کے اکثر حصہ کو کپڑے سے چھپایا ہوا تھا یہ منبر پر چڑھا تو اس نے گلے میں تلوار لٹکائی اور شانے پر کمان سجائی ہوئی تھی یہ کچھ دیر تک خاموش کھڑا رہا لوگ آپس میں کہنے لگے بنو امیہ کا برا ہو جنہوں نے اس جیسے گونگے کو عراقیوں پر مسلط کر دیا عمیر بن ضَابِی برجمی نے تو اسے پتھر مارنے کا ارادہ کیا تھا لوگوں نے اسے روکا اور کہا کہ ٹھہرو اس کا انجام تو دیکھیں۔ جب حجاج نے دیکھا کہ لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف متوجہ ہو گئی ہیں تو اپنے چہرے سے پردہ ہٹا دیا اور کھڑا ہو کر کہنے لگا۔

انا ابن جلاء وطلاع الثنایا' مستی اضع العمامة تعرفونی

میں بڑا مشہور اور تجربہ کار شخص ہوں جب پگڑی اتاروں گا تو تم مجھے/پہچان لوگے۔

یا اھل الکوفة انی لاری روسا قد اینعت وحان قطا فھا وانی لصاحبھا وکانی انظر الی الدماء بین العمائم واللحی!

اے کوفیو! میں دیکھ رہا ہوں کہ سروں کی کھیتی پک کر تیار ہو گئی ہے اور اب کاٹنے کا وقت قریب آگیا ہے اسے کاٹنے کے لئے میں ہی آیا ہوں اور میں داڑھیوں اور پگڑیوں پر خون

ٹپکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

هذا اوان الشد فاشتدى زيم' قد لفها الليل بسواق حطم
ليس براعي ابل ولا غنم' ولا بجزار على ظهر وضم
قد لفها الليل بعصلبي' اروع خراج من الدوى
مهاجر ليس باعرابى
قد شمرت عن ساقها فشدوا' وجدت الحرب بكم فجدوا
والقوس فيها وترعرد' مثل ذراع البكر اواشد'
لابد مما ليس منه بد!

اے زیم (اونٹنی) تیز دوڑ کیونکہ تیز دوڑنے کا وقت ہے رات کو اسے تیز ہانکنے والا ملا ہے۔

جو بکریوں اور اونٹوں کو چرانے والا نہیں نہ قصاب ہے جو کندھوں کا گوشت کاٹتا ہے۔

رات کو اسے ایک سخت' ہوشیار' صحرائی گزرگاہوں سے باخبر ہانکنے والا ملا ہے۔

جو مہاجر ہے عرب کا بدو نہیں ہے۔

جنگ شعلہ نوا ہو چکی ہے دوڑو جنگ تمہارے خلاف بہت نازک شکل اختیار کر گئی ہے لہٰذا تم بھی میدان میں سخت جدوجہد کرو۔

اس میں سخت کمانیں چڑھی ہوئی ہیں جو نوجوان اونٹ کے ہاتھ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

اب جو سر پر آن پڑا ہے اس سے فرار نہیں ہوا جا سکتا۔

انی واللہ یا اهل العراق مايقعقع لي بالشنان' ولا يغمز جانبي كتغماز التنين' ولقد فررت عن ذكاء' وفتشت عن تجربة' وان امير المومنين اطال الله بقاءه' نثر كنانته بين يديه فعجم عيدانها فوجدني امرها عودا واصلبها مكسرا فرماكم بي' لانكم طالما اوضعتم في الفتنة واضطجعتم في مراقد الضلال۔

والله لاحزمنكم حزم السلمة ولاضربنكم ضرب غرائب الابل فانكم لكاهل قرية كانت آمنة مطمئنة ياتيها رزقها رغدا من كل مكان' فكفرت بانعم الله فاذاقها الله لباس الجوع والخوف بما كانوا يصنعون' واني والله ما اقول الا وفيت ولا اهم الا امضيت ولا اخلق الا فريت' وان

امير المومنين امرنى باعطاء كم اعطياتكم وان اوجهكم الى محاربة عدوكم مع المهلب بن ابى صفرة' وانى اقسم بالله لا اجدرجلا تخلف بعداخذعطائه بثلاثة ايام الاضربت عنقه

اے عراقیو! خدا کی قسم میں کسی چیز سے خوفزدہ ہونے والا نہیں اور نہ ہی مجھ پر زور یا دباؤ ڈالا جا سکتا ہے جس طرح تیتن کو دبایا جا سکتا ہے میں بہت جانچ پرکھ کے بعد قابل ثابت ہوا ہوں اور بڑا تجربہ کار ہونے کی وجہ سے ڈھونڈ کر لایا گیا ہوں امیرالمومنین (اللہ ان کی عمر دراز کرے) نے اپنے ترکش کے تمام تیر نکالے پھران کی لکڑیوں کو جانچا پرکھا تو مجھے سب سے زیادہ تلخ' کڑوا اور مضبوط لکڑی کا تیر پاکر تم پر مسلط کیا گیا ہے کیونکہ تم عرصہ دراز سے فتنوں میں پیش پیش ہو اور گمراہی کی جگہوں میں پڑے رہتے ہو۔

خدا کی قسم! میں تمہیں اس طرح گٹھڑی میں باندھ دوں گا جس طرح ببول کی لکڑیوں کا گٹھا باندھا جاتا ہے' اور تمہیں اس طرح بے رحمانہ ماروں گا جس طرح پرائے اونٹ کو مارا جاتا ہے' تمہاری مثال ان بستی والوں کی سی ہے جن کو بے فکری کی حالت میں امن و سکون کے ساتھ ہر طرف سے کھلا رزق ملتا تھا لیکن انہوں نے انعامات الٰہیہ کی ناقدری کی تو اللہ تعالے نے ان کی کرتوتوں کی بناء پر ان پر بھوک' افلاس اور خوف مسلّط کر دیا۔

خدا کی قسم! میں جو کچھ کہوں گا اسے پورا کروں گا' جس کا ارادہ کروں گا اسے کرکے چھوڑوں گا اور جو کچھ کروں گا وہ ٹھیک اور مناسب کروں گا۔ امیرالمومنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے روزینے اور وظیفے تمہیں دے دوں اور تمہیں دشمنوں سے جنگ کے لئے مہلب بن ابی صفرہ کی سرکردگی میں محاذ جنگ پہ روانہ کر دوں۔ خدا کی قسم جسے میں نے وظیفہ وصول کرنے کے تین دن بعد اس کے گھر میں بیٹھا ہوا پایا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔

انشاء پردازی

صدر اول کے سربراہان عرب طبعی طور پر انشاء پرداز ہوتے تھے وہ جو چاہتے مختصر پیرایہ اور فصیح الفاظ میں خود لکھ لیتے یا لکھوا دیتے' جب خلافت کی مصروفیات بڑھیں اور آمدنی کے ذرائع بڑھے تو انہیں دفتری کاروائیوں کی ضرورت محسوس ہوئی سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے (تمام آمدنی و خرچ کا حساب کتاب رکھنے کے لئے) دفتری نظام بنایا پھر خلفاء نے محرری کے لئے عربوں' موالیوں اور عربوں میں شامل ہونے والی دیگر قوموں سے یہ خدمت لی مختلف صوبوں میں

محصولات کی آمدن کا نظام اس شہر والوں کی زبان میں لکھا جاتا چنانچہ عراق اور ایران میں فارسی' شام میں یونانی اور مصر میں قبطی زبان اپنائی گئی۔ حتی کہ اہل عرب کی ایک جماعت اس فن میں ماہر ہو گئی انہوں نے دفتری کاموں کی ضروریات کو خود پورا کرنا شروع کر دیا لہٰذا عبدالملک بن مروان اور اس کے بیٹے ولید کے دور حکومت میں تمام دفتری نظام عربی میں منتقل ہو گیا' پھر جب خلفاء پر خلافت کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں تو انہوں نے عرب انشاء پردازوں اور موالی ادیبوں کی خدمات حاصل کیں ان میں سے بعض روم و ایران کے قواعد انشاء سے بھی واقف تھے انہوں نے خطوط نویسی کے لئے ایسے قواعد و ضوابط مرتب کئے جس سے رسائل نویسی تقریباً مستقل فن کی شکل اختیار کر گیا۔

اس دور کے طرز بیان میں الفاظ کی شان و شوکت موٹی موٹی تراکیب' غرض و غایت سے واقفیت' طوالت' تکلف' اور مبالغہ آمیزی سے اجتناب ضمیروں کا حسب القواعد اجراء' واحد متکلم و واحد مخاطب کی جگہ کلام جمع کی ضمیریں استعمال نہ کرنا بسم اللہ سے ابتدا اور من فلان الی فلان' اما بعد' (فلاں سے فلاں کی طرف) یا انی احمد الیک اللہ الذی لاالہ الا ھو (اس خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں) والسلام کے ساتھ خاتمہ یا والسلام علی من اتبع الھدی (ھدایت کی اتباع کرنے والے پر سلامتی ہو) کے الفاظ پہ اختتام۔

لیکن جب ولید بن عبدالملک خلیفہ بنا تو اس نے خطوط کے لئے خوشنما کاغذ کے استعمال اور خط میں بڑے بڑے القاب لکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ خطوط کو عام بازاری تحریروں کی طرح نہ سمجھا جائے بعد میں آنے والوں کے ادوار میں بھی یہی سلسلہ جاری رہا تا آنکہ عمر بن عبدالعزیز اور ان کے بعد یزید بن عبدالملک کی خلافت کا دور آیا تو ان کی ورع و پرہیزگاری اور بدعت دشمنی نے انہیں سلف کے قدیم طرز تحریر کی طرف رجوع کرنے پر مجبور کر دیا۔

لیکن نظام کائنات اور اس عہد کے انسانی طبائع نے اس جمود کو ناپسند کیا اور انشاء پرداز عبدالحمید آیا تو اس نے خطوط میں تطویل' خوشنمائی اور جاذبیت کی طرح ڈالی اور اس نے رسائل کی ابتداء میں حمد و ثناء کو طول دیا پھر تمام انشاء پردازوں نے اس طریقہ کی پیروی کی مختصراً یہ کہ نثر نے ابتدائی چالیس سالوں میں دینی عنایات اور فتوحات کے طفیل کمال ترقی کی یہ چھوٹے چھوٹے غیر مربوط مسجع جملوں اور مختصر عوامی مضامین سے نکل کر اس جدید اسلوب کی طرف منتقل ہو گئی جس کے فقرے محکم' عبارت سلیس' موضوعات مختلف گہرا اور پر مغز انداز بیان تھا جس طرح آپ گذشتہ صفحات میں حضرت علیؓ کے خطوط اور تقریروں کو ملاحظہ کر چکے ہیں نثر نے اس

قدر جلدی سے ترقی کی منازل طے کیں کہ شاعری اس کا مقابلہ نہیں کر سکی۔

انشاءپرداز

عبدالحمید بن یحیٰ:۔

ابو غالب عبدالحمید بن یحیٰ نے شام میں غیر عربی نسل میں جنم لیا ولائی نسبت کی بناء پر بنو عامر کی طرف منسوب ہوا ہشام بن عبدالملک کے آزاد کردہ غلام اور پرائیویٹ سیکرٹری سالم سے انشاء پردازی سیکھ کر کمال حاصل کیا پھر اس نے بطور مشق ایک کے بعد دوسرے شہر میں بچوں کو کتابت سکھانا شروع کر دی تا آنکہ مروان بن عبدالملک کو اس کی صلاحیتوں کا علم ہوا تو اس نے اپنی آرمینیہ میں عہد گورنری کے دوران اسے اپنا پرائیویٹ سیکرٹری بنا لیا یہ اس کے خطوط و رسائل اور احکام و فرامین لکھتا رہا اور اس کی نگاہ میں بہت مقبول ہوا اور ان کے درمیان گہری دوستی ہو گئی اسے یہ بشارت ملی کہ شامیوں نے مروان کی خلافت کے لئے اس سے بیعت کر لی ہے تو اس نے اللہ کے سامنے سجدہ شکر ادا کیا عبدالحمید کے سوا تمام حاضرین نے بھی سجدہ کیا مروان نے اسے کہا کہ تو نے کیوں نہیں سجدہ کیا؟ اس نے کہا میں کیوں سجدہ کروں؟ کیا اس بات پر کہ اب تک تو آپ ہمارے ساتھ تھے اب ہم میں سے اڑ جائیں؟ تو وہ کہنے لگا اب آپ بھی ہمارے ساتھ اڑیں گے' تو عبدالحمید کہنے لگا اب سجدہ کرنے میں مزہ آئے گا پھر اس نے بھی سجدہ کیا مروان نے اسے اپنی حکومت کا سیکرٹری مقرر کر دیا جب (عباسی) سیاہ جھنڈوں کے لہرانے' ابو مسلم کے قریب آپہنچنے اور مسلسل شکست نے مروان کو خوف زدہ کر دیا تو اس نے عبدالحمید سے کہا مجھے ضرورت ہے کہ تم میرے دشمن کے ساتھ مل جاؤ بظاہر میرے ساتھ بغاوت کرو کیونکہ علم و ادب سے انہیں دلچسپی اور تیری انشاء پردازی کی انہیں ضرورت ہے یہ ایسی چیزیں ہیں جو تمہارے متعلق ان کے دلوں میں حسن ظن پیدا کر دیں گی۔ اگر تو میری زندگی میں مجھے کوئی فائدہ پہنچا دے تو بہتر ہے ورنہ میرے مرنے کے بعد تم میری عزت و حرمت کو بچا سکو گے' تو عبدالحمید نے اسے جواب دیا' آپ نے مجھے جس طرف اشارہ دیا ہے وہ ہر دو صورت میں آپ کے لئے تو مفید ہے مگر میرے لئے دونوں صورتوں میں نقصان دہ ہے' میرے نزدیک صبر کرنا ہی سب سے زیادہ مناسب ہے یہاں تک کہ اللہ تعالٰے آپ کی اس مصیبت کو ختم کر دے یا پھر مجھے بھی آپ کے ساتھ قتل کر دیا جائے پھر اس نے یہ شعر پڑھا۔

اسر وفاء ثم اظهر غدرة فمن لی بعذر یوسع الناس ظاهره؟

کیا میں باطن میں وفادار ہوں اور بظاہر آپ سے دھوکہ کروں تو لوگوں کی نگاہ میں میرے اس ظاہری عمل کا عذر کون پیش کرے گا؟

وہ اس کے ساتھ قیام پذیر رہا حتی کہ مروان کو مصر میں قتل کر دیا گیا تو اس نے بحرین میں اپنے دوست ابن المقفع کے پاس جا کر پناہ لے لی پولیس کے آدمی اس کی گرفتاری کے سمن لے کر وہاں اس کے گھر پہنچ گئے۔ وہ گھر میں ہی تھا چھاپہ مارنے والوں نے پوچھا تم دونوں میں سے عبدالحمید کون ہے؟ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو بچانے کے لئے کہنے لگا کہ میں ہوں' تو وہ ابن المقفع کو قتل کر ہی دینے والے تھے کہ عبدالحمید نے چلاتے ہوئے کہا' ذرا ٹھہرو! ہم سے ہر ایک کی کچھ علامات ہیں تم ایسے کرو اپنے کچھ ساتھیوں کو ہماری نگرانی پر مامور کر دو اور باقی ساتھی ان افسروں کے پاس جا کر ہماری علامات بتادیں پھر جس کے متعلق وہ اشارہ کریں اسے قتل کر دینا چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور عبدالحمید کو گرفتار کر کے 132ھ میں قتل کر دیا۔

انشاء پردازی میں اس کی تاثیر:۔

عبدالحمید سے قبل انشاء پردازی سادہ انداز سے لکھی ہوئی عبارت ہوتی تھی جس کا نہ تو کوئی قاعدہ کلیہ تھا نہ اسے فنی درجہ حاصل تھا اور نہ ہی یہ معزز صنعتوں میں شمار ہوتا تھا لیکن جب عبدالحمید نے اسے سنبھالا تو جدید طرز انشاء کے لئے حالات سازگار اور طبیعتیں بالکل تیار تھیں' مملکت کی وسعت' تہذیب و تمدن کے ثمر آور ہونے' نثر و خطابت کے کمال' عربی کی فارسی سے قربت' سالم مولی ہشام سے عبدالحمید کی شاگردی اور ابن المقفع سے گہرے تعلقات عبدالحمید کے اسلوب تحریر میں جدید طرز اپنانے میں بنیادی اسباب ہیں' اس نے مخاطب کے حسب حال خطاب میں تنوع پیدا کیا' تقاضائے حالات کے مطابق طول و اختصار کو مد نظر رکھا' موضوع کی مطابقت سے ابتداء و اختتام میں نیرنگی پیدا کی' خطوط کے شروع میں حمد و ثناء کو طول دیا بعد میں آنے والے انشاء پردازوں نے فن تحریر میں اس کی متابعت کی تو فن انشاء پردازی ایک ایسی صنعت بن گیا جس کے اصول و قوانین تحریر ہوئے اس کے قواعد کو الگ الگ فصلوں میں لکھا گیا۔

اس کا اسلوب نگارش:۔

عبدالحمید کا اسلوب نگارش نہایت شیریں' خوشنما و دلکش جو احساسات کو اپنی طرف کھینچ

کر عقلوں پر جادو کا سا اثر کرتا ہے لوگ اس کے اسلوب نگارش کو خوب پہچانتے تھے حتی کہ ابو مسلم خراسانی نے اس کے اس خط کو پڑھنے سے بھی انکار کر دیا تھا جو اس نے مروان کی طرف سے لکھا تھا کہیں وہ اس کی تحریر سے متاثر ہو کر مروان کا حمایتی نہ بن جائے اور اپنے متعلق خطرہ محسوس کرتے ہوئے بغیر پڑھنے کے ہی اسے جلا دیا پھر اپنے پاس سے کاغذ کے پرزے پر مروان کو یہ جواب لکھ بھیجا۔

محا السیف اسطار البلاغة وانتحی، علیک لیوث الغاب من کل جانب

تلواریں بلاغت و فصاحت کو مٹا دیں گی اور ہر طرف سے تجھ پر جنگل کے شیر جھپٹیں گے۔

اس کی نثر کا نمونہ :۔

جب وہ مروان کے ساتھ شکست کھا کر بھاگ رہا تھا تو اپنے گھر والوں کو یہ خط لکھا۔

اما بعد، فان اللہ جعل الدنیا محفوفة بالکرہ والسرور فمن ساعدہ الحظ فیها سکن الیها ومن عضته بنا بها ذمها ساخطا علیها، وشکاها مستزیدا لها، وقد کانت اذا قتنا افاویق استحلینا هائم جمحت بنانافرة ورمحتنا مولیة، فملح عذبها، وخشن لینها، فابعدتنا عن الاوطان، وفرقتنا عن الاخوان فالدار نازحة، والطیر بارحة، وقد کتبت والایام تزیدنا منکم بعدا، والیکم وجدا، فان تتم البلیة الی اقصی مدتها یکن آخر العهد بکم وبنا، وان یلحقنا ظفر جارح من اظفار عدونا نرجع الیکم بذل الاسار، والذل شر جار، نسال اللہ تعالے الذی یعز من یشاء ویذل من یشاء ان یهب لنا ولکم الفة جامعة، فی دار آمنة، تجمع سلامة الابدان والادیان فانه رب العالمین وارحم الراحمین

اما بعد، اللہ تعالے نے دنیا کو رنج و خوشی میں لپیٹ رکھا ہے جس کا مقدر ساتھ دیتا ہے وہ یہاں پر سکون ہے جس کو یہ کچلیاں نکالتی ہے وہ ناراض ہو کر اس کی مذمت کرتا ہے اور اس سے گلے شکوے کرتا ہے اس دنیا نے ہمیں بہت دیر تک آرام و راحت کا دودھ پلایا اور ہم میٹھے دودھ سے لطف اندوز ہوتے رہے اب ہم سے یہ روٹھ گئی ہے ہم سے اعراض کر کے ہم پر نیزے چلا رہی ہے تو اس کی مٹھاس کڑواہٹ میں اور اس کی نرمی تلخی میں بدل گئی ہے اس نے ہمیں

پردیسی کر دیا ہے بھائیوں سے دور کر دیا ہے گھر دور ہو گیا ہے اور حالات ناگفتہ بہ ہو چکے ہیں میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں جبکہ حالات ہمیں تم سے دور سے دور تر لے جا رہے ہیں اور تمہاری یاد دل کو بے چین کئے ہوئے ہے طویل مدت کے بعد بھی اگر یہ مصیبت ختم ہو گئی تو پھر بھی ہم تم آپس میں ملیں گے لیکن اگر دشمن کے نوکیلے پنجے ہم تک پہنچ گئے تو پھر ہم قید کی ذلت کے ساتھ تمہارے پاس واپس آئیں گے ذلت بدترین ساتھی ہے ہم اس اللہ سے دعا کرتے ہیں جو عزت اور ذلت دینے والا ہے کہ وہ ہمیں اور تمہیں ایسی پر امن جگہ پر ملائے جہاں بدن اور دین محفوظ رہیں وہی رب العالمین اور ارحم الراحمین ہے۔

اس نے جو کچھ انشاء پردازوں کو مشورہ دیتے ہوئے کہا ہے وہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ اس وقت انشاء پردازی ایک صنعت اور فن کی شکل اختیار کر چکی تھی اور انشاء پرداز ایک منظم جماعت اور انجمن بن چکے تھے۔

اس کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

............وایاکم والکبر والسخف والعظمة فان عداوة مجتلبة من غیر احنة' وتحابو فی الله عزوجل فی صناعتکم وتراصوا علیها بالتی هی الیق لاهل الفضل والعدل والنبل من سلفکم' وان نبا الزمان برجل منکم فاعطفوا علیه وواسوه حتی یرجع الیه حاله' ویثوب الیه امره' وان اقعد احدامنکم الکبرعن مکسبه والقاء اخوانه فزوروه وعظموه وشاوروه واستظهروا بفضل تجربته وقدیم معرفته

خبردار! تکبر' خساست اور بڑائی کے دعووں سے اجتناب کرو کیونکہ یہ بلاوجہ عداوت کا باعث بن جاتے ہیں' اپنے ہنر کی ترقی کے لئے سب مل کر خالصۃ رضائے الٰہی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرو اور اس کی ایسی بہتری چاہو جو تمہارے اسلاف میں سے اہل فضل وعدل اور شرافت کے لئے موزوں ہو' اگر تم میں سے کسی کے لئے حالات پر خار ہو جائیں تو اس کے ساتھ ہمدردی کرو اور تعاون کرو تا آنکہ وہ اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے' اور خوشحال ہو جائے اور اگر کوئی بڑھاپے کے باعث تم میں سے مجبور ہو کر رہ جائے اور اپنے مسلمان بھائیوں سے ملاقات نہ کر سکے تو سب مل کر اس سے ملاقات کرو' اس کی عزت واحترام کرو اسے مشورے میں شریک کرو اور اس کے تجربہ اور پختہ معلومات سے فائدہ اٹھاؤ۔

ایک شخص کی سفارش کرتے ہوئے اس نے لکھا

حق موصل کتابی علیک کحقه علی' اذجعلک موضعا لا مله'
ورانی اهلا لحاجته وقد انجزت حاجته فصدق امله

میرے پیغام رساں کا آپ پر وہی حق ہے جو اس کا مجھ پر ہے اس نے آپ سے اپنی امید پوری ہونے کی توقع رکھی اور مجھے اپنی ضرورت کی تکمیل کے لئے وسیلہ بنایا میں نے اس کی ضرورت پوری کر دی لہذا آپ بھی اس کی امید کی تصدیق کر دیں یعنی امید پر پورا اتریں۔

اس دور کی نثر کے نمونے

حکیمانہ مقولے۔

حضرت ابوبکرؓ کے حکیمانہ اقوال:۔

صنائع المعروف تقی مصارع السوء (نیکیاں ذلت کی تباہی سے بچالیتی ہیں۔)

الموت اهون ممابعده واشد مما قبله' (موت اپنے مابعد مصیبتوں سے آسان اور ماقبل مصیبتوں سے سخت ہے۔)

ثلاث من کن فیه کن علیه' البغی والنکث والمکر' (یہ تین خصلتیں اپنے موصوف کے لئے وبال جان ہوں گی' سرکشی' عہد شکنی' مکاری۔)

حضرت عمرؓ کے حکیمانہ مقولے:۔

من کتم سره کان الخیار فی یده'
(جو اپنے معاملے کو راز میں رکھے گا اس کا اختیار اس کے پاس ہوگا)

مر ذوی القربات ان یتزاوروا ولا یتجاوروا'
(رشتہ داروں کو حکم دو باہم ملتے رہا کریں ہمسائے بن کر نہ رہیں)

اشکو الی الله ضعف الامین وخیانة القوی'
میں ایماندار کی کمزوری اور طاقتور کی خیانت کا اللہ سے شکوہ کرتا ہوں۔

حضرت علیؓ کے حکیمانہ مقولے:۔

رای الشیخ خیر من جلد الغلام'

بزرگ کی رائے نوجوان کی قیادت سے بہتر ہے۔

الناس اعداء ما جھلوا'

لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

قیمة کل امری مایحسن' ہر انسان کی قدر و قیمت اس کی خوبیاں ہیں۔

خطبے۔

رسول اکرمؐ نے ایک دن تقریر فرمائی' اللہ کے شایان شان حمد و ثناء بیان کی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

ایھا الناس ان لکم معالکم فانتھوا الی معالمکم' وان لکم نھایة فانتھوا الی نھایتکم' فان العبد بین مخافتین' اجل فلا یدری ماالله فاعل فیه واجل باق لا یدری ماالله قاض فیه فلیاخذ العبد من نفسه لنفسه ومن دنیاه لا خرته ومن الشیبة قبل الکبرو من الحیاة قبل الممات فوالذی نفس محمد بیده' مابعد الموت من مستعتب ولابعد الدنیا من دار الاالجنة اوالنار

اے لوگو! تمہارے کچھ نشانات ہیں اپنے نشانات پر رک جاؤ' تمہارے لئے ایک انتہاء ہے اپنی انتہاء پر ٹھہر جاؤ' بندہ دراصل دو خطروں کے مابین زندگی گزارتا ہے ایک خطرہ وہ مدت ہے جو گزر چکی ہے اسے پتہ نہیں کہ اللہ تعالے نے اس میں کیا فیصلہ کرنے دیا ہے دوسرا خطرہ وہ مدت ہے جو آنے والی ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اللہ اس میں کیا فیصلہ کرنے والا ہے بندے کو اپنے نفس سے اپنی بہتری اور حسن انجام کے لئے' اپنی دنیا سے اپنی آخرت کے لئے' اپنی جوانی سے بڑھاپے کے لئے اور زندگی سے موت کے لئے زاد راہ ساتھ لے جانا چاہئے قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے موت کے بعد اللہ کو راضی کرنے کے لئے توبہ کی مہلت نہیں ملے گی اور دنیا کے بعد جنت یا جہنم کے سوا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں جب انصار و مہاجرین میں خلافت کے مسئلے پر باہم اختلاف ہوا تو

حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔

ایھا الناس! نحن المھاجرین اول الناس اسلاما واکرمھم احسابا واوسطھم دارا واحسنھم وجوھا واکثرھم ولادۃ فی العرب وامسھم رحما برسول اللہؐ اسلمنا قبلکم وقدمنا فی القرآن علیکم فقال تبارک و تعالےٰ "والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان" (التوبہ)

فنحن المھاجرون وانتم الانصار اخواننا فی الدین وشرکاء نا فی الفیی وانصارنا علی العدو' آویتم وآسیتم فجزا کم اللہ خیرا' فنحن الامراء وانتم الوزراء لاتدین العرب الالھذا الحی من قریش فلا تنفسوا علی اخوانکم المھاجرین مامنحھم اللہ من فضلہ ۔

اے لوگو! ہم وہ مہاجر ہیں جنہوں نے راہ خدا میں اپنا گھربار چھوڑا' ہم ہی سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں' خاندان کے اعتبار سے سب سے معزز' گھر (بیت اللہ) کے لحاظ سے اعلیٰ وسط' شخصیت کے لحاظ حسین ترین' عربوں میں افرادی قوت میں زیادہ' رسول اللہؐ سے رشتہ داری میں سب سے قریب تر' ہم تم سے پہلے اسلام لائے اور قرآن میں ہمارا ذکر تم سے پہلے ہوا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ "اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جنہوں نے نیک اعمال کے ساتھ ان کی پیروی کی" ہم مہاجرین اور تم ہمارے اعوان و انصار ہو' ہمارے دینی بھائی اور مال غنیمت میں شریک اور دشمنوں کے خلاف ہمارے معاون ہو' تم نے ہمیں پناہ دی اور ہمارے ساتھ ہمدردی کی اللہ تعالےٰ تمہیں اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے ہم امیر ہیں اور تم ہمارے وزیر ہو' اہل عرب خاندان قریش کے سوا کسی کی اطاعت قبول نہیں کریں گے لہٰذا تم اپنے مہاجر بھائیوں پر اللہ کے فضل و عنایت پر کبیدہ خاطر نہ ہو۔

حضرت معاویہ مدینہ میں منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔

یااھل المدینۃ لا احب ان تکونوا خلقا کخلق العراق' یعیبون الشیی وھم فیہ' کل امری منھم شیعۃ نفسہ' فاقبلونا بمافینا' فان ماوراء ناشرلکم' وان معروف زماننا ھذا منکرزمان مضی' ومنکر زماننا معروف زمان لم یات ولو قدرتی فالرتق خیر من الفتق' وفی کل بلاغ ولامقام علی الرزیۃ

اے مدینہ والو! میں نہیں چاہتا کہ تم بھی عراقیوں کا طرز عمل اپناؤ' وہ کسی کام کو برا بھی کہتے ہیں مگر خود بھی کرتے ہیں ان میں ہر آدمی اپنے دل میں ایک جماعت ہے تم ہماری کوتاہیوں اور خامیوں کے باوجود ہماری اطاعت قبول کرلو کیونکہ ہمارے بعد آنے والے لوگ ہم سے بھی بدتر ہونگے ہمارے اس دور کے بھلے کام گزشتہ دور کے ناقص کاموں کے برابر ہیں اور ہمارے ناقص کام ہمارے مابعد دور کے بھلے کام ہوں گے اگرچہ وہ دور آج کا ہے تاہم اصلاح خرابی سے بہتر ہے ہمارا کام بہرحال ہر کسی تک پیغام پہنچانا ہے اور ذلت اور تکلیف بھری زندگی بے کار ہے۔

دیر جماجم کے بعد حجاج نے عراقیوں کے سامنے یہ تقریر کی۔

یااهل العراق' ان الشیطان قداستبطنکم فخالط اللحم والدم والعصب والمسامع والا طراف والشغاف' ثم مضی الامخاخ والا صماخ' ثم ارتفع فعشش' ثم باض وفرخ' فحشاکم نفاقاوشقاقا' وقداتخذتموه دلیلا تتبعونه وقائداتطیعونه' وموامراتستشیرونه' فکیف تنفعکم تجربة' اوتعظکم وقعة' اویحجزکم اسلام' اویردکم ایمان؟ الستم اصحابی بالاهواز حیث رمتم المکرو سعیتم بالغدرالی آخرها

اے عراقیو! تمہارے دلوں میں شیطان گھس گیا ہے اور وہ تمہارے گوشت' خون' اعصاب' کانوں' نگاہوں اور دماغ میں رچ بس گیا ہے پھر وہ تمہاری رگ اور مساموں میں داخل ہو گیا پھر اس نے تم میں اپنا گھونسلہ بنا کر اس میں انڈے دیئے اور بچے نکالے ہیں اور تمہارے دلوں میں نفاق اور افتراق بھر دیا ہے تم نے اسے اپنا رہنما بنا لیا ہے تم اس کی اتباع کرتے ہو' اور اپنا قائد بنا لیا ہے تم اس کی اطاعت کرتے ہو اور اپنا حکمران سمجھ لیا ہے اسی سے تم مشورہ کرتے ہو اب کوئی تجربہ تمہارے لئے کیسے مفید ہو سکتا ہے یا کوئی واقعہ کسی طرح تمہارے لئے نصیحت آموز ہو سکتا ہے اسلام تمہیں کیسے روکے یا ایمان تمہیں کیسے باز کرے؟ کیا "اھواز" میں تم ہی تو میرے ساتھ نہ تھے جہاں تم نے مکاری کا پروگرام بنایا تھا اور بدعہدی کی کوشش کی تھی' اور تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اللہ تعالے اپنے دین اور خلافت کو بے یارومدد چھوڑ دے گا۔ اور میں تمہیں اپنی آنکھوں سے کھسکتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور تیزی سے شکست خوردہ ہو کر بھاگے جا رہے تھے

اور زاویہ کا دن! بھلا کونسا زاویہ کا دن؟ وہی دن جب تم نے ہزیمت اٹھائی اور تم آپس میں جھگڑنے لگے اللہ نے تمہاری اس حرکت سے براءت کا اظہار کیا اور اپنی حمایت کا ہاتھ کھینچ لیا' جب تم پریشان حال اونٹ کی طرح اپنے ٹھکانوں اور گھروں کی طرف سرپٹ بھاگ رہے تھے

تم میں سے کوئی نہ اپنے بھائی کے متعلق پوچھ رہا تھا نہ کوئی بوڑھا اپنے بیٹے کی خبر لے رہا تھا تاآنکہ تمہیں ہتھیاروں نے چبالیا اور نیزوں نے تمہیں چھلنی کر دیا۔

اور رویر جماجم کا دن کونسا دیر جماجم؟ وہ جگہ جہاں بڑے زبردست معرکے اور جنگیں ہوئی اور تلواروں نے سرتن سے جدا کئے وہاں دوست اپنے پیارے دوستوں کو بھول گئے۔

اے عراقیو! اے ناشکرے اور بے وفا عراقیو' فتنہ پر فتنہ برپا کرنے والو! میں تمہیں سرحدوں پر بھیجتا ہوں تو تم حیل وحجت اور بہانہ بازی کرتے ہو' اور تم امن کی حالت میں ہوتے ہو تو شرارتیں کرتے ہو اگر خوفزدہ ہوتے ہو تو منافقت سے کام لیتے ہو' نہ تم کسی سے ڈرتے ہو نہ کسی کے احسان کا شکریہ ادا کرتے ہو' کیا جب بھی کوئی بدعہد تمہیں غلط راہ کی طرف بلاتا ہے' یا کوئی گمراہ تمہیں گمراہی کی دعوت دیتا ہے یا کوئی ظالم تم سے تعاون حاصل کرنا چاہتا ہے یا کوئی سرکش تمہیں اپنا دوست بنانا چاہتا ہے تو تم اس پر اعتماد کر لیتے ہو؟ اس کو پناہ دے دیتے ہو' اس کی مدد کرتے اور اس پر خوشی کا اظہار کر دیتے ہو' کیا ایسا نہیں ہے کہ جب کوئی فتنہ پرور فتنہ برپا کرتا ہے یا کوئی بدکردار تباہی و بربادی پھیلاتا ہے تو تم اس کے حمایتی اور مددگار بن جاتے ہو؟ کیا وعظ و نصیحتیں تمہیں بدعملی سے نہیں روک سکتیں؟ کیا واقعات تمہیں نہیں جھنجوڑتے؟

پھر وہ شامیوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا

اے شامیو! میں تمہارے لئے اس شتر مرغ کی مانند ہوں جو اپنے بچوں کی نگہبانی کرتا ہے ان سے ڈھیلے ختم کرتا اور کنکریاں ہٹاتا ہے اور انہیں بارش سے بچاتا ہے۔ اے شامیو! تم ہی ڈھال اور ہتھیار ہو' تم ہی سامان جنگ اور تم ہی لباس ہو۔

رسائل و خطوط

ابو عبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب کو خیر خواہانہ خط لکھا۔

ابو عبیدہ اور معاذ بن جبل کی طرف عمر بن خطاب کے نام' السلام علیکم ہم اس خدا کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں' اما بعد' ہم نے آپ کے حالات کا جائزہ لیا اور اندازہ لگایا کہ آپ پر بہت بھاری ذمہ داری ہے آپ اس امت کے سرخ و سیاہ (عرب و عجم) کے حکمران بن گئے ہیں آپ کے سامنے دوست' دشمن' شریف اور ذلیل ہر قسم کے لوگ بیٹھتے ہیں اور ہر ایک کے لئے عدل و انصاف کا ایک حصہ ہے اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ ایسے حالات میں

آپ کا رویہ کیا ہونا چاہئے' ہم آپ کو اس دن سے ڈراتے ہیں جس دن چہرے جھکے ہوئے ہوں گے اور دل دھڑکیں گے اور مالک حقیقی کے دلائل کے سامنے تمام دلائل عاجز ہو جائیں گے لوگ اس کے قہر کے آگے بے بس اور ذلیل ہوں گے اس کی رحمت کے متمنی اور اس کی سزا سے خوفزدہ ہوں گے۔ ہم یہ کہا کرتے تھے کہ آخر زمانہ میں اس امت کا یہ حال ہو جائے گا کہ بظاہر دوستی اور اندرون دشمنی ہو گی۔ اور ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں کہ آپ ہمارے خط سے ہمارے مقصود کے علاوہ کچھ اور سمجھ لیں ہم نے تو فقط آپ کی خیر خواہی کی غرض سے لکھا ہے والسلام

عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر نے اپنے کسی بھائی کو ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا۔

اما بعد' مجھے تیرے متعلق شک و شبہ نے کوئی حتمی رائے قائم کرنے سے روکے رکھا اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے ابتدا میں بغیر جانچ پرکھ کے میرے ساتھ لطف و عنایت کا سلوک کیا پھر بغیر کسی جرم کے تم نے درشت رویہ اپنایا تیرے پہلے رویہ نے مجھے دوستی کے لئے مائل کیا اور تیرے دوسرے رویہ نے وفاداری سے مایوس کیا اب اس وقت میں ایسی حالت میں ہوں کہ تم سے مکمل رخ پھیر لوں اور نہ ہی میں تجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے کل تک انتظار کر سکتا ہوں وہی ذات پاک ہے کہ وہ تیرے متعلق میری شکی رائے کو ختم کر دے تاکہ ہم پھر آپس میں پیار محبت سے ملیں یا پھر لڑ کر جدا ہو جائیں والسلام

وصیتیں اور نصیحتیں

حضرت علی بن ابی طالب نے اپنے بیٹے حسن کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ مجھ سے آٹھ چیزیں یاد کر لو' ان پر عمل پیرا ہونے سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

۱۔ سب سے مستغنی کرنے والی دولت عقل ہے۔

۲۔ سب سے بڑی ناداری حماقت ہے۔

۳۔ سب سے بڑی وحشت عجب پسندی ہے۔

۴۔ بلند ترین حسب خوش خلقی ہے۔

۵۔ اے بیٹے۔ بے وقوف کو دوست مت بنانا کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا لیکن نقصان پہنچائے گا۔

۶۔ کنجوس کی دوستی سے کنارہ کرو کیونکہ تمہیں جتنی اس کی زیادہ ضرورت ہو گی وہ اتنا ہی تم سے دور ہو گا۔

۷۔ بدکار کی دوستی سے اجتناب کرو کیونکہ وہ تمہیں معمولی قیمت میں بیچ دے گا۔

۸۔ جھوٹے کی دوستی سے بچ کر رہو کیونکہ وہ سراب کی مانند ہے دور کی چیز کو قریب اور قریب کی چیز کو تم سے دور کر کے دکھائے گا۔

قیس بن عاصم منقری نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہا۔ اے میرے بیٹو! مجھ سے تین باتیں حفظ کر لو! مجھ سے بڑھ کر تمہارا کوئی خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔

۱۔ جب میں مر جاؤں تو چھوٹوں کی بجائے بڑے کو سربراہ بنانا ورنہ لوگ تمہارے بڑوں کو حقیر سمجھیں گے اور ان کے نزدیک تمہاری کوئی وقعت نہیں ہو گی۔

۲۔ مال و دولت کی حفاظت کرنا کیونکہ یہ سخی کے لئے شہرت اور کمینوں سے بے نیاز کرتی ہے۔

۳۔ کسی سے بھیک نہ مانگنا کیونکہ یہ انسان کی سب سے گھٹیا کمائی ہے۔

زبان میں خامیاں اور عامیانہ زبان کی ابتدا

منذریوں کے قیام' حج اور قریش کی قیادت کے اثرات کی بناء پر عہد جاہلیت میں تمام عربوں کی زبانیں متحد ہو گئی تھیں اور ان کے لہجے قریش کی زبان کے مطابق بن گئے تھے چند جزوی نقائص کے علاوہ زبان میں تمام قسم کے عیوب اور خامیاں ختم ہو گئی تھیں جب اسلام آیا اور قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا حضور اکرمؐ اور آپ کے مابعد خلفاء بھی اس زبان کے حامل تھے چنانچہ یہ زبان تمام زبانوں پر فوقیت لے گئی' دیگر زبانوں نے اس کے آگے سر جھکا دیا اور دل اس زبان کی طرف مائل ہو گئے' اور یہ نبوت اور حکومت کی زبان بلکہ تمام اسلامی علاقوں میں علم و تہذیب کی زبان بن گئی جب اسلام ایک عظیم انقلاب کی شکل میں منصہ شہود پہ آیا تو اس نے طبائع اور اخلاقیات پر اثرات پیدا کئے' سیاست اور معاشرت میں نمایاں تبدیلیاں کیں چنانچہ زبان کو اس کے آگے جھکنا اور اس سے متاثر ہونا پڑا دینی عقائد' حکومت کے نظم و نسق' تمدنی ضروریات نیز علمی اصطلاحات کو بیان کرنے کی وجہ سے اس کے مواد میں وسعت اور اس کے الفاظ میں سلاست اور اسالیب میں متانت پیدا ہو گئی' کہ لوگوں کی طبیعتوں میں قرآن کی بلاغت' اسلام کی تر و تازگی اور تمدنی خوبصورتی اور تہذیبی جمال نیز تمدنی مناظر کی نیرنگی کی وجہ سے الفاظ

نفیس اور انداز پاکیزہ ہو گئے۔

پھر عربوں کی زندگی میں اسلام نے یہ انقلاب آفریں اثر کیا کہ تعصب مٹا دیا گیا معاشرتی و تمدنی امتیازات ختم کر دیئے' سیادت و قیادت کے پہلے معیار بدل دیئے ان کی بجائے اب تقویٰ اور عبودیت کو اعلیٰ معیار قرار دیا گیا متفرق قبائل کو ایک عقیدہ پر متحد کر دیا اور ان کے منتشر گروہوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کر دیا پھر اسلام اس جزیرہ نما سے قرآن اور تلوار لے کر مشرکوں کے خلاف بر سرپیکار ہوا' اور قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو زیر نگیں کیا اور اطراف عالم میں فتح و نصرت کو جاوداں کیا۔ حتیٰ کہ مسلمانوں نے مشرق بعید اور مغرب قریب میں جھنڈے گاڑ دیئے' اس وقت پھر عربی زبان صرف ایک ملک اور صرف ایک قوم کی زبان نہ رہی بلکہ اسلام کے ساتھ حجاز اور نجد کے دیہاتوں سے نکل کر بصرہ' کوفہ' دمشق' قرطبہ' بغداد اور مصر کے متمدن علاقوں کی زبان بن گئی وہاں کے تمام عربی و عجمی مسلمانوں اور ان کے زیر نگیں آنے والی اقوام کی زبان بن گئی۔ لیکن طبعی طور پر ان غیر ملکی اقوام میں اصل زبان کی طرح عربی زبان کے بولنے کی طاقت و قدرت نہ تھی چنانچہ ان سے مختلف قسم کی خامیاں پیدا ہوئیں اور زبان دانی میں بہت سی خطائیں سرزد ہوئیں۔ جو عربوں اور موالیوں میں پرورش پا لینے والے کمزور عربوں کی زبانوں میں بھی جم گئی تھیں' اسی بناء پر سب سے زیادہ غلطیاں دیہاتوں کی بجائے بڑے شہروں اور دارالحکومتوں میں سامنے آئیں اور دیہاتوں میں ان کا اثر نہ ہوا۔

چوتھی صدی ہجری کے آخر تک خالص زبان باقی رہی خرابی زبان کے آثار تو عہد نبوت سے ہی شروع ہو چکے تھے پھر جیسے جیسے اس کے اسباب بڑھے مرض بھی بڑھتا گیا حتیٰ کہ عہد اموی میں تو یہ مرض اس قدر زیادہ ہو گیا تھا کہ خلفاء اور خواص اس نقص اور خامی سے محفوظ نہ رہ سکے۔ لہٰذا فکر لاحق ہوئی کہ کہیں یہ قرآن پر اثر انداز نہ ہو جائے چنانچہ قرآن مجید کی حفاظت کے لئے نحوی قواعد و ضوابط تحریر میں لائے گئے اس کی عبارتوں پر حرکات اور نقطے لگائے گئے ان تمام کوششوں کے باوجود زبان غلطیوں سے محفوظ نہ رہ سکی اور نہ ہی صرف و نحو کی فاش غلطیوں کا ازالہ ہو سکا' عوام نے بولنے میں اس قدر ہیر پھیر اور تغیر و تبدل کیا کہ زبان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ۱۔ تحریر کی زبان ۲۔ گفتگو کی زبان' جیسا کہ آج تک جاری ہے۔

نحو:۔

تاریخ نگار لکھتے ہیں کہ ابوالاسود دؤلی نے نحوی قوانین وضع کئے' جس چیز نے اسے اس

طرف سوچنے کا عندیہ دیا وہ بول چال کی غلطیوں کی بھرمار اور عجمیوں کی بہتات ہے اس سلسلہ میں ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ ایک دن بصرہ و کوفہ کے گورنر زیاد بن ابیہ کے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ تعالے امیر کے کاموں کو سدھائے' میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ عربوں کے ساتھ عجمیوں کے میل جول نے ان کی زبان بگاڑ دی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں چند ایسے قواعد بنا دوں جس سے یہ اپنی کلام کی اغلاط کو درست کر لیں زیاد نے انکار کر دیا پھر بھی اس نے دوبارہ اجازت مانگی تو اس نے اجازت دے دی' کیونکہ اب اس نے اپنے کانوں سے زبان کی خامیوں کو سن لیا تھا وہ اس طرح ہوا کہ ایک آدمی زیاد کے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ امیر کے کاموں کی اصلاح کرے "توفی ابانا و ترک بنون" (ہمارے والد محترم فوت ہو گئے اور پیچھے اپنے بیٹے چھوڑ گئے) (یہاں ابانا کی بجائے "ابونا" اور بنون کی بجائے "بنین" آنا تھا چنانچہ اس نے "اوزان تعجب" کا ایک باب مرتب کیا پھر اس نے فاعل اور مفعول کا باب ترتیب دیا پھر وہ جب بھی کوئی غلطی اور زبان میں خامی دیکھتا تو اس کی درستگی کے لئے قاعدہ بنا دیتا پھر ان قواعد کو بصرہ و کوفہ کے ادیبوں نے لیا اور اس کی تفصیل و تکمیل کی (آئندہ صفحات میں ہم تفصیل سے اس کا تذکرہ کریں گے) ہمارے ظن غالب کے مطابق عربی کی نحو' نقطے اور انشاء وغیرہ اس نے بذات خود ایجاد نہیں کیے بلکہ وہ سریانی زبان جانتا تھا (جس کی نحو عربی سے پہلے ہی مرتب ہو چکی تھی) یا پھر وہ ان کے عالموں اور ادیبوں سے ملتا رہتا تھا جن کی صحبتوں نے اسے قواعد سازی میں مدد فراہم کی۔ بہرحال نحو کے اولین موجد کے متعلق تاحال کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔

عہد بنو امیہ میں علوم کی حالت:۔

ابھی تک عربوں کی طبیعتیں تحصیل علوم کی طرف راغب نہیں ہوئی تھیں اور نہ ہی بحث و تمحیص کے لئے انکی عقلیں راسخ ہوئی تھیں دینی احساسات فتوحات کے مشاغل اور ادبی رجحانات نے ان کی تمام تر توجہات اپنی طرف مشغول کر رکھی تھیں اور موروثی ضروری علوم مثلاً طب اور نجوم کو سیکھنا کافی سمجھتے تھے' حتی کہ جب انہیں لفظی غلطیوں کی کثرت نے پریشان کیا عجمیت عربیت پر غالب آگئی قسم قسم کے فیصلے آنے لگے تو انہوں نے ضبط قرآن کے لئے نحو' حل مشکلات کے لئے تفسیر' احکام کے استنباط کے لئے فقہ' حدیث کے ضائع ہو جانے یا اس میں بناوٹی حدیثیں داخل کرنے کے خوف کی وجہ سے احادیث کو مدون کیا۔

حضرت معاویہ کی تجربہ کاری اور خلفاء کی تدبر نے یہ تقاضا کیا کہ اپنی مملکت کو مضبوط

کرنے اور اپنی حکومت کو جمانے کے لئے گزشتہ لوگوں کے تجربات اور پیش رو حاکموں کے سوانح و وقائع سے مدد حاصل کریں چنانچہ عبید بن شریہ نے امیر معاویہ کے لئے "کتاب الملوک واخبار الماضین" لکھی کئی جگہ پر اس نے غیرہ کو غیرہ لکھا لیکن اس کتاب کا کوئی حصہ ہم تک نہیں پہنچا باقی رہا غیر ملکی زبانوں سے علوم کا ترجمہ' تو اس دور میں کسی نے بھی اس کا کوئی اہتمام نہیں کیا البتہ حضرت معاویہ کے پوتے خالد بن یزید کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حکومت میں ناکامی کے بعد وہ اس طرف متوجہ ہو گیا تھا اس نے مدرسہ سکندریہ سے علماء کی ایک جماعت کو بلوایا جنہوں نے اسے علم کیمیا سکھایا اس سلسلہ میں اس کے لئے کچھ ترجمے بھی کیے گئے۔

الغرض' اس دور میں جاہلی ادب پک کر تیار ہوا' اسلامی علوم نے نشوونما پائی اور غیر ملکی علوم کے تراجم کی ابتدا ہوئی

اسلام کے بعد تحریر کی حالت:۔

جب اسلام آیا تو عربوں میں یا تو قریش کے چند افراد یا کچھ مدینہ والے اور کچھ یہودی تاجر لکھنا جانتے تھے جب اللہ تعالے نے غزوہ بدر میں مسلمانوں کو قریش کے خلاف فتح و کامرانی سے نوازا اور قریش کے چند لکھائی جاننے والے بھی قید ہو کر آئے تو رسول اکرمؐ نے ان سے رہائی کے بدلے یہ فدیہ قبول کر لیا کہ ان میں سے ہر ایک مسلمانوں کے دس بچوں کو لکھنا سکھا دے تو اس طرح مدینہ میں لکھائی جاننے والوں کی کثرت ہو گئی پھر رسول اکرمؐ کے حکم کی فرمانبرداری' قرآن لکھنے کا شوق' دفتروں میں جگہ حاصل کرنے کی حرص کی وجہ سے تحریر عام ہو گئی اور پھر لکھنے کا رواج تمام مفتوحہ علاقوں میں پھیل گیا

پہلے پہل عربی خط نقطوں اور حرکات سے خالی ہوتا تھا حتی کہ جب غلطیاں بہت زیادہ ہونے لگیں قرآن مجید کی تلاوت میں غلطیوں کا امکان ہونے لگا تو ابوالاسود دولی نے حضرت معاویہ کے دور حکومت میں قرآن کے لفظوں کے آخری حروف کو نقطوں کے ذریعے ضبط کیا انہوں نے زبر کی علامت حرف کے اوپر نقطہ' زیر کی علامت حرف کے نیچے نقطہ اور پیش کی علامت حرف کے سامنے نقطہ رکھی' پھر لوگوں میں ان نقطوں کا استعمال شروع ہو گیا اور وہ ان کو مخالف رنگ کی روشنائی سے لکھتے تھے' جب خط کی شکلیں بدلنے لگیں' حروف کی بناوٹ باہم مشابہ ہونے لگیں۔ جیم حاء کے ساتھ' دال ذال کے ساتھ سین شین کا امتیاز مشکل ہو گیا تو حجاج نے ابوالاسود دولی کے دو شاگردوں نصر بن عاصم اور یحیی بن یعمر کو حکم دیا تو انہوں نے حروف کی

پہچان کی آسانی کے لئے نقطوں کو بھی اس سیاہی کے ساتھ لکھنے کا طریقہ نکالا پھر اس کے بعد خلیل بن احمد آیا اس نے حرکات کے نشانات کا یہ مشہور طریقہ نکالا جس کو ابوالاسود دولی کے نقطوں کی سی مقبولیت حاصل ہو گئی۔

عہد عباسی میں جہاں ہر چیز نے نشوونما اور ترقی پائی وہاں لکھنے والوں نے خوش نویسی میں مقابلہ شروع کر دیا اور اس کے طرز میں نئے نئے طریقے بغدادی اور کوفی خطوں (طرز تحریروں) کو نئے نئے طریقوں سے لکھ کر مثلاً خط نسخ اور خط ریاسی (جو اپنے موجد ذوالریاستین فضل بن سہل کی طرف منسوب ہے) کے ذریعے الگ الگ کر دیا پھر ان خطوں کی تعداد اور طریقوں میں اضافہ ہوتا گیا تا آنکہ صرف خط کوفی کی بیس سے زائد شکلیں بن گئیں اور خط نسخ عوام الناس میں غیر سرکاری تحریروں میں استعمال ہونے لگا۔ حتیٰ کہ ابو علی محمد بن مقلہ متوفی 328ھ آئے انہوں نے اس خط کو اس قدر خوبصورت اور خوشنما بنا دیا کہ وہ اپنی اصل سے بھی ممتاز اور حسین بن گیا اسے قرآن کی تحریر اور دفتری تحریر کے لئے منظور کر لیا گیا۔ اس کے بعد علی بن ہلال متوفی 413ھ آئے انہوں نے اس کی تہذیب و تحسین میں مزید اضافہ کر دیا حتیٰ کہ اس نے خط کوفی کی جگہ لے لی۔

پھر خط نسخ میں اور کئی طریقے نکلے مثلاً "طومار" جس میں قلم کے خط کی چوڑائی خچر کے چوبیس بالوں کے برابر یا تین ملی میٹر نیز "ثلثین" جس کی چوڑائی ایک ملی میٹر تھی پھر بتدریج قلم باریک تر ہوتا گیا چنانچہ "خفیف الثلث" "لولو" "توقیع" "رقاع" "محقق" اور "غبار" ایجاد ہوئے متوخر الذکر سب سے باریک اور اسی کے ذریعہ کبوتروں وغیرہ کے ذریعے پیغام بھیجے جاتے تھے اس کے بعد عربی خط ارتقائی دستور کے مطابق مسلسل مختلف ادوار سے گزرتا رہا اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے' چنانچہ بہت سی اسلام قبول کرنے والی اقوام نے اپنی زبانوں کو اسی رسم الخط میں لکھنا شروع کر دیا مثلاً ترکی' فارسی' افغانی' اردو اور افریقہ کی مختلف زبانیں ہیں۔

پھر یہ ہوا کہ عربوں نے صوتی حروف کے بجائے ساکن حروف لکھنے پر اکتفاء کیا جس کی وجہ سے پڑھنے والا سخت متذبذب ہوتا تھا پھر لکھنے والوں نے اس میں بھی دقت محسوس کرتے ہوئے حرکت لگانے کو بالکل ہی ترک کر دیا مثال کے طور پر اب اگر قاری کے سامنے لفظ "علم" آتا ہے تو وہ ظاہری حالت میں اس کے اعراب کو نہیں جانتا بلکہ وہ کلام کے سیاق و سباق سے اس کے مقصود کو سمجھنے کے بعد ہی اس کا صحیح اعراب پڑھے گا یعنی وہ علم یا علم یا علم یا علم یا علم یا علم پڑھے گا۔ اس بناء پر آج لکھائی کی اصلاح کرنے والوں نے عربی خط کی

اصلاح کی طرف توجہ کی ہے کچھ لوگوں نے تو اس حد تک غلو کیا کہ انہیں لاطینی حروف کے ساتھ ملا دیا جس طرح سقوط خلافت کے بعد ترکی میں کیا گیا۔

قاہرہ میں "انجمن ترقی عربی زبان" نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جو خط عربی میں نقائص اور کمزوریوں کا جائزہ لے کر اس کے قوانین اور قواعد کو از سر نو مرتب کرے گی تو مشرق و مغرب کے ممالک کی کی جانب سے تقریباً ایک ہزار طریقے موصول ہوئے لیکن کونسل نے جس مقصد کے لئے کمیٹی تشکیل دی تھی اس کا وہ مقصد پورا نہیں ہوا 1959ء میں وزارۃ تعلیم و تربیت نے جمہوریہ عربیہ متحدہ (مصر) میں ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی تشکیل دی اس نے تمام پہلوؤں سے جائزہ یا بالآخر بالاتفاق یہ فیصلہ دیا کہ اسے سابقہ شکل پر برقرار رکھا جائے لیکن اس میں یہ طریقہ اپنایا جائے کہ ابتدائی تعلیمی کتابوں میں حرکات مکمل لکھی جائیں پھر مراحل تعلیم طے کرنے کے ساتھ ساتھ بتدریج حرکات لگانے میں کمی کی جائے تا آنکہ الفاظ کو اعراب سے بالکل ہی خالی کر دیا جائے تمام راکین انجمن نے اس رائے پر اتفاق کیا۔

تیسرا باب

عہد عباسی

عہد عباسی کی اہمیت' اثرات اور نمایاں خصوصیات:۔

عباسی حکومت کا عہد اسلام کا وہ زریں دور ہے جس میں مسلمانوں کو آبادی اور اقتدار میں وہ عروج حاصل ہوا جسے وہ اس سے قبل یا اس کے بعد حاصل نہ کر سکے' اس دور میں فنون اسلامیہ پھلے پھولے۔ آداب عربیہ نے نشوونما پائی عربوں میں غیر ملکی علوم ترجمہ کے ذریعے نقل ہوئے اور عربی عقل میں پختگی آئی اور اس نے بحث و تحیص کی راہ اور غور و فکر کا میدان پایا اس مملکت کے فرمانروا رسول اکرمؐ کے چچا حضرت عباس کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے عباسی کہلاتے ہیں جنہوں نے ایرانیوں کی مدد سے بزور بازو امویوں سے خلافت چھینی اور عراق کو حکومت کا پایہ تخت بنایا جہاں پانچ سو سال سے کچھ زیادہ مدت تک سینتیس حکمرانوں نے یکے بعد دیگرے حکومت کی تا آنکہ ہلاکو خاں نے 656ھ میں اس مملکت کا تختہ الٹ دیا۔

حکومت کے انحطاط کے ساتھ ساتھ اس کی تہذیب اور آداب و معاشرت بھی زوال پذیر ہو گئے حتی کہ اس مملکت کے خاتمے کے ساتھ اس کے آداب و تمدن کا بھی خاتمہ ہو گیا سیاسی و عمرانی حالات کے اعتبار سے یہ حکومت سب اموی حکومت سے مختلف تھی جن کا ادب و زبان پر نمایاں اثر ہوتا ہے اموی حکومت خالص عربی حکومت تھی وہ عرب قوم' ان کی زبان اور ان کے ادب کی حمایت میں متعصب تھی اور اس نے عربی دیہاتوں کی سرحد پر واقع دمشق کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا اس کی فوج' کمانڈر' سیکرٹری' گورنر اور عمال حکومت عربی تھے چنانچہ اس عہد نے کثرت آبادی اور شہری ترقی کے تقاضوں کی تکمیل کے سوا زبان و ادب پر کوئی پائیدار اثر نہیں ڈالا۔

عباسی حکومت ایرانی رنگ میں رنگی گئی تھی کیونکہ اس حکومت کے بنانے اور مضبوط کرنے میں ایرانیوں کا بڑا عمل دخل تھا چنانچہ اس نے ایرانی علاقوں کے قریب ترین علاقے بغداد کو دار الخلافہ بنایا اور انہوں نے حکومتی سیاست میں حلیفوں اور موالی کو مکمل آزادی دے دی جو تمام حکومتی معاملات کے انتظامات اور اس کے جملہ امور پر بلا شرکت غیرے قابض ہو گئے

انہوں نے عربوں کو حقارت اور توہین آمیزی میں برابر کی آنکھ دکھائی چنانچہ عربی عصبیت کے جذبات ماند پڑ گئے اور قومیت کا بول بالا ہو گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی' ترکی' سریانی' رومی اور بربری عناصر کا حکومت کے نظم و نسق میں عمل دخل بہت بڑھ گیا ان کے آپس میں شادی بیاہ اور رشتہ داریوں کے ذریعہ میل ملاپ ہو گیا آریائی تہذیب سامی تہذیب کے ساتھ مکمل مل گئی اور ان میں سے ہر ایک کی زبان' اخلاق' عادات اور اعتقادات ایک دوسری تہذیب پر اثر انداز ہوئے بالخصوص دینی آزادی' مختلف فرقوں اور متعدد سیاسی اور الحادی نظریات کی نشر و اشاعت' لونڈی غلاموں کی کثرت' ہنسی مذاق اور فحش گوئی کا بلا روک ٹوک اظہار' طعام و لباس میں نزاکت احساس' عمارتوں اور خانگی ساز و سامان میں ایک دوسرے سے برتری کا مقابلہ اس حکومت کی وہ امتیازی صفات ہیں جن کا اس عہد کی زبان اور آداب پر گہرا اثر پڑا جسے ہم آئندہ صفحات میں بیان کریں گے۔

پہلی فصل

زبان اور اس پر فتوحات' سیاست اور تمدن کے اثرات:۔

عہد بنی امیہ کے اخیر میں عربوں نے اس وقت کی مشہور قدیم دنیا کا بیشتر حصہ فتح کر لیا تھا۔ مشرق میں ان کی حکومت ہندوستان اور چین تک مغرب میں پیرانس کی پہاڑیوں تک وسیع ہو چکی تھی ان ممالک میں بسنے والی اقوام پر ان کا اقتدار پھیل چکا تھا ان کے دلوں پر عربوں کے مذہب کا قبضہ ہو چکا تھا اور ان کی زبانوں پر عربی زبان غالب آ گئی تھی جس کی وجہ سے مختلف اقوام عربوں میں شامل ہو گئی تھیں اور متضاد قوموں میں امتزاج پیدا ہو گیا تھا انہوں نے فاتح قوم سے تقرب حاصل کرنے کے لئے ان کی زبان سیکھنے اور بولنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا روزی کمانے اور دین سیکھنے کے لئے عربی زبان بولنا شروع کی۔ جس کی وجہ سے لسانی غلطیاں بکثرت ہونے لگیں یہ مرض جواب تک صرف شہروں تک محدود تھا اب یہ دیہاتوں میں بھی پھیل چکا تھا لہذا علماء اور ارباب حکومت نے اس کی روک تھام اور اس وباء کے مقابلے کے لئے علوم لسانیہ کو مدون کیا' عامیانہ بولی کی مذمت کی اور اسے بولنے والوں سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ لیکن یہ عجمیت کی بیماری عوام اور صنعت پیشہ طبقہ میں حد سے زیادہ پھیلی گئی حتی کہ ہر صوبے میں ایک عوامی زبان بن گئی جو

عربی زبان اور اس کی زبان سے مل کرنی تھی۔

حکومت کو متمدن و مہذب بنانے اور فارسی' ہندی اور یونانی علوم کو عربی میں منتقل کرنے کے لئے جن علمی اصطلاحات' انتظامی' سیاسی' اقتصادی اور گھریلو امور سے متعلق الفاظ کی ضرورت محسوس ہوئی اس کی وجہ سے زبان کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا۔

مترجم کتابوں کی تہذیب اور معرب اسماء کی تشریح کے لئے مامون کے بنائے ہوئے "دارالحکمتہ" کو بہت فضیلت حاصل تھی۔ پھر قوم کا تہذیب و تمدن میں انہماک' خوشحالی اور آسودگی سے بہرہ ور ہونے اور موالیوں کے آسان الفاظ اور واضح اسلوب کو پسند کرنے اور اپنانے کی وجہ سے الفاظ میں سلاست اور شائستگی پیدا ہو گئی کیونکہ انہوں نے زبان کو محنت و مطالعہ کتب اور اسے باقاعدہ فن کی حیثیت سے سیکھنے میں مہارت حاصل کی' نہ کہ از خود یا مادری زبان ہونے کے ناطے سے ماہر ہوئے۔

عربی نے فارسی الفاظ کے علاوہ بہت سے اسالیب کو بھی اپنے اندر سمیٹ لیا مثلاً خط میں مرسل الیہ کو بڑے بڑے القاب لکھنا' مخاطب کے ساتھ گفتگو میں تکلف کرنا' چیزوں کو حضرت' جناب اور مجلس کی طرف منسوب کرنا' اور خلفاء' وزراء' سیکرٹریوں اور فوجی افسروں کے لئے نئے نئے القاب اور خطاب گھڑنا جیسے سفاح' منصور' رشید' ذوالریاستین اور رکن الدولہ وغیرہ' عہد ناموں اور خطوط میں پر نویسی اور ایک مطلب کو بیان کرنے کے لئے کثیر الفاظ اور اسے مترادف جملوں میں ادا کرنا علاوہ ازیں اور کئی چیزیں ہیں جنہوں نے ایک لحاظ سے تو زبان کو خوشنما اور دوسرے لحاظ سے بدنما بنا دیا۔ مملکت کے وسیع ہونے علم کی ترقی اور تہذیب و تمدن کی نشوونما کی وجہ سے زبان دن بدن وسیع ہوتی اور پھیلتی چلی گئی وہ دین کی پناہ' خلافت کے سایہ اور عربوں کے اقتدار میں 232ھ متوکل علی اللہ کے دور حکومت تک بڑھتی اور ترقی کرتی گئی۔ تا آنکہ ترکوں کی سطوت و طاقت بڑھ گئی جنہیں معتصم نے ترکستان سے بلایا تھا انہوں نے عربوں کو مغلوب کرنا اور ایرانیوں پر جھپٹنا شروع کر دیا اور بزور بازو اقتدار کو اپنے قبضہ میں لینا چاہا۔

مامون کے غلبہ کے بعد حکومت موالیوں کے ہاتھوں میں آگئی جو شیعہ تھے پھر متوکل نے آکر ترکوں کو مضبوط کیا اور سنت کی حمایت کی چنانچہ دونوں طاقتوں میں باہم جنگ اور مذہبی لڑائی چھڑ گئی اور ان میں سے ایک نے عربوں کو مغلوب اور خلفاء کے خاتمے میں کامیابی حاصل کرنا چاہی' حتی کہ لوگوں کے دلوں سے خلافت کا رعب اور جلال ختم ہو گیا اور ذہنوں سے اس کی

وحشت زائل ہو گئی گردو نواح کے گورنروں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا بنو بویہ نے بغداد کی حکومت کا نظم و نسق اپنے ہاتھوں میں لینے کے لیے 334ھ میں ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔ اور ان کا اثر و نفوذ تمام مشرقی ممالک میں پھیل گیا جس کی بناء پر مشرق میں عربوں اور عربی زبان کا اقتدار کمزور پڑ گیا اکاسرہ (کسریٰ کی جمع) کے پوتے اور زمینداروں کے بیٹے متحرک ہوئے اور انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی گم شدہ عزت کو از سر نو زندہ کرنے کی کوشش کی وہ اپنے علاقوں سے عربی زبان اور اس کے اثر کو مٹانے لگے اور انہوں نے دقیقی اور فردوسی جیسے عظیم شعراء سے درخواست کی کہ وہ بیانیہ نظموں اور قومی گیتوں کے ذریعہ اسلاف کے کارناموں کی یاد تازہ کریں' یہ امر نہایت تعجب انگیز ہے کہ ان کی یہ خواہش بہت جلد پوری ہو گئی۔

کیونکہ متنبی جو چوتھی صدی کا شاعر ہے جب وہ ایرانی علاقے شعب بوان میں پہنچتا ہے تو کہتا ہے۔

معاني الشعب طيبا فى المعاني' بمنزلة الربيع من الزمان
ولكن الفتى العربى فيها' غريب الوجه واليد واللسان
ملاعب جنة لو سار فيها' سليمان لسار بترجمان

شعب بوان کے مکانات خوبصورتی اور عمدگی میں دیگر مکانات کی نسبت اس طرح بڑھے ہوئے ہیں جس طرح زمانہ کی تمام فصلوں میں موسم بہار کی فصل ہے۔

لیکن عربی نوجوان یہاں اپنے چہرے' ہاتھوں اور زبان کے لحاظ سے پردیسی اور اجنبی ہے۔

اگر جنات کو تابع کرنے والے سلیمان بھی اس علاقے کا دورہ کریں تو ان کو بھی ترجمان رکھنا پڑے گا۔

پھر ایرانیوں کی تقلید میں ترکوں اور کردوں نے بھی قدم بڑھائے لیکن عربی زبان قرآن کی پناہ میں ترکوں اور فارسیوں کے تند و تیز سیلاب کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہی' تا آنکہ ایسا وقت آیا کہ اس کے بولنے والوں میں اس کے حامی نہ رہے اور تاتاری بغداد پر قابض ہو گئے تو اس کے معاملات سنبھال لئے ان ممالک میں بہت سے ایسے قوانین اور علوم و آداب چھوڑنے کے باوجود جو زمانے کے مٹائے نہ مٹے بالآخر بے بس ہو کر قدرت کے زبردست قانون کے سامنے جھک گئی۔

دوسری فصل

نثر

انشاء پردازی

انشاء پردازی عقل کی مظہراور دل کی عکاس ہے وہ ان تمام تہذیبی عوامل ' علمی کمالات اور عمرانی مظاہر سے متاثر ہوتی ہے جو انسانی احساسات اور ادراکات تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

اس عباسی انقلاب نے عقلوں اور رجحانات پر گہرا اثر مرتب کیا جو انشاء پردازوں کی قلموں اور زبانوں پر ظاہر ہوا۔ انہوں نے معانی و مفاہیم کے بہنے والے چشمے نکالے اور معیاری اور عمدہ الفاظ کا انتخاب کیا جو نہ تو غیر مانوس تھے اور نہ ہی بازاری اور عامیانہ تھے اور انہوں نے نئے نئے اسالیب کے دروازے کھولے اور عبارت کو مزین اور موزوں بنانے کا خصوصی اہتمام کیا۔

جب آبادی کی کثرت ہو گئی اور محصولات کی آمدنی کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا مملکت کا دائرہ کار وسیع ہوا تو انشاء پردازی اموی حکومت کی طرح صرف دفتری کاروبار اور خطوط و رسائل نویسی تک محدود تک نہ رہی بلکہ اس سے باہر نکل کر تصنیف و تالیف ' ترجمہ نگاری ' مقالات ' مقامات ' عہدنامے ' وصف ' مناظرہ ' بخشش و انعام دینے یا طلب کرنے ' ملاقات سے قبل تعارف ' شکریہ ' ناراضگی ' تعزیت ' مبارکباد اور خوشنودی حاصل کرنے جیسے مختلف موضوعات کے لئے بھی استعمال ہونے لگی۔ اور دیگر ان تمدنی موضوعات و عنوانات کے لئے بھی جن موضوعات کا اس سے ماقبل وجود تک نہ تھا۔

پھر جذبات و خواہشات کی بیخ کنی ' دشمن کی مدافعت ' فتنوں کے استیصال اور دلوں کو باہم ملانے کے لئے انشاء پردازی نے خطابت کی جگہ لے لی ' پھر دفاتر کے کاموں کی نوعیت کے اعتبار سے محرروں (کلرکوں) کی بھی کئی قسمیں بن گئیں ' ان میں سے کچھ آمدن و خرچ کا حساب لکھنے والے ' کچھ عدالتی مقدمات اور فیصلوں کو قلمبند کرنے والے ' کچھ فوج اور پولیس کے شعبہ میں لکھائی کا کام کرنے والے ' کچھ زمین جائداد اور جاگیروں کا حساب لکھنے والے اور کچھ خطوط اور رسائل لکھنے والے تھے موخر الذکر ہی بلاغت کا علم بردار علم معانی و بیان کا ترجمان ہے اور یہی

زبان و ادب کا موضوع ہے کیونکہ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کی انشاء پردازی میں نہ تو کسی فنی باریکی کی ضرورت تھی اور نہ وہ ذوق پر پورا اترتی تھی۔

عباسی دور کے اوائل میں انشاء پردازی عبدالحمید کے اسلوب پر ہی برقرار رہی جس میں اختصار کو مدنظر رکھا جاتا تھا اور مبالغہ آمیزی اور عبارت کی تزئین و ترتیب میں میانہ روی کا لحاظ رکھا جاتا تھا' خصوصاً خطوط و رسائل اور توقیعات (درخواستوں اور دستاویزات کے نیچے لکھی ہوئی مختصر تحریروں) میں کیونکہ یہ چیزیں زیادہ تر خلفاء اور وزراء کے دیکھنے کی ہوتی تھیں انہی کے پاس سے آتی اور انہی کے پاس واپس جاتی تھیں جعفر بن یحیٰ تو انشاء پردازی میں اختصار کو اتنا پسند کرتے تھے کہتے تھے۔ "اگر تم اپنے تمام خطوط کو توقیعات کی طرز پر لکھ سکو تو ایسے ہی لکھو۔

جب عربوں میں خوشحالی کا دور دورہ ہوا اور ان کا ایرانیوں کے ساتھ میل ملاپ بڑھا تو وہ خوش نویسی میں تکلف اور طوالت اختیار کرنے لگے' زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بھی اس میں ترقی کرتے رہے' حتیٰ کہ انہوں نے قدیم اسالیب کو ترک کردیا اور ایک مطلب بیان کرنے کے لئے لگاتار کئی جملے لکھنے لگے ان کا خیال تھا کہ تکرار سے معنیٰ و مطلب زیادہ واضح ہو جاتا ہے اور مفہوم جلد ذہن نشین ہوجاتا ہے بلکہ انہوں نے صدر اسلام اور مابعد دور کی اختصار پسندی کے طریقے پر نکتہ چینی شروع کردی' جس طرح یزید نے مروان جب وہ بیعت کرتے وقت ہچکچا رہا تھا سے کہا "میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو ایک قدم آگے بڑھاتا ہے تو دوسرا پیچھے کھینچ لیتا ہے' ان میں سے جس ٹانگ پر چاہے اعتماد کر" ابن قتیبہ نے "ادب الکاتب" میں لکھا ہے "اگر یہ بات اس طرح کی جاتی تو اس سے مطلوبہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا بلکہ صحیح طریقہ یہ ہو گا کہ بات کو طول دے کر تکرار سے کی جائے اور دھرا کر از سرنو کی جائے اور زجر و توبیخ اور تنبیہہ کی جائے" پھر وہ عبارت کو مسجع و موزوں بنانے اور ان میں اشعار اور امثال کی آمیزش کرنے لگے۔ یہ سب کچھ از خود طبعی طور پر ہوتا تھا کیونکہ اس میں نفس مضمون کو عمدگی سے بیان کیا جاتا تھا اور لفظی تکلفات کی کمی تھی۔

لیکن جب خلافت کو زوال لاحق ہوا اور حکومت کا نظم و نسق نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں آگیا تو اس کمزوری کا انشاء پردازی پر بھی اثر پڑا انشاء پرداز اس کے مقصد سے غافل ہو گئے اور وہ لفظوں کی ظاہری ٹیپ ٹاپ اور بدیع کی اقسام سے الفاظ کو خوشنما بنانے میں مشغول ہو گئے اور اس سلسلہ میں اس قدر غلو کیا کہ اس کے الفاظ بھدے اور معانی و مطالب خراب ہو گئے تو طبائع کی حالت یہ ہو گئی کہ ظاہر میں جاذب نظر لیکن باطن میں بدنما تھی یعنی اس لکڑی کی تلوار کی

مانند جو سونے کی میان میں ہو' کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس اسلوب و انداز کو صرف رسائل اور عہد ناموں تک ہی محدود رکھا جاتا لیکن افسوس ان لوگوں نے تو کتابوں کی تصنیف و تالیف اور علوم کی تدوین میں بھی یہی انداز اپنانا شروع کر دیا۔ تاریخ عتبی اور فتح القدس اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔

اس دور کے انشاء پرداز چار طبقات میں تقسیم ہوتے ہیں ان چار ادوار میں سے ایک دور میں ہر طبقہ نے عروج حاصل کیا تھا (سیاسی و اجتماعی حالات کے لحاظ سے عباسی دور کو چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ پہلا دور۔ عہد عباسیہ کی ابتداء سے متوکل کی خلافت 232ھ تک۔

دوسرا دور۔ متوکل کی خلافت سے بغداد میں بنوبویہ کی حکومت کے قیام 334ھ تک۔

تیسرا دور۔ بنوبویہ کے غلبہ سے بغداد میں سلجوقیوں کی آمد 447ھ تک۔

چوتھا دور۔ سلجوقیوں کی بغداد میں آمد کے بعد سے حکومت کے تاتاریوں کے ہاتھوں 656ھ میں جانے تک۔ مترجم)

پہلا طبقہ:۔

اس کے رہنما ابن مقفع ہیں ان کے اسلوب نگارش میں نیرنگی عبارت' جملوں کی تقطیع (چھوٹے چھوٹے جملے) الفاظ کے درمیان باہمی ربط' سہل پسندی' معانی کا اہتمام اور سجع سے گریز شامل ہیں' انہوں نے بلاغت کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے "جب اسے کوئی جاہل سنے تو وہ یہ سمجھے کہ وہ اس طرح کی خوبصورت عبارت بنا سکتا ہے اس کا نام بلاغت ہے" انہوں نے ایک انشاء پرداز سے کہا "دیکھو! بلاغت کی حرص میں غیر مانوس اور غریب الفاظ نہ استعمال کرنا کیونکہ یہی سب سے بڑا نقص ہوتا ہے" ایک اور انشاء پرداز سے انہوں نے کہا "گھٹیا الفاظ سے اجتناب کرنے کے ساتھ ساتھ آسان الفاظ استعمال کرو" اس طبقہ کے انشاء پردازوں میں یعقوب بن داؤد' جعفر بن یحیٰ' حسن بن سہل' عمرو بن مسعدہ' سہل بن ہارون اور حسن بن وھب قابل ذکر ہیں۔

دوسرا طبقہ:۔

اس کے پیش رو جاحظ ہیں' عبارت کے آسان اور عمدہ ہونے میں اس کا اسلوب پہلے

طبقہ سے ملتا جلتا ہے' لیکن اس کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں 'ایک جملہ کو بہت سے چھوٹے مقفی وغیر مقفی جملوں میں توڑنا' الفاظ اور جملوں میں اطناب' بات سے بات نکالنا قاری کی اکتاہٹ کو دور کرنے کی غرض سے سنجیدہ کلام میں مزاحیہ جملوں کی آمیزش کر دینا مطلب کے تمام گوشوں کو نمایاں کرنا اور معنی کو مکمل کر بیان کرنا' عقلی اور منطقی استدلال' اثنائے عبارت میں دعائیہ جملے لے آنا' اس طبقہ کے نمایاں انشاء پرداز ابن قتیبہ مبرد اور صولی ہیں۔

تیسرا طبقہ:۔

اس طبقہ کے رئیس ابن العمید ہیں ان کا اسلوب نہایت دل کش اور وجدان کو موہ لینے والا ہے کیونکہ یہ شاعرانہ اسلوب ہے جس میں صرف وزن کی کمی ہے یہ طرز انشاء اپنی لازمی قیود کی پابندی اور تمام اسالیب پر غالب آنے کی وجہ سے یہ یورپ کے قدیم تقلیدی (مقبول عام) طریقہ سے بہت ہم آہنگ ہے۔

اس اسلوب کے لئے چھوٹے چھوٹے مسجع جملے' تجنیس (ہم شکل وہم جنس الفاظ)' تاریخ اور دیگر علوم کے لطائف کی آمیزش' اثناء عبارت میں شعروں سے استشہاد' نفس مضمون کی عمدگی' اور سلامتی کے ساتھ ساتھ تشبیہ و تخیل میں وسعت لازمی قیود ہیں اس اسلوب کو اپنانے والوں میں صاحب ابن عباد' وزیر المہلبی' خوارزمی' بدیع' صابی اور ثعالبی ہیں مقامات بھی اسی طبقہ کے آثار میں سے ہے۔

چوتھا طبقہ:۔

ان کے امام قاضی فاضل ہیں۔ ان کے اسلوب کی بنیاد سجع پسندی اور بدیع پسندی میں تیسرے طریقہ کے اسلوب کے مطابق ہے' لیکن اس میں انہوں نے توریہ (لفظی ہیر پھیر' ابہام) اور تجنیس میں اس قدر غلو کیا ہے کہ اس کے عہد میں انشاء پردازی فقط تصنع اور تکلفات کا مجموعہ بن کر رہ گئی جس کے الفاظ نہایت پر شکوہ لیکن ان کے معانی ناقص اور خیال نامکمل ہوتا تھا اس کے روح رواں المثل السائر کے مصنف ابن الاثیر اور الکاتب الاصبہانی ہیں۔

تبصرہ:۔

انشاء پردازوں کا یہ نظریہ کہ اسلاف سے نقل کردہ نثر کو یاد کر لینا ثقافت وعلم کا لازمہ اور

تفوق و برتری کا سبب ہے جس کی بناء پر قلمیں مختلف ہو گئیں اور اسالیب میں دوری پیدا ہوئی اور ایک ہی عہد میں انشاء پردازی کے کئی طریقے اپنائے جانے لگے آپ دیکھیں گے کہ جاحظ کا دور ہے لیکن ابن عبد ربہ ابن مقفع کے اسلوب کا پیروکار ہے' ابن العمید کا دور ہے لیکن شریف رضی حضرت علی کے اسلوب کی تقلید کر رہا ہے اس سب کے باوجود تمام ہم عصر اپنے اپنے سیاسی اور اجتماعی حالات کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں اور ان کی انشاء پردازی میں ایک مخصوص انداز پیدا ہو جاتا ہے جو اسے دوسرے زمانوں سے ممتاز کر دیتا ہے۔

خطابت

(تقریر) حکومت کے پایہ کو مضبوط کرنے' فوج کو جنگ پر برانگیختہ کرنے اور باہر سے آنے والے وفود کا استقبال کرنے کے لئے اس دور کے آغاز میں خطابت کو دلوں میں عظمت اور قلوب پر اعتماد حاصل تھا۔ پہلے خلفاء اور انکے خلاف پراپیگنڈہ کرنے والوں مثلاً منصور' مہدی' رشید' مامون' داؤد بن علی' خالد بن صفوان اور شبیب بن شیبہ کو اس فن میں بڑی قدر و منزلت اور کمال ملکہ حاصل تھا۔

لیکن جب حکومتی نظام پر بنو عباس کا مکمل غلبہ ہو گیا اور مملکت کی سیاست اور فوج کی قیادت پر موالیوں نے قبضہ کر لیا اور نیزوں اور زبانوں کے ساتھ مقابلہ بازی میں کمی آگئی تو خطابت پر دست قدرت حاصل نہ ہونے کی بناء پر خطابت پر گرفت ڈھیلی ہوئی' اور اس کی ضرورت باقی نہ رہنے کی وجہ سے یہ فن زوال پذیر ہونے لگا۔ بڑے بڑے معاملات نبٹے کرنے اور اپنی عداوتیں دور کرنے کے لئے خط و کتابت اور رسائل نے خطابت کی جگہ لے لی اور تقریریں صرف خطبات جمعہ' عیدین اور نکاح کے مواقع تک محدود ہو گئیں تاہم خلیفہ راضی تک خلفاء بذات خود خطبہ دیتے اور نمازیں پڑھاتے تھے جب کہ بنو بویہ نے اپنے غلبہ کے بعد ان کے ہاتھوں کو جکڑ دیا اور انہیں ان کے گھروں میں نظربند کر دیا تو انہوں نے خطابت و امامت کا منصب بھی قابل اور ہوشیار علماء کے سپرد کر دیا۔

اس عہد کے آخر میں ادباء کی ایک جماعت تیار ہو گئی جن میں خلیب بغدادی اور خلیب تبریزی وغیرہ نمایاں ہیں جب مسلمانوں میں عجمیت آگئی اور واعظوں کی زبانوں میں قوت گویائی نہ رہی اور ان میں مختلف عنوانات پر مشتمل تقریریں کرنے کی ہمت و سکت نہ رہی تو انہوں نے ابن نباتہ مصری جیسے اسلاف کے لکھے ہوئے خطبوں کو رٹنے پر اکتفا کیا اور وہ ان کے مفاہیم و مطالب کو

سمجھے بغیر بار بار انھیں منبروں کے اوپر دھرانے لگے اور وہ طویل صدیوں سے لیکر آج تک اسی رسوا کن طریقے پر چل رہے ہیں تاہم اب جدید انقلاب کے محرکات میں اس کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور جامعہ الازہر میں وعظ و نصیحت کے شعبہ کو ترقی دی گئی ہے۔

نثر کے نمونے

1

توقیعات:۔

توقیعات وہ مختصر تحریریں یا نوٹ جو خلیفہ' امیر' وزیر یا رئیس کے سامنے پیش کی جانے والی درخواستوں پر یا کسی دکھ درد پر مبنی یا بخشش کے مطالبہ کی درخواستوں کے نیچے مختصر عبارت لکھ کر اپنے دستخط "ثبت" کر دیتے ہیں۔ وہ "توقیعات" کہلاتی ہیں توقیع کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں' تحریر کا مختصر' خوشنما اور زور بیان ہوتا ہے وہ تحریر کبھی ایک آیت یا مثال یا ایک شعر پر مشتمل ہوتی تھی۔

توقیعات کی مثالیں:۔

سفاح نے ابو جعفر (جو واسط میں ابن ہبیرہ کے ساتھ مصروف جنگ تھا) کے خط پر نوٹ دیا۔

تمہاری تحمل مزاجی نے تمہارے علم کو برباد کر دیا' تمہاری سستی نے تمہاری اطاعت کو مشکوک کر دیا اب تم اپنے آپ کو میرے لئے اور خود کو اپنی بھلائی کے لئے قدرے مشقت میں ڈالو۔

ابو جعفر منصور نے خراسان کے گورنر عبدالحمید کے خط پر یہ نوٹ دیا۔

"آپ نے شکایت کی ہم نے رفع کر دی' آپ ناراض ہوئے ہم نے ازالہ کر دیا اب پھر لوگوں میں فتنہ و فساد پھیلانے کا کیا مقصد ہے لہذا اب امن و سلامتی سے جدائی کے لئے تیار ہو جاؤ"۔

گورنر مصر نے ایک خط میں دریائے نیل کے محصولات کم ہونے کا ذکر کیا تو اس نے خط پر یہ نوٹ لکھا۔

"تم اپنے لشکر کو فساد سے پاک کرو پھر نیل تمہارے قابو میں آئے گا"۔

صاحب ہند کی طرف سے جب یہ خط آیا کہ فوج نے اس کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور بیت المال کے تالے توڑ دیئے ہیں تو اس پر یہ نوٹ لکھا۔

"اگر تم عدل و انصاف کرتے تو لشکر بغاوت نہ کرتا اور اگر تم پورا پورا دیتے تو فوج لوٹ مار نہ مچاتی"۔

ہارون رشید نے خراسان کے گورنر کو یہ توقیع لکھ کر بھیجی۔

"اپنے زخم کا علاج کرو تاکہ یہ بڑھنے نہ پائے"۔

جعفر بن یحییٰ کی سرزنش کرتے ہوئے یہ نوٹ لکھا۔

"اطاعت شعاری نے اسے اگایا اور نافرمانی نے اسے کاٹ دیا"۔

رستمی نے اپنے اوپر زیادتی کی مامون سے فریاد کی تو مامون نے رستمی کو یہ نوٹ لکھا۔

"یہ تو مردانگی نہیں ہے کہ تم تو سونے چاندی کے برتنوں میں کھاؤ اور تمہارا قرض خواہ خالی جیب ہو اور تمہارا ہمسایہ خالی پیٹ ہو"۔

اپنے بھائی ابو عیسیٰ کے ظلم کی شکایت پر اسے یہ آیت لکھ کر بھیجی۔

"فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینهم یومئذ ولا یتسالون (جس دن صور میں پھونکا جائے گا اس دن ان کے درمیان کوئی نسبی تعلق نہیں ہو گا اور نہ ہی وہ ایک دوسرے سے سوال کر سکیں گے"۔

ابراہیم بن مہدی نے انھیں ایک خط میں لکھا' اگر آپ معاف کر دیں تو آپ کا احسان ہے (اگر مواخذہ کریں تو تمہارا عدل ہو گا)۔

انہوں نے اسی کے خط پر نیچے یہ نوٹ لکھ دیا۔

"غلبہ و اقتدار غصہ کو ختم کر دیتا ہے' توبہ ندامت کا حصہ ہے' ان دونوں کے درمیان اللہ کا عفو ہے"۔

ایک خدمت گزار کے وردی مانگنے پر یہ نوٹ لکھا۔

"اگر تمہارا وردی لینے کا ارادہ تھا تو خدمت بجا آوری میں کوتاہی نہ کرتے لیکن تم نے تو نیند کو پسند کیا لہٰذا وردی اب تمہاری قسمت میں خواب ہے"۔

ایک قیدی کی درخواست پر جعفر بن یحییٰ نے یہ نوٹ دیا۔

"عدل نے اسے قید میں ڈالا اور توبہ اسے چھوڑ رہی ہے"۔

ایک شخص کے خط پر جس میں اس نے ایک مزدور کی شکایت کی (مزدور کے لئے) یہ

نوٹ لکھا۔

"تمہاری شکایت کرنے والے بڑھ گئے اور تمہارے شکر گزار کم ہو گئے یا تو اعتدال پر آجاؤ ورنہ میں تمہیں معزول کروں گا"۔

ایک سائل کی درخواست پر جسے وہ کئی بار دے چکا تھا یہ نوٹ لکھا۔

"تھنوں کو اپنے سوا دوسروں کے لئے بھی چھوڑ دو تاکہ ان کے لئے بھی ان سے اسی طرح دودھ نکلے جس طرح تمہارے لئے نکلا"۔

تقریریں

ابو مسلم کے قتل کے بعد منصور نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

اے لوگو! اطاعت میں حکمرانوں کے خلاف کوئی خفیہ سازش نہ رکھو ورنہ اللہ تعالے اپنے دین کے غلبہ اور اپنے حق کی سربلندی کے لئے اس کے ہاتھوں کی حرکتوں یا زبان کی لغزشوں سے اس کی عداوت کو ظاہر کردے گا جسے وہ دوسروں سے چھپانا چاہتا ہے' ہم ہرگز تمہاری حق تلفی نہیں کریں گے اور نہ دین کے حق میں کوئی کمی کریں گے۔ درحقیقت جس نے ہم سے خلافت کے لباس کے بارہ میں رسہ کشی کی اسے ہم نے اس میان کی پوشیدہ چیز (تلوار) سے کاٹ ڈالا۔ ابو مسلم نے ہم سے بیعت کی اور لوگوں سے ہمارے لئے اس بات پر بیعت لی تھی کہ جو ہمارے ساتھ بے وفائی کرے گا اس کا خون ہم پر حلال ہو جائے گا۔ پھر اس نے خود ہی ہم سے بے وفائی کی تو ہم نے اس کے لئے وہی فیصلہ کیا جو اس نے دوسروں کے لئے کیا تھا اس کے حق کی رعایت نے ہمیں اس پر اقامت حق کے قیام سے نہیں روکا۔

عبدالملک بن صالح الھاشمی نے قید سے رہائی کے بعد تقریر کرتے ہوئے اپنے اوپر رشید کے ظلم و ستم کا اس طرح ذکر کیا۔

خدا کی قسم! حکومت وہ چیز ہے جس کے متعلق نہ میں نے کبھی دل میں سوچا نہ آرزو کی' نہ قصد کیا اور نہ اس کی جستجو کی اگر میں چاہتا تو یہ نشیبی زمین کی طرف بہتے ہوئے پانی اور عرفج کی خشک لکڑی کے جلنے سے بھی زیادہ تیزی سے میری طرف آتی' مجھے ناکردہ گناہ میں پکڑا جاتا ہے اور مجھ سے ایسی چیزوں کے بارہ میں سوال کیا جاتا ہے جس کے متعلق میں بالکل نہیں جانتا لیکن خدا کی قسم جب اس (رشید) نے مجھے حکومت کرنے کا اہل پایا اور خلافت کے لئے خطرہ محسوس ہوا اور اس نے میرے پاس ایسا ہاتھ دیکھا جسے اگر بڑھایا جائے تو حکومت کو پالے گا اور اگر پھیلا دیا جائے

تو حکومت تک پہنچ جائے گا اور ایسا نفس دیکھا جو اپنے اندر خلافت کی اہلیت کی تمام صلاحیتیں پاتا ہے اور تمام خوبیوں کی وجہ سے وہ خلافت کا مستحق ہے حالانکہ میں نے ان خوبیوں کو بتکلف نہیں اپنایا اور نہ ہی میں نے تصنعاً ان خصلتوں کو منتخب کیا' نہ میں نے خفیہ طور پر حکومت کا امیدوار بنایا اور نہ علانیہ اس کا اشارہ دیا اور اس نے دیکھا کہ یہ میرے لئے اتنی بے تاب ہے جیسے ماں بچے کے لئے بے تاب ہوتی ہے' اور میری طرف اس طرح میلان رکھتی ہے جس طرح خاوند کو دیکھ کر محبت سے بے قابو عورت ہوتی ہے' اسے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ مکمل طور پر میری گرویدہ اور مشتاق نہ بن جائے اور بہترین مرغوب کی طرف رغبت نہ کر جائے۔ تو اس نے مجھے ایسی سزا دی جو حکومت کی تلاش میں شب بیدار رہنے والے' اور اس کے حصول کے لئے تھک جانے والے اور اس کے لیے توانائیاں صرف کرنے والے اور اس کے لئے امکانی طاقت کو صرف کرنے والے کو ملنی چاہئے تو اب اگر اس نے اس لئے مجھے قید کی سزا دی کہ میں حکومت کے لئے اور حکومت میرے لئے درست ہو جائے' میں اس کے لائق ہوں اور یہ میرے لائق ہو تو یہ میرا کوئی جرم نہیں جس سے میں توبہ کروں اور نہ میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ میں اپنے آپ کو اس سے کھینچ لوں اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے سزا سے چھٹکارہ نہیں مل سکتا اور نہ عذاب سے نجات ملے گی تا آنکہ میں حکم' علم' عقل و عزم میں اسی کا تابع فرمان بن جاؤں تو جس طرح ضائع کرنے والا محافظ نہیں بن سکتا اسی طرح عقل مند بھی بے وقوف نہیں بن سکتا تو اس [illegible] دونوں صورتیں برابر ہیں کہ وہ مجھے میری عقل کی وجہ سے سزا دے اور یا اس بات پر کہ لوگ کیوں میری اطاعت کرتے ہیں' اگر میرا حکومت کرنے کا ارادہ ہوتا تو میں اس کو سوچنے کی بھی مہلت نہ دیتا اور میں اسے غور و فکر سے مشغول کر دیتا اور مجھے بہت تھوڑی پریشانی آتی اور بہت کم محنت کرنا پڑتی۔

جس دن ابو العباس سفاح کی بیعت لی گئی داؤد بن علی نے کوفہ کی مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے کہا:

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے' خدا کی قسم' ہم اس لئے نہیں نکلے کہ ہم تم میں نہریں کھودیں' محل تعمیر کریں' کیا دشمن کا یہ خیال تھا کہ ہم اس پر قابو نہ پا سکیں گے۔ کیونکہ اس کی لگام ڈھیلی کر دی گئی ہے تا آنکہ وہ خود ہی اپنی لگام میں الجھ کر گر پڑا؟ اب تو کمان کو اس کے بنانے والے نے پکڑا ہے اور کمان تیر اندازوں کے ہاتھوں میں آ گئی ہے اور حکومت اپنے سابقہ دستور کے مطابق نبوت اور رحمت کے گھرانے میں لوٹ آئی ہے سرخ و سیاہ بے خوف ہو گئے اور تمہارے لئے

اللہ کی ضمانت' رسول اللہ کی ضمانت اور عباس کا واسطہ ہے اس گھر کے رب کی قسم (اور اس نے ہاتھ سے خانہ کعبہ کی طرف اشارہ کیا) ہم تم میں سے کسی کو پریشان نہیں کریں گے۔

شبیب بن شیبہ نے مہدی کی بیٹی کی وفات پر یہ تعزیتی کلمات کہے۔

اے امیرالمومنین! خدا آپ کو اس صدمہ کے بدلے اجر عنایت فرمائے گا۔ جو آپ کو پہنچا اور اس کے بعد جو آپ نے صبر کیا اور نہ خدا تعالے نے آپ پر ناقابل برداشت آزمائش کا بوجھ ڈالا اور نہ آپ سے کوئی نعمت چھینی' اللہ کی جانب سے ثواب آپ کے لئے مرنے والی سے بہتر ہے اور اللہ کی رحمت آپ کی بہ نسبت مرحومہ کے لئے زیادہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ صبر کی مستحق وہ چیز ہے جس کی واپسی کی کوئی امید ہی نہ ہو۔

رسائل ومکاتیب:۔

احمد بن یوسف نے ابراہیم بن مہدی کو اس تحفے کے بارہ میں لکھا جسے اس نے کم خیال کیا تھا۔

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے ہمارے بھیجے ہوئے تحفے کو کم خیال کیا ہے لیکن ہمارے درمیان جو پیار اور محبت کا رشتہ قائم ہے اس نے ہمارے لئے یہ آسانی پیدا کر دی ہے کہ ہم تحفہ دینے کا کم اہتمام کریں چنانچہ ہم نے ایک ایسا تحفہ بھیجا ہے جو کم تر ہے لیکن اس کی طرف جو اسے مال قیمت نہیں سمجھتا۔

اسی کی بیماری سے شفایابی پر تہنیتی خط لکھا۔

اللہ تعالے نے آپ سے بیماری کے دکھ اور غم کو ختم کر دیا اور اس کے عوض وافر اجر و ثواب عطا کیا اور دشمن جو بیماری کے آغاز سے خوش ہوا تھا بیماری کے خاتمہ کے ساتھ اسے کئی گنا دکھ ملا اور وہ دردناک ہوا۔

محمد بن عبدالملک زیات نے خلیفہ کی جانب سے کسی گورنر کو خط لکھا "امابعد! امیرالمومنین کو جس انداز سے اطلاع موصول ہوئی ہے وہ انہیں سخت ناگوار محسوس ہوتی ہے اب تمہارے لئے دو صورتوں میں سے ایک ضرور ہے جن میں سے ایک میں بھی ایسا عذر نہیں جو دلیل بن سکے اور تمہاری براءت ثابت کر سکے' یا تو تمہاری عملی کوتاہی کی ہے جس نے تمہارے حزم واحتیاط میں خرابی پیدا کی ہے اور فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے' یا تم نے فسادیوں کی حوصلہ افزائی

اور مجرموں کے ساتھ رعایت برتی ہے' ہر دو صورتوں میں اگر امیرالمومنین کی جانب سے تحمل مزاجی' ڈھیل' قانون کے تحت گرفت اور سزا سے قبل عفو و تنبیہہ شامل حال نہ ہوتیں تو تمہاری اس حرکت کی وجہ سے تمہارے ساتھ سختی کا برتاؤ اور تمہیں سزا دینا ضروری ہو جاتی' بہرحال اب جتنی بڑی تیری سزا معاف کی گئی ہے اب تمہیں اپنی کوتاہی اور بدعملی کی تلافی میں حتی الوسع کوشش کرنی چاہئے۔

ابوالفضل الحمید نے ابو عبداللہ طبری کو خط لکھا میں اس حالت میں یہ خط لکھ رہا ہوں اگر آپ سے ملاقات کا شوق اسے بدمزانہ کر رہا ہو اور آپ سے زیارت کا شوق اس میں تحمل نہ ہو رہا ہو تو میں ان حالات کو بہترین خیال کرتا اور ان جلیل القدر انعامات میں اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب سمجھتا کیونکہ یہاں مجھے ہر قسم کی سلامتی میسر ہے اور مجھے اپنے جسم میں توانائی اور اپنی کوششوں میں کامیابی ملی ہے' لیکن آپ سے دور ہونے کی وجہ سے زندگی گزارنے کا مزا باقی نہیں ہے اور آپ سے تنہا ہونے کی وجہ سے میرا دل اطمینان سے خالی ہے اور تمہارے بغیر اکیلے کھانا اور پینا میرے حلق سے نیچے نہیں اترتا اور میں تمہارے بغیر ان نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کی خواہش کیسے کر سکتا ہوں جبکہ تم بھی تو میرے جسم کا ایک حصہ ہو' اور میری انس و محبت کو ایک لڑی میں پرونے والے ہو' میں آپ کے دیدار سے محروم کر دیا گیا ہوں آپ کی محبت کھو چکا ہوں' کیا کوئی پراگندہ شخص جسے مختلف ٹکروں میں تقسیم کر دیا گیا ہو اطمینان و سکون سے رہ سکتا ہے' کیا غیر مرتب گھر میں دل لگانے سے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے۔

میں نے آپ کا خط پڑھا میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ تیری خوش خلقی اور لفظی تصرفات میں غور و فکر دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہو گیا انکی تعریف نہیں کرتا کیونکہ تیری تمام عادتیں میرے نزدیک قابل ستائش ہیں اور نہ میں ان کی مدح کرتا ہوں' کیونکہ تیرا ہر کام میرے دل اور نگاہ میں قابل مدح ہے مجھے امید ہے کہ آپ کے معاملے کی حقیقت آپ کے بارہ میں میرے اندازہ کے مطابق ہو گی۔ اگر ایسے ہے تو خوب ہے ورنہ آپ کی محبت نے میرے دل پر پردہ ڈال دیا ہے اور میری نگاہ کو فریب خوردہ بنا دیا ہے۔

مقامات

بدیع الزمان ہمذانی کا حرزیہ مقامہ:۔

ہم سے عیسیٰ بن ہشام نے بیان کیا جب اطراف واکناف کے سفر نے مجھے ابواب (جگہ کا نام) کے دروازہ کے سامنے لا کھڑا کیا اور میں نے حصول دولت کا لالچی بننے کے بجائے محض جان بچا کر واپس آنے کو غنیمت جانا تو اس جگہ پہنچ جانے سے پہلے ایک پرجوش اور تند و تیز لہروں والا دریا پڑتا تھا جس میں ایسی بے رحم کشتیاں تھیں جو اپنے سواروں کو ڈبو دیتی تھیں' تب میں نے واپسی کے لئے اللہ سے استخارہ کیا اور جان ہتھیلی پر رکھ کر سوار ہو گیا۔ جب ہم دریا کے وسط میں پہنچے اور ہمیں رات کی تاریکی نے ڈھانپ لیا تو کالی گھٹا ہمارے اوپر چھا گئی جو بادلوں کے پہاڑ ہمارے اوپر لا رہی تھی یکایک موسلا دھار بارش ہونے لگی' ساتھ ہی اس قدر طوفانی ہوا چلی جو کہ موج پر موج روانہ کر رہی تھی اور بارش کی فوجیں حملہ آور ہو رہی تھیں اور ہم آسمان کی بارش اور دریا کے پانی کی موجوں کے درمیان موت کے پنجہ میں پھنس گئے تھے اس وقت ہمارے پاس دعا کے سوا کوئی سامان نہ تھا اور نہ رونے کے بغیر کوئی چارہ کار تھا اور نہ ہی امید کے سوا کوئی پناہ تھی۔ ہم نے وہ رات سینکڑوں مشکلات اور ہزار دقتوں کے ساتھ گزاری صبح ہوئی تو ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اور باہم شکوہ و شکایت کر رہے تھے' لیکن ہم میں ایک آدمی ایسا تھا جس کی آنکھ سے کوئی آنسو نہیں بہا تھا اور وہ بڑی بے فکری اور اطمینان بخش انداز میں مگن بیٹھا تھا' خدا کی قسم ہمیں اس پر بڑی حیرت ہوئی اور ہم نے اس سے سوال کیا کہ تمہیں تباہی و ہلاکت اور موت سے کس چیز نے نڈر بنا دیا ہے؟ اس نے کہا "ایک تعویذ نے" جسے ساتھ رکھنے والا ڈوبتا نہیں اگر تمہارا ارادہ ہو تو میں تم سے ہر ایک کو اس جیسا تعویذ دے دوں' میں یہ کر سکتا ہوں۔ تب تو سبھی اس پر ٹوٹ پڑے اور تعویذ مانگنے میں اصرار کرنے لگے اس نے کہا میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا جب تم میں سے ہر ایک مجھے اسی وقت ایک ایک دینار نقد ادا نہ کرے اور ایک ایک دینار ساحل پر صحیح سالم اترنے کے بعد دینے کا وعدہ نہ کرے' عیسیٰ بن ہشام کہتے ہیں کہ ہم نے مطلوبہ رقم فوراً ہی اس کو دے دی۔

اور باقی رقم دینے کا وعدہ کیا اس نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا اور ایک ریشمی کپڑا نکالا اس میں ایک ہاتھی دانت کی ڈبیہ تھی اس میں کچھ پرچیاں تھیں ہم میں سے ہر ایک نے اس میں سے ایک ایک پرچی اٹھالی۔ جب کشتی صحیح سالم ساحل پہ لگ گئی اور اس نے ہمیں شہر میں اتار دیا تو اس نے لوگوں سے وعدہ وفائی کا تقاضا کیا۔ سب نے آسے واجب الادا رقم دے دی جب میری باری آئی تو اس نے کہا "اسے چھوڑ دو" میں نے کہا یہ لو اپنی رقم' لیکن پہلے اپنا بھید بتاؤ تو اس نے کہا میں اسکندریہ کا باشندہ ہوں تو میں نے کہا صبر نے تیری کیسے یاوری کی اور ہمیں کیوں بے یار ومددگار چھوڑ دیا؟ تو وہ پڑھنے لگا۔

ویک لولا الصبر ماکنت ملات الکیس تبرا
لن ینال المجد من ضاق بما یخشاہ صدرا
ثم ما اعقبنی الساعة ما اعطیت ضرا
بل به اشتد ازرا وبه اجبر کسرا
ولو انی الیوم فی الفرق لما کلفت عذرا

افسوس تجھ پر اگر صبر نہ ہوتا تو میں اپنی جیب سونے سے نہ بھر سکتا
جو آنے والی مشکلات سے گھبرا جائے وہ سروری حاصل نہیں کر سکتا۔
اب تک مجھے جو کچھ دیا گیا مجھے کوئی محنت ومشقت نہیں اٹھانا پڑی۔
بلکہ مجھے اس سے مزید تقویت پیدا ہوگی اور میں اس کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کروں گا۔
اور آج میں ڈوبنے والوں میں ہوتا تو مجھے معذرت پیش کرنے کی تکلیف نہ دی جاتی۔

حریری کا بغدادی مقامہ:

اس مقامہ میں حریری ایک مانگنے والی بڑھیا کی زبان سے کہلواتا ہے۔
اے امیدوں کے سہارو! اے بیواؤں کے والیو! تمہیں پتہ ہونا چاہیے۔ کہ میں قبیلوں کی بلند مرتبہ اور اونچے گھرانوں کی معزز خواتین میں سے ہوں۔ میرے گھر والے اور میرا شوہر ہمیشہ مجلس کے وسط میں بیٹھتے اور لشکر کے درمیان میں چلتے' سواریوں کی پیٹھوں پہ سوار ہوتے۔ اور لوگوں پر احسانات کرتے رہتے تھے۔ جب زمانہ نے مددگاروں کو ہلاک کر دیا۔ جگر گوشوں (اولاد) کی موت کا صدمہ پہنچایا۔ وہ ہم سے دشمنی پہ اتر آیا تو نگہبان نے اعراض کیا دربان نے جفا کی

دولت چلی گئی۔ ہتھیلی خالی ہو گی۔ چین و آرام چلا گیا۔ ناکامیاں مقدر بنیں' داہنا ہاتھ کمزور ہو گیا اور بائیاں ضائع ہو گیا۔ کہنیاں جدا ہو گئیں۔ گھر کا اثاثہ تلف ہو گیا ہمارے پاس نہ جوان اونٹنی بچی نہ بوڑھی۔ جب اضطراب کا انقلاب آیا ہے چین و آرام کی زندگی میں پریشانیوں کا دخل ہوا ہے۔ زرد محبوب (سونے) نے منہ پھیر لیا میرا سفید دن سیاہ ہو گیا اور میرے سیاہ بال سفید ہو گئے نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ کہ جانی دشمن کو بھی ہم پر ترس آنے لگا ہے ہائے سرخ موت کتنی اچھی ہے۔ یعنی ایسے حالات میں زندہ رہنے سے تو موت بہتر ہے۔

تیسری فصل

انشاء پرداز

ابن المقفع

پیدائش اور حالات زندگی:

انشاء پرداز عبداللہ بن مقفع ایران نژاد اور عرب میں تربیت یافتہ ہے 106ھ کے لگ بھگ پیدا ہوا امیرزادوں کی طرح پرورش پائی اس کا والد آتش پرست داذویہ حجاج بن یوسف کی طرف سے فارس کی خراج کی رقم وصول کرنے پر مقرر تھا۔ اس نے کہیں مال خراج میں سے کچھ خیانت کرلی چنانچہ حجاج نے اسے اسقدر مارا کہ اس کا ہاتھ مڑ گیا اس بناء پر اس کا لقب مقفع (مڑے ہوئے ہاتھ والا) پڑ گیا۔ عبداللہ کی بچپن سے ہی اسلامی طریقہ پر پرورش ہوئی اور اسے زیور علم سے آراستہ کیا گیا روزگار کی طرف سے بے فکری نے اسے تعلیم کا دلدادہ بنا دیا' یہ ابھی پوری طرح جوان بھی نہ ہوا تھا کہ فارسی و عربی دونوں زبانوں کی انشاء پردازی میں مہارت حاصل کرلی۔ عہد بنی امیہ میں داؤد بن ہبیرہ اور عہد عباسی میں منصور کے چچا داؤد بن علی نے اسے اپنا معتمد (سیکرٹری) رکھ لیا اور یہ اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ ایک دن اسے کہنے لگا اب میرے دل میں اسلام گھر کر چکا ہے اور میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہونا چاہتا ہوں"۔

عیسٰی نے اس سے خواہش کی کہ وہ صبح فوجی افسروں اور کمانڈروں کے سامنے اپنے اسلام کا اظہار کرے تاکہ اسلام لانے کے تمام لوگ گواہ بن جائیں پھر وہ اس دن عیسٰی کے ساتھ کھانے میں شامل ہوا تو مجوسیوں کی طرح کی عادت کی طرح کھانے کے وقت ناک سے آواز نکالنے لگا جب

عیسی نے اسے برا مناتے ہوئے اس سے کہا کہ یہ کیا؟ تو اس نے کہا "میں بے دینی کی حالت میں رات نہیں گزار سکتا۔ پھر صبح ہوئی تو اس نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اس کا نام عبداللہ اور کنیت ابو محمد رکھی گئی۔ جبکہ اس سے قبل اس کا نام روزبہ تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ دنیاوی لالچ کی بناء پر مسلمان ہوا تھا بعض اس پر ملحد ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ کیونکہ اس نے مقابلہ کیا تھا اور زندیقوں کی کتابوں کا ترجمہ کیا ایک مرتبہ جب یہ مجوسیوں کے آتش کدہ کے پاس سے گزر رہا تھا۔ تو اس نے احوص کے دو شعر پڑھے۔

یابیت عاتکة الذی اتعزل حذر العدی وبه الفئواد متوکل

انی لامنحک الصدود واننی قسما الیک مع الصدود لامیل

اے عاتکہ کے گھر! جسے میں دشمن کے ڈر کی وجہ سے چھوڑ رہا ہوں جبکہ میرا دل اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔

میں (بظاہر) تجھ سے بے رخی کا مظاہرہ کر رہا ہوں خدا کی قسم اس (ظاہری) بے رخی کے ساتھ ساتھ میں (اندر سے) تجھے بہت زیادہ چاہتا ہوں۔

ابن مقفع منصور کے دو چچاؤں عیسی اور سلیمان کی خدمت میں رہا حتیٰ کہ امان والا واقعہ پیش آیا جس میں اسے منصور کی طرف سے اس کے چچا عبداللہ کو خط لکھنے کی تکلیف دی گئی تھی جس نے خلیفہ کے متعلق بہت سخت الفاظ استعمال کیے تھے "جب امیرالمومنین اپنے چچا عبداللہ سے غدر کریں گے تو اس کی بیویاں مطلقہ' اس کے مویشی ضبط اور اس کے غلام آزاد اور مسلمان اس کی بیعت سے آزاد ہو جائیں گے"

منصور کو اس کی بہت تکلیف پہنچی تو اس نے والی بصرہ سفیان بن معاویہ مھلبی کو اس کے قتل کا حکم دے دیا وہ تو پہلے ہی ابن مقفع کے ذہنی طور پر خلاف تھا کیونکہ بصرہ کے معزز لوگوں کی موجودگی میں اسے مذاق کرتا اور شرمندہ کرتا تھا کیونکہ اس کی ناک لمبی تھی ابن مقفع جب اس کے پاس آتا تو کہتا "السلام علیکما" (تم دونوں کو اسلام علیکم) یعنی سفیان اور اس کی ناک کو تو گورنر نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اسے آگ میں جلا کر ختم کیا اس وقت اس کی عمر 36 سال تھی۔

اخلاق اور علمی قابلیت:

ابن مقفع بلا کا ذہین' فصیح اللسان' عربی اور فارسی ادب میں بلند پایہ اور بلاغت زبان

زور قلم اور ترجمہ میں روانی، نئے نئے معانی و مطالب کی اختراع اور منفرد کردار کی ایجاد میں سب سے سبقت لے گیا تھا وہ علم کلام میں بھی مہارت کی کوشش کرتا تھا لیکن وہ اس میں کسی طرح بھی کامیاب نہ ہو سکا۔

کہتے ہیں کہ صحابہ کے بعد عربیوں میں خلیل سے زیادہ اور عجمیوں میں ابن مقفع سے زیادہ کوئی ذہین نہیں دیکھا ایک مرتبہ کہیں ان دونوں کی آپس میں ملاقات ہوئی تین دن تک یہ اکٹھے رہے اور گفتگو کرتے رہے پھر یہ جدا ہو گئے۔ خلیل سے کسی نے پوچھا آپ نے عبداللہ ابن المقفع کو کیسا پایا؟ اس نے کہا تمہیں جو علم و ادب درکار ہو تم اس سے حاصل کرتے رہو لیکن اس کا علم اس کی عقل سے بڑھ کر ہے' اور کسی نے عبداللہ سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں خلیل کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ "جو علم و ادب تمہیں چاہئے وہ تمہیں خلیل سے مل جائے گا لیکن اس کی عقل اس کے علم سے بڑھ کر ہے۔ اور ابن مقفع سے سوال کیا گیا کہ تجھے ادب کس نے سکھایا ہے۔ وہ کہنے لگا میرے نفس نے کیونکہ میں جب اپنے سے علاوہ کسی میں کوئی اچھائی دیکھتا تو اسے اپنا لیتا اور جب کوئی قباحت دیکھتا تو اسے ترک کر دیتا۔ بہرحال ابن مقفع نہایت پاک دامن' ادیب اور دوستوں کے ساتھ وفادار رہا عبدالحمید انشاء پرداز کے ساتھ پیش آنے والا معاملہ اس امر کی شہادت دیتا ہے۔

اس کی نثر و نظم:۔

ابن مقفع پہلے طبقہ کے انشاء پردازوں کا رہنما ہے اس نے انشاء پردازی میں عربی اور فارسی میں سے ایک الگ انداز اپنایا ہے جو اس کے نام سے مشہور ہے اور اس کے پاس پایا جاتا ہے۔ ہم نے اس عہد کی نثر کے تذکرہ میں اس کا تفصیل سے ذکر کیا ہے ضرورت ہو تو وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کی شاعری کا حصہ بہت کم ہے صاحب حماسہ نے یحییٰ بن زیاد کے مرثیہ میں اس کے اشعار نقل کئے ہیں۔

رزئنا ابا عمرو ولاحی مثله فلله ریب الحادثات بمن وقع
فان تک قد فارقتنا و ترکتنا ذوی خلة فی السداد لها طمع
فقد جر نفعا فقدنالک اننا امنا علی کل الرزایا من الجزع

ہمیں ابو عمرو کی موت کا صدمہ پہنچا' کوئی زندہ شخص اس جیسی خوبیوں کا مالک نہیں ہے'
زمانے کے حادثات پر بھی حیرانی ہے کس کو نشانہ بنانا۔

اگر آپ ہم سے جدا ہو گئے اور ایسی کمی کا شکار کر گئے جس کے انسداد کی امید نہیں ہو سکتی۔

خیر! آپ کی موت کا ہمیں ایک فائدہ بھی ہوا ہے کہ ہم آئندہ کے لئے ہر قسم کے دکھوں اور صدموں پہ پریشان ہونے اور گھبرانے سے تو بے فکر ہو گئے۔

اس کے تراجم و تالیفات:

ابن مقفع صاحب استطاعت ترجمہ نگار ہے اس کے ترجمہ میں عجمیت کا اثر کہیں نہیں دکھائی دیتا اس کی منقول اور موضوع کلام میں فرق کرنا بہت مشکل ہے اس کی کتاب "کلیلہ و دمنہ" بشرطیکہ اس کے ترجمہ ہونے میں کوئی شک نہ ہو تو یہ ترجمہ صحیح و بلیغ ہونے میں لازوال شاہکار ہے اور قفطی کے بقول یہ پہلا شخص ہے جس نے ملت اسلامیہ میں منطقی کتابوں کے ترجمہ کے متعلق ابو جعفر منصور کی توجہ مبذول کروائی اس نے ارسطو کی منطق میں تین کتابوں اور فیرفوریوس صوری کی کتاب ایساغوجی کا ترجمہ کیا اس نے ان کتابوں کا ترجمہ فارسی زبان سے نقل کیا تھا کیونکہ راجح قول کے مطابق یہ فارسی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں جانتا تھا۔ اس نے نوشیرواں کی سوانح عمری پر مشتمل کتاب "کتاب التاج" کا ترجمہ کیا اور اس نے اخلاقیات میں "الادب الصغیر" اور "الادب الکبیر" کے نام سے دو کتابیں تالیف کیں اور بادشاہ کی اطاعت کے متعلق "كتاب اليتيمة" لکھی۔

اس کی نثر کا نمونہ:

اس نے کہا! تمہیں بے علم و ناداں کی رشتہ داری یا ہمسائیگی یا الفت و محبت اس کی شرارت اور نقصان پہنچانے سے بے خوف نہ کر دے۔ کیونکہ انسان آگ کے جتنا زیادہ قریب ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ اس سے ڈرتا ہے یہی حال ناداں دوست کا ہے اگر وہ تمہارا ہمسایہ ہو گا تو تمہیں زچ کر دے گا۔ اگر وہ تمہارا رشتہ دار ہو گا تو بہتان طرازی کرے گا۔ اگر الفت کرے گا تو تجھ پر ناقابل استطاعت بوجھ ڈالے گا۔ اگر تمہارے ساتھ مل کر رہے گا تو تمہارے لئے تکلیف اور خوف کا باعث بنے گا۔ علاوہ ازیں وہ بھوک کے وقت خونخوار درندہ۔ سیر ہونے کے وقت سنگدل بادشاہ اور دین میں باہم موافق ہونے پر جہنم کی طرف لے جانے والا ہے۔ لہذا تمہیں ناداں کی صحبت سے اس سے بھی زیادہ دور بھاگنا چاہئے کہ جتنا تم کالے ناگ سانپوں کی

زہر۔ خوفناک آگ کے شعلوں' بوجھل کر دینے والے قرض اور لاعلاج بیماری سے بھاگتے ہو۔

ایک اور جگہ کہتا ہے۔

اگر تم اپنے آپ کو ہر مجلس' ہر جگہ' ہر گفتگو' ہر رائے اور ہر کام میں اپنے حقیقی مقام و مرتبہ سے کچھ نیچے گرا سکو تو ضرور گراؤ کیونکہ لوگوں کا آپ کو اس مرتبہ سے اٹھا کر بلند کرنا جس پہ تم نے اپنے آپ کو گرایا ہے۔ اور اپنے آپ کو مجلس سے جو دور کیا ہے لوگوں کا آپ کو اپنے قریب لا کر بٹھانا' اور جتنی تم خود اپنی عزت نہیں کرتے لوگوں کا تمہاری باتوں کی اس سے کہیں زیادہ عزت کرنا' اور آپ اپنی کلام کو جو اتنا عمدہ نہیں بناتے لوگوں کا اس سے کہیں عمدہ بنانا حقیقت میں کمال اور جمال اس کا نام ہے۔

ایک جگہ وہ کہتا ہے۔

میرا ایک دوست تھا میری نگاہ میں وہ تمام سے زیادہ معزز تھا۔ میری نگاہ میں اس کی قدر و منزلت کی وجوہات یہ تھیں۔ اس کی نظر میں دنیا حقیر تھی وہ اپنے پیٹ کی غلامی قبول نہیں کرتا تھا جو نہ پا سکتا اس کی خواہش نہ کرتا جو پا لیتا اس سے زیادہ نہ لیتا۔ وہ اپنی زبان کا بھی غلام نہ تھا وہ جس بات کے متعلق نہ جانتا ہوتا وہ منہ سے نہ نکالتا۔ جو اسے معلوم ہوتا اس کے متعلق شک نہ کرتا' وہ جہالت و نادانی کی حکومت کا ماتحت بھی نہ تھا وہ کسی کام کی طرف قدم نہ اٹھاتا جب تک اسے اس میں نفع کا قطعی یقین نہ ہو جاتا وہ اکثر اوقات خاموش رہتا۔ لیکن جب بات کرتا تو تمام کلام کرنے والوں پر سبقت لے جاتا۔ وہ کمزور تھا لوگ اسے کمزور سمجھتے تھے لیکن جب کوئی مشکل آن پڑتی تو وہ حملہ آور شیر دکھائی دیتا۔ نہ تو وہ کسی مقدمہ میں دخل اندازی کرتا نہ کسی جھگڑے میں شریک ہوتا اور نہ ہی اس وقت تک اپنے دلائل پیش کرتا جب تک ذی فہم قاضی اور اہل انصاف گواہوں کو نہ دیکھ لیتا۔ وہ کسی کو اس وقت تک ملامت نہ کرتا جب تک اس کے پاس کوئی عذر ہوتا جسے وہ معلوم کرے۔ وہ اپنی تکلیف کا اظہار صرف اسی سے کرتا جس سے اسے صحت یابی کی امید ہوتی۔ اور وہ صرف اس سے مشورہ لیتا جس سے اسے خیر خواہی کی امید ہوتی۔ وہ نہ اکتاتا۔ نہ ناراض ہوتا۔ نہ غصے میں آتا اور نہ زیادہ چیزوں کی خواہش کرتا' نہ دشمنوں سے انتقام لیتا۔ نہ دوست سے غفلت برتتا۔ نہ وہ اپنے دوستوں کو چھوڑ کر صرف اپنی ذات کے لئے کسی قسم کا اہتمام حیلہ سازی اور قوت و تدبیر کو خاص کرتا۔

اگر اپنا سکو تو ان اخلاق کو ضرور اپناؤ اگر نہ ہو سکے تو ان میں جتنا ہو سکے اپناؤ۔

الجاحظ

پیدائش اور حالات زندگی:

ابو عثمان عمرو بن جاحظ بصرہ میں پیدا ہوا اور وہیں نشو ونما پائی بصرہ ان دنوں علم وادب کا مرکز تھا یہ محنت اور لگن سے سبق پڑھنے لگا اور اس نے لغت اور روایت اصمعی اور ابو عبیدہ جیسے اساتذہ فن سے حاصل کی اور ابو اسحق النظام معتزلی سے علم کلام میں سند حاصل کی اور انھیں کا ہم خیال بن گیا اور اپنی انشاء پردازی میں معتزلہ کے مسلک کی طرفداری کی۔ یہ بھی عرب کے انشاء پردازوں اور فارسی کا ترجمہ کرنے والی جماعت کے ساتھ منسلک رہا اور فارسی کی کتابوں کا ترجمہ کیا اور ان سے استفادہ کیا۔ مطالعہ کا اس قدر دلدادہ تھا کہ اس کے ہاتھ میں جب کوئی کتاب آ جاتی تو اسے ختم کیے بغیر نہ چھوڑتا اور اس کا جو ہر اخذ کر لیتا بلکہ یہ کاغذ اور ردی والی دوکانیں کرائے پہ لے لیتا اور پھر ان میں بیٹھ کر درس و مطالعہ میں منہمک ہو جاتا یہاں تک کہ اس نے بہت سے مسائل ازبر کر لئے اور متعدد فنون کے راز معلوم کر لئے اور ادب کی دنیا میں اپنے ساتھیوں سے بازی لے گیا۔

جاحظ نے اپنی عمر کا اکثر حصہ خوشحال و آسودگی کی حالت میں اپنے پیدائشی وطن میں ہی تصنیف و تالیف میں مصروف رہ کر بسر کیا۔ یہ اپنے رسائل کی تالیف اور کتابوں کی تصنیف کی وجہ سے لوگوں میں معزز اور گورنروں میں موثر تھا۔ پھر مامون' معتصم' واثق اور متوکل کے عہد حکومت میں روزی کے حصول کے لئے بغداد میں آتا رہا' پھر یہ محمد بن عبدالملک کی تینوں وزارتوں میں طویل عرصہ تک اسی کا ہو رہا وزیر پر مصیبت کا وقت آنے پر یہ بصرہ آ گیا آخری عمر میں اس کے جسم کے آدھے حصے پر فالج کا حملہ ہو گیا مرض طول پکڑ گیا اور کمزوری بڑھتی گئی تا آنکہ یہ 255ھ میں تقریباً سو برس کی عمر پا کر فوت ہو گیا۔

حلیہ اور اخلاق وعادات:

ابو عثمان جاحظ بے ڈول جسامت بدشکل چہرہ اور ابھری ہوئی آنکھوں والا تھا اس بناء پر اس کا لقب جاحظ (ابھری ہوئی آنکھوں والا) پڑ گیا کہتے ہیں کہ خلیفہ متوکل نے جب اس کے علم و فہم کی شہرت سنی تو اسے اپنے بچے کا استاذ بنانے کے لئے "سر من رای" شہر میں بلوایا لیکن جب اس کی مکروہ شکل دیکھی تو اسے دس ہزار درہم دے کر واپس بھیج دیا جاحظ طنز و مزاح کا عادی اور

مروجہ عادات و رسومات اور تصنع پر مبنی آداب کا مذاق اڑاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ لطیف طبیعت' ذہین و فطین' حاضر جواب اور سچا ہمدرد تھا۔

علمی اور ادبی قابلیت:

اس کمتر حیثیت کے مالک قلم اور مختصر بیان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ قاری کے سامنے عرب کے نابغہ اور مشرق کے والٹر کے ادبی تاثرات بیان کر سکے ہمیں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ وسعت علم' قوت استدلال' بحث کے تمام پہلوؤں پر محیط' مقابلہ میں شدت اور بلاغت کلام میں وہ اپنے تمام ساتھیوں سے سبقت لے گیا تھا۔ علم کلام کا سمندر تھا اس نے علم کلام کو یونانی فلسفہ کے ساتھ باہم ملایا تھا عقیدہ و توحید میں اس کا مسلک دیگر متکلمین سے الگ ہے بہت سے لوگ اس کے ہم خیال ہو گئے ان کا نام "جاحظیہ" پڑ گیا۔ دیگر علوم میں یہ دوسرے علماء کا ہم خیال ہو گیا۔ اور یہ زبردست عالم کی حیثیت سے مضامین لکھتا رہا۔ یہ پہلا عربی عالم ہے۔ جس نے سنجیدگی اور مذاق کے مضامین میں باہم آمیزش کی اور گفتگو کے موضوعات میں وسعت پیدا کی۔ اس کی اکثر تصنیفات و تالیفات حیوانات' نباتات' اخلاقیات' اور اجتماعیات کے موضوعات پر ہیں۔

جاحظ انشاء پردازی کو جدید اسلوب اور نئے موضوعات کی طرف لایا اور اس نے رسائل نویسوں اور مصنفین کے لئے انشاء پردازی میں ایک نیا طریقہ متعارف کروایا جسے ہم انشاء پردازی کا ذکر کرتے ہوئے بیان کر آئے ہیں۔ یہاں اسے دھرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بدیع نے ان کے متعلق تبصرہ کیا ہے۔ کہ "ان کی کلام میں اشارہ کا بعد' عبارت میں قرب اور استعارہ کی قلت ہے" یہ فیصلہ اگرچہ سخت ہے تاہم ایسا بہت سی جگہوں میں پایا جاتا ہے۔

رہی اس کی شاعری تو نہ اس میں عمدگی ہے نہ خوبصورتی ہے شاعری میں وہ پرانی طرز پر قائم ہے۔ جدید انداز بالکل نہیں اپنایا ویسے بھی اس کی شاعری کا حصہ بہت کم ہے وہ بھی اس کے رسائل' خطوط اور کتابوں میں بکھرا پڑا ہے۔ مثلاً اس نے ولید بن عبدالملک کی شان میں یہ اشعار کہے۔

بلنا حین اثری لاخوانه' فقلل مهنم شباة العدم
وابصر کیف انتقال الزمان' فبادر بالعرف قبل الندم

جب وہ مالدار ہوا تو اسی وقت اپنے دوستوں کے سامنے آیا اور ان کی ناداری اور غربت کی دھار کو کند کر دیا۔

اور اس نے دیکھ لیا کہ زمانے کی تبدیلیاں کیسی ہوتی ہیں تو اس نے ندامت و پشیمانی سے پہلے ہی سخاوت کرنا شروع کر دی۔

اس کے کچھ اور اشعار یہ ہیں۔

لئن قدمت قبلی رجال فطالما مشیت علی رسلی فکنت المقدما
ولکن ھذا الدھر تاتی صروفہ فتبرم منقوضا و تنقض مبرما

اگرچہ مجھ سے پہلے بہت سے لوگ آگے نکال دیئے گئے لیکن میں اپنی معمول کی رفتار سے چلتا ہوا سب سے آگے نکل گیا۔

لیکن اس زمانہ کے حوادث بھی عجیب کرتے ہیں۔ کمزور کو مضبوط اور مضبوط کو کمزور کر دیتے ہیں۔

تالیفات تصنیفات:

جاحظ کی تالیفات دو سو سے زیادہ ہیں۔ وہ استاذ ابن العمید کے بقول پہلے عقل اور پھر ادب سکھاتی ہیں۔ لیکن ان میں سے صرف ادب و انشاء اور خطابت میں **البیان والتبیین**' **کتاب الحیوان** جو کہ اس موضوع پر عربی کی قدیم ترین کتاب ہے' اور **کتاب المحاسن والاضداد**' **کتاب البخلاء** اور اس کے خطوط و رسائل کا مجموعہ **دیوان رسائل جاحظ** کے علاوہ کوئی بھی کتاب منظر عام پر نہیں آئی۔

اس کی نثر کا نمونہ:

اپنے ایک دوست سے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اے بے وفا! خدا کی قسم اگر میرا جگر تیری محبت میں زخمی اور میری روح تیری وجہ سے مجروح نہ ہوئی ہوتی تو میں تیری اس قطع تعلق کا برابر کا جواب دیتا اور تیرے ساتھ جدائی کی رسی کو دراز کر دیتا لیکن مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ میرے صبر کو تیری جفا پر غالب کر دے گا اور تجھے میری محبت کی طرف واپس لا کر دشمنی کی ناک خاک آلودہ کرے گا ہمیں ملاقات کئے ہوئے طویل عرصہ گزر گیا ہے اب تو ملاقات کے وقت بھی شاید ہی ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔

وہ اپنے تربیع اور تدویر والے خط میں لکھتا ہے جو کہ اس کے خطوط میں سے بلیغ ترین خط ہے۔

اب تو ہم آپ سے محبت کی بناء پر آپ کی نافرمانی اور مخالفت کے عادی ہو چکے ہیں کبھی مزاح کے طور پر' کبھی بھولے سے اور آپ کے درگزر پر اعتماد کرتے ہوئے مجھے آپ سے اسی کی امید ہے۔ بہرحال اگر ہم اعتماد کرلیں۔ پھر اصرار کریں پھر انکار کردیں امید ہے کہ آپ کا فضل و عنایت ہماری غلطی کو چھپالے گا۔ اور آپ کا کرم ہماری لغزش سے درگزر کرے گا۔ پھر یہ کیسے امید نہیں کی جاسکتی کہ ہم اگر بھول جائیں پھر ہمیں یاد آجائے پھر ہم معذرت کرلیں اور ہم نے معذرت میں طوالت اختیار کی اب اگر تم قبول کرلو تو تم نے اپنا حصہ پالیا اور اپنی ذات کے متعلق غور و فکر کیا اور اگر نہیں قبول کرتے تو جو کچھ تم کرسکتے ہو کرلو۔ تو اب اگر تم تعلق باقی رکھنا چاہتے ہو تو خدا تعالیٰ باقی نہ رکھے اور اگر تم ہم سے درگزر کرو تو خدا تم سے درگزر نہ کرے اور میں وہی شعر کہتا ہوں جو بو منتر نے کہا تھا۔

فما بقیا علی ترکتمانی ولکن خفتما صدر النبال

تم نے کوئی مجھ پر رحم کھاتے ہوئے مجھے نہیں چھوڑا بلکہ تم تیروں کی بوچھاڑ سے ڈر گئے۔

خدا کی قسم اگر تم بجیلہ قبیلہ کو میرے مدمقابل کروگے تو میں کنانہ کے ساتھ تمہارا مقابلہ کروں گا اگر تم صالح بن علی کو میرے مقابلے میں کھڑا کروگے تو میں اسماعیل بن علی کو کھڑا کروں گا۔ اگر تم سلیمان بن وھب کے ساتھ حملہ کروگے تو میں حسن بن وھب کے ساتھ تمہیں کچل دوں گا۔ تمہارے حق میں میری یہی رائے مناسب ہے کہ عافیت کو قبول کرلو اور سلامتی کے لئے خدا کے طلب گار بنو۔ سرکشی سے بچو کہ اس کا انجام نقصان دہ ہے اور ظلم سے بچو کیونکہ اس کی چراگاہ بدہضمی پیدا کرنے والی ہے۔ خبردار جریر سے بچو جب وہ ہجو کررہا ہو۔ فرزدق سے جب وہ فخریہ لہجہ میں ہو۔ ہرثمہ سے جب غور و تدبر کررہا ہو۔ قیس بن زہیر سے جب وہ مکرو فریب کررہا ہو۔ اغلب سے جب وہ پلٹ کر حملہ کررہا ہو۔ طاہر سے جب وہ حملہ آور ہو۔ جس نے اپنی قدر پہچانی اس نے دشمن کا مرتبہ بھی پہچان لیا' اور جو اپنے آپ سے بے خبر رہا وہ اپنے غیر کا رتبہ پہچاننے سے بھی بے خبر رہا' شاہراہ پہ چلو اور پگڈنڈیوں کو چھوڑ دو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے' تم اضطراری' اختیاری اور علمی ذرائع سے خوب جانتے ہو کہ میں تم سے جنگ میں زبردست' چالبازی میں ہوشیار' علم میں زیادہ' حلم میں بڑھ کر' دھوکہ بازی میں کمتر' شخصیت میں معزز' فراڈ میں کمترین' قد میں حسین' غور و فکر میں گہرا' شکل میں خوبصورت' ظرف میں اعلیٰ' خوش مذاقی میں اکثر' خوش زبان و خوش الحان' زیادہ خوش منظر و خوش وضع ہوں اور تم ایک ایسے آدمی ہو جو علم میں کمتر اور اکاد کا خبر جاننے والا ہو اور مصنوعی آرائش رکھنے والا ہو' اپنے آپ میں بڑا بنتا ہو'

کپڑوں میں رعب بناتا ہو۔ سواریوں پہ بیٹھ کر باعزت بنتا ہو۔ اور پرتپاک ملاقات کرتا ہو' بس تمہارے پاس یہی کچھ ہی ہے تو پھر کس بناء پر دریا نالیوں کے ساتھ' اجسام اعراض کے ساتھ اور لامتناہی غیر منقسم اجزاء کے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے؟ کون ہے جو نیزے اور گیند کو اور گھومنے والی چکی اور تلوار کو برابر ٹھہراتا ہے؟ کیونکہ یکسانیت تو ان دو چیزوں میں ہوتی ہے جو دونوں یا تو بہت اچھی ہوں یا بہت بری ہوں دونوں باہم نزدیک ہوں نہ کہ دونوں متضاد ہوں لیکن سرکہ اور شہد' کنکری اور پہاڑ' زہر اور خوراک' غریبی اور امیری تو ایسی چیزیں ہیں جن میں نہ تو ذہن غلطی کر سکتا ہے اور نہ حس جھوٹ بول سکتی ہے۔

ابن العمید

پیدائش اور حالات زندگی:

ابوالفضل محمد بن حسین ابن العمید کی کنیت کے ساتھ مشہور تھا فارسی الاصل اور "قم" کا رہنے والا تھا۔ اس کا باپ خوش بیان و خوش نویس تھا اور گورنر بخارا نوح بن نصر سامانی کا سیکرٹری تھا جس نے اپنے بیٹے کی تربیت ادبی ماحول میں کی اور اسے انشاء پردازی کی مشق کروائی اور اسے علمی خوراک دی تاآنکہ یہ فن انشاء پردازی اور خطوط نویسی میں ماہر ہو گیا۔ فلسفہ اور نجوم میں وسیع معلومات حاصل کیں جس کی بناء پر اس کا نام "استاد" اور لقب "جاحظ ثانی" پڑ گیا۔

جب یہ کامل علمی استعداد کا مالک بن گیا اور ذہنی قوت پختہ ہو گئی تو یہ بخارا کو چھوڑ کر بنو بویہ کی مملکت بلاد جبل میں آگیا اور ان کی مملکت میں اس نے کئی سرکاری نوکریاں لیں' یہ برابر ترقی کی منازل طے کرتا گیا اور شرف و عزت کی سیڑھیاں چڑھتا گیا حتیٰ کہ یہ 328ھ میں رکن الدولہ بن بویہ کا وزیر بن گیا اس نے وزارت کی ذمہ داریوں کو باحسن انجام دیا اور امور مملکت کی صحیح نگرانی کی اور جود و سخاوت میں بنو برمک کے طریقہ پر چلا۔ شعراء نے اس کا رخ کیا بغداد شام اور مصر کے علماء نے اس کا قصد کیا اس دور میں یہ اور صاحب بن عباد اور وزیر المہلبی علمی تحریک کے روح رواں اور ادبی دائرہ کے درخشندہ ستارے تھے متنبی باوجود بلند مرتبہ پر فائز ہونے کے اس کی تعظیم کرتا اور اس سے ڈرتا تھا اور اس کی شان میں متنبی کے بہت سے مدح قصائد ہیں ان میں اس کا ایک قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے۔

باد ھواک صبرت ام لم تصبرا وبکاک ان لم یجر دمعک اوجرا

تو صبر کریا بے صبری کا مظاہرہ کر تیرے عشق کا اظہار ہو کر رہے گا اور تیرے آنسو بہیں یا نہ بہیں تیرا رونا ظاہر ہو کر رہے گا۔

آگے چل کر اس قصیدے میں وہ کہتا ہے۔

من مبلغ الاعراب انی بعدها' شاهدت ارسطا لیس والاسکندرا
ومللت نحر عشارها فاضافنی' من ینحر البدر النضار لمن قری
وسمعت بطلیموس دارس کتبه' متملکا متبدیا متحضرا
ولقیت کل الفاضلین کانما' رد الاله نفوسهم والاعصرا

کون ہے جو بادیہ نشینوں کو یہ بات پہنچا دے کہ ان کو چھوڑنے کے بعد میں نے ارسطو و سکندر (یعنی ممدوح ابن العمید) سے ملاقات کی ہے۔

میں تو اونٹنیاں ذبح کرنے سے اکتا گیا تھا لیکن میری مہمان نوازی اس شخص نے کی جو مہمانوں کے لئے سونے کی تھیلیوں کے منہ کھول دیتا ہے۔

میں نے بطلیموس کو اپنی کتابیں پڑھتے ہوئے سنا ہے اور اسے حکومت کرتے ہوئے اور دیہاتوں اور شہروں میں گھومتے ہوئے دیکھا ہے۔

(ممدوح سے مل کر گویا) میں نے تمام فاضلوں سے ملاقات کرلی ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے تمام سعادت مند روحوں اور ان کے زمانوں کو پھر سے دنیا میں واپس بھیج دیا ہے۔

لیکن ابن العمید کو زندگی میں صحت یابی بہت کم ملی مختلف قسم کی بیماریوں نے اس کا پیچھا کئے رکھا اور اس پر قولنج اور گنٹھیا کے حملے ہوتے رہے۔ تا آنکہ وہ 360ھ میں اس دارفانی سے رخصت ہو گیا۔

ابن العمید کی نثر اور نظم:

ابن العمید کا دور تکلف و تصنع اور زیبائش و آرائش اور تخیل و شاعری کا دور تھا۔ لیکن اس کی طبع سلیمہ نے ایک ایسے جدید اسلوب کی طرف رہنمائی کی جس کے جملے متناسب و موزوں' عبارت خوشنما اور ترتیب میں جدت تھی اس کے تمام ہم عصروں نے زمانہ کے ذوق کی موافقت اور وزیر کے مقام و مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے اسالیب کو اس کے اسلوب کے مطابق بنا لیا تھا لیکن یہ اپنے تمام معاصرین سے بلند خیال طبیعت' سجع بندی میں بکثرت' دوران عبارت کثرت سے اشعار و امثال اور حکیمانہ مقولے لانے والا تھا۔ ان صفات میں بدیع کے علاوہ کوئی بھی اس کا

مقابلہ نہیں کر سکا۔

ابن العمید انشاء پردازی کے تمام فنون میں ماہر اور خطوط نویسی کی تمام اقسام میں سبقت لے گیا تھا حتیٰ کہ لوگوں میں اس کے متعلق یہ مقولہ مشہور ہو گیا تھا۔ "انشاء پردازی عبدالحمید سے شروع ہوئی اور ابن العمید پر ختم ہو گی"۔

جہاں تک اس کی شاعری کا تعلق ہے تو اس میں حسن و جمال غالب ہے جسے وہ طبیعت کے چشمہ سے سیراب کرتا ہے البتہ مجموعی طور پر اس کی شاعری اس کی نثر سے ہلکی اور کمزور ہے۔

اس کی کلام کا منتخب نمونہ:

جب ابن بلکا نے رکن الدولہ کی حکم عدولی کی تو اسے آپ نے ایک خط میں لکھا۔

میں یہ خط لکھ رہا ہوں جبکہ تمہارے بارے میں امید اور تمہاری طرف سے ناامیدی اور تمہارا خیال کرنے اور تمہاری طرف سے اعراض کرنے میں متذبذب ہوں۔ تم اپنی گزشتہ عزت و حرمت پر اتراتے ہو۔ اور اپنی سابقہ خدمت گزاری کا حوالہ دیتے ہو۔ ان کا ادنیٰ سا حصہ بھی رعایت کا موجب اور محافظت و عنایت کا متقاضی ہے۔ پھر تم نے اپنی ان دونوں خوبیوں کو خیانت اور غبن کے ساتھ ملا دیا۔ پھر ان کے تعاقب میں موجودہ مخالفت و معصیت کو بھیج دیا۔ جن کی معمولی سی مقدار بھی تمہاری تمام خدمات کو ضائع اور تمام رعایتوں کو ختم کر دیتی ہے۔ یقیناً میں تمہارے متعلق فیصلہ کرنے میں شش و پنج میں مبتلا ہوں تم پر رحم کھانے اور تمہارے خلاف قدم اٹھانے میں متذبذب ہوں ایک قدم تمہیں مٹانے کے لئے آگے بڑھاتا ہوں تو دوسرا قدم تمہیں باقی رکھنے کے لئے پیچھے ہٹا لیتا ہوں۔ ایک ہاتھ تمہیں اکھاڑنے کے لئے پھیلاتا ہوں۔ تو دوسرا تمہیں بچانے کے لئے کھینچ لیتا ہوں۔ اور تمہاری اصلاح چاہتا ہوں۔ کیونکہ عقل کبھی غیر حاضر ہو جاتی ہے اور کبھی واپس پلٹ آتی ہے۔ فہم و دانش کبھی غائب ہو جاتی اور کبھی موجود ہوتی ہے۔ کبھی حزم و احتیاط ہاتھ سے نکل جاتا ہے کبھی واپس آ جاتا ہے۔ عزم و ارادہ کبھی خراب ہو جاتا ہے۔ تو کبھی صحیح ہو جاتا ہے۔ رائے کبھی گم ہو جاتی ہے۔ کبھی مل جاتی ہے انسان کبھی مسحور ہو جاتا ہے۔ تو کبھی درست ہو جاتا ہے۔ اور پانی کبھی گدلا ہو جاتا ہے۔ اور کبھی صاف ہو جاتا ہے۔

اس خط کا کچھ اور حصہ اس طرح ہے۔

تمہارا خیال ہے کہ تم اطاعت کے وسط میں چلنے کے بعد اب کنارے پہ آ گئے ہو۔ اگر واقعتاً تمہارا یہی حال ہے کہ تم اطاعت گزاری کے دونوں حالات سے واقف ہو گئے ہو اور اس

کے نفع و نقصان کو جان گئے ہو۔ تو میں تجھے خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میں جو آپ سے سوال کروں گا آپ مجھے اس کا صحیح جواب دیں گے۔

• جس چیز کو تم نے چھوڑا اسے کیسا پایا؟ اور جس چیز کو اب اپنایا ہے اسے کیسا پا رہے ہو؟ کیا پہلی صورت میں تم گھنے آرام دہ سائے' ٹھنڈی ہوا کے جھونکے' نم ناک ہوا' تر و تازہ ہوا اور سیراب کرنے والے پانی' آرام دہ بستر' محفوظ مسکن اور محفوظ قلعہ میں نہ تھے جس کی بدولت تم نے ذلت سے عزت قلت کے بعد کثرت پستی کے بعد بلندی تنگی کے بعد خوشحالی اور ناداری کے بعد مالداری نہیں پائی؟ اور اب تم جو کچھ کر رہے ہو اسے کیسا محسوس کر رہے ہو۔ اور جسے تم نے چھوڑا اس کا کیا عوض ملا؟ اور کیا حاصل ہوا اور تم نے جو اپنے آپ کو فرمانبرداری سے نکالا تو کیا فوائد حاصل ہوئے اور جو تم نے اطاعت سے اپنی ہتھیلی کو جھاڑا اور اپنے ہاتھ کو اس کی مخالفت میں ڈبویا اس سے کیا ملا؟ اطاعت شعاری کے سایہ کے منقطع ہونے کے بعد تمہیں کس چیز نے سایہ عطا کیا؟ کیا (جہنم کے) تین شاخوں والے (دھوئیں) نے جو نہ سایہ کرتا ہے نہ آگ کی تپش سے بچاتا ہے کہو! کیا تمہاری حالت ایسے ہی نہیں ہے؟

اپنے حال پہ غور کرو' میں نے تمہیں یہ فیصلہ کن خط لکھا ہے جسے پڑھ کر تم یقیناً اپنی اس حالت کو اچھی نہیں سمجھو گے' اپنے جسم کو چھو کر دیکھو کیا اس میں حس باقی ہے؟ اپنی نبض کو ٹٹولو کیا وہ حرکت کر رہی ہے؟ اپنے پہلو کی تلاشی لو کیا تم اس میں اپنے دل کو پاتے ہو؟ کیا تمہارے دل کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تم مستقبل قریب کی ناکامی یا آرام دہ موت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ پھر اپنے پوشیدہ معاملات کو موجودہ معاملات پر قیاس کر لو اور اپنی آخری حالت کو پہلی حالت پہ قیاس کر لو۔

ابن العمید کی شاعری کا نمونہ:

اپنے کسی بھائی کو کہے ہوئے چند اشعار۔

قد ذبت غیر حشاشة وذماء ما بین حر ھوی وحر ھواء
لااستفیق من الغرام ولااری خلو من فلا شجان والبرحاء
وصروف ایام اقمن قیامتی بنوی الخلیط وفرقة القرناء
وجفاء خل کنت احسب انه عونی علی السراء والضراء
ابکی ویضحکه الفراق ولن تری عجبا کحاضر ضحکه وبکاء ی

اب مجھ میں ناتواں روح اور آخری سانسوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہا اور میں محبت کی سوزش اور ہوا کی تپش کے درمیان پگھل گیا ہوں۔
میں عشق و محبت کی مستی و بے خودی سے کبھی ہوش میں نہیں آتا اور نہ ہی میں رنج و غم اور تکلیف سے کوئی جگہ خالی پاتا ہوں۔
اور نہ ہی زمانہ کی گردشوں کو جنہوں نے دوستوں کی جدائی اور ساتھیوں کی فرقت کی وجہ سے مجھ پر قیامت برپا کر دی ہے۔
نہ اس دوست کی جفا پر جسے میں اپنی خوشیوں اور غموں میں اپنا مددگار خیال کرتا تھا۔
میں رو رہا ہوں اور جدائی اسے ہنسا رہی ہے۔ اس کی موجودہ ہنسی اور میرے اس رونے کی طرح تم کبھی کوئی حیران کن حالت نہیں دیکھو گے۔
اس قصیدہ کے کچھ دیگر اشعار یہ ہیں۔

من یشف من داء بآخر مثلہ' اثرت جوانحہ من الادواء
لاتغتنم اغضاء تی فلعلھا' کالعین تغضبا علی الاقذاء
واستبق بعض حشاشتی فلعلنی' یوما الیک بھا من الاسواء
فلئن ارحت الی عازب بلوتی' ووجدت فی نفسی نسیم عزاء
لاجھزن الیک قبح تشکر' ولانشرن علیک سوء ثناء
ولاعضلن مودتی من بعدھا' حتی ازوجھا من الاکفاء

جو کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو کہ دوسرا بھی اس بیماری میں مبتلا ہو تو اس کے اعضاء میں بیماریاں اثر انداز ہو جائیں گی۔
میری چشم پوشی کو غنیمت نہ سمجھو ہو سکتا ہے یہ اس آنکھ کی طرح بند ہو جسمیں تنکا پڑ جائے۔
میری آنکھوں اور سانسوں (پرانی دوستی) کو باقی رہنے دو ہو سکتا ہے کسی دن تمہیں تباہی سے بچا سکوں۔
اگر تم نے میری دور ہونے والی پریشانیوں کو میرے پاس بھیج دیا اور تم نے یہ سمجھا کہ میں اس سے مطمئن ہو جاؤں گا۔
تو میں تمہاری طرف بدترین شکریے ارسال کروں گا اور تمہارے اوپر مذمتوں کی بوچھاڑ کر دوں گا۔
اور میں اس کے بعد اپنی الفت و محبت کو زوجیت کے بغیر چھوڑ دوں گا حتی کہ اس کا برابر

و ہمسر ملنے پر اس کی شادی کروں گا۔ یعنی ہمسر ملنے پر ہی دوستی لگاؤں گا۔

صاحب ابن عباد

پیدائش اور حالات زندگی:

ابو القاسم اسماعیل الصاحب بن عباد صوبہ قزوین کے شہر طالقان میں پیدا ہوا ابن فارس لغوی کی شاگردی اختیار کی اور جوان ہو کر ابن العمید کے پاس گیا اور اس سے علم حاصل کیا اور اس کی طویل صحبت اختیار کی اس وجہ سے اس کا لقب "الصاحب" پڑ گیا۔ پھر یہ ابو الفتح بن العمید وزیر کے قتل کے بعد اس کی جگہ مؤید الدولہ بن بویہ کا وزیر بن گیا۔ اس کے معاملات کی تدبیر کی اور سرحدوں کی نگرانی کی جب فخر الدولہ اپنے بھائی کے بعد حکمران بنا تو الصاحب نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔ جس پر اس نے کہا "اس حکومت میں تمہارا اسی طرح موروثی حق ہے"۔ طرح ہمارا مملکت میں موروثی حق ہے لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو اپنے حق کی ادائیگی کا پاس کرنا چاہئے"۔

صاحب کی سلطنت وسیع ہوئی اس کے احسانات وانعامات عام ہوئے۔ اس نے ادب کی نئی اور ... شاخیں بوئیں اور اس نے علم کی خوب سرپرستی کی۔ ادیب علماء متکلمین اور مصنفین اس سے بخشش مانگنے کے لئے آنے لگے۔ اور وہ اس کی مدح میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ اور یہ اپنی تنقید سے ان کی رہنمائی اور اپنے مال سے ان کی اعانت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ صاحب کی وجہ سے بنی بویہ کے عہد حکمرانی میں ادب نے وہ شاندار ترقی کی کہ دوسرے زمانوں میں اس کی نظیر کم ہی ملتی ہے۔

صاحب کو کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا اور وہ کتابوں کے مطالعہ کا دلدادہ تھا۔ اس کی مجلس حاضر جواب ادیبوں، مناظر متکلمین، راویوں اور استفادہ کرنے والوں سے کبھی خالی نہ ہوتی تھی۔ وہ جب تک زندہ رہا صاحب عزت و شرف حکمران اور محترم فرمانروا بن کر رہا جب یہ فوت ہوا تو "ری" شہر کے دروازے بند کر دیئے گئے لوگ اس کے محل کے دروازے پر جمع ہو گئے وہ اس کے جنازہ کا انتظار کرنے لگے ان میں فخر الدولہ اور اس کے فوجی افسران بھی غیر سرکاری لباس میں ملبوس تھے۔ جب اس کی میت دروازے سے باہر نکلی تو سبھی نے یکبارگی ایک چیخ ماری اور زمین بوس ہو گئے اور اسے اصفہان میں دفن کیا گیا۔

صاحب کی نثر:

صاحب نے ابن العمید کے اسلوب کی پیروی کی لیکن لفظی حسن خصوصاً سجع بندی اور تجنیس میں وہ اس سے بڑھ گیا۔ حتیٰ کہ اس کے متعلق یہ کہا گیا۔ اگر وہ سمجھے کہ اس سجع سے حکومت کا کڑا کھل جائے اور مملکت کی رسی ڈھیلی پڑ جائے گی تو بھی وہ اسے آسانی سے نہیں چھوڑتا تھا۔ اس کا ادبی مقام بدیع کے بعد اور خوارزمی سے پہلے ہے۔ اور اسے شعر نظم کرنے میں ذوق سلیم، فن تنقید میں نظر صادق حاصل تھی۔ وزارت کی مصروفیات اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اسے تصنیف و تالیف سے نہ روک سکیں۔ چنانچہ اس نے لغت میں "المحیط" کے نام سے سات جلدوں پر مشتمل کتاب لکھی اور کتاب **الاماله، الکشف عن مساوی المتنبی** وغیرہ کتابیں تصنیف کیں، اس کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ ادباء کی حوصلہ افزائی کی علماء کو بیدار کیا اور شمع ادب کو فروزاں کیا ہے۔

اس کے کلام کا نمونہ:

جب قاضی ابو بشر وفد لے کر "ری" کے دروازے پر ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو اس نے یہ لکھا۔

تحدثت الركاب بسير اروى، الى بلد حططت به خيامى
فكدت اطير من شوق اليها، بقادمة كقادمة الحمام.

قافلہ والوں نے سیراب ترین شخص کے اس وطن میں آنے کی اطلاع دی ہے جس وطن میں میں مقیم ہوں۔
تو شوق ملاقات کی وجہ سے ایسے پروں پر اڑ کر پہنچنا چاہتا تھا جو کبوتر کے پروں کی طرح ہیں۔

کیا آنے والے کے متعلق جو خبر ملی ہے وہ واقعتاً صحیح ہے؟ یا سونے والے کے خواب کی طرح خیال و گمان ہے؟ نہیں! خدا کی قسم! یہ آنکھوں دیکھی حقیقت ہے اور وہ (آنے والا) اور مراد پالینا برابر ہیں خوش آمدید تشریف لانے والے۔ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کی آمد مبارک ہو بلکہ آپ کو اور آپ کے اہل و عیال کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ کس قدر تیزی سے آپ کی آمد کی خوشبو پھیلی اور ہمیں یوسف کی خوشبو کی طرح مہکتے ہوئے آئی۔ سواری کو تیز ہانکئے اور اپنے ہاتھوں سے پلا کر میری پیاس بجھائیے۔ اور اپنی ملاقات سے میری بیماری کا ازالہ کیجئے۔ اور اپنے

یہاں پہنچنے کے دن سے آگاہ فرمایئے۔ تاکہ ہم اسے بطور یادگار اور جشن کا دن منائیں اور خادم کو کلام کی واپسی سے بھی تیز رفتاری سے واپس لوٹایئے۔ میں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ شاہین کی اڑان کی تیزی سے اڑ کر میرے پاس آ جائے۔ اور باد صبا کو اپنے پیچھے قید و بند میں چھوڑ آئے۔

سقی الله دارات مررت بارضها' فادتک نحوی یا زیاد بن عامر

اصائل قرب ۔ارتجی ان انالها' بلقیاک قد زحزحن حر الهواجر

اے زیاد بن عامر! اللہ تعالیٰ اس علاقے کے گھروں کو سیراب کرے جن سے تو گزرا ہے اور جنہوں نے تجھے میرا راستہ بتایا ہے۔

آپ کی ملاقات کی وجہ سے میں جن ٹھنڈی سہ پہروں کا منتظر ہوں ان کے تصور نے ہی مجھ سے دوپہروں کی تپش و حرارت کو دور کر دیا ہے۔

الخوارزمی

پیدائش اور حالات زندگی:

ابو بکر محمد بن عباس کا آبائی وطن طبرستان ہے۔ وہ خوارزم میں پیدا ہوئے۔ حصول علم کے شوق اور روزی کی تلاش کی خاطر نوعمری میں ہی خوارزم کو خیرباد کہہ دیا۔ مختلف اطراف واکناف میں پھرے بہت سے بادشاہوں اور امیروں کے ہاں ملازمت کی۔ سیف الدولہ سے ملاقات ہوئی اور شام میں ان کی ملازمت اختیار کرلی۔ پھر سفر کے شوق اور طبیعت کی بے اعتدالیوں کے باعث وہاں سے کوچ کر گئے بخارا' نیشاپور اور بجستان میں آئے تا آنکہ اصبہان میں صاحب بن عباد سے ملاقات ہو گئی انہوں نے ان کو بہت اعزاز و اکرام سے ٹھہرایا اور شیراز میں عضد الدولہ کے نام ایک خط لکھا چنانچہ ان کا یہ سفر بہت کامیاب ٹھہرا اور اس سفر کا انہیں خوب فائدہ ہوا اور یہ وہاں سے بڑی دولت اور عزت کے ساتھ پلٹے اور نیشاپور کو اپنا وطن بنالیا وہاں کچھ جاگیر و جائیداد بنائی' اور وہاں پر سکون اور خوشحال ہو کر درس و تدریس کی مجلسوں اور دوستوں کی محفلوں میں زندگی بسر کرنے لگا حتیٰ کہ اس کی زندگی کے آخری ایام میں بدیع ہمدانی سے اس کا مقابلہ ہوا اور مناظرہ چھڑ گیا جس میں اسے شکست فاش ہوئی اسے بہت گہرا صدمہ پہنچا۔ چنانچہ اس کی صحت بگڑ گئی اور اس کی شہرت ختم ہو گئی ابھی اس واقعہ کو ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ 383ھ میں وہ اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔

ادب وانشاء میں اس کی قدرو منزلت دیگر:

سرعت حافظہ اور قوت یادداشت کے مالک لوگوں کی طرح ابو بکر خوارزمی کے متعلق بھی بہت سی روایتیں مشہور ہیں وہ اپنے قوت حافظہ کی بناء پر بہت مشہور ہو گیا تھا کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے ارجان میں صاحب بن عباد سے ملنے کا پروگرام بنایا جب یہ دروازے پر پہنچا تو دربان نے جاکر صاحب بن عباد کو بتایا کہ دروازے پر ایک ادیب آئے ہیں اور اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں تو وزیر نے اسے کہا کہ انہیں یہ کہو کہ وزیر نے یہ طے کرلیا ہے کہ اب میں اپنے پاس صرف اسی ادیب کو بلاؤں گا جسے عربوں کے بیس ہزار اشعار زبانی یاد ہوں' "ابو بکر نے دربان سے کہا اسے واپس جاکر کہو کہ اتنی تعداد مردوں کے اشعار کی یا عورتوں کے اشعار کی ہو؟ جب دربان نے صاحب کو یہ بات بتائی تو اس نے کہا یہ یقیناً ابو بکر خوارزمی ہی ہوں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ خوارزمی لغت اور انساب میں امام' اشعار اور اخبار عرب کا عالم' زبان کے اسرار و رموز اور تراکیب کے خواص سے خوب واقف تھا اور وہ نثر میں ابن العمید کے طبقہ میں شمار ہوتا ہے اکثر لوگ اسے صاحب پر ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن وہ کبھی کبھی اس سے پیچھے رہ جاتا ہے اور ذوق پر مکمل گرفت نہیں رکھ سکتا اور اپنے اسلوب پر قائم نہیں رہتا۔ جہاں تک اس کی شاعری کا تعلق ہے تو وہ ٹھیک ہے نہ ہی اتنی اچھی ہے اور نہ ہی اتنی خراب ہے۔

اس کا منتخب کلام:

اس کی بہترین فصلوں میں سے ایک یہ ہے۔

لوگ قلعے ہیں جنہیں احسان بناتا ہے اور محرومی گرادیتی ہے۔ وہ اپنے پھلوں کے ذریعہ نیکی اور خوشحالی تک پہنچتے ہیں کہ ظلم و غرور اسے مٹادیتے ہیں۔ مال و دولت انسانوں کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جنگ کے بغیر صلح نہیں ہو سکتی۔ اور بزدل تو تلوار سے قتل کیے جانے سے پہلے خوف سے ہی مرجاتا ہے۔ اور بہادر کی اگرچہ عمر ختم ہو جائے وہ پھر بھی زندہ رہتا ہے۔ اور وہ موجود رہتا ہے اگرچہ اسے قبر غائب کردے جو موت کی خواہش کرتا ہے موت اس سے پوری قوت سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بھاگتا ہے موت اسے طاقت سے تلاش کرتی ہے۔

دوسری جگہ وہ کہتا ہے۔

قیدی سے بڑا وہ ہے جو اسے قید کردے' رہا کردے۔ شیر سے بہادر وہ ہے جو اسے باندھ کر پھر چھوڑ دے۔ پھل آور درخت سے زیادہ سخی وہ ہے جو اس درخت کو بوئے کریم آدمی سے

زیادہ معزز وہ ہے جو اسے اپنا بنالے۔ انسان سے بڑا کوئی شکار' زبان سے زیادہ پھانسنے والا کوئی جال نہیں جو اپنے جال سے جنگلی جانور کا شکار کرتا ہے اور جو اپنی زبان سے انسانوں کو شکار کرتا ہے۔ ان میں بڑا فرق ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

اس کے چند بہترین اشعار یہ ہیں۔

مضت الشبیبة والحبیبة فالتقی' دمعان فی الاجفان یزدحمان
ماانصفتی الحادثات رمیننی' بمود عین ولیس له قلبان

جوانی اور محبوبہ دونوں جدا ہو گئے اور اس کے عوض پلکوں میں دو آنسو ملے جو باہم ٹکراتے ہیں۔

حوادثات زمانہ نے مجھ سے انصاف نہیں کیا اس نے میرے پاس دو الوداع کہنے والے بھیج دیئے حالانکہ میرے پاس تو دو دل نہیں ہیں۔

اس کے دیگر اشعار:۔

قلت للعین حین شامت جمالا' فی وجوه کواذب الایماض
لایغرنک هذه الاوجه الغر' فیارب حیة فی ریاض

جب میری آنکھوں نے مصنوعی حسن و جمال والے چہروں کو دیکھا تو میں نے اپنی آنکھ کو کہا۔

تجھے کہیں ان چہروں کی چمک دھوکے میں مبتلا نہ کردے کیونکہ بسا اوقات باغ میں سانپ بھی ہوتے ہیں۔

کسی عباسی خلیفہ کی مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

مالی رایت بنی العباس قد فتحوا' من الکنی ومن الالقاب ابوابا؟
ولقبوا رجلا لو عاش اولهم' ماکان یرضی به للقصر بوابا
قل الدراهم فی کفی خلیفتنا' هذا فانفق فی الاقوام القابا

کیا وجہ ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ بنو عباس نے کنیتوں اور القاب کے دروازے کھول رکھے ہیں۔

وہ ایسے (نااہل) شخص کو لقب دیتے ہیں۔ کہ اگر ان کے پہلے بزرگ زندہ ہوتے تو اسے محل کا دربان رکھنا بھی گوارہ نہ کرتے۔

ہمارے اس خلیفہ کے ہاتھوں میں اب درہم کم ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب اس نے لوگوں میں القاب اور خطابات بانٹنے شروع کر دیئے ہیں۔

اس کے حکیمانہ اشعار:۔

لاتصحب الکسلان فی حالاته کم صالح بفساد آخر یفسد
عدوی البلید الی الجلید. سریعة والجمر یوضع فی الرماد فیخمد

کسی حال میں بھی کاہل اور سست لوگوں سے دوستی نہ لگاؤ کتنے ہی اچھے لوگ گندے لوگوں کی صحبت کی وجہ سے خراب ہو جاتے ہیں۔

کند ذھن کے مرض کی چھوت ذہن کو بہت جلد لگ جاتی ہے۔ اور انگارا جب راکھ میں دبایا جاتا ہے تو وہ بجھ جاتا ہے۔

رکن الدولہ کے مرثیہ میں وہ کہتا ہے۔

الست تری السیف کیف انثلم وركن الخلافة کیف انهدم؟
طوی الحسن بن بویه الردی ایدری الردی ای جیش هزم؟
فصیح اللسان بدیع البیان رفیع السنان سریع القلم؟
اذا تم شیئی بدا نقصه توقع زوالا اذ قیل تم

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ تلوار کیسے کر گئی اور خلافت کا پایہ کس طرح گر گیا؟

موت نے حسن بن بویہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کیا موت جانتی ہے کہ اس نے کس لشکر کو شکست دی ہے؟

وہ بڑا خوش الحان' طرفہ بیان' بلند نیزہ والا اور تیز لکھنے والا تھا۔

جب کوئی چیز پوری ہو جاتی ہے تو اس میں کمی ہونا شروع ہو جاتی ہے اور جب کہا جائے کہ فلاں چیز مکمل ہو گئی ہے تو اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔

بدیع الزمان ھمذانی

پیدائش اور حالات زندگی:

ابوالفضل احمد بن حسین ھمذان میں پیدا ہوا وہیں نشوونما پائی فارسی اور عربی دونوں علوم میں مہارت حاصل کی۔ ھمذان کا کوئی ایسا ادیب نہیں جس سے اس نے کسب فیض نہ کیا ہو۔ پھر وہ ترک وطن کر کے صاحب بن عباد کے پاس چلا گیا وہاں رہ کر اپنے علوم و معارف میں اضافہ کیا پھر جرجان کا قصد کیا اور اکناف اسماعیلیہ میں رہا' اور اپنے آپ کو ابو سعید محمد بن منصور کی خدمت میں وقف کر دیا۔ 382ھ میں نیشاپور آگیا جہاں اس کی قابلیت کے جوہر آشکارا ہو گئے اور لوگوں میں اس کی شہرت عام ہو گئی اور وہاں اس نے چار سو مقامے املاء کروائے پھر ابوبکر خوارزمی سے مناظرہ ہوا جو اس سے عمر رسیدہ اور مشہور تھا شروع شروع میں ان کے مابین خط و کتابت کا سلسلہ چلا پھر یہ بڑھتا ہوا مناظرہ کی شکل اختیار کر گیا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ھمذانی غالب آیا اور بعض کے نزدیک وہ کامیاب ہو گیا۔ بدیع کی جوانی۔ خوش بیانی اور خود نمائی کی ضرورت نے اس کی مدد کی۔ اس نے ان خوبیوں کی بناء پر خوارزمی پر واضح برتری حاصل کر لی۔ اس کی تشہیر ہو گئی اور بادشاہوں اور امراء کے ہاں اس کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی۔ اور اس کے حریف نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور اس کے لئے میدان صاف ہو گیا۔ اور زمانہ اس کے لئے خوشگوار ہو گیا۔ پھر یہ ایران کے امراء سے مانگنے کے لئے شہر بشہر پھرتا رہا حتیٰ کہ اس کے نصیب نے اسے ہرات میں ٹھہرا دیا اس کا شمار وہاں کے معززین اور علماء میں ہونے لگا۔ وہاں اس نے فارغ البال اور خوشحال زندگی بسر کی تاآنکہ 398ھ میں انتقال کیا۔

اس کی موت کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسے زہر دے کر مارا گیا بعض کا کہنا ہے کہ اس پر سکتہ طاری ہوا اور مردہ سمجھ کر جلدی دفن کر دیا گیا۔ اور قبر میں اس کو ہوش آگیا اور اس کی آواز بھی سنی گئی لوگوں نے قبر اکھیڑی تو اسے قبر کی ہولناکی کی بناء پر داڑھی پکڑے ہوئے مردہ پایا گیا۔

اخلاق اور خداداد صلاحیتیں:

• بدیع خوبصورت' تیز روح' خوش مذاق' زیرک اور ذہین تھا اس کے متعلق تاریخ نگار

لکھتے ہیں۔ کہ وہ غیر معروف کتاب کے اوراق پر ایک نگاہ ڈالتا پھر وہ لفظوں کے ہیر پھیر کے بغیر حرف بحرف سنا دیتا۔ اگر اس سے کسی مشکل عنوان پر مضمون لکھنے کا مطالبہ کیا جاتا تو وہ اسی وقت بغیر سوچے مطلوبہ مضمون لکھ دیتا۔ بسا اوقات وہ مضمون کو آخری سطر سے شروع کر کے ابتدا پہ لا کر ختم کرتا اور وہ لفظوں کے باہمی ربط اور عبارت کے سیاق و سباق کا بہت خیال رکھتا۔ اور وہ مطالبہ پر فارسی شعروں کا عربی شعروں میں ترجمہ کر دیتا جس میں انوکھا پن اور برجستگی پائی جاتی تھی۔

اس کی نثر و نظم:

بدیع کی نثر دلوں کو موہ لینے والی اور احساس پر قبضہ کر لینے والی ہے اس کی تمام نثر مسّور طرز کی ہے اور اس میں صنعت کا اثر پایا جاتا ہے اس کے باوجود وہ طبع زاد معلوم ہوتی ہے۔ جسے تکلف خراب نہیں کرتا اور نہ ہی لفظی گہرائی اسے پیچیدہ بناتی ہے اس کی کلام میں لفظی متانت' معنوی جاذبیت' جمال عبارت اور تخیل کی نزاکت یکجا ملیں گے۔ اس انشاء پرداز نے خطوط نویسی کے متفرق فنون میں طبع آزمائی کی اور رسائل کی مختلف اقسام بنانے میں تنوع پیدا کیا۔ حتیٰ کہ وہ بجا طور پر عمیدیہ طرز نگارش اور اس کا دانائے اسرار بن گیا۔

اس کی شاعری لطیف ہے جو عمدگی میں اس کی بہترین نثر کے مقام تک پہنچ سکی۔ کیونکہ بیک وقت ایک ہی شخص میں عمدہ شاعری اور عمدہ نثر کا جمع ہونا بہت مشکل ہے۔

اس کے مقامات:

مقامات سے مراد وہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں ہیں جن میں سے ہر ایک کسی ایسے واقعہ پر مشتمل ہے جو عموماً ایک ہی مجلس میں سنا دیا جائے اور اس کے آخر میں کوئی نصیحت یا چٹ پٹا لطیفہ ہو۔ مقامہ میں پہلی خوبی یہ ہوتی ہے۔ کہ اس کی عبارت خوبصورت اور اسلوب دلکش ہو۔ بدیع سب سے پہلا شخص ہے جس نے اس قسم میں جدت پیدا کی خیال ہے کہ اس نے پہلے چالیس مقامے 310ھ میں ابن درید کی زبان سے نقل کئے اور چار سو مقامے بھیک مانگنے وغیرہ کے موضوعات پر لکھے۔ جنہیں ابو الفتح سکندری کی طرف منسوب کر کے عیسیٰ بن ہشام کی زبان سے کہلوائے۔ جن میں سے صرف تریپن (53) مقامات مل سکے ہیں جن کی استاذ محمد عبدہ نے تشریح کی ہے۔ ان کا اسلوب نہایت دلنشیں اور دلچسپ ہے لیکن کہانیوں کے اختصار اور سب کہانیوں میں ایک ہی

خیال نے ان مقامات کو درجہ کمال سے گرا دیا ہے مقامات کے علاوہ بدیع کا مجموعہ مکاتیب اور اس کی شاعری کا ایک دیوان ہے اور یہ دونوں شائع ہو چکے ہیں۔

بدیع کا منتخب کلام:

وہ ایک خط میں لکھتا ہے۔

خدا کی قسم: اگر ہاتھ پتھر کے نیچے نہ ہوتا۔ اور جگر خنجر کی زد میں نہ ہوتا اور دو دن کے چوزہ کی مانند نہ ہوتا جس کی بناء پر مجھے زندگی پیاری ہے جس نے میرے سر کا سودا ختم کر دیا ہے تو میں اس جگہ کو ٹھکرا کر اپنی ناک کو اونچی کر لیتا۔ لیکن اب تو صبر جمیل ہے اور اللہ سے مدد کی امید ہے۔

ایک اور خط میں لکھتا ہے۔

میں تجھے ایک کمینے شخص کی احسان فروشی پر حیران پاتا ہوں اللہ تمہاری حالت پر رحم کرے اپنی پریشانی کم کرو۔ جس شخص کی احسان فروشی پر تم متحیر ہو وہ لوگوں کی کثیر احسان فروشی کی نسبت بہت کم ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو پیدا کیا انہیں آنکھیں عطا کیں اور انہیں عقل و بصیرت عطا کی جس کو استعمال کر کے انہوں نے سونے کی کانیں تلاش کر لیں۔ ستاروں کی تحقیق کرتے رہے حتیٰ کہ ان کی گزر گاہوں کا پتہ چلا لیا۔ پرندے کے متعلق غور و فکر کیا اور انہیں فضا سے زمین پر گرا لیا اور مچھلیوں کو پانی سے باہر نکال لیا پھر اس گہرے افکار اور تیز ذہن کے باوجود اپنے بنانے والے کا انکار کر دیا اور وہ کہنے لگے وہ کہاں ہے؟ وہ کیسا ہے؟ حتیٰ کہ انہوں نے تلوار کو دیکھ لیا پھر اب اگر وہ تمہارے احسان کا انکار کرتے ہیں۔ جو نہ تو سطح زمین پر پھیلا ہوا ہے نہ اس نے پہاڑوں کو گھیرا ہوا ہے نہ آسمان پر خیمہ لگایا ہوا ہے نہ رات اس کی اقامت گاہ ہے۔ نہ دن اس کا راستہ ہے نہ تو ستارے اس کے نشانات ہیں نہ آگ اس کا کوڑا ہے لہٰذا تم کیوں اس احسان فراموش پر تعجب کرتے ہو؟

اپنے کسی دوست کو تنبیہہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

جناب من شاید آپ نے ناصح کے یہ دو اشعار نہیں سنے جو کہتا ہے۔

اسمع	نصیحة	ناصحٍ جمع	النصیحة والمقة
ایاک	واحذر ان	تکونَ من	الثقات علی ثقة

خیر خواہ کی نصیحت کو غور سے سنو۔ جس نے خیر خواہی اور ناراضگی کو یکجا کر دیا ہے۔

خبردار معتمد لوگوں پر اعتماد کرنے سے گریز کرنا۔

خدا کی قسم! اس نے سچ اور صحیح کہا ہے بعض اوقات قابل اعتماد چیزیں بھی دھوکہ دے دیتی ہیں۔ آنکھ آپ کے سامنے سراب کو پانی دکھاتی ہے۔ یہی کان آپ کو غلط چیز صحیح بنا کر سنا دیتے ہیں۔ لهذا اگر تم ان چیزوں پر اعتماد کر لو جن سے ہوشیار رہنا چاہئے تو آپ معذور نہیں ہیں یہی حال کانوں سے سننے والے اور آنکھوں پر اعتماد کرنے والے کا ہوتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ فلاں شخص کی آپ کے ہاں بہت آمد و رفت ہے حالانکہ وہ نہایت کمینہ فطرت۔ بے دین' ناقابل دوستی ہے اور اس کی تمام عادتیں گندی ہیں' تمہیں اس کی دوستی پر بھروسہ ہے اور اس کو اپنا راز داں بنا لیا ہے مجھے بتاؤ تم نے اس کے انتخاب میں کس جگہ غلطی کھائی ہے تو میں اس مقام کو تیری تلافی کا مرکز بناؤں۔ تیری غلطی کو حضرت ابراہیم کی غلطی سے بھلا کیا نسبت ہے۔ انہوں نے ستارا دیکھا اور تم نے گدھے کا بچہ انہوں نے چاند دیکھا تو نے فضلہ و نجاست کو دیکھا انہوں نے آفتاب کے متعلق غلطی کی تم نے قبر کے متعلق غلطی کھائی کیا تمہیں اس کی ظاہری حالت نے دھوکہ دیا ہے یا اس کی باطنی حالت نے تمہیں خوش کیا ہے۔

ابو القاسم ناصر الدولہ کے متعلق اس کے یہ اشعار ہیں۔

غضی جفونک یاریا' ض فقد فتنت الحور غمزا
واقنی حیاء ک یاریا' ح فقد کدرت الغصن ہزا
وارفق بجفنک یا غما' م فقد خدشت الورد وخزا
خلع الربیع علی الربی' وربوعھا خزا وبزا
ومطارفا قد نقشت' فیھا ید الامطار طرزا

اے گلستانو! اپنی پلکوں کو جھکا لو کیونکہ تم نے آنکھ مار کر حوروں کو فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے
اے ہواؤ! اپنے حیاء کے دامن کا خیال رکھو تم نے شاخوں کو ہلا ہلا کر بے قرار کر دیا ہے
اے بادلو! اپنی آنکھوں پر ترس کھاؤ۔ کیونکہ تم نے گلاب کے پھولوں کو گود کر چھیل دیا ہے
موسم بہار نے ریت کے ٹیلوں اور ان کے گرد و نواح کو ریشمی اور سوتی منقش کپڑے پہنا دیئے ہیں
اور ایسی چادریں اڑھادی ہیں جن پر بارش نے نقش و نگاری کا کام کیا ہے

اس کے کچھ دیگر اشعار

وکان امطار الربیع' الی ندی کفیک تعزی

یایها الملک الذی' بعساکر الامال یعزی
خلقت یداک علی العدی' سیفاوللعافین کنزا
لازلت یا کنف الامیر' لنا من الاحداث حرزا

گویا موسم بہار کی بارشیں تیرے ہاتھوں کی سخاوت کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔
اے وہ بادشاہ! جس پہ امیدوں کے لشکروں کے ساتھ چڑھائی کی جاتی ہے۔
تیرے ہاتھ دشمنوں کے لئے تلوار اور سوال کرنے والوں کے لئے بخشش کا خزانہ ہیں
اے محل سبحانی! تو ہمیشہ ہمارے لئے حوادثات زمانہ سے بچاؤ کا ذریعہ بنا رہے۔

حریری

پیدائش اور حالات زندگی:

محمد قاسم بن علی بصری خالص عربی النسل اور بنی حرام سے تعلق رکھتا تھا "مشان" نامی بستی میں پیدا ہوا بصرہ میں پرورش پائی اور وہاں کے فضلاء سے سند حاصل کی وہ اپنی ابتدائی زندگی میں ریشم بیچا یا بنا تا تھا علم سے شغف اور ادب سے لگاؤ نے اس سے کاروبار چھڑا دیا اور تحصیل علم میں مشغول ہو گیا حتی کہ عربوں کے اسالیب سے واقفیت اور ان کے واقعات واشعار کے حفظ کرنے کی وجہ سے اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور دور دراز تک اس کی شہرت پھیل گئی۔ امراء نے اسے اپنے قریب کیا اور ادباء اس کے پاس آنے لگے اور اس کے علم سے استفادہ کرنے اور اس کے ادب سے مستفید ہونے لگے۔

اس کا حلیہ اور اخلاق وعادات:

حریری بدشکل' پست قد' کنجوس' میلے کچیلے کپڑے رکھنے والا اور غور وفکر کے وقت اپنی داڑھی کے بال نوچنے والا تھا اللہ تعالی نے ان عیوب کے بدلہ میں اسے ادبی زینت' مزاحیہ طبیعت' عالی ظرف اور حق وانصاف کی خوبیاں عطا کی تھیں۔ اسی وجہ سے اس کی بات سننا اس کو دیکھنے سے بہتر تھا ایک مسافر آدمی نے اس کی شہرت سنی تو وہ اس سے ادب سیکھنے کے لئے آگیا لیکن جب اسے دیکھا تو اس کی شکل کو دیکھ کر کراہت محسوس کرنے لگا تو حریری اسے تاڑ گیا جب اس نے حریری سے املاء کی درخواست کی تو اس نے کہا لکھو۔

ما انت اول سار غره قمر ورائد اعجبته خضرة الدمن
فاختر لنفسک غیری اننی رجل مثل المعیدی فاسمع بی ولاترنی

تم رات کو چلنے والے پہلے مسافر نہیں ہو جنہیں چاند نے دھوکہ دیا ہو۔ اور تم چراگاہ تلاش کرنے والے پہلے شخص نہیں ہو جسے گھورے کی سبزی بھلی معلوم ہوئی۔

تم اپنے لئے میرے سوا کسی اور کو پسند کرلو میں تو معیدی کی مثل ہوں میری بات سن لو لیکن مجھے دیکھو نہیں۔

تو وہ آدمی شرمندہ ہو کر چل دیا۔

اس کی نثرو نظم:

حریری بدیع' کی طرح زیادہ نثر لکھنے والا اور شاعری کم کرنے والا تھا وہ ابن العمید کے متبعین کی آخری صف میں شمار ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں میں سے ہے جو قافیہ طرز انشاء کو روشناس کرانے والے ہیں۔ جو قصداً بدیع کو استعمال کرتے' صنعت میں مبالغہ آمیزی' لفظی حسن و خوبی پر زیادہ زور اور معنی کی جانب کم توجہ دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کے طرز تحریر کے الفاظ میں اس کے معانی اس طرح کمزور اور مدھم دکھائی دیتے ہیں۔ جس طرح دق کی ماری ہوئی ایک دلہن جسے میک اپ اور مختلف قسم کے خوشنما کپڑے اور زیورات پہنا کر وزنی اور آراستہ کر دیا گیا ہو۔ بدیع تکلفی اور لفظی رعایت میں اس کی شاعری بھی اس کی نثر کے مطابق ہے جسے اس نے اکثر نثر کے درمیان استعمال کیا ہے۔ اس کی شاعری کو الگ دیوان میں بھی جمع کر دیا گیا ہے۔

اس کی تالیفات:

اس کی تالیفات میں کتاب **"درة الغواص فی اوهام الخواص"** جس میں اس نے اپنے ہمعصروں پر بعض الفاظ و تراکیب کے عربی قوانین کی حدود سے نکلنے کی وجہ سے تنقید کی ہے۔ اور فن نحو پر ایک کتاب **"ملحة الاعراب"** اور مجموعہ مکاتیب اور مقالات جو اس کا بہترین ادبی شاہکار ہے۔

مقامات حریری:

اس کتاب میں پچاس "مقامے" ہیں جنہیں اس نے ابو زید سروجی کی طرف منسوب کیا ہے اور حارث بن ہمام کی زبانی روایت کیا ہے اور انہیں بدیع کی طرز پر تحریر کیا ہے جس میں اس نے بے شمار لغت' امثال اور پہیلیوں کو جمع کر دیا ہے یہ کتاب عربی الفاظ' لغوی نوادر اور لفظی صنعت کی ایک مفید

ڈکشنری بن گئی ہے۔ شاید اس وجہ سے یہ عرب اور یورپ کے ادیبوں کی توجہ کا خصوصی مرکز بنی ہوئی ہے اور ان میں حد درجہ مقبول ہے۔ تقریباً بیس سے زائد فرانسیسی جرمنی اور برطانوی مستشرقین نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ 1850ء میں لندن میں انگریزی زبان میں شائع ہوئی 1832ء میں لاطینی زبان میں ہنسبرگ میں شائع ہوئی 1293ء میں اس کا فارسی ترجمہ ہوا تھا۔ پھر ترکی میں ترجمہ ہو کر آستانہ میں چھپی اور آج بھی یہ کتاب مستشرقین کے سرکردہ سلفاسٹروساسی 1822ء میں لکھی ہوئی شرح کے ساتھ یورپ کی بعض یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی ہے۔

مقامات حریری کے نقائص:

یورپ کے ادیبوں نے اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں اختصار اور ایک ہی قسم کا مرکزی خیال ہے یہاں مولف نے قدیم یونانیوں اور یورپین کے طرز انشاء کی بجائے کہانیوں کی منظر کشی میں ایسا طرز اپنایا ہے جس میں اس نے صرف لفظی تزئین و آرائش کا ہی اہتمام کیا ہے اور عربی ادیبوں کا کہنا ہے کہ ان مقاموں میں صرف ایک ہی خیال کو بار بار مختلف صورتوں میں دہرایا گیا ہے۔ اور اسلوب نگارش میں ایسا تکلف برتا گیا ہے۔ جسے اس بدوی کی طبیعت قطعاً گوارا نہیں کر سکتی جس کی زبان سے یہ جاری کروایا گیا ہے۔

مقامات کی تالیف کا سبب:

"مقامات" لکھنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ حریری بصرہ کی مسجد بنی حرام میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک بزرگ مسجد میں داخل ہوا اس نے دو چادریں پہنی ہوئی تھیں۔ اس پر سفر کے نشانات تھے۔ پراگندہ حالت تھی لیکن وہ خوش کلام تھا۔ حاضرین نے اس سے پوچھا "شیخ صاحب آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ اس نے کہا "سروج" سے پھر انہوں نے اس کی کنیت پوچھی تو اس نے کہا "ابوزید" تو حریری نے "مقامہ حرامیہ" لکھا جسے اس نے ابوزید کی طرف منسوب کر دیا اور اس میں راوی حارث بن ھمام یعنی خود کو بنایا وہ مقامہ بہت مشہور ہوا حتی کہ اس کی شہرت کی خبر مسترشد باللہ کے وزیر شرف الدین تک پہنچ گئی اس نے اسے بہت پسند کیا اور حریری سے مزید مقامے لکھنے کی فرمائش کی تو حریری نے اسے ساتھ ملا کر پچاس مقامے مکمل کر دیئے۔

اس کا منتخب کلام:

ایک وزیر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہتا ہے۔

یہ ایک بندے کی وزیر کے لئے دعا ہے کہ اس کا بخت ہمیشہ خوش نصیب رہے۔ اور اس کی عادتیں روز نئی شکل میں ہوں۔ اور اس کی بلندی قابل حسد ہو۔ اس کے دشمن مٹا دیئے جائیں۔ یہ اس

شخص کی دعا ہے جو اپنے گھر کی دوری کے باوجود اپنے آپ کو پاس لاکر قریب ہونا چاہتا ہے۔ اور جس کی کوششوں کی کوتاہی کے ساتھ اس کا وقت بھی کوتاہ ہے اور اس کا ان نعمتوں پر شکریہ ادا کرنا جنہوں نے اسے خوش اعتقادی اور آرزومندی سے جاملایا ہے اور اسے شہرت و بخشش سے بہرہ ور کیا ہے۔ یہ اس کے لشکر جیسا ہے جسے قید سے رہائی ملی ہو۔ جسے تنگی کے بعد آسانی کی لذت سے آشنا کیا گیا ہو۔ اگر اس کے قدم اسے لے کر کھڑے ہو سکتے۔ اور زمانہ کی مدد اسے خوش نصیب کرتی تو وہ آپ کے در معمور کی زیارت کے لئے آتا اور اطاعت گزار غلام کی طرح حکم بجالانے میں جلدی دکھاتا تاکہ وہ آپ کے احسان کے حقوق میں کچھ حق ادا کرتا۔ اور شکریہ کے صفحات خود اپنی زبان سے پڑھتا لیکن صاحب فراش کیسے اٹھ سکتا ہے اور کون ہے جو اسے اٹھا کر لے جائے کہ وہ خوش نصیبی سے ہمکنار ہو جائے؟

اس کے حکیمانہ اشعار میں سے۔

لاتزرم ن تحبب فی کل شهر غیر یوم ولاتزده علیه

فاجتلاء الهلال فی الشهر یوم ثم و لاتنظر العیون الیه

اپنے دوست سے مہینے میں صرف ایک بار ملا کر اس سے زیادہ ملاقات نہ کرو۔

کیونکہ چاند کو مہینے میں صرف ایک دن میں دیکھا جاتا ہے پھر کوئی مہینہ بھر اسے نہیں دیکھتا۔

اس کے دیگر اشعار

لاتقعدن علی ضر و مسغبة لکی یقال عزیز النفس مصطبر

وانظر بعینیک هل ارض معطلة من النبات کارض حفها الشجر؟

فعد عما تشیر الاغبیاء به فای فضل لعود ماله ثمر؟

وارحل رکابک عن ربع طمئنت به الی الجناب الذی یهمی به المطر

واستنزل الری من ذرالسحاب فان بلت یداک به فلیهنک الظفر

تکلیف و بھوک پر اس لئے صبر کر کے نہ بیٹھ رہو کہ لوگ کہیں کتنا صابر اور خود ہے۔

اپنی آنکھوں سے دیکھو کیا درختوں سے خالی زمین اور درختوں سے ڈھکی ہوئی زمین ایک جیسی ہو سکتی ہے۔؟

غبی لوگوں کے مشوروں کو رد کرو۔ جو درخت پھل نہیں دیتا بھلا اس میں بھی کوئی خوبی ہے؟

ایسے علاقے سے کوچ کر جاؤ جہاں تم پیاسے رہو۔ ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں موسلا دھار بارش ہو رہی ہو۔

بادلوں کی گھٹا سے سیرابی حاصل کرنے کی کوشش کرو پھر اگر تمہارے ہاتھ اس کی بارش کی وجہ سے تر ہو جائیں (تمہیں خوشحالی نصیب ہو جائے) تو تمہیں کامیابی مبارک ہو۔

قاضی فاضل

پیدائش اور حالات زندگی:

ابو علی عبدالرحیم بیسانی فلسطین کے شہر عسقلان میں پیدا ہوئے اور اپنے والد عسقلان کے قاضی بہاء الدین علی سے علم حاصل کیا پھر دفتری طرز تحریر سیکھنے کی غرض سے فاطمیوں کے آخری دور میں مصر آ گئے یہاں سے اسکندریہ میں قاضی ابن حدید کے دفتر میں ملازم ہو گئے کچھ ہی دیر بعد ان کے فضل و کمال کا چرچا ہو گیا وہ قاہرہ آ گئے اور ظافر کے دفتر میں سیکرٹری کے فرائض سرانجام دینے لگے جب ایوبی حکومت کا قیام عمل میں آیا تو صلاح الدین بن ایوب نے اسے اپنا وزیر مقرر کر لیا انہوں نے بہترین انداز سے نظم حکومت چلایا پھر اس کے بعد ان کے بیٹے عزیز کا وزیر بعد ازاں اس کے بھائی الملک الافضل کے دور میں وزیر رہے تا آنکہ 695ھ میں قاہرہ میں انتقال کر گئے۔

انشاء پردازی میں مقام:

عہدہ قضاءت کا طبعی تقاضا تھا کہ فاضل مختلف علاقوں کے انشاء پردازوں سے راہ و رسم رکھے اور شام' عراق اور مصر کے متفرق انشاء پردازی کے طریقوں سے واقفیت حاصل کرے۔ چنانچہ اس کی قوت محاکات' باہمی فضیلت کے مقابلہ اور مخفی قوت نے نئے طریقہ کی بنیاد رکھنے پر آمادہ کیا۔ تو اس نے عمیدیہ طرز تحریر کی بنیاد رکھی پھر توریہ اور تجنیس میں مبالغہ آمیزی نے اسے ممتاز کر دیا۔ حتیٰ کہ اس کے دور میں انشاء پردازی جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ الفاظ کی زیب و زینت کی ایسی پر فریب رونق و بہجت تھی جو مضمون کے ناپائیدار اور بیمار ڈھانچہ پر قائم تھی۔ پھر کوتاہ نگاہوں اور جامد طبیعتوں کو اس گنجلک طریقہ نے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ نام نہاد صنعت کے دلدادہ ادیبوں نے اور ان جیسے انشاء پردازوں نے اس طریقہ کی تقلید شروع کر دی۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو فضول مصیبت میں مبتلا کر دیا جس کا نہ تو کوئی فائدہ اور نہ کوئی مقصد تھا۔ یہ طریقہ آنکھوں پر چھایا رہا اور دلوں پر زنگ جماتا رہا تا آنکہ ہمارا جدید دور آ گیا۔

پھر ابن خلدون کی تاثیر اور یورپی آداب کی تقلید نے رفتہ رفتہ اس کو ختم کر دیا۔

نمونہ کلام:

ایک خط میں صلاح الدین سے اپنی وزارت میں عیذاب کے خطیب کو ترک کا خطیب بنانے کی سفارش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بادشاہ سلامت کی حکومت کو قائم و دائم رکھے اور اس کے اعمال قبول کر کے اسے برقرار رکھے اور اس کے دشمنوں کو دوپہر کو سوتے یا رات کو سوتے کی حالت میں تباہ و برباد کر دے اور اس کی تلوار سے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کرے۔

بندہ کی یہ درخواست عیذاب کے خطیب کے ہاتھ آپ تک پہنچ رہی ہے اسے وہ جگہ راس نہیں آئی وہاں اسے فائدہ بھی بہت کم ہوا۔ اور اس نے ان فتوحات کا چرچا سنا جن کی شہرت سطح زمین پر عام ہو چکی ہے۔ جن کے حاصل کرنے والوں پر اس کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ اس نے عیذاب کی گرم تپتی دوپہر اور اس کے کھاری پانی کو چھوڑ دیا اور رات کو دن کی امید لے کر بغیر صبح کا انتظار کئے چل پڑا۔ یہ خطیب ہے اور کرک کی خطابت کا شوق رکھتا ہے اور اس درخواست میں اس نے مجھے آپ تک پہنچنے کے لئے ذریعہ بنایا ہے۔ اور یہ معمولی کام ہے۔ یہ مصر سے شام اور عیذاب سے کرک جانے کا مشاق ہے جو نہایت تعجب خیز ہے ضرورت مند۔ تندخو جوان ہے مذکورہ شخص ناتواں و عیالدار ہے۔ ہمارے سرپرست کے وجود کی وجہ سے مخلوق پر ہماری مہربانیاں زیادہ ہو رہی ہیں والسلام۔

چوتھی فصل

شاعری پر تمدن وسیاست کے اثرات

اس اجتماعی تبدیلی کا اثر انشاء پردازوں کے نفوس کی بجائے شعراء کی طبیعتوں پر نمایاں طور پر پڑا۔ کیونکہ یہی طبقہ خلفاء کے قریب رہنے والا اور ان کے دل مدنیت اور خوشحالی کی طرف زیادہ میلان رکھتے تھے یہی شراب کی محفلوں میں ان کے ساتھ ہوتے اور شبانہ مجلسوں میں یہی ان کے ساتھ خوش گپیوں میں معروف ہوتے۔ محنت و مشقت کے کاموں میں ان کا دلی لگاؤ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے خیالات کی جولان گاہ وسیع ہو گئی تھی کام سے جی چرانے کی بدولت ان کے ہاتھ تنگ رہے لہٰذا ان کے دل غور و فکر میں مشغول ہو گئے ان کی زبانیں گفتگو پر رواں ہو گئیں تالیفات کے شائع ہونے اور نشر و اشاعت کی صعوبتوں کی وجہ سے انہیں جب تصنیف و تالیف میں

خوشحال زندگی میسر نہ آئی۔ تو وہ اصناف شعر میں طبع آزمائی کرنے کے لئے فارغ ہو گئے انہوں نے خلفاء وامراء کو معاون' تمدن و فطرت کو معین طبیعت اور سلیقہ مندی کو مددگار پا کر شاعری کے میدان میں اس آزادی سے طبع آزمائی کی کہ ان کے اسلاف کو بھی ایسے مواقع میسر نہیں آئے انہوں نے شاعری کو خشک صحراؤں' تپتے ہوئے خیموں سے نکال کر سرسبزو شاداب باغات' اونچے اونچے محلات اور دلکش مناظر میں بدل دیا اس تبدیلی میں بشار مولدین شعراء کا رہنما نظر آتا ہے۔

دوسری طرف شاعری کو وہ سازگار حالات مل گئے جنہوں نے اس کے اسلوب' معانی' موضوعات اور ان پر نمایاں اثر ڈالا۔

اسلوب میں یہ تاثیر کی کہ غیرمانوس الفاظ کو ترک کرنا' ترکیب و وضاحت کی حلاوت' فن بدیع کی ایجاد اور اس کا کثرت سے استعمال قصیدہ کی ٹیلوں اور کھنڈرات کے ذکر سے ابتدا کو چھوڑ کر محلات' شراب کے اوصاف اور غزل سے ابتدا کرنا' مدح اور ہجو میں مبالغہ آمیزی تشبیہہ اور استعارہ کا بکثرت استعمال قصیدہ کے اجزاء کے درمیان باہمی تناسب اور ترکیب میں ترتیب کی رعایت کا خیال رکھا جاتا تھا۔

اور شاعری میں معنوی طور پر یہ اثر کیا کہ تمدنی موضوعات پیدا کیے۔ فلسفیانہ افکار داخل ہوئے۔ کیونکہ اس دور کے اکثر شعراء دو قومیتوں کی پیداوار دو زبانوں اور دو ادبوں سے بہرہ ور اور دو مختلف تہذیبوں کے پروردہ تھے۔ اس میل جول نے فکر و عقل میں جو اثر پیدا کیا اس کا اندازہ بشار' ابو نواس' ابوالعتاہیہ اور ابن رومی کی شاعری میں جدید مضامین کی کثرت سے لگایا جا سکتا ہے۔ پھر عربوں نے یونان وغیرہ کے علوم کو ترجمہ کے عربی میں منتقل کیا اس نقل سے بھی شاعری ہی میں موضوعات کا اضافہ ہوا نہ کہ اس کے فنون میں کیونکہ انہوں نے تو صرف علم وحکمت کی کتابوں کا ترجمہ ہی کیا تھا۔ نہ تو انہوں نے یونانی شاعری اور قصوں کو کوئی حیثیت دی اور نہ ہی لاطینی شاعری اور خطبوں کو کوئی اہمیت دی کیونکہ وہ اپنی شاعری کو افضل اور اپنے ادب کو برتر سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان تراجم کا اثر عربی شاعری میں صرف فلسفیانہ و سیاسی افکار اور علمی آراء کی شکل میں ابو تمام متنبی' ابوالعلاء اور ان جیسے دیگر شاعروں کے کلام میں نظر آتا ہے۔

موضوعات میں ان کا اثر یہ ہوا کہ شراب اور اس کی محفلوں کی تعریف میں مبالغہ آمیزی باغات اور شکار کے اوصاف مردوں سے تغزل' آوارگی' وعظ و نصیحت' زہد وورع' اخلاق و عادات' فلسفہ اور بعض علوم مثلاً علم نحو وغیرہ کو نظم میں نقل کرنا۔

اوزان پہ اس کا اثر یوں ہوا کہ شاعری میں عموماً چھوٹی چھوٹی بحروں کا استعمال شروع ہوا

اور دیگر کئی بحریں ایجاد ہوئیں مثلاً مستطیل و ممتد جو کہ طویل اور مدید کے برعکس ہیں۔ موشح' زجل' دوبیت اور موالیا اسی طرح قافیہ میں مسمط اور مزدوج کا اضافہ ہوا۔

جب خلافت کی گرہ ڈھیلی پڑی اور کئی ایک دار الحکومت وجود میں آئے ایران' شام' مصر اور مغرب کے گورنروں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا تو شاعری کو بھی بغداد کے علاوہ دیگر پناہ گاہیں اور چراگاہیں مل گئیں یہ بغداد سے نکل کر دیگر علاقوں میں منتقل ہو گئی۔ تو اسے بنو بویہ اور آل حمدان جیسے ارباب جود وسخا' کشادہ دل' سینے اور زرخیز علاقے میسر آ گئے لہٰذا وہ روز بروز ترقی کرنے لگی اس سیاسی انتشار میں شاعری کی نمایاں ترقی کو جاننے کے لئے آپ کے لئے ثعالبی کی یتیمۃ الدھر کا سرسری مطالعہ کرنا ہی کافی ہو گا۔ اس دور میں امراء شعراء کو مقرب بنانے اور ادباء کی حوصلہ افزائی کرنے میں خلفاء کی نیابت کر رہے تھے۔ جیساکہ آپ جانتے ہیں۔ کہ شاعری اور علوم اس وقت تک ترقی نہیں کر پاتے جب تک انہیں بادشاہ یا امیر کی سرپرستی نہ حاصل ہو جائے۔

شاعری الفاظ کی متانت' موضوعات کی اصابت اور معنوی نیرنگی کے ساتھ مسلسل قدم بڑھاتی رہی تا آنکہ پانچویں صدی ہجری کا دور ختم ہوا اس کے خاتمے کے ساتھ ہی مشرق سے عربی شاعری کا حسن و جمال ختم ہو گیا اور دلوں سے اس کی اثر آفرینی نکل گئی کیونکہ اس کی سرپرستی کرنے والے بنی بویہ کی حکمرانی کا دور ختم ہو گیا اور اس کی جگہ پہ شاعری سے اعتنائی برتنے والے آل سلجوق کا دور آ گیا۔ نیز فتنوں اور مصیبتوں کا لگاتار سلسلہ جاری ہو گیا جس کی بناء پر لوگ غلامی اور ذلت قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے اور ان کی طبیعتیں تصوف اور دعاؤں کی طرف مائل ہو گئیں۔

طبیعتوں میں معنی آفرینی اور جدت طرازی کا مادہ باقی نہ رہا شعراء نے پرانے شاعروں کے معانی و مطالب کو بھدے انداز سے منقش و میناکاری کر کے چمکانا شروع کر دیا بدیع سے متعلق ہونے اور مجاز و کنایہ میں غلو کرنے لگے اور بادشاہوں اور امراء کی مدح و تعریف میں مبالغہ آمیزی کرتے ہوئے عجمیوں کی تقلید کرنے لگے۔ خصوصاً متاخرین شعراء کے نزدیک تو شاعری کی غرض و غایت ہی یہ ٹھہری کہ جھوٹ بولا جائے اور بخشش مانگی جائے اور وہ کہنے لگے بہترین شاعری وہ ہے جس میں جھوٹ زیادہ ہو۔ پھر اس دور کی شاعری کا وہی انجام ہوا جو اس دور کی نثر کا ہوا۔

اگر آپ عربی شاعری پر نگاہ دوڑائیں اور اس کی تاریخ پر زندہ قوم کی حیثیت سے تاریخی نگاہ ڈالیں تو آپ اس سے یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ اس نے امت عربیہ کی طرح اپنے موضوعات و

مضامین میں رفتہ رفتہ ترقی کی اور انسانی زندگی کے مراحل کے ساتھ ساتھ اپنے ادوار طے کئے زمانہ جاہلیت میں بچپن کے نغمے گاتی' جوانی کے ولولے اور خود غرضی کے احساسات کی ترجمانی کرتی۔ زمانہ اسلام میں جہاد کے ترانے' عصبیت کے ہنگامے اور زندگی کی آرزوئیں اس کا موضوع بن گئیں پھر یہ جوان ہو گئی اور حکومت عباسیہ کے آغاز میں یہ مکمل جوان ہو گئی۔ بشار' ابو نواس اور ان جیسے دیگر شعراء کی شاعری میں جوانی کی خرمستیاں' طربیہ ترانے اور خوشحالی کے مظاہر بن کر نمودار ہوئی۔ پھر اس کی عقل داڑھ نکلی اور عہد عباسی کے وسط میں یہ پختہ ہو گئی چنانچہ ابن رومی۔ ابو تمام' متنبی اور ان جیسے دیگر شعراء کی شاعری تجربہ پر مبنی اسباق حکیمانہ نتائج اور فلسفیانہ خیالات ظاہر کرنے لگی۔ پھر عہد عباسیہ کے اخیر میں اس پر بڑھاپا آگیا تو متاخرین کی شاعری میں مصنوعی آرائش' بڑھاپے کا سٹھیاپہ جو بالآخر دم نزع کی حالت میں ظاہر ہوا جہاں تک اس کی پیدائش اور بچپن کے حالات کا تعلق ہے تاریخ اس کے اس ادراک اور اس کی دانست سے بے خبر ہے۔

عباسی دور کی شاعری کے نمونے

حماسہ:۔

ابو فراس حمدانی کہتا ہے۔

ولما ثار سيف الدين ثرنا كما هيجت آساد الغضابا
اسنته اذا لاقى طعانا صوارمه اذا لاقى ضرابا
دعانا والا سنته مشرعات فكنا عند دعوته الجوابا
صنائع فاق صانعها ففاقت وغرس طاب غارسه فطابا
وكنا كالسهام اذا اصابت مراميها فراميها اصابا
فلما اشتدت الهيجاء كنا اشد مخالب واحد نابا
وامنع جانبا واعز جارًا واوفى ذمة واقل عابا
اذا ما ارسل الامراء جيشا الى الاعداء ارسلنا الكتابا

جب سیف الدین نے حملہ کیا تو ہم نے بپھرے ہوئے شیر کی طرح بلہ بول دیا۔
جب نیزہ بازی کا مقابلہ ہو تو ہم اس کے نیزے ہیں اور جب شمشیر زنی ہو تو ہم اس کی تلواریں ہیں۔

اس نے ہمیں اس وقت بلایا جب نیزے لہرا رہے تھے۔ پس ہم اس کی پکار پر عملی طور پر
اس کا جواب بن گئے۔
ہم ممدوح کے احسان مند ہیں اور ممدوح بلند مرتبہ محسن ہے۔ اس کے کارنامے بھی بلند
ہیں ہم پاکیزہ مالی کے لگائے ہوئے پاکیزہ پودے ہیں۔
ہم ان تیروں کی طرح ہیں جب انہیں پھینکا جائے تو وہ ٹھیک نشانے پہ لگتے ہیں اور ان کے
نشانہ لگانے والے بھی ماہر ہیں۔
جب زبردست معرکہ ہوتا ہے تو ہم سب سے تیز اور مضبوط کیل کانٹے والے ہوتے
تھے۔
ہمارا پہلو سب سے زیادہ محفوظ اور ہمارے پڑوسی سب سے زیادہ معزز ہوتے ہیں۔ ہم
اپنی ذمہ داریوں کو سب سے زیادہ نبھانے والے اور سب سے کم عیب والے ہوتے ہیں۔
(ہماری دھاک کا یہ عالم ہے کہ) جہاں دوسرے امراء دشمن کیطرف لشکر بھیجتے ہیں۔
وہاں ہم صرف خط بھیجتے ہیں (تو معاملہ لڑائی کے بغیر ہی حل ہو جاتا ہے)
ابو طیب متنبی کہتا ہے۔

عش عزیزا اومت وانت کریم ' بین طعن القنا و خفق البنود
فرء وس الرماح اذھب للغیظ' واشفی لغل صدر الحقود
لاکما قد حییت غیر حمید' واذا مت مت غیر فقید
فاطلب العز فی لظی ودع الذل' ولو کان فی جنان الخلود

یا عزت کی زندگی جیو یا نیزوں کے درمیان اور جھنڈوں کے سائے میں جان دے دو۔
نیزوں کی نوکیں غصہ کو بہت جلد ختم کر دیتی ہیں اور کینہ ور سینے کی گھٹن کو بہت جلد دور
کر دیتی ہیں۔
عزت تلاش کرو خواہ جہنم میں ملے اور جنت الخلد کو خیرباد کہہ دو اگر وہاں ذلت و خواری
کا سامنا کرنا پڑے۔

مدح ابو تمام کہتا ہے:۔

بمھدی بن اصرم عاد عودی' الی ایراقه وامتد باعی
سعی فاستنزل الشرف اقتسارا' ولولا السعی لم تکن المساعی
ونغمة معتف یرجوه احلی' علی اذنیه من نغم السماع

جعلت الجود لالا المساعی' وهل شمس تکون بلا شعاع؟
ولم یحفظ مضاع المجد شیئی' عن الاشیاء کالمال المضاع
ولو صورت نفسک لم تزدها' علی مافیک من کرم الطباع

مہدی بن اصرم کی وجہ سے میری حالت بہتری کی طرف لوٹ آئی اور میرا ہاتھ فراخ ہو گیا۔

اس نے جدّوجہد کی اور شرف ووقار کو بزور و جبر زیر کر لیا ہے اگر کوشش نہ ہوتی تو بلند کارنامے بھی نہ ہوتے۔

ممدوح کے کانوں کو امید رکھنے والے سائل کی آواز موسیقی کے نغموں سے زیادہ پیاری لگتی ہے۔

(اے ممدوح) تو نے سخاوت کو بلند کارناموں کے لئے بطور روشنی استعمال کیا ہے کیا کبھی اس کو آفتاب کہا جا سکتا ہے جس کی کرنیں نہ ہوں؟

اور کوئی چیز بھی مجد رفتہ کی حفاظت کرنے میں ضائع کئے ہوئے مال سے زیادہ مفید نہیں ہو سکتی۔

اے ممدوح تو ایسے بہترین اخلاق کا مالک ہے اگر تو خود ہی اپنی مرضی سے اپنی شکل و صورت اور عادات بناتا تو تب بھی اپنی موجودہ صفات سے زیادہ کچھ نہ بناتا۔

متنبی کہتا ہے۔

قوم بلوغ الغلام عندهم' طعن نحور الکماة لا لحلم
کانما یولد الندی معهم' لاصغر عاذر ولا هرم
اذا تولوا عداواه کشفوا' وان تولوا صنیعة کتموا
تظن من کثرة اعتذارهم' انهم انعموا وما علموا
ان برقوا فالحتوف حاضرة' اونطقوا فالصواب والحکم
تشرق اعراضهم واوجههم' کانها فی نفوسهم شیم
اعیذکم من صروف دهرکمو' فانه فی الکرام متهم

یہ ایسی قوم ہے جن کے نزدیک بلوغت کی نشانی احتلام نہیں بلکہ بہادروں کے سینوں کو نیزوں سے چھیدنا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جود و سخاوت بھی ان کے جسم کے ساتھ ہی پیدا ہوتی ہے۔ اس میں نہ بچپن حائل ہوتا ہے۔ نہ ہی بڑھاپا۔

یہ ایسے لوگ ہیں جب کسی سے دشمنی کرتے ہیں۔ تو کھل کر اس کا اظہار کر دیتے ہیں۔
اور اگر کسی پر انعام و احسان کرتے ہیں تو اسے چھپا لیتے ہیں۔
ان کی کثرت سے معذرت خواہی پر آپ یہ سمجھیں گے کہ شاید انہوں نے جو احسان کئے
ہیں یہ اس کے متعلق بے خبر ہیں۔
اگر یہ کسی کو دھمکی دیں تو سمجھ لو کہ موت آ گئی ہے یا بات کریں تو ان کی باتیں صحیح اور پر
حکمت ہوتی ہیں۔
ان کی عزتیں اور ان کے چہرے ایسے ہی روشن ہیں جیسے ان کے دلوں میں ان کی پاکیزہ
طبیعتیں (یعنی ان کا ظاہر و باطن یکساں ہے)۔
(اے ممدوح) میں تمہیں حوادث زمانہ سے خدا کی حفاظت میں دیتا ہوں اس لئے کہ
گردش زمانہ پر یہ تہمت لگائی جاتی ہے کہ یہ معزز لوگوں کی تاک میں رہتی ہے۔
ابن رومی کہتا ہے۔

کان مواهبه في المحو' ل آراء وه عند ضيق الحيل
فلو كان غيثا لعم البلاد' ولوكان سيفا لكان الاجل
ولو كان يعطي على قدره' لاغنى النفوس وافنى الامل

تنگیوں اور مصیبتوں میں اس کے عطیات ایسے ہی مفید ہوتے ہیں جیسی تدبیریں ناکام
ہونے کے وقت اس کی آراء مفید ہوتی ہیں۔
اگر وہ بارش ہوتا تو پورے ملک پر عام بارش ہوتی اگر وہ تلوار ہوتا تو اجل اور موت
ہوتا
اگر یہ اپنے اندازے کے مطابق عطا کرے تو لوگوں کو اس قدر مالدار بنا دے کہ کسی کی
کوئی آرزو باقی نہ رہے۔

مرثیہ:

معین بن زائدہ کے مرثیہ میں حسین بن مطیر کہتا ہے۔

الما على معن وقولا لقبره سقتك الغوادي مربعا ثم مربعا
فيا قبر معن انت اول حفرة من الارض خطت للسماحة مضجعا
ويا قبر معن كيف واريت جوده وقد كان منه البر والبحر مترعا
بلى قد و سعت الجود والجودميت ولوكان حيا ضقت حتى تصدعا

فتی عیش فی معروفه بعد موته کماکان بعد السیل مجراہ مرتعا
ولما مضی معن مضی الجود وانقضی واصبح عرنین المکارم اجدعا

اے میرے دو دوستو! معن کے پاس ٹھہرو اور اس کی قبر کو یہ پیغام پہنچادو کہ موسم بہار کے صبح کے وقت برسنے والے بادل سالہا سال تک برستے رہیں۔

اے معن کی قبر! تو زمیں پہ سب سے پہلا گڑھا ہے جسے سخاوت کے آرام کے لئے کھودا گیا ہے۔

اے معن کی قبر! تو نے اس کی سخاوت کو کیسے چھپالیا ہے۔ حالانکہ اس کی سخاوت سے تو خشکی و سمندر بھرے پڑے ہیں؟

ہاں میں سمجھ گیا تو نے مرنے کے بعد سخاوت کو اپنے اندر چھپالیا اگر وہ جو دوسخا کا مرقع زندہ ہوتا تو قبر تنگی کی وجہ سے پھٹ جاتی۔

وہ ایسا سخی نوجوان تھا کہ لوگ اس کی موت کے بعد بھی اس کی سخاوت کی وجہ سے زندہ ہیں جس طرح سیلاب کے گزر جانے کے بعد بھی راستے سرسبز ہو جاتے ہیں۔

جب معن ختم ہوا تو اس کی موت سے جود و سخا بھی ختم ہو گئی اور مکارم اخلاق کی ناک کٹ گئی۔

محمد بن عبدالملک زیات اپنی بیوی کے مرثیہ میں کہتا ہے۔

الا من رای الطفل المفارق امه بعید الکری عیناہ تنسکبان
رای کل ام وابنها غیر امه یبیتان تحت اللیل ینتجیان
وبات وحیدا فی الفراش تجنه بلابل قلب دائم الخفقان
فلا تلحیانی ان بکیت فانما اداوی بهذا الدمع ما تریان
فهبنی عزمت الصبر عنها لاننی جلید فمن بالصبر لابن ثمان
ضعیف القوی لایطلب الاجرحسبة ولا یاتسی بالناس فی الحدثان
فلم ار کالاقدار کیف تصیبنی ولامثل هذا الدهر کیف رمانی
اعینی ان لم تسعدا الیوم عبرتی فبئس اذن ما فی غد تعدانی

آہ! اس بچہ کو کس نے دیکھا ہے جو اپنی ماں سے بچھڑ گیا ہے' نیند کے بعد بھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔

(وہ بچہ) جو اپنی ماں کے سوا ہر ماں اور اس کے بیٹے کو رات میں ساتھ سوتے اور سرگوشیاں کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔

وہ اپنے بستر پر تنہا ہی سوتا ہے جس کا دل مسلسل دھڑکتا اور ہمیشہ گھبراہٹ میں مبتلا رہتا ہے۔

اگر میں اس مصیبت پر رو رہا ہوں تو مجھے ملامت مت کرو کیونکہ میں آنسو بہا کر اپنی اس مصیبت کا علاج کر رہا ہوں جسے تم دیکھ رہے ہو۔

(اے میرے رفیق) فرض کر لو کہ میں اس سے صبر کر لوں گا کیونکہ میں قوت ضبط رکھتا ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ آٹھ سال کا بچہ کیسے صبر کر سکتا ہے۔

جس کے اعضاء ناتواں اور کمزور ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کے ہاں ثواب کا بھی طالب نہیں' اور نہ وہ دوسروں کی پریشان حالت دیکھ کر اپنے آپ کو تسلی دے سکے۔

میں نے تقدیر جیسا کوئی نہیں دیکھا وہ کیسے مجھ تک پہنچ گئی اور نہ کوئی اس زمانے جیسا ہے اس نے بھی کس طرح مجھ پر ہاتھ صاف کیا ہے۔

اے میری آنکھو! اگر آج تم آنسو بہا کر میری مدد نہیں کرو گی تو جس مدد کا تم مجھ سے کل کا وعدہ کرتی ہو وہ مجھے پسند نہیں۔

متنبی سیف الدولہ کی ہمشیرہ کے مرثیہ میں کہتا ہے۔

طوی الجزیرة حتی جاء نی خبر فزعت فیه بآمالی الی الکذب
حتی اذا لم یدع لی صدقه املا شرقت بالدمع حتی کاد یشرق به

یہ خبر جزیرہ طے کر کے میرے پاس پہنچی میں نے جھوٹ کی طرف اپنی آرزوؤں کا سہارا لیتے ہوئے اسے جھوٹ سمجھا۔

حتی کہ جب اس کی صداقت میں کوئی جھوٹی آرزو باقی نہ رہی اور آنسو اس طرح بہنے لگے کہ میرا دم گھٹنے لگا۔

ہجو:

مسلم بن ولید کہتا ہے۔

اما الجهاء فدق عرضک دونه والمدح عنک کما علمت جلیل
فاذهب انت طلیق عرضک دونه عرض عززت به وانت ذلیل

تیری عزت و آبرو اس قدر بے اعتناء ہیں کہ ان کی ہجو کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ اور تیری مدح یہ تو تو جانتا ہی ہے کہ تجھ سے بالاتر ہے۔

توجا تیری عزت کو آزاد چھوڑ دیا ہے کہ تو ذلت کے باوجود اپنے آپ کو باعزت گردانتا ہے۔

ابو تمام کہتا ہے۔

كم نعمة الله كانت عنده فكانها في غربة واسار
كسيت سبائب لومه فتضاءلت كتضاءل الحسناء في الاطمار

اللہ کی کتنی ہی نعمتیں اس کے پاس اس طرح بے قرار ہیں گویا وہ غریب الوطن یا قید میں ہوں۔

اس کے کمینہ لباس پہننے کی وجہ سے وہ اس طرح مرجھا کر رہ گئی ہیں جسے کوئی حسینہ پھٹے پرانے چیتھڑوں میں ہو۔

ابن رومی کہتا ہے۔

يقتر عيسى على نفسه وليس بباق ولا خالد
ولو يستطيع لتقتيره تنفس من منخر واحد

عیسیٰ خود اپنے آپ کے لئے بہت بخل سے کام لیتا ہے حالانکہ نہ تو اس کا مال باقی رہنے والا ہے نہ وہ خود ہمیشہ رہنے والا ہے۔

اگر کنجوسی کی بناء پر اس کے بس میں ہو تو ایک نتھنے سے سانس لینا شروع کر دے۔

متنبی کافور اخشیدی کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اكلما اغتال عبد السوء سيده اوخانه فله في مصر تمهيد؟
صار الخصي امام الابقين بها فالحر ـ مستعبد والعبد معبود
نامت نواطير مصر عن ثعالبها حتى بشمن وما تفنى العناقيد
العبد ليس لحر صالح باخ لوانه في ثياب الحر مولود
لاتشتر العبد الا والعصا معه ان العبيد لانجاس مناكيد
من علم الاسود المخصي مكرمة اقومه البيض ام آباء ه الصيد؟
ام اذنه في يد النخاس دامية ام قدره وهو بالمفلسين مردود؟
وذاك ان الفحول البيض عاجزة عن الجميل فكيف الخصية السود؟

کیا جب بھی کوئی بے وفا غلام اپنے مالک کو دھوکے سے قتل کرتا ہے یا اس سے خیانت کرتا ہے تو اس کی ابتدا مصر ہی سے ہوتی ہے؟

وہاں خواجہ سرا (ہیجڑا) بھگوڑے غلاموں کا سربراہ بنا ہوا ہے آزاد وہاں غلام اور غلام

وہاں آزاد ہے۔

مصر کے شرفاء اور معززین وہاں کی لومڑیوں سے غافل ہو گئے ہیں حتیٰ کہ یہ لومڑیاں کھا کھا کر بدہضمی میں مبتلا ہو گئی ہیں لیکن اس کے خوشے پھر بھی ختم نہیں ہو رہے۔

یہ حقیقت ہے کہ غلام خواہ وہ آزاد کے لباس میں ہی کیوں نہ پیدا ہو کبھی آزاد کے برابر نہیں ہو سکتا۔

جب بھی غلام خریدو اس کے ساتھ ڈنڈا بھی خریدو کیونکہ غلام نہایت کمینے اور بدقماش ہوتے ہیں۔

اس سیاہ فام خواجہ سرا کو بلند کارنامے کون سکھائے گا۔ اس کی سفید فام قوم یا اس کے باعزت آباء واجداد؟

یا اس کا کان جو بردہ فروش کے ہاتھوں میں لہولہان ہوتا ہے یا اس کی قدر و منزلت؟ جو اتنی ہے کہ اگر دو پیسوں میں بھی فروخت کیا جائے تو کوئی نہ لے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ (یہ بیچارہ کس گنتی میں ہے) اچھے اچھے سفید فام معززین بھی آج کل احسان کرنے سے عاجز ہیں تو یہ سیاہ فام آختہ (ہیجڑا) کیا احسان کر سکتا ہے؟

ابن لنکک کہتا ہے۔

وعصبة لما تو سطتهم صارت على الارض كالخاتم
كانهم من سوء افهامهم لم يخرجو ابعد الى العالم
يضحك ابليس سرورا بهم لانهم عار على آدم

یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب میں ان کے درمیان رہا تو مجھ پر زمین انگوٹھی کے حلقہ کی مانند تنگ ہو گئی۔

گویا وہ اپنی کج فہمی کی وجہ سے لگتا ہے دنیا میں باہر نکلے ہی نہیں ہیں۔

ابلیس بھی ان پر خوشی کے مارے بغلیں بجاتا ہے کیونکہ یہ آدم کے لئے عار ہیں۔

وصف:

بحتری اپنے قصیدہ میں ایوان کسریٰ کا وصف بیان کرتا ہے۔

وكان الايوان من عجب الصنعة جوب في جنب ارعن جلس
يتظنى من الكآبة ان يبد لعيني مصبح او ممسى
مزعجا بالفراق عن انس الف عز او مرهقا بتطليق عرسى

عكست حظه الليالي وبات بالمشتری فيه وهوكوكب نحس
فهو يبدی تجلدا وعليه كلكل من كلاكل الدهر مرسی
لم يعبه ان بزمن بسط الديباج واستل من ستور الدمقس
مشمخر تعلو له شرفات رفعت فی رءوس رضوی وقدس
لابسات من البياض فما تبصر منها الا غلائل برس
ليس يدری أصنع انس لجن سكنوه ام صنع جن لانس
غيرانی اراه يشهد ان لم يك بانيه فی الملوك بنكس

فن تعمیر کا شاہکار یہ ایوان ایسے ہے گویا وہ اونچے بڑے پہاڑ کے بازو میں ایک بڑی ڈھال ہے۔

اداسی کی وجہ سے یہ صبح و شام دیکھنے والی آنکھوں میں ایسے معلوم ہوتا ہے۔

گویا کسی محبوب عزیز کی جدائی سے غم زدہ ہے یا جیسے اسے اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور کیا گیا ہو۔

گردش ایام نے اس کا مقدر الٹا کر دیا اور اس کا نصیب برج مشتری میں آگیا جو کہ منحوس ستارہ ہے۔

وہ بہادری کا مظاہرہ کر رہا ہے حالانکہ اس پر زمانہ کے بھاری سینہ کا مستقل بوجھ پڑا ہوا ہے۔

اس ایوان کے مخملی گدوں' تکیوں اور حریر و دیبا کے منقش پردوں کے چھن جانے سے بھی اس کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

یہ اپنی جگہ ڈٹا ہوا ہے اس کے کنگرے اس طرح بلندی پر ابھرے ہوئے ہیں گویا وہ رضوی اور قدس کے پہاڑوں پر کھڑے ہیں۔

سفید لباس پہنے اس طرح دکھائی دیتے ہیں جیسے انہوں نے روئی کے کپڑے پہن رکھے ہوں۔

معلوم نہیں کہ یہ ایوان انسانوں نے جنوں کے رہنے کے لئے بنایا تھا یا جنات نے انسانوں کی رہائش کے لئے؟

کچھ ہی کیوں نہ ہو بہرحال میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ جس بادشاہ نے اس کو تعمیر کیا وہ بادشاہوں میں کوئی معمولی حیثیت کا مالک نہ تھا۔

اندلس کی ایک شاعرہ وادی آش کے اوصاف بیان کرتی ہے۔

وقانا لفحة الرماد واد سقاه مضاعف الغيث العميم
حللنا دوحه فحنا علينا حنو المرضعات على الفطيم
وارشفنا على ظما. زلالا الزمن المدامة للنديم
تروع حصاه حالية العذاری فتلمس جانب العقد العظيم
يصد الشمس انى واجهتنا فيحجبها و ياذن للنسيم

ہمیں اس وادی نے تپتی ہوئی ریت سے بچایا جس پر متعدد بار کثرت سے بارش ہوئی تھی۔

ہم اس کے گھنے سایہ پر اترے تو وہ ہمارے ساتھ اس لطف و شفقت سے پیش آئی جیسے دودھ پلانے والی ماں بچے سے پیش آتی ہے۔

اس نے ہمیں پیاس کی حالت میں ایسا پاکیزہ اور صاف پانی پلایا جو شراب سے زیادہ لذیذ تھا۔

اس کے خوبصورت سنگریزے زیور سے آراستہ دوشیزہ کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ جو انہیں اپنے عظمت والے ہار میں پرونے کے لئے تلاش کرتی ہے۔

وہ وادی سورج سے ایسے رخ پر تھی کہ جدھر سے بھی سورج ہماری طرف رخ کرتا تھا تو وہ ہمیں دھوپ سے بچاتی اور باد نسیم کو آنے کی اجازت دیتی تھی۔

حکیمانہ اور ضرب الامثال پر مشتمل اشعار

بشار بن برد کہتا ہے۔

اذا كنت فى كل الامور معاتبا صديقك لم تلق الذى لاتعاتبه
فعش واحدا او صل اخاک فانه مقارف ذنب مرة و مجانبه
اذا انت لم تشرب مرارا على القذى ظمئت وای الناس تصفو شاربه

اگر تو ہر ہر کام پر اپنے دوست کو ڈانٹ ڈپٹ کرے گا تو تجھے کوئی بھی ایسا (بے عیب) دوست نہیں ملے گا جسے تجھے ڈانٹنا نہ پڑے۔

تو یا تو اکیلا زندگی بسر کر' یا اپنے مسلمان بھائی سے میل ملاپ پیدا کر' اور یاد رکھ کہ جو ایک مرتبہ غلطی کرے گا وہ ایک مرتبہ ٹھیک بھی کرے گا۔

جب تو ہمیشہ صاف پانی ہی پینے کی خواہش کرے گا تو پیاسا مرجائے گا پھر کون ایسا ہے جو ہمیشہ صاف پانی ہی پیتا ہو؟

مسلم بن ولید کہتا ہے۔

حسبی بما ابدت الایام تجربة سعی علی بکاسیها الجدیدان
دلت علی عیبها الدنیا وصدقها مااسترجع الدهر مماکان اعطانی
ماکنت ادخر الشکوی لحادثة حتی ابتلی الدهر اسراری فاشکانی

زمانے نے جو کچھ ظاہر کیا وہ تجربات کے لئے کافی ہے۔ اس نے مجھے سرد و گرم کا مزہ چکھا دیا۔
دنیا نے مجھے اپنے عیب بتائے اور زمانے نے جو مجھ سے واپس لے کر مجھے دیا اس کی تصدیق کر دی
میں کسی حادثہ کے لئے شکایت کا ذخیرہ نہیں کرتا حتیٰ کہ زمانے نے میرے راز معلوم کر لئے اور مجھے شکایت پر مجبور کر دیا۔

ابو العتاهیه کہتا ہے۔

الصمت اجمل بالفتی من منطق فی غیر حینه
لاخیر فی حشو الکلام اذا اهتدیت الی عیونه
کل امری فی نفسه اعلیٰ واشرف من قرینه

انسان کے لئے بے موقع بولنے سے خاموشی بہتر ہے۔
جب مقصود کلام تک رہنمائی مل جائے تو فضول بولنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔
ہر انسان اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ و اشرف سمجھتا ہے۔

ابو تمام کہتا ہے۔

من لی بانسان اذا اغضبته وجهلت کان الحلم رد جوابه
واذا طربت الی المدام شربت من اخلاقه و سکرت من آدابه
وتراه یصغی للحدیث بقلبه وبسمعه ولعله ادری به

مجھے وہ انسان کہاں سے ملے گا کہ جب میں اس کے ساتھ غضب اور جہالت سے پیش آؤں تو وہ جواب میں حلم بردباری کا مظاہرہ کرے۔
اور جب مجھے شراب کی سرمستی تنگ کرے تو اس کے اخلاق کا جام پیوں اور اس کے آداب سے مدہوش ہو جاؤں۔
اور آپ اسے دیکھیں گے کہ وہ میری بات سننے کے لئے اپنا دل اور کان لگاتا ہے شاید وہ اس سے پہلے بھی اسے خوب جانتا ہو۔

بحتری کہتا ہے۔

وترت القوم ثم ظننت فیهم ظنونا لست فیها بالحکیم
فما خرق السفیه وان تعدی یابلغ فیک من حقد الحلیم
متی اخرجت ذا کرم تخطی الیک ببعض اخلاق اللئیم

تو کسی قوم کو نقصان پہنچا کر پھر ان سے فائدے کی توقع بھی رکھے تو تو دانشمند نہیں ہے۔
احمق کی حماقت خواہ کتنی ہی کیوں نہ بڑھ جائے بردبار کے کینہ سے زیادہ نقصان دہ نہیں ہو سکتی۔
جب آپ کسی معزز آدمی کو پریشان کریں گے تو وہ کسی قدر بد اخلاقی کا مظاہرہ کر ہی دے گا۔

ابن رومی کہتا ہے۔

عدوک من صدیقک مستفاد فلاتستکثرن من الصحاب
فان الداء اکثر ماتراه یحول من الطعام اوالشراب
وماللجج الملاح بمرویات وتلقی الری فی النطف العذاب

تمہارا دشمن تمہارے دوستوں میں سے ہی بنتا ہے لہذا زیادہ دوست بنانے سے اجتناب کرو۔
آپ دیکھتے ہیں کہ اکثر بیماریاں کھانے پینے کی ہی بدلی ہوئی شکلیں ہوتی ہیں۔
نمکین سمندر کے سمندر بھی سیراب نہیں کر سکتے جبکہ میٹھے پانی کے چند گھونٹ بھی سیرابی کا باعث بن جاتے ہیں۔

متنبی کہتا ہے۔

انالفی زمن ترک القبیح به من اکثر الناس احسان واجمال
لولا المشقة ساد الناس کلهم الجود یفقر والاقدام قتال
وانما یبلغ الانسان طاقته ما کل ماشیة بالرحل شملال
ذکر الفتی عمره الثانی وحاجته ماقاته وفضول العیش اشغال

ہم اب ایسے زمانے میں ہیں کہ لوگوں کی اکثریت اگر صرف برائی کرنا چھوڑ دے تو اس کا احسان اور حسن اخلاق ہو گا۔
اگر محنت و مشقت نہ ہوتی تو تمام لوگ سردار بن جاتے۔ سخاوت غریب کر دیتی ہے اور آگے بڑھ کر حملہ کرنا قتل ہو جانے کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

ہر انسان (اپنے مقصد کے حصول کے لئے) پوری طاقت صرف کرتا ہے لیکن کجاوہ لے کر چلنے والی ہر سواری تیز رفتار سانڈنی نہیں ہوتی۔

انسان کی شہرت اس کی نئی عمر ہوتی ہے۔ اس کی ضرورت وہ ہے جو اس کی گزران کے لیے کافی ہو۔ فضول سامان زندگی تو محض مصروفیت ہے۔

معذرت خواہی اور مہربانی کی درخواست:۔

علی بن جہم متوکل سے معذرت چاہتے ہوئے کہتا ہے۔

عفا الله عنک الا حرمة تجود بعفوک ان ابعدا
لئن جل ذنب ولم اعتمد لانت اجل واعلٰی یدا
الم تر عبدا عدا طوره ومولٰی عفا ورشیدا هدی؟
ومفسد امر تلافیة فعاد فاصلح ما افسدا
اقلی اقالک من لم یزل یقیک ویصرف عنک الردی

خدا آپ سے درگزر فرمائے۔ اگر میں حد سے بڑھ جاؤں تو کیا کوئی صورت نہیں کہ آپ مجھ سے عفو و درگزر کریں گے۔

اگر میری خطا بڑی ہے جو میں نے عمداً کی بھی نہیں تو آپ کی ذات تو نہایت بڑی اور بلند ہے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ غلام اپنی حد سے نکل جاتا ہے لیکن آقا معاف کر دیتا ہے۔ اور عقلمند رہنمائی کرتا ہے؟

جو کام خراب کر بیٹھا تھا آپ نے اس کی تلافی کر دی پھر پلٹ کر اس نے اپنی خرابی کی اصلاح کر دی۔

آپ مجھ سے درگزر فرمائیں آپ سے وہ درگزر فرمائے گا جو ہمیشہ آپ کی حفاظت کرتا ہے اور آپ سے پریشانیوں کو دور کرتا ہے۔

بحتری کہتا ہے۔

فدیناک من ای خطب عری ونائبة اوشکت ان تنوبا
وان کان رایک قد خال فی واولیتنی بعد بشر قطوبا
اکذب نفسی بان قد سخطت وما کنت اعهد ظنی کذوبا
ولم تکن سا خطا لم اکن اذم الزمان واشکو خطوبا

ایصبح وردی فی ساحتیک طرقا و مرعای محلا جدیبا
وما کان سخطک الا الفراق افاض الدموع واشجی القلوبا
ولوکنت اعرف ذنبا لما کان خالجنی الشک فی ان اتوبا
ساصبر حتی الاقی رضاک اما بعیدا واما قریبا
اراقب رایک حتی یصح وانظر عطفک حتی یثوبا

ہر وہ مشکل جو سامنے آنے والی ہے یا ہر کوئی مصیبت جو در پیش ہونے والی ہے ہم اس میں آپ پر قربان ہو جائیں۔

اگر چہ میرے بارے میں آپ کی رائے غلط ہو گئی ہے خندہ پیشانی سے پیش آنے کے بعد آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔

میں آپ کی ناراضگی پر اپنے دل کو جھوٹا سمجھتا ہوں حالانکہ میں نے کبھی اپنے دل کو جھوٹا نہیں پایا۔

اگر آپ ناراض نہ ہوتے تو نہ میں زمانہ کی مذمت کرتا اور نہ پریشانیوں کا شکوہ کرتا۔

کیا آپ کے دل میں میری محبت اکارت جائے گی اور میری چراگاہ بنجر اور خشک ہو جائے گی۔

آپ کی ناراضگی کے نتیجہ میں ایسی جدائی ہو گی کہ آنسو رواں ہونگے اور دل رنجیدہ ہو گا۔

اگر مجھے اپنا قصور معلوم ہو جائے تو توبہ کرنے میں کسی قسم کی دیر نہیں کروں گا۔

میں آپ کی رضامندی حاصل ہونے تک صبر کا مظاہرہ کرتا رہوں گا خواہ آپ جلدی راضی ہو جائیں یا دیر سے۔

میں آپ کی موجودہ رائے کی صحت کا انتظار کرتا رہوں گا اور آپ کی مہربانی کے پلٹنے کا منتظر رہوں گا۔

سعید بن حمید کہتا ہے۔

لم آت ذنبا فان زعمت بان اتیت ذنبا فغیر معتمدا
قد تطرف الکف عین صاحبها فلا یری قطعها من الرشد

میں نے کوئی قصور نہیں کیا اگر آپ کے خیال میں میں نے کوئی گناہ کیا ہے تو وہ عمداً نہیں کیا ہو گا۔

کبھی آدمی کا ہاتھ (غلطی سے) اپنی آنکھ کو لگ ہی جاتا ہے تو اس کی سزا یہ تو مناسب نہیں

کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

جب سیف الدولہ نے بنی کلاب پر فتح کی تو متنبی اپنے قصیدہ میں سیف الدولہ سے اس قبیلہ کے متعلق نرمی کرنے کی درخواست کرتا ہے۔

طلبتهم على الامواء حتى تخوف ان تفتشه السحاب
يهز الجيش حولك جانبيه كما نفضت جناحيها العقاب
وكيف يتم باسك فى اناس تصيبهم فيولمك المصاب؟
ترفق ايها المولٰى عليهم فان الرفق بالجانى عتاب
وانهم عبيدك حيث كانوا اذا تدعو لحادثة اجابوا
وعين المخطئين هم وليسوا باول معشر خطئوا فتابوا
وما جهلت اياديک البوادى ولكن ربما خفى الصواب
وكم ذنب مولده دلال و كم بعد مولده اقتراب
وجرم جره سفهاء قوم وحل بغير جارمه العقاب

آپ نے انہیں عام پانی کے تمام مقامات پر تلاش کیا حتیٰ کہ بادلوں کو بھی اپنی تلاش کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

آپ کے ارد گرد لشکر کے دونوں اطراف اس طرح حرکت کرتے ہیں۔ جیسے عقاب اپنے پر جھاڑ رہا ہو۔

آپ ان لوگوں کو کس طرح پوری سزا دے سکتے ہیں۔ جن کو سزا دینے سے خود آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔

اے آقا! ان پر نرمی کیجئے کہ مجرم پر مہربانی کرنا بھی عتاب کا طریقہ ہے۔

وہ جہاں کہیں بھی ہوں گے۔ آپ کے ہی غلام ہیں آپ جب بھی انہیں کسی واقعہ کے وقت بلائیں گے یہ آپ کی پکار کا جواب دیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے خطا کی ہے لیکن یہ پہلے خطا کار نہیں ہیں جنہوں نے خطا کر کے توبہ کی ہے۔

اہل بادیہ آپ کے احسانات سے ناواقف نہیں ہیں بسا اوقات حق آنکھوں سے اوجھل بھی ہو جاتا ہے۔

بہت سے ایسے گناہ ہیں جو شوخی یا ناز کی وجہ سے کئے جاتے ہیں۔ اور بہت سی دوریاں ہیں جن کا مقصد قربت ہوتا ہے۔

بہت سے ایسے گناہ ہیں جو قوم کے ناداتوں سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان ناکردہ گناہوں کی سزا دوسرے لوگ برداشت کرتے ہیں۔

پانچویں فصل

مولد شعراء

دور جاہلیت میں شاعر مدافعت کی زبان' حقوق کا پاسبان اور قومی کارناموں کو دوام بخشنے والا ہوتا تھا۔ عہد اموی میں وہ دین کا داعی' حکومت کا ستون' اپنے مذہب کا مددگار اور اپنی پارٹی کا حمایتی ہوتا تھا۔ عباسی عہد میں خلیفہ کا ندیم' امیر کا ہم مجلس' شراب کا متوالہ اور عشق کا دیوانہ تھا۔ بغداد کے اکثر شعراء عہد عباسی کے ابتدائی دور میں محکوم قوموں سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے جبراً عربوں کی اطاعت کی تھی اور انہوں نے بظاہر اسلام قبول کیا تھا اور انہوں نے اخلاقیات پر فحاشی اور آوارگی کے حملے کیے اور لوگوں میں زندقیت اور دین کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کیے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے آزادی رائے جدید معانی نئے نئے خیالات' عمدہ اوصاف' نئے نئے مذاہب اور منقولہ ادبی سرمایہ کا بھی اضافہ کیا اس سلسلے میں مطیع بن ایاس' حماد عجرد' حسین بن ضحاک' بشار بن برد' والبہ بن حباب' ابونواس' مسلم بن ولید' ابان بن عبدالحمید' ابوالعتاہیہ' ابودلامہ' مروان بن ابی حفصہ' عباس بن احنف' علی بن جہم' دعبل الخزاعی اور عسکوک قابل ذکر ہیں۔

بغداد کے شعراء بشار و بن برد

پیدائش اور حالات زندگی:

بشار بن برد بن یر جوخ ولاء کے اعتبار سے عقیلی ہے۔ اس کی کنیت ابو معاذ اور لقب مرعث تھا۔ (کیونکہ اس کے کانوں میں ہروقت بندے پڑے رہتے تھے۔) اس کے باپ کا اصل وطن طخارستان تھا اور وہ مہلب بن ابی صفرہ کے قیدیوں میں سے تھا اس نے اسے بنی عقیل کی ایک عورت کو بطور تحفہ دے دیا تھا۔ اس نے اس سے شادی کرلی اور اس کی طرف منسوب ہو گیا۔ بشار بصرہ میں پیدا ہوا عقیل خاندان میں پرورش پائی وہ بصرہ کے خیمہ زن بادیہ نشینوں کے پاس آتا جاتا اور ان سے ربط و تعلق رکھتا تھا۔ حتیٰ کہ جب جوان ہوا تو اس کی زبان نہایت فصیح

اور بیان لکنت اور غلطیوں سے پاک تھا اس بناء پر یہ آخری شاعر ہے جن شعراء کے کلام کو اہل نحو قابل سند سمجھتے ہیں جب یہ پختہ عمر کا ہوا تو یہ بادشاہوں اور امراء کی مدح و ثناء کر کے نذرانوں پر زندگی گزارنے لگا۔ اگر یہ ہجو نہ کہتا۔ عورتوں سے تعرض نہ کرتا۔ تو یہ شاعری کے سایہ میں نہایت آسودہ اور خوشحال زندگی بسر کرتا لیکن شرم و حیاء کی چادر کو تار تار کرنے۔ دوشیزاؤں کی حفاظت اور پردہ نشینوں کی عزت محفوظ رکھنے کے لئے لوگ اس کو سزا دینے لگے اور اس کی موت کی آرزو کرنے لگے۔ مالک بن دینار کا کہنا تھا۔ کہ "اس بے دین اندھے کی شاعری سے زیادہ اس شہر والوں کو فسق و فجور میں مبتلا کرنے والی اور کوئی چیز نہیں ہے"

غیرت مند لوگوں کا ایک وفد مہدی کے پاس حاضر ہوا اور اسے اس کا ایک عشقیہ قصیدہ سنایا تو اس نے کہا "اس قسم کی شاعری دلوں کو کھینچتی اور مشکل کو آسان کر دیتی ہے" پھر اس نے بشار کو بلوایا اور اسے کہا "اگر آج کے بعد تو نے ایک بھی عشقیہ شعر کہا تو میں تجھے جان سے اڑا دوں گا" بعد ازاں جب بشار کوئی عشقیہ شعر کہنے لگتا تو اسے بادشاہ کی ڈانٹ اور دھمکی یاد آجاتی لیکن پھر بھی وہ عشقیہ اشعار اور عورتوں کا تذکرہ کر ہی جاتا۔

جب بشار نہ رکا اور اس کی عریاں گوئی حد سے تجاوز کر گئی اور لوگوں کی سرزنش اور مہدی کی تہدید اس پر کارگر نہ ہوئی تو دوبارہ ایک وفد مہدی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے متعلق تمام الزامات بیان کئے۔ اس ملاقات کے بعد بشار نے مہدی کی مدح میں ایک قصیدہ بھی کہا تو مہدی نے ناراضگی کی وجہ سے اسے انعام دینے کی بجائے سرزنش کی تو اس نے مہدی کی ہجو کہہ ڈالی جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

بنی امیة هبوا اطال نومكم ان الخليفة يعقوب بن داود
ضاعت خلا فتكم ياقوم فالتمسوا خليفة الله بين الزق والعود

اے بنو امیہ اٹھو تم بہت گہری نیند سوئے ہوئے ہو۔ بے شک خلیفہ یعقوب بن داؤد ہے۔
اے قوم تمہاری خلافت گم ہو چکی ہے۔ اسے تلاش کرو اللہ کا خلیفہ تمہیں شراب و مستی کی محفل میں ملے گا۔

جب خلیفہ کو یہ ہجو پہنچی تو اس نے سپاہی کو بلایا اور اسے کوڑے مارنے کا حکم دیا اس نے اتنے کوڑے مارے حتیٰ کہ بشار مر گیا۔ 167ھ کا واقعہ ہے اس وقت وہ ستر برس کے قریب تھا۔

اس کا حلیہ اور اخلاق وعادات:

بشار پیدائشی اندھا تھا۔ اس نے دنیا کو قطعاً نہیں دیکھا تھا لیکن اس کے باوجود وہ شاعری میں چیزوں کو ایک دوسری چیز کے ساتھ اس طرح تشبیہ دیتا کہ شاید نگاہ والے بھی ایسے تشبیہ نہ دے سکیں' مثلاً اس کا کہنا ہے۔

كان مثار النقع فوق روسنا واسيافنا ليل تهاوى كواكبه

اس جنگ میں ہمارے سروں پر چھانے والا گرد وغبار اور ہماری تلواریں ایسا سماں پیدا کرتی ہیں جیسے رات کی تاریکی میں تارے ٹوٹ رہے ہوں۔

بشار بھاری بھرکم' بہت لمبا' چیچک کے دانوں والا چہرہ' ابھری ہوئی آنکھیں جن پر سرخ گوشت چڑھا ہوا تھا نہایت بدشکل' اندھا اور بھیانک منظر تھا ایک دن اسے ایک عورت کہنے لگی۔ تیری اس قبیح صورت کے باوجود لوگ پتہ نہیں تجھ سے کیوں خوفزدہ ہیں؟ تو اس نے جواب دیا۔ شیر کا حسن لوگوں کو نہیں ڈراتا۔ ایک دفعہ ایک ادیب اس کے پاس آیا دیکھا تو وہ دروازے کی دہلیز پر ایسے سویا پڑا ہے جیسے بھینسا ہو تو اس نے کہا ابو معاذ یہ شعر کس کا ہے۔

ان في بردى جبسمانا حلا لو توكات عليه لانهدم

میرے ان کپڑوں کے اندر ایک لاغر جسم ہے (اے محبوبہ) اگر تو اس پر ٹیک لگائے تو وہ اتنے بار سے ہی یکدم گر جائے گا۔

اس نے کہا' میرا ہی شعر ہے پھر اس نے پوچھا یہ شعر کس کا ہے۔

في حلتي جسم فتي ناحل لو هبت الريح به طاحا

میرے لباس میں ایک نحیف ولاغر نوجوان کا جسم ہے اگر اس پر ہوا بھی چلے تو وہ اڑ جائے گا۔

بشار نے کہا یہ میرا ہی شعر ہے۔ تو اس ادیب نے کہا۔ کہ جناب کو یہ جھوٹ بولنے پر کس نے مجبور کیا تھا؟ خدا کی قسم میرا تو خیال ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ وہ طوفان ہوائیں اور آندھیاں چلا دے جنہوں نے پچھلی قوموں کو تباہ کیا تھا تو وہ بھی تجھے تیری جگہ سے نہ ہلا سکیں۔

بشار بڑا ذہین' حاضر جواب' حساس' بدزبان' آوارہ مزاج' منہ پھٹ تھا اس کی دینداری مشکوک تھی۔ تناسخ کا قائل تھا' آگ کو مٹی پر فوقیت دینے اور آدم کو سجدہ نہ کرنے پر ابلیس کی رائے کو صحیح کہتا تھا اپنے ایک شعر میں کہتا ہے۔

الأرض مظلمة والنار مشرقة والنار معبودة مذ كانت النار

زمین تاریک ہے اور آگ روشن ہے اور آگ جب سے پیدا ہوئی ہے وہ معبود ہی ہے۔

بشار جب اشعار پڑھنا چاہتا تو پہلے تالی بجاتا' کھنکھارتا اور دائیں بائیں تھوکتا پھر شعر پڑھتا۔

اس کی شاعری:۔

بشار نے دس برس کی عمر میں شاعری شروع کر دی تھی۔ ابھی یہ جوان ہی ہوا تھا کہ ہر جگہ اس کی شہرت ہو چکی تھی۔ اس نے جریر کا زمانہ پایا اور اس کی ہجو بھی کی اس کا اپنا کہنا ہے کہ میں نے جریر کی ہجو کی لیکن اس نے مجھے بچہ سمجھتے ہوئے اہمیت نہ دی اگر وہ مجھے جواب دیتا تو میں دنیا کا عظیم شاعر ہوتا یہ سب سے پہلا شاعر ہے جس نے ہجو سے اپنی شاعری کی ابتدا کی کیونکہ اس کے دور میں ہجویہ شاعری ہی چل رہی تھی۔ اس سے قبل شاعری کی جتنی اصناف جاری تھیں اس نے نہ صرف ان سب میں طبع آزمائی کی بلکہ ان میں کچھ اضافہ بھی کیا۔

شعرا اور نقاد کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ طبقہ مولدین کا سرگروہ فحش مذاقی اور رقت آمیز غزل گوئی میں ان کا امام ہے۔ اور یہ سب سے پہلا شاعر ہے جس نے بدویانہ بھاری بھرکم پن اور تمدنی نزاکت کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا اور اس کے اشعار قدیم و جدید شاعری کی حد اوسط ہے' مولدین شعراء میں اس کا وہی درجہ ہے جو جاہلی شعراء میں امرؤ القیس اور محدثین میں بارودی کا ہے۔

اس کی شاعری کو خامیوں سے پاک اور نامانوس الفاظ اور تعقید سے خالی ہونے کی بناء پر اصمعی اسے نابغہ اور اعشیٰ کے ہم پلہ قرار دیتا ہے۔ خود جاحظ نے تمام اصناف اشعار اور فنون کلام میں اس کی فوقیت کی گواہی دی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ بشار خطیب تھا۔ نظم و نثر میں ماہر تھا وہ طبع زاد' سجع اور رسائل میں کامل دسترس رکھتا تھا۔ وہ شاعری میں جدت طراز اور اصناف نظم میں طبع آزمائی کرنے والے اور شعر کی اکثر اجناس واقسام میں مہارت رکھنے والے شعراء میں سے تھا۔

بشار کی شاعری میں روانی اور کشش و جاذبیت کی بناء پر بصرہ کے نوجوانوں اور آوارہ مزاجوں میں اس کی شاعری بڑی مقبول ہوئی حتیٰ کہ عورتیں بھی اس کے فتنہ میں مبتلا ہو گئیں وہ بھی اس کے پاس جاتیں اور اس کی باتوں سے دل خوش کرتیں اور اسکے اشعار گاتیں۔ ان میں ایک "عبدہ" نامی کنیز تھی جس کو بشار نے اپنے شعروں میں مشہور کر دیا تھا حتیٰ کہ اس کے ساتھ اس کے قصے اور اشعار لوگوں میں بہت مشہور ہو چکے تھے۔

اس کی شاعری کے نقائص:

کسی محقق کے لئے اس کی شاعری سے قابل تنقید مواد بکمال اخذ کرنا ممکن نہیں کیونکہ اس کی شاعری مدون نہیں ہوئی اور اکثر حصہ زمانے کے ہاتھوں ضائع ہو گیا۔ اس کے بارہ ہزار قصیدوں میں سے صرف چند قصیدے ملے ہیں۔ وہ بھی کتابوں میں منتشر ہیں اور اتنی سی شاعری سے جو اس کے عیوب و نقائص سامنے آئے وہ یہ ہیں۔

1۔ وہ عشق بازی اور فحش گوئی میں حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔
2۔ ایسے الفاظ سے قافیہ بندی کرتا ہے جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔
3۔ کبھی کبھی وہ شوکت الفاظ اور سنجیدہ معانی سے رکیک معانی پر اتر آتا ہے۔

مثلاً وہ اپنی محبوبہ کے لئے کہتا ہے۔

ربابة ربة البيت تصب الخل في الزيت
لها عشر دجاجات وديک حسن الصوت

ربابہ گھر کی مالکہ ہے وہ زیتون کے تیل میں سرکہ ڈالتی ہے۔
اس کی دس مرغیاں ہیں اور ایک خوش آواز مرغ ہے۔

یا اس کے یہ اشعار ہیں۔

ان سلمى خلقت من قصب قصب السکر لا عظم الجمل
واذا ادنيت منها بصلا غلب المسک على ريح البصل

سلمی شکر کی بنی ہے۔ اونٹ کی ہڈی کی نہیں۔
اگر آپ پیاز کو اس کے قریب کریں گے تو کستوری سے بسی ہوئی مہک پیاز کی بو پر غالب آ جائے گی۔

لیکن معذرت کرتے ہوئے کہتا تھا کہ پہلی شاعری حالات کے تقاضوں سے مجبور ہو کر کی ہے اور دوسری شاعری بچپن کی یادگار ہے۔

اس کی شاعری کے نمونے:

اس کے عشقیہ اشعار

يزهدني في حب عبدة معشر قلوبهم فيها مخالفة قلبي
فقلت دعوا قلبي وما اختار وارضى فبالقلب لابالعين يبصر ذوالحب

کچھ لوگ عبدہ کی محبت میرے دل سے کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس سلسلہ میں ان کے دل میرے دل سے مختلف ہیں۔

میں نے ان سے کہا تم میرے دل کو کھلا چھوڑ دو کہ وہ جو اس کی مرضی اور پسند ہے اس پہ عمل کرے کیونکہ عاشق دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ نہ کہ سر کی آنکھوں سے۔

چند اشعار یہ ہیں۔

یاقوم اذنی لبعض الحی عاشقة والاذن تعشق قبل العین احیانا
قالوا بمن لاتری تهذی؟ فقلت لهم الاذن کا لعین توفی القلب ماکانا

اے لوگو! میرا کان محلہ میں کسی پر عاشق ہو گیا ہے۔ کبھی کبھی آنکھ سے پہلے کان بھی عاشق ہو جاتا ہے۔

لوگوں نے کہا جسے تو نے دیکھا ہی نہیں اس کے متعلق کیوں بے تکی ہانکتے ہو؟ میں نے انہیں کہا کان بھی آنکھ کی طرح دل کو حقیقت حال سے باخبر کرتا ہے۔

اور اس کے یہ اشعار۔

لم یطل لیلی ولکن لم انم ونفی عنی الکری طیف الم
نفسی یا عبد عنی واعلمی اننی یا عبد من لحم و دم
ان فی بردی جسمانا حلا لو توکات علیه لانهدم

رات لمبی نہیں ہوئی بات یہ ہے کہ مجھے نیند نہیں آئی بلکہ محبوب کے خواب نے مجھ سے نیند کو اڑا دیا۔

اے عبدہ! مجھ پر رحم کر۔ اور تجھے یہ معلوم ہونا چاہئے اے عبدہ میں بھی آخر گوشت او خون سے بنا ہوا انسان ہوں۔

میرے کپڑوں میں ایک ایسا لاغر جسم ہے کہ اگر تو اس پر ٹیک لگائے گی تو وہ اتنے بوجھ سے ہی دڑام سے گر جائے گا۔

اور اس کا مشہور شعر ہے۔

هل تعلمین وراء الحب منزلة تدنی الیک فان الحب اقصانی

کیا اس محبت سے آگے کوئی ایسا مقام ہے جو مجھے تیرے قریب کر دے گا اس محبت نے تو مجھے تجھ سے دور ہی کر دیا ہے۔

اور اس کا یہ شعر

انا واللہ اشتهی سحر عینیک واخشی مصارع العشاق

اللہ کی قسم' مجھے تیری آنکھوں کا جادو بہت پیارا لگتا ہے۔ لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں عاشقوں کی طرح اپنی جان کا نقصان نہ کر بیٹھوں۔

اس کے یہ اشعار جبریہ عقیدہ کی ترجمانی کرتے ہیں۔

طبعت علی مافی غیر مخیر هوای' ولو خیرت کنت المهذبا
ارید فلا اعطی اعطی ولم ارد وقصر علمی ان انال المغیبا

میں جن اخلاق پر پیدا ہوا ہوں۔ انہیں میں نے اپنی مرضی سے پسند نہیں کیا اگر مجھے اختیار ملتا تو میں مہذب ہوتا۔

جو میں چاہتا ہوں وہ مجھے ملتا نہیں اور جو مجھے ملتا ہے اسے میں نہیں چاہتا۔ غیبی امور تک پہنچنے سے میرا علم قاصر ہے۔

وصف و حماسہ میں اس کے چند اشعار

اذا الملک الجبار صعر خده مشینا الیه با السیوف نعاتبه
وارعن یغشی الشمس لون حدیده وتجسس ابصار الکماة کتائبه
تغص به الارض الفضاء اذا غدا تزاحم ارکان الجبال مناکبه
رکبنا له جهرا لکل مثقف وابیض تستسقی الدماء مضاربه
کان مثارا لنقع فوق روسنا واسیافنا لیل تهاوی کواکبه

جب کوئی جابر بادشاہ اکڑ کرتا ہے۔ تو ہم اس کے عتاب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اس کی طرف تلواریں لے کر چل پڑتے ہیں۔

اور وہ ہتھیاروں سے لیس لشکر جرار جس کے نیزوں اور آہنی ہتھیاروں سے سورج چھپ جاتا ہے۔ اور جس کے فوجی دستے بہادروں کی نگاہوں کو روک لیتے ہیں۔

جس کی کثرت سے وسیع زمین بھی تنگ ہو جاتی ہے۔ جب وہ لشکر حرکت میں آتا ہے تو اس کے کنارے پہاڑوں سے ٹکراتے ہیں۔

ہم ایسے لشکر جرار کے مقابلہ میں خون آشام تلواریں اور نیزے لے کر چڑھائی کرتے ہیں۔

اس جنگ میں ہمارے سروں پر چھانے والا گرد و غبار اور تلواریں ایسے لگتی ہیں جیسے تاریک رات میں تارے ٹوٹ رہے ہوں۔

ابو العتاھیہ

پیدائش اور حالات زندگی:-

اس کا نام اسماعیل بن قاسم بن سوید ہے' اس کی کنیت ابو اسحاق اور لقب ابو العتاھیہ تھا حجاز میں "عین التمر" نامی بستی میں پیدا ہوا کوفہ میں اپنے خاندانی پیشے میں پرورش پائی اس کا والد مٹکے بیچا کرتا تھا چنانچہ یہ بھی مٹکے بنانے اور بیچنے لگا انہیں ایک رسی میں باندھ کر پشت پر اٹھاتا اور کوفہ کے بازاروں میں آوازیں لگا لگا کر بیچتا تھا اس کے ساتھ ساتھ اسے شاعری کا شوق تھا اور ادب سے لگاؤ تھا چنانچہ بغیر کسی تک و دو کے موزوں شعر کہنے لگ گیا بعض دفعہ یہ کوئی بات کہتا جو کہ مقفی و مسجع ہوتی تو لوگ اسے نثر سمجھتے لیکن یہ اسے شعر ہی کہتا چلتے چلتے اس میں شاعری کا ملکہ پیدا ہو گیا اور یہ قابلیت پختہ ہو گئی حتیٰ کہ یہ اپنے متعلق کہتا تھا "اگر میں چاہوں کہ میں ہر بات شعر میں کہوں تو میں ایسا کر سکتا ہوں"۔

یہ بات کہ شاعری خداداد صلاحیت کا نام ہے۔ یہ اکتسابی ہنر نہیں ہے اس کی تائید اس کی شاعری سے ہوتی ہے۔ کہ علم عروض و قوافی سے قطعاً نابلد تھا اور اوزان سے اس کی طبیعت کو کوئی آشنائی نہیں تھی لیکن جب کوفہ کے نوجوانوں اور ادیبوں نے اسے سنا تو وہ اس کے آوے (ہنڈیا اور مٹکے بنانے والی بڑی ساری بھٹی) میں جانے لگے اس سے اشعار سننے کا مطالبہ کرتے یہ انہیں شعر سناتا پھر وہ مٹی کی ٹھیکریوں پر لکھنے لگے اس طرح ابو العتاھیہ اپنے آوے میں شاعری کے ٹھیکرے بھی تیار کرنے لگا۔ پھر کچھ ہی دیر بعد اس نے ایسے ایسے موتی بنائے جو بادشاہ اور امراء کے گلوں کا ہار بنے اور وہ لوگوں میں ضرب المثل بن گیا۔ یہ کمہار مٹی اور پانی سے نکل کر شعراء کی مجالس اور خلفاء کے دفاتر میں جانے لگا۔

مہدی کے دور خلافت کے ابتدائی ایام میں یہ علم و ادب کے مرکز بغداد میں آ گیا اور مہدی کی مدح میں اشعار کہے اور وہاں بڑی عزت پائی اور وہاں کی کنیزوں کے ساتھ میل جول کا موقع ملا تو ایک کنیز کو دل دے بیٹھا جس کا نام عتبہ تھا اس کی محبت میں بہت سے اشعار کہے حتیٰ کہ مہدی نے ارادہ کر لیا کہ یہ کنیز اسے دے دے لیکن اس کنیز نے اس سے نفرت کرتے ہوئے اس کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ پھر مہدی نے کثیر مال دے کر اس سے غافل کرنا چاہا یہ مال بھی لے لیتا لیکن اشعار میں اس کا ذکر نہ چھوڑتا حتیٰ کہ مہدی کے مدحیہ قصائد میں بھی اس کا تذکرہ کر دیتا کہتے ہیں۔ یہ اس لئے اس کا نام استعمال کرتا تھا تاکہ اس کی شہرت ہو جائے جب مہدی کا

انتقال ہو گیا اور ہادی خلیفہ بنا اور شاعر کے حالات بدل گئے اور اس نے عتبہ کا تذکرہ چھوڑ دیا اور زہد و ورع اختیار کر لیا۔ پھر اس نے متکلمین اور دیگر فرقوں کے مذاہب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ وہ ہر ایک مذہب کے متعلق مطالعہ کے لئے وقت صرف کرتا جب اس پر کسی طرف سے اعتراض سنتا تو اسے چھوڑ دیتا ابھی ہارون رشید کا دور حکومت نہیں آیا تھا کہ اس نے غزل گوئی سے بالکل کنارہ کشی کر لی اور اپنے اشعار کو زہد فی الدنیا اور تذکیر بالموت کے لئے وقف کر دیا پھر ایک وقت آیا کہ اس نے شعر کہنا بالکل ہی بند کر دیئے۔ رشید نے اسے مجبور کیا لیکن اس نے کہا نہ مانا اس نے اسے ساٹھ بید لگوائے۔ اور جیل میں ڈال دیا اور اس وقت تک نہ نکالا جب تک اس نے شاعری شروع نہ کر دی۔ اسے وہ سفر و حضر میں کبھی جدا نہ کرتا اس کا پچاس ہزار درہم وظیفہ مقرر کر دیا یہ ان انعامات کے علاوہ تھا جو اسے بادشاہوں اور امراء کی طرف سے ملتے تھے۔ پھر اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی گویے اس کے شعر گاتے اور زاہد لوگ انہیں بطور مناجات پڑھتے مختلف طبقوں کے لوگ اس کی شاعری پڑھنے لگے علماء اور راویوں نے اس کے اشعار کو جمع کرنے کا اہتمام کیا رشید' امین اور مامون کے اکثر ایام تک اس کی یہی حالت رہی تا آنکہ یہ 211ھ میں انتقال کر گیا۔

اس کا حلیہ اور اخلاق:

ابو العتاہیہ کا رنگ گورا۔ بال سیاہ گھنگھریالے جو کانوں تک لٹکتے تھے۔ اور خوش شکل تھا۔ شیریں زبان' متذبذب رائے' متلون مذہب' کمزور عقیدہ اور نظریات میں اضطراب کی وجہ سے عقیدہ کا کچا تھا۔ وافر مال اور آسودہ حالی کے باوجود وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے میں بہت کنجوسی کرتا تھا بعض لوگ اس پر قیامت کا منکر ہونے کا شبہ کرتے تھے۔ کیونکہ اس کی شاعری میں موت اور فنا کا ذکر تو ملتا ہے لیکن موت کے بعد اٹھنا اور حیات بعد الموت کا ذکر نہیں ملتا' الغرض اس شاعر کی زندگی کا مطالعہ کرنے والا اسے غیر مستقل مزاج غریب اخلاق والا اور اپنے نسب' محبت' علم اور عقیدہ میں متردد ہی پائے گا۔

اس کی شاعری:

یہ شاعر الفاظ کے بحر زخار' معانی کی نزاکت' الفاظ کی سہل پسندی' قلت تکلف اور نیرنگی مضامین میں کامل دسترس رکھتا تھا تاہم اس کی شاعری کا بیشتر حصہ معیار سے گرا ہوا ہے۔ اس کی

بہترین شاعری وہ ہے جو زہد اور امثال کے متعلق ہے۔ اصمعی کا کہنا ہے۔ ابو العتاہیہ کے اشعار کی مثال بادشاہ کے صحن کی سی ہے جہاں ہیرے جواہرات 'سونا' مٹی اور گٹھلیاں سبھی کچھ ملتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کیونکہ وہ بغیر سوچے سمجھے اور کانٹ چھانٹ کئے بغیر جو اشعار اس سے بنتے وہ انہیں کہہ دیتا۔ اس کے باوجود وہ بشار اور ابو نواس کی طرح مولدین کے طبقہ اولیٰ میں شمار ہوتا ہے۔ بلکہ ابو نواس تو اسے اپنے اوپر ترجیح دیتا تھا۔

ابو العتاہیہ کی شاعری کی مرکزی خوبیاں یہ ہیں۔ کہ اس میں تکلف کم اور الفاظ آسان ہیں حتیٰ کہ اس پر کبھی تو ابتذال کا گمان گزرتا ہے۔ اس کے جواز میں اس کی دلیل یہ تھی۔ کہ اس کا موضوع وعظ و نصیحت اور زہد وورع ہے یہ اسی صورت میں مفید ہے جب یہ عام لوگوں کی سمجھ میں آئے۔ یہی وہ شاعر ہے جس نے اپنے مابعد شعراء کے لئے پند و نصائح کے راستے ہموار کئے اور وہ اس کے بعد اس کی اقتدا میں چلے۔ اس نے شاعری کے مختلف موضوعات میں طبع آزمائی کی تاہم اس کا تفوق اور برتری حکم اور امثال کے نظم کرنے میں ہی ہے۔ اس کا ایک رجزیہ قصیدہ ہے جس میں اس نے چار ہزار ضرب الامثال جمع کر دی ہیں۔ غزل میں اس کے عمدہ اشعار وہی ہیں جو اس نے عتبہ کے بارہ میں کہے ہیں۔ مدح میں بہترین اشعار وہ ہیں جو مہدی اور رشید کی تعریف میں پڑھے ہجو سے تقریباً اس کی زبان محفوظ ہی رہی ہے تاہم اس کے اور عبداللہ بن معن کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا تھا کہ اسے ہجو میں زبان کھولنا پڑی پھر بھی اس نے فحش اور لغو شاعری سے گریز کیا مثلاً وہ ہجو میں کہتا ہے۔

فصغ	ما	كنت	حليت به	سيفك	خلخالا
وما	تصنع	بالسيف	اذ	الم تك	قتالا؟
ولو	مد	الى	اذنيه	كفيه	لما نالا
ارى	قومك	ابطالا	وقد	اصبحت	بطالا

جو تلوار کو تو نے اپنے ہاتھوں میں آراستہ کر رکھا ہے اسے نکال کر کنگن پہن لے۔
پھر تو تلوار سے کرے گا بھی کیا تجھے لڑنا تو آتا نہیں ہے؟
تیرے ہاتھوں کے چھوٹا ہونے کا عالم تو یہ ہے کہ یہ تیرے کانوں تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔
تیری قوم تو مجھے بہادر نظر آتی ہے۔ لیکن تو تو بالکل ہی گیدڑ ہے۔

اس کا موتیوں بھرا کلام:

وہ غزلیہ اشعار میں کہتا ہے۔

عینی علی عتبة مفعلة بدمعها المنسکب السائل
کانما من حسنها درة اخرجها الیهم الی الساحل
کان فی فیها و فی طرفها سواحرا اقبلن من بابل
بسطت کفی نحوکم سائلا ماذا تردون علی السائل؟
ان لم تنیلوه فقولوا له قولا جمیلا بدل النائل
لم یبق منی حبها ما خلا حشاشة فی بدن ناحل
یامن رای قبلی قتیلاِ بکی من شدة الوجد علی القاتل

میری آنکھ عتبہ کے فراق میں آنسوؤں کی لڑیاں اور جھڑیاں بہا رہی ہے۔
وہ اپنے حسن کی وجہ سے ان آبدار موتیوں کے مشابہ ہے جنہیں سمندر نے ابھی ابھی ساحل پہ پھینکا ہو۔
ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے اس کے منہ اور آنکھوں میں بابل کی جادوگرنیاں آ بیٹھی ہیں۔
میں نے سوالی بن کر تمہاری طرف سوال کا ہاتھ بڑھا دیا ہے۔ اب دیکھنا ہے تم سائل کی طرف کیا لوٹاتے ہو۔
اگر تم اس کی مطلوبہ حاجت پوری نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کو حوصلہ افزاء بات ہی کہہ دو۔
اس کی محبت نے میرے اس لاغر بدن میں بقیہ روح کے سوا کچھ بھی نہیں چھوڑا۔
اے لوگو! بتاؤ تم نے مجھ سے پہلے بھی کسی کو ایسے کرتے دیکھا ہے کہ شدت محبت کی وجہ سے اپنے قاتل کو رو رو کر اپنی جان دے رہا ہو۔

مہدی کی بیٹی کی وفات پر کہتا ہے۔

للجدیدین لا یبلی اختلافهما وکل غصن جدید فیهما بالی؟
یا من سلا عن حبیب بعد میتته کم بعد موتک ایضا عنک من سالی
کان کل نعیم انت ذائقه من لذة العیش یحکی لمعة الال
لاتلعبن بک الدنیا وانت تری ماشئت من عبر فیها وامثال
ماحیلة الموت الا کل صالحة او لا فما حیلة فیه لمحتال

ان دو نئی چیزوں سے بھی ان میں بوسیدگی نہیں آتی۔ حالانکہ ہر نئی شاخ ان دونوں کی گردشوں سے پرانی ہو جاتی ہے۔

اے وہ جو اپنے محبوب کی موت کے بعد اسے بھلا چکا ہے۔ تجھے یہ یاد رہنا چاہئے کہ تیرے مرنے کے بعد بھی لوگ تجھے اسی طرح بھول جائیں گے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دنیا کی ہر چیز میں جو لذت پائی جاتی ہے۔ اس کی حقیقت سراب کی سی ہے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کی ان عبرتوں اور مثالوں کو دیکھ کر تم حقائق سے غافل اور کھیل کود میں مشغول ہو جاؤ۔

موت کی پریشانیوں سے نجات دینے والا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ اور وہ ہے نیک اعمال اس کے علاوہ کوئی بھی چال موت کے مقابلہ میں کارگر ثابت نہیں ہو سکتی۔

جب رشید نے غزلیہ شاعری چھوڑنے پر اسے جیل میں قید کر دیا تو اس نے یہ اشعار کہے۔

تذکر امین الله حقی و حرمتی وما کنت تولینی لعلک تذکر
لیالی تدنی منک بالقرب مجلسی ووجھک من ماء البشاشة یقطر
فمن لی بالعین التی کنت مرة الی بھا فی سالف الدھر تنظر

اے رشید میری عزت و حرمت کا خیال کرو اور مجھ پر جو آپ نے اکرام و انعام کئے انہیں یاد کرو شاید آپ میرا مقام جان لیں

ان راتوں کو یاد کرو جب آپ مجھے محفل میں اپنے قریب جگہ دیتے تھے اور خوشی سے آپ کے چہرے پر بشاشت جھلکتی تھی۔

اب کون ہے جو آپ کی پرانی نظر کرم کو میرے لئے دوبارہ لا کر دے۔

رشید کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

لاتامن الموت فی طرف ولانفس ولو تسرت بالابواب والحرس
واعلم بان سھام الموت قاصدة لکل مدرع منا ومترس
ترجو النجاة ولم تسلک مسالکھا ان السفینة لاتجری علی الیبس

کسی لمحہ اور کسی سانس بھی موت سے غافل نہ ہو جانا' خواہ کتنے ہی دروازے اور محافظ تجھے اپنی حفاظت میں لئے ہوئے ہوں۔

اور تجھے یہ علم ہونا چاہئے کہ موت کے تیر ہر زرہ پوش اور ڈھال تھامے ہوئے کی طرف بڑھے آرہے ہیں۔

تو نجات کی امید تو رکھتا ہے لیکن اس کے راستے پر چلتا نہیں (کیا تجھے یہ نہیں علم کہ) کبھی خشکی پر بھی کشتی چلی ہے؟

اس کے چند اور اشعار ہیں۔

لدوا للموت وابنوا لخراب فکلکم یصیر الی ذھاب
الا یا موت لم ار منک بدا اتیت وما تحیف و ما تحابی
کانک قد ہجمت علی مشیبی کما ہجم المشیب علی الشباب

تم موت کے لئے اولاد پیدا کرو اور ویران ہونے کے لئے بلڈنگیں تعمیر کرتے رہو' یاد رکھو تم سب نے آخر فنا ہونا ہے۔

اے موت' تجھ سے کوئی بھاگ نہیں سکتا' تو آکر رہتی ہے نہ تو ترس کھاتی ہے نہ تو رعایت کرتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو میرے بڑھاپے پر اس طرح حملہ آور ہو رہی ہے جیسے بڑھاپا میری جوانی پر حملہ آور ہوا تھا۔

ابو نواس

پیدائش اور حالات زندگی:

حسن بن ھانی بن عبد الاول حکمی اس کی کنیت ابو نواس تھی ابو نواس کنیت رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ خلف الاحمر جس کو یمن سے ولاء کی نسبت تھی یہ ابو نواس کو بہت چاہنے والا تھا وہ اسے کہنے لگا کہ آپ یمن کے اشراف میں سے ہیں آپ اپنے نام کے شروع میں ذو لگائیں کیوں کہ یہ لوگ ایسے نام کو پسند کرتے ہیں پھر اس نے ان بادشاہوں کے نام گنائے اور کہنے لگا ذوجدن' ذویزن اور ذونواس 'تو اس نے ذونواس والی کنیت کو پسند کیا اس کی پہلی کنیت ابو علی تھی لیکن ابو نواس کنیت اس پر غالب آگئی یہ اہواز کی ایک بستی میں پیدا ہوا وہاں سے بصرہ منتقل ہو گیا وہیں نشو و نما پائی پھر وہاں سے بغداد آگیا وہیں فوت ہوا' اس کا باپ بنو امیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد کی فوج میں ملازم تھا' جب وہ فوت ہو گیا تو ابو نواس نے روزگار کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک عطار کے پاس کام کرنا شروع کر دیا لیکن اسے علم سیکھنے 'شعرو شاعری اور اخبار و واقعات کا بہت شوق تھا یہ اکثر علماء کی مجلسوں میں شامل ہوتا اور مشاعروں میں جاتا اور نظمیں سناتا۔

اس نے والبہ بن حباب کا شاعری میں بڑا چرچا سنا تو اس کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اس کی شاگردی اختیار کرے اتفاقاً اسی عطار کی دکان سے جہاں یہ کام کرتا تھا والبہ بن حباب شاعر کا گزر ہوا تو اس نے ابو نواس میں ذہانت و فطانت کے آثار دیکھے تو کہنے لگا مجھے تمہارے اند ر کچھ جوہر نظر آتے ہیں میرے خیال میں انہیں ضائع نہ کر بیٹھو' تم شاعری کرو گے میرے ساتھ آؤ میں تمہیں اس فن میں نکھار دوں گا' ابو نواس کہنے لگا آپ کون ہیں؟ تو اس نے کہا میرا نام والبہ بن حباب ہے تو ابو نواس کہنے لگا خدا کی قسم میں تو آپکی تلاش میں تھا میں نے پہلے ہی کوفہ جاکر آپ سے کچھ سیکھنے کا پروگرام بنایا تھا تو ابو نواس اس کے ساتھ چل دیا اور بغداد آگیا اس وقت اس کی عمر تیس سال سے زیادہ تھی' وہاں یہ شعراء کی مصاحبت میں رہا اور علماء کی مجالس میں حاضر ہوا حتی کہ اپنے دور کا بہترین' مضبوط علم والا اور مشہور ترین شاعر بن گیا' اس کی شہرت رشید تک پہنچ گئی تو اس نے اسے اپنی مدح کی اجازت دے دی چنانچہ اس نے اس کی مدح میں اشعار کہے اس کے ساتھ رہنے لگا اور اس کا مقرب بن گیا۔

ابو نواس کو شاہی تقرب پر اس حد تک ناز تھا کہ اس کے پاس سے بنو ہاشم' فوجی افسر اور انشاء پرداز گزرتے ہوئے اسے سلام کہتے تو یہ ٹیک لگائے ٹانگیں پھیلائے رکھتا اور کسی کے احترام کی خاطر اپنی جگہ سے ذرا بھر جنبش نہ کرتا' وہ صوبوں کے گورنروں کے پاس جاکر ان کی مدح کہتا ان ممدوحوں میں بصرہ کا گورنر خصیب بھی ہے ابو نواس نے اس کی مدح میں بہت سے قصیدے کہے جنہیں اہل عراق نے تو نہیں البتہ مصری راویوں نے بیان کیا ہے' پھر یہ وہاں سے محمد امین کے پاس چلا گیا اس کی مدح کی پھر اسی کا ہو رہا تا آنکہ اس سے کوئی جرم سرزد ہو گیا محمد امین کے پاس اس کے جرم کا ثبوت پیش کیا گیا اس نے سزا کے طور پر اسے جیل میں قید کر دیا ایک عرصہ تک یہ قید میں رہا پھر رہائی کے کچھ ہی عرصہ بعد یہ 199ھ میں بغداد میں فوت ہو گیا۔

اس کا حلیہ اور اخلاق:

ابو نواس خوبصورت' تیزدماغ' شیریں بیان' برجستہ گو' فصیح اللسان' شراب کا عادی' بہت ستھرا اور مزاحیہ تھا اس میں وہ تمام اوصاف پائے جاتے تھے جو بادشاہ کا مقرب و مصاحب بننے کے لئے ہونے چاہئیں۔ لیکن یہ دینی امور کے متعلق استخفاف برتتا تھا' شعراء کے ساتھ اس کے بہت مقابلے ہوئے اس کے مزاحیہ اشعار اس کے دیوان کے علاوہ الگ کتاب کی شکل میں بھی شائع ہو چکے ہیں اور اس کا پہلا حصہ قاہرہ میں چھپ چکا ہے لیکن ان اشعار نا شائستہ

حصہ من گھڑت اور بناوٹی ہے کیونکہ اس کی شاعری کا اکثر حصہ کھیل ' تفریح' شراب کی تعریف اور اس جیسے دیگر موضوعات پر مشتمل ہے جبکہ اس کے دیگر ہم عصر اور متاخرین شعراء میں ایسے موضوعات دکھائی نہیں دیتے اس لئے لوگوں نے جہاں بھی اس قسم کے ایسے اشعار دیکھے جن کے کہنے والے کے نام کا پتہ نہیں چلا تو اس شاعری کو اس کے نام سے منسوب کر دیا جنان نامی کنیز کے ساتھ اس کے عشق و محبت کے بہت سے قصے لوگوں کی زبانوں پر مشہور تھے۔

شاعری میں اس کا مقام:

ابو نواس لغت کا ماہر عربی اشعار و اخبار کا بہت بڑا راوی تھا حتیٰ کہ اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ اس نے اس وقت شعر کہنے شروع کئے تھے جب اسے مردوں کے علاوہ ساٹھ شاعرہ عورتوں کا شعری کلام حفظ ہو چکا تھا جاحظ نے اس کے متعلق کہا ہے "میں نے ابو نواس سے بڑھ کر لغت کا عالم اور فصیح لہجہ والا نہیں پایا اس کی کلام میں شیرینی اور وہ آورد سے خالی ہے" اس نے شاعری کی تمام اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن وہ فحش مزاح گوئی' صراحت الفاظ' اور اپنے ماحول کی عکاسی اور ترجمانی کرنے میں دیگر شعراء سے ممتاز تھا۔ شراب کے اوصاف تو وہ اس قدر احسن انداز میں بیان کرتا تھا کہ اگر اسے حسنین (حسن بصری اور ابن سیرین) سن لیتے تو وہ بھی زہد چھوڑ کر شراب نوشی شروع کر دیتے اس کے مدحیہ اشعار بہت کم ہیں ان میں سے اکثر رشید اور اس کے بیٹے امین کی مدح میں ہیں۔ ابو نواس کو لفظی اور معنوی اسلوب میں بشار ثانی شمار کیا جاتا ہے۔ اکثر جگہ پر یہ اسی کے نقش قدم پر چلا ہے۔ حتیٰ کہ جاحظ نے یہاں تک کہہ دیا ہے "بشار اور ابو نواس کا معنی ایک اور اشخاص دو ہیں۔ بشار نے ایسی طبیعت پائی کہ نہ تو اسے شعر کہنے میں وقت ہوتی ہے اور نہ ہی تھکن ہوتی ہے اور ابو نواس نے ایسی طبیعت پائی تھی کہ اس کی شاعری بلا اجازت دل تک اترتی جاتی ہے۔

ابو نواس شاعری کی کاٹ چھانٹ میں بہت مشہور تھا وہ قصیدہ کہہ کر رات بھر اسے چھوڑ دیتا دن کو اس پر نظر ثانی کرتا اور اس قصیدے کا اکثر حصہ حذف کر دیتا اور ان میں سے عمدہ اشعار پر اکتفا کرتا۔ اس بناء پر اس کے اکثر قصیدے چھوٹے ہیں۔ باوجود رقت آمیزی اور مزاح کے ان کے الفاظ وزنی اور ان کا اسلوب پر شوکت ہے اور اس میں مشکل الفاظ کی کثرت ہے اور اس نے شاعری میں بہت سی ایسی جدتیں پیدا کی ہیں۔ جنہیں عقل مندوں نے تو ناپسند کیا ہے البتہ شعراء نے لے لیا ہے۔ مثلاً آزادانہ فحش بیانی بے قید مزاح' غزل میں محبوبہ مونث کے اوصاف کو

بھی مذکر اوصاف کی شکل میں بیان کرتا' اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس شاعر نے جو یہ نیا انداز اپنایا ہے یہ ادب کی دنیا میں جرم ہے اور عربی شاعری کی تاریخ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:

شراب کے اوصاف میں کہتا ہے۔

مازلت استل روح الدن فی لطف واستقی دمه من جوف مجروح
حتی انثنیت ولی روحان فی جسدی والدن منطرح جسما بلا روح

میں پیار سے مے نوش کی روح آہستہ آہستہ نکالتا رہا اور اس کے زخمی پیٹ سے اس کا خوف چوستا رہا۔

حتیٰ کہ جب میں واپس پلٹا تو میرے ایک جسم میں دو روحیں آ گئیں اور مے نوش کا بلا روح جسم پڑا رہ گیا۔

مزید اشعار:

معتقة صاغ المزاج لراسها اکالیل درما لمنظومها سلک
جرت حرکات الدهر فوق سکونها فذابت کذوب التبراخلصه السبک
فقد خفیت من لطفها فکانها بقایا یقین کاد یذهبها الشک

پرانی شراب ہے۔ پانی کی ملاوٹ نے اس کے سر پر موتیوں (جھاگ) نے ایسا تاج پہنا دیا ہے جس میں لڑیوں کے بغیر موتی پروئے گئے ہیں۔

زمانہ کی حرکتیں اس کے سکون پر جاری ہیں اور وہ خالص بنائے ہوئے سونے کی طرح پگھل گئی ہے۔

وہ اپنی لطافت کی وجہ سے ہلکی ہوتی چلی جا رہی ہے جیسے وہ یقین کا بقیہ ہے جسے شک ختم کرنا چاہتا ہے۔

شرابی کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ومستطیل علی الصهباء باکرها' فی فتیة باصطباح الراح حذاق
فکل شیئی راه ظنه قدحا' وکل شخص راه ظنه الساقی

اور شراب کا عادی جو صبح و شام شراب نوشی کرنے میں ماہرین کے ساتھ مے نوشی کرتا ہے۔

وہ جس چیز کو بھی دیکھتا ہے اسے جام شراب سمجھ بیٹھتا ہے اور جس شخص کو بھی دیکھتا ہے

ساقی گمان کرتا ہے۔

جام کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ودار ندامی عطلوها وادلجوا بها اثر منهم جدید و دارس
مساحب من جر الزقاق علی الثری واضغاث ریحان جنی ویابس
حبست بها صحبی فجددت عهدهم وانی علی امثال تلک لحابس
تدار علینا الراح فی عسجدیة حبتها بالوان التصاویر فارس
قراراتها کسری وفی جنباتها مها تدریها بالقسی الفوارس
فللخمر مازرت علیه جیوبها وللماء ما دارت علیه القلانس

وہ شراب خانہ جسے رندوں نے ویران چھوڑ دیا اور رات کو وہاں سے کوچ کیا جس میں ابھی تک ان کے قدیم و جدید کے آثار باقی تھے۔

مثلاً زمین پر گھسیٹنے کے نشانات شراب کی مشکیں اور تازہ و خشک گلدستے وغیرہ۔

میں نے اس میکدہ پر پہنچ کر اپنے ساتھیوں کی یاد تازہ کرنے کے لئے اپنے دوستوں کو وہاں ٹھہرایا اس جیسی جگہوں پر میرا یہی طریقہ ہے۔

ہم پر سونے کے پیالوں میں شراب کا دور چلایا جا رہا تھا۔ جن پر ایرانیوں نے مختلف تصویروں کے نقش بنا رکھے تھے۔

اس کے پیندے پر کسریٰ کی تصویر ہے اور اس کی دیواروں پر نیل گائے کی ہے جسے شہسوار کمانوں سے تاک رہے ہیں۔

اس شراب کے لئے گریبان پھٹ گئے اور اس پانی کے لئے ٹوپیاں چل گئیں۔

جہالت کا انجام بتاتے ہوئے کہتا ہے۔

ولقد نهزت مع الغواة بدلوهم واسمت سرح اللهو حیث اسلموا
وبلغت ما بلغ امرو بشبابه فاذا عصارة کل ذالک اثام

میں نے بھی احمقوں کا مکمل ساتھ دیا اور میں نے بھی وہ گل کھلائے جو انہوں نے کھلائے۔

اور میں بھی جوانی کے اس جنون میں مبتلا ہوا جو جوانوں پر سوار ہوتا ہے۔ لیکن جب ہوش آیا تو پتہ چلا کہ برے کام کا انجام برا ہوتا ہے۔

امیر مصر خصیب کی مدح میں کہتا ہے۔

تقول التی من بیتها خف محملی عزیز علینا ان نراک تسیر

اما دون مصر للغنی متطلب بلی ان اسباب الغنی لکثیر
فقلت لها و استعجلتها بوادر جرت فجری فی اثرهن عبیر
دعنی اکثر حاسدیک برحلة الی بلد فیه الخصیب امیر
فتی یشتری حسن الثناء بماله ویعلم ان الدوائرات تدور
فما جازه جود ولاحل دونه ولکن یسیر الجود حیث یسیر

جب اس کے گھر سے میری سواری کوچ کرنے لگی تو وہ کہنے لگی۔ تمہارا ہم سے کوچ کرنا کتنا تکلیف دہ ہو گا۔

کیا مصر کے علاوہ کہیں بھی دولت کے حصول کے امکانات نہیں ہیں؟ کیوں نہیں بلکہ مال حاصل کرنے کے اور بھی بہت سے ذرائع اور اسباب ہیں۔

اس دوران بے تابی میں اس کے آنسو بہنے لگے تھے تو میں نے اسے جواب دیا۔

مجھے چھوڑ دے کہ میں اس علاقہ میں جاؤں جہاں امیر خصیب ہے کیوں کہ میرے وہاں جانے سے تیرے حاسدوں میں اور اضافہ ہو گا۔ (کیونکہ میں وہاں سے گرانقدر دولت لے کر پلٹوں گا)

ممدوح (خصیب) ایسا جواں مرد ہے جو اپنے مال کے بدلے دیرپا مدح و ثناء خرید لیتا ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ حالات بدلتے رہتے ہیں۔

ممدوح وہ شخص ہے کہ سخاوت نہ اس سے تجاوز کرتی ہے اور نہ اس سے پیچھے رہتی ہے بلکہ وہ جہاں جاتا ہے سخاوت بھی اس کے ساتھ چلتی ہے۔

دنیا کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

الاکل حی هالک وابن هالک وذونسب فی الهالکین عریق
اذا امتحن الدنیا لبیب تکشفت له من عدو فی ثیاب صدیق

خبردار' سنو: ہر زندہ خود بھی مرنے والا ہے اور جس کا بیٹا ہے وہ بھی مرنے والا ہے۔ اور جہاں اس کا نسب پہنچتا ہے وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں سے ہیں۔

جب کوئی عقلمند دنیا کو آزماتا ہے تو وہ دوست کے روپ میں دشمن بن کر اس کے سامنے آتی ہے۔

اس کے وہ اشعار جو لوگوں میں مشہور ہو چکے ہیں۔

اذود الطیر عن شجر قد بلوت المر من ثمره

میں اس درخت سے بھی پرندوں کو نہیں اڑاتا ہوں جس کے پھلوں کو میں نے تجربہ سے

کڑوا پایا ہے۔

اور یہ شعر بھی ہے۔

لیس علی الله بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

اللہ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں کہ وہ سارے جہاں کی خوبیاں ایک ہی شخص میں جمع کر دے۔

ایک یہ شعر بھی ہے۔

صار جدا ما مزحت به رب جد ساقه اللعب

جو تو نے مزاح کیا تھا وہ حقیقت بن گیا کتنے ہی ایسے سنجیدہ حقائق ہیں جو ہنسی ہنسی میں سامنے آجاتے ہیں۔

ابن رومی

پیدائش وحالات زندگی:

ابو الحسن علی بن عباس بن جریج جو عبید اللہ بن علی کا آزاد کردہ رومی نژاد غلام تھا۔ یہ بغداد میں پیدا ہوا وہیں نشو ونما پائی اور علم وادب حاصل کیا تا آنکہ شاعری میں غیر معمولی صلاحیت حاصل کر لی۔ پھر اکثر شعراء کی طرح اپنی زندگی حکام وامراء سے انعام واکرام مانگنے میں صرف کر دی۔ اس نے لوگوں کو اپنی زبان کی طاقت سے اپنے اعزاز واکرام پر مجبور کر لیا تھا۔ خواہ یہ مجبوری مدح کی رغبت کے سبب سے یا ہجو کے ڈر سے تھی۔

ابن رومی کی شاعری:۔

ابن رومی کی شاعری سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کھانے پینے کا بڑا شوقین تھا اور کھانے پینے کے متعلق اس کے بہت سے اشعار ملتے ہیں۔ اور وہ مبالغہ کی حد تک بدشگونی کا قائل تھا اور وہ اس سلسلہ میں یہ حدیث نبوی پیش کرتا تھا کہ "نبی اکرمؐ نیک فال (نیک شگونی) کو پسند اور بدشگونی کو ناپسند کرتے تھے" اور وہ یہ حدیث پیش کرتا تھا کہ ایک مرتبہ نبی اکرمؐ ایک اونٹنی سوار کے پاس سے گزرے وہ اپنی اونٹنی کو کہہ رہا تھا اے ملعون تو آپؐ نے فرمایا ہمارے ساتھ ملعون نہیں جائے گا۔ اور وہ حضرت علی کا یہ عمل پیش کرتا تھا کہ وہ اس وقت جنگ کے لئے تیار ہوتے

جب چاند برج عقرب میں ہوتا تھا اس کا خیال تھا کہ بدشگونی انسانی سرشت میں داخل ہے اور یہ بعض لوگوں میں بہت نمایاں ہوتی ہے اکثر لوگوں کو جب کوئی ناپسندیدہ واقعہ پیش آجائے تو وہ پکار اٹھتے ہیں۔ آج صبح سویرے کس کی شکل دیکھی تھی۔

علی بن مسیب کہتے ہیں 278ھ میں مہرجان (تہوار) والے دن ابن رومی ہمارے پاس آئے مجھے چند گانے والی کنیزیں انعام میں ملی تھیں ان میں ایک چھوٹی عمر کی تھی جو بھینگی تھی اور ایک بڑی عمر کی تھی جس کی آنکھ میں پھلی تھی ابن رومی نے اس سے بدشگونی لی لیکن مجھ پر ظاہر نہ ہونے دیا اور جوں توں باقی دن بھی گزارا۔ کچھ دیر بعد میری بیٹی چھت سے گر گئی اور قاسم بن عبید اللہ نے بھی اس سے بداخلاقی کا مظاہرہ کیا اور اس نے ان دو گانے والیوں کو اس کا سبب ٹھہرایا اور واپس جا کر مجھے اشعار لکھ بھیجے۔

ایھا المتحفی بحول و عور این کانت عنک الوجوہ الحسان؟
قد لعمری زکبت امرا مھینا ساء نی فیک ایھا الخلصان
فتحک المھرجان بالحول والعور ارانا ما اعقب المھرجان
کان من ذاک فقدک ابنتک الحرۃ مصبوغۃ بھا الاکفان
وتجافی مومل لی جلیل لج فیہ الجفاء والھجران

اے بھینگی اور کانی سے میری خاطر مدارات کرنے والے کیا تیرے پاس حسین چہرے نہیں تھے۔؟

میری جان کی قسم! اے میرے مخلص دوست تو نے یہ نازیبا حرکت کی اور مجھے تیری حرکت بالکل اچھی نہیں لگی۔

بھینگی اور کانی سے مہرجان کا افتتاح ہی ان ناخوشگوار واقعات کا سبب ہے جو مہرجان کے بعد دیکھنے پڑے۔

ان میں سے ایک تو تیری پیاری بیٹی کی موت ہے جس کا کفن خون سے رنگین ہو گیا۔
اور دوسرا میرے بڑے قابل اعتماد دوست کا بچھڑ جانا اور بے اعتنائی برتنا ہے۔

ابن رومی بدشگونی کو جاننے میں اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ جب اس کے کانوں میں صبح سویرے کوئی ناپسندیدہ بات پڑ جاتی تو وہ ان دنوں گھر سے باہر ہی نہیں نکلتا تھا۔ اخفش کے ساتھ اس کے عجیب و غریب قصے مشہور ہیں۔ یہ شاعر نہایت سخت اور تکلیف دہ ہجو کہتا تھا حتی کہ وزیر و کبیر بھی اس کی ہجو سے خوفزدہ رہتا تھا۔ وہ یقین نہیں کرتا تھا کہ وہ اس کی ہجو یہ زبان سے محفوظ رہ سکے گا۔ یہ وزیر بھی بڑا شریر اور خونخوار تھا۔ اس نے ایک مرتبہ ابن رومی کی دعوت میں اس

کے کھانے میں زہر ملا دیا جب ابن رومی کو زہر کا احساس ہوا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا وزیر نے کہا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا وہاں جہاں تو مجھے بھیج رہا ہے تو اس نے کہا میرے والد کو سلام کہنا تو اس نے فوراً جواب دیا جہنم سے میرا گزر نہیں ہو گا۔ پھر وہ اپنے گھر چلا گیا اور کچھ دن بیمار رہا جہاں حکیم اس کے علاج کے لئے آتا رہتا تھا اس کا خیال تھا کہ حکیم نے بعض غلط دوائیں دے دی ہیں جب وہ دم توڑ رہا تھا تو نفطویہ نحوی کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے۔

غلط الطبیب علی غلطة مورد عجزت موارده عن الاصدار
والناس یلحون الطبیب وانما غلط الطبیب اصابة الاقدار

حکیم نے مجھ پر ایسے شخص کی سی غلطی کی ہے جو ایسی جگہ پہنچا دے جہاں سے واپسی کی راہیں مسدود ہو جائیں۔

لوگ حکیم کو ملامت کرتے ہیں حالانکہ حکیم نے جو غلطی کی ہے وہ تقدیر کو اس کی ٹھیک جگہ پر پہنچانے کے لئے کی ہے۔

اس کی شاعری:۔

کچھ لوگ ابن رومی کی قومیت کی وجہ سے کمتر سمجھتے ہیں۔ اس بناء پر اس کی شاعری کا رتبہ کم کرتے ہیں جیسا کہ اس کے اشعار سے پتہ چلتا ہے۔

کم عائب کل شیئی وکل ما فیه عیب؟
قد تحسن الروم شعرا ما احسنته العریب
یا منکر المجد فیهم الیس منهم صهیب

کتنے ہی لوگ ہیں جو ہر چیز میں عیب نکالتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز میں عیب ہی عیب ہے۔

کبھی کبھی رومی اتنا اچھا شعر کہہ جاتا ہے عرب لوگ اس طرح کا شعر نہیں کہہ سکتے۔

اے رومیوں کی فضیلت کا انکار کرنے والے کیا صہیب رومی ان میں سے نہیں تھا؟

درحقیقت اس کی قومیت کا ہی اس کی غیر معمولی صلاحیت پر نمایاں اثر ہے' چنانچہ اس میں آریائی اقوام کی فکری گہرائی' سامی اقوام کی تخیلی برتری ایک ساتھ تھی اور وہ رومیوں کی نزاکت تصور اور عربوں کی قوت عکاسی کا مجموعہ تھا اسی طرح تخلیق معانی اور کامل مہارت نے اسے ممتاز کر دیا اس نے اس میں کسی کے لئے باقی کچھ نہ چھوڑا یہی وجہ ہے کہ اس کے قصائد لمبے

ہونے کے باوجود تکرار اور نقائص سے خالی ہیں۔ ہمیں ایسے شاعر بہت کم ملتے ہیں جن کے قصائد لمبے بھی ہوں اور ان خامیوں سے پاک بھی ہوں اور قوت و حسن میں ہم آہنگی لئے ہوئے ہوں۔ کسی چیز کے وصف بیان کرنے اور اس کو تشبیہہ دینے میں ابن رومی کو تفوق حاصل تھا۔ ابن رومی کو اپنی درشت طبیعت اور کج خلقی کے باعث دوستوں کی جفاؤں اور بڑوں کے اعراض سے واسطہ پڑا رہتا تھا اسی وجہ سے اسے عتاب اور ہجو کے موضوع پر باکمال صلاحیت حاصل ہو گئی تھی۔ اس لحاظ سے وہ ابو تمام اور بحتری کے درجہ کا شاعر ہے بلکہ کبھی کبھی تو ان سے بھی بازی لے جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے شاعری کی ہر مشہور صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ (بلکہ اس پر اس قدر اضافہ کیا ہے کہ اگر اسے دس شاعروں پر تقسیم کر دیا جائے تو ان میں سے ہر ایک کو چوٹی کا شاعر بنا دے۔

اس کے باوجود وہ کبھی کبھی معانی و مضمون کی صحت کے پیش نظر بلندی سے نیچے اتر کر گھٹیا اور کرخت الفاظ بھی استعمال کر جاتا ہے۔ اگر وہ عبداللہ بن معتز کی طرح شاہانہ مزاجی میں پرورش پاتا تو تشبیہہ اور لطائف کے موضوع پر ابن رومی کے ساتھ ابن معتز کا ذکر نہ کیا جاتا کیونکہ شاعری کی رو سے ابن رومی اس سے کہیں بڑھ کر ہے تاہم تشبیہات میں اس کی معلومات بادشاہوں کی معلومات سے کمتر ہیں اس کے کسی ہم عصر نے اسے کوستے ہوئے کہا کہ تو ابن المعتز کی طرح تشبیہات کیوں نہیں لاتا؟ اس نے کہا مجھے اس کے کچھ ایسے شعر تو سناؤ جس کی مثال پیش کرنے سے میں قاصر ہوں' تو اس نے ہلال کے متعلق ابن المعتز کا شعر سنایا۔

انظر الیه کزورق من فضة قد اثقلته حمولة من عنبر

ذرا ہلال (چاند) کو دیکھو ایسے دکھائی دیتا ہے جیسے چاندی کی ایک چھوٹی سی کشتی ہے جسے عنبر کے بوجھ نے بوجھل کر دیا ہے۔

اس نے کہا کچھ اور سناؤ تو اس آذریون (زرد رنگ کا پھول جس کے درمیان میں سیاہ نازک سا رواں ہوتا ہے) کے متعلق ابن المعتز کے اشعار سنائے۔

كان آذر يونها غب سماء هامية
مداهن من ذهب فيها بقايا غالية

تیز بارش کے بعد اس باغ کے آذریوں کے پھول ایسے معلوم ہو رہے ہیں۔
جیسے سونے کی تیل رکھنے والی کٹوریا جس کی تہہ میں خوشبودار مسالہ کا گاد جیٹھا ہوا ہو۔

تو وہ بے ساختہ چلایا' ہائے میرے خدایا' خدا تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت اور ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا' یہ تو اپنے گھر کی چیزوں سے تشبیہہ دے رہا ہے۔ کیونکہ یہ خلیفہ کا بیٹا ہے

میں کس چیز کا وصف بیان کر سکتا ہوں؟ لیکن میرا مقابلہ کرنے کے لئے میرے جیسے لوگ سامنے لاؤ پھر دیکھو میں کیا کہتا ہوں کیا قوس قزح کے بارے میں کسی نے میرے جیسی تشبیہہ دی ہے؟

وقد نشرت ایدی الجنوب مطارفا من الجود کنا والحواشی علی الارض
یطرزها قوس السحاب باخضر علی احمر فی اصفر اثر مبیض
کاذیال خود اقبلت فی غلائل مصبغة والبعض اقصر من بعض

جنوبی ہوا نے فضا میں سخاوت کی سرخ چادریں (بدلیاں) پھیلا دی ہیں جن کے کنارے زمین پر لوٹ رہے ہیں قوس قزح نے انہیں سبز' سرخ' زرد اور سفید رنگوں سے منقش کر رکھا ہے۔

یہ اس دوشیزہ کے دامنوں کی طرح ہے جو مختلف رنگوں کے لباس میں ملبوس ہے اور اس کا ہر رنگ دوسرے رنگ سے چھوٹا ہے۔

اور نانبائی کے بارے میں میرے اشعار سنے ہیں؟

ماآنس لا آنس خبازا مررت به' یدحو الرقاقة مثل اللمح للبصر
مابین رویتها فی کفة کرة' وبین رویتها قوراء کالقمر
الا بمقدار ماتنداح دائرة' فی لحجة بالماء فیه بالحجر

جن چیزوں کو میں کبھی نہیں بھلا سکتا ان میں سے ایک وہ چپاتی پکانے والا ہے۔ جس کے پاس سے میرا گزر ہوا تھا وہ آنکھ جھپکنے کے بقدر چپاتی پکا لیتا تھا۔

اسے چاند کی طرح گول ہاتھ سے پیڑا بنانے میں فقط اتنی دیر لگتی تھی۔

جتنی دیر پانی میں پھینکے ہوئے پتھر سے دائرہ بننے میں لگتی ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:

اس کے وہ اشعار جن کے متعلق اس کا دعویٰ ہے کہ اس طرح کا مضمون اس سے قبل کسی نے نہیں باندھا۔

آراوکم ووجوهکم و سیوفکم فی الحادثات اذا دجون نجوم
منها معالم للهدی' و مصابح تجلو الدجی' والاخریات رجوم

تمہاری آراء تمہاری شکلیں اور تمہاری تلواریں تاریک حادثات میں تاروں کا کام دیتی ہیں۔

جن میں سے کچھ تو نشانات راہ ہیں۔ کچھ تاریکی ختم کرنے والے چراغ ہیں اور باقی

شیاطین کے مارنے والے والے گرنیڈ ہیں۔

اس کے طبع زاد معانی۔

واذا امرو مدح امرا لنواله واطال فيه فقد اراد هجاءه
لو لم يقدر فيه بعد المستقى عندالورود لما اطال رشاءه

جب کوئی شخص کسی سے سوال کا مطالبہ کرے اور ساتھ اس کی لمبی چوڑی مدح کرنے لگے تو در حقیقت اس نے اس کی ہجو کی ہے۔

کیونکہ اگر وہ اس پانی کو بہت گہرا نہ سمجھتا تو اتنی لمبی رسی نہ ڈالتا۔

اور اس کے مزید اشعار

تو ددت حتى لم اجد متوددا وافنيت اقلامى عتاباً مرددا
كانى استدنى بك ابن حنية اذا النزع ادناه من الصدر ابعدا

میں نے تجھ سے انتہائی محبت و مودت کا اظہار کیا اور بار بار عتاب بھری عبارت لکھ اپنے قلم توڑ ڈالے۔

لگتا ہے تیری مثال کمان کی سی ہے اسے جس قدر کھینچ کر سینے کے قریب لاؤ وہ اتنا ہی تیزی سے دور نکل جاتا ہے۔

جوانی کے بارے میں اس کا انوکھا تخیل ملاحظہ کریں۔

رايت سواد الراس واللهو تحته كليل وحلم بات رائيه ينعم
فلما اضمحل الليل زال نعيمه فلم يبق الا عهده المتوهم

میں نے جوانی کا زمانہ دیکھا جب سر پر سیاہ بال اور دل میں جوانی کی مستیاں ایسی تھیں جیسے رات کو خواب دیکھنے والا مرنے کا خواب دیکھ رہا ہو۔

جب رات ختم ہو جاتی ہے تو تمام مزے بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ تو وہ زمانہ ایک تخیل بن جاتا ہے۔

ابن المعتز:

پیدائش اور حالات زندگی:

ابو العباس عبداللہ خلیفہ معتز باللہ کا بیٹا ہے یہ بادشاہ کے گھر اور خلافت کے مستقر میں پیدا

ہوا خوشحالی اور احترام و اعزاز میں پرورش پانے کی وجہ سے یہ شریف النفس نزاکت حس اور جمالیات کا کامل شعور اور ادب و موسیقی سے لگاؤ رکھنے والا تھا اپنے زمانہ میں مبرد اور ثعلب جیسے اساتذہ ادب سے علم و ادب سیکھا اور بیشتر علوم نقلیہ و عقلیہ میں مہارت حاصل کی ادبی اور مجلسی سرگرمیوں نیز لہو و لعب نے اسے محلات کی سازشوں اور خلافت کے لالچ سے دور رکھا جیسا کہ اس نے اپنے بارے میں خود ہی بتایا ہے۔

قلیل هموم القلب الا للذة ینعم نفسا آذنت بالتنقل
فان تطلبه تقتنظه بحانة والا ببستان وکرم مظلل
ولست تراه سائلا عن خلیفة ولا قائلا من یعزلون ومن یلی
ولاصائحا کالعیر فی یوم للذة یناظر فی تفضیل عثمان اوعلی

دل کے غموں سے آزاد صرف ایک لذت کا خیال کرنے والا جس سے دل کو خوش رکھا جائے وہ نفس جو دنیا سے جانے کی تیاری میں ہے۔

اگر تمہیں اس کی تلاش ہے تو تم اسے مے کدے میں پکڑ سکتے ہو ورنہ وہ باغ اور سایہ دار انگور کی بیل تلے ملے گا۔

تم اسے کبھی خلیفہ کے متعلق یہ دریافت کرتے ہوئے نہیں سنو گے اور نہ ہی یہ کہتے ہوئے کہ کون برطرف کیا اور کون برسراقتدار آیا ہے۔

اور نہ ہی گدھے جیسے بے ہنگم آوازیں نکال کر حضرت علی و عثمان رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں مناظرہ کر کے فضا کو مکدر کرتا ہے۔

تاہم اس کی حامی پارٹی نے جب مقتدر کمزور ہو گیا اور ممالیک کا استبداد اور سوء تدبیر دیکھی تو انہوں نے اسے سبکدوش کر کے ابن معتز کی بیعت کرلی یہ صرف چوبیس گھنٹے خلافت کے تخت پر قابض رہ سکا کیونکہ مقتدر کے حمایتیوں نے اس کی حکومت کو خوشی سے قبول نہ کیا تھا انہوں نے الگ جماعت بنائی اور ابن معتز کے حامیوں سے لڑائی کی اور انہیں منتشر کر دیا خلیفہ شاعر ابن المعتز جصاص جوہری کے گھر پناہ گزیں ہوا لیکن مخالفین گھر میں گھس گئے اور اسے گرفتار کر لیا اور مقتدر نے اسے اپنے خادم مونس کے حوالے کر دیا جس نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور چادر میں لپیٹ کر اس کی لاش وارثوں کے سپرد کر دی۔

اس کی شاعری:

ابن معتز کی شاعری میں اس کی شاہانہ پرورش کا نمایاں اثر ہے وہ اپنی شاعری میں نازک الفاظ' آسان عبارت اور صاف اسلوب اپناتا ہے۔ کیونکہ اس کی طبیعت نازک' اس کے اخلاق نرم اور اس کی فکر اور سوچ پاک صاف ہے اور وہ استعاروں میں کمال' تشبیہوں میں عمدگی' وصف میں متانت' احساس میں نزاکت اور شعور میں لطافت رکھتا ہے اس کا ذہن جمالیاتی مناظر' انوکھے افکار' اور تمدنی جاہ و جلال سے مرقع ہے چونکہ وہ اپنے آپ کو خوش رکھنے اور اپنے احساسات کی ترجمانی کرنے کے لئے شاعری کرتا تھا اس بناء پر وہ جھوٹی مدح اور دناءت پر مبنی ہجو سے بچا ہوا تھا اس کی شاعری کے موضوعات فطرت کی عکاسی دوستوں کی مجالس' شکار کے واقعات اور دوستوں سے مراسلات ہیں۔ خوبصورت ساخت اور قلت تکلف پر مبنی بدیع سے اسے بڑا لگاؤ تھا۔ اس کی نثر بھی اسلوب کی پاکیزگی الفاظ کی عمدگی اور تخیل کی نزاکت میں اس کی شاعری سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

اس کی تصانیف:

ابن معتز کی ایک تصنیف "کتاب البدیع" اس فن میں اس کی پہلی تصنیف ہے جس میں اس نے اس فن کی سترہ اقسام ذکر کی ہیں۔ دیگر کتابیں یہ ہیں۔ **مکاتبات الاخوان بالشعر' الجوارح والصید' اشعار الملوک طبقات الشعراء' الزهروالریاض** اور دوسری کئی تصنیفات ہیں جن میں سے اکثر ناپید ہیں اس کا دیوان دو حصوں میں مصر میں شائع ہوا ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:-

کن جاهلا او فتجاهل تفز للجهل فی ذا الدهر جاه عریض
والعقل محروم یری ما یری کما تری الوارث عین المریض

اگر کامیاب ہونا ہے تو جاہل بن جاؤ یا پھر تجاہل سے کام لو کیونکہ اس دور میں جہالت کی بڑی قدر و منزلت ہے۔

عقل یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی محروم رہتی ہے جس طرح مریض کی آنکھ وارث کو

دیکھ رہی ہوتی ہے۔

چند مزید اشعار:—

اقتلا همی بصرف عقار واتر کالدهر فما شاء کانا
ان للمکروه لذعة هم فاذا دام علی المرء هانا

خالص شراب پلا کر میرے رنج و غم کو دور کردو اور زمانے کا خیال چھوڑ دو جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔
ناپسندیدہ چیز ہمیشہ انسان کو پریشان رکھتی ہے اور جب یہ پریشانیاں مستقل ہو جائیں تو وہ آسان ہو جاتی ہیں۔
قبرستان کے متعلق کہتا ہے۔

وسکان دار لاتزاور بینهم علی قرب بعض فی المحلة من بعض
کان خواتیها من الطین فوقهم فلیس لهم حتی القیامة من فض

اور ایسی بستی کے باسی جن کی رہائش گاہیں ایک دوسرے کے قریب ہیں لیکن ان کا آپس میں میل جول اور ربط و تعلق نہیں۔
ایسے دکھائی دیتا ہے جیسے ان پر مٹی کی مہریں لگا دی گئی ہیں۔ اور قیامت تک ان مہروں کو کوئی نہیں کھول سکتا۔
ذیل میں ہم اس کی مشہور موشح درج کرتے ہیں ہمیں یہ علم نہیں کہ یہ اس کی طبع زاد ہے یا اندلسیوں کی اتباع تھی۔

ایها الساقی الیک المشتکی قد دعوناک وان لم تسمع
و ندیم همت فی غرته وبشرب الراح من راحته
کلما استیقظ من سکرته
جذب الکاس الیه والکی وسقا لی اربعا فی اربع

ساقی! تجھی سے شکوہ ہے، ہم نے تجھے ہی آواز دی ہے تو سنے۔
یا نہ سنے وہ ندیم جس کے حسن نے مجھے آپے سے باہر کر دیا ہے۔ اور جس کے ہاتھ کی شراب پی کر میں مست ہو گیا ہوں۔
اور جب وہ اپنے نشہ سے ہوش میں آتا ہے تو جام اٹھا کر میری طرف بڑھاتا ہے اور پھر مجھے جام پہ جام پلاتا ہے۔

ما لعيني عشيت بالنظر
انكرت بعدک ضوء القمر
واذا ما شئت فاسمع خبري

عشيت عيناي طول البكا وبكى بعض على بعضى معى

میری آنکھ دیکھنے سے کیوں چندھیا جاتی ہے۔ تیرے بعد تو اسے چاند کی روشنی بھی اچھی نہیں لگتی۔ اگر تو چاہے تو میری خبر سن لے۔

میری آنکھ مسلسل رونے کی وجہ سے کمزور ہو گئی ہے اور میری حالت پر میرے بدن کے اعضاء بھی ماتم کر رہے ہیں۔

غصن بان مال من حيث التوى
مات من يهواه من فرط الجوى
خفق الاحشاء موهون القوى

كلما فكر في البين بكى ويحه! يبكى لما لم يقع

بید کی شاخ جہاں سے جھکی وہیں سے مڑ گئی۔ جس نے اسے چاہا سوز محبت کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ باریک کمر والا۔ کمزور' اعضاء والا۔

جب بھی وہ جدائی کا خیال کرتا ہے رو پڑتا ہے اس پہ افسوس ہے اس پر رو رہا ہے جس کا ابھی وجود بھی سامنے نہیں آیا۔

ليس لي صبر ولا لي جلد
يا لقومي عذلوا واجتهدوا
انكروا شكواى مما اجد

مثل حالي حقه ان يشتكي؟ كمد الياس وذل الطمع

مجھ میں نہ صبر کی ہمت ہے نہ قوت برداشت ہے۔ اے میری قوم مجھے خوب ملامت کرو اور جو میں تکلیف پا رہا ہوں اس پر میرے گلے شکوے کو برا مانتے رہو۔

لیکن میرے جیسی حالت والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ناامیدی کی گھٹن اور آرزو کے ہاتھوں بے بس ہو جانے کا شکوہ کرے۔

كبد حرىٰ ودمع يكف
يذرف العين ولا ينذرف
ايها المعرض عما اصف؟

قد نما حبک بقلبی وزکا لاتقل فی الحب انی مدعی

جگر پر سوز ہے اور آنسو رواں ہیں۔ آنکھ سے آنسو چھلکتے ہیں لیکن ٹپکتے نہیں اے میری حالت سے اعراض برتنے والے

تیری محبت میرے دل میں رچ بس گئی ہے اور میری محبت کے متعلق یہ کہنا مناسب نہیں کہ میں صرف محبت کا دعویٰ ہی کرتا ہوں۔

شریف رضی

پیدائش اور حالات زندگی:

ابوالحسن محمد بن حسین موسوی بغداد میں پیدا ہوا۔ اپنے والد کی زیر نگرانی تربیت پائی۔ بچپن میں علم سیکھنے لگا جلد ہی فقہ اور فرائض کا عالم بن گیا اور علم وادب میں فائق ہو گیا اس کی عمر ابھی دس برس کی نہ ہوئی تھی کہ شعر کہنے شروع کر دیئے جب یہ انیس سال کا ہوا تو 388ھ میں اس نے طالبین کی نقابت میں اپنے باپ کی جانشینی کی پھر نقابت کے ساتھ ساتھ دیگر تمام اعمال بھی جو اس کا والد سرانجام دیتا تھا اس کے سپرد کر دیئے گئے اور وہ تھے مقدمات کا فیصلہ کرنا اور لوگوں کو حج کی سہولتیں فراہم کرنا۔

ایک عرصہ یہ اپنی ذمہ داریاں باحسن سرانجام دیتا رہا حتیٰ کہ جب اس پر یہ الزام لگا کہ یہ مصر کے فاطمی علویوں کی طرف میلان رکھتا ہے تو خلیفہ القادر نے اسے معزول کر دیا تو یہ قناعت پسند شریف آدمی کی طرح باقی زندگی بسر کرتا رہا تا آنکہ یہ 404ھ محرم میں فوت ہو گیا اور اسے کوخ میں اس کے گھر میں دفن کر دیا گیا۔

اس کا حلیہ اور اخلاق:

شریف بڑا خوددار اور عالی ہمت شخص تھا اس کی عزیمت ہمیشہ اسے بلند کاموں کی طرف ہی لے کر گئی لیکن زمانے نے اس کی مدد نہ کی یہ نہایت عفیف تھا کسی کا انعام یا صلہ قبول نہیں کرتا تھا عفت میں یہ اس حد تک سخت تھا کہ بادشاہوں اور امراء کی طرف سے اس کے باپ کو جو وظیفے اور انعامات ملتے آ رہے تھے اس نے وہ بھی واپس کر دیئے بنو بویہ نے اسے عطیات دینے پر بہت زور دیا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

اس کی شاعری:

شاعری میں رضی کا اسلوب قدیم شعراء سے ملتا جلتا ہے اس کی شاعری میں الفاظ پر شوکت اور معانی بھاری بھر کم ہیں اس کی شاعری بحتری کے مشابہ ہے مگر فخر و حماسہ میں یہ اس سے بازی لے گیا ہے یہ ولید کی سی فضول اور بیہودہ شاعری سے پاک صاف ہے ثعالبی کا قول ہے۔
"یہ موجودہ اور سابقہ تمام طالبین میں سے عمدہ شاعر ہے اگرچہ ان میں بہت سے اچھے شاعر گزرے ہیں بلکہ اگر یہ کہہ دو کہ یہ قریش کا سب سے بڑا شاعر ہے تو میں اس قول میں غلط بیانی نہیں سمجھوں گا"
پھر آگے چل کر وہ کہتا ہے مرثیہ نگاری میں موجودہ دور کے شعراء میں مجھے اس سے بڑھ کر کوئی نظر نہیں آتا۔"
شاعری کے علاوہ نثر نگاری میں بھی یہ بڑی مہارت رکھتا تھا خطوط نویسی میں اسے یہ طولیٰ حاصل تھا اگر یہ سچ ہو کہ نہج البلاغہ میں اس کا ہاتھ ہے تو کوئی فیصلہ کرنے والا یہ انکار نہیں کر سکے گا کہ یہ عرب کا سب سے بڑا انشاء پرداز ہے اس لئے کہ قرآن و حدیث کے بعد بلاغت و فصاحت میں نہج البلاغہ کو ہی ثانوی حیثیت حاصل ہے۔

اس کی تصانیف:

اس شاعر نے معانی قرآن میں ایک کتاب تصنیف کی ہے جو اس کی نحوی و لغوی اور دینی مہارت کا شاہکار ہے ایک اور کتاب مجاز قرآن کے متعلق ہے ایک اس کا مجموعہ مکاتیب اور ایک اشعار کا دیوان ہے پھر اس کی شہرت یافتہ کتاب "نہج البلاغہ ہے" اس کتاب میں اس نے حضرت علیؓ کے تمام خطبوں اور تقریروں کو جمع کر دیا ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس کتاب کا اکثر حصہ شریف کا اپنا بنایا ہے کیونکہ اس میں صحابہ کے خلاف دیدہ دلیری اور بد زبانی کی گئی ہے۔
علاوہ ازیں اس میں فلسفہ' اخلاق' اصول' اجتماعیات' دقت وصف' تکلف اور صنعت وہ امور ہیں جو اس زمانے اور اس کے مزاج سے بالاتر ہیں۔ بہر حال ظاہر تو ایسے ہے جیسے اس نے حضرت علیؓ کی طرف منسوب غلط صحیح سب جمع کر دیا ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:

اس نے قادر باللہ کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے اس کی مدح میں جو قصیدہ کہا ہے اس

میں اس نے مدح کا وہی انداز اپنایا ہے۔ جو بحتری نے متوکل کی مدح کرتے وقت اختیار کیا تھا۔

لله يوم اطلعتك به العلا علما يزاول بالعيون و يرشق
لما سمت بک عزة موفوقة كالشمس تبهر بالضياء وترمق
وبرزت في برد النبي وللهدى نور على اسرار وجهک مشرق
كان دارک جنة حصباء ها الجادى او انماطها الاستبرق
في موقف تغضى العيون جلالة فيه ويعثر بالكلام المنطق
وكانما فوق السرير وقد سما اسد على تشزات غاب مطرق

وہ دن کس قدر مبارک تھا جس میں سرفرازی نے تجھے بلند کرکے قوم کا فرمانروا بنا دیا۔
اور آنکھیں تیری طرف اٹھیں اور دیکھنے لگیں۔
جب تجھے محبوب عزت نے آفتاب کی طرح بلند کر دیا جو اپنی روشنی سے تابناک ہے اور جس سے محبت کی جاتی ہے۔
تو حضور اکرمؐ کی چادر میں نمودار ہوا۔ اور تیرے چہرے پر ہدایت کا نور روشنی کر رہا ہے۔
تیرا گھر گویا جنت ہے اور اس کی بجری زعفران ہے اور اس کا فرش دیبا اور استبرق کا ہے۔
تجھے وہ مقام حاصل ہے کہ آنکھیں جس کے جلدی اور ہیبت کے مارے جھکی رہتی ہے اور زبان بات کرنے میں لڑکھڑا جاتی ہے۔
آپ بلند تخت پر اس شیر کی طرح پر وقار انداز میں جلوہ افروز ہیں جو جنگل میں کسی بلند ٹیلے پر ہو۔

آگے چل کر کہتا ہے۔

عطفا امير المومنين فاننا في دوحة العلياء لاتفرق
ما بيننا يوم الفخار تفاوت ابدا' كلانا في المعالي معرق
الا الخلافة ميزتک فانني انا عاطل منها وانت مطوق

اے امیر المومنین' مجھ پر ترس کیجئے! ہم دونوں بلندی کے گھنے اور سرسبز و شاداب درخت کے سائے میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔
باہمی مفاخرت کے مواقع پر کبھی بھی ہم میں اختلاف نہیں ہوا ہم دونوں بلند مراتب اور معزز نسب میں پختگی سے جمے ہوئے ہیں۔

بس اگر کوئی شرف آپ کو مجھ سے ممتاز کرتا ہے تو وہ خلافت ہے جو آپ کو ملی ہے اور مجھے نصیب نہیں ہوئی۔

طغرائی

پیدائش اور حالات زندگی:

استاذ ابو اسماعیل حسین بن علی جو طغرائی کے لقب سے مشہور تھا۔ طغرائی اس کے ابتدائی پیشے کی طرف نسبت ہے (یہ لقب طغراء اسے خطوط نویسی کی وجہ سے ملا تھا)

یہ سرکاری خطوط کی پیشانیوں پر خاص انداز میں طغرے بنایا کرتا تھا جس میں بادشاہ اور حاکم کے القاب اور اوصاف لکھے جاتے تھے یہ اصبہان میں ایرانی گھرانے میں پیدا ہوا پھر آل سلجوق کے زیر سایہ خدمات انجام دیتا رہا حتیٰ کہ یہ موصل میں سلطان مسعود سلجوقی کا وزیر بن گیا۔ یہ استاذ اور منشی کے لقب سے مشہور ہو گیا جب ہمذان کے قریب سلطان مسعود اور سلطان محمود کے مابین لڑائی ہوئی اور سلطان محمود کو فتح ہوئی تو اس نے طغرائی کو گرفتار کر لیا پھر اپنے وزیر نظام الدین کو اس کے قتل کا اشارہ کیا ایک چوٹی کے ہم عصر ادیب نے جو اس سے حسد رکھتا تھا سلطان کے ہاں اس پر ملحد ہونے کا الزام لگایا چنانچہ 513ھ میں یہ مظلوم مارا گیا۔

اس کی شاعری:

طغرائی کی شاعری پر مغز' قافیہ متین اور الفاظ منتخب ہیں' اس کی شاعری کا اکثر حصہ فخرو حماسہ پر مبنی ہے۔ اس کی نثر بھی اس کی شاعری کی طرح پختہ بندش اور مضبوط اسلوب رکھتی ہے اس کی شاعری کا ایک بہت بڑا دیوان ہے جو سلطان سعید بن ملک شاہ اور نظام کی مدح پر مشتمل ہے۔ اس کی شاعری کا بہترین قصیدہ وہ ہے جو "لامیۃ العجم" کے نام سے مشہور ہے جسے اس کی شاعری کا شاہکار کہا جاتا ہے۔ یہ اس نے بغداد میں اس وقت کہا تھا جب یہ زمانے کے ہاتھوں بے زار تھا اور اس میں یہ بے کاری کے دوران دوستوں کی بے وفائی کا ذکر کرتا ہے علماء فن نے اس قصیدہ کی چھوٹی بڑی کئی شرحیں لکھی ہیں اس کے مطلع میں کہتا ہے۔

اصالة الرای صانتنی عن الخطل وحلیة الفضل زانتنی لدی العطل
مجدی اخیرا ومجدی اولا شرع والشمس راد الضحی کالشمس فی

الطفل

پختہ رائے ہونے نے مجھے لغزشوں سے محفوظ رکھا اور مادی اسباب کے نہ ہونے نے مجھے
زیور علم و فضل سے آراستہ کیا۔
میری شرف و بزرگی اول و آخر یکساں ہے۔ جس طرح سورج طلوع ہونے کے بعد اور
غروب سے پہلے ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔

شاعری کا نمونہ:—

اس قصیدہ کے دیگر اشعار:

حب السلامة يثنى هم صاحبه عن المعالي ويغرى المرء بالكسل
فان جنحت اليه فاتخذ نفقا فى الارض او سلما فى الجو فاعتزل
ودع غمار العلا للمقدمين هلى ركو بها واقتنع منهن بالبلل
رضا الذليل يخفض العيش مسكنه والعزتحت رسيم الانيق الذلل

سلامتی کی خواہش انسان کو بلند مقاصد سے موڑ کر کسل مندی کا عادی بنا دیتی ہے۔
اگر تم بھی اس کی طرف رجحان رکھتے ہو تو پھر یا تو زمین میں سرنگ کھود و یا فضا میں سیڑھی
لگا کر چڑھ جاؤ۔
اور دنیا کی تگ و دو سے کنارہ کشی اختیار کر کے لوگوں کے لئے میدان خالی کر دو جو
بلندیوں کی طرف آگے بڑھتے ہیں اور تم خود معمولی جھلکیوں پر قناعت کر لو۔
ذلیل شخص کا خوشحال زندگی پر راضی ہو جانا بے چارگی ہے درحقیقت عزت تو سدھائی
اونٹنیوں کی تیز رفتاری میں پوشیدہ ہے۔
بڑی عمر میں جب اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس نے یہ شعر کہے۔

هذا الصغير الذى وافى على كبر اقر عينى ولكن زاد فى فكرى
سبع و خمسون ولومرت على حجر لبان تاثيرها فى صفحة الحجر

یہ چھوٹا سا بچہ جو مجھے بڑھاپے کی عمر میں ملا ہے اس نے میری آنکھ تو ٹھنڈی کر دی ہے
لیکن میری فکر میں اضافہ کر دیا ہے۔
ستاون سال اگر کسی پتھر پر بھی گزریں تو اس پتھر کی سطح پر بھی نمایاں اثرات چھوڑ جائیں

شام کے شعراء اور ان کی شاعری

عہد بنو امیہ میں دمشق خلافت کا مرکز' بادشاہ کا پایہ تخت' فوجی چھاؤنی اسلام کی پناہ گاہ اور امیدگاہ خلائق تھا لیکن یہ علم و دانش کے ادب کی بجائے تلوار کے ادب میں مشغول رہا۔ جھنڈے تھامنے نے اسے کتابیں اٹھانے سے قاصر کر دیا ملکی و سیاسی جنجالوں نے اسے ادبی روایت اور شعری ذوق سے دور رکھا۔ چنانچہ اس نے حجاز اور عراق کا رخ کیا وہاں کے شہر اور بستیاں شاعروں سے بھر گئے اور مجلسوں کو ادیبوں نے رونق بخشی' اس تحریک کو پروان چڑھانے میں امیر معاویہ کے اثر اور اخلاق کے متعلق آپ معلوم کر چکے ہیں۔

جب اللہ تعالٰی نے امویوں پر عباسیوں کو' عربوں پر ایرانیوں کو اور دمشق پر بغداد کو غالب کر دیا تو شام کی ادبی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ اب نہ وہاں سے کوئی چیز آتی تھی نہ وہاں جاتی تھی جن کی تعریف میں ثعالبی لکھتا ہے۔ وہاں ایسے بادشاہ اور امراء ہیں جن کی زبانیں فصاحت کے لئے اور ان کے ہاتھ سخاوت کے لئے وقف ہیں۔ ان میں سے سیف الدولہ سیادت میں مشہور اور ان کا عظیم قائد تھا" وہ خود بھی بہترین ادیب' پیدائشی شاعر اور ممدوح بادشاہ تھا اس نے اپنا دربار ادیبوں' شاعروں اور علماء کے لئے کھول دیا تھا حتیٰ کہ یہ کہا جانے لگا کہ خلفاء کے بعد بادشاہوں میں سے کسی کے دربار میں چوٹی کے شعراء اور ماہر علماء' کا ہجوم نہیں دیکھا جتنا اس کے دربار میں ہوتا تھا۔ بادشاہ کی مثال تو ایک منڈی کی ہوتی ہے کہ میں جس چیز کی کھپت ہوتی ہے وہ پہنچنا شروع ہو جاتی ہے۔

شامیوں کی شاعری میں بحتری کا طریقہ غالب ہے جس میں پر شوکت الفاظ' فصیح اور آسان اسلوب' نہ تو اس میں معانی کی گہرائی اور نہ ایجاز میں افراط ہے' ثعالبی نے صاحب بن عباد کے متعلق کہا وہ اس طریقہ کو پسند کرتے تھے۔ اور وہ اس سے محظوظ ہوتے تھے۔ اور انہوں نے ہی خوارزمی سے نقل کیا ہے۔ میرے فہم کو تیز کرنے' میرے ذہن کو چمکانے' میری زبان کو طرار بنانے اور مجھے اس مقام تک پہنچانے میں ان شامی نوادر اور حلبی لطائف کا بہت دخل ہے جو میرے حافظہ میں محفوظ اور میرے دل و جگر میں پیوست تھے یہ اس عہد کی با[illegible]ہے جب جوانی کے عالم میں تھا تمام شام کے لئے یہی فخر کافی ہے کہ اس نے ابو تمام بحتری اور متنبی فراس اور ابوالعلاء جیسے بلندپایہ شعراء کو جنم دے کر عربوں کو دوبارہ آگے آنے کا موقع دیا اس دور کے آغاز میں ان پر ایرانی متعربین اور موالی کا غلبہ تھا۔

ہم انہی شعراء کے حالات زندگی بیان کرنے پر اکتفاء کریں گے کیونکہ اس دور کے تمام

شعراء کا احاطہ اور ان کے ادبی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا اس مختصر کتاب کی ضخامت کے بس میں نہیں ہے۔

ابو تمام

پیدائش اور حالات زندگی:

حبیب بن اوس طائی مضافات دمشق میں جاسم نامی بستی میں پیدا ہوا پھر اس کا باپ دمشق منتقل ہوا جو کہ پیشے کے اعتبار سے جولاہا تھا۔ یہ بھی اس کے ساتھ کام میں ہاتھ بٹاتا رہا جب یہ جوان ہوا تو یہ دمشق چھوڑ کر مصر میں آگیا اور جامع عمرو بن عاص میں لوگوں کے لئے پانی بھرنے لگا اور ساتھ ساتھ علماء ادب کی مجلسوں میں بیٹھنے لگا اور یہ مسلسل اشعار حفظ کرنے لگا اور شعراء کی نقلیں اتارتا کبھی کامیاب ہو جاتا کبھی غلطی کر جاتا تا آنکہ وہ شاعری کے اس بلند مقام پر پہنچ گیا جہاں اس کے عہد میں کوئی اور نہ پہنچ سکا' اس کی شاعری نے ادب کی دنیا میں ہر طرف اس کی دھوم مچادی وہ انعامات و اکرامات کی غرض سے مصر کو چھوڑ کر معزز لوگوں کی خدمت میں پہنچ کر انعام طلب کرتا رہا ادب و مدح کے شوق رکھنے والے لوگوں میں اسے کچھ ایسی عظیم مقبولیت حاصل ہوئی جس کی نظیر کسی دوسرے شاعر میں نہیں ملتی' حتی کہ کوئی دوسرا شاعر اس کی زندگی میں شاعری کے ذریعہ ایک درہم بھی حاصل نہ کر سکا۔ پھر یہ احمد بن معتصم کے پاس پہنچا اور اس کی مدح میں قصیدہ کہا تو اس نے انعام میں موصل کا ڈاکخانہ اس کی تحویل میں دے دیا یہ صرف دو سال تک اس کا سرپرست رہا اس نے ابھی چالیس سال کی عمر بھی نہیں گزاری تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کا حلیہ اور اخلاق۔

ابو تمام گندمی رنگ کا طویل القامت' فصیح اور شیریں کلام تھا گفتگو میں قدرے ہکلاتا تھا ابو تمام نہایت ذہین' حاضر دماغ اور قوی یادداشت رکھتا تھا کہا جاتا ہے کہ اسے قصائد اور قطعات کے علاوہ چودہ ہزار ارجوزے یاد تھے اس کی دو کتابیں **حماسہ** اور **فحول الشعراء** اس کی قابلیت کا ناطق ثبوت ہیں اس کی ذہانت اور برجستہ گوئی اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ جب اس نے احمد بن معتصم کی مدح میں اپنا مشہور قصیدہ سینیہ پڑھا وہ اس کے مطلع میں کہتا ہے۔

ما فی وقوفک ساعته من باس' تقضی ذمام الاربع الادراس
پرانے کھنڈرات کا حق ادا کرنے کے لئے ان پر کچھ وقت کے لئے ٹھہر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پھر وہ چلتے چلتے یہاں تک پہنچا

اقدام عمرو فی سماحة حاتم فی حلم احنف فی ذکاء ایاس
اے ممدوح تو پیش قدمی کرنے میں عمرو' سخاوت میں حاتم' بردباری میں احنف اور ذکاوت میں ایاس ہے۔

تو حاضرین میں سے ابو یوسف کندی فلسفی بول اٹھا' آپ نے جو امیر کی خوبیاں گنی ہیں امیر تو ان سے بالاتر ہے اور تو نے امیر کو عرب کے بدوؤں سے تشبیہ دی ہے ابو تمام نے کچھ دیر کے لئے سر جھکایا پھر فی البدیہہ کہا

لاتنکروا ضربی له من دونه مثلا شرودا فی الندی والباس
فالله قد ضرب الاقل لنوره مثلا من المشکوة والنبراس
میں نے سخاوت اور شجاعت میں جو ممدوح سے کم درجہ کی شخصیتوں کو بطور تشبیہ پیش کیا ہے تو اسے برا ماننے کی ضرورت نہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نور کے لئے جو طاق اور چراغ کی مثال پیش کی ہے۔ یہ اس کے بے مثال نور کے سامنے ہے۔ بہت کم حیثیت رکھتا ہے جب اس سے یہ قصیدہ لیا گیا تو اس میں یہ دونوں شعر نہ تھے تو لوگوں کو تعجب ہوا تو اعتراض کرنے والے فلسفی نے خلیفہ کو کہا کہ یہ جو مانگیں انہیں دیجئے۔ کیونکہ اس کی فکر اس کے جسم کو اسی طرح کھا جائے گی جس طرح تیز ہندی تلوار کو اس کی نیام کھا جاتی ہے اور یہ زیادہ دیر زندہ نہیں رہے گا چنانچہ خلیفہ نے اسے موصل کے محکمہ ڈاک کا انچارج بنا دیا۔

اس کی شاعری:

ابو تمام مولدین کے دوسرے طبقہ کے تمام شعراء کا سرگروہ ہے اس نے متقدمین و متاخرین کے تمام معانی کو یکجا کر دیا اس کے دور میں تمدن ترقی کر رہا تھا اور علوم کے ترجمے ہو رہے تھے ان ترقیوں سے واقفیت کی بناء پر اس کی عقل پختہ اور اس کا خیال نازک ہو گیا تھا چنانچہ اس نے اپنے لئے ایک ایسا منفرد اسلوب اختیار کیا جس میں اس نے آسان عبارت پر معنی کی عمدگی

کو ترجیح دی' یہ سب سے پہلا شاعر ہے جس نے عقلی دلائل سے بہت زیادہ استدلال کیا اور یہ مخفی کنایات استعمال کرتا تھا' اگرچہ اس کی وجہ سے کہیں کہیں تعقید بھی پیدا ہو گئی ہے جب اس نے دیکھا کہ اس کی کلام میں سلاست الفاظ کا فقدان پیدا ہو گیا ہے تو اس نے اپنی اس کمی کو تجنیس مطابقت اور استعارہ سے پر کرنے کی کوشش کی کہیں اسے خوش اسلوبی سے نبھایا اور کہیں بات نہ بن سکی 'گویا یہ نقائص چاند پر جھائیوں کی طرح نظر آنے لگے اس کے باوجود اس کا خامیوں سے پاک کلام اس قدر زیادہ ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کسی شاعر کا ہے اور نہ بعد میں آنے والوں میں سے کوئی اس کا ہم پلہ ہے۔ جدید معانی اور منتخب الفاظ میں ضرب الامثال اور حکم کو اس احسن انداز سے سمویا ہے کہ ایک طرف تو اس سے ادب کے سرمایہ میں اضافہ ہوا ہے اور دوسرا یہ کہ مابعد آنے والے ترقی کرنے والے لوگوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ اس کے بعد متنبی اور ابو العلاء المعری نے بھی اسی کے طریقے کی پیروی کی اس پر حکمت کا اس قدر غلبہ ہے کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا "ابو تمام اور متنبی حکیم ہیں شاعر تو بحتری ہے"۔

اس کی شاعری کے متعلق فیصلہ کرنے میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگوں نے تو اس کی حمایت میں اس قدر غلو کیا ہے۔ کہ اسے اگلے پچھلے تمام شعراء سے بڑھا دیا ہے اور کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کی خوبیوں کو پس پشت ڈال کر صرف اس کی خامیوں کو اچھالا ہے بہرحال اس کے مداحوں کو غلبہ حاصل ہے' بڑے بڑے رئیسوں اور امیروں میں اسے جو احترام ملا اس کے مخالفین بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ ابو تمام نے جب محمد بن عبدالملک زیات کی مدح میں قصیدہ کہا اس نے کہا ابو تمام نے جب محمد بن عبدالملک زیات کی مدح میں قصیدہ کہا تو اس نے کہا ابو تمام! تم اپنی شاعری کو الفاظ کے جواہر اور انوکھے معانی سے جو آراستہ و مزین کرتے ہو وہ حسن و عمدگی تو دو شیزاؤں کے موتیوں کے مرصع ہاروں میں بھی نہیں ملتی۔ تمہیں جو تمہاری شاعری کے عوض بڑے سے بڑا انعام دیا جاتا ہے۔ وہ تمہاری شاعری کے موازنہ میں بہت کم رہتا ہے۔

اس کی شاعری کا دیوان کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے اس کے علاوہ اس نے زمانہ جاہلیت و اسلام کی عمدہ شاعری کو جمع کر کے جو دو کتابیں الحماسہ اور فحول الشعراء تالیف کی ہیں اس نے اس انتخاب میں اس قدر موزونیت اور عمدگی کا مظاہرہ کیا ہے کہ لوگ یہ کہنے لگے کہ اس کا انتخاب اس کی شاعری سے بڑھ کر ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:

اپنے شاہکار قصیدہ میں کہتا ہے۔

غدت تستجیر الدمع خوف نوی غد وعاد قتادا عندها کل مرقد

وانقذها من غمرة الموت انه صدود فراق لاصدود تعمد

فاجری لها الاشفاق دمعا و وردا من الدم یجری فوق خد مورد

کل پیش آنے والے خطرہ کے پیش نظر اس نے آنسوؤں کی پناہ لینا شروع کر دی اور بار بار پہلو بدلنے سے ایسے معلوم ہوتا ہے۔ جیسے اس کے بچھونے پر کانٹے بچھے ہوئے ہوں۔

اگر اسے موت کی سختیوں سے کسی نے بچایا تو وہ اس کا یہ خیال تھا کہ یہ فراق مجبوری کی بناء پر ہے جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔

اس ڈر نے اس کے آنسوؤں کو خون کی آمیزش سے پیازی بنا کر اس کے سرخ رخساروں پر بہا دیا۔

وہ اس قصیدہ میں سفر کی ترغیب دلاتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ اگر آپ ذرا اس پر غور فرمائیں تو آپ کو ہر شعر میں دوسرے سے مطابقت نظر آئے گی۔

ولکننی لم احو وفرا مجمعا فضزت به الا بشمل مبدد

ولم تعطنی الایام نوما مسکنا الذ به متجدد الا ینوم مشرد

وطول مقام المرء فی الحی مخلق لدیباجتیه فاعترب

فانی رایت الشمس زیدت محبة علی الناس ان لیست علیهم بسرمد

مجھے تھوڑا تھوڑا کر کے بہت مال ملا لیکن میں اکٹھا مال حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

اور زمانے نے مجھے آرام کی نیند کا مزا بھی نہ لینے دیا البتہ کچھ پریشان کن خواب ضرور ملے۔

میں دیکھتا ہوں کہ کہ سورج سے محبت کی وجہ یہ ہے کہ وہ انسان پر مسلسل نہیں چمکتا

اس کے مزید اشعار

نقل فئوادک حیث شئت من الهوی ما الحب الا للحبیب الاول

کم منزل فی الارض یالفه الفتی وحنینه ابدا لاول منزل

عشق و محبت میں تم جہاں چاہو اپنے دل کو بھٹکتے رہو حقیقی محبت تو صرف پہلے محبوب سے

ہوتی ہے۔

کتنی ہی ایسی جگہیں ہیں جن میں انسان بود و باش اختیار کر لیتا ہے لیکن اس کا دل ہمیشہ جائے پیدائش کی طرف ہی کھنچا رہتا ہے۔

وہ مدح کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اذا حركته هزة المجد غيرت عطاياه اسماء الاماني الكواذب
يرى اقبح الاشياء اوبة امل كسته يدالمامول حلة غائب
واحسن من نور تفتحه الصبا بياض العطايا في سواد المطالب

جب اسے عروج اور سروری کی لہر اٹھتی ہے تو اس کے عطایات جھوٹی امیدوں کے ناموں کو بدل دیتے ہیں

وہ سب سے بری بات اسے سمجھتا ہے کہ امید لے کر آنے والے کو محروم واپس پلٹا دے

اسے بخششوں کی سفیدی مانگنے والوں کی تاریکی کو روشن کر دیتی ہے یہ بادصبا کی کھلائی ہوئی کلیوں سے بھی زیادہ عزیز ہے

بحتری

پیدائش اور حالات زندگی:

ابو عبادہ ولید بن عبید اللہ طائی خالص عربی النسل تھا یہ حلب اور فرات کے درمیان منبج نامی بستی میں 206ھ میں پیدا ہوا بنی طے وغیرہ قبائل میں دیہات میں رہ کر پرورش پائی اس پر فصیح عربی زبان کا غلبہ تھا۔ پھر یہ بغداد چلا گیا وہاں اس کی ملاقات ابو تمام سے ہوئی پھر یہ اسی کا ہو رہا اس کی شاگردی اختیار کی اور بدیع میں اس کے طریقے کی پیروی اختیار کی اکثر علماء ادب سے روایت کی جن میں ابو العباس مبرد بھی شامل ہے یہ ابو تمام کے زیر سایہ رہا اور اس کی نقل کرتا رہا اور اس کے نقش قدم پہ چلتا رہا ہم نسب یعنی طائی ہونے کی وجہ سے ابو تمام نے اس کی ہمت حوصلہ افزائی کی حتی کہ ایک دن بحتری کو کہنے لگا بیٹے! خدا کی قسم میرے بعد کل تو شاعری کا سردار مانا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیشین گوئی سچ کر دی ابو تمام کی وفات کے بعد گھر گھر بحتری کے چرچے ہونے لگے اور بحتری وقت کے تمام شاعروں کا ادب اور شعر میں امام بن گیا پھر یہ عراق میں متوکل اور اس کے وزیر فتح بن خاقان کی خدمت گزاری میں رہا حتی کہ وہ دونوں اس کے

سامنے قتل ہوئے یہ وہاں سے منبج واپس آگیا کبھی کبھی بغداد "سرمن رای" کے رئیسوں کے پاس چلا جاتا اور ان کی مدح کرتا تا آنکہ 284ھ میں فوت ہو گیا۔

اخلاق وعادات:

بحتری اپنے ادب و فضل اور نزاکت طبع کے باوجود کائنات ارضی پہ سب سے میلے کپڑے پہننے والا اپنے اوپر اور غیروں پر حد سے کنجوس اور اس کے شعر سنانے کا انداز نہایت ناپسندیدہ تھا یہ شعر گوئی کے دوران باچھیں پھیلاتا اور جھک کر ایک طرف کو چلتا کبھی پیچھے ہٹتا اور ایک مرتبہ سر کو اور دوسری مرتبہ کندھوں کو حرکت دیتا ہر شعر سنا کر اپنی آستین کو ہلاتا اور خود ہی کہتا۔ خدا کی قسم میں نے کیا خوب شعر کہا ہے پھر لوگوں سے داد حاصل کرنے کی غرض سے کہتا تمہیں کیا ہو گیا ہے تم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ تیرے شعر سنانے کے کیا کہنے؟ خدا کی قسم یہ وہ کلام ہے جس کی مثال لانے سے سبھی شاعر قاصر ہیں۔ لیکن وہ منصف مزاج تھا صاحب فضل کی فضیلت کا اعتراف کرتا تھا فضول دعویٰ نہیں کرتا تھا کسی نے اس کے اشعار سن کر کہا کہ آپ تو ابو تمام سے بھی بڑے شاعر ہیں تو کہنے لگا تیرے اس طرح کہنے سے نہ تو مجھے کوئی فائدہ ہو گا اور نہ ابو تمام کو کوئی نقصان ہو گا۔ خدا کی قسم میں تو اسی کی وجہ سے روٹی کما رہا ہوں میری خواہش ہے کہ جیسے لوگ کہتے ہیں۔ ایسے بن جاؤں اور کہنے لگا بخدا میں تو اس کا تبع ہوں اسی کی پناہ میں رہنے والا ہوں۔ اس کی ہوا کے سامنے میرا جھونکا رک جاتا ہے۔ اور اس کے آسمان کے مقابلہ میں میری زمین پست ہو جاتی ہے۔

اس کی شاعری:۔

بحتری شاعری میں ابو تمام کے نقش قدم پر چلا اور بدیع میں اس کی طرز اپنائی ہاں البتہ یہ معنی کے لئے نہایت حسین الفاظ کا انتخاب کرتا ہے "وہ شعر کہنا چاہتا ہے لیکن گانے لگ جاتا ہے" جیسا کہ ابن اثیر نے اس کے متعلق یہ کہا ہے "اس نے معانی علم و منطق کے تھفیوں سے نہیں بلکہ تخیل کے الہام اور فطرت کے جمال سے اخذ کئے ہیں۔ اس نے شاعری کے ختم شدہ حسن و جمال کو از سر نو جاری کیا" اسی طرف کا اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "میں اور ابو تمام تو حکیم ہیں شاعر تو اصل میں بحتری ہے" علاوہ ازیں شوکت الفاظ' شیرینی اور فصاحت میں اس کا ایک خاص اسلوب ہے جس کی بناء پر وہ اپنے استاذ و مربی ابو تمام سے بھی آگے نکل چکا ہے' اس کے بعد

آنے والے شعراء نے اس کی اتباع کی ہے حتیٰ کہ وہ "اہل شام کے اسلوب" سے پہچانا جانے لگا۔

بحتری نے ہجو کے علاوہ باقی تمام فنون شعر میں طبع آزمائی کی ہے' اس نے ہجو یہ شاعری بہت کم کی ہے اس میں عمدہ اشعار بہت ہی تھوڑے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس نے اپنی موت سے قبل ہجو یہ شاعری کو جلا دیا تھا۔ یہ زیادہ صحیح بات ہے۔ بہت زیادہ شعری کلام ہونے کی بناء پر اس کے بعض اشعار بالکل سطحی ملتے ہیں۔ عمدہ مدح کہنا اور اس میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا' ممدوح کے اخلاق و عادات کی پوری پوری منظر کشی بڑے بڑے محلات کے اوصاف بیان کرنے اور دلکش عمارتیں مثلاً ایوان کسریٰ کا وصف' متوکل کا تعمیر کردہ تالاب اور معتز باللہ کے محل کا وصف اس کی شاعری کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ اس کے تمام قصائد کی ابتدا تشبیب سے ہوتی ہے ابوبکر صولی نے اس کے اشعار کو جمع کر کے اسے حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ اس دیوان کے علاوہ اس کی کتاب **معانی الشعر** اور **حماسه البحتری** ہے جو ابو تمام کے حماسہ کی طرح ہے لیکن بحتری کا حماسہ کثرت ابواب اور ناقص شاعری سے پاک ہونے میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ حماسہ بیروت سے شائع ہو چکا ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:

متوکل کے تعمیر کردہ تالاب کا وصف بیان کرتا ہے۔

تنصب فيها وفود الماء معجلة كالخيل خارجة من حبل مجريها
كانما الفضة البيضاء سائلة من السبائک تجری فی مجاريها
اذا علتها الصبا ابدت لها حبكا مثل الجواشن احيانا حواشيها
فحاجب الشمس احيانا يضا حكها وريق الغيث احيانا يباكيها
اذا النجوم تراء ت فی جوانبها ليلا حسبت سماء ركبت فيها

پانی کے ریلے اس قدر تیزی سے آ کر اس میں گرتے ہیں جس طرح گھوڑے اپنے سواروں کے ہاتھوں کی لگاموں سے نکل رہے ہوں۔

ایسے لگتا ہے جیسے سفید پگھلائی ہوئی چاندی اس کے نالوں میں بہہ رہی ہے۔

جب اس پر باد صبا چلتی ہے تو اس پر ایسی جالی دار لہریں پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے زرہوں کے کنارے چمکتے ہوں۔

کبھی سورج کرنوں کے ساتھ مل کر یہ تالاب ہنستا ہے اور کبھی بارش کے قطرات سے مل کر یہ روتا ہے۔

جب رات کو اس کے اردگرد تارے منعکس ہوں تو ایسے لگتا ہے جیسے کہ یہ آسمان ہے جس میں تارے جڑے ہوئے ہیں۔

خواب میں محبوب کے دیدار پر کہتا ہے۔

اذا ما الکریٰ اھدی الی خیالہ، شفی قربہ التبریح اونقع الصدی
اذا انتزعتہ من یدی انتباھۃ، حسبت حبیبا راح منی او غدا
ولم ار مثلینا ولامثل شاننا نعذب ایقاظا و ننعم ھجدا

جب نیند میں مجھے اس کا خیال آتا ہے۔ تو اس کی قربت تمام تکلیفوں کو ختم کر دیتی اور پیاس کو بجھا دیتی ہے۔

لیکن جب بیداری میرے ہاتھوں سے اسے چھین لیتی ہے تو مجھے لگتا ہے محبوب میرے پاس سے چلا گیا یا میرے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔

میں نے اپنی اور اپنے محبوب کی اس قسم کی حالت کہیں نہیں دیکھی کہ ہم بیداری میں تو عذاب میں مبتلا رہتے ہیں اور نیند میں ہم مزے اڑاتے ہیں۔

متنبی

پیدائش اور حالات زندگی:

ابو طیب احمد بن حسین متنبی کوفہ میں غریب والدین کے ہاں پیدا ہوا۔ اس کا باپ کوفہ میں ماشکی تھا ابھی وہ بچپن میں ہی تھا کہ اس کا باپ اسے شہری زندگی گزارنے کے لئے گاؤں سے لیکر شام میں منتقل ہو گیا وہ اپنے بچے کو مختلف درس گاہوں میں بھیجتا رہا اور مختلف قبائل میں اس کی آمدورفت جاری رہی قرائن بتا رہے تھے کہ یہ بچہ فاضل بنے گا اور کامیابی کی منازل طے کرے گا۔ پھر اس کا باپ فوت ہو گیا ادھر یہ جوان ہو گیا تھا اور لغت و ادب کے علوم سے کافی لگاؤ پیدا کر چکا تھا چنانچہ اس نے مجد و سرداری کی تلاش اور روزی کے حصول کے لئے مختلف علاقوں کے سفر شروع کر دیئے۔

متنبی بچپن سے ہی عجب پسند، عالی ہمت اور مجد و سرداری کا مشتاق تھا اسی بڑا بننے کے

شوق کے ہاتھوں یہ لوگوں کو اپنی خلافت کی بیعت کی طرف بلانے لگا اس وقت ابھی اس کی عمر نا پختہ تھی ہو سکتا ہے اس کی خواہش پوری ہو جاتی کہ گورنر کو اطلاع مل گئی اس نے اسے جیل میں قید کر دیا۔ اس نے جیل سے ایک قصیدہ اس کی طرف لکھا جس کے چند اشعار ہیں۔

امالک رقی و من شانه هبات اللجین و عتق العبید
دعوتک عند انقطاع الرجا والموت منی کحبل الورید
دعوتک لما براتی البلی واوهن رجلی ثقل الحدید
تعجل فی وجوب الحدود وحدی قبل وجوب السجود

اے میرے آقا! جس کا کام ہی دولت لٹانا اور غلاموں کو آزاد کرنا ہے۔
میں نے آپ سے اس وقت مدد کی درخواست کی ہے جب موت میری شہ رگ کے قریب پہنچ چکی ہے۔
اور اس وقت مدد طلب کی ہے جب میری حالت خستہ ہو چکی ہے اور میری ٹانگوں کو بیڑیوں کے بوجھ نے لاغر کر دیا ہے۔
آپ نے مجھ پر حدود قائم کرنے میں اتنی جلدی کی ہے حالانکہ ابھی تو مجھ پر نماز بھی فرض نہیں ہوئی۔

تو گورنر نے اسے آزاد کر دیا۔ لیکن سرداری کا شوق ہمیشہ اس کے دل میں جاگزیں رہا حتیٰ کہ اس کی جوانی ختم ہو گئی اور اس کی جوانی کی توانائیاں بھی ماند پڑ گئیں پھر بھی اس نے 323ھ میں شام میں نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اپنی ادبی قوت اور سحر بیانی سے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ بھی ملا لیا جب اسے آنحضرتؐ کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ آپؐ نے ہی تو میرے آنے کی خوشخبری سنائی اور میری نبوت کی خبر دی تھی کیونکہ آپؐ نے فرمایا تھا۔ "لا نبی بعدی" کہ میرے بعد "لا" نامی شخص نبی ہو گا اور میرا آسمانی نام "لا" ہے پھر اس نے قرآن کے مقابلہ میں کچھ کلام بھی گھڑا تھا جب اس کا معاملہ مشہور ہو گیا۔ تو اخشیدیہ کے نائب امیر حمص نے اسے گرفتار کر لیا اور قید کر دیا پھر اس وقت رہا کیا جب اس نے نبوت سے توبہ کی اور اس کا حلقہ اثر ٹوٹ گیا۔ پھر وہ اپنی آرزوؤں سے بلند سفر کرنے لگا ان سفروں میں اس کے پاس صبر و ثبات اور عزم و ہمت کے سوا اور کوئی زاد راہ نہیں ہوتا تھا جب کہ اس کے متعدد اشعار سے معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً

وحید من الخلان فی کل بلدة اذا عظم المطلوب قل المساعد

وہ تن تنہا دوستوں سے الگ تھلگ ہر شہر میں سفر کرتا ہے جب مقصد بڑا ہوتا ہے تو مددگار

کم ہو جاتے ہیں۔

نیز اس نے کہا۔

ضاق صدری و طال فی طلب الرزق' قیامی و قل قعودی
ابدا اقطع البلاد و نجمی' فی نحوسی وہمتی فی سعودی

اب میں دل برداشتہ ہو چکا ہوں۔ روزی کی تلاش میں پھرتا رہتا ہوں اور مجھے بہت کم سکون میسر آتا ہے۔

سدا ایک ملک سے دوسرے ملک کا قصد کرتا رہتا ہوں میرا ستارہ نحوست میں ہوتا ہے لیکن میری ہمت سعادت میں رہتی ہے۔

وہ اسی طرح پھرتا رہا تاآنکہ سیف الدولہ کی جانب سے مقرر کردہ انطاکیہ کے گورنر ابو العشائر سے اس کی ملاقات ہوئی اور اس نے اس کی مدح کی اس نے اس کی عزت و تکریم کی اور اسے سیف الدولہ کے ہاں بھیج دیا اور اس کا تعارف کروایا اور شعر و ادب میں اس کی قدر و منزلت سے آگاہ کیا چنانچہ امیر نے اسے اپنے مقربین میں شامل کر لیا اور اپنے ہاں اسے خاص مقام دیا اور اسے جنگ اور شہسواری کی تربیت کے لئے متعلقہ ماہرین کے سپرد کر دیا تاکہ وہ اسے جنگ اور امن میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور اس کی خوب آؤ بھگت کی اور دنیا کی دولت سے مالا مال کر دیا حتی کہ یہ خود اس بارے میں کہتا ہے۔

ترکت السری خلفی لمن قل مالہ' وانعلت افراسی بنعماک عسجدا
وقیدت نفسی فی ہواک صحبۃ' ومن وجدالاحسان قیدا تقیدا

میں نے راتوں کو سفر کرنا اپنے پچھلے لوگوں کے لئے چھوڑ دیا ہے جن کے پاس مال و دولت کم ہے میں نے تو تیرے انعامات و احسانات کی وجہ سے اپنے گھوڑے کے نعل سونے کے لگوا لئے ہیں۔

اور میں نے اپنے آپ کو تیری محبت میں قید کر دیا ہے اور جس کو احسان کی قید مل جائے وہ اپنے آپ کو خوشی سے قیدی بنا دیتا ہے۔

متنبی اس کے ہاں آسودہ زندگی بسر کرتا رہا تاآنکہ ان کے درمیان کسی وجہ سے رنجش پیدا ہو گئی تو یہ اسے چھوڑ کر 346ھ میں مصر چلا گیا وہاں یہ کافور اخشیدی اور ابو شجاع کی مدح کرتا رہا اور ایک زمانہ تک کافور کی نظر عنایت کا انتظار کرتا رہا کہ وہ اسے کسی بڑے منصب پر فائز کر دے لیکن بے سود حتی کہ اس نے کہہ دیا۔

اَبا المسک! ھل فی الکاس فضل انالہ' فانی اغنی منذ حین و تشرب

ابو المسک (کافور کی کنیت) کیا جام میں میرے لئے بھی کچھ بچا ہے میں مدتوں سے گا رہا ہوں۔ اور آپ پی رہے ہیں؟

ایک اور موقع پر اس نے کہا تھا۔

وهل نافعی ان ترفع الحجاب بیننا' و دون الذی املت منک حجاب
وفی النفس حاجات وفیک فطانة' سکوتی بیان عندها و خطاب

کیا ہمارے درمیان حجاب دور ہونے کا مجھے بھی کوئی فائدہ پہنچے گا۔ جبکہ وہ امید جو میں آپ سے لگائے بیٹھا ہوں وہ ابھی تک پردہ میں ہے۔

میرے دل میں بھی کچھ ارمان ہیں آپ ان سے خوب واقف ہیں کیونکہ آپ کو دلی حالات بھانپنے کی صلاحیت حاصل ہے' خود میری خاموشی زبان حال سے میری قلبی کیفیت کو کھول کر بیان کر رہی ہے۔

حتیٰ کہ کافور کو اس کی شاعرانہ تعلی اور شوق امارت سے خطرہ محسوس ہوا اس نے اس سے روگردانی شروع کر دی چنانچہ متنبی نے اس کی ہجو کہہ ڈالی اور وہاں سے بغداد آگیا چونکہ متنبی بادشاہوں سے کم کسی کی مدح نہیں کہتا تھا۔ اس لئے اس نے وزیر مہلبی کی مدح نہ کی وزیر مہلبی کو اس سے دلی رنج ہوا چنانچہ اس نے بغداد کے شعراء کو اس کے پیچھے لگا دیا لہذا انہوں نے اس کی اور اس کی شاعری کی خوب گت بنائی لیکن متنبی نے کسی کا جواب نہ دیا اور اس نے ارجان میں فضل بن عمید کی ملاقات کا قصد کیا وزیر صاحب بن عباد نے اسے لکھا کہ وہ اصبہان آ جائے کیونکہ صاحب کی خواہش تھی کہ وہ اس کی مدح کہے گا لیکن متنبی نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ بلکہ شیراز میں عضد الدولہ کا قصد کیا صاحب کو اس سے دلی کوفت ہوئی اور وہ اس کے کلام کی خامیاں تلاش کرنے لگا حالانکہ یہی اس کے سب سے زیادہ محاسن سے واقف تھا پھر اس نے اور اس کے ساتھیوں نے اس پر قلمی محاذ جنگ کھول دیا اور اس کی تنقید میں کتابیں لکھ ڈالیں اور اس پر مضامین چوری کرنے اور اسالیب عرب سے بغاوت کرنے کے الزامات لگائے لیکن متنبی اپنی خود اعتمادی' عجب پسندی اور شاعری پر ناز ہونے کی وجہ سے کسی چیز کو خاطر میں نہ لایا۔

جب عضد الدولہ نے دربار میں اسے بہت سے انعامات و اکرامات سے نوازا اسے تین ہزار دینار' گھوڑے اور پوشاکیں دیں پھر چپکے سے کسی کے ذریعہ دریافت کیا کہ یہ انعامات گراں ہیں۔ یا جو سیف الدولہ کی عطایات تھیں۔ تو اس نے جواب دیا۔ ان عطیات میں کچھ تکلف ہے جبکہ سیف الدولہ کی عنایت طبعی تھی عضد الدولہ کو اس جواب سے سخت برہمی ہوئی کہتے ہیں کہ

اس نے بنوضبہ کے کچھ لوگوں کو فاتک اسدی کی قیادت میں تیار کر کے بھیجا جو کہ صافیہ جگہ پہ اس کے بالمقابل ہوئے اور ان کے مابین خوب لڑائی ہوئی متنبی کو جب اپنی شکست معلوم ہوئی تو اس نے بھاگنے کا ارادہ کیا تو اس کا غلام کہنے لگا کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ آپ کو "بھگوڑا" کہہ دیں حالانکہ تم نے خود ہی یہ شعر کہا ہے۔

الخیل واللیل والبیداء تعرفنی' والسیف والرمح والقرطاس والقلم

گھوڑوں کے دستے' رات' لق و دق صحرا' تلوار' نیزہ کاغذ اور قلم سبھی مجھے جانتے ہیں۔

چنانچہ وہ جنگ کرتا رہا تا آنکہ وہ' اس کا بیٹا اور اس کا غلام 354ھ اخیر رمضان میں قتل کر دیئے گئے۔

اس کی شاعری:

متنبی معنوی حسن کے شیدائی شعراء میں سے ہے۔ اس نے شاعری اور فلسفہ کو یکجا کیا اس نے معنی پر بھرپور توجہ دی اور شاعری کو ان بندشوں سے آزاد کر دیا جن میں ابو تمام اور اس کے ساتھیوں نے اس کو قید کر دیا تھا۔ اور اسے عرب کے قدیم تقلیدی انداز سے نکالا۔ وہ عربی شاعری میں جدت طرازی کا امام ہے۔ اس نے حکم اور امثال کو شاعری میں نمایاں جگہ دی ہے۔ جنگ کا وصف بیان کرنے میں جدت طرازی' دیہاتی عورتوں سے تشبیب' عمدہ تشبیہات' ایک شعر میں دو مثالیں لانا' حسن گریز' تقسیم کی درستگی' مدح کا انوکھا انداز' چبھتی ہوئی ہجو اس کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں' خاص طور پر متنبی کی شاعری میں اس کی شخصیت' اور اس کی رائے کی پختگی' اس کی خودی اور خود اعتمادی' اس کی نفسیات کا اظہار' لوگوں کے مشاغل' قلبی رجحانات' حقائق کائنات اور مقاصد حیات کی صحیح عکاسی اور بھرپور ترجمانی یہ وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اس کی شاعری ہر زمانہ میں ہر انشاء پردازی کے لئے معاون اور ہر خطیب کے لئے ایک نمونہ بنی ہوئی ہے۔

اس کی شاعری کے عیوب:

کبھی کبھی متنبی کی شاعری میں معنی کی تنگی ہوتی ہے جس کی بناء پر شعر کا سمجھنا مشکل اور اس کا مقصد بعید اور اس کا جاننا معدوم ہو جاتا ہے۔ الفاظ سے بے توجہی کی بناء پر بعض دفعہ وہ

بھونڈے الفاظ' غیر مانوس کلمات' معنوی تعقید' غریب الفاظ' مطلع بے ڈول' قیاس کی مخالفت اور شاعری کے مضمون میں تفاوت اور مبالغہ آمیزی میں حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔ مثلاً

ولا الضعف حتی یبلغ الضعف ضعفه' ولاضعف ضعف الضعف بل مثله الف

یا جیسے یہ شعر ہے۔

انی یکون ابا البرایا آدم' وابوک محمد وانت الثقلان

اصل میں متنبی یوں کہنا چاہتا ہے۔

انی یکون آدم اباالبرایا وابوک محمد وانت الثقلان

یعنی آدم کیسے انسانوں کا جد اعلیٰ ہو سکتا ہے حالانکہ آپ کا باپ محمد ہے اور ثقلان ہیں۔

یا جیسے ایک جگہ کہتا ہے۔

لولم تکن من ذا الوری اللذمنک هو' عقمت بمولد نسلها حواء

اے ممدوح اس دنیا میں جس کا وجود ہی تیری ذات سے ہے اگر تو نہ ہوتا تو اماں حوا بانجھ ہو جاتیں اور ان سے کوئی اولاد نہ ہوتی۔

اس قسم کی تعقید کی مثالیں ہمارے موضوع سے ہمیں دور لے جائیں گی' اگر آپ نے مزید ایسی مثالیں دیکھنا درکار ہوں تو ثعالبی کی یتیمة الدهر کا مطالعہ کریں۔

اس کی شاعری کا نمونہ:

زمانے کا شکوہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

لم یترک الدهر من قلبی ولاکبدی' شیئا یتیمه عین ولاجید
یاساقی اخمر فی کووسکما' ام فی کووسکما هم و تسهید؟
اصخرة انا؟ مالی' لاتغیرنی' هذی المدام ولاتلک الاناشید؟
اذا اردت کمیت الخمر صافیة' وجدتها و حبیب النفس مفقود
ماذا لقیت من الدنیا؟ واعجبها' انی بما انا باک منه محمود

زمانے نے میرے دل اور جگر میں کوئی چیز ایسی باقی نہیں چھوڑی جسے معشوق کی نگاہ یا گردن مسحور کر سکے۔

ساقیا! کیا تمہارے جام میں شراب ہے یا تیرے جاموں میں دکھ اور بے خوابی ہی بھری ہوئی ہے؟

کیا میں چٹان ہوں! کہ یہ شراب اور نغمے میری حالت میں انقلاب نہیں پیدا کرتے۔؟

جب میں ارغوانی شراب کی آرزو کرتا ہوں تو مجھے مل جاتی ہے لیکن جب محبوب کو ملنا چاہتا ہوں تو وہ مفقود ہوتا ہے۔

مجھے اس دنیا سے ملا ہی کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ مجھے جو کچھ ملا ہے میں اس سے ناخوش ہوں جبکہ دنیا والے میری اس حالت پر بھی مجھ سے حسد کرتے ہیں۔

فلسفیانہ اشعار

نصیبک فی حیاتک من حبیب' نصیبک فی منامک من خیال
رمانی الدهر بالارزاء حتی' فوادی فی غشاء من نبال
فصرت اذا اصابتنی سهام' تکسرت النصال علی النصال
فهان فما ابالی بالرزایا' لانی ما انتفعت بان ابالی

تمہاری زندگی میں محبوب سے تمہیں جو حصہ ملتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے خواب میں خیال سے معاملہ ہے۔

مجھے زمانے نے اس قدر تیر مارے ہیں کہ میرا دل تیر لگنے سے چھلنی ہو چکا ہے۔

اب میری حالت یہ ہو چکی ہے کہ جب مجھے تیر لگتے ہیں تو گویا تیر تیروں پر لگ کر ہی ٹوٹ جاتے ہیں۔

اب مشکلات برداشت کرنا میرے لئے آسان ہو گیا ہے میں ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ میں نے ان کی پرواہ کرکے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔

چند اور اشعار

زودينا من حسن وجهک مادام' فحسن الوجوه حال تحول
وصلینا نصلک فی هذه الدنیا' فان المقام فیها قلیل

جب تک تیرے چہرے میں یہ حسن ہے ہمیں لطف اندوز کرتی رہ۔ کیونکہ چہرے کا یہ حسن جلد ہی تبدیل ہو جائے گا۔

اور اس دنیا میں ہم سے میل ملاقات رکھ کیونکہ ہماری یہاں مدت قیام بہت تھوڑی ہے۔

ابو فراس ہمدانی

پیدائش اور حالات زندگی:

سیف اللہ کا چچا زاد ابوالحارث بن ابو العلاء منبج میں پیدا ہوا۔ حکومتی ٹھاٹھ باٹھ اور شاہانہ عزت و وقار کے ساتھ نہایت خوشحالی کی حالت میں تربیت پائی چنانچہ بڑے لوگوں کی طرح یہ خوددار' بہادر' سلیم الطبع اور کریم الاخلاق ہو گیا۔ یہ تلوار اور قلم دونوں آداب سے آراستہ تھا سیف الدولہ اس کی انہیں خوبیوں کی بناء پر اپنی تمام قوم پر اسے ترجیح دیتا تھا اور اس نے اسے اپنا خاص مقرب بنا یا تھا اور اس کو جنگوں میں اپنے ساتھ رکھتا اور اپنے اہم کاموں میں اسے اپنا نائب بناتا۔ یہ سیف الدولہ کے تاج کا گوہر یکتا تھا حالت جنگ میں اس کے لشکر کی قیادت کرتا اور حالت امن میں اس کے دفتری امور سرانجام دیتا۔ ہر معرکہ میں فتح اس کا ساتھ دیتی اس نے ہر دلعزیزی حاصل کرلی اور زبانوں پہ اس کا چرچا عام ہو گیا فخرو حماسہ اور جنگی اوصاف میں عمدہ شاعری کرتا۔ حتیٰ کہ اس کی قسمت گردش میں آئی اور یہ ایک جنگ میں زخمی ہو گیا اور قید کرلیا گیا۔ اسے ایک تیر لگا جو ر ی ران میں پھنسا رہ گیا چنانچہ دشمنوں نے اسے "خرشنہ" میں قید کر دیا پھر اسے قسطنطنیہ منتقل کر دیا قیدیوں کے باہمی تبادلہ میں کچھ مشکلات آڑے آئیں لہٰذا اسے چار سال تک دشمن کی قید میں رہنا پڑا اسی زمانہ میں اس نے وہ شاعری کی جو "رومیات" کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ جو محبت کے جذبات' اپنے اہل و عیال اور دوست و احباب کے اشتیاق سے بھر پور تھی اور وہ اپنی بوڑھی ماں' اپنی اکلوتی بیٹی اور سیف الدولہ سے محبت کے جذبات پر مشتمل تھی۔ الغرض ابو فراس قید کی تلخیاں اور محبت کی بے چینیاں برداشت کرتا رہا تاآنکہ صلح اور قیدیوں کا معاملہ درپیش ہوا اور رومیوں نے اسے بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ آزاد کیا۔

ابھی فصاحت و بلاغت کا چاند اپنے گہن سے نکلا ہی تھا' ابھی جنگی شیر اپنی قید سے رہا ہوا ہی تھا کہ وہ دوبارہ آسودگی کے دن دیکھنے کی امیدیں پوری نہ کرسکا کہ سیف الدولہ کو موت نے آن لیا پھر اس کے بعد اس کا بیٹا ابو المعالی تخت نشین ہوا جو کہ ابو فراس کا بھانجا تھا ابو فراس نے اس سے حمص کی ولایت کا مطالبہ کیا ابو المعالی نے انکار کر دیا دونوں کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی ابو فراس مارا گیا وہ ابھی جواں سال ہی تھا۔

اس کے اخلاق وعادات:

جیسا کہ ہم نے گزشتہ اوراق میں ذکر کیا ہے کہ ابو فراس خوددار' سخی اپنے آپ کو اور اپنی شاعری کو بہت پسند کرتا تھا وہ اپنی قوم اور نسبت پر بہت فخر کرتا تھا وہ شراب نوشی اور ہنسی مذاق سے سخت متنفر تھا۔ اس بناء پر اس کی شاعری پاک صاف ہے اور اس پر اس کے اخلاق کا نمایاں اثر ہے۔ وہ کہتا ہے۔

لئن خلق الانام لحسو كاس' ومزمار وطنبور وعود
فلم يخلق بنو حمدان الا' لمجد او لباس او لجود

اگر لوگ شراب نوشی' اور مزمار' طنبور اور عود (یہ آلات موسیقی ہیں مراد گانا بجانا) کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

تو بنو حمدان تو فقط مجد و سروری' جنگ اور سخاوت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

اس کی شاعری:

ابو فراس کی شاعری متانت اور اسلوب کے اعتبار سے قدیم شاعری کی طرز پر تھی تاہم اس میں اس کی طبیعت کا رنگ' اعلیٰ ظرفی کی جھلک اور شاہانہ عزت نمایاں ہے' یہ خوبیاں اس سے قبل ابن معتز کے علاوہ کسی اور میں جمع نہ تھیں صاحب ابن عباد کہا کرتے تھے "شاعری بادشاہ پر شروع ہوئی اور بادشاہ پر ختم ہوئی یعنی امراؤ القیس سے ابو فراس پر اس شاعر نے بیشتر اصناف شعر میں طبع آزمائی کی اور نہایت عمدگی سے عہدہ برآ ہوا البتہ فخر' استعطاف اور عتاب میں یہ شاعر نہایت اعلیٰ مقام پر فائز ہے اس کا رومیات والا حصہ اس کی نہایت قدر و منزلت اور کمال فضیلت پر دلالت کرتا ہے' اس جیسے شاعر کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ کسی امیر کی مدح کرتا یا اپنے سے کمتر کسی کی ہجو کہتا یا شراب و ہنسی مذاق کے ذکر سے اپنی شاعری کو آلودہ کرتا ہم جانتے ہیں کہ وہ کس ماحول میں پلا بڑھا اس کی عشقیہ شاعری بڑی پر سوز اور رقت آمیز تھی جس میں محبت کی بادشاہت عشق کی بادشاہت کے آگے بے بس نظر آتی ہے چنانچہ شاعری کی یہ صنف پر جلال اور نہایت پر شکوہ ہو گئی ہے ثعالبی کا یہ خیال ہے کہ متنبی اس کی فضیلت کا معترف تھا اور اس سے مقابلہ کی جرات نہ کرتا تھا اس نے ابو فراس کی دھاک کی وجہ سے ابو فراس کی مدح نہیں کی حالانکہ اس نے باقی آل حمدان کی مدح کی ہے لیکن ثعالبی کے دعویٰ پر ہمارا دل مطمئن نہیں ہوتا ورنہ ہی متنبی کے مزاج کو جاننے والا اس بات کا یقین کر سکتا ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:

قسطنطنیہ کی جیل میں قید جب اس نے قریب ہی درخت پر ایک کبوتری کو پر سوز آواز میں نوحہ کناں دیکھا تو یہ شعر کہے۔

اقول وقد ناحت بقربی حمامة ایا جارتا لو تشعرین بحالی
معاذ الهوی ما ذقت طارقة النوی ولا خطرت منک الهموم ببالی
ایا جارتا ما انصف الدهر بیننا تعالی اقاسمک الهموم تعالی
تعالی تری روحا لدی ضعیفة تردود فی جسم یعذب بالی
ایحمل محزون الفواد قوادم علی غصن نای المسافة عالی؟
لقد کنت اولی منک بالدمع مقلة ولکن دمعی فی الحوادث غالی

جب میرے قریب ہی ایک کبوتری کے نوحہ کرنے کی آواز آئی تو میں نے کہا اے میری پڑوسن! کاش تجھے میری حالت کی خبر ہوتی۔

کہاں تو اور کہاں محبت کی دلسوزیاں' نہ تجھے جدائی کی لذت معلوم اور نہ تیرے دل میں تفکرات کا ہجوم

اے پڑوسن! زمانے نے ہمارے درمیان انصاف نہیں کیا' آ ہم آپس میں دکھ درد بانٹ لیں۔

آجا! تجھے میرے اندر کمزور سی روح نظر آئے گی جو عذاب میں مبتلا نحیف جسم میں مضطرب ہے۔

کیا اونچی اور دور دراز کی شاخ پر آزادی سے بیٹھا ہوا پرندہ (جس کے پاس اڑنے کے لئے پر بھی ہیں) دل میں غم لئے بیٹھا رہے گا؟

میری آنکھ تجھ سے زیادہ آنسو بہانے کی حقدار ہے لیکن حوادث میں میرے آنسو مہنگے ہو جاتے ہیں۔

سیف الدولہ سے نظر کرم کی درخواست کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بمن یثق الانسان فیما ینوبه ومن این للحر الکریم صحاب
وقد صار هذا الناس الا اقلهم ذئابا علی اجسادهن ثیا
تغابیت عن قوم فظنوا غباوة بمفرق اغبانا حصی و ترا
الی الله اشکو اننا بمنازل تحکم فی آسادهن کلا

حوادث زمانہ میں انسان کس پر بھروسہ کرے اور ایک شریف آدمی کو ساتھی کس طرح دستیاب ہو سکتے ہیں؟

سوائے چند ایک کے یہ لوگ انسانوں کا لباس پہنے ہوئے اندر سے بھیڑیے ہیں۔

میں چند لوگوں سے تغافل برتا تو وہ یہ سمجھنے لگے کہ میرا عمل جہالت ہے ہم میں سے جو زیادہ کم فہم ہو اس کے سر پر کنکریاں اور مٹی پڑے۔

میں خدا ہی سے شکوہ کرتا ہوں ہم ایسی جگہ پہ ہیں جہاں کتے شیروں پر حکومت کرتے ہیں۔

ابو العلاء المعری

پیدائش اور حالات زندگی:

احمد بن عبداللہ بن سلیمان تنوخی (تنوخ یہاں ایک یمنی قبیلہ کی طرف نسبت ہے) یہ حکیم فلسفی نجیب الطرفین معرہ میں پیدا ہوا اس کا باپ عظیم فاضل اور دادا معرہ کا قاضی تھا۔ جب یہ چار سال کا ہوا تو اس پر چیچک کا حملہ ہوا جس سے اس کی بائیں آنکھ ضائع ہو گئی اور دائیں آنکھ میں بھی سفید جالا پڑ گیا چنانچہ اس نے اندھے پن کی حالت میں پرورش پائی۔ وہ رنگوں میں سے صرف سرخ رنگ کو پہنچانتا تھا کیونکہ اسے بیماری کی حالت میں سرخ لباس پہنایا گیا تھا اور یہی وہ رنگ ہے جو اس نے سب سے پہلے پہچانا اور سب سے آخر میں دیکھا جب وہ تعلیم حاصل کرنے کی عمر کو پہنچا تو اس کے باپ نے اسے عربی زبان سکھانی شروع کی چنانچہ یہ اسے سیکھ گیا اس کے بعد اس نے اپنے شہر کے علماء کی شاگردی اختیار کی تو اس نے وہاں کے علماء کا تمام علم اپنے سینے میں محفوظ کر لیا پھر اسے وہاں کوئی ایسا عالم نظر نہیں آیا جو علم میں اس سے بڑھ کر ہو یا فہم میں اس سے زیادہ ہو۔ پھر یہ اپنے گھر واپس آ گیا ابھی یہ تقریباً بیس برس کا تھا کہ اس نے لغت اور ادب کی تدریس شروع کر دی اور یہ زبان کی باریکیاں اور تراکیب کے خواص کی تحقیق کرنے لگا۔ حتیٰ کہ اس موضوع پر وہ سب سے سبقت لے گیا اور کوئی بھی اس کا حریف نہ بن سکا۔

392ھ میں اس نے معرہ کو چھوڑ کر شام کا سفر کیا اور مکتبہ طرابلس دیکھا اور لاذقیہ کا قصد کیا وہاں زاہدوں کے گرجا میں گیا اور وہاں قیام کیا حتیٰ کہ عہد نامہ قدیم وجدید پڑھا پھر ملک شام کا دورہ کر چکنے کے بعد یہ عازم بغداد ہوا جو ان دنوں علم کا مرکز اور علماء کا ٹھکانا تھا تاکہ وہاں یونانی حکمت اور ہندوستانی فلسفہ پڑھ سکے۔ لیکن جب اہل بغداد کو اس کی آمد کی خبر ملی تو وہ اس سے علمی

و ادبی استفادہ کے لئے ٹوٹ پڑے چنانچہ وہ جتنی دیر تک بغداد میں مقیم رہا اہل بغداد کے تشنگان علم و ادب اس سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے اور یہ ساتھ ساتھ علوم فلسفہ کی تحقیق میں کوشاں رہا تا آنکہ فلسفہ میں کمال حاصل کر لیا۔

ابو العلاء نے بغداد میں موزوں ماحول اور زرخیز زمین پائی جس میں اس نے اہم مسائل کی بحث و تحقیق اور اپنی فکری محنت کو پروان چڑھایا اب یہاں اس کے افکار و آراء کا چرچا ہونے لگا اور یہاں اس کا تعلق آزاد فلسفیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ہو گیا جو ہر جمعہ کے دن اپنے ایک ساتھی ابو احمد عبدالسلام بن حسن بصری کے گھر جمع ہوتے تھے جس سے اس کی عقل و ادبی صلاحیتوں پر بڑا اثر پڑا ابھی اہل بغداد کے ساتھ اس کا تعلق و ناطہ پوری طرح مضبوط بھی نہیں ہوا تھا کہ اسے اپنی والدہ کے انتقال کی جانکاہ خبر پہنچی اس کا والد تو پہلے ہی فوت ہو چکا تھا اسے اس دردناک خبر سے بہت صدمہ پہنچا اور وہ بہت کبیدہ خاطر رہنے لگا حکام اور لوگوں کا ایک طبقہ اس کے عقیدہ اور نظریہ کے متعلق شاکی تھا' چنانچہ اس کی زندگی بے چین اور اس کے حالات ناقابل اطمینان ہو گئے اور اسے مشفق اور مددگار نہ مل سکے اور وہ اس دنیا کو سیاہ آنکھ سے دیکھنے پر مجبور ہو گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ اس دنیا میں مصائب ہی مصائب ہیں چنانچہ اس نے گوشہ نشینی اور ترک دنیا کی حالت اپنائی اور 400ھ میں وہ معرہ واپس آ گیا اس نے اپنے تلامذہ کے سوا تمام لوگوں سے اجتناب کیا اور اس نے اپنے آپ کو "دو قیدیوں میں محبوس" کا لقب دے دیا ایک اندھاپن اور دوسرا خانہ نشینی' پھر وہ دنیاوی لذتوں سے قطع تعلق کر کے تصنیف و تالیف کے لئے گوشہ نشین ہو گیا وہ نہ گوشت کھاتا اور نہ جانوروں سے پیدا ہونے والی چیزیں استعمال کرتا وہ کھانے کے طور پر مسور کی دال اور مٹھائی کے طور پر انجیر کو استعمال کرتا اور اسے جو سالانہ تیس دینار وظیفہ ملتا تھا وہ اس پر گزارہ کرتا وہ کھدر کا لباس پہنتا اور چٹائی بچھا لیتا اپنی اولاد کو لوگوں کی ملامت اور زندگی کی مصیبتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اس نے شادی کو اپنے اوپر حرام کیا تھا اور وہ اس حالت پر برقرار رہا تا آنکہ 449ھ میں وہ انتقال کر گیا۔

اس نے اپنی قبر پر یہ شعر لکھنے کی وصیت کی تھی۔

هذا جناه ابی علیّ وما جنیت علی احد

یہ میرے باپ نے میرے اوپر جرم کیا ہے لیکن میں نے کسی پر جرم نہیں کیا۔

جب وہ فوت ہوا تو اس کی قبر پر ایک سو اسی (180) شعراء موجود تھے جن میں محدثین فقہا اور صوفیاء بھی تھے۔

اس کی خداداد صلاحیتیں اور عقیدہ

ابوالعلاء نے اپنے متعلق وضاحت کرتے ہوئے خود کہا ہے کہ میں انسانوں میں پیدا ہوا ہوں لیکن انسان بیزار ہوں۔ وہ نرم دل سخی' وفادار' اپنی خواہشات نفس کو مارنے والا' لوگوں سے بدظن ان سے نہایت محتاط' قوی یادداشت والا اور سریع الحافظہ تھا اس کے متعلق عجیب و غریب واقعات منسوب ہیں کہتے وہ زبان جانتا یا نہ جانتا بہرحال حفظ کرلیتا تھا اس نے گیارہ سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کر دیا تھا اس کا اندھاپن اس کی عمدہ تشبیہ دینے اور آنکھوں والوں کے ساتھ کھیلوں میں شریک ہونے میں رکاوٹ نہیں تھا وہ شطرنج اور نرد کا بہترین کھلاڑی تھا سنجیدہ اور مزاحیہ ہردو موضوعات پر اس نے طبع آزمائی کی ہے۔

اس کے عقیدہ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ برہمن تھا اس لئے ملحد ہے۔ دیگر کچھ لوگ کہتے ہیں۔ اس کی شاعری بھی صوفیاء کے کلام کی طرح دورخی ہے ایک ظاہری اور دوسرا باطنی رخ ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ جو گمراہ کن اشعار ہیں وہ اس کے دشمنوں نے اس کی شاعری میں ملا دیئے ہیں اکثر لوگوں کا رجحان ہے کہ وہ شکی مزاج تھا کبھی ایک چیز کا اقرار کرتا کبھی انکار کر دیتا تھا یہی وجہ ہے کہ اس کی شاعری میں تضاد پایا جاتا ہے۔

اس کی شاعری:

ابوالعلاء کی شاعری دو حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔ اس کی جوانی کی شاعری جو "سقط الزند" میں جمع کر دی گئی ہے اور اس کی بڑھاپے کی شاعری جو "لزومیات" میں یکجا ہے اس کی جوانی کی شاعری میں مبالغہ کی کثرت ہے تقلیدی طرز اپناتے ہوئے واضح تکلف ہے اس میں اس نے متنبی کی تقلید کی ہے اور اکثر معانی اسی سے اخذ کردہ ہیں۔ جس میں اس نے زبان کے اصول و قواعد کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور بدیع میں اپنے ہم عصر کا مقابلہ کیا ہے۔ لیکن ان میں غریب الفاظ کا استعمال ہے اور اس کی شاعری میں علمی اصطلاحات کی کثرت ہے اس نے شاعری کی بیشتر اصناف میں طبع آزمائی کی ہے مگر اس کی شاعری خمریات حسنیات' شکاریات اور ہجو سے خالی ہے۔ اس کے پسندیدہ قصائد مرثیہ مدح اور فخر پر مبنی ہیں۔

رہی اس کے دور کہولت کی شاعری تو اس میں مبالغہ اور تکلف کم ہے اس میں اس نے متقدمین عرب کا انداز اپنایا ہے۔ جس میں پر شوکت الفاظ' بدویانہ' اسلوب' مشکل قافیہ بندی'

غیر ضروری پابندیوں کا التزام قیاس کے اصولوں کی سختی سے پابندی' بدیع اور تجنیس کا اکثر استعمال ہے۔ اس عہد کی شاعری میں اس نے اپنے فلسفیانہ خیالات و آراء کو بھی جگہ دی ہے لیکن اس انداز کی وجہ سے اس کی شاعری میں غریب الفاظ اور مشکل تراکیب کی بھرمار ہے اسے اپنے فکری نتائج کا سرعام اظہار کرتے میں لوگوں کے شر سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا لہٰذا اس نے ان افکار کو الفاظ کے کانٹوں سے گھیر دیا تاکہ آسانی سے ہر کس و ناکس کی وہاں تک رسائی نہ ہو سکے اور نہ ہی وہ زبانوں پہ جاری ہو سکے۔ اس نے اپنی شاعری میں جانوروں کے مکالمہ کی جدت بھی پیدا کی۔ مثلاً مرغ اور کبوتر کی گفتگو' بھیڑیئے اور بکری کا مناظرہ' وہ ابو طیب متنبی کے بعد سب سے بڑا حکیم شاعر ہے۔ بلکہ دقت خیال میں اس سے بھی بڑھ کر ہے نیز فلسفہ اجتماعیات' انسانی اخلاق' نظامہائے حکومت' قوانین اور ادیان کو شاعری میں جگہ دینے کی وجہ سے وہ متنبی سے بھی ممتاز اور اس راہ میں اپنی طرز کا پہلا شاعر ہے۔

اس کی نثر:

ابو العلاء کی نثر بھی اس کی شاعری کی طرح ہے۔ یہ عہد شباب میں دور کہولت سے مختلف تھی عہد شباب کی شاعری میں مبالغہ کی کثرت غریب الفاظ کی بھرمار سجع بندی کا التزام اور علمی اصطلاحات کی فراوانی تھی۔

پھر اس نے اپنی نثر میں فلسفہ کو جگہ دی تو مبالغہ میں کمی آئی اور معانی کی خوبصورتی کا سیلاب آگیا اس کے ساتھ ساتھ اس کی تحریر میں دماغ کو پریشان کرنے والا غموض اور دل کو اچاٹ کرنے والی تطویل ہوتی ہے بعض دفعہ وہ دوستوں کو خط لکھنے بیٹھتا ہے وہ خط بڑھتے بڑھتے ایک ضخیم کتاب بن جاتا ہے جس میں مختلف قسم کے مسائل پر مفید بحثیں آ جاتی ہیں۔

اس کی تصنیفات و تالیفات:

اس کی اکثر تصنیفات صلیبی جنگوں کی تباہی کی نذر ہو گئیں صرف **سقط الزند' لزومیات' درعیات' الفصول و الغایات' مجموعہ مکاتیب' رسالہ الملائکتہ'** اور **رسالتہ الغفران** بچ سکیں۔ رسالتہ الغفران جو (اٹلی کا مشہور شاعر) ڈانٹے کی ڈیوائن کامیڈی اور ملٹن جنت گم گشتہ سے بہت مشابہ ہے۔) جس میں وہ عالم تخیل میں ایک آدمی کو پیش کرتا ہے جو آسمان میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں جو کچھ دیکھتا ہے اسے بیان کرتا ہے۔ اس

کتاب میں اس نے نہایت ڈرامائی انداز میں شعراء" راویان شعراور نحویوں پر تنقید کی ہے۔ اور "عبث الولید" یہ دیوان بحتری کی شرح ہے یہ دمشق میں شائع ہوئی۔ اور ایک کتاب "الایک والعضون" سو جلدوں پر مشتمل یہ علوم وادب میں انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی تھی ناپید ہے۔ اسی طرح دیوان متنبی کی ایک شرح جس کا نام "معجز احمد" ہے اور دیوان ابو تمام کی شرح' ذکری حبیب اور بہت سی کتابیں تھیں۔

اس کی شاعری کا نمونہ:

رعیت پر حکام کے ظلم و ستم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے کہتا ہے۔

مل المقام فکم اعاشر امة امرت بغیر صلاحها امراها
ظلموا الرعیة واستجازوا کیدها وغدوا مصالحها وهم اجراء وها

یہاں ٹھہرنے سے تو اب اکتاہٹ ہو گئی ہے ایسے لوگوں کے ساتھ کتنی دیر تک رہا جا سکتا ہے جس کے حکام مفاد عامہ کے خلاف احکامات جاری کریں۔

وہ رعیت پر ظلم و ستم کرتے رہیں اور ان کے ساتھ چالیں چلتے رہیں اور ان کے مفاد سے تجاوز کرتے رہیں حالانکہ یہ ان کے تنخواہ دار ملازم ہیں۔

قسمت کی ستم ظریفیاں اور زندگی کے اوہام کے متعلق کہتا ہے۔

تبارکت! انهار البلاد سوائح بعذب وخصت بالملوحة زمزم
هو الحظ عیرالبید ساف بانفه خزامی وانف العود بالذل یخزم
توهمت خیرا فی الزمان واهله وکان خیالا لایصح التوهم
فما النور نوار' والا الفجر جدول ولا الشمس دینار ولا البدر درهم

خدایا! تیری ذات بڑی بابرکت ہے! یہ کیا بات ہوئی کہ دنیا کی نہریں میٹھے پانی کے ساتھ بہہ رہی ہیں اور زمزم کو کھارے پانی کے ساتھ ہی مخصوص کر دیا گیا ہے؟

یہ قسمت کے ہی کرشمے ہیں کہ جنگلی گدھا تو خزامی (ایک نہایت خوشبودار پودا) پر ناک مار رہا ہے اور بیچارے اونٹ کی ناک میں ذلت سے نکیل پڑی ہوئی ہے۔

مجھے وہم ہوا تھا کہ زمانہ اور اہل زمانہ میں خیر ہے لیکن اس کا وہم کرنا بھی صحیح نہیں یہ تو محض ایک خیال ہے (یعنی یہاں جن چیزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جو تشبیہ دی جاتی ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔) نہ نور نوار (پھول) ہے نہ فجر کوئی نالہ ہے نہ سورج دینار ہے اور نہ چاند درہم ہے۔

دینداروں ، ریاکاروں اور زاہدوں کے متعلق کہتا ہے۔

رویدک قد غررت وانت حر بصاحب حیلة یعظ النساء
یحرم فیکم الصهباء صبحا ویشربها علی عمد مساء
یقول لکم غدوت بلا کساء وفی للذاتها رهن الکساء
اذا فعل الفتی ما عنه ینهی فمن جهتین لا جهة اساء

ذرا سنبھل کر چلو! تم تو سمجھدار آدمی ہو۔ تم اس چالباز آدمی کے دھوکے میں آگئے ہو جو عورتوں کو وعظ و نصیحت کرتا ہے۔

وہ صبح کو تمہارے درمیان بیٹھ کر شراب کو حرام بتاتا ہے اور شام کو وہ اسے عمداً پیتا ہے۔

وہ تم سے کہتا ہے۔ کہ اوڑھنے کو میرے پاس کپڑا نہیں ہے حالانکہ اس نے اپنی عیاشیوں کے لئے اپنا کمبل گروی رکھ دیا ہے۔

جب ایک آدمی وہی کچھ کرنے لگے جس سے وہ دوسروں کو روکتا ہے تو وہ ایک نہیں دو اعتبار سے برا کرتا ہے۔

چند مزید اشعار

یحسن مرای لبنی آدم وکلهم فی الذوق لایعذب
ما فیهم بر ولا ناسک الا الی نفع له یجذب
افضل من افضلهم صخرة لاتظلم الناس ولاتکذب

بنو آدم (انسان) دیکھنے میں کتنا اچھا لگتا ہے لیکن آزمائش میں سب اچھے ثابت نہیں ہوتے۔

ان میں نہ کوئی نیک ہے نہ کوئی زاہد ہے بلکہ سب اپنے مفاد کے پجاری ہیں۔

ان میں سے جو برگزیدہ اور افضل ہے اس سے ایک چٹان زیادہ برگزیدہ اور افضل ہے کیونکہ نہ وہ لوگوں پہ ظلم و ستم کرتی ہے اور نہ جھوٹ بولتی ہے۔

اندلس کے شعراء اور ان کی شاعری

قریشی عقاب سفاح کے جال سے نکل کر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان بچانے کے لئے اندلس جانکلا ان دنوں جب مصری اور یمنی باہم لڑ رہے تھے۔ اور ملک امید لگائے بیٹھا تھا کہ کوئی

آئے جو اس کے شیرازہ کو یکجا کرے۔ اس کے مردہ جسم میں جان ڈال دے اور اس کے اختلافات کو اتحاد میں بدل دے چنانچہ عبدالرحمن الداخل ہی وہ انسان موعود اور امام منتظر تھا اس نے یمنیوں کی مدد سے 138ھ میں اندلس پر قبضہ کرلیا اور دمشق میں خلافت کی کایا پلٹ جانے کے بعد قرطبہ میں بنوامیہ کا علم گاڑ دیا۔ پھر اس کے بعد دو سو چوراسی (284) سال تک اس کی اولاد در اولاد کے انیس (19) خلفاء نے حکومت کی حتیٰ کہ قوموں کا پرانا مرض انہیں لے ڈوبا ان کا شیرازہ بکھر گیا اور وہ چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ گئے۔ جسے طوائف الملوکی کا نام دیا جاتا ہے۔ مثلاً بنی جہور قرطبہ میں ابن عباد اشبیلیہ میں اور ابن افطس بطلیوس میں فرمانروا بنا۔

بنوامیہ کی مغرب میں سیاسی پالیسی مشرق کی پالیسی سے مختلف تھی اپنی پہلی حکومت یعنی مشرق میں وہ موالی غیر عربوں سے میل جول کو کسرشان خیال کرتے تھے۔ اور قومی عصبیت پر فخر کرتے تھے لیکن اس حکومت میں وہ متمدن ہو گئے تھے اور اپنی مفتوحہ اقوام کے ساتھ گھل مل کر رہنے کے لئے وہی اسباب فراہم کرتے تھے۔ جس طرح بنو عباس ایرانیوں کے ساتھ کر رہے تھے اس باہمی ربط و ضبط اور اختلاط کا نتیجہ تھا جو اندلس میں رونما ہوا تھا یہ اسی قسم کا امتزاج تھا جو عراق میں سامی اور آریائی اقوام کا امتزاج تھا اور عربی عقل کی پختگی' ادبی تحریک کی ترقی نیز اندلس میں اسلامی تہذیب کا شباب تک پہنچا جس کا مواد مشرقی تھا اور جس کے بانی مبانی عرب تھے کیونکہ یورپ میں اس وقت جہالت و ناخواندگی کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور وہ ناخواندگی کی بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا۔

ہسپانوی لوگوں نے عربی ثقافت کو اپنا لیا ان کا دین اختیار کر لیا۔ ان کی زبان بولنے لگے اور ان کا ادب سیکھنے لگے اور انہوں نے لاطینی زبان اور ادب کو ترک کر دیا بلکہ بھول ہی گئے حتیٰ کہ قرطبہ کے ایک کاہن نے اس صورت حال پر شکوہ بھی کیا ہے۔ لیکن پھر ان کے مذہبی رہنما اس تند و تیز سیلاب کے آگے بند نہ باندھ سکے اور انہیں مجبور ہو کر اپنی دینی کتابوں کو عربی میں نقل کرنا پڑا۔

بایں ہمہ امویوں اور اندلسی عربوں کی نگاہیں مسلسل مشرق کی طرف لگی ہوئی تھیں جہاں ان کا قومی دینی لغوی' ادبی اور تمدنی مرکز تھا وہ اس کی روشنی میں چل رہے تھے وہاں کے علماء اور فضلاء سے مدد حاصل کر رہے تھے۔ اور اپنے سیاسی اور ملکی معاملات میں عباسیوں کی اقتداء کر رہے تھے چنانچہ انہوں نے مدارس اور یونیورسٹیاں بنائیں۔ پبلک لائبریریاں قائم کیں۔ تصنیف و تالیف کی تحریک کو تیز کیا۔ ادبی سرگرمیاں جاری کیں۔ فنون کی حوصلہ افزائی کی۔

مناظرے مشاعرے اور موسیقی کی مجلسیں منعقد کیں عبدالرحمن الثانی کے عہد خلافت 206ھ تا 237ھ میں اندلس ان چیزوں کا معتدبہ حصہ حاصل کر چکا تھا پھر امیرالمومنین عبدالرحمن الثالث اور اس کے بیٹے حکم 300ھ تا 350ھ کے عہد خلافت میں تو اندلس ترقی کے اوج کمال تک پہنچ چکا تھا یہی اس کا سنہری دور تھا جس میں اس کی قوت و شوکت' دولت و ثروت اور وحدت تمدن اور عمرانیت اور فن و ادب میں بغداد کا مقابلہ کر رہا تھا جس نے مشہور مورخ ڈوزی کو حیران کر دیا وہ کہہ اٹھتا ہے عبدالرحمن ناصر قرون وسطی کے بادشاہوں سے نہیں بلکہ اسے جدید دور کا بادشاہ ہونا چاہئے تھا۔

اس طرح بغداد اور قرطبہ سے بیک وقت اسلامی تمدن کی کرنیں پھیل کر مشرق و مغرب میں تاریکی کے بدلے روشنی پھیلا رہی تھیں اور مغرب کے جہالت کے پردے اتار رہی تھیں لیکن "ہر کمالے را زوالے" کے مصداق ابھی حکم بن ناصر کی خلافت ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ بنی مروان کی خلافت میں تنزل اور انحطاط کے آثار نظر آنے لگے اور آل سلطان طوائف الملوکی کا شکار ہو گئی جسے انہوں نے تھوڑا سا سہارا دیا لیکن اس شیرازہ بندی کی بیماری اور نظام کی خرابی کے سامنے اس کے کندھے کمزور ہو گئے اور بربر کے مرابطین کی نبرد آزمائی نے ان کا اتحاد افتراق میں بدل دیا اور ان کے مقابلہ میں آگئے ادھر فرنگیوں کی بار بار یلغار نے ان کے ہاتھوں ایک ایک کر کے شہر چھینا شروع کر دیئے حتیٰ کہ 898ھ میں ابو عبداللہ محمد بن علی کے غرناطہ سے فرار ہونے سے ان کی شکست مکمل ہو گئی اور ہمہ گیر طور پر ملک چھوڑنے کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اس کے بعد پھر جزیرہ سپین نے کبھی عربوں اور عربی زبان کا دور نہ دیکھا۔

یہ ہے اندلس کے عربوں کا مختصر سا تعارف جسے ہم تمہیداً ذکر کر رہے ہیں جسے ہم وہاں کی شاعری اور شعراء کے بیان سے پہلے مناسب خیال کرتے ہیں۔

یہاں ہمارا یہ مقصد نہیں کہ ہم یہاں کی شاعری کا مکمل تجزیہ اور تفصیلی مطالعہ کریں بلکہ یہاں ایک مختصر سا تبصرہ ہو گا جس سے ان کی شاعری کے اسالیب اور اطوار نمایاں ہو سکیں گے اور شاعری پر ان کے ماحول اور فطرت کی تاثیر کی وضاحت ہو گی۔

عرب شعراء نے یورپ میں وہ کچھ پایا جو انہیں ایشیا میں نہ مل سکا تھا یہاں رنگ برنگی زندگی' نت نئی فضائیں مختلف مناظر' مسلسل بارشیں' سایہ دار گھنے درخت' مکمل بہتی نہریں۔ زرخیز علاقے بڑے بڑے پہاڑ بہار کے پھولوں سے بھرپور چراگاہیں ملیں جس نے ان کے ذہنوں کو صفائی بخشی ان کے وجدان کو بلند اور ان کی زبانوں کو شیریں بنایا۔ ادب کے دائرہ کو وسعت دی۔

شاعری کو مہذب بنایا الفاظ میں حسن اور معانی میں زور پیدا کیا اور قوافی میں تنوع' خیال میں نیرنگی پیدا کی اور اسے گلدستہ کی طرح آراستہ کیا اور رواں دواں نہر کی طرح بہایا اور چھوٹی چھوٹی بحروں میں کثرت سے نظمیں کہیں۔ حتیٰ کہ عروض و قوافی کے اوزان تنگ پڑ گئے چنانچہ انہیں تمدن نزاکت طبع اور موسیقی کے روز افزوں کے تقاضوں سے مجبور ہو کر موشح نام سے فصیح عربی زبان میں بحر ایجاد کرنا پڑی پھر بعد میں ادبی انحطاط اور عربوں کی حکومت کے زوال کے بعد یہ عوامی زبان میں آکر "زجل" کی شکل اختیار کر گئی۔

انہوں نے شاعری میں مختلف موضوعات کو نظم کیا مثلاً مدح' غزل' مرثیہ' دعا' زہد و تصوف' فلسفہ' مزاح' ظرافت' وہ اجتماعی سیاست کو زیر بحث لائے تاریخی واقعات کو نظم کیا وصف میں ان سے جو بن پایا انہوں نے اس میں جدت پیدا کی۔ انہوں نے عمارتوں' مورتیوں' محلات فواروں' رہٹ' تالاب' حوض' چراگاہوں' دریاؤں' درختوں' ہواؤں' اور طربیہ محفلوں سب کا وصف بیان کر ڈالا ان میں حلاوت لفظ' نزاکت اسلوب اور دقت صنعت نمایاں طور پر جلوہ گر ہے۔ تاہم ان سب کے باوجود ان کی شاعری مشرقی طرز پر چل رہی تھی۔ نہ تو اس نے مشرقی حدود سے تجاوز کیا اور نہ تبدیلی کی ماسوائے موشح کی ایجاد اور قافیہ کے تنوع کے جس کا ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ کیونکہ شاعری کے متعلق ان کا اعتقاد تھا کہ وہ اصل سند اور حقیقی مرجع ہے اور وہی قالب ہے جس پر اس کو سانچا جا سکتا ہے۔

اگر بعض وجوہ کی بناء پر فرنگی ادیبوں کی اس بات میں صداقت ہو کہ عربی شاعری محض لفظی صنعت گری کا نام ہے اور صرف شکل میں کاریگری ہے۔ اس میں نہ تو خیال کی عمدگی ہے اور نہ شعور صادق ہے تو یہ بات کم از کم اندلس کے شعراء کے متعلق قطعاً صحیح نہیں ہے کیونکہ انہوں نے شاعری کے ذریعے اپنے احساسات اور اپنے جذبات کی ترجمانی کی ہے اس میں نہایت عمدہ الفاظ اور پرکشش اسلوب اختیار کیا ہے۔ وہ اپنے اشعار پڑھنے والوں پر سونے کے جاموں میں وہ سب کچھ پیش کر دیتے ہیں۔ جو ان کی طبیعتیں چاہتی ہیں جب وہ قدرتی مناظر کا وصف بیان کرتے ہیں۔ اور زمین پر پھیلی ہوئی اشیاء کی عکاسی کرتے ہیں۔ تو ان کی شاعری یورپی شاعری کے مشابہ ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فرانسیسیوں' ہسپانیوں' نے سائنس' موسیقی اور فن تعمیر کے علاوہ شاعری کی مختلف اصناف مثلاً مدح' ہجو اور غزل بھی اندلسی عربوں سے اخذ کی ہیں جس طرح انہوں نے قافیہ ان سے لیا ہے کیونکہ اس سے قبل وہ اپنی شاعری میں آخری حروف کی آواز ہم آہنگ ہونے پر اکتفا کرتے تھے اور ماقبل حروف کا کوئی خیال نہیں رکھتے تھے۔

اگر اندلسیوں کی تمدنی ترقی کا یہ عرصہ کچھ اور لمبا ہوتا تو اس کی ترقی کے اثرات ان کی لغت اور ادب پر بھی پڑتے رہتے تو حقیقت میں وہ روسو۔ ہوگر اور لومرٹین اور اس قسم کے ادیبوں سے بھی بلند مرتبہ ہوتے لیکن افسوس کہ ان میں بہت جلد افتراق پیدا ہوگیا۔ باہمی خلفشار اور بد نظمی پھیل گئی ان کی طبیعتیں پژمردہ ہو گئیں اور ان کی عقلیں خالی ہو گئیں اور وہ نیست و نابود ہو گئے خدا کا قانون ایسے لوگوں کے ساتھ یہی سلوک کرتا ہے آپ اللہ کے قانون میں تبدیلی نہیں پا سکتے۔

اندلسی شاعری کے نمونے:۔

احمد حمدیس صقلی کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ذکرت صقلیة والاسی یهیج للنفس تذکارها
ومنزلة للتصابی خلت وکان بنو الظرف عمادها
فان کنت اخرجت من جنة فانی احدث اخبارها
ولولا ملوحة ماء البکاء حسبت دموعی انهارها

میں نے سسلی کو یاد کیا اس کی یاد دل میں رنج و غم کا طوفان برپا کر دیتی ہے۔
وہ ایک پر رونق مقام تھا جو خالی ہو گیا اور جسے زندہ دلوں نے آباد کیا تھا۔
اگر مجھے جنت سے نکال دیا گیا ہے تو میں اس کے واقعات بیان کر رہا ہوں۔
اگر میرے آنسوؤں میں کھاری پن نہ ہوتا تو میں انہیں وہاں کی نہریں خیال کر لیتا۔

معتمد بن عباد اشبیلیہ کا حاکم جس کی حکومت ابن تاشفین نے چھین کر اسے "اغمات" کی جیل میں قید کر دیا تھا جب اس قید کی حالت میں عید کے دن اس کی بیٹیاں پھٹے پرانے کپڑوں میں اس سے ملنے کے لئے پہنچیں تو اس نے یہ اشعار کئے۔

فیما مضی کنت بالاعیاد مسرورا فساء ک العید فی اغمات ماسورا
تری بناتک فی الاطمار جائعة یغزلن للناس مایملکن قطمیرا
یطئن فی الطین والاقدام حافیة کانها لم تطا مسکاو کافورا
افطرت فی العید لاعادت اساء ته مکان فطرک للاکباد تقطیرا
قد کان دهرک ان تامره ممتثلا فردک الدهر فهیا و ماموراا
من بات بعدک فی ملک یسر به فانما بات بالاحلام مغرورا

ماضی میں تو بڑی خوشی سے عیدیں مناتا تھا لیکن آج اغمات میں تجھے عید ستا رہی ہے۔

آج تو اپنی بیٹیوں کو چیتھڑوں میں ملبوس اور بھوکا دیکھ رہا ہے۔
وہ لوگوں کے لئے سوت کاتتی ہیں۔ لیکن ایک کھوٹا سکہ بھی ان کے پاس نہیں ہے۔
وہ ننگے پاؤں کیچڑ میں رکھ کر چلتی ہیں ایسے لگتا ہے جیسے کبھی انہوں نے مشک و کافور کو روندا ہی نہیں۔
تو نے عید میں افطار کیا خدا کرے یہ دکھ دوبارہ نہ آئے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے تیری اس عید الفطر نے جگر کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔
ایک وہ بھی وقت تھا جب زمانہ تیرے حکم کا منتظر ہوتا تھا آج تجھے زمانہ نے محکوم بنا کر بہت سی چیزوں سے محروم کر دیا ہے۔
تیری اس حالت کو دیکھنے کے بعد بھی اگر کوئی حکومت پر خوش ہوتا ہے۔ تو وہ خوابوں کے فریب میں مبتلا ہے۔
بن لقی کی موشح جو بہترین شمار کی جاتی ہے۔

خذ حدیث الشوق عن نفسی' وعن الدمع الذی همعا
ماتری شوقی قدوقدا وهما دمعی واعتدی قلبی علیک سدی واطردا'
آہ: من ماء و من قبس بین طرفی والحشا جمعا

عشق و محبت کی کہانی۔ میرے بہنے والے آنسوؤں سے معلوم کر لو۔
آپ دیکھتے ہیں میرا شوق بھڑک رہا ہے۔
میرے آنسو بہتے چلے جا رہے ہیں۔
اور میرا دل تیری محبت میں بے قابو ہو چکا ہے۔
آہ' یہ پانی اور آگ جو میری آنکھوں اور دل میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔

بابی ریم اذا سفرا' اطلعت ازاره قمرا
فاحذروه کلما نظرا
فبا لحاظ الجفون قسی' انا منها بعض من صرعا

میں قربان ہوں اس پر جو نقاب اٹھائے تو غزال ہو جس کی نقاب کے بٹن کھلیں تو چاند نمودار ہو۔
جب وہ تیری طرف دیکھے تو ڈرتے رہنا۔
اس لئے کہ اس کی نگاہوں میں جفا کے تیر ہیں اور ان تیروں کا میں بھی ایک شکار ہوں۔

اندلس کے شعراء

ابن عبد ربہ

پیدائش اور حالات زندگی:

وہ ابو عمر احمد بن محمد عبد ربہ ولاء کے اعتبار سے اموی تھا کیونکہ اس کا دادا اندلس میں خلیفہ دوم ہشام بن عبد الرحمٰن الداخل کا آزاد کردہ غلام تھا یہ ادیب شاعر قرطبہ میں پیدا ہوا اور وہیں نشوونما پائی پھر اندلس کے ادباء اور علماء سے کسب فیض کیا اور علم و روایت پر وسیع اطلاع پانے میں ممتاز تھا اور شعر و انشاء میں کامل ماہر ہو گیا تھا یاقوت نے "معجم الادباء" میں لکھا ہے ابو عمر کو علم میں جلیل القدر مقام حاصل تھا اور وہ دیانتداری و تقویٰ کے ساتھ ادب میں ریاست اور شہرت کا مالک تھا۔ اتفاق سے اسے ایسا زمانہ اور حکومتیں ملیں جنہیں علم کی قدر اور ضرورت تھی وہ گمنامی کے بعد مشہور اور غریبی کے بعد امیر ہو گیا۔ اسے "تفضیلی" کہا گیا ہے۔ تاہم اس پر شاعری کا ذوق غالب تھا پھر آخری عمر میں اس پر فالج کا حملہ ہوا اور وہ 328ھ میں وفات پا گیا۔

اس کی شاعری:—

ابن عبد ربہ کی شاعری کا بیشتر اور عمدہ حصہ وصف اور غزل کا ہے۔ مشرقی شان و شوکت اور مغربی نزاکت اور سلاست کو یکجا کرنے میں اس کی شاعری ابن زیدون کی شاعری سے مشابہ ہے' اس نے مشرقی اخبار کا کثیر مطالعہ کیا تھا اور ان کی شاعری کا مکمل مقلد تھا چنانچہ اہل مشرق میں اس کی شہرت پھیل گئی وہ اس کی شاعری کو روایت کرنے اور اس کا عام چرچا کرتے تھے نیز وہ اس کے کلام کی عمدگی اور افضلیت کے معترف تھے ابن الخطیب نے روایت بیان کی ہے کہ ولید اندلسی نے جب حج کیا تو حج کے بعد واپسی پر وہ کچھ دیر کے لئے مصر میں ٹھہرا وہ جامع عمرو بن عاص میں متنبی سے ملا وہ کچھ دیر باتیں کرتے رہے پھر متنبی کہنے لگا ہمیں اندلس کے خوش الحان کے اشعار تو سناؤ یعنی ابن عبد ربہ کے تو ولید نے اس کے کچھ اشعار سنائے تو متنبی نے خوب داد دی اور مکرر سنانے کو کہا پھر کہنے لگا۔ اے ابن عبد ربہ اعراق تیرے پاس گھسٹ کر پہنچے گا۔"

اس کی فضیلت و عظمت کے لئے متنبی کی گواہی ہی کافی ہے۔ ابن عبد ربہ کثیر اشعار کہنے والے شاعروں میں سے ہے حمیدی نے اس کے بیس سے زیادہ شعری اجزاء دیکھے تھے جو ان

اجزاء میں سے تھے جن میں بیشتر اس نے حکم بن عبدالرحمٰن ناصر کے لئے ہاتھ سے لکھے تھے اپنی شاہکار تصنیف العقد الفرید میں اس نے ہر عنوان کے تحت اپنی شاعری کا بیشتر حصہ دیا ہے۔ اور اس نے کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

میں نے اس کتاب کے ہر باب میں متعلقہ موضوع کے ساتھ مطابقت رکھنے والے اشعار بیان کئے ہیں اور ساتھ ہی ہر موضوع کی مطابقت کے ساتھ اپنی شاعری کا بیشتر حصہ دیا ہے۔ تاکہ ہماری یہ کتاب پڑھنے والے کو پتہ چل سکے کہ عربی ممالک سے بعد اور انقطاع کے باوجود ہمارے مغربی ملک کو شاعری اور نثر کا بڑا حصہ ملا ہے۔

العقد الفرید کا تعارف:

یہ کتاب ادب کی "امہات الکتب" میں سے ہے یہ کتاب مختلف فوائد' اخبار و واقعات' انساب' امثال' نظم' عروض حتی کہ طب اور موسیقی کے متفرق مسائل پر حاوی ہے اور اس میں اصمعی' ابوعبیدہ' جاحظ اور ابن قتیبہ وغیرہ کی کتابوں کا خلاصہ مدون کیا گیا ہے اور مصنف نے صرف عربوں سے منقول کلام کو ہی درج نہیں کیا بلکہ حکمت و نصیحت اور مزاح پر مشتمل یونانیوں' ایرانیوں اور ہندوؤں کی کتابوں کے تراجم سے بھی بہت سی مفید چیزوں کو لیا گیا ہے مصنف نے کتاب کی تبویب اور مضامین کی ترتیب دینے میں کمال دانشمندی اور فن کاری کا ثبوت دیا ہے' اور اسے پچیس ابواب پر تقسیم کیا ہے ہر موضوع کا الگ باب ہے اور ہر باب کے شروع میں بطور پیش لفظ باب کی غرض و غایت بیان کی ہے اور ہر باب کو اس نے ہار کے ایک ہیرے سے موسوم کیا ہے مثلاً موتی' گوہر یکتا' زبرجد' مرجان' یاقوت' ہیرا وغیرہ۔

حیران کن بات یہ ہے کہ مصنف نے اندلس سے تعلق رکھنے کے باوجود نہ اندلس کے متعلق کچھ لکھا ہے نہ ہی وہاں کے مکینوں کے متعلق تبصرہ کیا ہے' اپنے سوا کسی کے متعلق ایک لفظ تک نہیں لکھا' حتی کہ صاحب بن عباد نے جب اس کتاب کی شہرت سنی تو نہایت شوق و ذوق سے اس کے مطالعہ کی خواہش کی جب اسے یہ کتاب مل گئی اور اس نے مطالعہ کیا تو کہنے لگا "یہ تو ہمارا ہی مال و متاع ہمیں واپس کر دیا گیا میں نے تو سمجھا تھا کہ اس کتاب میں ان کے دیس کے متعلق معلومات و اخبار ہوں گی اس کی ہمیں ضرورت نہیں یہ کہہ کر وہ کتاب واپس کر دی" اس کتاب کی تین جلدیں ہیں ایک ہزار سے زائد صفحات ہیں آخری مرتبہ یہ پانچ جلدوں میں قاہرہ میں شائع ہوئی۔

اس کی شاعری کانمونہ:۔

غزل میں اس کے اشعار

یا لولوا یسبی العقول انیقا' ورشا بتقطیع القلوب رفیقا
مااِن رایت ولا سمعت بمثلہ' دار یعود من الحیاء عقیقا
واذا نظرت الی محاسن وجھہ' ابصرت وجھک فی سناہ غریقا
یامن تقطع خصرہ من رقۃ' مابال قلبک لا یکون رقیقا؟

اے عقلوں پر ڈاکہ ڈالنے والے موتی' اور اے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں مہارت رکھنے والے غزال۔

نہ میں نے کبھی ایسا موتی دیکھا نہ میں نے کبھی اس کے متعلق سنا کہ جو شرم سے (رنگ بدل کر) عقیق بن جائے۔

جب تو اس کے چہرے کے حسن کو دیکھے گا تو تجھے ایسے معلوم ہو گا کہ تیرا چہرہ اس کے نور میں مستغرق ہے۔

اے وہ محبوب! کہ نزاکت کی وجہ سے جس کی کمر ٹوٹی پڑ رہی ہے آخر کیا وجہ ہے کہ تیرا دل کیوں نرم و نازک نہیں ہے؟

اس کے اخیر عمر میں کہے ہوئے اشعار

بلیت وابلتنی اللیالی بکرھا' وصرفان للایام معتوران
ومالی لاابلی لسبعین حجۃ' وعشر اتت من بعدھا سنتان
ولست ابالی من تباریح علی' اذا کان عقلی باقیا ولسانی

میں خستہ حال ہو گیا ہوں مجھے دن رات کی گردش اور سنوں نے ناکارہ کر دیا ہے۔

بیاسی برس کی عمر کے بعد بھی اگر میرے اعضاء جواب نہ دیں تو میں کون ہوا؟

بہرحال مجھے اپنی بیماری کی تکلیفوں کی پرواہ نہیں بشرطیکہ میری عقل اور میری زبان باقی رہے۔

ابن ھانی اندلسی

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو القاسم محمد بن ھانی ازدی اندلسی کی پیدائش اشبیلیہ میں اس وقت ہوئی جب اموی عہد اموی خلیفہ شاہ ناصر کے دور میں اپنے عہد شباب اور سنہری دور سے گزر رہا تھا اور اندلس کے علاقے علم و ادب سے زرخیز تھے اس نے وہیں پرورش پائی اور مروجہ طریقے کے مطابق ادب عربی کی تحصیل شروع کی وہ سماع' حفظ' انشاء اور محاکات کا زمانہ تھا' ان کا باپ ہانی اس کی مدد کرتا اور نوک پلک سنوارتا تھا کیونکہ وہ خود بھی ادیب تھا اور ادب اور شاعری کے ذریعے روزی کماتا تھا دیگر شعراء کی طرح ہمارے اس شاعر کو بھی عیش و عشرت اور مال و متاع کی تلاش شروع ہوئی چنانچہ یہ بھی اسی راستے پر چلا اور ان کی رہنمائی میں نکل پڑا حتی کہ اشبیلیہ کے حاکم کے دربار میں پہنچا حاکم اشبیلیہ کے دل میں جگہ بنائی اس سے بڑا اعزاز پایا۔

ان دنوں اندلسی تہذیب میں اسراف عیاشی اور لہو ولعب رواج پا رہے تھے ابن ھانی نے بھی ان پھلوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹنا شروع کر دیا اس سلسلے میں نہ اس نے کسی اخلاق کی پابندی پہ توجہ کی اور نہ ہی دینی قیود نے اس کی راہ روکی اور اس نے اہل مشرق کے برعکس جو کہ بدعت سے متنفر اور سنت کے شیدائی تھے فلسفیانہ خیالات کو دل میں جگہ دی جبکہ اندلسی فلسفہ کے منکر تھے اور دین کے متعلق بحث کرنے سے گریز کرتے تھے تو اہل اشبیلیہ نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور وہ اسے نقصان پہنچانے کے درپے ہو گئے تھے بلکہ انہوں نے بادشاہ پر بھی اس کے نظریہ کی حمایت کرنے کا الزام لگایا تو بادشاہ نے اسے اشارہ کیا کہ کچھ دیر کے لئے یہاں سے دور چلا جائے تاآنکہ لوگوں کے مخالفانہ جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں اور وہ اس واقعہ کو بھول جائیں چنانچہ وہ اقصائے مغرب میں چلا گیا اس وقت اس کی عمر چھبیس برس کی تھی چنانچہ وہ امیر لشکر جوھر سے ملا جس نے معز کے لئے مصر فتح کیا تھا اس نے اس کی مدح کہی اس کی امید کی کھیتی پھر سرسبز و شاداب ہو گئی قسمت نے اسکا ساتھ دیا اس نے اسے معز لدین اللہ عبیدی سے ملا دیا اس نے اسے اپنا خصوصی مقرب بنا لیا اور اسے مالا مال کر دیا۔

جب جوھر کے مصر کو فتح کرنے کے بعد معز نے مصر جانے کا ارادہ کیا تو ابن ہانی نے اسے رخصت کیا اور خود اپنے بال بچوں کو لانے کے لئے پیچھے رہ گیا کہ وہ مصر پہنچ جائے گا جب یہ مصر جا

رہا تھا ابھی راستے میں ہی تھا کہ برقہ جگہ پر ایک دوست کے ہاں مہمان ٹھہرا اس کے ہاں کھیل کود اور گانے میں حصہ لیتا رہا ایک دن تو اس نے اتنی شراب پی لی کہ اس کا نشہ ہی نہ اترا اور وہ موت کے نشہ سے جا ملا۔

بعض کا خیال ہے کہ اس کے دوستوں میں سے کسی نے اس کے ساتھ زیادتی کی اور اسے قتل کر دیا' بعض کہتے ہیں کہ یہ نشہ کی حالت میں گھر سے نکلا بدمستی کی حالت میں کہیں گر گیا اور مر گیا۔ اس وقت اس کی عمر چھتیس سال تھی جب معز کو اس کی موت کی خبر ملی تو اسے بہت افسوس ہوا اور وہ کہنے لگا "ہم نے اس شاعر سے امید لگائی ہوئی تھی کہ ہم اس کے ساتھ مشرق کے شعراء سے بازی لے جائیں گے لیکن یہ ہمارے مقدر میں نہ تھا۔

اس کے اخلاق وعادات:۔

ابن ھانی خوش مزاج' عیاش و آوارہ مزاج' شرابی اور رنگ رلیاں منانے والا تھا یہ نہایت ذہین' شگفتہ اخلاق' شستہ ادیب' صاف گو' اپنے افعال میں نڈر' اسے یہ پرواہ نہ تھی کہ اس کی بات یا کام پر لوگ کیا کریں گے یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے ماحول کے برعکس اپنے خیالات و نظریات کو کھل کر بیان کیا جو ان لوگوں کے مخالف تھے اور وہ اپنے اشعار میں مبالغہ آمیزی میں کفر کی حد تک پہنچ گیا حالانکہ شاعر فلسفی کی طرح نہیں ہوتا اسے تو لوگوں میں مقبولیت کی شدید خواہش ہوتی ہے' اس کا ایک بڑا ثبوت خود اس کی شرابی حالت میں موت ہے جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

اس کی شاعری:۔

متفقہ طور پر ابن ہانی اندلس کا امیر الشعراء ہے یہ رائے اگرچہ ابن زیدون جیسے شعراء کے ساتھ قدرے ناانصافی ہے تاہم اس کی شاعری اعلیٰ درجہ کی شاعری ہے جو سلاست فکر' سلامتی تعبیر' زندگی کے بیشتر مسائل کا بیان' معاشرتی حالات اور نفس انسانی میں پیدا ہونے والے خیالات ہیں' اس نے متنبی کی شاعری کا مطالعہ کیا تھا اسے اس کا اسلوب اور طرز بہت پسند آیا اس نے بھی اس کی طرز کو اپنا لیا اور اس کی اقتداء کرتے ہوئے فلسفیانہ افکار کو شاعری میں جگہ اور اپنی مدحیہ کلام میں جگہ جگہ حکم اور امثال کو لاتا اور شاعری میں اپنی زندگی کو خصوصی جگہ دیتا اور اس میں جنگ' قوت اور غلبہ کا کثرت سے ذکر کرتا جو کچھ دیکھتا یا سنتا اسے بڑے اچھے انداز میں

بیان کرتا اسی بناء پر اھل مغرب اسے مغرب کا متنبی کہتے ہیں۔ (کیونکہ وہ اپنے بلند پایہ شعراء کو مشرق کے بلند پایہ شعراء سے تشبیہ دینے کے عادی تھے) لیکن ان دونوں تشبیہات میں وہی فرق تھا جو چہرہ اور چاند میں یا عزم وزمانہ میں یا سمندر اور سخاوت کی مشہور تشبیہوں میں ہوتا ہے دل سے نکلنے والی بات اور تقلید میں بہت فرق ہوتا ہے ایسا لگتا کہ ان دونوں کا موازنہ کرنا ابو العلاء المعری کو ناپسند لگا کیونکہ وہ متنبی کا طرفدار اور اس کی شاعری کا بہت معترف تھا وہ ابن ہانی کے بارہ میں کہنے لگا "اس کی شاعری میں الفاظ کی بھرمار سے اس طرح آوازیں نکلتی ہیں جس طرح چکی میں سینگ پیسنے سے آئے' لیکن کون جانتا ہے اگر اللہ تعالیٰ ابن ھانی کی عمر دراز کر دیتا وہ قابل رشک عمر میں نہ مرتا اور اس کی عمر پختہ ہو جاتی تجربات اس کی شاعری کو نکھار دیتے تو تاریخ اس کے متعلق دوسری رائے قائم کرتی۔

اس کی شاعری کے موضوعات میں بیشتر حصہ مدح کا ہے غزل یا تشبیب یا تو قصیدہ کے ابتدا میں یا پھر تقلید کے طور پر لاتا ہے وصف اور مرثیہ میں اگرچہ اس کی شاعری کم ہے لیکن عمدہ ہے' فطرتی اسرار اور قدرتی مناظر سے جو چیزیں متنبی کے لئے رکاوٹ تھیں وہی اس کے لئے مانع بنیں چنانچہ ان چیزوں کا اس کی شاعری میں بہت کم ذکر ملتا ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

ایک مرثیہ میں اس کے بہترین اشعار

انا وفی امال انفسنا' طول وفی اعمارنا قصر
لنری باعیننا مصارعنا' لو كانت الالباب تعتبر
مما دھانا ان حاضرنا' اجفاننا والغائب الفكر
واذا تدبرنا جوارحنا' فاكلهن العين والنظر
لوكان للالباب ممتحن' ماعد منها السمع والبصر
ای الحياة الذ عيشتها' من بعد علمی اننی بشر
خزست لامر الله السنتنا' لما تكلم فوقنا القدر

ہم ہیں کہ ہمارے دلوں میں لمبی لمبی آرزوئیں ہیں جبکہ ہماری عمر تھوڑی ہے۔

ہم اپنی موت کی جگہوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اگر ہماری عقلیں عبرت حاصل کرنے والی ہوں۔

ہمیں جس چیز نے ورطہ حیرت میں ڈال رکھا ہے وہ یہ ہے کہ جو چیزیں ہمیں نظر آجائیں

وہ موجود ہیں اور جسے غور و فکر سے معلوم کرلیں وہ غائب ہے۔
جب ہم اپنے اعضاء میں غور و فکر کرتے ہیں تو ان میں سب سے کمزور آنکھ اور نظر کو ہی پاتے ہیں۔
اگر عقل کو پرکھنے کی کسوٹی ہوتی تو کان اور نگاہ تو کسی شمار میں بھی نہ آتے۔
جب مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں بشر ہوں تو پھر میں کس زندگی سے سرور و کیف حاصل کروں۔
ہماری زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں جب ہماری زبانوں پر قضاء و قدر کا حکم چلتا ہے۔
امیر لشکر کی مدح کرتا ہے اور اس کے لشکر کے مصر کو فتح کرنے کے لئے جانے کی حالت بیان کرتا ہے۔

رایت بعینی فوق ماکنت اسمع' وقد راعنی یوم من الحشر اروع
غداۃ کان الافق سد بمثلہ' فعاد غروب الشمس من حیث تطلع
فلم ادر اذ سلمت کیف اشیع ولم ادر اذ شیعت کیف اودع
وکیف اخوض الجیش والجیش لجۃ' .وانی بمن قاد الجیوش لمولع
فلاعسکر من قبل عسکر جوھر' تخب المطایا فیہ عشرا وتوضع

جو کچھ میں نے سنا تھا اپنی آنکھوں سے اس سے بڑھ کر دیکھا، لشکر کو جمع کر کے کوچ کرنے کے دن نے مجھے دہشت ناک کر دیا۔
اس روز صبح کو گویا آسمانی افق کو اس جیسے ایک دوسرے افق نے اوٹ میں کر دیا ہے اور سورج جدھر سے نکلا تھا ادھر ہی غروب ہو گیا
جب میں نے سلام کیا تو یہ ہوش نہ رہا کہ کیسے چلوں اور جب چل پڑا تو یہ پتہ نہ چلے کہ الوداع کیسے کروں؟
میں لشکر میں کیسے داخل ہوتا لشکر تو گہرے سمندر کی مانند تھا اور میں تو اسے ملنے کا مشتاق تھا جو لشکر کی قیادت کر رہا تھا۔
جوھر کے لشکر کو دیکھنے سے پہلے اتنا بڑا لشکر کبھی نہیں دیکھا تھا کہ اس کے ایک کنارے سے لیکر دوسرے کنارے تک پہنچنے کے لئے تیز رفتار سواری کو دس دن لگیں گے۔
گھوڑوں کے ایک دستہ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

صواھل لا الھضب یوم مغارھا' ھضب ولا البید الحزون حزون
عرفت بساعۃ سبقھا لا انھا' علقت بھا یوم الرھان عیون

واجل علم البرق عنها انما مرت بجانحتیه وهی ظنون

وہ ہنہناتے گھوڑے حملہ کے دن نہ بلندی ان کے لئے کوئی بلندی ہے نہ سخت اور دشوار گزار زمین ان کے سامنے کوئی رکاوٹ ہے۔

انہیں اس وقت پہچانا جاتا ہے جب وہ آگے نکل جاتے ہیں لیکن جب وہ گھوڑ دوڑ کے مقابلہ میں دوڑتے ہیں پھران پر نگاہ ہی نہیں جم سکتی

آسمانی بجلی کو بھی ان کے بارے میں فقط اتنا علم ہے کہ یہ گھوڑے اس کے پاس سے گمانوں کی سی تیزی سے گزر گئے۔

ابن زیدون

پیدائش 394ھ' وفات 463ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابوالولید احمد بن عبداللہ بن زیدون 394ھ میں قرطبہ میں پیدا ہوا اس کا باپ فقہاء و ادباء کا سرکردہ رہنما تھا اس نے دیگر لوگوں کے علاوہ اپنے باپ سے بھی علم و ادب سیکھا' اسے انشاء پردازی کے لئے سازگار طبیعت اور طبع سلیم کا وافر حصہ نصیب ہوا' اپنی محنت اور کمال مہارت سے اس نے اس قدر ترقی کی کہ اندلس میں طوائف الملوکی کے عالم میں یہ ابو الحزم بن جہور بادشاہ کا وزیر بن گیا اس کی شہرت عام ہو گئی اور اس کی قدر و منزلت میں بہت اضافہ ہوا' بادشاہ نے دیگر معاملات بھی اسے سونپ دیئے اس نے ذہانت و فطانت سے معاملات کو بہ خوبی چلایا اس نے اپنے بادشاہ اور دیگر بادشاہوں کی سفارت کی ذمہ داریوں کو بہت اچھی طرح نبھایا اور مشکلات پر قابو پایا۔

پھران کے درمیان ابن زیدون کی حتمی پالیسیوں کی وجہ سے بدظنی پیدا ہو گئی ابن جہور اس پر غصہ ہو گیا اور اسے قید کر دیا اور اس کی سابقہ خدمات اور گذشتہ عزت و حرمت کا کوئی پاس نہ کیا' ابن زیدون نے جیل سے ایک منفرد طرز کا خط لکھا کہ اسے رحم آ جائے اور اس کو جیل سے رہائی مل جائے لیکن اس پتھر دل پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا' چنانچہ یہ کسی طرح جیل سے فرار ہو گیا اور قرطبہ میں روپوش ہو گیا حتی کہ ابوالولید نے ابن جہور سے اس کے باپ کے پاس سفارش کروائی تو اس نے معاف کر دیا پھر یہ اس امیر کے سایہ عاطفت میں رہا بعد ازاں اس کا بیٹا

بادشاہ بنا اس کا بھی خاص مقرب رہا لیکن حاکم مالقہ سے اس کے سیاسی تعلقات کی بناء پر وہ بھی اس سے ناراض ہو گیا اور اسے شہربدر کر دیا تو اس نے 441ھ میں حاکم اشبیلیہ معتضد عباد کے ہاں جا کر پناہ لے لی اس نے اسے خصوصی مقربین میں جگہ دی اور اپنا مشیر اور معتمد بنا لیا پھر یہ اس کے بیٹے معتمد کا وزیر رہا اور بقیہ زندگی اشبیلیہ میں گزاری

اس مختصر سے تبصرہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ابن زیدون کی عمومی زندگی کتنی بے چین اور مشقت بھری ہے بلکہ اس کی خصوصی زندگی بھی مصائب و آلام کے اعتبار سے اس سے کچھ مختلف نہیں ہے' یہ قرطبہ میں ایک اموی خلیفہ مستکفی کی بیٹی ولادہ کی محبت میں گرفتار ہو گیا' وہ ادب و جمال میں بہت مشہور تھی وہ شاعرہ بھی تھی اور بے پردہ رہتی تھی وہ شعراء سے شاعری اور علماء سے علمی مسائل میں بحث و تمحیص کا مقابلہ کرتی تھی اس کا محل امراء' وزراء' ادباء اور سرکردہ لیڈروں کا مرکز اور مجلس بنا ہوتا تھا ان میں ایک ابن زیدون بھی تھا یہ بھی سبک روح' خوش مزاج اور بہترین ادیب تھا ولادہ کو اپنی طرف مائل کرنے میں یہ سب مقابلہ کرنے والوں میں بازی لے گیا اور اس کے دل میں گھر کر گیا تھا ادھر اس نے بھی اس محبت کا جواب اسی انداز میں دیا اس کامیابی نے مقابلہ کرنے والوں اور حریفوں کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑکا دی چنانچہ انہوں نے ان کے تعلقات بگاڑنے کی بسیار کوشش کی ان میں وزیر ابو عامر بن عبدوس جو بڑا اثر و رسوخ رکھتا تھا سب سے پیش پیش تھا اس نے ایک مرتبہ موقع پا کر ولادہ کے پاس ابن زیدون کی کھل کر برائیاں بیان کیں کہ ولادہ کو ابن زیدون سے برگشتہ کر دیا لیکن یہ انقطاع عارضی ثابت ہوا یہ محبت پھر پہلی نہج پر آ گئی وہ ابن زیدون کی طرف پلٹ آئی تو ابن زیدون نے ابن عبدوس کا مذاق اڑاتے ہوئے ولادہ کی طرف سے تمسخر آمیز طویل خط لکھا جس میں اس کو خوب زچ کیا اور جی بھر کر مذاق اڑایا اس خط میں بہت سے ادبی اور تاریخی لطائف ہیں۔

اس کی شاعری:۔

ابن زیدون کی شاعری اندلس کی صحیح اور سچی تصویر ہے کیونکہ یہ اس کے دل کی گہرائیوں سے پھوٹی اور اس کی سرزمین کی پیدا شدہ ہے' یہ ابن ہانی کی طرح مشرقی شعراء کی حکایت اور نقل کرتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے نہیں چلا' کیونکہ اس نے شاعری کو نہ تو روزی کا ذریعہ بنایا اور نہ شہرت حاصل کرنے کا وسیلہ سمجھا بلکہ وہ اپنے نفس کے احساسات اور دلی جذبات کی عکاسی کرتا تھا یہ رقت انگیزی اور باریک بینی میں بنو مخزوم کا آخری اور اپنے معاصرین کا پہلا

شاعر ہے' آپ اس کی شاعری میں اندلسی شاعری کی تمام امتیازی خوبیوں کو پائیں گے' مثلاً مناظر کا وصف' احساسات کی ترجمانی' بلند خیالی اور ظاہری حسن و رونق' لیکن اس کی مدح اور فخر میں کہیں کہیں کمزوری کے آثار پائے جاتے ہیں مگر یہ آپ کو غزل' جذبہ شوق' اور استعطاف میں دکھائی نہیں دیتے' ان موضوعات میں اس کی طبیعت نہایت فیاض اور ان کی وضاحت میں اس کا قلم نہایت رواں ہے' اس کا سبب ایک تو ابن جہور کے اس پر ظلم اور دوسرے ولادہ کی اس سے بے مروتی اور جدائی کے صدمات ہیں۔

ابن زیدون کی تحریر اور تقریر میں عربوں کی شاعری اور ان کے اسالیب کی کثرت تھی' کہتے ہیں کہ اس کی ایک بیوی کا انتقال ہو گیا تو وہ تعزیت کے لئے آنے والوں کے لئے بیٹھ گیا مختلف طبقات کے لوگ اظہار تعزیت کے لئے آتے اور تعزیت کرتے تو اس نے ہر ایک کو اس کی تعزیت کا نئے انداز سے جواب دیا اور کسی کو بھی وہ جواب نہ دیا جو ایک بار کسی کو دے چکا تھا' یہ اس کی وسعت علمی اور حاضر دماغی کا اعلیٰ ثبوت ہے' آپ کو اس کی شاعری اور نثر میں جو لطائف' تشبیہات اور مزاح ملتے ہیں وہ اس کی قابلیت کے بین ثبوت ہیں۔

اس کی نثر:۔

ابن زیدون کی نثر عمدہ' دیدہ زیب اور اس کی عبارت رواں ہے' اس میں تکلف اور سجع بہت کم ہے بے جا طوالت اور بھرتی کے مترادفات نہیں ہیں اس کا اسلوب بہت ملتا جلتا ہے خصوصاً وہ تنوع جو وہ حروف جارہ کے ذریعے پیدا کرتا ہے' ابن العمید کے اسلوب سے اس نے امثال و لطائف کو شامل کرنا اور اثنائے نثر اشعار سے مثالیں دینا اپنایا ہے اس کی نثر کا بہترین شاہکار دو خط ہیں ان میں سے ایک سنجیدہ جبکہ دوسرا مزاحیہ ہے" پہلا اس نے قید کی حالت میں جہور کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے لکھا تھا اور دوسرا ولادہ کی طرف سے ابن عبدوس کو لکھا تھا جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا تھا ادباء ان دونوں خطوں کی بڑی قدر کرتے ہیں اور بہت سے علماء نے ان کی شرحیں لکھی ہیں۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

وہ بنو جہور کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بنی جهور احرقتم بجفائکم' فوادی فما بال المدائح تعبق

تعلوننی کالعنبر الورد انما' تفوح لکم انفاسه وهو یحرق

اے بنی جمور' تم نے اپنی جفاؤں سے میرے دل کو جلا ڈالا لیکن کیا وجہ ہے کہ مدحیں چمک رہی ہیں؟

• تم مجھے عنبر خیال کرتے ہو جو خود تو جلتا ہے لیکن دوسروں کے لئے خوشبو دار دھواں چھوڑتا ہے۔

ولادہ کو رخصت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ودع الصبر محب ودعک' دائع من سره ما استودعک

یقرع السن علی ان لم یکن' زاد فی تلک الخطی اذ شیعک

یا اخا البدر سناء وسنی' رحم الله زمانا اطلعک

ان یطل بعدک لیلی فلکم' بت اشکو قصر اللیل معک

وہ محب جس نے تجھے رخصت کیا اس نے صبر کو بھی الوداع کہہ دیا' اور وہ راز فاش ہو رہا ہے جو اس نے تیرے پاس بطور امانت رکھوا دیا تھا۔

اب پشیمانی لاحق ہو رہی ہے کہ جب تجھے رخصت کرنے لگا تو کیوں نہ تیرے ساتھ چند قدم آگے چلا گیا ہوتا۔

اے حسن اور روشنی میں بدر کامل کے مثیل! خدا اس زمانے پر رحم کرے جس نے تجھے طلوع کیا۔

اگر اب تیرے بعد میری راتیں لمبی ہونے لگی ہیں تو مجھے وہ راتیں بھی یاد ہیں جن کے چھوٹا ہونے کا میں شکوہ کرتا تھا۔

مزید کہتا ہے۔

اما رجی قلبی فانت جمیعه' یا لیتنی اصبحت بعض رجاک

یدنو لوصلک حین شط مزاره' وهم اکاد به اقبل فاک

میرے دل کی تمام آرزوئیں تو تم ہی ہو کاش میں تیرے دل کی تمنا کا کچھ حصہ ہی بن جاؤں۔

جب تیری ملاقات بعید ہو جاتی ہے تو تیرے بجائے خواب میں خیال سے ہی واسطہ پڑتا ہے جس کے ذریعہ میں تیرے منہ کو چومتا ہوں۔

اس کی نثر کا نمونہ:۔

اپنے سنجیدہ خط میں وہ لکھتا ہے۔

اے میرے آقا و مولیٰ' میری دوستی اور محبت آپ کے لئے ہے' میرا بھروسہ آپ پر ہے' مجھے پرواہ آپ کی ہے اور میری ترقی آپ سے ہے' خدا آپ کو سلامت رکھے آپ نہایت عزم و ہمت کے مالک ہیں' آپ مرادیں پوری کرنے والے ہیں' آپ نے اپنے احسانات کی پوشاک مجھ سے چھین لی ہے' آپ نے اپنی لطف و عنایات کے لئے مجھے ترسا دیا ہے۔ آپ نے اپنا دست شفقت میرے سر سے اتار لیا ہے اور اپنی حمایت مجھ سے ہٹالی ہے حالانکہ آپ سے جو مجھے امیدیں تھیں وہ کسی اندھے سے بھی پوشیدہ نہ تھیں اور آپ کی شان میں جو میں نے مدح ثنائیں کی ہیں کسی بہرے کے کان بھی اس سے ناآشنا نہیں اور میں نے جو آپ کی حمد و ستائش کی اس کو تو جمادات بھی محسوس کرتے ہیں لیکن اس میں بہرحال حیرانی والی کوئی بات نہیں کیونکہ کبھی پانی پینے والے کیلئے پانی سے ہی پھندا لگ جاتا ہے اور وہی دوا جو صحت کے لئے استعمال کی جاتی ہے وہ زہر بن جاتی ہے اور محافظ انسان کو اسی جانب سے دکھ کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے جس جانب سے وہ مطمئن ہوتا ہے اور اس کی موت اس کی آرزو ہی میں مقدر ہوتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ حریص کی تگ و دو سے پہلے ہی موت آلیتی ہے۔

کل المصائب قد تمر علی الفتی' فتھون غیر شماتة الحساد

آدمی تمام پریشانیوں کو خندہ پیشانی سے قبول کر سکتا ہے لیکن حاسدوں کی خوشی اس سے برداشت نہیں ہوتی

بہرحال میں مضبوطی سے کام لے رہا ہوں اور میں حاسدین کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں گردش ایام سے گھبرانے والا نہیں ہوں اور میں کہتا ہوں کیا میں اس ہاتھ کی مانند نہیں ہوں جس کو اس کے کنگن نے زخمی کر دیا ہو' اور میں وہی تلوار نہیں ہوں جسے اس کو چمکانے والے نے مٹی میں ملا دیا ہو' اور کیا میں وہی نیزہ نہیں ہوں جس کو درست کرنے والے نے خود ہی آگ دکھائی ہو' اور کیا میں وہی غلام نہیں ہوں جس کے ساتھ اس کے مالک نے اس شاعر کا سا سلوک کیا ہو جو کہتا ہے۔

فقسا لیزدجروا ومن یک حازما' فلیقس احیانا علی من یرحم

اس نے تو اس کو باز رکھنے کے لئے اس پر سختی کی جو محافظ ہوتا ہے تو وہ کبھی اس پر بھی سختی

کرتا ہے جس پر وہ مہربان ہوتا ہے۔

اپنے اس خط میں وہ آگے چل کر لکھتا ہے۔

میں ایک مرتبہ پھر حضور والا کی چشم رحمت کو اپنی جانب متوجہ کرتے ہوئے کہتا ہوں' کہ آخر وہ کونسا جرم ہے آپ کے دامن عفو میں سمانہ سکا' اور وہ کونسی نادانی ہے کہ آپ کے تحمل سے جس کا تدارک نہ ہو سکا' اور وہ کونسی لغزش ہے جسے آپ کا احسان اپنے احاطہ میں نہ رکھ سکا اور وہ کون سی زیادتی ہے جو آپ کی قوت برداشت سے باہر ہو گئی بہر صورت میرا معاملہ ان دو صورتوں میں سے ایک ضرور ہے یا تو میں بے گناہ ہوں تو پھر آپ کا عدل کہاں ہے؟ یا پھر میں مجرم ہوں تو آپ کا لطف و فضل کہاں ہے؟

الا یکن ذنب فعدلک واسع' اوکان لی ذنب فضلک واسع

اگر میں گناہ گار نہیں تو پھر آپ کا عدل وسیع ہے' اور اگر میں مجرم ہوں تو آپ کا فضل و کرم وسیع ہے۔

یہ پورا خط اس قسم کے دلآویز اسلوب میں تحریر شدہ ہے۔

اپنے مزاحیہ خط میں وہ ولادہ کی طرف سے لکھتا ہے۔

اے عقل سے پیدل' اے مرقع جہالت' اے خطاکار و غلط بیں' خود نمائی کے دام میں پھنسنے والے' دن میں آفتاب کو نہ دیکھنے والے' شہد پر مکھیوں کی طرح گرنے والے' پروانوں کی طرح شمع پر جھمگٹا کرنے والے' تکبر و نخوت ناقابل اعتماد چیزیں ہیں' انسان کو اپنی اوقات میں رہنا ہی موزوں ہوتا ہے' تو نے اپنے خط کے ذریعہ مجھ سے میری اس دوستی کی خواہش کی ہے جو تیرے جیسے لوگوں کو نصیب نہیں اور تو مجھ سے میل جول کا خواہاں ہے حالانکہ تیرے جیسوں کو دھتکار کر اس خواہش سے دور رکھا جاتا ہے' اس مقصد کے لئے تو نے مطلب برآری کے لئے اپنی دوست کو بھیجا اور اپنی معشوقہ کو بطور نائکہ استعمال کیا تو نے اپنے نفس کو دھوکا دیا کہ تو اسے چھوڑ کر میرا ہو جائے گا اور اس کے بعد میرے لئے مرے گا

ولست باول ذی همة' دعته لما لیس بالنائل

تو ہی سب سے پہلا باہمت شخص نہیں جسے اس کے عزم نے ایسی چیز کے حصول کی طرف مائل کیا جو اسے نہ مل سکتی ہو

اس خط میں آگے چل کر وہ لکھتا ہے۔

اے بدنما گدی والے' بڑی مونچھوں اور لمبی گردن والے' انتہائی نالائق و کند ذہن

مبغوض خدا' احمقوں کی طرح ادھرادھر گھومنے والے' سکی' بدبودار سانسوں والے' تیری گفتگو بھڑک دار' تیری باتیں بے معنی' تیرا بیان غیرواضح اور تیری ہنسی ٹھٹھے بازی والی' تیری چال بھدی' تیری آسودگی بھیک کا مجسمہ' تیرادین زندیقیت اور تیرا علم جعلی یعنی

مسا ولو قسمن علی الغوانی' لما امهرن الا بالطلاق

تجھ اکیلے میں اتنی بہت ہی گندی عادتیں یکجا ہیں کہ اگر وہ برائیاں بہت سی حسیناؤں میں جمع کردی جائیں تو سوائے طلاق کے ان کا کوئی مہر نہ ہو

یہ سارا خط اس قسم کے چبھتے ہوئے فقروں اور فحش کلام اور تحکم سے بھرپور ہے۔

ابن حمدیس صقلی
پیدائش 477ھ 'وفات 527ھ

پیدائش وحالات زندگی:۔

عبدالجبار بن حمدیس جزیرہ صقلیہ میں پیدا ہوا وہ بچپن ہی سے اپنے ماحول میں شاعر کی حیثیت سے معروف تھا' لیکن ادبی منڈی میں وہ غیر معروف ہی رہا نہ اس کی شاعری مشہور ہوئی اور نہ ہی اس کی قدر و منزلت کی شہرت ہوئی' حتی کہ نرمندیوں نے اس کے وطن پر تسلط قائم کر لیا یہ اس وقت جوانی کے عالم میں تھا' اسے غاصب فاتح قوم کے جبر و تشدد کو دیکھنے اور ان کے ظالمانہ واقعات کو اپنے کانوں سے سننے کا موقع ملا' یہ 471ھ میں ہجرت کر کے "اسپین" آگیا اور معتمد بن عباد کے فضل و عنایت سے سرفراز ہونے کے لئے اشبیلیہ چلا گیا' مدت دراز تک تو اسے دربار تک رسائی کا بھی موقع نہ مل سکا نہ اس کی طرف التفات کیا اور نہ اس کی پرواہ کی۔

حتی کہ ابن حمدیس خود کہتا ہے' میں ناکامی' کوفت اور تھکن کے بعد انتہائی مایوس ہو چکا تھا اور اپنے پاؤں واپس پلٹنے کا ارادہ کر چکا تھا کہ اچانک ایک رات بادشاہ کا ایک ملازم اپنے ہاتھ میں مشعل اور سواری لئے میرے مکان پر پہنچا اور مجھے کہنے لگا بادشاہ کی دعوت پہ پہنچو' میں فوراً ہی سوار ہو کر اس کے پاس پہنچ گیا اس نے مجھے بڑے اعزاز و اکرام سے سمور کے قالین پر بٹھایا اور کہنے لگا کہ آپ کے پاس جو کھڑکی ہے اسے کھول دو' میں نے اسے کھولا کیا دیکھتا ہوں کہ دور ایک شیشے کی بھٹی ہے اور اس کے دونوں دروازوں سے آگ نکل رہی ہے اسے جلانے والا کبھی دونوں دروازے کھول دیتا ہے اور پھر کبھی دونوں بند کر دیتا ہے پھر اس نے مستقل ایک کو بند

اور ایک کو کھلا رہنے دیا' جب میں نے ان دونوں دروازوں کو فکر و تامل سے دیکھ لیا تو بادشاہ نے مجھ سے کہا مصرعہ بولو

بادشاہ کا دیا ہوا مصرعہ

انظر همافي الظلام قد نجما

ان دونوں کو دیکھو وہ اندھیرے میں چمک رہے ہیں۔

میں نے مصرعہ لگایا

كمار نافي الاجنة الاسد

جیسے اندھیرے میں شیر ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہو

اس نے مصرعہ بولا

يفتح عينيه ثم يطبقها

وہ انھیں کھولتا ہے پھر بند کر لیتا ہے۔

میں نے مصرعہ بولا

فعل امرى في جفونه رمد

اس شخص کی طرح جسے آنکھیں دکھنے کی مرض لاحق ہو۔

اس نے مصرعہ بولا

فابتزه الدهر نور واحدة

پھر زمانے نے اس کی آنکھ کی روشنی چھین لی۔

میں نے اس پر یہ مصرعہ لگایا

وهل نجا من صروفه احد؟

بھلا حوادث زمانہ سے بھی کوئی بچا ہے؟

اس پر بادشاہ نے بڑی داد دی اور خوب انعام و اکرام دینے کا حکم دیا اور مجھے مستقل اپنی خدمت میں مقرر کر لیا

ایک عرصہ تک ہمارا شاعر بادشاہ کے انعامات میں خوشحال زندگی بسر کرتا رہا' تا آنکہ ابن تاشفین نے اپنی کامیابی کے بعد بادشاہ کو تخت سے اتار کر جلا وطن کر دیا چنانچہ ابن حمدیس بھی بادشاہ کی جلا وطنی میں اس کے ہمراہ رہا چار سال کے بعد بادشاہ پریشانی کی حالت میں مر گیا۔ لہٰذا یہ شاعر افریقی حکومت میں مہدیہ میں اقامت گزیں ہوا' پھر وہاں سے میورقہ چلا گیا پریشان حال اور

آنکھوں سے محروم ہو کر وہیں انتقال کر گیا

ابن حمدیس صحیح العقیدہ' باوقار و سنجیدہ' نازک مزاج' قوی النظر اور بہت محنتی تھا' لیکن وہ تنگ دل تھا اور بد شگونی کا سختی سے قائل تھا اس کے باوجود وہ کریمانہ اخلاق اور اچھا ساتھی تھا طربیہ محفلوں میں شرکت کرتا تھا' رندوں کی محفلوں میں جاتا لیکن کریم الخلق' عفت نفس اور سلامتی آبرو کے ساتھ' ان مجلسوں اور محفلوں کا وہ نہایت بہترین اور عمدہ انداز میں وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اصف الراح ولا اشربها' وهي بالشدو وعلى الشرب تدور
كالذي يامر بالكر ولا' يصطلي نار الوغى حيث تفور

میں شراب کے وصف بیان کرتا ہوں لیکن خود نہیں پیتا حالانکہ گانے کے ساتھ رندوں میں اس کا دور چل رہا ہوتا ہے۔

اس آدمی کی طرح جو حملے کا حکم دیتا ہے لیکن جنگ کی آگ میں خود نہیں جلتا

ہم نے اس کے یہ اخلاق و عادات اس کی شاعری سے اخذ کئے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ اخلاق اس کے پیدائشی طور پر تھے یا اپنے وطن میں مصائب کے برداشت کرنے کے بعد اس میں پیدا ہوئے تھے۔

اس کی شاعری:۔

اس کی شاعری صاف آئینہ ہے جس میں اس کے اخلاق نظر آتے ہیں اس کے الفاظ پاکیزہ' بہترین سوچ' جس میں آوارہ مزاجی کا نام و نشان تک نہیں' نہ اس میں بے راہ روی کی جھلک ہے زمانے کے ظلم و ستم' انسانوں کی ملامت اور درازی عمر نے اسے زندگی سے بیزار' لوگوں سے شاکی اور اپنے نفس کا باغی بنا دیا تھا اس نے وعظ و نصیحت' زہد و ورع اور تصوف میں ابوالعتاہیہ کا طریقہ اپنا لیا تھا اس سلسلے میں اس کی شاعری میں واضح زبان اور خوشنما اسلوب تھا کبھی اس کی طبیعت میں جلا پیدا ہوتا ہے اور سینہ کھل جاتا ہے فطرت کے جمال کے لئے اس کے احساسات کے دروازے زندگی کی لذتیں اور کائنات کے عجائبات کے دیکھنے کے لئے وا ہو جاتے ہیں' چنانچہ وہ نہایت خوشنما الفاظ' دلکش انداز' نازک حکاسی اور صاف عبارت میں نہر' پھول' شکار' گھوڑے' رات' محلات اور طربیہ مجالس کا وصف بیان کرتا ہے اس کی ہلکی جھلک اس کے ان اشعار میں بھی نظر آسکتی ہے جو ہم اگلے صفحات میں پیش کر رہے ہیں اس کا شعری مجموعہ

1873ء میں بالرم میں اور 1897ء میں رومیہ میں شائع ہو چکا ہے۔

شاعری کا نمونہ:۔

نہر کے وصف میں کہتا ہے۔

ومطرد الاجزاء یصقل متنه' صبا اعلنت للعین ما فی ضمیره
جریح باطراف الحصی کلما جری' علیها شکا راو جاعه بخریره

اس کے اجزاء یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کے پیچھے چلے آ رہے ہیں باد صبا اس کی پشت کو چمکا رہی ہے اس کی صفائی کا یہ عالم ہے کہ وہ آنکھ سے دیکھنے والے کو اپنی اندرونی حالت بھی بتا رہی ہے۔

جب وہ پتھروں پر بہتی ہے تو پتھروں کے کناروں سے زخمی ہو جاتی ہے اور خرخراہٹ کے ذریعے اپنی تکلیف کا شکوہ کرتی ہے۔

اپنے قصیدہ میں زمانے کا ندبہ اور اپنے دوستوں کا شکوہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اتحسبنی انسی وما زلت ذاکرا' خیانة دهری او خیانة صاحبی
تغذی باخلاقی صغیرا ولم تکن' ضرائبه الا خلاف ضرائبی
ویا رب نبت تعتریه مرارة' وقد کان یسقی عذب ماء السحائب
علمت بتجربتی امورا جهلتها' وقد تجهل الاشیاء قبل التجارب
ومن ظن امواه الخضارم عذبة' قضی بخلاف الظن عند المشارب
رکبت النوی فی رحل کل نجیبه' تواصل اسبابی یقطع السباسب
ولما رایت الناس یرهب شرهم' تجنبتهم واخترت وحدة راهب

کیا تو سمجھتا ہے کہ میں زمانہ کی جفاؤں اور اپنے دوستوں کی بیوفائی کو بھول گیا ہوں؟ نہیں مجھے یہ سب کچھ یاد ہے۔

اس نے بچپن سے میرے اخلاق سیکھنے شروع کئے لیکن اس کی عادتیں میری عادتوں کے خلاف ہی رہیں۔

کتنے ہی ایسے پودے ہیں جن کا ذائقہ کڑواہی ہوتا ہے حالانکہ انھیں بارش کا میٹھا پانی پلایا جاتا ہے۔

میں نے تجربے سے بہت سی ایسی چیزیں معلوم کرلیں جن سے پہلے میں بے خبر تھا تجربات سے پہلے بہت سی چیزوں کی حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا

جو سمندر کے پانی کو میٹھا خیال کرتا ہے جب وہ اسے پئے گا تو اس کا خیال غلط ثابت ہو گا
جب میں نے دیکھا کہ لوگوں کی شر سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے تو میں نے ان سے گریز
کر کے زاہدانہ تنہائی اختیار کر لی

ابن خفاجہ اندلسی

پیدائش 450ھ وفات 533ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو اسحق ابراہیم بن خفاجہ اندلسی شقر شہر یا عربوں کے بقول شقر جزیرہ میں پیدا ہوا اس کی شاعری سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے فنکاروں کی طرح کسی بھی قید و بند سے آزاد رہ کر زندگی بسر کی۔ اسی طرح نہ اس نے کوئی بلند پایہ کارنامہ انجام دیا اور نہ ہی عام لوگوں کی طرح کسی کی ملازمت کی اور نہ ہی طوائف الملوکی میں کسی بادشاہ سے امداد کا مطالبہ کیا حالانکہ ایسے دور میں بادشاہوں کو ایسے افراد کی شدید ضرورت ہوتی ہے' اس نے اپنے آپ کو دنیوی مشاغل سے دور رکھا بلکہ اپنے آپ کو جمال' اپنی فکر کو خیال اور اس احساس کو لذت اور تمام صلاحیتوں کو فطرت کے سپرد کر دیا تھا' وہ فطرت کے مناظر اور اس کے گلزاروں میں پھرتا رہتا' اس کے مرغزاروں اور ندی نالوں میں گھومتا رہتا' ہر دلفریب چیز کے پاس ٹھہرتا' ہر واقعہ کا وصف بیان کرتا' پھر شراب کے جام نوش کرتا یا حسین صورتوں کا نظارہ کرتا یا مخدوم پھلوں کو چنتا' اس کی عمرانہی حالات میں گزر گئی تا آنکہ وہ 533ھ میں اپنے پیدائشی وطن میں وفات پا گیا۔

اس کی شاعری:۔

ابن خفاجہ فطرت کا شاعر اور مصور ہے' اس کا دل اور آنکھیں زندگی اور فطرت کے جمال سے بھری ہوئی تھیں وہ اس معنوی حسن و جمال کی مختلف صورتوں میں عکاسی کرتا ہے وہ صاف اسالیب کو اختیار کرتا اور شوخ رنگوں کا انتخاب کرتا اس پر بدیع کی ملمع کاری کرتا' پھر ان میں اکثر پر تشبیہ اور مجاز کا رنگ چڑھاتا کثرت تکرار کے باوجود پڑھنے والے کو اپنی تنوع مزاجی کی وجہ سے اکتانے نہیں دیتا اور اپنی شاعری میں محسوس مناظر کی عکاسی کے وقت وہ قاری کو دلبر داشتہ نہیں ہونے دیتا' اس کی شاعری میں پختہ آراء گہرے معانی اور فلسفیانہ افکار کے متلاشی کو

کچھ نہیں ملے گا۔ اس شاعر کی نثر بھی ملتی ہے لیکن وہ نہایت پر تکلف اور بھدی ہے ایک مرتبہ پھر یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ بیک وقت عمدہ شاعری اور عمدہ نثر نگاری کا اجتماع مشکل ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

پھول کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ومائسة تزهي وقد خلع الحياء' عليها حلى حمرا وارد ية خضرا
يذوب لها ريق الغمائم فضة' ويجمد في اعطا فها ذهبا نضرا

تکبر و نخوت سے مستی میں جھومنے والا' جس پر شرم و حیاء نے سرخ زیورات اور سبز شالیں پہنا دی ہیں۔

جس کے لئے بادلوں کا لعاب دہن چاندی بن کر پگھلتا ہے پھر اس کے شانوں پر دیدہ زیب سونے کی طرح منجمد ہو جاتا ہے۔

وہ ایک ایسی نہر کا وصف بیان کرتا ہے جو کسی مرغزار میں داخل ہوتی ہے پھر اس میں سے بل کھاتی ہوئی گزرتی ہے اور اس کے مختلف مناظر سامنے آتے ہیں۔

لله نهر سال في بطحاء' اشهى ورودا من لمى الحسناء
متعطف مثل السوار كانه' والزهر يكنفه مجر سماء
قد رق حتى ظن قرصا مفرغا' من فضة في بردة خضراء
والريح تعبث بالغصون وقد جرى' ذهب الاصيل على لجين الماء

وہ نہر جو بطحاء میں بہتی ہے وہ خدا تعالے کی کاریگری کا اظہار ہے اس کا پانی پینے کے لئے طبیعت' حسینہ کے ہونٹ چومنے سے بھی زیادہ شوق رکھتی ہے۔

وہ گولائی میں کنگن کی طرح مڑتی رہتی ہے' اور پھولدار پودے اسے گھیرے ہوئے ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ آسمان کی کہکشاں ہے۔

وہ پانی کے صاف و شفاف ہونے کی وجہ سے ایسے لگتی ہے جیسے سبز چادر میں ملبوس چاندی بہہ رہی ہو۔

سر شام ہوا ان کی ٹہنیوں کو جھلا رہی ہے جبکہ شفق کا سونا پانی کی چاندی پر رواں دواں ہے۔

سرزمین اندلس پر تبصرہ کرتا ہے۔

یا اهل اندلس للّٰه درکم' ماء وظل وانهار واشجار
ماجنة الخلد الا فی دیارکم' ولو تخیرت هذی کنت اختار

اے اندلس والو! اللہ کی تم پر کتنی نعمتیں ہیں' پانی ہے' سایہ ہے' نہریں ہیں اور درخت ہیں۔

تمہارے ملک کے سوا اور کہیں جنت الخلد نہیں ہے اگر مجھے ان دونوں جنتوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا موقع دیا جاتا تو میں اس کو منتخب کرتا۔

مزید کہتا ہے۔

ان للجنة بالاندلس' متجلی عین وریا نفس
فسنا صبحتها من شنب' ودجالیلتها من لعس
فاذا ما هبت الریح' صبا' صحت' واشوقی الی اندلس

اندلس کی جنت میں خوشنما مناظر اور نسیم صبا کی خوشبوئیں ہیں۔

اس کی صبح کی روشنی محبوب کے دانتوں کی چمک کے مشابہ ہے اور اس کی رات کی تاریکی اس کے سرگیں ہونٹوں کے رنگ کے مشابہ ہے۔

اس وجہ سے جب باد نسیم کے جھونکے چلتے ہیں تو فرط شوق سے چلا اٹھتا ہوں ہائے اندلس!

لسان الدین ابن الخطیب
پیدائش 1313ء وفات 1384ء

پیدائش اور حالات زندگی:۔

دو وزارتوں والا ابو عبداللہ لسان الدین جسے ابن الخطیب کے نام سے پہنچانا جاتا ہے 713ھ میں غرناطہ میں پیدا ہوا' اس نے سیادت' علم اور ریاست کی آغوش میں تربیت پائی' وہاں کے علماء سے لغت' شریعت' فلسفہ' حکمت' ریاضی اور تاریخ میں سند حاصل کی' اور ہم عصر ادباء اندلس میں سب سے سبقت لے گیا پھر شعر و ادب کے وسیلہ نے اسے (733 تا 755ھ) حاکم غرناطہ ابو الحجاج یوسف کے ہاں پہنچا دیا اس نے اسے اپنا سیکرٹری بنا لیا پھر اس کو وزارت دے دی اور امور مملکت میں آزاد کر دیا جس کا اثر و نفوذ اور اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی' وہ ابو الحجاج کی

وفات تک اس عہدہ پر فائز رہا پھر اس کا بیٹا محمد الخامس خلیفہ بنا تو اس نے بھی لسان الدین کو وزارت پر برقرار رکھا لیکن چغل خوروں کی شکایتوں سے دونوں کے تعلقات خراب ہو گئے بادشاہ اس سے متنفر ہو گیا یہ افریقہ فرار ہو گیا وہاں کے بادشاہوں نے اس کی بڑی عزت و تکریم کی پھر اس کو مسلسل پریشانیوں اور مصیبتوں نے گھیر لیا کہ یہ اپنے دشمنوں کے ہتھے چڑھ گیا جنہوں نے اسے جکڑ دیا اور اس کے فلسفیانہ افکار کی بناء پر فقہاء سے زبردستی اس کے خلاف الحاد کا فتویٰ لے لیا اور بعض غنڈوں نے جیل کی دیوار پھاند کر اس کا گلا گھونٹ دیا اور یہ مر گیا۔

انشاء پردازی میں اس کا مقام:۔

لسان الدین فطرتی طور پر سجع نگار تھا' وہ اپنے فن میں اپنی فطرت کے مطابق چلتا تھا وہ اندلسی انشاء پردازوں کی طرح اپنے رسائل میں طوالت کا عادی تھا بسا اوقات وہ پورے کا پورا رسالہ ایک ہی روی میں لکھ جاتا تھا' اہل اندلس پر شاعری غالب ہونے کی بناء پر ان کی نثر میں بھی خیال آفرینی اور صنعت کا زور تھا' اسی بناء پر آپ ان کی نثر کو مقبول نہیں پائیں گے کیونکہ ان میں سجع بندی کا تکلف اور عمدا عبارت کی تحسین اور مضمون کو طول دینے کی طبعی عادت ہے' اندلسی طبعا شاعر ہیں اور تکلفا نثر نگار ہیں جیسا کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اہل مشرق سے مختلف ہیں۔

اس کی شاعری کے الفاظ میں نزاکت' معانی عمدہ اور وہ فنی لحاظ سے مقبول ہے' اندلس میں علم و ادب کی امامت کا اس پر اسی طرح خاتمہ ہو گیا تھا جس طرح افریقہ میں علم و ادب کی قیادت ابن خلدون پر ختم ہو گئی تھی ابن خلدون کا تاریخ میں نہایت بلند مقام تھا اس مضمون پر اس کی تقریبا ساٹھ کتابیں ہیں ان میں سب سے مشہور کتاب "الاحاطه في تاريخ الغرناطه" ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اور غرناطہ کی شخصیتوں کی یہ ایک تاریخی ڈکشنری ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

وہ اپنی اس مشہور موشح میں کہتا ہے جو اس نے ابن سہل کی موشح کے مقابلہ میں کہی تھی۔

جاءک الغيث اذا الغيث همى' يا زمان الوصل بالاندلس
لم يكن وصلک الا حلما' في الكرى او خلسة المختلس

اے اندلس کے زمانہ وصل' خدا تجھے موسلا دھار بارش سے سرسبز و شاداب رکھے۔
تیرے وصل کا زمانہ تو محض ایک خواب تھا جو جھپٹ مارنے والے کا ایک جھپٹا تھا (جو پل جھپکنے میں گزر گیا اور اس کے گزرنے کا احساس نہ ہی ہوا)

وبقلبی منکم مقترب' باحادیث المنی' وھو بعید
قمر اطلع منه المغرب شقوة المغری به وھو سعید
قد تساوی محسن او مذنب' فی ھواه بین وعد و وعید
ساحر المقلة معسول اللمی' جال فی النفس مجال النفس
سدد السھم وسمی ورمی' ففوادی نھبة المفترس

میرا دل آرزو بھری باتوں سے تمہارے قریب ہو گیا ہے حالانکہ وہ دور ہوتا ہے۔
گویا وہ چاند ہے جسے عاشق کی بدنصیبی کے لئے مغرب نے نکالا ہے حالانکہ وہ خوش بخت ہے۔
اس کے عشق میں وعدہ و وعید کی وجہ سے محسن و مجرم سب برابر ہو گئے۔
اس کی آنکھ میں جادو اور اس کے ہونٹوں میں شہد ہے وہ میرے دل میں اس طرح چلنے لگا جیسے بدن میں سانس چلتا ہے۔
اس نے تیر کو سیدھا کیا' اللہ کا نام لیا اور پھینک دیا اور میرا دل شکاری کے ہاتھ میں لوٹ کا مال بن گیا۔

اس کی نثر کا نمونہ:۔

اس کے مختصر خطوط میں سے ایک خط جو اس نے ابن خلدون کو لکھا تھا جس میں یہ اپنے جذب شوق کی کیفیت بیان کر رہا ہے یہ اس کی انشاء پردازی کا شاہکار ہے۔
"شوق کا یہ حال ہے کہ سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے' صبر کا یہ عالم ہے کہ پتہ نہیں چلتا لوی اور منعرج طے کرنے کے بعد وہ کہاں مر گیا ہے' لیکن سختی نرمی سے وابستہ ہے' اور مومن اللہ کی رحمت سے امید لگائے بیٹھا ہے لیکن شہد کی مکھیوں کے ڈنکوں پر صبر کیسے کروں؟ نہیں بلکہ یہ تو وہ ضرب ہے جس سے گوشت کے پرخچے اڑ گئے پھر وہ روز و شب اور ماہ کی دست درازیاں' حتی کہ قہر کا تسلط ہو گیا کیا آنکھوں دیکھتے اندھوں کی طرح تسلی حاصل کر لی جائے یا زاہد کی طرح دل و دماغ سے ان تاثرات کو دور ہی رکھا جائے؟ جسم میں ایک ہی تو گوشت کا ٹکڑا ہے

جب وہ صحیح کام کرے تو بدن ٹھیک رہتا ہے اب آپ ہی بتائیں کہ جب وہی ٹکڑا چل دے تو بدن کا کیا حال ہو گا؟ اور جہاں یہ حال ہو کہ فراق ہی سے موت شروع ہو جائے تو آئندہ کے مراحل میں کس پر اعتبار کیا جائے؟ فراق کی چارہ گری میں ہی تمام چارہ گر جواب دے بیٹھے اور شوق کی تڑپ ہی دل کا خاتمہ کرنے لگی۔

تم نے مجھے اپنے فراق کے بعد بے تاب و بے قرار چھوڑ دیا کبھی میں ندامت سے اپنے دانت پیستا ہوں اور کبھی آنکھوں سے آنسو بہاتا ہوں۔

مصر میں فاطمیوں کے عہد میں شاعری' انشاء پردازی اور علوم و فنون کی حالت:۔

حکومت کی ابتری' نظام کی خرابی' وزراء کے ظلم واستبداد اور لیڈروں کی باہمی کش مکش کی بناء پر متوکل علی اللہ کے بعد عباسیوں کا رعب داب ختم ہو گیا تھا ہر طرف گورنروں نے ان کی سلطنت میں کمی کرنا شروع کر دی تھی۔ بیشتر علاقوں کو انتہا پسند باغیوں نے اپنے زیر تسلط کر لیا تھا فاطمی علویوں نے بھی اس تقسیم شدہ لوٹ مار میں حصہ لیا تھا۔ پہلے انہوں نے سلطنت میں سے شمالی افریقہ پر قبضہ کیا پھر مصر' شام اور حجاز پر بھی قابض ہو گئے۔

ان کا پہلا خلیفہ عبیداللہ بن محمد 346ھ میں قیروان میں سامنے آیا پھر ان کے چوتھے خلیفہ معزلدین اللہ نے اپنے کمانڈر اور انشاء پرداز جوھر صقلی کو ایک لشکر جرار دے کر مصر روانہ کیا اس نے تلوار کے زور اور سونے پر ملکیت ہونے کی وجہ سے اسے فتح کر لیا جب اس نے وہاں پڑاو ڈالا تو 375ھ میں اپنے آقا کے لئے ایک بہت بڑے محل اور اللہ کے لئے جامع ازھر کی بنیاد رکھی اور فوج کو ان دونوں کے ارد گرد اتار دیا تقریباً بیس میل پر محیط ایک اینٹوں کی فصیل بنا دی تو اس طرح قاہرہ شہر وجود پذیر ہو گیا اسی دن سے فاطمیوں نے اسے اپنا مرکز خلافت بنا لیا تھا اس کے تخت خلافت پر 357ھ سے 468ھ تک چودہ فاطمی خلفاء یکے بعد دیگرے براجمان رہے' حتیٰ کہ صلاح الدین نے ان کی حکومت کا خاتمہ کیا۔

معز کے مصر میں داخلے کے بعد مصر کو آزادی' خلافت اور جامع ازھر جیسی نعمتیں ملیں' بغداد میں سیاہ جھنڈے اور قرطبہ میں سبز جھنڈے کے مقابلے میں قاہرہ میں سفید جھنڈا لہرا دیا گیا' ان تینوں جھنڈوں تلے عربی آداب اور اسلامی تہذیب پھلنے پھولنے اور پھیلنے لگیں' مصر میں فاطمی اور اندلس میں اموی حکمران عراق میں عباسی حکومت کی مشابہت اختیار کرتے تھے۔ انہی کے

طریقوں کے مطابق چلتے تھے۔ سیاست' تمدن' ادب' علم اور فنون میں وہ انہی کے طریقوں سے رہنمائی حاصل کرتے تھے لہٰذا اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے طور پر سوائے صوبائی آب و ہوا' تعلیمی طریقہ کار اور اجتماعی نظام کے کوئی قابل ذکر جدت پیدا نہیں کی جسے ان کی طرف منسوب کیا جاسکے' لیکن ان تینوں حکومتوں کی باہمی کشمکش کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کی حکومتیں شاعروں کو مقرب بنانے' علماء کی حوصلہ افزائی کرنے' مدارس قائم کرنے اور دفاتر بنانے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگیں' جس طرح ایشیا میں رشید اور اس کا بیٹا مامون مشہور ہوئے اسی طرح ناصر اور اس کا بیٹا حکم یورپ میں اور عزیز باللہ اور اس کا بیٹا حاکم افریقہ میں مشہور ہوئے۔ عزیز کو تو کتابیں جمع کرنے' اور انہیں پڑھنے پڑھانے کا اس قدر شغف تھا کہ اس نے اپنے محل میں جو کتب خانہ بنایا تھا اس میں فقہ' نحو' حدیث' تاریخ اور دیگر علوم پر ایک لاکھ کتابیں جمع کر رکھی تھیں' اور اسکے وزیر یعقوب بن کلس کو علم اور ادب کی تحریک چلانے میں مصر میں نمایاں مقام حاصل ہو گیا تھا اس کے گھر میں ادب' شعر' فقہ اور صنعت سے تعلق رکھنے والے ماہرین کا اجتماع ہوتا تھا۔ وہ انھیں انعامات دیتا اور رہنمائی کرتا تھا وہ ہر جمعہ کے روز لوگوں میں بیٹھتا انہیں پڑھاتا اور انہیں فقہ اور قرات میں تالیف کردہ اقتباس پڑھ کر سناتا۔

حاکم بامراللہ نے بغداد میں مامون کے بنائے ہوئے "دارالحکمت" کی طرز پر ایک مکتبہ بنانے کی بنیاد رکھی اور وہاں تمام بلند پایہ علماء' ادباء' فقہاء اور اطباء کو بلوایا' ان کی تنخواہیں مقرر کیں اور عام لوگوں کو اس میں داخلے کی اجازت دی اس میں کثرت سے مناظرے ہوتے اور مختلف مضامین پر لیکچر دیئے جاتے حاکم بذات خود ان میں شریک ہوتا اور اس کی امداد کرتا اور مامون کی طرح ان کے انعقاد کا اہتمام کرواتا۔

عربی لغت اور آداب سے فاطمیوں کا شغف اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ انہوں نے دفتری کارروائیوں کی انشاء پردازی کی تہذیب اور تصحیح کے لئے ماہر ادیب مثلاً ابن بابشاذ متوفی 469ھ اور ابن بری متوفی 582ھ مقرر کر رکھے تھے جو تمام عربی لکھنے والوں کو عربی انشاء پردازی کی تربیت دیتے تھے اور ناواقف لوگوں کو اس کے ادب آداب سے آگاہ کرتے تھے' عزیز باللہ کی خلافت کے زمانہ میں جامع الازھر کی علمی روشنی کی کرنیں دور دور تک پھیلنے لگیں اس نے اپنے وزیر یعقوب کو حکم دیا تھا کہ وہ جس قدر ممکن ہو سکے تمام عالم اسلام سے زیادہ سے زیادہ مجتہد فقہاء کو بلوائے تاکہ وہ شیعہ مذہب کی حمایت اور دعوائے خلافت کی تائید کریں۔ اس نے ان کے لئے معقول تنخواہیں دینے اور مکانات تعمیر کرنے کا حکم دیا تو اس طرح فقہاء درس و تدریس اور تعلیم و

تعلم سے ہٹ کر مباحثوں اور مناظروں میں مشغول ہو گئے حتی کہ الازہر ایک عظیم القدر اسلامی مرکز بن گیا۔

پانچویں صدی ہجری کے وسط میں مصر کا قاہرہ تہذیب و تمدن کے عروج پر پہنچ چکا تھا اس کی آبادی گنجان ہو چکی تھی علوم و فنون کے ماہرین کی وہاں کثرت ہو گئی تھی گزشتہ امم اور قرون ماضیہ کا متروکہ سرمایہ یہاں جمع ہو چکا تھا خلفاء' امراء اور روزراء کے دلربا مناظر' عمارات کا قیام' شاندار محلات کی تعمیر' عجیب و غریب قبوں کی تعمیر و تزئین ہو رہی تھی انوکھی طرز کا آرائشی حاشیہ لگایا جا رہا تھا اور پھر ان سب اشیاء کو ہنر مندان مصر نہایت دلکش نقش و نگار اور رنگ برنگ کی پچی کاری سے مزین کر رہے تھے پھر رنگ دار شیشوں سے اس کی آرائش و زیبائش' مرمر اور خوبصورت کاشانی کی چمکدار ٹائیلوں کا فرش اور چوبڑ کا کام وہ چیزیں تھیں جن کی وجہ سے قاہرہ بغداد اور قرطبہ کا مد مقابل بن گیا تھا اور یہ چیزیں ساتویں صدی کے اواخر اور آٹھویں صدی کے اوائل میں فن تعمیر اور پچی کاری کا صحیح نمونہ تھیں۔

فاطمی خلفاء کی فضول خرچی' نیز جواہرات و نوادرات' اسلحہ اور کتابوں کی ذخیرہ اندوزی کے بارے میں جو کچھ سنا گیا ہے اسلامی تاریخ میں اس کی نظیر کم ہی ملتی ہے' پھر جس اہتمام اور احتشام سے خلفاء قاہرہ نے میلے عیدین اور جشن منائے تھے اس کی مثال کسی دوسری حکومت میں نہیں ملتی' ان محفلوں میں شاعری کی بڑی مانگ اور کھپت تھی' اس میدان میں شعراء کے باہمی مقابلے ہوتے' چنانچہ اس مملکت کے آخری عہد میں بلند پایہ مصری شعراء کی ایک جماعت وجود میں آچکی تھی جو صنعت بدیع اور لفظی آرائش میں بغدادی شعراء کے آخری دور کے اسالیب کی پیروی کرتے تھے' اسی طرف یہاں جو نثر نگار پیدا ہوئے وہ بھی اسی طرح میلان رکھتے تھے' اس ضمن میں یہی بات کافی ہے کہ قاضی فاضل جو انشاء پردازی میں چوتھے طبقہ کا امام ہے پہلے اسکندریہ میں قاضی ابن حدید کے دفتر میں انشاء پردازی سیکھی اور قاہرہ میں ظافر کے دفتر میں سیکرٹری رہا اور اس کے بعد سلطان صلاح الدین بن ایوب کا وزیر بنا' اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا طرز نگارش وہی تھا جو اس کے دور میں مروجہ تھا۔

اس سلسلہ میں تفصیلی بحث ہم "انشاء پردازی کے عنوان" نیز اس انشاء پرداز کے حالات زندگی" کے تحت پچھلے صفحات میں کر آئے ہیں لہٰذا اسے سامنے رکھا جائے۔

مصر میں شعراء:-

وادی نیل کے اس سرسبز و شاداب علاقہ میں جن شعراء نے نام پیدا کیا ان میں سے چند یہ ہیں۔

1۔ ابو علی تمیم بن خلیفہ معزلدین اللہ فاطمی متوفی 275ھ ہے' یہ اپنی عاشقانہ شاعری' عمر بن ربیعہ سے سوال و جواب پر مشتمل شاعری' قوی اسلوب اور نازک تراکیب کی وجہ سے مشہور ہے "الیتیمہ" کے مولف نے اپنی کتاب کے جزء اول کے ص' 347 پر اس کا عمدہ کلام پیش کیا ہے اس کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔

2۔ ابن د کیع جو عاص کے لقب سے معروف ہے یہ دمیاط کے قریب ایک بستی میں پیدا ہوا اور وہیں 394ھ میں فوت ہو گیا یہ جدید معانی پیدا کرنے اور حسن تصرف میں معروف ہے۔

3۔ ابو الفتوح نصراللہ بن قلاقس اسکندری جو قاضی الاعز کے لقب سے مشہور تھا یہ آخری عمر میں یمن چلا گیا وہاں کے حکمرانوں کی مدح کی انہوں نے اسے انعامات سے نوازا اور یہ مصر واپس آرہا تھا جس کشتی میں یہ واپسی کے لئے سوار تھا وہ دھلک کے قریب غرق ہو گئی اور یہ خالی ہاتھ یمن واپس ہوا پھر یہ سسلی چلا گیا وہاں 567ھ میں عیذاب مقام پر انتقال کر گیا۔

4۔ ہبتہ اللہ بن سناء الملک یہ قاضی سعید کے لقب سے معروف تھا یہ خوش قسمت شاعروں اور کنتی کے چند رئیسوں میں سے تھا اس کے قاضی فاضل اور انشاء پرداز عماد سے تعلقات قائم ہو گئے اس کی قابلیت نے اسے دولت او ثروت کے بلند مقام پر پہنچا دیا مصر میں شعراء کی ایک جماعت جنہیں ادب و فن نے ایک لڑی میں پرو دیا تھا۔ وہ سب ایک جگہ جمع ہوتے شعر و شاعری اور قصہ گوئی کی محفلیں جماتے یہ ان کے گلے کا ہار تھا اور ان کی ریاست کا محل تھا یہ سب سے پہلا شاعر ہے جس نے مشرق کے شعراء میں سے موشحات لکھنے میں پہل کی

5۔ جمال الدین بن مطروح اسیوط میں پیدا ہوا' قوص میں تعلیم و تربیت حاصل کی پھر یہ صالح ایوبی بادشاہ کی ملازمت میں آگیا حتی کہ اس نے اسے خزانچی پھر دمشق کے گورنر کا وزیر بنا دیا پھر اس کی زندگی مختلف حالات میں گزرتی رہتی' کبھی سفر' کبھی حضر' کبھی سرکاری رضامندی اور کبھی ناراضگی' اس طرح وہ 6449ھ میں قاہرہ میں وفات پا

گیا۔

6۔ پھر مشہور رقت آمیز غزل گو شاعر کمال الدین بن النبیہ ہے جس کے حالات زندگی مندرجہ ذیل ہیں۔

کمال الدین بن النبیہ 'وفات 1222ء

پیدائش اور حالات زندگی:۔

اس صاحب قدرت فن شاعر کی ابتدائی زندگی کے حالات کا علم نہیں ہو سکا' اس کی زندگی معمول کے مطابق اس طرح پر سکون گزرتی رہی جس طرح وسیع باغ کا بہتا ہوا نالہ ہو' جہاں اس کے نغموں اور پانی کی آواز کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا ہو' اس نے اپنے آپ کو سیاست کی گھماگھمی میں نہیں ڈالا۔ جو اس کے آس پاس گردش کر رہی تھی۔ اس نے مصر میں بنی ایوب کی مدح پر اکتفا کیا حتیٰ کہ جزیرہ وخلاط کے گورنر الاشرف موسیٰ کے ہاں چلا گیا وہاں وہ اس کا منشی بن گیا اور اس کی ملازمت کرتے ہوئے نصیبین میں رہنے لگا وہیں 619ھ بمطابق 1222ء میں وفات پائی۔

اس کی شاعری:۔

شاعر ابن النبیہ حد درجہ برجستہ گو' نہایت خوش کلام' رواں طرز بیان کا مالک اور ربط بدیع نگار تھا وہ لفظی آرائش و زیبائش کو بڑی لگن اور محنت سے تلاش کر کے لاتا لیکن ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی تتبع میں قطعاً تگ و دو اور کوشش نہیں کرتا تھا کیونکہ اسے صحیح جگہ رکھنے اور فن کاری میں کمال حاصل تھا' اس سے پہلے ہمیں کوئی ایسا شاعر نہیں ملتا جو بدیع لانے میں اس قدر تکلف کرتا ہو اور اس حد تک اس میں زیادتی کرنے والا ہو پھر اس کے باوجود آپ کو مجبور بھی کرتا ہو کہ اس کی شاعری کو پڑھیں' پسند کریں اور داد دیں' کیونکہ اس کا اسلوب زور دار' نہایت متحرک' کثیر التنوع اور رنگ رنگ سے لبریز ہے وہ اپنی زور بیانی سے اپنی صنعتی کمزوری پر غالب آجاتا ہے مثال کے طور پر اس کے مدحیہ اشعار ملاحظہ کریں۔

فحريق جمرة سيفه للمعتدى' ورحيق خمرة سيبه للمعتفى
يا بدرا! تزعم ان تقاس بوجهه' وعلى جبينك كلفة المتكلف

یاغیم! تطمع ان تکون ککفه' کلا وانت من الجهام المخلف

سرکشوں کے لئے ممدوح کی تلوار آگ کا انگارہ جبکہ طالب احسان کے لئے اس کی سخاوت خالص شراب کی مانند ہے۔

اے چودھویں کے چاند! تو اس وہم میں مبتلا ہے کہ تو ممدوح کے چہرہ کا مقابلہ کر سکے گا حالانکہ تیری پیشانی پر توجھائیوں کے داغ ہیں۔

اے بادل! کیا تو اس خوش فہمی میں ہے کہ تو ممدوح کی طرح سخاوت کر سکتا ہے ہرگز نہیں تو تو کبھی کبھی اپنے عہد کی خلاف ورزی کر جاتا ہے یعنی کبھی امید دلا کر نہیں بھی برستا۔

اس کی شاعری کے کل تین موضوع ہیں سب کے سب بہترین ہیں آپ کو اس کے معاصرین میں اس کی شکل کامیاب ہونے والا کوئی دوسرا شاعر کم ہی ملے گا' اور وہ تین موضوع یہ ہیں۔

1۔ مدح:۔ ایک دو قصیدوں کے علاوہ تمام مدحیہ شاعری بنو ایوب کے متعلق ہے جن میں وہ خلیفہ عباس ناصر کی مدح کرتا ہے۔ 2۔ غزل اور 3۔ وصف ہے۔ آخری دونوں موضوع وہ مستقل نہیں اپناتا انہیں وہ صرف مدح میں بطور مقدمہ لاتا ہے جہاں تک اس کی مدح کا تعلق ہے تو اس میں وہی پرانا روایتی طریقہ ہے مثلاً ممدوح کی فتح' نصرت' جنگی کارنامے اور سخاوت' غزل میں اس کی شاعری مادی شہوت رانی سے متعلق ہے جس میں ظاہری حسن و جمال سے آگے نہیں بڑھتا مثلاً سیاہ گھنے بالوں کو رات' چہرے کو صبح کہنا' آنکھوں کے جادو' نگاہوں کے تیروں کا ذکر اور دانتوں کی موتیوں سے تشبیہ یا ہونٹوں کو یاقوت کہہ دینا وغیرہ وغیرہ' لیکن محبت کے قلبی احساس اور جمال کے نفیس ادراک میں آپ اسے کامیاب نہیں پائیں گے۔

گمان غالب یہ ہے کہ اس باب میں تو وہ بس شاعری کی خانہ پری کر رہا ہے نہ کہ احساسات کا جوش اور الہام کی روشنی سے وہ کچھ کہتا ہے' البتہ وصف میں وہ اکثر شراب اور مجلس شراب کا تذکرہ کرتا ہے فطرتی مناظر کے وصف بہت کم بیان کرتا ہے۔

الغرض ابن النبیہ شیریں مقال' کثیر التفنن' مجاز تشبیہ اور بدیع کا دلدادہ' عمدہ مطلع کہنے والا اور بہترین گریز کہہ کر جان چھڑانے والا تھا اس کا دیوان بیروت اور مصر میں شائع ہو چکا ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

الملک الاشرف کے مدحیہ قصیدہ کے آغاز میں کہتا ہے۔

افدیه ان حفظ الهوی او ضیعا ملک الفواد فما عسی ان اصنعا؟
من لم یذق ظلم الحبیب کظنه حلوا فقد جهل المحبة وادعی
یااهل الوجه الجمیل تدارک الصبر الجمیل فقد عفا و تضعضعا
هل فی فوادک رحمة لمتیم ضمت جوانحه فواده موجعا؟

میں اس پر فدا ہو جاؤں خواہ وہ محبت کا پاس کرے یا نہ کرے وہ تو میرے دل کا مالک ہو گیا ہے تو اس میں میں کیا کر سکتا ہوں؟
جو محبوب کے ظلم سے بھی ویسی ہی محبت نہیں کرتا جیسی اس کے حسن وجمال سے کرتا ہے تو اس نے خاک محبت کی وہ تو محبت کا جھوٹا دعوی کرنے والا ہے؟
اے حسین چہرے والے! صبر جمیل اختیار کر کیونکہ وہ نڈھال ہو گیا پھر مٹ گیا۔
کیا آپ کے دل میں اس محبت کے قیدی کے لئے رحمت و مودت کے جذبات ہیں جس کے پہلو میں درد بھرا دل ہے؟
ناصر اللہ کے بیٹے کی وفات پر اس نے اپنا مشہور مرثیہ کہا جس کا مطلع یہ ہے۔

الناس للموت کخیل الطراد فالسابق السابق منها الجواد
والله لایدعو الی داره الا من استصلح من ذی العباد
والموت نقاد علی کفه جواهر یختار منها الجیاد
لاتصلح الارواح الاذا سری الی الاجسام هذا الفساد

لوگوں کی حالت موت کے لیے مسابقت کرنے والے گھوڑوں کی مانند ہے کہ اس میں سب سے عمدہ اور کامیاب گھوڑا وہ ہوتا ہے جو سب سے آگے نکل جائے۔
اللہ تعالے اپنے بندوں میں سے اپنے پاس صرف انہیں بلاتا ہے جنہیں وہ اس کا اہل در قابل سمجھتا ہے۔
موت بڑی نقاد ہے اس کی ہتھیلی میں جواہرات ہیں وہ ان میں سے سب سے قیمتی جوہر کا انتخاب کرتی ہے۔
روحیں اس وقت تک صحیح نہیں ہوتیں جب تک کہ جسموں میں بگاڑ اور خرابی پیدا نہیں ہو جاتی۔

ابن الفارض
پیدائش 576ھ وفات 632ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو حفص عمر بن علی جو ابن الفارض کے نام سے مشہور ہے اس کا آبائی وطن حماۃ ہے یہ قاہرہ میں 576ھ میں پیدا ہوا' دین میں تفقہ حاصل کیا لغت اور ادب میں وسیع علم حاصل کیا حتی کہ ان دونوں میں عبور حاصل کر لیا پھر اس کو صوفیہ کا طریقہ پسند آیا یہ ان کے طریقہ پر چل پڑا اور ان کے اسرار و رموز سے واقفیت حاصل کی۔ پھر یہ مکہ المکرمہ گیا مقدس مقامات کی زیارت کی کچھ عرصہ وہیں رہا پھر واپس مصر آگیا اور بقیہ عمر نہایت عزت و احترام سے گزاری قاہرہ ہی میں فوت ہو گیا اور سفح المقطم میں 632ھ میں مدفون ہوا

اس کے اخلاق وعادات:۔

ابن الفارض اپنے تقشف اور تصوف کے باوجود' خوش شکل' خوش لباس' شگفتہ مزاج' ملنسار' باوقار اور نہایت زھد و ورع کا مالک تھا' جب وہ شہر میں نکلتا تو لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو جاتے تھے وہ اس سے برکت کے لئے دعا کرواتے۔ جب وہ مجلس میں آتا تو اس کی ہیبت چھا جاتی زبانیں بند ہو جاتیں لوگ اس کی حاضری میں بات نہیں کر سکتے تھے جب وہ اشعار نظم کرنا چاہتا تو اس پر مدہوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی بسا اوقات وہ دس دس دن تک طاری رہتی اس دوران نہ وہ کچھ کھاتا تھا نہ پیتا تھا اور نہ حرکت کرتا تھا جب ہوش آتا تو شعر املاء کرواتا۔

اس کی شاعری:۔

ابن الفارض نے ایوبیوں کے دور میں نشوونما پائی یہ زمانہ دو مختلف محرکات کا زمانہ تھا ایک تو تقوی و تصوف کا محرک جو لگاتار جنگوں اور مسلسل موت اور قحط کی آفتوں کی وجہ سے رونما ہو گیا تھا' دوسرا محرک فسق و فجور اور آوارگی کا تھا جو اخلاقی بندھنوں کے ڈھیلا پڑ جانے' جذبات و خواہشات کے غلبہ اور منشیات کے عام ہو جانے کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا' اسی بناء پر مصر

اور غیر مصر میں شاعری کے بھی یہی دو رجحانات تھے یا تو اس سے مقصود خدا تعالیٰ کی خوشنودی تھی یا شیطان کی رضامندی تھی' ابن الفارض نے چونکہ دینی تربیت پائی تھی اور صوفیانہ ماحول میں پلا بڑھا تھا لہٰذا یہ اپنی قوم کے طریقہ تصوف سے شاعری میں بھی باہر نہیں نکل سکتا تھا یہ اپنی نظموں میں صوفیاء کے رموز و اشارات اور ان کے مقامات کے اوصاف بیان کرتا اور یہ دل کھول کر شراب کی تعریف کرتا اور خوب غزلیہ شاعری کرتا صوفیاء کی اصطلاح میں اس سے ذات الٰہی مقصود ہوتا ہے' تو اس طرح ابن فارض عربی شاعری میں رمزنگاری کا موجد بن گیا اسے شعر گوئی میں تمام شعراء سے زیادہ طبیعت پر زور ڈالنا پڑتا تھا اور بدیع کے استعمال کے لئے تکلف اور آورد کے لئے کام لینا پڑتا تھا یہ تطبیق و تجنیس کا دلدادہ تھا اس کی شاعری رقت انگیز' دو پہلوؤں پر مشتمل (ایک طرف تو باطن پسندوں یعنی زاہد و صوفی کی دلپسند اور دوسری طرف ظاہر پسندوں یعنی آوارہ مزاج عاشقوں کے لئے موزوں) ہونے کی وجہ سے اپنے تمام ہم عصر شعراء سے زیادہ مقبول و عام ہوئی' صوفی اس کی شاعری کو مجالس ذکر میں پڑھتے اور آوارہ لوگ اسے شراب خانوں میں گاتے تھے۔

متعدد علماء اور شارحین نے مختلف انداز سے اس کی شرحیں لکھی ہیں بعض نے تو صرف ظاہری الفاظ کو دیکھتے ہوئے بغیر تاویل کے اس کی شرح کی مثلاً بورینی کی شرح (متوفی 1024ھ) اور کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اس کی صوفیانہ طریقہ پر شرح لکھی مثلاً نابلسی کی شرح (م 1143ھ)

اس کی شاعری میں مشہور ترین دو تائیہ قصیدے ہیں ایک بڑا تائیہ قصیدہ جس میں 600 اشعار ہیں اور ایک چھوٹا تائیہ قصیدہ جس میں 103 اشعار ہیں شاعر نے ان دونوں قصیدوں میں صوفیاء کے تمام اسرار و رموز جمع کر دیئے ہیں اسے وہی پڑھ کر ان رموز کو حل کر سکتا ہے جس میں صبر و عزیمت ہو وہ بڑے قصیدے کے مطلع میں کہتا ہے۔

نعم! بالصبا قلبی صبا لاحبتی' فیا حبذا ذاک الشذا حین هبت

تذکرنی العهد القدیم لانها حدیثة عهد من اهیل مودتی

ہاں۔ باد نسیم کے چلنے کی وجہ سے میرا دل دوستوں کی طرف مائل ہو گیا۔ باد نسیم کے جھونکے جب چلتے ہیں تو کتنے اچھے لگتے ہیں۔

وہ مجھے پرانا زمانہ یاد کرواتے ہیں جس سے میرے دل میں پرانی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ تازہ تازہ دوستوں کی طرف سے آرہے ہوتے ہیں۔

ان قصائد کے علاوہ اس کے باقی ماندہ تمام قصائد صاف اور واضح ہیں اور ان کا بیشتر حصہ

حجاز اور اہل حجاز کے اشتیاق اور وہاں کی بستیوں اور پہاڑوں کے ذکر پر مشتمل ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

غزلیہ اشعار۔

لم اخل من حسد علیک فلا تضع' سهری بتشیع الخیال المرجف
واسئال نجوم اللیل هل زار الکری' جفنی؟ وکیف یزور من لم یعرف

مجھے کسی لحہ بھی تیرے اوپر حسد کے خیال سے سکون نہ ملا۔ تو میری بیداری کو خوفناک سمجھ کر ضائع نہ کر۔

رات کے تاروں سے پوچھ لو کیا نیند میری آنکھوں تک پہنچ بھی سکی' جس سے جان پہچان نہ ہو بھلا اس تک رسائی کیسے ہو سکتی ہے؟

مزید اشعار۔

اعد ذکر من اهوی ولوبملام' فان احادیث الحبیب مدامی
کان علولی بالوصال مبشری' وان کنت لم اطمع برد سلالی
طریح جوی صب جریح جوارح' قتیل جفون بالدوام دوامی
سحیح علیل فاطلبونی من الضنی' ففیها کما شاء التهول مقامی

میرے محبوب کا بار بار ذکر کرو خواہ اس میں مجھے ملامت ہی سنی پڑے کیونکہ محبوب کا ذکر ہی میری شراب ہے۔

ایسے دکھائی دیتا ہے محبت میں ملامت کرنے والا مجھے محبوب کے وصال کی خوشخبری سنا رہا ہے حالانکہ مجھے تو محبوب کے سلام کے جواب کی بھی امید نہیں۔

میں مریض محبت ہوں سوز عشق کا زخم خوردہ ہوں ان آنکھوں کا مقتول ہوں جو ہمیشہ خون سے رنگین رہتی ہیں۔

میں سخت تندرست ہوں' بیمار ہوں مجھے کمزوری و بدحالی میں تلاش کرو جس طرح لاغری و بیماری چاہتی ہے میں اسی طرح رہتا ہوں۔

بہاءالدین زہیر
پیدائش 581ھ وفات 656ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابوالفضل زہیر بن محمد المہلبی مکہ کے قریب وادی نخلہ میں پیدا ہوا وہاں سے مصر لایا گیا یہاں اس نے نشوونما پائی ادب کی تعلیم حاصل کی جب یہ جوان ہوا تو علم اور جسم میں ضخیم ہوا۔ اس نے نظم ' نثر اور انشاء میں کمال حاصل کیا پھر یہ الملک الصالح بن الملک الکامل ایوبی سے جا ملا شام اور جزیرہ میں اس کے ساتھ رہا جب کرگ کے گورنر اس کے چچا کے بیٹے الملک الناصر نے اسے شکست دی اس دوران اس کی فوج بھی اس کے چچازاد بھائی سے جا ملی۔ اور اس نے الملک الصالح کو گرفتار کر لیا اور قید کر دیا۔' لیکن اس موقع پر بہاء الدین اپنے بادشاہ کا وفادار رہا اور کسی دوسرے کی ملازمت اختیار نہ کی وہ اس وقت تک نابلس میں قیام پذیر رہا جب تک پانی نے اپنا صحیح رخ اختیار نہ کیا' اور اس مغلوب حاکم کا نصیب نہ چمکا' چنانچہ جب صالح نے مصر کا علاقہ واپس لے لیا تو اس نے بہاء الدین کی وفاداری اور پاس عہد کا اعتراف کرتے ہوئے اسے اپنے پاس بلا لیا اور اپنا ہمراز بنا لیا وہ ہر معاملہ میں اس سے رائے لیتا اور اس کے مشورے کے مطابق عمل کرتا اس کی وساطت اور سفارش سے لوگوں کو بہت فوائد حاصل ہوئے' وہ اسی حال میں رہا تا آنکہ الملک الصالح فوت ہو گیا تو اس نے خانہ نشینی اختیار کر لی سقوط بغداد والے سال مصر میں پھیلی ہوئی معمولی وباء میں مبتلا ہو کر اس نے انتقال کیا

اس کی شاعری:۔

بہاء الدین نرم خو' نرم طبیعت' رحمدل اور شیریں مقال تھا' اس کی یہ صفات اس کی شاعری پر بھی اثر انداز ہوئیں چنانچہ وہ بھی شیریں ہو گئی اور سننے والا اس کی آسان زبان اور رقت انگیز ہونے کی بناء پر مزید سننے کا مشتاق رہتا' اس کی شاعری اس کی طبیعت کا فیضان' اس کی فطرت کی عکاسی اور اس کے ماحول کی ترجمان تھی' اس میں اس نے کسی کی تقلید نہیں کی اور نہ ہی اس نے اپنے جذبات و احساسات کی ترجمانی کے لئے کسی کی خوشہ چینی کی اور نہ ہی اس

مصریوں کی زبان اور اسالیب سے تجاوز کیا اس میں نہ تو کوئی اجنبی لفظ ہے اور نہ پیچیدہ جملہ ہے' اس میں آپ کو یوں محسوس ہو گا جیسے دریائے نیل اپنی شیرینی کے ساتھ اچھلتا مچلتا ہے اس کے ساتھ ساتھ آپ کو شاعر کے ماحول کی جھلک اور اس کی فضا بھی نظر آئے گی اس نے غزل اور عتاب کے موضوع پر بہت عمدہ شاعری کی ہے لیکن اس کے علاوہ اس کی شاعری جاندار نہیں ہے اس کی شاعری میں نہ تو معانی کی جدت ہے نہ خیال میں ندرت ہے وہی روز مرہ معانی ہیں جنہیں اس نے آسان الفاظ کا جامہ پہنا دیا ہے البتہ اس میں پرجوش روح پیدا کر دی ہے جس کی قوت تاثیر بہت نمایاں ہے' جس سے معانی کی رونق دوبالا ہو گئی ہے' اس کا شعری مجموعہ عام دستیاب ہے ایک انگریز مستشرق ملر نے اس کے دیوان کا انگریزی شاعری میں ترجمہ کر کے حواشی کے ساتھ 1876ء میں کیمبرج سے دو جلدوں میں شائع کیا۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

حوادث زمانہ کا مقابلہ کرنے والے کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

لاتعتب الدهر فی خطب رماک به' ان استرد فقدما طالما وهبا
حاسب زمانک فی حالی تصرفه' تجده اعطاک اضعاف الذی سلبا
والله قد جعل الایام دائرة' فلا تری راحة تبقی ولا تعبا
وراس مالک وهی الروح قد سلمت' لا تاسفن لشیی بعدها ذهبا
ماکنت اول مفدوح بحادثة' کذا مضی الدهر لابدعا ولا عجبا
فرب مال نما من بعد مرزءة' اما تری الشمع القطف ملتهبا؟

زمانہ اگر تمہیں کوئی دکھ پہنچائے تو اس پر منہ نہ بسورو' کیونکہ اگر اس نے تم سے کچھ واپس لیا ہے تو تمہیں پہلے بہت کچھ دے بھی تو چکا ہے۔

اپنے زمانہ کے تصرفات کی دونوں حالتوں کا جائزہ لیا کرو تو دیکھو گے کہ اس نے تم سے جتنا لیا ہے اس سے کئی گنا زیادہ وہ تم کو دے بھی تو چکا ہے۔

اللہ تعالٰے نے زمانے کو گردش میں رکھا ہے اس لئے نہ تم یہاں راحت کو مستقل پاؤ گے اور نہ آفت کو

پھر جبکہ تمہارا راس المال یعنی روح صحیح سالم باقی رہ جاتی ہے تو اس کے علاوہ اگر کوئی چیز چلی بھی جائے تو اس پر افسوس کاہے کا کرنا ہوتا ہے۔

اور پھر تم ہی تو پہلے شخص نہیں ہو جس کو زمانے نے جھنجوڑا ہو زمانے کا سدا ت یکی

دستور رہا ہے اس میں نہ تو کوئی انوکھا پن ہے اور نہ ہی حیران کن بات

بہت سے مال ایسے ہوتے ہیں جو تکلیف اور نقصان کے بعد بڑھتے ہیں مثلاً شمع کے موم کو دیکھو جو توڑے جانے کے بعد جلائی جاتی ہے۔

اس کے غزلیہ اشعار یہ ہیں۔

خلیلی! اما هذه فدیارهم، واما غرامی فهو ما تریان
خلیلی! هذا موقف یبعث البکا، فما ذا الذی بالدمع تنتظران؟
فان کنتما لاتسعدانی علی الاسی، قفا ودعانی ساعة ودعانی
فیا ویح قلبی بالعزام اطعته، فمالی اراه فی السلو عصانی؟
وانی وایاه کما قال قائل رفیقک قیسی وانت یمانی

میرے دوستو! یہ تو ہیں ان کے مکانات! اور ان سے مجھے جو عشق و محبت ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو۔

میرے رفیقو! یہ وہ جگہ ہے جو مجھے رونے پر مجبور کرتی ہے اب تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو آنسو کیوں نہیں بہا رہے؟

اگر تم غم کے اظہار میں میری مدد نہیں کرسکتے تو تم ٹھہرو مجھ سے کچھ دیر کے لئے جدا ہو جاؤ اور مجھے چھوڑ دو۔

کس قدر قابل رحم ہے میرے دل کی کیفیت! جب اس نے مجھے عشق کرنے کے لئے کہا تو میں نے اس کی بات مان لی اور اب میں اسے محبت چھوڑنے کا کہتا ہوں تو یہ میری نافرمانی کر رہا ہے۔

میری اور میرے دل کی حالت وہ ہے جس کے متعلق کسی کہنے والے نے کہا ہے 'یار تیرا دوست تو قیس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے جبکہ تو یمنی ہے۔

چھٹی فصل

علوم و معارف

ترجمہ اور تالیف:۔

عہد بنی امیہ میں علوم و فنون کا جو بیج بویا گیا تھا عہد عباسی میں وہ نشو و نما پاکر ایک پھل دار

درخت بن گیا اس عہد میں عقلیں بیدار اور ذہانتیں روشن ہو گئی تھیں۔ اس عہد کے خلفاء و علماء نے مختلف فنون کی تدوین' ترجمہ اور نشر و اشاعت کا خصوصی اہتمام کیا ان میں سب سے آگے بڑھنے والا خلیفہ ثانی ابو جعفر منصور ہے' اس نے طب اور شرعی علوم کے لئے مدارس قائم کئے اور جندیسا پور کا چوٹی کا طبیب جرجیس بن بختیشوع کو بلایا نیز سریانی' ایرانی اور ہندو علماء کو بلایا انہوں نے اس کے لئے علم نجوم اور طب کی کتابوں کا ترجمہ کیا ان میں سے علم الافلاک کے موضوع پر کتاب "سند ھند" اور علم ریاضی میں "اقلیدس" بھی تھی' ابن المقفع نے اس کے لئے بعض ادب اور منطق کے موضوع پر کتابوں کا ترجمہ کیا۔ پھر یہ تحریک مہدی اور ہادی کے زمانہ خلافت میں دب گئی پھر رشید نے اسے برامکہ کے تعاون سے ترقی دی اور اسے وسیع مملکت میں پھیلا دیا اور اس نے اپنے دربار میں نابغہ علماء کو اکٹھا کیا اور اس نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا کہ وہ ہر جامع مسجد کے ساتھ ایک تعلیمی درسگاہ ضرور بنوائے گا۔ اور وہ سفر میں سو علماء کو اپنے ساتھ رکھتا وہ باوجود مختلف مذاھب سے تعلق رکھنے کے علماء کا حد درجہ احترام کرتا تھا اس کے سریانی اطباء اور مترجمین میں آل بختیشوع اور آل ماسویہ جیسے عیسائی تھے اس کے دور میں طب' کیمیا' نجوم' حیل (علم جر ثقیل جسے مکانک کہتے ہیں) الجبرا' علم نباتات و علم حیوانات پر جس قدر کتابیں دستیاب ہو سکیں سب کا ترجمہ کر دیا گیا تھا۔

جب خلافت مامون تک پہنچی۔ وہ مامون جو عرب میں یونان کے بر یکلیس یا روم کے آگسٹس کی شکل تھا۔ تو یہ علمی تحریک عالم شباب کو پہنچ گئی اس کے آباؤ و اجداد نے جس کام کی ابتدا کی تھی اس نے ان کی کوششوں کو اوج کمال تک پہنچایا اور اس نے سریانی' یونانی اور عجمی علماء کو اپنا خصوصی مقرب بنایا چنانچہ ہر مذہب و ملت سے تعلق رکھنے والے علماء اور ادباء اس کے دربار میں پہنچنے لگے اس نے اپنے سفیروں اور گورنروں کو جو آرمینیہ شام اور مصر میں متعین تھے حکم دیا تھا کہ وہ ان علاقوں میں جو کتابیں پائیں وہ اس کے پاس مرکز میں بھیجیں' لہٰذا وقتاً فوقتاً عبرانی' یونانی اور فارسی کتابوں سے لدے ہوئے اونٹ بغداد میں داخل ہوتے ہوئے نظر آتے تھے' اس نے اہل روم سے راہ و رسم بڑھائے اور اس صلہ میں ان سے فلسفہ کی کتابیں مانگیں اور انہوں نے وہ کتابیں اسے بھیج دیں اور اس نے قسطنطنیہ کے بادشاہ میخائیل سوم سے صلح کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی رکھی تھی کہ وہ اپنے ملک کی نادر کتابیں بھی اسے بھیجے گا جب اس کے پاس ہر طرف سے کتابوں کا ذخیرہ جمع ہو گیا تو اس نے بہترین مترجمین کا انتخاب کیا اور جس قدر ممکن ہو سکا وہ کتابیں بہترین شکل میں ترجمہ کی گئیں' الغرض صنعت و حرفت اور علوم و فنون سے

متعلقہ کوئی کتاب ایسی باقی نہ بچی جس کا عربی میں ترجمہ نہ کیا جاسکا ہو' پھر خلفاء اور لوگ ان علوم کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے متوجہ ہوئے حتی کہ انہوں نے ان کے رموز کو حل کیا اور ان کے بند خزانوں کو کھولا اور ان کی تفصیل و تکمیل کی' پھر حتمی عرب کی غلطیوں کی اصلاح کی حتی کہ خود یونانیوں کی اغلاط [illegible] کی علاوہ ازیں انہوں نے علوم شریعت کو شرح و بسط سے لکھا' اور زبان کے قواعد بنائے' علوم بیان ایجاد کئے' علم عروض و قافیہ کی طرف توجہ کی' پھر تو مشرق و مغرب کے بادشاہوں نے عباسی خلفاء کے طریقوں کو اپنانا شروع کر دیا' ان کی تقلید میں مدارس کھولے' درس گاہیں قائم کیں' علماء کی حوصلہ افزائی کی' حتی کہ یہ تحریک پھل آور ثابت ہوئی عربوں نے انکشافات و تحقیقات شروع کر دیں اور وہ ایجادات کیں جس سے نہ تو دنیا بے خبر ہے اور نہ ہی ان کا تاریخ انکار کر سکتی ہے۔

علم کا یہ بازار برابر گرم رہا تا آنکہ تاتاریوں کے غلبہ اور ترکی کے تسلط سے عربوں کی حالت کمزور ہو گئی بادشاہوں کا علمی شوق مر گیا اور حصول علم کے ذرائع منقطع ہو گئے تصانیف ردی کی ٹوکری میں جگہ پانے لگیں اور علم کا بازار مندا پڑ گیا اور لوگ خیال کرنے لگے کہ علم حاصل کرنا فضول کوشش ہے انہوں نے کتابوں کی شروحات اور تعلیقات پر اکتفا کیا اور تحقیق کو چھوڑ کر صرف لفظوں کے چکروں میں پڑ گئے۔

جب علوم نے دیکھا کہ اہل مشرق ان کی ناقدری کرتے ہیں اور زمانے نے ان کے قدر دانوں کو کمزور کر دیا ہے تو انہوں نے ماتمی لباس پہن لیا اور مغرب اور شام کے راستے یورپ کا قصد کیا مغرب نے ان کے لئے سینہ کھول دیا اور علوم عربیہ کے ساتھ وہی سلوک کیا جو عربوں نے یونانی علوم کے ساتھ کیا تھا۔ لہذا علوم کا سایہ مشرق سے سمٹتا اور سکڑتا رہا اور مغرب میں پھیلتا رہا حتی کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے جسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

علوم ادبیہ

علم ادب :۔

ادب کو بنی امیہ کے عہد میں بھی وہی مقام حاصل تھا جو عباسی عہد میں تھا ایک تو اس کے علو مقام کی وجہ سے دوسری وجہ یہ کہ لوگوں میں بداوت کے اثرات ہنوز باقی تھے لوگ زبان کی فصاحت پر تفخر و مباہات کا اظہار کرتے تھے۔ نیز انہیں کتاب اللہ کے مشکل مقامات کی توضیح' حدیث کے غریب الفاظ کی

وضاحت' نحوی قواعد پر استشہاد اور لسانی ملکہ کے اکتساب کے لئے فصیح بیان کے نمونے اور عمدہ شاعری کی ضرورت تھی اس وقت تک ادب کی روایات فقط منہ در منہ بیان کی جاتی تھیں اور سینوں میں محفوظ رکھی جاتی تھیں اور مشکل اشیاء کے حصول کے لئے دشوار گزار سفر طے کئے جاتے تھے۔ جب عہد عباسی کا ہلال عروج پر پہنچا اور عربوں میں عجمیت سرایت کر گئی اور ادائیگی کی اغلاط زیادہ ہونے لگیں تو ایک جماعت اس کے لئے مختص ہوئی اور علماء کے ایک گروہ جو "رواۃ" کے نام سے مشہور ہیں مثلاً حماد راویہ (متوفی 156ھ) خلیل بن احمد (م 175ھ) خلف الاحمر (م 180ھ) ابو عبیدہ (م 209ھ) ابو زید انصاری (م 215ھ) اصمعی (م 216ھ) یہ جماعت عرب کے دیہات میں لغوی و ادبی معلومات حاصل کرنے کے لئے پھرتی اور اس غرض کے لئے عرب کے دیہاتیوں سے روابط پیدا کرتی اور ان کے ساتھ گھل مل کر رہتی۔

کچھ دیر تک تو ادبی روایات کو سن لینے اور حفظ کر لینے پر ہی اکتفا کیا جاتا رہا۔ لیکن جب عربوں کے ساتھ عجمیت سرایت کر گئی اور مملکت وسیع ہو گئی تو ان علوم کو حیطہ تحریر میں لانے کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ علماء نے جو سنا تھا اس کی تدوین کرنے لگے اس کی ابتدا ابو عبیدہ اور اصمعی سے ہو چکی تھی لیکن جاحظ وہ پہلا شخص ہے جس نے بکھرے ہوئے ادبی شہ پاروں اور متفرق ادبی روایات کو اپنی دو کتابوں "البیان والتبیین اور کتاب الحیوان" میں جمع کر دیا پھر اس کے بعد علماء نے یکے بعد دیگرے تصنیفات کیں مثلاً مبرد الکامل کا مصنف' ابن قتیبہ' ادب الکاتب کا مصنف' ابن عبد ربہ' عقد الفرید کا مصنف' ابو علی القالی' الامالی کا مصنف اور ابو الفرج اصبہانی' الاغانی کا مصنف اساسی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی تصانیف ادیبوں کے لئے اصلی سرچشمے اور ماخذ و مراجع ہیں۔

ادباء

اصمعی

پیدائش 123ھ وفات 216ھ

حالات زندگی اور ادبی مقام:۔

ابو سعید عبدالملک بن قریب اصمعی (یہ اس کے دادا اصمع کی طرف نسبت ہے) 123ھ میں عربی گھرانہ میں پیدا ہوا جو انشاء پردازی میں ماہر تھا اس نے بصرہ میں پرورش پائی اور اس نے وہاں کے ائمہ سے عربی زبان' قرآن و حدیث' اور قرات کا علم حاصل کیا وہ دیہاتی لوگ جو بصرہ میں آتے تھے اس نے ان سے فصیح عربی روایات نقل کیں خود بھی بیشتر دیہاتوں میں جاتا رہا وہاں دیہات کے عربوں کے پاس سکونت اختیار کرتا اور بالمشافہ روایتیں سنتا بسا اوقات تو اس کے یہ سفر سالوں پر محیط ہوتے اسی دوران وہ حج کرتا

اور میلوں میں فصیح عربوں سے ملاقات کرتا حتی کہ اس کے پاس نادر واقعات اور غریب الفاظ کا اتنا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا جو کسی دوسرے کے پاس نہ ہو سکا یہ ابو عبیدہ کا ہم عصر تھا اور لغت و روایت میں اس کا حریف تھا ایک مرتبہ ابو نواس نے ان دونوں کا مقابلہ کرتے ہوئے کہا۔

"اگر ابو عبیدہ کو موقع ملے تو وہ اگلے پچھلے تمام واقعات سنا ڈالے لیکن اصمعی وہ تو عربوں کا بلبل ہے وہ ان کو اپنے نغمات سے مسحور کر لیتا ہے"

اصمعی نے ایک مرتبہ خود اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں اور ابو عبیدہ فضل بن ربیع کے پاس اکٹھے ہوئے اس نے مجھے کہا تم نے گھوڑوں کے متعلق کتنی کتابیں لکھی ہیں میں نے کہا ایک جلد' پھر اس نے ابو عبیدہ سے پوچھا تم نے کتنی کتابیں لکھی ہیں اس نے کہا پچاس جلدیں' اس نے کہا اٹھو اور اس گھوڑے کا ایک ایک عضو پکڑ کر اس کا نام بتاؤ اس نے کہا کہ میں بیطار نہیں ہوں میں نے تو جو چیزیں عربوں کی کتابوں سے اخذ کی ہیں وہ تحریر کر دی ہیں پھر اس نے مجھے کہا کہ اصمعی تم کھڑے ہو اور یہ کام کرو میں کھڑا ہوا اور میں نے گھوڑے کو اس کی پیشانی سے پکڑا پھر میں اس کے ایک ایک عضو کو پکڑ کر اس کا نام لیتا اور اس کے متعلق عربوں سے جو اشعار مروی تھے انہیں پڑھتا یہاں تک کہ میں اس سے فارغ ہوا تو اس نے کہا یہ گھوڑا تم ہی لے لو میں نے وہ لے لیا پھر جب کبھی مجھے ابو عبیدہ کو غصہ دلانا مقصود ہوتا میں اس گھوڑے کا سوار ہو کر اس کے پاس جاتا۔

یہ واقعہ جہاں ایک طرف دونوں ادیبوں کے درمیان فرق کو ظاہر کر رہا ہے وہاں یہ واقعہ اصمعی کی قوت یادداشت اور قوی حافظہ پر دلالت کرتا ہے تو اس میں کوئی حیرانی والی بات نہیں کہ اصمعی کو بارہ ہزار ارجوزے (رجزیہ قصائد) یاد تھے اصمعی روایت میں ثقہ ہونے کے ساتھ ساتھ لغت میں کامل مہارت رکھنے والا اور شاعری کا بھی نقاد تھا اس نے یہ فن خلف الاحمر سے حاصل کیا تھا شاعری اور شعراء کے متعلق اس کی آراء بہت بلند ہیں وہ ظریف الطبع ہونے کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ پرہیزگار تھا اور کتاب و سنت کی تفسیر میں بہت محتاط تھا جب اس سے قرآن و حدیث میں سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ کہتا

"عرب اس کے یہ معنی کرتے ہیں لیکن قرآن و سنت میں جو مراد ہے اسے میں نہیں جانتا"

خلیفہ رشید کی وفات تک اس کا مصاحب رہا پھر جب مامون خلیفہ بنا اور خلق قرآن کا فتنہ شروع ہوا تو اسے اپنے دین کا خطرہ پیدا ہوا اس نے گھر سے نکلنا بند کر دیا مامون نے اسے اپنے ساتھ ملانے کی بسیار کوشش کی لیکن اس نے عمر کی زیادتی اور کمزوری کا عذر پیش کر دیا پھر بھی مامون مشکل مسائل کو جمع کر کے اس کے پاس بھیجتا تھا تاکہ وہ ان کے جواب دے بعد ازاں اسے بدشکل سے گدھے پر سوار ہوتے دیکھا گیا تو کسی نے کہا "خلفاء کے گھوڑوں پر سواری کرتے کرتے اب اس گدھے پر سواری کی نوبت آ گئی ہے؟" تو یہ کہنے لگے "دین بچا کر اس جیسے گدھے پر سواری کرنا مجھے زیادہ پسند ہے" پھر اس نے اسی طرح کی معمولی زندگی پر قناعت کر لی حتی کہ 216ھ میں فوت ہو گیا۔

اس کی تصانیف:۔

اصمعی نے تقریباً بیالیس سے کچھ زیادہ تصانیف چھوڑی ہیں جن میں سے اکثر لغت پر ہیں مثلاً کتاب خلق الانسان' کتاب الاجناس' کتاب الخیل' کتاب النبات' کتاب النوادر' کتاب معانی الشعر اور کتاب الاراجیز ان میں سے اکثر غیر مطبوعہ ہیں۔

ابو الفرج اصبہانی

پیدائش 284ھ وفات 356ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو الفرج علی بن حسین مروانی اصفہان میں پیدا ہوا بغداد میں پرورش پائی مختلف علماء اور راویوں کی مجالس میں آتا جاتا رہا اس نے حدیث اور رواۃ کی سماعت کی اور انساب اور اشعار روایت کئے علم نجوم' سیر و سوانح' بیطاری اور طب میں وسیع معلومات حاصل کیں چنانچہ اس کے علم و فضل کا بہت شہرہ ہوا' مشرق میں ان دنوں مختلف حکومتیں باہم دست و گریبان تھیں اس نے چاہا کہ وہ تمام حریفوں کے پاس جا کر انہیں اپنے ادب سے مستفید کرے اور اپنی کتب سے نفع پہنچائے اور انکے مال سے استفادہ کرے اور ان کے اثر و نفوذ سے قوت حاصل کرے لیکن مشرقی بادشاہوں کے عطیات اس کے لئے کافی نہ ہو سکے لہٰذا وہ خفیہ انداز سے اندلسی امویوں کے لئے کتابیں لکھتا تھا اور وہ اسے انعامات سے نوازتے تھے یہ اعلانیہ شیعیت کی طرف مائل تھا وہ شیعوں کے لئے تقیہ و مدارات کرنے میں اموی تھا کیونکہ وہ ان کے ہاں پلا بڑھا تھا اور ان کے فضل و عنایت سے اس کی تشہیر ہوئی تھی۔

تمام لوگوں سے زیادہ اسے چاہنے والا اور اسکی سب سے زیادہ خدمت کرنے والا معز الدولہ ابن بویہ کا وزیر' وزیر المہلبی تھا' وہ بھی اسی کا ہو رہا اسی کی مدح کہتا اور اسی کی مجلس میں رہتا حتی کہ وہ 356ھ میں بغداد میں فوت ہو گیا کہتے ہیں کہ مرنے سے پہلے یہ کچھ مخبوط الحواس ہو گیا تھا۔

اس کے اخلاق اور علمی مرتبہ:۔

یہ شخص اپنی ظرافت' اور ادبیت کے باوجود زبان کا تیز تھا لوگ اس کے منہ پھٹ ہونے کی وجہ سے اس سے خوفزدہ تھے چونکہ علم الانساب کا ماہر اور گھرانوں کے کمزور پہلوؤں سے خوب واقف تھا اس لئے امراء اور بادشاہ اس سے ڈرتے تھے یہ نہایت بدحالت 'گندے کپڑوں والا' نہ انہیں دھوتا تھا نہ بدلتا تھا' جبکہ وزیر مہلبی اپنی نفاست پسندی اور نزاکت طبع کے باوجود اس کے علم اور حسن بیانی کی وجہ سے یہ سب کچھ برداشت کرلیتا تھا جب کہ ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے کہ وہ مختلف علوم کا جامع' منتخب نثر اور نظم کا راوی' روایت میں ثقہ اور جو سنتا تھا اسے پرکھتا تھا ابوالفرج فطرتاً شاعرانہ تھا لیکن وہ عمدہ نثر نگار' صاحب قدرت مولف بہترین مصنف اور ایماندار راوی تھا' اس کے شرف و امتیاز کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ "الاغانی" جیسی کتاب کا مصنف ہے۔

الاغانی کا تعارف:۔

تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ اس باب میں اس جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ادب کے موضوع پر لکھی گئی ہر کتاب اس سے کم درجہ ہے اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو جاہلیت' صدر اسلام اور دور بنی امیہ کی بہت سی ادبی روایات ضائع ہو جاتیں مصنف نے اسے پچاس سالوں میں مکمل کیا اور اس کی بناء ان سو سروں پر رکھی جنہیں ہارون رشید نے منتخب کیا تھا اور واثق کے لئے ان میں اضافہ کیا گیا تھا اور جو خود اس نے آغانی کے لئے منتخبہ راگوں میں سے پسند کئے تھے اس نے پہلے ان راگوں کے کہنے والوں پھر ان کو گانے والوں کے حالات زندگی لکھے اور اس کے تحت جو کچھ آتا تھا مثلاً جنگ' محبت' شاعری اور مزاح' پھر اس نے یہ کتاب سیف الدولہ بن حمدان کو پیش کی اس نے معذرت کے ساتھ ایک ہزار دینار انعام دیا۔

صاحب بن عباد جب سفر کرتا تھا تو کتابیں اٹھائے تیس اونٹ اپنے ساتھ لے جاتا تھا لیکن جب اسے یہ کتاب مل گئی تو وہ اس کے ہوتے ہوئے دیگر تمام کتابوں سے بے نیاز ہو گیا۔ اس کے بہت سے اجزاء ہیں جن میں سے 1285ھ میں بیس اجزاء شائع ہوئے بعد میں ایک مستشرق کو یورپ کے کسی کتب خانہ سے ایک جزء اور مل گیا تو یہ مکمل اکیس اجزاء ہو گئے ایک اطالوی پروفیسر گویڈے نے فرانسیسی زبان میں حروف ابجد کے لحاظ سے اس کی ایک طویل فہرست

1900ء میں لیدن سے شائع کی پھر یہ فہرست مصر میں عربی زبان میں منتقل ہو کر گئی اور یہ کتاب وہاں فہرست سمیت مکمل 1322ھ میں شائع ہوئی اب دار الکتب المصریہ مصر کے ایک بڑے سرمایہ دار کے تعاون سے اس کتاب کو مہذب اور کانٹ چھانٹ کر کے شائع کر رہا ہے' ابوالفرج اصبہانی نے خود اپنی کتاب کا ایک جلد میں خلاصہ لکھا تھا لیکن دیگر کتب کی طرح وہ بھی تلف ہو گیا۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

وزیر مہلبی کی تعریف میں کہتا ہے۔

ولما انتجعنا لائذین بظله' اعان وما عنی ومن وما منا

ورد دنا علیه مقترنین فراشنا' وردنا حماه مجد بین فاخصبنا

جب ہم اس کے سایہ عاطفت میں معاش کے حصول کے لئے پناہ گیر ہوئے تو اس نے ہماری اعانت کی اور ہمیں کبیدہ خاطر نہیں کیا' ہم پر احسان کیا فقط آرزوئیں نہیں دلاتا رہا۔

ہم خالی ہاتھ اس کے پاس پہنچے اس نے ہمیں ضروری سامان دیا ہم قحط زدہ اس کے دربار میں آئے لیکن اس نے ہمیں آسودہ حال کر دیا۔

علم نحو

جب عباسی عہد آیا تو علم نحو مساجد میں پڑھایا جاتا تھا اور کتابوں میں مدون کیا جا رہا تھا اس کے ضوابط پختہ ہو رہے تھے اور اس کے قواعد کی تحقیق ہو رہی تھی دو شہروں کوفہ اور بصرہ کے علماء اس کے متعلق خوب شرح و بسط سے کلام کر رہے تھے تاہم اس فن کی ایجاد اور تدوین کا سہرا علماء بصرہ کے سر ہے' اس فن کا موجد ابو الاسود دؤلی بصرہ کا رہنے والا تھا عیسیٰ بن عمرو وہ پہلا شخص ہے جس نے اس فن پر کتاب لکھی اور سیبویہ اس کے نحوی مسائل کو ابواب کے تحت مرتب کرنے والا ہے۔

کوفیوں نے تو اس میں اس وقت حصہ لیا جب یہ بصرہ اور اس کے اطراف و جوانب میں پھیل رہا تھا انھوں نے بصریوں سے حاصل کیا پھر وہ اس فن کی تلقین اور تدوین میں بصریوں کے پڑوسی بنے پھر اس کی تحصیل اور تفصیل میں ان کے باہم مد مقابل ہو گئے دونوں فریقوں کے درمیان سخت چپقلش اور کشمکش رہنے لگی حتی کہ ان میں سے ہر فریق کا الگ مذہب ہو گیا جس کی ہر ایک تائید و حمایت کرتا تھا فریقین میں مخالفت کی بنیاد یہ تھی کہ بصری سماع کو ترجیح دیتے تھے'

اور قیاس کی فقط انتہائی مجبوری کی حالت میں اجازت دیتے تھے اس قسم کے عربوں کی بصرہ اور اس کے مضافاتی دیہاتوں میں کثرت تھی' لیکن کوفی اھل سواد اور نبطیوں کے اختلاط کیوجہ سے اکثر مسائل میں قیاس پر اعتماد کرتے تھے اور ان عرب کے دیہاتیوں کو بھی قابل سند سمجھتے تھے جن کی وضاحت بصری تسلیم نہیں کرتے تھے۔

الغرض اھل بصرہ درایت میں وسیع اور روایت میں ثقہ تھے۔ لیکن کوفی چونکہ عباسیوں کے زیر سایہ تھے اور پھر کوفہ بغداد کے قریب تھا اور یہ بنو ہاشم کے حامی و طرفدار تھے اس لئے عباسیوں نے کوفیوں کو ترجیح دی اس طرح حکومت کی سرپرستی میں کوفیوں کا مذہب تمام ملک میں پھیل گیا اگر یہ سیاسی سرپرستی نہ ہوتی تو نہ کوفیوں کے حالات کو کوئی جانتا اور نہ ان کے کسی قول کو قابل اثر سمجھا جاتا' فریقین میں یہ چپقلش بڑھتی ہی گئی حتیٰ کہ دونوں شہر ویران ہو گئے ان کے شہرت یافتہ علماء نے بغداد کا رخ کر لیا چنانچہ ان دونوں مذاہب کے اختلاط سے ایک تیسرا مذہب بغدادیوں کا پیدا ہو گیا جو ان دونوں مذہبوں کا آمیزہ تھا' جس طرح علم نحو کے اندلس پہنچنے پر اندلسیوں کا ایک مذہب پیدا ہو گیا تھا۔

ابھی چوتھی صدی شروع نہیں ہوئی تھی کہ ان دونوں مذاہب کے شہسوار دنیا سے رخصت ہو گئے' دونوں گروہوں کے حامی کمزور پڑ گئے لہٰذا یہ جھگڑا ختم ہو گیا بعد میں آنے والے مولفین نے بصری مذہب کو اساسی حیثیت دے دی اور اس کی تشریحات و شروحات میں مصروف ہو گئے اور کوفی مذہب کو بس اختلافات کے ذکر تک محدود کر دیا۔

اس کے بعد اس علم نے بہت وسعت اختیار کر لی اس کی حدود دور دراز تک پھیل گئیں حتیٰ کہ متاخرین آئے جنہوں نے اس طوالت کو اختصار میں بدلا' اور انہوں نے فقط مبادی پر اقتصار کیا' جیسا کہ ابن مالک نے "تسہیل" میں اور زمخشری نے مفصل میں کیا۔ پھر اس فن کی خدمت کے لئے فلسفیانہ نحویوں کی جماعت بھی آئی جنہوں نے جھگڑوں کا راستہ کھول دیا انہوں نے الفاظ کے وجود کو تبدیل کیا مردہ الفاظ کو زندہ کیا۔ شاذ کو صحیح کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ ایسے فضول اسباب و علل' غلط اندازے اور کمزور اقوال کو نحو میں جگہ دے دی حتیٰ کہ اب نحو کا یہ حال ہو گیا ہے کہ ہر غلطی کرنے والے کو کوئی وجہ جواز' اور ہر مدعی کو اپنے جھوٹے خیال کے لئے کوئی دلیل یا سند مل جاتی ہے۔

ہم یہاں اپنے طریقہ کے مطابق چار بلند پایہ نحویوں کے سوانح حیات درج کر رہے ہیں۔ جو ان نحویوں کے علاوہ جن کی دوسرے مقامات پر ہم نے سوانح حیات لکھی ہے۔

علماء نحو

سیبویہ پیدائش148ھ' وفات180ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

امام البصر یین ابو بشر عمرو بن عثمان جو کہ سیبویہ کے لقب سے معروف ہے (سیبویہ کا معنی سیب کی خوشبو) ایران میں پیدا ہوا اور بصرہ میں پرورش پائی۔ شروع شروع میں یہ حدیث اور فقہ پڑھتا تھا۔ ایک دن وہ حماد بن سلمہ کی املاء کروائی ہوئی حدیث رسولؐ کو لکھ رہا تھا جس کی عبارت یہ تھی۔

"لیس من اصحابی احد الامن لوشت لاخذت علیہ لیس ابا الدرداء"

تو سیبویہ بول اٹھا کہ "لیس ابو الدرداء" اس پر حماد نے چلا کر کہا "سیبویہ تم غلطی کر رہے ہو" یہ استثناء ہے تب سیبویہ نے کہا "اب پہلے میں وہ علم سیکھوں گا جس کے بعد میری زبان میں کوئی خامی نہ نکال سکے گا" چنانچہ اس نے نحو سیکھی' وہ خلیل کی صحبت میں رہا اور یونس اور عیسٰی بن عمر سے علم نحو حاصل کیا حتی کہ اس فن میں ماہر ہو گیا اور اس کے اصول و فروع کا بھی احاطہ کر لیا' اور اس کے شاذ اور قیاسی مسائل سے بھی واقفیت حاصل کر لی' پھر اس نے اپنی مشہور کتاب لکھی جس میں اس نے وہ سب کچھ جمع کر دیا جو خلیل سے سیکھا تھا علاوہ ازیں بصرہ کوفہ کے علماء سے جو کچھ منقول تھا ان میں سے ہر ایک کا نام لے کر اسے بھی نقل کر دیا چنانچہ اس کی یہ کتاب اپنے فن میں یکتا بن گئی اور اپنے انداز میں منفرد ہو گئی' اس فن کے طالب کا اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں اور نہ ہی اس سے استفادہ کئے بغیر کسی کی مجال ہے۔

اس تالیف نے لوگوں میں اس قدر مقام حاصل کر لیا کہ اس کا نام ہی "الکتاب" رکھ دیا اور جب بھی کوئی صاحب فن مطلق طور پر "الکتاب" کا لفظ بولے گا تو اس سے اس کی مراد سیبویہ کی یہ کتاب ہی ہو گی' مبرد سے جب کوئی یہ کتاب پڑھنے کی فرمائش کرتا تو اسے جواب دیتے "تو کبھی سمندر پہ سوار ہوا ہے؟ یعنی یہ کتاب اتنی عظیم القدر اور اس کا سمجھنا اتنا مشکل ہے' ابو عثمان مازنی کہتے ہیں کہ "جو کوئی علم نحو میں سیبویہ کے بعد کوئی اس سے بڑی کتاب لکھنا چاہتا ہے اسے شرم کرنی چاہئے" اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو شاید کوئی سیبویہ کا نام بھی نہ

جانتا ہوتا۔

جب سیبویہ کو اپنے متعلق فن نحو کی مہارت میں تفوق کا احساس ہوا تو وہ برامکہ سے ملاقات کا مقصد لے کر بغداد روانہ ہوا ان دنوں "کسائی" رشید کے بیٹے امین کا استاد تھا یحیٰ بن خالد نے موقع پاکر دونوں علماء نحو کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا اور اس مجلس میں دونوں کا مناظرہ ہوا کسائی نے سیبویہ سے جو سوال کئے ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ آپ کا عربوں کے اس قول کے متعلق کیا خیال ہے۔

"کنت اظن ان العقرب اشدلسعۃ من الزنبور فاذا ھو ایاھا"

تو سیبویہ نے کہا "فاذا ھو ھی" ہو گا اس کو منصوب پڑھنا ناجائز ہو گا۔ تو کسائی کہنے لگا "عرب اس کو دونوں طرح پڑھتے ہیں منصوب بھی پڑھتے ہیں اور مرفوع بھی" جب یہ جھگڑا طول پکڑ گیا تو انہوں نے ایک خالص عربی لہجہ والے دیہاتی کو ثالث مان لیا تو اس نے سیبویہ کی بات کو درست قرار دیا' لیکن کسائی چونکہ امین کا استاد تھا اور کوفی بھی تھا اس لئے یحیٰی نے تعصب سے کام لیتے ہوئے کسائی کی بات کو صحیح کہا جیسے کہ ہم پیچھے کہہ چکے ہیں کہ خلفاء عباسیہ کوفیوں کی طرفداری کرتے تھے۔ اب اعرابی بھی کسائی کی بات کو درست کہنے لگا۔ جب سیبویہ نے محسوس کیا کہ خلفاء بھی دھاندلی کرتے ہیں اور اسے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا تو وہ افسوس کرتے ہوئے بغداد کو خیرباد کہہ کر شیراز کی "بیضاء" نامی بستی میں چلا گیا جہاں وہ چالیس سال سے کچھ اوپر عمر پا کر فوت ہو گیا۔

کسائی

پیدائش 119ھ وفات 189ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابوالحسن علی بن حمزہ "کسائی" کے لقب سے مشہور تھا نحوی کوفیوں کا امام تھا' اس نے حمزہ زیات سے علم قراءت حاصل کیا پھر قرآت میں ایک خاص لہجہ کی بناء پر اس قدر ممتاز ہوا کہ اسے مشہور سات قراء میں شامل کر لیا گیا لیکن شاعری کا اسے قطعاً ادراک نہیں تھا حتیٰ کہ اس کے متعلق مقولہ ہے "علماء عربیہ میں شاعری سے عدم واقفیت میں کسائی سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے" یہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے والا تھا کہ نحو کے متعلق کچھ علم نہیں تھا یہ ایک مرتبہ اپنے عربی سیکھنے والے

بعض ساتھیوں کے پاس چل کر آیا طویل فاصلے سے آنے کی وجہ سے تھکنے کی بناء پر آہ بھرتے ہوئے کہنے لگا "لقد عییت" تو وہ کہنے لگے۔ افسوس ہے ہمارے ساتھ بیٹھتے ہو اور عربی بولنے میں غلطی کرتے ہو" کسائی کہنے لگا میں نے کونسی غلطی کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ اگر کسی کام اور محنت سے تھک کر آئے ہو تو کہو "اعییت" اور اگر کوئی تدبیر سمجھ نہ آئے اور انسان بے بس اور عاجز ہو جائے تو پھر کہے "عییت" اس سے کسائی کو بڑی شرمندگی ہوئی۔ اور اس نے کوفہ کے نحویوں معاذ الہراء اور رؤاسی کی صحبت میں رہ کر ان کا تمام علم حاصل کر لیا۔

اور بصرہ میں خلیل کے پاس چلا گیا اس کا علم دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس سے پوچھنے لگا آپ کو یہ علم کیسے حاصل ہوا؟ تو خلیل نے کہا "حجاز" نجد اور تہامہ کے دیہاتیوں سے 'تو کسائی بھی دیہات میں نکل گیا وہ دیہاتی قبائل میں گھومتا پھرتا' اور فصیح دیہاتی عربوں سے عربی لغت سنتا تا آنکہ اس نے لغت اور روایت کا تمام حصہ مکمل طور پر حاصل کر لیا' جب یہ دیہات سے واپس آیا اور اپنے آپ کو مہدی کے سامنے پیش کیا اس نے اسے اپنا خصوصی مقرب بنا لیا پھر رشید نے اسے اپنے بیٹے امین کا استاد مقرر کر دیا اور اس کے نزدیک اس کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی حتی کہ وہ اسے اور قاضی محمد بن حسن کو اپنے سامنے دو الگ الگ کرسیوں پہ بٹھاتا اور انہیں اپنی آمد اور قیام کے وقت احتراماً کھڑے ہونے سے مستثنیٰ قرار دے دیا تھا' یہ دونوں اسی عزت و جاہ سے رہتے رہے حتی کہ ایک مرتبہ وہ انہیں ساتھ لے کر "ری" گیا تو یہ دونوں ایک ہی دن "ری" کے قریب "زنبویہ" جگہ پر فوت ہو گئے رشید کو ان کی موت کا بڑا صدمہ ہوا اور کہنے لگا "میں نے فقہ اور عربیت کو ری میں دفن کر دیا"

اس کی تصنیفات:۔

کوفہ اور بغداد میں عربی زبان دانی اور قرات کی امامت کسائی پر ختم ہو گئی کسائی نے ان دونوں موضوعات پر تقریباً بیس کتابیں لکھیں۔ کتاب معانی القرآن' کتاب النحو' کتاب النوادر' کتاب الہجاء اور رسالہ فی لحن العامہ ان ہی میں سے ہیں۔

فراء

پیدائش 144ھ وفات 207ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو زکریا یحیٰ بن زیاد کوفہ میں پیدا ہوا' کسائی کی صحبت میں رہا اس سے کسب فیض کیا اور سند فراغت حاصل کی اور عربوں سے بالمشافہ ملا اور ان سے علم حاصل کیا پھر بہت سے دوسرے علوم مثلاً طبیعیات' علم نجوم' عربوں کی تاریخ اور شاعری پہ نظر کی' اس طرح وہ اپنے استاد کسائی سے بھی سبقت لے گیا۔ اس کا رجحان معتزلہ مذہب کی طرف ہو گیا وہ علم کی کلاس میں بحث مباحثہ کو پسند کرتا تھا لیکن وہ خود طبعی طور پر اس سے لگاؤ نہیں رکھتا تھا ان چیزوں سے اس میں نظم و ترتیب کا ملکہ اور استنباط و تعلیل کی قوت پیدا ہو گئی تھی کوفیوں میں اس کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں جس نے عربی زبان کی اتنی خدمت کی ہو' ابو العباس ثعلب کہتے ہیں "اگر فراء نہ ہوتا تو عربی زبان نہ ہوتی اس لئے کہ اس نے اسے حاصل کر کے ضبط کیا اگر یہ نہ ہوتا تو وہ ضائع ہو جاتی" ابو بکر انباری کہتا ہے "اگر بغداد اور کوفہ میں کسائی اور فراء کے علاوہ اور کوئی عربی عالم نہ بھی ہوتا تو بھی ان کو تمام لوگوں پر برتری اور فخر کے لئے کافی ہوتا"

جب اس کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی تو وہ بغداد کی طرف چلا کسائی نے وہاں اس کے قیام کا بندوبست کیا اور اپنی موت کے بعد اسے اپنی سند تدریس پر جگہ دے دی جب مامون خلیفہ بنا تو وہ اس کے دربار میں پہنچا اور اس کے ہاں عظیم مقام پایا پھر اسے اپنے دونوں بیٹوں کو ادب کی تعلیم دینے کے لئے استاد مقرر کر دیا اور اسے مشورہ دیا کہ اصول نحو کے متعلق جو کچھ جمع ہو چکا ہے اور جو کچھ اس نے زبان دانی کے متعلق سن رکھا ہے اسے ایک کتاب کی شکل میں جمع کر دے اور اس کے لئے اپنے محل میں ایک الگ کمرہ بنانے کا حکم دیا اور اس کی خدمت کے لئے لونڈی اور غلام متعین کر دیئے اور کاتبوں کی ایک جماعت املاء کرنے کے لئے مقرر کر دی حتی کہ اس نے دو سالوں میں "کتاب الحدود" تصنیف کی۔ پھر وہ لوگوں میں نکلا تاکہ انھیں اپنی کتاب "کتاب المعانی" لکھوائے تو کاغذ فروشوں نے اسے لوگوں سے چھپا لیا اور وہ اس کے نسخہ کے پانچ اوراق ایک درہم کے بدلے املاء کرواتے تھے لوگوں نے فراء سے گراں کتب فروشی کا شکوہ کیا جب انہوں نے انکار کر دیا تو اس نے لوگوں کو معانی کے متعلق ایک اور کتاب

لکھوانا شروع کر دی جو پہلی کتاب کی نسبت بڑی اور وسیع تھی تو کتب فروش ڈر گئے اور وہ دس اوراق لکھوانے کی قیمت ایک درہم لینے پر رضامند ہو گئے۔

فراء کو حکومت میں اس قدر بلند مقام حاصل ہوا کہ جب وہ باہر جانا چاہتا تو مامون کے دونوں بیٹے اس کی جوتیاں اٹھا کر پیش کرنے کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے پھر وہ دونوں اس فیصلہ پر مصالحت کر لیتے کہ ہر ایک ایک جوتی اٹھائے جب مامون کو یہ بات پہنچی تو اس نے فراء سے پوچھا لوگوں میں سب سے معزز کون ہے؟ تو اس نے کہا مجھے تو امیر المومنین سے زیادہ معزز کوئی نظر نہیں آتا اس نے کہا نہیں' بلکہ وہ ہے جس کی جوتیاں اٹھانے کے لئے خلیفۃ المسلمین کے دو ولی عہد آپس میں جھگڑیں کہ کون پہلا جوتی اٹھائے تو فراء نے کہا "امیر المومنین میں نے انھیں منع کرنے کا سوچا تھا لیکن پھر یہ سوچ کر خاموش رہا کہ اس طرح کہیں میں ان کے اخلاق فاضلہ اور جذبہ خدمت کو نہ دبا دوں" اس پر مامون نے کہا" اگر آپ انھیں منع کر دیتے تو مجھے تم سے شکایت ہوتی۔ ان کے ایسا کرنے سے ان کے مرتبہ اور شان میں کمی نہیں آتی بلکہ ان کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کے جوہر نکھرتے ہیں اگرچہ انسان کتنا ہی بلند مرتبہ ہو وہ تین ہستیوں کے احترام سے بے نیاز نہیں ہو سکتا" 1۔ حاکم وقت 2۔ والدین 3۔ استاد

اس کی تالیفات:۔

فراء کی بہت سی تالیفات ہیں وہ اپنے تلامذہ کو بغیر کتاب دیکھے اپنے قوت حافظہ سے لکھواتا تھا وہ اکثر بغداد میں رہتا جب سال کا اخیر ہوتا تو وہ کوفہ چلا جاتا اور چالیس دن تک وہاں اپنے اہل و عیال کے پاس رہتا جو کچھ سال بھر جمع کیا ہوتا اپنے اہل و عیال میں تقسیم کر دیتا حتی کہ وہ 207ھ میں فوت ہو گیا۔

ابن الحاجب

ولادت 570ھ وفات 646ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابن الحاجب کے نام سے معروف ابو عمرو عثمان بن عمر صعید مصر میں اسنا مقام میں پیدا ہوا اس کا باپ کرد تھا اور امیر عزالدین موسک صلاحی کا دربان تھا وہ بچپن میں قاہرہ آگیا اور قرآن

پاک شروع کیا حتی کہ حفظ کرلیا دینی فقہ مالکی مذہب کے مطابق پڑھی اور مختلف قراتیں سیکھیں اور دیگر تمام علوم سیکھنے میں حصہ لیا لیکن عربی زبان کا علم ان سب پر غالب آگیا پھر دمشق کوچ کرگیا وہاں جامع دمشق میں "الامالی فی النحو" کی تفصیلی مباحث اور کافیہ پڑھی پھر اسکندر وآپس آگیا اور 646ھ میں دار فانی سے کوچ کرگیا۔

اس کی تالیفات:۔

اس کی تالیفات میں **کافیہ** اور **شافیہ** نحو میں' **کتاب المقصد الجلیل فی علم الخلیل**' عروض میں' **الامالی النحویہ**' **منتهی السوال والامل فی علم الاصول الجدل** یہ مالکی مذہب کے متعلق بڑی ضخیم کتاب ہے جسے اس نے ایک کتاب میں مختصر کر کے بھی لکھا ہے جو مختصر **ابن الحاجب** کے نام سے معروف ہے اور ایک تالیف "**جامع الامهات**" فقہ میں ہے۔

علم لغت

جب زبان بولنے میں لوگوں نے اعرابی غلطیاں کیں تو علماء نے ایسے قوانین بنائے جن سے ان خامیوں کا ازالہ ہو جائے لیکن اس سے بھی زبان ٹھیک نہ ہوئی اور خامیاں پھر بھی باقی رہیں۔ بلکہ اب الفاظ کی ساخت اور ان کے استعمال میں اغلاط زیادہ ہونے لگیں۔ چنانچہ ماہرین فن نے کتاب اللہ اور عربی زبان کی حفاظت کے لئے الفاظ کو لکھ کر ضبط کر لینے کی کوششیں کیں۔ اس سلسلہ کی ابتدا بعض علماء لغت کے چھوٹے چھوٹے رسائل کی املاء سے ہوئی جو انہوں نے الفاظ کے متعلق لکھوائے تھے یہ الفاظ جامع اور ہر موضوع پر محیط نہ ہوتے تھے بلکہ چند خاص موضوعات پر مبنی ہوتے تھے مثلاً انسان کے بدن اور اس کی ساخت کے متعلق' یا اونٹ اور گھوڑوں کی ساخت کے متعلق' یا پودوں کے متعلق ہوتے تھے۔

بالآخر خلیل بن احمد نے آکر اپنی مشہور تصنیف "**کتاب العین**" لکھ کر عربی لغت کو لکھ کر ضبط کرنے کا راستہ ہموار کیا اس نے حروف تہجی سے مرکب ہونے والے دو حرفی' سہ حرفی' چار حرفی اور پنج حرفی الفاظ حسابی ترتیب کے مطابق شمار کیے' جس سے اس کے سامنے مہمل اور مستعمل مادوں کی تعداد واضح ہو گئی پھر ان مرکب الفاظ کو مخارج حروف کے اعتبار سے ترتیب دی یعنی پہلے وہ حروف جن کا مخرج حلق ہے پھر وہ جن کا مخرج زبان ہے پھر دانت اور پھر ہونٹ اور

اس کی ابتدا حروف علت سے کی۔ خلیل کی اس کتاب کا ابوبکر ابن درید (متوفی 279ھ) نے اندلس کے خلیفہ ہشام المؤید کے لئے اختصار لکھا یہ اختصار اس قدر مشہور ہوا کہ اصل پر بازی لے گیا خلیل کی اس معجم پر ایک صدی گزر گئی لیکن اس عرصہ میں لغت کی اور کوئی کتاب منصۂ شہود پہ نہیں آئی تھی حتی کہ ابوبکر ابن درید نے آکر خلیل کی کتاب اور دیگر کتب کی مدد سے "کتاب الجمهرة" لکھی اور اسے حروف الہجاء پر مرتب کیا اس کے بعد خلیل کے ترتیب کے مطابق ازہری نے "کتاب التهذیب" تصنیف کی پھر اہل مشرق میں سے جوہری نے "کتاب الصحاح" لکھی اور اہل اندلس میں سے ابن سیدہ نے "کتاب المحكم" تصنیف کی اور ابن فارس نے "کتاب المجمل" لکھی یہ کتابیں ہیں جو لغت کی اصل اور بنیادی کتابیں ہیں' ان کے علاوہ 'عباب' تکمله' نهایه' لسان العرب اور قاموس انہی کے یکجا کردہ مواد ہیں یا پھر ان کی تلخیص ہیں۔

بہتر ہو گا کہ ہم یہاں ثعالبی (متوفی 429ھ) کی "فقه اللغه" کا بھی ذکر کر دیں کیونکہ علماء نے اس کی بہت تعریف کی ہے' اس کتاب میں مصنف نے الفاظ کی بناوٹ اور ان کے استعمال کے فرق واضح کیے ہیں' مترادف اور متقارب معانی ایک باب کے تحت جمع کر دیئے ہیں نیز ان کے درمیان جو فرق ہیں اور جو تدریج و تفریع پائی جاتی ہے اسے بھی واضح کر دیا ہے' اور زمخشری (متوفی 538ھ) کی کتاب "اساس البلاغه" بھی بڑی مشہور کتاب ہے اس کتاب میں مصنف نے الفاظ اور ان کے استعمال کے وہ طریقے بیان کیے ہیں جنہیں عرب روا رکھتے تھے ان دونوں کتابوں میں عربی زبان کی خصوصیات اور عربی کے سربستہ رازوں کو کھول کر بیان کیا گیا ہے جن سے نہ تو کوئی ادیب بے نیاز رہ سکتا ہے اور نہ ہی کسی طالب کو ان کے ہوتے ہوئے کسی اور اضافہ کی ضرورت رہتی ہے۔

لغویین

خلیل بن احمد

ولادت 100ھ وفات 174ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو احمد یا ابو عبدالرحمن خلیل بن احمد فراہیدی بصرہ میں پیدا ہوا وہیں نشوونما پائی' ائمہ بصرہ سے علم نحو' قرات اور حدیث حاصل کیا اور ابو عمرو بن العلاء اور عیسی بن عمر جیسے اعلی طبقہ

کے ماہرین فن سے علم رواۃ حاصل کیا۔ پھر دیہات میں نکل گیا اور فصیح عربی سنی اور غریب الفاظ کا ذخیرہ جمع کیا حتی کہ علم لغت میں وہ مہارت تامہ حاصل کی کہ جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی' سیبویہ' نضر بن شمیل اور مورخ سدوسی جیسے ائمہ فن سے علم حاصل کیا۔ ساری زندگی تنگی و عسرت میں بصرہ ہی میں گزاری' کیونکہ وہ کسی کا احسان نہیں لینا چاہتا تھا اور نہ ہی اپنے آپ کو کسی کے آگے ذلیل کرنا چاہتا تھا حتی کہ کہا جاتا ہے کہ سلیمان بن علی نے اپنے قاصد کے ذریعے خلیل کو اھواز آنے اور اس کے بیٹے کے استاد بننے کی دعوت دی۔ خلیل نے سلیمان کے قاصد کے سامنے روکھی سوکھی روٹی رکھی اور کہنے لگا۔

"کھائیے میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں' اور جب تک مجھے یہ ملتی رہے گی مجھے سلیمان کے پاس جانے کی ضرورت نہیں"

یہ عظیم انسان یک سوئی سے علمی تحقیق' استنباط' تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں مشغول رہا حتی کہ اس راہ پر چلتے ہوئے اپنی جان خدا کے سپرد کر دی اس کے بارے میں روایت ہے کہ اس نے کہا تھا کہ "میں حساب کا ایک ایسا آسان طریقہ ایجاد کرنا چاہتا ہوں جس کے بعد کوئی بنیا کسی بچی کو بھی حساب میں دھوکہ نہیں دے سکے گا۔ وہ اسی فکر میں مسجد میں داخل ہوا اور ایک ستون سے اس زور سے ٹکر کھائی کہ اس کا بھیجہ ہل گیا اور اسی سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

اس کی علمی خدمات:۔

خلیل کو صحت قیاس' نحوی تعلیل و توجیہہ اور اس کے مسائل کے استنباط میں کمال درجے کی قدرت حاصل تھی۔ سیبویہ کی "الکتاب" کا اکثر حصہ یا تو انہی سے روایت کردہ ہے یا ان کی مدد سے لکھا گیا ہے یہ موسیقی کو اچھی طرح جانتا تھا یہ پہلا شخص ہے جس نے کوئی غیر ملکی زبان سیکھے بغیر اور آلات موسیقی کا علم رکھے بغیر اس موضوع پر پہلی کتاب لکھ دی نغمات اور ان کی اونچ نیچ نے اس کے ذہن رسا کو علم عروض و قوافی کی ایجاد میں نہایت مدد پہنچائی چنانچہ اس نے شاعری کے پندرہ اوزان ضبط کئے اور انہیں پانچ دائروں میں محدود کر دیا اور انہیں حرکات و سکون کے اعتبار سے الگ الگ کر دیا اس نے اپنے آپ اور اپنے وقت کو اسی کے لئے وقف کر دیا تھا اور اس کے لئے وہ گھنٹوں اپنے کمرے کی تنہائیوں میں اپنی انگلیاں ہلاتا اور سر کو جنبش دیتا رہتا اتفاق سے اس کے بیٹے نے ایک دن اُسے اس حالت میں دیکھ لیا اور یہ خیال کیا کہ ابا جان کو

کچھ جنون لاحق ہو گیا ہے اس پر خلیل نے یہ اشعار کہے۔

لوکنت تعلم ما اقول عذرتنی' اوکنت تعلم ما تقول عذلتکا
لکن جهلت مقالتی فعذلتنی' وعلمت انک جاهل فعذرتکا

اگر تو وہ کچھ جانتا ہوتا جو میں کہہ رہا ہوں تو تو مجھے معذور سمجھتا یا اگر تو یہ جانتا ہوتا کہ تو کیا کہہ رہا ہے تو میں تجھے ملامت کرتا۔

لیکن تو میری بات نہ جاننے کی وجہ سے مجھے ملامت کرنے لگا اور میں یہ جانتا ہوں کہ تو جاہل ہے لہٰذا تجھے معذور گردانتا ہوں۔

خلیل وہ پہلا شخص ہے جس نے لغت کو ضبط کیا' تدوین لغت کی بنیاد ڈالی' اور عربی رسم الخط کو موجودہ مستقل شکل بخشی۔

اس کی تالیفات:۔

اس نے خراسان میں "کتاب العین" تصنیف کی اور سلف کی عادت کے مطابق کتاب کے پہلے لفظ سے اس کا نام رکھا۔ لیکن موت نے کتاب مکمل نہ کرنے دی چنانچہ ان کے بعد ان کے ایک شاگرد نے اس کام کا بیڑا اٹھایا لیکن اس میں کمی رہ گئی اور کتاب ناقص رہی کیونکہ وہ اپنے استاد کا معیار قائم نہ رکھ سکا' اس کے علاوہ اس کی تالیفات یہ ہیں **کتاب النغم' کتاب العروض' کتاب الشواہد' کتاب النقط والشکل** اور **کتاب الایقاع**

ابن درید

ولادت 223ھ وفات 321ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو بکر محمد بن حسن بن درید بصرہ میں پیدا ہوا وہیں تربیت حاصل کی ریاشی اور سجستانی جیسے وہاں کے علماء سے علم حاصل کیا۔ پھر زنگیوں کے فتنہ میں وہ بصرہ چھوڑ کر عمان چلا گیا وہاں وہ بارہ سال تک رہا وہ دیہات میں جا کر لغت اور شاعری کے متعلق معلومات جمع کرتا پھر وہ بصرہ واپس آ گیا وہاں سے وہ شاہ بن میکال اور اس کے بیٹے سے مالی امداد طلب کرنے کے لئے ایران چلا گیا وہ دونوں ان دنوں ایران کے گورنر تھے ان کے لئے اس نے لغت میں "کتاب الجمہرہ" لکھی

اور اپنے مقصورہ قصیدہ کے ذریعے ان دونوں کی مدح کی انھوں نے اسے سرکاری دفاتر کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا چنانچہ حکومت ایران کی جس قدر ڈاک نکلتی وہ اس کے مشورہ اور دستخطوں سے نکلتی اور اندر جاتی تھی جب میکال کے بیٹوں کو ایران کی گورنری سے معزول کر دیا گیا تو وہ دونوں خراسان چلے گئے تو 280ھ میں ابن درید بغداد آگیا جہاں وزیر علی بن فرات نے اس کا نہایت عزت اور احترام سے استقبال کیا اور انعامات سے نوازا اور اس کا وظیفہ مقرر کر دیا تاکہ یہ معاشی تگ ودو سے بے فکر ہو جائے اور یکسوئی سے علم وادب کی خدمت کرے اور تالیف پر بھرپور توجہ دے حتی کہ اس پر فالج کا حملہ ہوا اور وہ 321ھ میں فوت ہو گیا

اس کا اخلاق اور علمی مقام:۔

ابن درید موسیقی اور آلات طرب کا دلدادہ' شراب کا عادی' دولت میں اسراف کرنے والا' کھیل کود اور لہو ولعب کے کاموں میں عطیات دینے والا تھا' ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس کے پاس کوئی سائل آگیا اس کے پاس سوائے شراب کے مٹکے کے اور کچھ نہیں تھا وہی دے دیا غلام نے شراب کے صدقہ کرنے پر ناپسندی کا اظہار کیا تو کہنے لگا میرے پاس اس وقت صدقہ کے لئے اور کچھ بھی نہیں تھا اور اللہ تعالٰی کا فرمان ہے "لن تنا لوا البرحتی تنفقوا مماتحبون" (تم اس وقت نیکی کے حقدار نہیں بن سکتے جب تک پسندیدہ چیز راہ خدا میں خرچ نہ کرو) اتفاقاً کچھ ہی دیر بعد اس کے پاس شراب کے دس مٹکے بطور تحفہ آگئے تو اپنے غلام کو کہا "الحسنہ بعشر امثالہا" (کہ ایک نیکی کے بدلہ دس گنا ثواب ملتا ہے) ہم نے ایک مٹکا دیا ہمیں دس مٹکے مل گئے۔

ابن درید لغت' ادب اور انساب کا بلند پایہ عالم تھا اور اس علم میں وہ خلیل بن احمد کے برابر تھا اس نے شاعری میں بھی کمال حاصل کیا حتی کہ اس کے متعلق کہا گیا کہ یہ شعراء میں سب سے بڑا فقیہ اور فقہاء میں سب سے بڑا شاعر ہے" اس نے عربی کے چار سو قصے اور داستانیں گھڑے ہیں اور ان میں روایت اور حکایت کا سا طریقہ اختیار کیا ہے' ان میں اس نے انشاء پردازی کا حسن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے' یہ اس کی انشاء پردازی میں قوت بیانی پر دلالت کرتی ہے' یہ واقعات ادبی کتابوں میں اس طرح بکھرے ہوئے ہیں' کہ انھیں عرب کے جملہ حکایات' واقعات اور نوادر سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ فن مقامات کی ایجاد میں یہ پہلی کوشش ہے اس کی شاعری بھی

نہایت ٹھوس' شیریں اور دلکش ہے جو اس کی قادر الکلامی اور طبیعت کی جولانی پر دلالت کرتی ہے' اس کی بہترین شاعری "مقصورہ" قصیدہ ہے' اس میں 229 اشعار ہیں' جن میں بہت سے عرب کے واقعات' مثالیں اور حکیمانہ اقوال جمع کر دیئے گئے ہیں' بہت سے علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں متعدد شعراء نے اس کے مقابلے میں "مقصورے" لکھے ہیں وہ اس مقصورہ کے مطلع میں کہتا ہے۔

اماتری راسی حاکی لونہ' طرۃ صبح تحت اذیال الدجی
واشتعل المبیض فی مسودہ' مثل اشتعال النار فی جزل الغضا

اگر تو دیکھ رہی ہے کہ میرے سر کا رنگ پو پھٹنے کے ابتدائی حصہ سے مشابہ ہے جو تاریکی کے دامنوں میں چھپا ہوا ہے۔

اور اس کی سیاہی میں سفیدی اس طرح چمک رہی ہے جس طرح کیکر کی موٹی موٹی لکڑیوں کی آگ بھڑکتی ہے۔

اس کی تالیفات:۔

مقصورہ کے علاوہ اس کی تالیفات میں "**کتاب الجمهرہ فی اللغتہ' کتاب الاشتقاق فی اسماء القبائل والعمائر وشعرائها و فرسانها' کتاب السحاب والغیث** اور **اخبار الرواۃ** وغیرہ ہیں۔

علوم بیان

ظن غالب یہ ہے کہ علم بیان میں سب سے پہلے کلام کرنے والا شخص ابو عبیدہ ہے جس نے اپنی کتاب "**مجاز القرآن**" میں اس آیت کریمہ "**طلعها کانہ روس الشیاطین**" (اس میں سے پھوٹنے والے شگوفہ کا خول ایسا ہے جیسے شیطانوں کے سر) کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ یہ اسی قسم کی تشبیہ ہے جیسی امرؤ القیس کے اس شعر میں ہے۔

ایقتلنی والمشرفی مضاجعی' ومسنونۃ زرق کا نیاب اغوال

کیا وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے حالانکہ تیز دھار تلوار تو میرے پہلو میں لٹکی ہوئی ہے' جو نیلگوں تیز دھار والی چڑیلوں اور بھوتوں کے نوکیلے دانتوں کی طرح ہے' (یہاں مرئی اور محسوس

اشیاء کو غیر مرئی اور غیر محسوس اشیاء کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے)

عہد عباسی کا ابتدائی دور ختم ہو گیا تھا لیکن علم معانی میں کوئی الگ کتاب ابھی تک مدون شکل میں سامنے نہیں آسکی تھی الا یہ کہ کچھ بلند پایہ ادیبوں کے متعلق کچھ روایات منسوب ہیں جو انہوں نے کسی سوال کے جواب میں یا دوران گفتگو سرسری طور پر بلاغت کے متعلق بیان کی تھیں تا آنکہ جاحظ آیا اس نے اس کے بعض موضوعات پر اپنی کتاب "البیان والتبیین" میں روشنی ڈالی' پھر اس کی پیروی کرتے ہوئے انشاء پرداز قدامہ' ابوبکر بن درید' ابوہلال عسکری نے اس موضوع پر قلم اٹھایا' ان لوگوں نے اگرچہ اس فن کے متعلق کچھ گفتگو کی لیکن انہیں اس فن کے بانی مبانی نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان کی تحریریں مختصر اور ان کی عبارتیں عمومی تھیں' اس فن کے وضع کرنے میں امام عبدالقاہر جرجانی (متوفی 471ھ) اور امام ابو یعقوب سکاکی (متوفی 626ھ) کو افضلیت حاصل ہے' اول الذکر نے اس کے مباحث کی اختراع کی اور اس کے قواعد کی تمہید کی اور موخر الذکر نے اس میں سے کمن نکالا اور بیان کو معانی سے الگ کر کے انہیں دو مستقل علوم قرار دیا۔

باقی رہا علم بدیع تو اس میں سب سے پہلی کتاب ابن المعتز نے لکھی' اس نے اس کتاب میں اس علم کی سترہ قسمیں بنائیں اس کے بعد اس کے ہم عصر قدامہ بن جعفر نے اس کی بیس قسمیں بنا دیں جن میں سات ابن المعتز کی تھیں پھر لوگوں نے اس فن کا کھوج لگانا شروع کر دیا حتی کہ ابن حجہ الحموی (متوفی 837ھ) تک پہنچتے پہنچتے اس علم کی ایک سو بیالیس (142) اقسام ہو گئیں۔

یہ فنون اس دور کی پیداوار ہیں جب عرب کمزور ہو رہے تھے اور زبان پر عجمیت جاری ہو رہی تھی اس لئے یہ اب تک کمال کو نہ پہنچ سکے' ان فنون میں مشرقی لوگ مغربیوں کی نسبت زیادہ چابک دست کار تھے کیونکہ ان میں عجمی بھی تھے جو ان فنون میں دلچسپی لیتے تھے اور ان علوم پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ اہل مغرب نے ماخذ کے آسان ہونے کی بناء پر صرف علم بدیع کو لے لیا اور اسے فن شاعری میں جگہ دی اور اس کے ابواب اور فروع مرتب کئے۔

تاریخ

اس دور کے آغاز میں ہی عربوں کے ہاں تاریخ کو مدون کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا لیکن ان دنوں یہ صرف دینی ضروریات تک محدود تھی اس کی چند ایک اقسام تھیں۔

1۔ مغازی:۔

تاکہ ان اوقات اور جگہوں سے واقفیت حاصل ہو جائے جہاں آیات قرآنی نازل ہوئیں یا جو احادیث ان کے نزول کے متعلق روایت کی گئیں۔

2۔ فتوحات:۔

تاکہ یہ علم ہو سکے کہ کونسے علاقے بذریعہ صلح فتح ہوئے یا کون سے علاقے بذریعہ جنگ فتح ہوئے' تاکہ خراج اور جزیہ کا حساب کتاب رکھا جا سکے۔

3۔ طبقات:۔

تاکہ صحابہ و تابعین میں سے شریعت کو بیان کرنے والے راویوں اور ادبی خدمات سرانجام دینے والوں کا تعارف ہو سکے۔

تاریخ کو ان اصولوں کے تحت ترتیب دینے میں عرب تمام اقوام عالم پر سبقت رکھتے ہیں۔

4۔ انساب:۔

تاکہ قریشی اشراف اور سادات قبائل کی شناخت ہو سکے' ان کے مراتب معلوم ہو جائیں تاکہ اس کے مطابق ان کے سرکاری وظائف مقرر ہوں۔

5۔ ایام عرب:۔

تاکہ ان کے ذریعے شاعری کے اغراض و مقاصد سمجھنے میں مدد ملے۔

ان موضوعات پر محنت کرنے والوں میں مشہور اہل قلم بالترتیب یہ ہیں' ابن اسحق (متوفی 151ھ) واقدی (متوفی 207ھ) ابن سعد (متوفی 230ھ) کلبی (متوفی 206ھ) اور اصمعی (متوفی 216ھ)۔

جب اقوام عالم کی تاریخ کا عربی میں ترجمہ ہوا تو عربوں کو اپنے مخصوص انداز میں تاریخ لکھنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے تاریخ میں نہایت خوش اسلوبی سے حصہ لیا' اور اس میں

جامع مانع انداز اختیار کیا۔ چنانچہ عمدۃ المورخین محمد بن جریر طبری (متوفی 310ھ) نے اپنی مبسوط تاریخ کی کتاب ترتیب دی جن میں واقعات کو سن وار درج کیا' پھر بعد میں آنے والے مورخین نے اسی طرز تصنیف کی پیروی کی بلکہ بعض تو اپنی تاریخی کتابوں میں ادبی اور علمی مباحث کو شامل کر کے طبری سے بھی برتری لے گئے مثلاً "کتاب البدء والتاریخ" کامولف ابو زید بلخی (متوفی 222ھ) اور "مروج الذہب" کا مصنف مسعودی (متوفی 346ھ) اور "الفہرست" کا مولف ابن الندیم (متوفی 385ھ) اور "تجارب الامم" کا مولف ابن مسکویہ (متوفی 421ھ) ہے' پھر مورخین نے مزید لمبی کتابیں لکھنے کی بجائے پہلے سے موجود مذکورہ تاریخی کتابوں کے تکملے اور ضمیمے لکھنے شروع کر دیئے مورخین کی ایک جماعت نے ابن جریر طبری کی تاریخ پر تکملے اور ضمیمے لکھ کر اسے 616ھ کے واقعات تک بڑھا دیا اور پھر سب کے بعد اس عہد کا آخری مورخ ابوالحسن علی بن اثیر آیا جس نے اپنی "کتاب الکامل" کو تاریخ طبری اور اس کے تکملوں اور ضمیموں کی مدد سے بالتفصیل لکھا اور 637ھ تک کے واقعات اس میں درج کیے۔

تاریخ نگاری میں عربوں کا طریقہ:۔

عربوں میں تاریخ نویسی کے دو طریقے رائج تھے ایک تو یہ کہ وہ پہلے ایک سن کو لکھتے پھر اس کے تحت تمام واقعات بالاسناد درج کر دیتے ان واقعات میں ترتیب اور ربط کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا جیسا کہ ابن جریر طبری' ابن اثیر جزری اور ابوالفداء نے کیا ہے یہ طریقہ اگرچہ طبیعت پر گراں گزرتا تھا لیکن ان کے ہاں صحیح تاریخ نویسی کا طریقہ یہی تھا جیسا کہ اس فن کے نام یعنی "التاریخ" سے ظاہر ہے جس کے معنی "وقت کی تعیین" کے ہیں' اس نام کے برخلاف یونانی اقوام نے اس فن کا نام کہانی اور قصہ رکھا تھا کیونکہ ان کے ہاں تاریخی واقعات نہایت دلچسپ اسلوب اور دلکش انداز سے ترتیب دیئے جاتے تھے اور عربوں میں تاریخ نویسی کا دوسرا یہ طریقہ رائج تھا کہ وہ قوموں اور حکومتوں کی تاریخ ان کے ادوار کی ترتیب سے لکھتے تھے۔ جیسا کہ یہ طریقہ مسعودی' ابن طقطقی' ابن خلدون اور ابن عبری نے اپنایا ہے۔

ہر دو طریقوں سے لکھنے والے بہت کچھ لکھ جانے کے باوجود ذرائع و وسائل کی عدم دستیابی نیز حکام کی اثر اندازی کی وجہ سے فن تاریخ نویسی کے صحیح خطوط اور نہج تک نہ پہنچ سکے۔ اور نہ وہ اس فن میں کمال کا درجہ حاصل کر سکے۔ خلفاء کی طرفداری' حکام کی موافقت

اور حمایت انہیں تنقید کے میدان میں قدم نہ رکھنے دیتی تھی' وہ حقیقت کی تہ تک پہنچے کے بغیر ہی واقعات کو درج کر دیتے تھے اور حوادث کے اسباب و نتائج پر ان کی نگاہ نہیں پڑتی تھی انہوں نے اقوام کی تاریخ لکھتے وقت ان کے اقتصادی' معاشرتی اور ادبی احوال کو کوئی اہمیت نہ دی اور صرف اس پر اکتفا کیا کہ جنگ اور فتوحات کے واقعات لکھ دیں' حکام اور گورنروں کی تخت نشینی اور معزولی کے حالات لکھ دیں نیز ان کی پیدائش اور وفات کی تاریخوں کا ذکر کر دیں۔ انہیں یہ بات یاد نہ رہی کہ قوم کے مختلف طبقات میں انقلاب احوال اور تغیر میلانات کا اس کی سیاست پر گہرا اثر مترتب ہوتا ہے' اور سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ ابن خلدون جیسا مورخ کہ جس نے فلسفہ تاریخ کی بنیاد رکھنے میں تمام اقوام عالم کے علماء سے سبقت حاصل کی ہے ان میں سے بیشتر عیوب سے بری نہ ہو سکا۔

لیکن میرے خیال میں ہمارے مورخین اس غلطی پر قابل معافی ہیں کیونکہ پورے وسائل و ذرائع اور تمام علوم مثلاً علم مسکوکات (علم سکہ شناسی) علم سجلات (قدیم تاریخی دستاویزوں کا علم) علم آثار قدیمہ' علم اقتصادیات' علم شماریات' اور علم تنقید تک رسائی نہ ہو تو فن تاریخ میں کمال حاصل کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے چونکہ عرب ان تمام یا بیشتر سے ناواقف تھے اس لئے انہوں نے رونما ہونے والی واقعات کے ظاہر کو دیکھا اور وہ تاریخ میں اس کھوج تک نہ پہنچ سکے اور اسے نہ سمجھ سکے جیسے کہ آج کل سمجھا جاتا ہے۔

علوم شریعت

علم حدیث:۔

عمر بن عبدالعزیز کے بعد ابو جعفر منصور وہ پہلا شخص ہے جس نے اس خطرہ کے پیش نظر کہ صحابہ کی وفات کے ساتھ حدیث ضائع نہ ہو جائے حدیث کی تدوین کا خصوصی اہتمام کیا۔ اور امام مالک بن انس کو ایک مجموعہ حدیث جمع کرنے کا حکم دیا چنانچہ امام مالک نے حدیث اور فقہ کا ایک مجموعہ "موطا" کے نام سے ترتیب دیا پھر علماء حدیث کی تحصیل اور فقہ میں برتری حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے لگے' لہٰذا اس جنس کی قیمت بڑھ گئی اور احادیث کی روایت کثرت سے ہونے لگی۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ احادیث کے راویوں میں بہت سے گمراہ اور فرقہ پرست لوگوں نے حصہ لے کر اس میں سازشیں شروع کر دیں۔ انہوں نے

آنحضرت پر بہتان تراشا اور بھولے بھالے راویوں کے ذریعہ جھوٹی احادیث بھی اس میں داخل کر دیں اس طرح من گھڑت احادیث کی کثرت ہو گئی اور حق لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ تب ائمہ حدیث نے کمال محنت اور لگن سے کام لیتے ہوئے حدیثوں کی نقد و جرح اور بحث و تمحیص کا سلسلہ شروع کیا اور راویوں کو پرکھنے کے لئے جرح و تعدیل کا فن ایجاد کیا۔ ان میں سب سے پہلے قلم اٹھانے والے اسحق بن راھویہ (متوفی 238ھ) جنہوں نے حدیث کو فقہ سے الگ کیا ان کے بعد شیخ الحدیث امام بخاری اور امام اھل سنت مسلم آئے ہیں انہوں نے اپنی کتابوں میں صرف صحیح احادیث جمع کیں ان کے بعد ایک ہی زمانہ میں چار اور کتابیں لکھی گئیں اس طرح صحیح احادیث کے چھ مجموعے (الصحاح الستہ) وجود میں آئے بعد کی چار کتابیں یہ ہیں۔

پہلی کتاب ابو عیسیٰ ترمذی کی (متوفی 279ھ) دوسری کتاب ابو داؤد سجستانی کی (متوفی 275ھ) تیسری کتاب ابو عبدالرحمن نسائی کی (متوفی 275ھ) اور چوتھی کتاب ابو عبداللہ ابن ماجہ (متوفی 273ھ) کی ہے لوگوں نے ان کتابوں کی صحت پر اتفاق کر لیا اور پھر انہی کتابوں کی مدد سے احادیث کی جمع، تلخیص اور تشریح میں مشغول ہو گئے ان کے بعد احادیث کے موضوع پر جس قدر تصانیف ہوئیں ان کا دارومدار انہی پر ہے اور وہ انہی کی تابع ہیں۔

محدثین

امام بخاری

ولادت 194ھ وفات 256ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری بخارا میں پیدا ہوئے وہیں یتیمی کی حالت میں پرورش پائی، قرآن پاک حفظ کیا عربی علوم میں پختگی حاصل کی اور نو سال کی عمر میں علم حدیث حاصل کرنا شروع کر دیا اور مکمل جوان نہیں ہوئے تھے کہ ہزاروں احادیث ازبر کر لیں، 211ھ میں اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ حج کے لئے مکہ مکرمہ چلے گئے بھائی اور والدہ تو واپس آ گئے جبکہ آپ مزید علم حدیث کے حصول کے لئے وہیں ٹھہر گئے اور وہاں سے انہوں نے بیشتر مشرقی ممالک کا سفر

کیا وہاں کے علماء سے علم حدیث اخذ کیا اور فقہ حاصل کی حتیٰ کہ نصیب کا چکر انہیں واپس ان کے ملک میں لے گیا۔ وہاں یہ فتنہ خلق قرآن میں مبتلا ہو گئے آپؒ نے فتویٰ دیا کہ قرآن پاک قدیم اور غیر مخلوق ہے جس کی وجہ سے انہیں بخارا سے جلا وطن کر دیا گیا اور سمرقند سے تین فرسخ کے فاصلے پر ایک بستی میں انہیں موت نے آلیا۔

آپ نے اپنی کتاب "الجامع الصحیح" سولہ سال میں مرتب کی اس میں انہوں نے نو ہزار احادیث جمع کی ہیں جنہیں انہوں نے چھ لاکھ احادیث سے چھان پھٹک کر نکالا ہے' ان میں سے تین ہزار احادیث مختلف طرق کے اعتبار سے مکرر ہیں علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ کتاب صحیح ترین احادیث کا مجموعہ ہے حتیٰ کہ یہ "صحیح مسلم" پر بھی فوقیت رکھتی ہے۔

مسلم بن حجاج

ولادت 206ھ وفات 261ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری 206ھ میں پیدا ہوئے طلب حدیث کے سلسلہ کے لئے حجاز' عراق' شام اور مصر کے سفر کئے کئی مرتبہ بغداد گئے امام بخاری سے بھی روایات لیں اور ان سے دوستی کی اور ان کی مدافعت بھی کی نیز انہوں نے امام احمد بن حنبل اور ابن راھویہ سے بھی روایتیں بیان کیں اور انہوں نے اپنی صحیح مسلم کو تین لاکھ احادیث سے منتخب کیا صحت اور رتبہ کے اعتبار سے یہ جامع صحیح کے بعد دوسرے درجہ پر ہے' پھر آپ نے نیشاپور میں مستقل اقامت اختیار کر لی۔ اور وہاں اپنی نفع بخش تجارت کی بدولت خوشحالی کی زندگی بسر کرتے رہے اور وہیں انتقال فرمایا۔

علم فقہ

اسلام کے ابتدائی دور میں ہی اس علم کی داغ بیل پڑ گئی تھی لیکن اس کی پختگی' تحریر اور تدوین عباسی عہد میں ہوئی' مدینہ منورہ ان دنوں فقہاء اور محدثین کا مرکز تھا فقہ کے طلبہ اور حدیث کے راویوں کا قبلہ تھا' جب عراق میں عباسیوں کی حکومت مستحکم ہوئی تو عراقیوں میں علم فقہ پھیل گیا' اور وہاں فقہاء کی ایک ایسی جماعت ظہور پذیر ہوئی جو قانون سازی میں اہل حجاز کے

طریقہ سے ہٹ کر تھی چونکہ فقہاء حجاز فن روایت میں دسترس اور حدیث میں وسیع معلومات رکھتے تھے اس لئے وہ اپنی فقہ کی بنیاد قرآن و حدیث پر رکھتے تھے' وہ حدیث یا صحابی کا قول ہوتے ہوئے جلی یا خفی قیاس کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے' یہی "اہل حدیث" تھے ان کے قائد امام مالک بن انس تھے لیکن فقہاء عراق روایت میں متشدد تھے نیز ان کے پاس سرمایہ حدیث کی کمی تھی اور پھر وہ آریائی نسل سے تعلق رکھنے کی بناء پر یہ احکام فقہ کے استنباط میں قیاس پر اعتماد کرتے تھے۔ یہ "اصحاب رائے" تھے اور ان کے قائد امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ہیں۔

منصور کی سیاست کا تقاضا تھا کہ وہ عراق کو حجاز پر' بغداد کو مدینہ پر اور ایران کو عرب پر فوقیت دے۔ لہذا اس نے امام ابو حنیفہ کو بغداد میں بلایا اور اس کا احترام کیا اور ان کے مذہب کی حوصلہ افزائی کی۔ چنانچہ ان کا مسلک عراق' ایران' خراسان' ہندوستان' چین اور ترکستان میں پھیل گیا۔ امام مالک کا مذہب حجاز' مغرب اقصیٰ اور اندلس تک محدود ہو گیا۔ پھر محمد بن ادریس شافعی آئے وہ امام مالک کے متبع تھے پھر وہ عراق چلے گئے اور وہاں امام ابو حنیفہ کے شاگردوں سے قیاس کے مسائل اخذ کئے اور دونوں مذہبوں کے درمیان ایک الگ مذہب بنایا خوش قسمتی سے ان کے مصر کے سفر نے انہیں اپنے مذہب کی تنقیح و تہذیب کا موقع دے دیا' اور انہوں نے اسے جدید طرز پر مرتب کر کے وہاں عام کر دیا اس کے بعد امام احمد بن حنبل آئے انہوں نے حدیث تو امام شافعی سے اور قیاس بعض حنفی علماء سے حاصل کر کے نجد اور بحرین کے علاقوں میں ایک نئے مذہب کی طرح ڈالی' جس میں دائرہ سنت میں مقید ہو کر فروع میں تشدد اختیار کیا۔

یہی وہ چار مذاہب ہیں جو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی بنیادوں پر اٹھے اور انہی پر اجتہاد ختم ہو گیا اور تمام علاقوں میں انہی کی تقلید ہونے لگی۔

فقہاء

ابو حنیفہؒ

ولادت 80ھ وفات 150ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

نعمان بن ثابت کوفہ کے بنو تیم اللہ کے مولی تھے ان کے آباؤ و اجداد کابل کے فارسی تھے پہلے یہ ریشمی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے پھر یہ علم دین کی طرف متوجہ ہوئے جن صحابہ سے آپ

کی بالمشافہ ملاقات ہوئی ان سے علوم دینیہ حاصل کئے اور روایات نقل کیں۔ آپ کی قابلیت کی اس قدر شہرت ہوئی کہ منصور نے آپ کو عہدہ قضاءت پیش کرنا چاہا تو انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا "جناب! خدا سے ڈرو اور یہ عہدے ان لوگوں کو دو جو خوف خدا رکھتے ہیں خدا کی قسم! میں تو رضامندی کی حالت میں غلطی سے مبرا نہیں تو غصہ کی حالت میں کیسے بچ سکتا ہوں؟ تو منصور نے انہیں کہا آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ آپ اس کے لئے بالکل صحیح ہیں" انہوں نے فرمایا "آپ نے خود ہی اپنی بات کی تائید کر دی' آپ بتائیں یہ کیسے روا ہے کہ آپ اپنی امانت قضاءت کو ایک ایسے آدمی کے حوالے کر دیں جو جھوٹا ہو؟"

لیکن منصور کو ان کا یہ جواب مطمئن نہ کر سکا اور آپ کو جیل میں قید کر دیا آپ اسی قید میں ہی وفات پا گئے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ منصور کا فقط بہانہ تھا اور حقیقت میں منصور نے آپ کو اس لئے جیل میں ڈالا تھا کہ آپ علویوں کی طرفداری کرتے تھے۔

حلیہ اور اخلاق:۔

ابو حنیفہ گندمی رنگ کے اور درمیانے قد کے مالک تھے نہایت شیریں بیان' بلند آواز اور خوش مقال تھے نہایت خشوع و خضوع کرنے والے تھے دیر تک خاموش رہتے' قانع مزاج اور غیبت سے کوسوں دور رہنے والے تھے کسی کا برا تذکرہ نہ کرتے خواہ آپ کا دشمن ہی کیوں نہ ہوتا۔

علم و ادب:۔

امام صاحب عربی زبان کے علاوہ اپنے زمانہ کے تمام علوم میں باکمال تھے آپ کی زبان میں عجمی جھلک نمایاں ہوتی تھی وہ عربی لہجہ کو صحیح ادا نہیں کر سکتے تھے اور قوی استدلال کے مالک تھے امام مالک نے اکے متعلق فرمایا۔

"وہ ایسے شخص ہیں کہ میں انہیں اس ستون کو سونے کا بتانے کو کہوں تو وہ نہایت قوی دلائل سے اسے سونے کا ثابت کر دیں گے" آپ نے ہی سب سے پہلے فقہ کی تبویب کی' اس کی فصلیں تحریر کیں اور اس میں قیاس کے اصول مرتب کئے' یہی شخص ہیں جنہوں نے فقہ میں رائے کو داخل کیا اس لئے کہ طحدین عراق بہت احادیث گھڑتے تھے اور ان کی یہ شدید خواہش تھی کہ دین میں شک نہ داخل ہو سکے ان کے نزدیک صرف سترہ حدیثیں صحیح تھیں عراق اور کوفہ کے

فقہاء میں سے جنہوں نے آپ سے سند فراغت حاصل کی ان میں قاضی ابو یوسف (متوفی 182ھ) محمد بن حسن (متوفی 189ھ) زفر بن حذیل (متوفی 158ھ) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

ان کی طرف منسوب تصانیف میں **کتاب الفقہ الاکبر فی اصول الدین** اور **کتاب المخارج فی الحیل** ہیں نیز ایک وصیت نامہ جو انہوں نے "اصول" میں اپنے شاگردوں کو لکھوایا تھا۔

مالک بن انس

ولادت 95ھ وفات 179ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو عبداللہ مالک بن انس اصبحی مدینہ میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اور ربیعہ الرائے (متوفی 136ھ) سے علم حاصل کیا علوم دین میں بہت گہری نگاہ سے دیکھا حتی کہ آپ حدیث میں سند اور فقہ میں امام بن گئے کہتے ہیں کہ آپ نے ابو جعفر منصور کو معزول کر کے آل علی میں سے محمد بن عبداللہ کی بیعت کا فتوی دے دیا تھا خلیفہ منصور کے چچا اور گورنر مدینہ کو اس پر سخت غصہ آگیا اس نے آپ کو برہنہ کر کے ستر کوڑے لگوائے لیکن اس سے امام مالکؒ کی عزت و شرف میں اضافہ ہی ہوا۔ اس واقعہ کے بعد جلد ہی منصور نے آپ سے معذرت کرلی اور آپ کو راضی کر لیا اور آپ سے کہا "اس وقت لوگوں میں مجھ سے اور آپ سے زیادہ فقیہ کوئی نہیں ہے میں تو خلافت میں مشغول ہوں آپ لوگوں کے لئے ایک کتاب لکھ دیں جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں لیکن اس میں ابن عباس کی رخصتوں' ابن عمر کی سختیوں اور ابن مسعود کے شواذ سے پرہیز کرنا اور اس تصنیف کو لوگوں کے لئے آسان بنایئے گا" تو آپ نے "موطا" کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی یہ کتاب آپ سے پھر مہدی نے اور پھر 174ھ میں هارون رشید نے سنی اور انھیں انعامات وخلعت سے نوازا' امام مالک آفتاب علم' راویان حدیث کے قبلہ اور فتوی دینے میں سند بنے رہے حتی کہ آپ کا مدینہ ہی میں انتقال ہوا۔

حلیہ اور اخلاق:۔

امام مالکؒ کا رنگ بھورا اور بہت سفید تھا' آپ کا سر بڑا اور گنجا تھا آپ خوبصورت'

باوقار، پر ہیبت اور پاک دامن تھے وضو کئے بغیر کوئی حدیث بیان نہیں کرتے تھے اور باوجود کمزوری کے دارالہجرت (مدینہ) میں جانور پر سواری نہیں کرتے تھے۔ آپ علم کے بارے حد درجہ امین تھے آپ جس مسئلہ کو نہ جانتے ہوتے اس میں لاعلمی کا اظہار کرنے میں قطعاً جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔

علم وفضل:۔

امام مالک مخلوق خدا میں اللہ کی ایک حجت تھے وہ صرف صحیح احادیث بیان کرتے اور ثقہ راوی سے روایت کرتے تھے انہیں سنت کا وافر حصہ ملا تھا انہوں نے اپنے مذھب کی بنیاد اسی پہ رکھی فقہ میں آپ کو وسیع درک حاصل تھا آخری فتوی انہیں کا مانا جاتا تھا آپ اپنے متعلق کہتے ہیں "بہت کم ایسے استاذ ہیں جن سے میں نے علم حاصل کیا ہو اور وہ بقید حیات ہوتے ہوئے میرے پاس آکر انہوں نے فتوی نہ دریافت کیا ہو" اور یہ مثل مشہور ہو گئی تھی کہ امام مالک کے مدینہ میں موجود ہوتے ہوئے کسی دوسرے سے فتوی نہیں لیا جائے گا۔

حدیث میں آپ کی کتاب موطا مالکی مذھب کی اساس ہے اور آپ کا ایک رسالہ ہے جس میں ہارون رشید کو وعظ و نصیحت کی ہے۔

محمد شافعی

ولادت 150ھ وفات 204ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو عبداللہ محمد بن ادریس قرشی شافعی (یہ آپ کے دادا کی طرف نسبت ہے) عسرت کی حالت میں فلسطین کے شہر غزہ میں پیدا ہوئے، دو سال کے بعد مکہ لائے گئے بنو حذیل میں پرورش ہوئی وہیں پروان چڑھے آپ کی بیوہ والدہ اپنے قریشی رشتہ داروں سے مدد حاصل کر کے آپ کو پالتی رہی، ابھی آپ بلوغت کی عمر کو بھی نہ پہنچے تھے کہ آپ میں ذہانت و فطانت ٹپکنے لگی۔ آپ نے قرآن مجید پڑھ لیا، عربی زبان سیکھی اور لغت اور ادب کے حصول کے لئے دیہاتوں میں گھومے پھرے، اور موطا حفظ کرلی جبکہ آپ کی عمر ابھی پندرہ سال تھی پھر اسی عمر میں امام مالک کے پاس پہنچے اور آپ کو موطا زبانی سنادی تو امام مالک فرمانے لگے "اگر کوئی کامیاب ہو

گا تو یہ لڑکا ہو گا" یہ 195ھ میں بغداد گئے وہاں کے علماء حلقہ بنا کر ان سے علم حاصل کرنے لگے۔ ان میں امام احمد بن حنبل بھی تھے۔ (امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید) محمد بن حسن سے ملاقات ہوئی تو آپ نے انھیں قیاس کے متعلق بصیرت سے روشناس کروایا پھر آپ 199ھ میں مصر چلے گئے اور پھر وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی اور فسطاط میں رہائش پذیر ہوئے اور جامع عمرو میں لیکچروں کے ذریعے اپنا نیا مذہب لکھوانے لگے' وہاں آپ مسلسل درس و تدریس' تصنیف و تالیف اور عبادت میں مصروف رہے حتی کہ وہیں وفات پائی اور قاہرہ میں دفن ہوئے۔

حلیہ اور اخلاق:۔

امام شافعیؒ لمبے اور دبلے پتلے تھے خوش آواز تھے ان کے چہرے پر ہلکے ہلکے بال تھے فصیح گفتگو' پختہ عقل اور قوی استدلال کے مالک تھے دینی اعتبار سے ثقہ اور اخلاق کے اعتبار سے بہت بلند تھے۔

علم و فضل:۔

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو سب لوگوں سے زیادہ سمجھنے والے لغت میں سند' اور انساب اور حیرت میں حیرت انگیز معلومات کے حامل تھے ادب اور لغت میں آپ کے علومقام کا اسی سے پتہ چل جاتا ہے کہ اصمعی نے آپ سے "**اشعار الھذلیین**" پڑھے احمد بن حنبل کہتے ہیں "کوئی طالب علم ایسا نہیں جو شافعی کا احسان مند نہ ہو"

آپ نے اپنے مذھب میں اھل سنت اور اھل رائے کے بین بین راہ اختیار کی' آپ کے متبعین اکثر ممالک میں پھیل گئے اور انہوں نے درس و تدریس اور فتوی نویسی میں حنفیہ کے مناصب میں حصے لینے شروع کر دیے پھر دونوں مذاھب کے لوگوں میں اختلافات رونما ہونے لگے اور متعدد مناظرے ہوئے' تا آنکہ اس سے علم الخلاف والجدل وجود میں آیا' ظن غالب یہ ہے کہ امام شافعی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اصول فقہ کے موضوع پر گفتگو کی اور کتاب تصنیف کی' الفہرست کے مصنف نے آپ کی سو سے زیادہ تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے لیکن لوگوں کے ہاتھوں میں صرف فقہ میں سات جلدوں پر مشتمل **کتاب الام**' اصول فقہ میں **الرسالہ** اور حدیث میں **مسند شافعی** پائی جاتی ہیں۔

احمد بن حنبل

ولادت 164ھ وفات 241ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو عبداللہ احمد ابن حنبل شیبانی بغداد میں پیدا ہوئے وہیں یتیمی کی حالت میں پرورش پائی سولہ سال تک علم حدیث حاصل کرتے رہے انہوں نے بہت سے راویوں سے حدیثیں لیں' اور آپ کی روایات کو بیان کرنے والوں کی ثقاہت مشہور تھی آپ نے صحیح احادیث کو ضعیف سے الگ کیا۔ حدیث کے حصول اور جمع کرنے کے لئے آپ نے دور دراز اسلامی علاقوں کے سفر کئے حتی کہ آپ نے دس لاکھ حدیثیں یاد کیں ان میں سے چالیس ہزار سے کچھ اوپر احادیث پر مشتمل اپنی کتاب "المسند" تالیف کی یہ امام شافعی کے ہم خیال اور ہونہار شاگرد تھے جب امام شافعی بغداد سے مصر جانے لگے تو فرمایا "میں نے جب بغداد چھوڑا تو وہاں ابن حنبل سے زیادہ کوئی متقی اور فقیہ نہیں تھا

علم و فضل:۔

انہوں نے اپنا مذہب قرآن وسنت سے اخذ کیا اور اس میں قیاس کی بھی کچھ آمیزش کی' ان کی اجتہاد سے دوری اور روایت سے تمسک کی وجہ سے ان کے پیروکاروں کی تعداد کم رہی انہوں نے اور ان کی پارٹی نے رشید اور مامون کے دور میں متکلمین و فلاسفہ سے سخت مناظرے اور مقابلے کئے اور آپ کو یہ کہنے پر مجبور کیا گیا کہ قرآن مخلوق ہے یہ معتصم کا عہد حکومت تھا لیکن آپ نے انکار کر دیا آپ کو انتیس کوڑے مارے گئے آپ کے جسم سے خون بہنے لگا اور ہوش وحواس جاتے رہے اور جسمانی نقص پیدا ہو گیا' حامی سنت متوکل کے عہد میں جا کر یہ دور ابتلاء ختم ہوا اور آپ کو چین نصیب ہوا اور اپنی زندگی پوری کر کے خدا تعالے سے جاملے آپ کے جنازہ میں آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں تھیں اور یہ ان کی مقبولیت' رفعت شان اور عظیم القدر ہونے کی بین دلیل ہے

علوم عقلیہ

فلسفہ :۔

اسلام میں آزادی فکر کا درس دینے کی وجہ سے متعدد فرقے پیدا ہوئے اور معتزلہ کا ظہور ہوا' وہ دینی نصوص کو عقلی احکام پر تطبیق دینے کے حامی تھے۔ بنو عباس چونکہ قیاس اور رائے کی طرف میلان رکھتے تھے اس لیے ان میں یہ مذھب خوب پھیلا' مامون نے بھی اپنے خاندان کی پیروی کی بلکہ جس کو وہ خفیہ رکھتے تھے اس نے علی الاعلان کہنا شروع کر دیا اور اس نے قرآن کے مخلوق ہونے کا اعلان کر دیا اور اھل سنت اور معتزلہ کے درمیان خوب آگ بھڑکائی' اسے یہ بات سوجھی کہ اپنے مخالفین کو زیر کرنے کے لئے یونانی فلسفے سے مدد لی جائے چنانچہ اس نے فلسفہ کا ترجمہ کروایا اور اس کی تلاش میں لوگوں کو مصروف کر دیا اور لوگوں کو اس میں دلچسپی لینے اور اس میں بحث ومباحثہ کرنے کا ماحول پیدا کیا تو اس وقت علم کلام وجود میں آیا جو عربی فلسفے کا پیش خیمہ تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ عربی فلسفہ اسلام کی ایک ترقی پذیر شکل اور عربی تاریخ و تمدن کی پیداوار ہے اس بناء پر فلسفیوں کی تعداد کم رہی اور اھل مشرق پر ان کا ہلکا سا اثر ہوا' اور یہی لوگ قدیم اور جدید فلسفہ کے درمیان حلقہ اتصال تھے اور یہی قرون وسطی کے حیران و سرگرداں' جہالت کی تاریکی میں ٹاک ٹوئیاں مارنے والے یورپ کے لئے رہنما مینار ثابت ہوئے جن کی بدولت آج کا یورپ اپنی موجودہ ترقی یافتہ زندگی اور عظیم تمدن تک پہنچا'

معتزلہ نے فلسفہ کو بطور ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دیا وہ اس کے ساتھ اہل سنت کے ساتھ مقابلہ کرتے۔ ادھر اھل سنت نے معتزلہ اور ان کے اختیار کردہ فلسفہ دونوں کے خلاف محاذ کھول دیا وہ ان دونوں سے لوگوں کو ڈراتے حتی کہ فلسفہ لوگوں کی نظروں میں الحاد و زندیقی کی علامت بن گیا اور لوگوں میں فلسفی کا مذاق اڑایا جاتا یا اس کے خلاف نفرت اور غصہ کا اظہار کیا جاتا' یہ کیفیت مامون' معتصم اور واثق کے دور میں تو خفیہ اور دبی ہوئی تھی کیونکہ یہ خلفاء سنت کے حامی اور بدعت کی حوصلہ شکنی کرنے والے تھے۔ انہوں نے فلاسفہ کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دبایا اور ان پر کڑی پابندیاں لگائیں اور اس طرح انہیں مجبور کر دیا کہ وہ لوگوں سے مخفی طور پر اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں چنانچہ ان کی ایک جماعت "اخوان الصفا و خلان الوفاء" کے نام سے چوتھی صدی ہجری کے وسط میں اسی لئے قائم ہوئی تھی کہ فلسفہ کی مختلف اقسام کے

بارے میں بحث و تمحیص کرے اور اسکو پھیلانے کے لئے محنت کرے تو انہوں نے پچاس گمنام رسالے لکھے جو تمام کے تمام عربی فلسفہ اور یونانی حکمت کا نچوڑ تھے اس طرح انہوں نے فلسفہ میں زندگی کی لہر دوڑا دی' اور اسے دلنشیں انداز میں بیان کیا۔ اتفاق سے اسی دوران میں 343ھ میں بنو بویہ نے بغداد پر غلبہ حاصل کر لیا' وہ شیعہ تھے وہ اپنے اقتدار کی مضبوطی کے لئے اہل سنت کے زور کو توڑنا چاہتے تھے چنانچہ فلسفہ نے پھر انگڑائی لی اور اس کی مانگ بڑھ گئی حتی کہ بتدریج دیگر علوم کی طرح یہ بھی کمزور اور مضمحل ہو گیا۔

اندلس میں فلسفہ کی تاریخ بھی مشرق میں اس کی تاریخ کے مشابہ ہے یہاں فلسفہ عبدالرحمٰن الاوسط (متوفی 238ھ) کے زمانے میں پہنچا چونکہ اس کا زمانہ مامون کے قریب ہی تھا اس لئے اس نے اس کی اقتدا کی اور اندلسیوں نے پوری دلجمی سے فلسفہ سیکھنا شروع کر دیا اور جب **"رسائل اخوان الصفا"** وہاں پہنچے پھر تو ان کی فلسفیانہ سرگرمیاں اور شدت اختیار کر گئیں یہ رسائل ابوالحکم عمرو کرمانی (متوفی 458ھ) کی وساطت سے اندلس میں پہنچے تھے۔ ان میں بہت سے فلسفی اور حکماء پیدا ہوئے لیکن وہ ان پر بہت ظلم و ستم ڈھاتے' ناروا سلوک کرتے اور ان کی سخت تحقیر و تذلیل کرتے۔ قوم کا ساتھ دینے اور سواد اعظم میں مقبول ہونے کے لئے حکام بھی عوام کا ساتھ دیتے ہوئے ان کی سخت گرفت کرتے قدم قدم پر ان کے لئے پابندیاں لگا دیتے جونہی کسی کی زبان سے کوئی ناروا بات نکلتی اسے سنگسار کر دیا جاتا یا جلا دیا جاتا' اس ضمن میں ابو یوسف منصور موحدی کی مثال کے بعد کسی دوسرے واقعہ کی ضرورت نہیں رہتی جس نے چھٹی صدی کے اواخر میں فلسفیوں کا شیرازہ ابتر کر دیا اور ان کی تصانیف جلا ڈالی تھیں۔

اسی طرح اندلس کے حکام نے جہالت اور ظلم سے کام لیتے ہوئے فلسفہ کی مخالفت کرتے ہوئے اسے دیس نکالا دے دیا حتی کہ فلسفیوں کی ایک معزز جماعت نے وہاں سے بھاگ کر اپنے فرنگی پڑوسیوں کے پاس جا کر پناہ لے لی' یہ کوئی نئی بات نہیں علوم اور علماء کے ساتھ ہمیشہ اسی قسم کے انقلابات و تغیرات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

فلاسفہ

عرب کا سب سے پہلا فلسفی جو ہمیں ملتا ہے وہ یعقوب بن اسحٰق کندی (متوفی 246ھ) ہے جو مامون کا ہم عصر تھا اسے طب' فلسفہ' حساب' منطق' ھندسہ' نجوم اور موسیقی میں کمال حاصل تھا' اس نے ان علوم کے بارہ میں دو سو اکتیس (231) کتابیں لکھیں وہ اس میں ارسطو کے طریقہ

کے مطابق چلا وہ یونانی سے عربی ترجمہ کرنے میں بہت ماہر تھا' اس کے بعد ابو نصر فارابی (متوفی 239ھ) السیاسة المدینه کا مصنف جسے معلم ثانی کہا جاتا ہے اور اس نے قانون موسیقی ایجاد کیا تھا' پھر ابو علی سینا اور ابو حامد غزالی کے نام آتے ہیں

اندلس کے فلاسفہ میں ابو بکر ابن باجہ (متوفی 532ھ) اور ان کے شاگرد رشید ابن رشد اور ابن طفیل (متوفی 587ھ) جو رسالہ حیی بن یقظان کا مصنف ہے لیکن ہم ان میں سے صرف تین کے حالات زندگی لکھنے پر اکتفا کریں گے

ابن سینا

ولادت 370ھ وفات 428ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

شیخ الرئیس ابو علی حسین بن سینا جنہیں یورپین (Avicenne) کے نام سے پکارتے ہیں یہ بخارا کی ایک بستی میں پیدا ہوا اس کا باپ نوح بن منصور سامانی کی طرف سے بخارا کا گورنر تھا یہ بچپن میں ہی بخارا چلے گئے وہاں قرآن مجید حفظ کیا ادب اور دیگر ابتدائی علوم سیکھے جب ابو عبداللہ ناتلی بخارا میں آئے تو انہوں نے اسے ایسا نحو پڑھائی اور منطق میں اسے سند دی اور اسے منطق میں فاضل بنا دیا پھر اس کا شوق علم طب کی طرف بڑھا طب کے اصول ابو سہل مسیحی سے حاصل کئے اور پھر اپنے مطالعہ اور تحقیق سے اتنا کمال حاصل کیا حتی کہ فن طب میں امام تسلیم کئے جانے لگے ہر طرف سے علم طب کے شائقین فن طب کے حصول اور استفادہ کرنے کے لئے دور دراز سے اس کے پاس پہنچے اس کمال کے باوجود اس کی عمر ابھی سولہ سال کی تھی پھر اس نے نوح بن منصور سامانی کے کسی مرض کا کامیاب علاج کیا تو اس نے اسے اپنا قریبی بنا لیا اور اسے اپنے کتب خانے میں عام آنے کی اجازت دے دی اس نے وہاں نادر و نایاب کتابوں کا مطالعہ کیا پھر اتفاقاً یہ مکتبہ جل گیا اور یہی ایک شخص تھا جس کے پاس اس کا سرمایہ موجود تھا بعض کہتے ہیں کہ اس نے جان بوجھ کر اسے جلایا تھا۔

بائیس برس کی عمر ہوئی تو والد فوت ہو گیا وہ خوارزم چلا گیا اور پھر برابر سفر کرتا رہا حتی کہ جرجان آگیا وہ تعلیم و تعلم میں مشغول ہو گیا اور طب کے موضوع پر کتاب "القانون" لکھی پھر وہاں سے ہمدان چلا گیا وہاں شمس الدولہ بن بویہ نے اسے منصب وزارت سونپ دیا وزارت

سنبھالے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ فوج نے بغاوت کر دی اور اس کا مال و اسباب لوٹ لیا اور بادشاہ سے درخواست کی کہ اسے قتل کر دیا جائے لیکن بادشاہ نے صرف جلا وطنی پر اکتفا کیا مصائب نے پھر بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا تاج الدولہ کے ہاں اس پر خیانت کا قبیح الزام لگا' اس نے اس کو چار ماہ تک قلعہ بند کر دیا وہاں سے یہ بھیس بدل کر فرار ہوا اور اصبہان میں جا کر علاء الدولہ کے ہاں پناہ لی' وہاں اس کی حفاظت میں کچھ عرصہ اطمینان و سکون سے گزارا' لیکن لگا تار حوادث نے اس کی عزم و ہمت کی کمر توڑ ڈالی۔ دوسری طرف شہوت پرستی کے غلبہ نے اسے جسمانی طور پر کمزور کر دیا تھا یہ ایک ایسی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہو گیا جس کے علاج میں اس کی تمام طب اور تدبیریں ناکام ہو گئیں اور وہ ھمذان میں انتقال کر گیا۔

علمی مقام اور تصانیف:۔

ابن سینا کو طب میں اعلیٰ مقام اور فلسفہ میں کمال حاصل تھا اس نے فلسفہ کے مبادی اصول ارسطو سے حاصل کیے تھے یہ دین کے متعلق راسخ العقیدہ تھا اور اس نے اپنے یقین کے بعد کبھی شک نہیں کیا یہ الگ بات ہے کہ وہ شہوت پرست اور آوارہ مزاج تھا یورپ والوں نے جالینوس اور بقراط سے زیادہ اس کی کتابوں کو نقل کیا اور اس کی اکثر تالیفات کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا اور جدید فلسفہ کی بنیاد رکھنے میں انہی کتابوں پر اعتماد کیا جن کی تعداد سو تک پہنچ گئی ہے اس کی مشہور کتاب طب کے موضوع پر "**کتاب القانون**" اور حکمت میں "**کتاب الشفاء**" **ہے پہلی کتاب چودہ جلدوں اور دوسری اٹھارہ جلدوں میں ہے۔**

حجۃ الاسلام غزالی

ولادت 450ھ وفات 505ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابو حامد محمد بن غزالی طوس میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی تھوڑے سے عرصہ میں امام الحرمین ابو المعالی سے سند فراغت حاصل کر لی پھر ان کی وفات تک انہی کے ساتھ رہے' پھر وہ معسکر میں وزیر نظام الملک کے پاس گئے اس نے آپ کی آمد کو پوشیدہ رکھا اور اس نے آپ

کا شاندار استقبال کیا اور نظام الملک نے آپ کی قابلیتوں اور عملی صلاحیتوں کو بہت پسند کیا اس کے دربار میں امام غزالی نے فاضل علماء سے بعض مسائل میں بحث کی جس سے ان کی علمی برتری کا سکہ بیٹھ گیا اور ان کا خوب چرچا ہو گیا۔ چنانچہ امیر نے بغداد کے نظامیہ مدرسہ کی تعلیم و تدریس آپ کے سپرد کر دی' وہ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ فلسفہ کے مطالعہ میں مشغول ہو گئے پھر 488ھ میں وہ فلسفہ کا گہرائی سے مطالعہ کرنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے کے لئے تدریس سے الگ ہو گئے طویل بحث اور گہرے مطالعہ کے بعد ان پر یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ فلسفہ اور دین دو متضاد چیزیں ہیں چنانچہ انہوں نے فلسفیوں کی مخالفت شروع کر دی انہیں کے ہتھیاروں سے ان پر وار کئے اور انہیں کے دلائل سے ان کے استدلال کو کمزور کیا اسی وجہ سے آپ کا لقب "حجتہ الاسلام" پڑ گیا۔

پھر آپ نے تصوف کی راہ اپنائی اور زاہدانہ شیوہ اختیار کر لیا اور اسے حکمت کی بنیاد پر استوار کیا اور علمی حقائق سے اس کی تائید کی پھر آپ بغداد چھوڑ کر شام' اور شلیم' حجاز اور اسکندریہ گئے پھر آپ امیر مراکش یوسف بن تاشفین سے ملاقات کے لئے مراکش کے سفر پر روانہ ہونا چاہتے تھے کہ سفر سے پہلے ہی آپ کو امیر کے فوت ہونے کی اطلاع مل گئی آپ واپس طوس چلے گئے وہاں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے پھر آپ نے وہاں صوفیوں کے لئے ایک خانقاہ بنائی اور ایک دینی مدرسے کی بنیاد رکھی تصنیف کے ساتھ ساتھ عبادت میں مصروف ہو گئے انہی مصروفیات میں ایک دن اس فانی دنیا کو خیرباد کہہ دیا۔

تصانیف:۔

امام غزالی نے فقہ شافعی میں کتاب الوسیط' البسیط اور الوجیز لکھیں۔ تصوف میں احیاء علوم الدین لکھی یہ چار عنوانات کے تحت ہے ۱ عبادات ۲ عادات ۳ مہلکات (تباہ کن امور) ۴ منجیات (نجات بخش امور) اس کتاب کے متعلق کہا جاتا ہے۔

"اگر اسلام کی ساری کتابیں تلف ہو جائیں صرف یہ (الاحیاء) باقی رہ جائے تو یہ کتاب باقی سب کی جگہ لے لے گی"

یونانی فلسفہ اور اس کے متبعین کے رد میں ایک کتاب "تہافتہ الفلاسفہ" لکھی یہ آخری مرتبہ مصر میں شائع ہوئی اور ایک اور کتاب فلسفہ کے ہی موضوع پر "مقاصد الفلاسفہ" نام سے لکھی۔

ابن رشد

ولادت514ھ وفات595ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

محمد بن احمد بن رشد جسے یورپین Averroes کے نام سے یاد کرتے ہیں قرطبہ کے ایک باعزت گھرانے میں پیدا ہوا۔ جو قضاءت کے عہدہ پر فائز تھا' اس نے فقہ' طب اور فلسفہ میں اپنے زمانے کے علماء سے سند فراغت حاصل کی پھر یہ کامل یکسوئی سے حکمت میں بحث و تمحیص کرنے لگا۔ اور اس میں کمال حاصل کیا548ھ میں ابن طفیل نے ابو یعقوب یوسف بن عبدالرحمن سے اس کی ملاقات کروائی۔ جو فلسفہ کا دلدادہ تھا ابن رشد نے اس کے لئے ارسطو کی کتابوں کے خلاصے لکھے۔ پھر515ھ میں اسے اشبیلیہ کی قضاءت کا منصب تفویض کیا گیا۔ پھر یہ دو سال کے بعد اپنے وطن واپس چلا گیا۔ پھر امیرالمومنین امیر مراکش نے اسے اپنا طبیب خاص بنانے کے لئے مراکش آنے کی دعوت دی۔ لیکن جلد ہی وہ قرطبہ کا قاضی بن کر واپس آ گیا جب ابو یعقوب فوت ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا امیر یعقوب منصور بنا تو اس نے ابن رشد کو اس کے عہدہ پر بحال رکھا اور اس کا بڑا احترام کرتا رہا لیکن زمانہ اس کو ناز و نعمتوں میں اور خوشحال زندگی گزارتے دیکھ نہ سکا اور اس کے حاسدوں اور مخالفین نے اس کے خلاف امیر کے کان بھرے اور اس پر بے دینی اور زندیقیت کے الزام عائد کئے چنانچہ امیر نے اسے اور تمام فلاسفہ کو جلاوطن کر دیا پھر امیر نے غور و فکر کے بعد اسے نہایت عزت و احترام کے ساتھ مراکش واپس بلایا اور معذرت کی اور اسے انعام و اکرام سے نوازا لیکن وہ جلد ہی مراکش میں وفات پا گیا۔

اس کا فلسفہ اور تصانیف:۔

اگر عقیدہ تناسخ صحیح ہوتا تو ہم کہہ دیتے کہ ارسطو کی روح ابن رشد کے جسم میں حلول کر آئی ہے تاکہ وہ مجالس حکمت کو از سر نو آراستہ کرے اور فلسفہ کی گتھیاں سلجھائے کیونکہ عرب کا حکیم یونان کے حکیم کا بڑا مداح تھا اس کا خیال تھا کہ ارسطو علم کی انتہائی بلندیوں پر پہنچا ہوا تھا اس نے اپنے آپ کو ارسطو کی کتابوں کی تشریح اور تلخیص کے لئے وقف کر رکھا تھا جو کچھ ابن رشد نے لکھا اہل یورپ نے اس کا ترجمہ کیا اور اسے سیکھنا شروع کر دیا حتی کہ یہی ان کی حکمت کی

بنیاد اور ان کی فلسفیانہ سرگرمیوں کے لئے مینار بن گیا' حتی کہ ایک فرانسیسی فلسفی (آرنسٹ رینان) اپنی کتاب "ابن رشد اور اس کا مذھب" میں لکھتا ہے "ابن رشد قرون وسطی کے ان فلاسفہ میں سب سے بڑا ہے جنھوں نے ارسطو کی اتباع کی ہے اور وہ فکر و قول کی آزادی کی راہ پر چلے"

ارسطو کے شاگردوں میں ابن رشد اور اس کے ہمنواؤں کا مذھب مادہ پرستوں اور حلول کے قائلین کے قریب ترین ہے' ان کا خیال ہے کہ مادہ ازل ہے اور خلق اس مادہ میں اضطراری حرکت کا نام ہے' اور یہی حرکت یا محرک خالق ہے اور ان کا یہ بھی خیال ہے کہ ازلیت میں مخلوقات بھی مادہ کے ساتھ شریک ہیں لھذا جب عقل مند انسان یکسوئی سے علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ بتدریج اللہ میں مستغرق ہو جاتا ہے نیز بشری عقول سب کی سب ایک ہی ہیں جو عقل اول کی طرف لوٹتی ہیں جسے وہ (عقل فاعل) کا نام دیتے ہیں صرف یہی وہ عقل عام ہے جو انفرادی عقول سے ہٹ کر اللہ تعالے تک رسائی حاصل کرتی ہے' اس فلسفہ کی بناء پر نتیجہ نکلتا ہے کہ انسانی نفوس بھی اجسام کی موت کے ساتھ مرجاتے ہیں مادہ کے سوا کسی کو دوام حاصل نہیں اس لئے نہ ثواب کچھ معنی رکھتا ہے اور نہ سزا کا تصور' اور خالق کو کلیات کا تو علم ہوتا ہے لیکن جزئیات کا نہیں ہوتا' **تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا**

تصانیف:۔

حجتہ الاسلام امام غزالی اور بہت سے یورپی علماء نے اس مذھب کی تردید کی ہے لیکن اس کے باوجود ابن رشد کی پوری کوشش تھی کہ وہ اس فلسفہ اور دین میں تطبیق پیدا کر دے اس سلسلہ میں اس نے کتاب **"الفصل المقال فیما بین الشریعة والحکمة من الاتصال"** اور کتاب **"مناھج الادلة فی عقائد الملة"** لکھی' نیز غزالی کی کتاب **"تہافة الفلاسفة"** کے جواب میں بھی وہی غلطی کی ہے جو اس نے حکمت کے سمجھنے میں کی ہے' اگر اھل حق کی طرفداری میں تلاش حق کا تقاضا نہ ہوتا تو میں اس موضوع پر کچھ نہ لکھتا" ان کے علاوہ ابن رشد کی اور بھی بہت سی تالیفات ہیں جن میں **"الکلیات فی الطب اور فلسفہ ارسطو"** ہیں ان کی تصانیف کے اصلی نسخے ناپید ہیں صرف ان کے لاطینی اور عبرانی تراجم باقی ہیں۔

ساتویں فصل

ادب عربی میں قصے کہانیاں اور مقامات:۔

قصے کہانیاں فنون میں سے ایک جلیل القدر فن ہے' اس سے کھیل کود کے ساتھ نفس کو تفریح بخشنا مقصود ہوتا ہے نیز پر حکمت باتوں سے عقل کی اصلاح کی جاتی ہے۔ یورپ میں تو اس فن کو بڑی قدر و منزلت حاصل ہے اور اس فن کے اصول و قواعد متعین ہیں لیکن عربوں نے نہ اس کو اہمیت دی نہ اس کی طرف توجہ کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ جو فن دین میں مفید نہ ہو وہ اس سے بے اعتنائی برتتے تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ بادشاہوں کو اس کی ضرورت نہیں تھی نیز اس کی طرف عدم توجہ کے دو اسباب بھی ہیں جن کی وجہ سے عربوں نے طویل تاریخی کہانیوں کو نظم کرنے اور رزمیہ شاعری کرنے میں کوتاہی کی تھی' اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ بہرحال نثر نگاری ہی کی ایک قسم ہے اس لئے یہ زمانہ جاہلیت' صدر اسلام بلکہ بنوامیہ کے آخری عہد تک تقریباً کالعدم ہی رہی' تاآنکہ ابن مقفع نے نثر نگاری اور قصہ نویسی کی داغ بیل ڈالی۔ پھر اس نے اور اس کے ہمنواؤں نے کلیلہ و دمنہ' ہزار افسانہ (الف خرافہ) دارا' اور الصنم الذھب وغیرہ جیسی کتابوں کے تراجم کئے جن سے عربوں کو اس قسم کی تصانیف کا شوق پیدا ہوا اور یہ تراجم ان کے لئے نمونہ بنے۔

جب عربوں میں خوشحالی بڑھی اور عجمیوں نے خلفاء سے خلافت کی ذمہ داریوں کا بوجھ ہلکا کر دیا تو خلفاء نے شراب نوشی اور قصہ گوئی کی محفلوں میں راتیں بسر کرنا شروع کر دیں۔ پھر کیا تھا کہ قصے اور افسانے سنانے والے آپس میں مقابلہ کرنے لگے۔ تیسری اور چوتھی صدی کے راویوں نے قصے لکھنے اور انہیں خواص کو سنانے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش شروع کر دی' ان کی تقلید میں آرام پرست خوشحال عوام کو بھی اپنے گھروں محفلوں اور شادی بیاہ کے موقع پر قصہ گو لوگوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جوں جوں عہد بنی عباس کے آخر میں عالم اسلامی پر مشکلات و مصائب کا دور آنے لگا اور اس کے بعد ظالم سلجوقی حکمرانوں اور مغل بادشاہوں کا دور آیا تو اس کی ضرورت اور مانگ اور زیادہ بڑھتی رہی۔ مصری عوام بیکاری و فحاشی' اور منشیات (بھنگ اور افیون) کے عادی ہو چکے تھے چنانچہ ان کے پاس قصہ گو پہنچے جن کی حیثیت ان کے ہاں بادشاہوں کے مصاحبین کی سی ہوتی یہ ان سے بہادروں کے قصے جنوں کی

کہانیاں' جادوگروں کی شعبدہ بازیاں اور دیگر نسل در نسل بیان کیے جانے والے واقعات و حوادث اور مختلف ملکوں کے سیاحوں اور تاجروں کے مشاہدات بیان کرتے۔ پھر ان قصے کہانیوں میں من گھڑت افسانے اور مبالغہ آرائیاں ہوتیں اور طویل مدت گزرنے کی وجہ سے ان کے گھڑنے والوں کے نام بھلا دیئے گئے۔ جس طرح قدیم یورپ کی کہانیوں کے لکھنے والوں کے نام بھلا دیئے گئے جس طرح قدیم یورپ کی کہانیوں میں عنترہ کا قصہ ہے۔

مزید بر آں بنی ہلال' سیف بن ذی یزن' الامیرہ ذات الھمہ ظاہر بیبرس علی الزیبق مصری اور فیروز شاہ کی کہانیاں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ تمام کہانیاں پانچویں چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں مصری میں لکھی گئی ہیں ان میں سے کچھ تو صلیبی جنگوں کے دور کی ہیں اور کچھ سقوط بغداد کے عہد کی ہیں۔ ان کے مصر میں لکھے جانے کے ثبوت میں ان کہانیوں کے مقامات' واقعات کے موضوعات اور ان کے کرداروں کے نام واضح شہادت ہیں' نیز ان کی مخلوط زبان اور متبزل اسالیب اس امر کے غماز ہیں کہ ان کا زمانہ پانچویں صدی ہجری کا ہے' اور ان کہانیوں کا پختہ وانوکھا تخیل منشیات کی تاثیر ہے' اس زمانہ کی اجتماعی حالت اور جنگوں کے سلسلہ نے انہیں یہ قصے لکھنے پر برانگیختہ کیا تاکہ جنگ کا وصف بہادری' مدح' لیڈروں اور جنگی افسروں کی عزت افزائی اور فوجیوں کو بے دھڑک جنگ میں حصہ لینے کی ترغیب کا سامان فراہم کیا جائے یہ تقریباً وہی طریقہ تھا جو پہلی صدی ہجری کے مسلمان بھی اختیار کرتے تھے۔

یہ اسباب تھے جنہوں نے ادب عربی میں قصے کہانیوں کو جنم دیا۔ یہ تقریباً ایسے ہی واقعات تھے جو مغرب میں پیدا ہوئے یہ دونوں جگہ جنگوں کی وجہ سے پیدا ہوئے۔ دونوں جگہ ان کی ابتدا بہادروں اور دلیر لوگوں کے واقعات سے ہوئی فرق صرف یہ ہے کہ مغرب میں ادیبوں کی توجہ' تنقیدی نظر' تمدنی وسعت اور علمی ترقی نے اس فن کی آبیاری کی لہٰذا یہ وہاں پروان چڑھا اور اس نے خوب نشوونما پائی لیکن مشرق میں یہ عہد طفولیت اور کس مپرسی کی حالت میں پڑا رہا عوام اس سے دل بہلاتے لیکن خواص اس سے متنفر رہتے۔ ادیب اس سے اعراض کرتے حتیٰ کہ جو لباس اسے پیدائش کے وقت پہنایا گیا اسی لباس میں اسے دفن کر دیا گیا۔ البتہ عربوں نے جن اصناف میں کمال پیدا کیا وہ حکایات' امثال اور مقامات ہیں۔

حکایات

الف لیلہ و لیلہ:۔

عربوں نے حکایات کا فن ایرانیوں سے لیا اس سلسلے میں ان کے ہاں جو بہترین مواد تھا وہ سعدی شیرازی کی گلستان اور الف لیلہ و لیلہ کی اصل کتاب تھی یہ دونوں کتابیں مشرق اور مغرب میں اس فن کا نمونہ سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن جب عربوں نے یہ فن ایرانیوں سے حاصل کیا تو انہوں نے اس میں اس قدر اضافے کیے اور اس فن میں دسترس حاصل کی حتیٰ کہ وہ اس فن میں ان کے حریف اور حصہ دار بن گئے۔ ایسا دکھائی دینے لگا کہ اولیت ہی ان کو حاصل ہے' عربوں نے ایرانیوں سے جو الف لیلہ لی تھی اس میں اس قدر اضافے کئے کہ وہ اصل کتاب پر چھا گئے کہ یہ ادب عربی کے موضوعات پر ایک لمبی چوڑی کتاب بن گئی اور بنانے والوں کے ہمیشہ کے لئے نقوش قائم کر گئی۔

غالب خیال یہ ہے کہ یہ ایرانیوں کی ایک چھوٹی سی کتاب تھی جسے "ہزار افسانہ" کہا جاتا تھا اس میں انہوں نے ایک بادشاہ ایک وزیر اس کی بیٹی شہرزاد اور اس کی کنیز دینازاد کی حکایت بیان کی ہے۔ عربوں نے تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں اس کتاب کا پہلوی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا پھر اس کتاب کی شہرت نے عربوں کو اس کی ضخامت میں وسعت پر مجبور کیا چنانچہ انہوں نے اس میں ملتی جلتی عربی' ہندی اور یہودیوں کی کہانیوں' خلفاء امراء کے واقعات' زمانہ جاہلیت و اسلام کے بہادروں اور اہل سخاوت کے قصے جوڑ دیئے حتیٰ کہ دسویں صدی ہجری تک اس کتاب میں اضافے ہوتے رہے اس طرح اس میں جو کمی رہ گئی تھی وہ پوری ہو گئی ایرانیوں کی اصل کتاب کے کچھ کچھ اثرات باقی رہ گئے بلکہ یوں کہئے کہ عربوں نے اس میں جنوں اور جانباز بہادروں کے قصے' غیبی آوازوں کے مکالمے اور جادوگروں کی کارستانیاں جس دلچسپ جاذب نظر اور دلنشیں انداز میں بیان کئے اس میں وہ فارسی والا حصہ تقریباً ختم ہی ہو گیا ہے۔

اس کتاب کی نمایاں خاصیت و فضیلت یہ ہے کہ یہ شام' مصر اور عراق کے اسلامی دور کے وسطی زمانوں میں عربوں اور مسلمانوں کے اخلاق و عادات رسوم و رواج اور ان کی زندگی کے مختلف نظاموں کی ایسی ترجمانی کرتی ہے جس سے اجتماعیات کا مطالعہ کرنے والے ادیب اور فلسفی کو بڑی مدد اور بہت قیمتی مواد مل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل یورپ نے اس پر خصوصی

توجہ دلی اور اس کو اپنی زبانوں میں منتقل کیا اس کے بیانات کو موضوع بحث بنایا اس کتاب کی طرز تحریر چونکہ مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں میں ہونے کی وجہ سے یکساں نہیں ہے وہ حصہ جو اخبار عرب اور نوادر خلفاء سے متعلق نیز وہ ترجمہ جو صدر اول میں ہوا اس کا بڑا حصہ صحیح اور فصیح ہے لیکن وہ حصہ جو بعد میں آنے والے مصر و شام کے قصہ گوؤں نے اضافہ کیا اس کی عبارت رکیک' الفاظ عامی اور ترکیبیں بے جوڑ ہیں تاکہ قصوں کی روانی عمدگی اور واقعات و حوادث کا باہمی ربط پختہ رہے

امثال

کلیلہ ودمنہ:۔

امثال کی جائے پیدائش مشرق ہے کیونکہ یہاں کے حکمران مطلق العنان جابر ظالم تھے' یہاں کے بے کسوں' بے چاروں اور محکوم انسانوں کے لئے اپنے دبے ہوئے خاموش احتجاج کو سرکش و جابر حکمران طبقہ کے کانوں تک پہنچانے اور اشارات و کنایات کے پردوں میں اپنی وعظ و نصیحت سے انہیں مطلع کرنے کا یہی ایک کامیاب طریقہ تھا' یہ صنف کلام پہلے ہندوستان میں ظاہر ہوئی پھر وہاں سے چین' پھر فارس وہاں سے عرب اور پھر یونان میں گئی' چنانچہ قدیم ترین امثال جن کا پتہ چلتا ہے وہ لقمان حکیم' ازوب رومی اور بیدپا (ویدپاپا) ہندی کی طرف منسوب ہیں عربی ادباء میں سب سے مشہور شخص جس نے اس قسم پر قلم اٹھایا وہ "ابن مقفع ہیں" جو "کلیلہ ودمنہ" کے مترجم ہیں' یہ کتاب وعظ و نصیحت کے ذریعہ اخلاق سدھارنے' اور حکمت کے ذریعہ عقلوں کی تربیت کرنے میں بہترین کتاب ہے' اسے بیدپا ہندی نے تقریباً بیس صدی قبل دبشلیم بادشاہ کے لئے جانوروں اور پرندوں کی زبان سے سنسکرت زبان میں لکھا تھا اس نے اس کتاب کے بارہ باب باندھے تھے پھر اس کا فارسی میں ترجمہ ہوا' پھر عبداللہ بن مقفع نے اسے فارسی سے عربی میں نقل کردیا اور اس کے شروع میں ایک مقدمہ کا اضافہ کردیا جس میں اس کتاب کا تعارف اور اس کے پڑھنے کی طرف راغب کیا گیا ہے اس کے بعد اس کتاب کی اصل اور ترجمے سب ہی ضائع ہوگئے صرف اس کا ترجمہ رہ گیا پھر یہی اصل بن گیا جس سے دنیا کی دیگر زبانوں میں قدیم و جدید تراجم ہوئے پھر زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں مزید اضافے ہوئے اور فارسی و عربی کے اضافوں کی وجہ سے اس کے ابواب کی تعداد زیادہ ہوگئی حتیٰ کہ اب وہ اکیس ابواب ہو گئے۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (ایک جامع علمی تالیف جو کہ مستشرقین کی ایک جماعت کی زیر نگرانی تیار ہو کر فرانسیسی' جرمنی اور انگریزی زبانوں میں شائع ہوئی ہے) میں ہے کہ یہ کتاب ایک نامعلوم برہمن کی لکھی ہوئی ہے جسے اس نے تین صدی قبل مسیح کشمیر میں لکھا تھا اس وقت اس میں ایک مقدمہ اور پانچ ابواب تھے اور اس نے اس کا نام (تنترہ) رکھا تھا ہرٹل (Hertal) کا اس کتاب کے متعلق بیان ہے یہ وہی ہرٹل ہے جس نے سنسکرت سے اس کتاب کا ترجمہ کیا اس پر مقدمہ اور تشریحی حاشیہ لکھا پھر اسے برلن سے 1909ء میں دو جلدوں میں شائع کیا

اس کتاب کا ایک اور نسخہ ہے جس کا نام (پنچ تنترہ) ہے جسے نوشیروان کے حکم سے اس کے طبیب برزویہ نے فارسی میں ترجمہ کیا اور اس میں ہندوستانی کہانیوں کے چند اور ابواب کا اضافہ کر دیا اس ترجمہ کو سامنے رکھ کر ابن مقفع نے عربی میں ترجمہ کیا اس کے شروع میں مقدمہ کا اضافہ کر دیا جو ادیان میں شکوک وشبہات کا باعث بنتے ہیں اور کتاب میں "**باب الفحص عن امر دمنه**' اور **باب الناسک وضیفه**" تک اضافہ کیا' بعض نسخوں کے مطابق کتاب میں دو اور بابوں کا اضافہ ہے جن کے متعلق یہ نہیں معلوم کہ وہ کہاں آگئے اور وہ ہیں "1 **باب مالک الحزین والبط** اور 2 **باب الحمامته والثعلب ومالک الحزین**"

(یہاں انسائیکلوپیڈیا کی عبارت ختم ہو گئی)

کچھ لوگوں کا اس طرف میلان ہے کہ اس کتاب کو عبداللہ بن مقفع نے ہی اسے تصنیف کیا اور جو اسے ہندو پنڈتوں کی طرف منسوب کیا ہے تو فقط اس لیے کہ کتاب کی مقبولیت میں اضافہ ہو جائے لیکن ہمارے خیال میں یہ بعید الاحتمال ہے کیونکہ ابن مقفع کے نقل وتراجم اس کی طبع زاد تحریروں اور انشاء پردازی سے کہیں زیادہ فصیح وبلیغ ہیں' ابان لاحقی' ابن ہباریہ اور دیگر کئی شعراء نے اس کتاب کی کہانیوں کو نظم بھی کیا ہے' اس کے مقابلہ میں سہل بن ہارون نے "**ثعلہ اور عفرہ**" نام سے جواباً ایک کتاب لکھی

پھر امثال کے عنوان پر لکھنے میں ابن ہباریہ (متوفی 504ء) کی بہت شہرت ہوئی جس نے "**الصادح والباغم**" کلیلہ ودمنہ کی طرز پر لکھی ہے اور اس میں دو ہزار اشعار ہیں پھر ابن عرب شاہ دمشقی (متوفی 854ھ) جو کتاب "**فاکهة الخلفاء ومفاکهة الظرفاء**" کے مولف ہیں ان کی یہ کتاب کلیلہ ودمنہ کی طرز پر امثال وحکم کا مجموعہ ہے انہوں نے اس کتاب کو دس حصوں میں تقسیم کیا ہے لیکن اس کی امثال کو طوالت اور زوائد نے معیوب اور تصنع اور

تکلف نے کمزور کر دیا ہے۔

مقامات نویسی اور مقامہ نگاری:۔

مقامہ اس چھوٹی سی خوش اسلوب کہانی کو کہتے ہیں جو کسی نصیحت یا لطیفہ پر مشتمل ہو مقامہ اس کا اصلی معنی "جگہ" یعنی کھڑے ہونے کی جگہ ہے پھر اس معنی میں وسعت پیدا کی گئی اور اسے مجلس اور جگہ کے معنی میں استعمال کرنے لگے' پھر کثرت استعمال کی وجہ سے مجلس میں بیٹھنے والوں کو "مقامہ" کہنے لگے۔ جیسے مجلس سے مراد بیٹھنے والے ہو جاتے ہیں۔ پھر اس میں یہاں تک وسعت ہوئی کہ مجلس میں پڑھے جانے والے خطبہ' پند و نصیحت وغیرہ کو بھی "مقامہ" کہنے لگے' چنانچہ "مقامات الخطباء" کے معنی ہیں خطیبوں کی تقریریں' "مقامات القصاص" کے معنی ہیں قصہ گویوں کی کہانیاں اور "مقامات الزہاد" کا مفہوم ہے زاہدوں کی پند و نصائح' کہانی نویسی کی یہ صنف عہد عباسی کے وسط میں شروع ہوئی یہی وہ زمانہ تھا جب ادب اور فن انشاء پردازی اپنے شباب پر تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مقامات نویسی کے فن کی ابتدا ابن فارس نے کی پھر اس کی نقل کرتے ہوئے اس کے شاگرد رشید بدیع الزمان نے مقامات لکھے جو اتنے عمدہ اور دلچسپ تھے کہ ان کی وجہ سے وہ اس فن کا امام تسلیم کر لیا گیا۔

مقامہ نویسی سے مراد نہ تو کہانی کا حسن و جمال ہے اور نہ حسن وعظ اور علمی افادہ مقصود ہوتا ہے' بلکہ یہ تو ایک فنی ادبی تحریر کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس میں دیدہ زیب سجع کے طرز پر غریب الفاظ اور نادر تراکیب اس انداز سے جمع کیے جاتے ہیں کہ وہ اثر آفرین سے زیادہ طبیعت کو خوش کرتے اور مفید ہونے سے زیادہ فرحت بخش ہوتے' اسی بناء پر اس فن میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں افسانہ کے فن کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا اسی بناء پر مقامات لکھنے والوں نے قصہ نگاری' کہانی میں رنگ بھرنے اور اس کے کرداروں کی تحلیل نفسی پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ انہوں نے اپنی تمام تر توجہ لفظی حسن و بناوٹ پر مرکوز رکھی۔

مقامہ عام طور پر ایک معمولی سے واقعہ کے اردگرد گھومتا ہے۔ جس کا تعلق ایک مخصوص شخص سے ہوتا ہے جسے فنی اصطلاح میں ہیرو کہا جاتا ہے مثلاً مقامات حریری میں یہ ہیرو ابو زید سروجی ہے' مقامات بدیع میں ابوالفتح اسکندری ہے' اس ہیرو اور ایک دوسرے شخص کے درمیان بڑے گہرے تعلقات اور پرانی جان پہچان ہوتی ہے۔ یہ شخص ہر واقعہ میں اسے دیکھتا ہے پھر اس کے متعلق اسے جو کچھ اچھا برا معلوم ہوتا ہے وہ اسے لوگوں کو بتاتا ہے اس شخص کو

راوی کہتے ہیں۔ جیسے مقامات بدیع میں عیسیٰ بن ہشام ہے اور مقامات حریری میں حارث بن ہمام ہے۔

اب رہ گئے مقامات لکھنے والے سو ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اس فن کی ابتدا ابن فارس نے کی تھی اور اس کی نقل کرتے ہوئے بدیع الزمان' (متوفی 396ھ) نے مقامے لکھے اس نے بھیک مانگنے اور دیگر موضوعات پر چار سو مقامے لکھوائے انہیں اس نے عیسیٰ بن ہشام کی زبانی ابو الفتح اسکندری کی طرف منسوب کیا لیکن ان میں سے صرف ترپن (53) مقامے ملے اس سلسلہ میں پوری بحث بدیع الزمان کے حالات کے ضمن میں گزر چکی ہے بعد ازاں حریری (متوفی 516ھ) نے پچاس مقامے لکھے جنہیں اس نے حارث بن ہمام کی زبانی ابو زید سروجی کی طرف منسوب کیا اس نے طرز تحریر میں بدیع کے اسلوب کو اپنایا' اس پر مختصر بحث پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

ان بلند پایہ ادیبوں کے بعد بہت سے انشاء پردازوں نے مقامات نگاری کو اپنا موضوع سخن بنایا لیکن وہ دونوں کے مرتبہ تک نہ پہنچ سکے' مثلاً ابن اشترکونی (متوفی 358ھ) کی مقامات "سرقسطیہ" جو پچاس مقاموں پر مشتمل ہے جو اس نے قرطبہ رہتے ہوئے حریری کے مقامے دیکھنے کے بعد تحریر کئے تھے ان مقامات میں اس نے بڑی محنت تکلف اور فضول پابندیوں سے کام لیا ہے' اس میں منذر بن حمام کی زبانی سائب بن تمام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے ان کے علاوہ زمخشری (متوفی 701ھ) کے مقامات ہیں جو کافی مشہور ہیں نیز ابو عباس یحییٰ بن سعید ابن ماری نصرانی بصری طبیب (متوفی 589ھ) کے مقامات مسیحیہ ہیں جو اس نے حریری کے طرز پر لکھے ہیں اور احمد بن اعظم رازی کے بارہ مقامات ہیں جو اس نے 630ھ میں لکھے' اس میں اس نے قعقاع بن زنباع کو راوی بنایا نیز زین الدین ابن صیقل جزری (متوفی 701ھ) کی مقامات زمنیہ ہے جس میں مقامات حریری کے مقابلہ میں پچاس مقامات ہیں اس کی روایت قاسم بن جریان دمشقی ابو نصر مصری سے کرتے ہیں نیز مقامات سیوطی ہے یہ بجائے مقامات کے مضامین (رسائل) سے زیادہ ملتی جلتی ہے۔

چوتھا باب

سقوط بغداد کے بعد

ترکی دور

قاھرہ نے بغداد اور قرطبہ کو کیسے پیچھے چھوڑا؟:۔

جیسا کہ آپ نے گزشتہ صفحات میں پڑھا ہے کہ متوکل کی حکومت کے بعد ایرانیوں اور ترکوں کی باہمی کشمکش' شیعہ سنی جنگ اور دلوں سے خلافت کی رعب داب ختم ہو جانے کے بعد عباسیوں کی حکومت کمزور ہو گئی اور لگاتار مصائب اترنے لگے اور دشمن اس پر غالب آتے رہے حتی کہ 656ھ میں ہلاکو خان نے آکر اس حکومت کا خاتمہ کر ڈالا ادھر اندلس میں امویوں کی حکومت ڈگمگا رہی تھی بربر اور موالی غالب آچکے تھے۔ اور پھر چونکہ یہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ گئی تھی جس کی بناء پر اہل یورپ کو اسے تر نوالہ بنانا بڑا آسان تھا حتی کہ 898ھ میں پوری اندلسی اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ ادھر مصر اور شام میں فاطمیوں کی حکومت کا جاہ و جلال ختم ہو گیا وہ پہلے ایوبیوں پھر خاندان غلاماں کے زیرین آگئے اور 923ھ میں ان کی حکومت خاندان غلاماں سے نکل کر عثمانی ترکوں کے ہاتھ آگئی۔

اس تاریخ کے مطالعہ سے آپ کو نظر آئے گا کہ ان پانچ سو ساٹھ سالوں میں آپ کو کہیں عرب کا جھنڈا لہراتا نظر نہیں آئے گا اور نہ ہی ان کا کسی جگہ سایہ پڑا نظر سے گزرے گا۔ بلکہ ان کے علاقے اور آثار مغلوں' ترکوں' ایرانیوں' جرکیسوں اور پھر آخر میں اہل اسپین کے ہاتھوں لوٹ مار کا مال بن گئے' ان پڑھ عجمی وحشی اقوام نے عربوں کی میراث پر ہاتھ پھیلائے ان کے آباد علاقوں کو ویران کیا۔ عزت و ناموس کو چاک کیا۔ اور کتب خانے جلا کر عربی زبان' آداب اور اس کے علوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ اس ضمن میں بخارا اور بغداد میں تاتاریوں نے' شام میں صلیبیوں نے اور اندلس میں فرنگیوں نے مدارس اجاڑ دیئے۔ رصد گاہیں بند کر دیں' اور علماء کو قتل کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر زمانے کے ہاتھوں عربی زبان مٹ جاتی اور اپنی ماثیل سامی زبانوں سے مل جاتی تو یہ کوئی انوکھی بات نہ ہوتی اور نہ ہی کوئی نمایاں حادثہ ہوتا لیکن حوادث زمانہ کے

علی الرغم یہ دین اور علم نیز مغرب' مصر' شام' بلاد مغرب اور جزیرہ کے لوگوں اور حکومت کی زبان بنی رہی اگر ترکوں کی چالبازی اور ایرانیوں کی عصبیت نہ ہوتی تو آج عربی تمام اسلامی دنیا کی زبان ہوتی۔

یہ زبان اپنے بولنے والوں کے ختم ہونے کے باوجود باقی رہی۔ کس نے اسے باقی رکھا؟ یہ ایک معجزہ ہے اس کا سہرا قرآن کریم کے سر ہے' نیز اس میں جامعہ ازہر اور مصر و شام میں ایوبیوں اور موالی بادشاہوں کا نمایاں ہاتھ ہے' یہ اس زبان کے دست و بازو' اس زبان کے بولنے والوں کے لئے ملجاو ماوی اور علماء عربی کے لئے پناہ گاہ تھے' انہوں نے اس موقع پر یہ خدمت انجام دی کہ جب مغلوں کے حملوں سے خراسان' ایران اور عراق تباہ ہو رہے تھے تو بلاشبہ اگرچہ ایوبی قومیت کے اعتبار سے کرد تھے تاہم وہ عربی بولتے تھے۔ عربی ادب سیکھتے تھے اور ان میں بہت سے چوٹی کے نامور عربی شعراء' علماء اور مورخ پیدا ہوئے تھے مثلاً الملک الافضل علی بن صلاح الدین (متوفی 621ھ) بہرام شاہ گورنر بعلبک (متوفی 628ھ) الملک المؤید عماد الدین ابوالفداء (متوفی 732ھ) یہی حال خاندان غلاماں کا بھی تھا ان میں بھی ایک حکمران بلند پایہ شاعر تھا اس کا نام قانصوہ غوری (متوفی 922ھ) تھا۔

یہ اس لئے کہ انہوں نے مصر کو اپنا وطن' اسلام کو دین اور عربی کو اپنی زبان بنایا تھا' وہ علماء کی مدد کرتے اور ادباء کو اپنا مقرب بناتے تھے انہوں نے اساتذہ اور مصنفین کی اس طرح حوصلہ افزائی کی کہ ان کی زیر نگرانی وہ بلند پایہ ہستیاں پروان چڑھیں جنہوں نے زبان اور علم کے بکھرے اور منتشر حصوں کو اپنی تصانیف میں جمع کیا اور اپنے اسلاف علماء کی علمی کتابوں کی شرحیں اور تعلیقات کیں۔ تاریخ کو مہذب کیا اس کے فلسفے کو ترتیب دی اگرچہ شاعری کا ذوق کم اور اسے سننے والے نہ ہونے کے قریب تھے پھر بھی انہوں نے شعری اوزان کی پابندی کی۔ ان میں "لسان العرب" کے مولف ابن منظور' قاموس کے مولف فیروز آبادی' مقدمہ کے مولف ابن خلدون' صبح الاعشی کے مولف قلقشندی' الشاب الظریف' صفی الدین حلی' ابن الوردی' ابن منتوق اور صفدی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

لیکن یہ وہ شخصیتیں ہیں جو مختلف ادوار میں پیدا ہوئیں یہ لوگ مصیبت زدہ زبان کے زخموں پر مرہم نہ رکھ سکے' جو اسے اس عالم میں اولاد کے مرجانے سے پہنچے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان' خراسان' ایران' عراق' بلاد روم اور اندلس میں یہ زبان ختم ہو گئی اور مصر' شام اور بلاد مغرب میں قریب المرگ مریض کی طرح باقی رہ گئی۔

شاعری اور نثر نگاری میں ان لوگوں کا اسلوب اپنے پیشرو عہد عباسی کے متاخرین شاعروں اور ادیبوں کا سا تھا۔ لیکن وہ ان کی تقلید بھی احسن انداز سے نہ کر سکے۔ اور نہ ہی صحیح مقصد تک پہنچ سکے بلکہ ان کی تمام تر توجہ لفظی خوبصورتی اور صنعتوں میں مبالغہ آرائی تک محدود رہی تھی' اگر ان کی سجع بندی اور تجنیس و توریہ کی راہ میں اعراب یا معانی حائل ہوتے تو وہ اعراب کی پابندی اور معنوی حسن کو بھی کوئی اہمیت نہ دیتے۔

جب خاندان غلاماں پر بنو عثمان کی فتح ہوئی تو خلافت عباسیہ کی بجائے خلافت عثمانیہ آگئی اور اسلامی حکومت کا دارالخلافہ قاہرہ کی بجائے قسطنطنیہ ہو گیا اور سرکاری زبان عربی کے بجائے ترکی ہو گئی تو اس طرح عربی زبان میں غیر عربی زبان کے الفاظ کثرت سے داخل ہونے لگے۔ دفاتر میں عامیانہ بولیوں اور ترکی زبان نے اس پر یلغار کر دی۔ اور نظم و نثر میں خالص عربی اسلوب تقریباً ختم ہو گئے۔ دوسری طرف ذہنوں میں غلامی کی ذلت اور احساس کمتری پیدا ہونے کی وجہ سے طبیعتوں میں حرکت و نشاط ختم ہو گیا اور علمی چشمے خشک ہو گئے۔ کتابیں اطمینان و سکون سے کتب خانوں کی زینت بن کر بند پڑی رہیں' صرف دیمک اور جھینگے ان کے آرام میں خلل اندازی کرتے رہے' اور ان کے اوراق چاٹتے رہے' اہل مشرق کی آنکھوں پر جہالت چھا گئی اور وہ اندھے ہو گئے اور ذلت کے بوجھ تلے دب گئے' جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ان کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی وہ بے خبر سوتے رہے اور ان پر تاریکی چھائی رہی حتیٰ کہ قاہرہ کی سرحد پر نپولین کی توپوں کے دھماکوں نے انہیں خواب غفلت سے بیدار کیا۔

اس دور کی نمایاں شخصیتیں:-

مغلوں کے دور میں فضاء ادب عربی پر تاریکی چھائی رہی' آنکھیں اندھی اور طبیعتیں بھٹکتی رہیں اور لوگ جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں سرگرداں پھرتے رہے' انہیں اگر زندگی کا مظہر اور روشنی کی کوئی چمک نظر آتی تھی تو وہ فقط مصر یا شام سے تھی کیونکہ انہی دونوں علاقوں نے عربی زبان کے وجود کو سہارا دیا اور گرتے ہوئے ادب کو اٹھائے رکھا اور منتشر علم کو اکٹھا کیا اگر یہ دونوں علاقے اس کے سرپرست نہ ہوتے تو قدیم اور جدید ادب کے مابین رابطہ منقطع ہو جاتا۔ میرے لئے بڑی مسرت کا باعث ہوتا اگر اس کتاب میں میرے ان ہم وطن اور ہمسایہ ادیبوں کے حالات درج ہونے کی گنجائش ہوتی جنہوں نے اس عہد میں علمی و ادبی خدمات انجام دیں' لیکن افسوس کہ ہمارے پاس گنجائش کم اور جگہ محدود ہے' اس کے باوجود ہم ان کے علمی

فضائل اور ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے اسماء گرامی درج کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ ہی ان کے ہم عصر عراقی اور مغربی علماء کے اسماء بھی لکھ رہے ہیں۔

شاعری اور ادب عربی میں نمایاں مقام حاصل کرنے والوں میں تلعفری ہیں جو 593ھ میں موصل میں پیدا ہوئے اور الملک الاشرف کی خدمت میں رہے اور 675ھ میں قمار کا شکار ہو گئے' الشاب الظریف مصر میں پیدا ہوئے اور 688ھ میں مصر میں فوت ہو گئے' رسول اکرمؐ کی شان اقدس میں بردہ شریف کہنے والے بوصیری مصر میں پیدا ہوئے اور 695ھ میں مصر میں ہی فوت ہوئے' ابن نباتہ مصری متوفی 768ھ اپنے زمانہ کے ادباء کے رہنما اور خزانۃ الادب کے مولف ابن حجہ الحموی متوفی 827ھ' صبح الاعشی کے مصنف قلقشندی مصری 821ھ میں فوت ہو گئے' صفی الدین حلی متوفی 750ھ اور ابن معتوق متوفی 1087ھ ان کی شاعری صنعت کی قیود کی پابندیوں کی وجہ سے بوجھل اور تقلید کے دائرہ میں محصور ہے' معانی کے اعتبار سے اس کی شاعری میں اخلاقی کمزوریاں غالب ہیں مثلاً بزدلی' خوشامد' شکوہ و شکایت' فحش گوئی و عریانیت' ہاں البتہ کچھ حصہ ایسا بھی ہے جس میں کچھ حسن و بیان کی خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں۔

زبان اور اس کے علوم میں نمایاں مقام حاصل کرنے والوں میں **الفیہ** کے مولف ابن مالک متوفی 673ھ' **لسان العرب** کے مولف جمال الدین بن منظور متوفی 711ھ' نحو کے موضوع پر لکھی ہوئی **کتاب المغنی** کے مولف جمال الدین بن ہشام متوفی 761ھ **القاموس** کے مصنف فیروز آبادی متوفی 817ھ' یہ وہ احباب ہیں جنہوں نے قواعد زبان کو شرح و بسط سے لکھا اور اس کے تمام مواد کو ڈکشنریوں اور دیگر تالیفات میں جمع کیا۔

تاریخ اور جغرافیہ کے بلند پایہ علماء میں **عیون الانباء فی طبقات الاطباء** کے مولف ابن ابی اصیبعہ متوفی 668ھ' **وفیات الاعیان** کے مولف ابن خلکان متوفی 681ھ' ابوالفداء متوفی 732ھ تاریخ الاسلام کے مولف شمس الدین ذہبی متوفی 748ھ' **المواعظ والاعتبار فی ذکر الخطط والاثار** کے مولف مقریزی متوفی 845ھ' **الفخری** کے مولف ابن طقطقی متوفی 701ھ' مقدمہ کے مصنف ابن خلدون متوفی 808ھ' لسان الدین بن الخطیب متوفی 776ھ' **نفح الطیب** کے مولف مقری متوفی 1041ھ ہیں' ان مورخین کے طرز تحریر میں تاریخی واقعات کا مکمل احاطہ' عبرتوں کا استنباط' واقعات پر نقد و تبصرہ اور بعض علمی اور معاشرتی مسائل میں ابحاث شامل ہیں اس لحاظ سے یہ لوگ اپنے اسلاف سے بہتر اور صحیح تاریخ نگاری کے طریقہ کے قریب تر تھے۔

دیگر عام اصحاب علم میں نمایاں یہ ہیں۔ نہایتہ الارب فی فنون الادب کے مولف نویری متوفی 732ھ' مسالک الابصار کے مولف ابن فضل اللہ عمری متوفی 748ھ' گراں قدر تصنیفات کے مصنف جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ' حیوۃ الحیوان کے مصنف کمال الدین دمیری متوفی 808ھ ہیں' ان حضرات کو منتشر علمی و ادبی معلومات کو ایک تصنیف میں یکجا کرنے کا شرف حاصل ہے' یہ تقریباوہی کام تھا جسے آج کل انسائیکلو پیڈیا سے تعبیر کیا جاتا ہے' ان تفصیلی مباحث سے آپ کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ کس طرح اللہ تعالے نے اپنی کتاب کی زبان کو حوادث زمانہ اور گردش ایام کے باوجود تلف ہونے سے بچائے رکھا اور اپنے دین اور اپنی کتاب کی کس طرح حفاظت کی' حتیٰ کہ اس دور انحطاط میں بھی اس کے لئے یکے بعد دیگرے ایسے مایہ ناز علماء پیدا کئے جو اس زبان میں پیدا ہونے والے نقصانات کی تلافی کرتے رہے' اور اسے نیست و نابود ہونے سے بچاتے رہے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

نجوم سماء کلھا انقض کوکب' بدا کوکب تاوی الیہ کواکبہ

(یہ یکے بعد دیگر آنے والے علماء) آسمان کے ستاروں کی مانند تھے کہ جب ان میں سے ایک تارا گرتا تھا تو اس کی جگہ پہ دوسرا تارا روشن ہو جاتا تھا اور اس کے ارد گرد تارے جمع ہو جاتے تھے۔

اب ہم ان علماء و ادباء میں سے چند بلند پایہ شخصیتوں کی زندگی کے حالات درج کرتے ہیں۔

صفی الدین حلی

ولادت 677ھ وفات 750ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

صفی الدین ابو البرکات عبدالعزیز بن سرایا' عراق کے علاقہ حلہ میں پیدا ہوا وہیں نشوونما پائی اور ادب سیکھا پھر سیاسی اضطراب اور بے امنی نے اسے جزیرہ کے علاقہ ماردین کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تاکہ وہاں آل ارتق (663ھ سے 712ھ تک) کے بادشاہوں کی پناہ میں رہے' انہوں نے اس کے دل سے خوف اور خطرہ دور کر دیا اور وہ ان کے ہاں نہایت آسودہ زندگی گزارتا رہا۔ اس نے ان کی مدح میں انتیس قصائد کہے ہر قصیدہ کے انتیس شعر تھے ہر شعر

حروف تہجی کے اعتبار سے بالترتیب شروع ہوتا اور اسی پر ختم ہوتا اور اس کا نام اس نے "الدر رالبحور فی مدائح الملک المنصور" رکھا یہ دیوان "ارتقیات" کے نام سے مشہور ہے۔

727ھ میں وہ مصر آگیا اور ملک ناصر بن قلاوون کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی مدح کہی تو اس نے اس کے ہاتھوں کو انعامات سے بھر دیا پھر یہ ماردین واپس چلا گیا وہاں سے بغداد چلا گیا وہیں فوت ہو گیا۔

اس کی شاعری:۔

بالاتفاق صفی الدین اپنے دور کے شعراء کا امام تھا اس کی شاعری میں لفظی فصاحت اور اسلوب میں دلکشی اور متانت ہے' اس نے اس صنعت کی مختلف قسموں میں خوب حصہ لیا ہے' لمبے لمبے قصیدے' مقطوعات' موشحات اور زجل اس نے نہایت عمدگی سے کہے ہیں' ظرافت اور ہنسی مذاق بھی اس کی شاعری کا ایک حصہ ہے وہ مختلف موضوعات ادل بدل کر اپنی شاعری میں لاتا ہے' اس نے شاعری کی گیارہ اصناف میں طبع آزمائی کی ہے' اور ان میں سے ہر صنف میں اس کے دیوان کا ایک باب ہے نظم میں اس نے کچھ جدید اقسام کو متعارف کروایا ہے' جن میں سے ایک صنف موشح مضمن ہے اس کی مثال وہ تضمین ہے جو اس نے ابونواس کے ہائیہ قصیدہ میں پیش کی ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

فخر وحماسہ کے موضوع پر کہتا ہے۔

سل الرماح العوالی عن معالینا' وسائل البیض هل خاب الرجا فینا؟
وسائل العرب والاتراک ما فعلت' فی ارض قبر عبیدالله ایدینا
لما سعینا فما رقت عزائمنا' عما نروم ولا خبت مساعینا
یا یوم وقعة زوراء العراق وقد' دنا الاعادی کما کانوا یدینونا
بضمر ما ربطناها مسومة' الا لنغزو بها من بات یغزونا
وفتیة ان نقل اصغوا مسامعهم' لقولنا' او دعوناهم اجابونا

ہماری عظمت کے متعلق بلند نیزوں سے معلوم کرو' اور سفید تلواروں سے پوچھو کیا

ہماری کوئی آرزو کبھی ناکام ہوئی ہے؟
عبید اللہ کی قبر والے علاقے میں جو کچھ ہمارے ہاتھوں نے کیا اس کے متعلق عربوں اور ترکوں سے پوچھو۔
جب ہم نے کسی مقصد کے لئے کوشش کی تو ہمارے عزائم کبھی کمزور نہیں ہوئے اور نہ کبھی ہماری کوششیں رائیگاں گئیں۔
اے زوراء العراق والے معرکہ کے دن! جہاں ہم نے دشمنوں کو ویسے ہی زیر کیا جیسے وہ ہمیں زیر کرتے تھے۔
اس معرکے میں ہمارے چھریرے گھوڑے ہمارے ساتھ تھے جنہیں اپنے مخالفوں سے لڑنے کے لئے تیار کیا تھا۔
اور وہ نوجوان تھے جو ہمارے ہر حکم کی اطاعت کرتے اور ہماری ہر آواز پر لبیک کہتے تھے۔

ابن منظور

ولادت 630ھ وفات 711ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

جمال الدین محمد بن مکرم بروز پیر 22 محرم 630ھ کو قاہرہ میں علمی گھرانہ میں پیدا ہوا اپنے زمانہ کے ابو طفیل عبدالرحمن' مرتضیٰ بن حاتم اور ابن مقیر جیسے بلند پایہ علماء سے علم حاصل کیا۔ حتی کہ اس نے اس درجہ علوم و فنون میں کمال حاصل کیا کہ انشاء کے دفتر میں کام کرنے کے قابل ہو گیا' واضح رہے کہ اس دفتر میں کام کرنے کے لئے اس زمانہ میں بہت سے علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہوتی تھی۔ **صبح الاعشی** کے مولف نے ان علوم و فنون کی تفصیل بیان کی ہے' پھر وہ ایک عرصہ تک طرابلس میں عہدہ قضاۃ پر فائز رہا اس عرصہ میں وہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے قطعاً غافل نہیں ہوا' تا آنکہ وہ فوت ہو گیا اس وقت اس کی پانچ سو جلدیں خود اس کی تصنیفات پر مشتمل تھیں۔

اخلاق وعادات:۔

ابن منظور محنتی' بااخلاق اور عزم کا دہنی تھا اس کا طبعی رجحان رفض کے بغیر شیعیت کی طرف تھا' لسان العرب میں جہاں کہیں اس موضوع سے متعلق الفاظ پر بحث کرتا ہے وہاں اس کا رجحان ظاہر ہو جاتا ہے اس نے قاہرہ میں وفات پائی۔

تصانیف:۔

ابن منظور کوئی نئی ادبی طرز ایجاد کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا اپنے ہم عصر علماء کی طرح اس کا رجحان بھی منتشر مباحث کو جمع کرنے اور مطولات کو مختصر کرنے کی طرف تھا' اس کے بارے میں صلاح الدین صفدی نے لکھا ہے "میں ادب کی کوئی کتاب ایسی نہیں جانتا جسے جمال الدین بن مکرم نے مختصر نہ کیا ہو"۔

لسان العرب:۔

یہ وہ جامع لغت ہے جس میں ازہری کی تہذیب' ابن سیدہ کی محکم' جوہری کی صحاح' ابن درید کی جمہرۃ اللغۃ اور ابن اثیر کی نمایہ جیسی مستند کتب لغات یکجا ہیں مولف نے اسے مادون کے آخری حروف کی ترتیب سے اس قدر خوش اسلوبی سے مرتب کیا ہے کہ اس سے استفادہ میں کوئی دقت پیش نہیں آتی' نقل کرتے وقت عبارت اور حوالہ جات کی صحت کا کمال درجہ اہتمام کیا ہے پہلے راویوں سے جو کچھ الفاظ کی شرح میں مروی تھا اسے من وعن نقل کر دیا ہے اس کے بعد قرآن وحدیث' امثال اور اشعار سے جو مستند اور صحیح شواہد ملتے ہیں انہیں درج کیا ہے۔

اس کے سوانح نگاروں نے جن میں صفدی بھی ہے یہ بیان کیا ہے کہ اس کتاب کا پہلا نسخہ جسے مصنف نے اپنے خوبصورت قلم سے لکھا تھا مصر کے دفتر انشاء کے مہتمم المقر الاشرف کمالی کی ملکیت میں تھا جو ستائیس حصوں پر مشتمل تھا' لیکن یہ چھپے مصر سے 1300ھ میں بیس جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ اس کی ایک اہم تصنیف "**کتاب سرور النفس بمدارک الحواس الخمس**" ہے اس کتاب کا موضوع تمام وہ اشیاء ہیں جن کا تعلق حواس سے ہے' مثلاً رات' دن اور ان کے حالات' صبح اور اس کی مدح' ہلال اور اس کا ظہور' فجر کا سماں' سحر نسیم

کے وقت کے جھونکے' درختوں پر پرندوں کا چہچہانا' سورج' تارے' نجومیوں اور علم الافلاک کے جاننے والوں کی ان کے متعلق آراء....الخ

علاوہ ازیں اس کی بہت سی دیگر تصنیفات ہیں جو کتب کی تہذیب اور اختصار پر مشتمل ہیں' مثلاً مختار الآغانی' مختصر تاریخ بغداد (جو خطیب بغدادی کی تصنیف ہے) مختصر مفردات (ابن بیطار کی تصنیف) مختصر العقد (ابن بیطار کی تصنیف) مختصر مفردات الحیوان (جاحظ کی تصنیف) مختصر الیتیمہ (ثعلبی کی تصنیف) لطائف الذخیرہ (جو ابن بسام کی تصنیف ہے) وہ شاعری بھی کرتا تھا اور عمدہ شعر کہتا تھا۔

ضع كتابي اذا اتاك على الارض' وقلبه في يديك لماما
فعلى ختمه وفي جانبيه' قبل قد وضعتهن تواما
كان قصدي بها مباشرة الارض' كفيك بالتثامي اذا ما

جب میرا خط آپ کے پاس پہنچے تو اسے زمین پر رکھئے اور اسے آہستہ آہستہ اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر الٹ پلٹ کیجئے۔

اس کے خاتمے اور اس کے دونوں کناروں پر بوسے ہیں جو میں نے یکے بعد دیگرے دیئے ہیں۔

اس سے میرا مقصود یہ ہے کہ میں بیک وقت آپ کے ہاتھوں میں بھی رہوں اور آپ کے قدموں میں بھی رہوں۔

ابوالفداء

ولادت 672ھ وفات 732ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

الملک المؤید عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن علی ایوبی حماۃ کا گورنر تھا اس نے دمشق میں سیادت و فضل میں جنم لیا خوشحالی و آسودگی کے ماحول میں تربیت پائی' علوم میں کمال حاصل کیا اور تاریخ اور ہیئت میں تفوق حاصل کیا وہ بہادر اور شجاع تھا اس نے تاتاریوں سے لڑائی میں ملک ناصر بن قلاوون کی بڑی بہادری اور جرأتمندی سے خدمت کی تو اس نے اس سے حماۃ کا علاقہ دینے کا وعدہ کیا چنانچہ اس نے ابوالفداء کو حماۃ کا مطلق العنان گورنر بنا دیا اور اسے "الملک

المؤید" کا لقب دیا اسے مصر بلوایا اور وہاں اسے خلعت شاہی سے نوازا جس کی وجہ سے امراء و کبراء اس کی خدمت میں آنے لگے۔ ابو الفداء اس کی خدمت میں ہر سال قیمتی گھوڑے' غلام اور جواہرات پیش کرتا تھا جب تک ابو الفداء زندہ رہا کمزوروں کا مددگار' علماء کی حوصلہ افزائی کرنے والا اور تصانیف و تالیف کا دلدادہ بنا رہا تا آنکہ وہ فوت ہو گیا۔

تصانیف:۔

ابو الفداء کی تاریخ اور جغرافیہ کے موضوع پر دو کتابیں ہیں جو ان دونوں علوم کی ریسرچ میں عربوں اور یورپین کے لئے مرجع اور سند ہیں۔
پہلی کتاب "المختصر فی اخبار البشر" یہ عربوں کی عمومی تاریخ پر مشتمل ہے اس میں 729ھ تک کے واقعات ہیں اس نے تقریباً بیس کتابیں سامنے رکھ کر ان کی تلخیص کی ہے اس نے ابن اثیر کی طرح سن وار واقعات کو درج کیا ہے' اور واقعات نقل کرنے میں صداقت اور تنقید سے کام لیا ہے اور دوسری کتاب "تقویم البلدان" ہے اس میں قدماء نے جو کچھ بھی جغرافیہ اور فلکیات کے متعلق لکھا ہے اس کا خلاصہ یکجا کر دیا ہے اسماء کا صحیح تلفظ ضبط کیا ہے طول و عرض کی تحقیق کی ہے بالخصوص اس نے مصر' شام' بلاد عرب اور ایران کے حالات بیان کرنے میں بہت توجہ اور انہماک سے کام لیا ہے' یورپ والوں نے بھی اس کتاب کو بہت اہمیت دی ہے انہوں نے اپنی زبانوں میں اس کے تراجم کر دیئے ہیں اور وہ عرب کے جغرافیہ سے متعلق امور میں اس کی معلومات پر پورا اعتماد کرتے ہیں۔

ابن خلدون

ولادت 732ھ وفات 808ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ابن خلدون کے نام سے معروف ابو زید عبدالرحمن بن محمد کا نسب بنو وائل کے کندہ قبائل سے جا ملتا ہے اس کا نواں دادا تیسری صدی ہجری کے اواخر میں اندلس ہجرت کر گیا پھر اس کا خاندان اشبیلیہ میں مقیم ہو گیا پھر جلاوطنی کے بعد یہ خانوادہ تیونس منتقل ہو گیا جہاں یہ عظیم القدر مورخ عالم 732ھ میں پیدا ہوا سیادت و علم کی گود میں پرورش پائی اپنے باپ اور دیگر

اساتذہ سے عربی ادب سیکھا۔ قرآن پاک میں پختگی حاصل کی۔ اور پھر دیگر علوم میں مہارت حاصل کی۔ فقہ اور عربی ادب میں کمال حاصل کیا اور تاریخ میں وسیع نگاہ ڈالی اس کے پوشیدہ مباحث روشن ہو گئے اور اس کی مباحث کا استقصاء کیا حتی کہ وہ اپنے اس فن میں یکتائے زمانہ بن گیا بچپن ہی سے اسے بادشاہوں کی مصاحبت میں رہنے کا شوق تھا چنانچہ وہ اندلس و مغرب کے بہت سے بادشاہوں سے وابستہ رہا' کبھی سیکرٹری' کبھی پی' اے اور کبھی قاضی بنا رہا۔ لیکن وہ اپنی خودداری' حق گوئی اور حاسدوں کی کثرت کی وجہ سے کسی عہدہ پر زیادہ دیر تک نہ رہ سکا۔

764ھ میں وہ اندلس گیا جہاں والئی غرناطہ الغنی باللہ نے اس کی آمد پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور اس کے استقبال کے لئے اپنے خواص کو بھیجا' اسے اپنا مصاحب بنایا اور اس قدر مقام دیا کہ اپنے وزیر کو بھی اس کا شریک مجلس نہ بنایا جس سے وزیر ان سے جلنے لگا ابن خلدون اس کی دشمنی کو تاڑ گیا اور بادشاہ اور وزیر کو خیرباد کہہ کر اپنے وطن واپس آیا پھر وہ مختلف ممالک کی سیاحت پہ نکلا تا آنکہ وہ 784ھ میں مصر پہنچا یہاں وہ جامعہ ازھر میں استاذ بن گیا اور سلطان برقوق کی خدمت میں پہنچا جس نے اس کی قدر شناسی کرتے ہوئے اس کے انکار کے باوجود اسے مالکی مذھب کے عہدہ قضاءت پر فائز کر دیا' وہاں اس نے عدالت و انصاف کا وہ رنگ جمایا کہ دوسرے قاضیوں کی عدالتیں بے رونق ہو گئیں چنانچہ وہ اس کے خلاف برہم ہو گئے اور اس پر الزام تراشی کر کے بادشاہ کے پاس اس کی شکایت پہنچادی مگر بادشاہ نے ان کی شکایت پر قطعا کوئی توجہ نہ دی۔

لیکن ابن خلدون اس تلخ زندگی اور مسلسل پریشانیوں اور حوصلہ شکنی سے دل برداشتہ ہو گیا تھا ادھر ایسا اتفاق ہوا کہ اس کے اھل و عیال جو تیونس میں اس کے پاس آرہے تھے کشتی ڈوب جانے کی وجہ سے سبھی غرق ہو گئے اس حادثہ فاجعہ سے اسے بہت گہرا صدمہ پہنچا' اس نے منصب قضاء سے استعفی دے دیا۔ اس نے فریضہ حج ادا کیا اس کے بعد وہ اپنی قوم کی جاگیر میں (جو اسے سلطان نے بخشی تھی) تنہائی کی زندگی گزارنے لگا۔ اور تدریس و تصنیف میں مشغول ہو گیا۔ بعد ازاں وہ دوبارہ منصب قضاءت پر فائز ہو گیا اور قسمت کی گردش میں پڑ گیا کبھی تقرری ہوتی' کبھی برطرفی اور کبھی کامیابی ہوتی تو کبھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا حتی کہ وہ 808ھ میں مصر میں وفات پا گیا۔

اخلاق و آداب:۔

لسان الدین ابن الخطیب نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ "وہ فاضل' بااخلاق' بہت سی خوبیوں کا مالک' شرم و حیا کا پیکر' مجلس کا وقار' خوش پوش' ظلم سے کنارہ کش' مشکل میں ہمت نہ ہارنے والا' نصیب کا متلاشی' علوم عقلیہ و نقلیہ میں باکمال' محقق' کثیر الحفظ' خوش خط' شان و شوکت کا دلدادہ' ملنسار...... وغیرہ وغیرہ"۔ جن کی تصدیق اس کے افکار و آثار سے بھی ہوتی ہے۔

نثر اور شاعری:۔

ابن خلدون اس دور میں پیدا ہوا جب علوم کا بازار مندا اور ادب کی عمارت ویران ہو چکی تھی اور صنعت کی چمک دمک نے انشاء پردازی کی روح کا گلا دبا دیا تھا لیکن اس کی فطرت شناس طبیعت نے دور اول کی انشاء پردازی کی طرف مائل کر دیا وہ مسجع عبارت سے متنفر اور بدیع سے دور رہا' اس نے لفظ کو معنی کے پیچھے چلایا اس نے اپنے اس اسلوب انشاء کی وضاحت اس خط میں کی ہے جو اس نے اندلس کے ایک بادشاہ ابو سالم کے نام لکھا تھا' اس میں وہ لکھتا ہے "ان میں سے میری بیشتر کلام آزاد ہوتی' اپنے اس اسلوب نگارش میں اس وقت تنہا تھا ان لوگوں میں جو صنعت پسند تکلف سے مسجع عبارت لکھنے کے عادی تھے میرا کوئی شریک انشاء نہ تھا' ان لوگوں کے کمزور مسجع عبارت لکھنے میں آزاد انشاء کے برعکس معانی پوشیدہ رہتے تھے' لہذا اس قسم کے صنعت پسند میری تحریر کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے پھر میں نے شاعری شروع کی تو شاعری کی بحریں میرے اوپر برسنے لگیں اور میں نے درمیانہ قسم کی شاعری کی"

اس نے اپنے متعلق جس سچائی اور دلیری سے فیصلہ کیا ہے وہ مزید کسی تبصرہ کا محتاج نہیں ہے۔

تاریخ کے موضوع پر اس کی تصنیف:۔

ابن خلدون نے تاریخ پر گہری نگاہ ڈالی' اس کی مباحث کو تحریر کیا اس کے حوادث کی علل بیان کیں اور اپنی مشہور کتاب "العبر و دیوان المبتداء والخبر" کے نام سے لکھی جو کہ سات جلدوں میں تین کتابیں ہیں اس کتاب کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ جب ایک

حکومت سے دوسری حکومت کا بیان نئی فصل سے شروع کیا جاتا ہے تو اس فصل کی ابتدا میں تاریخی مباحث پر فلسفیانہ تمہید بطور مقدمہ ہوتی ہے' اس تالیف کی دیگر خصوصیات میں حق گوئی' صحیح رائے اور کسی نتیجہ کے متعلق فیصلہ کرنے میں انصاف قابل ذکر ہیں۔

مگر اس شخص کی فضیلت اور شہرت کا اصل باعث اس کتاب کا پہلا حصہ ہے جو مقدمہ کے نام سے معروف ہے کیونکہ اس کتاب میں اس نے اجتماعیات' اقتصادیات اور فلسفہ تاریخ کے متعلق بالکل نئی اور متنوع بحثیں کی ہیں نیز اپنی عظیم زندگی اور متعدد سیاحتی سفروں میں اس نے جو کچھ پڑھا اور مشاہدہ کیا اس سے اسباب وعلل کا استنباط کیا ہے' یہ مقدمہ چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔

1۔ ابتدائے آفرینش اور اس کا ارتقاء

2۔ اجتماعیات

3۔ سیاست ملیہ

4۔ جنگی تعمیرات

5۔ سیاسی اقتصادیات

6۔ تاریخ ادب عربی

یہ کتاب اپنے دلکش اسلوب اور روانی کے علاوہ علم وادب کا ایک عظیم خزانہ بھی ہے۔

ظن غالب یہ ہے کہ ابن خلدون ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے فلسفہ تاریخ کا استنباط کیا اور اسے "مخلوق میں عمرانی فطرت" کے نام سے یاد کیا اپنے مقدمہ میں اس نے اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے اور جو کچھ لکھا ہے اس پر صحیح تاریخی واقعات و حوادث سے شہادتیں پیش کی ہیں جس سے اس کی اصابت رائے' صدق نظر' وسعت معلومات اور استنباط و تعلیل میں حیرت انگیز قدرت کا ثبوت ملتا ہے اس میں شک نہیں کہ علماء نے اس کی تاریخ میں کچھ ایسی خامیاں نکالی ہیں جن میں وہ خود اپنے اصول و قواعد سے انحراف کرتا ہے اور وہی غلطیاں کرتا ہے جن پر وہ خود دوسروں پر اعتراض کرتا ہے لیکن بے عیب اور کامل ذات تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

سیدہ عائشہ باعونیہ

وفات 922ھ

پیدائش وحالات زندگی:۔

یہ سیدہ فاضلہ' زاہدہ عائشہ بنت یوسف بن احمد باعونی ہے دمشق کے قریب صالحیہ شہر میں

علم و تقوی سے معمور گھرانے میں پیدا ہوئی اس کا باپ' چچا' بیٹا اور بھائی سبھی فقہ' حدیث' تصوف' تاریخ اور ادب میں باکمال علماء تھے یہ ان کے چشموں سے سیراب ہوئی اور ان کے باغات سے پھول چنے' پھر اس نے جمال الحق والدین اسماعیل حورانی اور محی الدین ارموی جیسے ہم عصر علماء کی جماعت سے علم فقہ' نحو اور عروض میں کمال حاصل کیا۔ بعد ازاں یہ مصر پہنچی اور وہاں شارح بخاری علامہ ابوالعباس قسطلانی کی شاگردی کی پھر تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئی اور بہت سے طلبہ نے اس کے علم و فضل سے استفادہ کیا۔

تصانیف:۔

پھر وہ اپنے گھر واپس لوٹی اور اس نے "کتاب الفتح المبین فی مدح الامین" لکھی یہ اس کے اس قصیدہ کی تشریح ہے جو اس نے ابن حجہ کی طرز پر علم بدیع کے متعلق نظم کیا ہے' اور ایک کتاب فیض الفصل لکھی جو کہ اس کے ان اشعار کا دیوان ہے جو اس نے نبی اکرمؐ کی مدح میں لکھے تھے اور ایک کتاب "المورد الاھنی فی المولد الاسنی" جو کہ نبی اکرمؐ کے میلاد کے موضوع پر ہے جس میں رقت آنگیز نظم و نثر ہے۔

شاعری اور نثر نگاری میں اس کا مقام:۔

اس تاریک دور میں باعونیہ جیسی فاضل خاتون کو دیکھ کر جو اپنے علم و ادب میں مردوں سے بھی بازی لے گئی تھی انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے اس کے اسلوب میں یہ کوئی عیب نہیں کہ اس میں سجع بندی' بدیع پسندی اور لفظ آرائی ہے' یا یہ کہ اس نے اپنی شاعری کو محض مدح نبوی میں محدود رکھا اس لئے کہ انسان اپنے ماحول کا پروردہ ہوتا ہے اور صحیح شاعری اپنے کہنے والے کا آئینہ' اور اس کے دل کی تصویر ہوتی ہے یہ ہمیں معلوم ہی ہے کہ اس دور کا اسلوب اختیار کر لیا تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔

نمونہ کلام:۔

اپنے قصیدہ علم بدیع کی شرح کے مقدمہ میں وہ لکھتی ہے۔

یہ ایک برقع پوش عورت کا قصیدہ ہے جو سلامت طبع پر شاہد اور حسن بیان سے آراستہ ہے اس کی بنیاد خدا ترسی اور اس کی رضاجوئی پر رکھی گئی ہے اس میں بدیع کی انواع کو کھول کر

بیان کیا گیا ہے مدح رسول حبیب و شفیع نے اسے عظمت بخشی ہے' یہ تسمیہ کی انواع کی قیود سے آزاد ہے اور افق ابداع میں طلوع ہونے والا آفتاب ہے اسے رسول اکرمؐ کی مدح میں قصائد لکھنے میں ممتاز مقام حاصل ہے جو الہام کے ذریعے اجل اشارات کے لئے سند ہے اس کا نام "الفتح المبین فی مدح الامین" ہے۔

اس قصیدے کے چند اشعار

یاسعدان ابصرت عیناک کاظمة' وجبت سلعا فسل عن اهله القدم

فثم اقمار تم طالعین علی' طویلع حیهم وانزل بحیهم

اے سعد! اگر تیری نگاہ کاظمہ دیکھے اور تو سلع پہنچے تو اس کے قدیم باشندوں سے پوچھنا۔

وہاں چودھویں کے چاند ہیں انہیں سلام کہنا اور ان کے قبیلہ میں مہمان ٹھہرنا۔

دمشق کے وصف میں وہ کہتی ہے۔

نزه الطرف فی دمشق ففیها' کل ما تشتهی وما تختار

هی فی الارض جنة فتامل' کیف تجری من تحتها الانهار

کم سما فی ربوعها کل قصر' اشرقت من وجوهه الاقمار

وتنا غیک بینها صادحات' خرست عند نطقها الاوتار

کلها روضة وماء زلال' وقصور مشیدة ودیار

نگاہ کو دمشق کی سیر کراؤ کہ وہاں وہ تمام چیزیں ہیں جنہیں طبیعت چاہتی اور پسند کرتی ہے۔

یہ علاقہ زمین پر جنت ہے غور تو کرو اس کے نیچے نہریں کس احسن انداز سے بہہ رہی ہیں۔

اس کی سرزمین میں کتنے ہی ایسے محلات ہیں جن سے چاند روشنی حاصل کرتا ہے۔

وہاں کتنے ہی ایسے خوش الحان پرندے ہیں جن کی مسحور کن آوازوں کے مقابلہ میں آلات موسیقی ہیچ ہیں۔

وہ تمام علاقہ باغات' شیریں پانی' مضبوط محلات اور خوشنما مکانوں سے بھرا پڑا ہے۔

پانچواں باب

دور جدید

ظالم زمانہ مسلسل عربی رقبہ کے مختلف اطراف کو کم کرتا رہا حتی کہ اٹھارھویں صدی عیسوی کے آخر میں یہ عراق عربی' شام' بلاد مغرب' سوڈان' مصر اور مغرب تک محدود ہوگیا' ان علاقوں میں بھی عربی زبان آخری سانسیں لے رہی تھی اور وہ نہایت کمزوری و بے سرو سامانی کے عالم میں ڈگمگا رہی تھی' تا آنکہ اللہ تعالے نے تمدنی آفتاب کو حکم دیا کہ وہ وادی نیل پر دوبارہ پوری آب و تاب سے طلوع ہو جائے اس طرح یہاں سے کمزوری دور ہوئی اور اس میں از سر نو زندگی کی لہر دوڑ گئی یہ آفتاب تمدن اور روح حیات مصر میں نمودار ہوئی اور پھر وہاں سے دیگر مقامات میں پھیلی

اس دور میں مصر حکماً عثمانیوں کے اور عملاً خاندان غلاماں کے زیر تسلط تھا اور مختلف افکار و خیالات' آپس میں ٹکرانے والی قوتیں' متضاد قومیں اس مصیبت زدہ قوم کے ڈھانچہ کو گھن کی طرح کھا رہی تھیں اس کی تعداد تیس لاکھ بھی نہ تھی اس میں ناخواندگی عام تھی اور جہالت کا غلبہ تھا اور پھر وبائیں اور قحط اسے نڈھال کئے ہوئے تھے اور ظلم نے انہیں دبایا اور حکام نے انہیں غلام بنایا ہوا تھا وہ چلنے کے لئے تیار تھے' دردناک حالت تھی کشتیاں حرکت میں تھیں کہ زمانے نے کروٹ لی اور اسی حال میں نپولین نے حملہ کر دیا۔

نپولین نے 1798ء میں مصر پر حملہ کیا۔ ہمارا مقصد جنگی حقائق بتانا نہیں بلکہ ہم صرف اس کے ادبی پہلوؤں پر غور کریں گے' وہ علمی جماعت جو اس قائد کے ساتھ آئی تھی اس نے جنگوں اور دیگر ہنگاموں کے باوجود مصر میں تمدن کے بیج بو ہی دیئے انہوں نے دو مدرسے' دو رسالے' اداکاری کے لئے ایک تھیٹر' تحقیقات کے لئے ایک اکیڈمی' ایک کتب خانہ ایک پریس' کیمیائی اجزاء اور رصد گاہیں بنائیں اور لوگوں کے لئے انہیں دیکھنا اور غور کرنا آسان کر دیا۔

الغرض اس جماعت کی کارگزاری نے وہی کرشمہ دکھایا جو تاریکی میں روشنی کے دیئے سے لیا جا سکتا ہے فضائے مصر سے تاریکی کے بادل چھٹ گئے لوگ کچھ دیکھنے کے قابل ہوئے لیکن انہوں نے کیا دیکھا؟ انہوں نے دیکھا کہ وہ انیسویں صدی میں ہیں اور یورپ ان کے سامنے ایسے کھڑا ہے جس طرح عقلمند انسان عجمی حیوان کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور وہ اسے تمسخر کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے اور وہ مادہ کو زندگی کے صحیح راستہ پر مسخر کرتے چلا جا رہا ہے جسے دیکھ کر وہ

دہشت زدہ اور حیران رہ گئے۔

لیکن خدیویہ کا سردار محمد علی دہشت زدہ نہ ہوا کیونکہ وہ تاڑ گیا کہ یورپ میں تہذیب و تمدن نے جو ترقی کی ہے وہ علم کی بناء پر ہے' چنانچہ اس نے مصر میں تعلیم عام کرنے کی جدوجہد کی شہروں اور بستیوں میں مختلف مقاصد کے لئے مدرسے جاری کئے اور لوگوں کو وہاں جبراً تعلیم دی اس نے فرانس کی ایک جماعت کو تصنیف و تالیف کے لئے وہاں بلایا جس میں طبیہ کالج کے موسس ڈاکٹر کلوٹ بک اور مصری مشن کے مہتمم گورمار بک جیسے فاضل تھے' ان درسگاہوں سے فارغ التحصیل طلباء کو مزید تحقیقات اور علمی استفادہ کے لئے فرانسیسی درسگاہوں میں بھیجا گیا جب یہ طلبہ (جن کی تعداد چوالیس تھی) تعلیم کے بعد اپنے وطن واپس آئے تو انہوں نے تعلیم اور تراجم کے لئے کام شروع کر دیا پھر تعلیمی وفود یورپ پہنچتے رہے اور یہ تمام وفود الازہر کے طلبہ پر ہی مشتمل تھے یہ اس عظیم المرتبت درسگاہ کا عربی زبان پر احسان ہے جس نے عربی کو ترقی دینے میں بہت مدد کی جس طرح اس سے پہلے اس درسگاہ کا ایک احسان وہ تھا کہ اس نے عربی زبان کو ختم ہونے سے بچایا تھا۔

اس کے بعد قاہرہ میں غیر ملکی زبانیں سیکھنے' سکھانے اور ترجمہ کرانے کے مراکز کھلے پرانے "**المطبعته الاهليه**" کے ملبے پر (جو فرانسیسی اپنے ساتھ لائے تھے اور ان کے جانے کے بعد ختم ہو گیا تھا) "**المطبعته المصريه**" کی بنیاد رکھی گئی اور "**رساله الوقائع المصريه**" نکالا گیا جو پورے مشرق میں پہلا عربی اخبار تھا یہ سب کچھ اس شرارہ اور چنگاری کی آگ تھی جو نپولین مصر میں لایا تھا اور جس میں محمد علی پاشا نے ایندھن ڈال کر' پھونکیں مار کر' اس کی آگ کو تیز کیا اور پھیلایا تھا حتی کہ اس کے شعلے شام اور پورے بلاد عربیہ تک پہنچ رہے تھے' جس سے خواب غفلت میں سوئے ہوئے جاگ اٹھے تھے اور تاریکی چھٹ گئی تھی۔

مصر میں جو خدمت محمد علی پاشا انجام دے رہے تھے شام میں وہی خدمت امیر بشیر شہابی انجام دے رہے تھے جہاں ان کی مدد امریکی اور فرانسیسی عیسائی مبلغین مدرسے اور پریس بنا کر کتابیں تالیف کر کے' رسائل جاری کر کے' اداکاری سکھا کر' کر رہے تھے اور ان تمام کوششوں میں وہ عربی زبان کو استعمال کرتے اور اسے ترقی دے رہے تھے اس طرح ان کے اداروں سے اہل شام کی ایک بڑی جماعت انشاء پردازی' شاعری' صحافت نگاری اور ترجمہ کرنے میں مہارت حاصل کر گئی پھر یہ دونوں علاقے دوش بدوش کھڑے ہو کر عربی زبان اور علوم عربیہ کے احیاء کی کوششیں کرتے رہے' چنانچہ سائنسی علوم کی بہت سی کتابیں ترجمہ ہوئیں عربی تالیفات شائع

ہوئیں اور عربی زبان میں زندگی کی لہر دوڑ گئی لیکن ابھی تک لسانیات و ادب کا معاملہ کس مپرسی کی حالت میں تھا اس لئے کہ امیر کبیر صرف انہی علوم کی طرف توجہ دے رہا تھا جن کی اسے ضرورت تھی مثلاً حربی، طبی، صنعتی اور ریاضی علوم، ان علوم کے اظہار کے لئے وہ عامیانہ زبان اور اصطلاحی اسلوب ہی پر قناعت کرتا تھا زبان کی صحت کی طرف کوئی توجہ نہ تھی یہی وجہ ہے کہ امیر اور اس کے جانشینوں کے عہد میں دفاتر کی زبان ترکی اور عربی زبانوں کا دھندلا سا مرکب بنی ہوئی تھی۔

اس کے باوجود عربی زبان اپنے مددگاروں سے محروم نہ ہوئی تھی اس کے پاس شیخ حسن عطار، پطرس کرامہ، سید علی درویش، رفاعہ بک طھطاوی جیسے علماء و ادباء موجود تھے جو عربی زبان کی سالمیت اور اس کی جدت بیانی کے لئے کوشاں رہے۔

یہ مبارک تحریک آہستہ آہستہ پروان چڑھتی رہی حتی کہ سعید اور عباس حکمران بنے اور یہ تحریک ماند پڑ گئی کیونکہ یہ دونوں امیر تعلیم و تعلم سے ناآشنا تھے رغبت نہیں رکھتے تھے۔

لیکن جب 1863ء میں اسماعیل پاشا خدیویہ تخت نشیں ہوا تو اس نے نہ صرف بند ہونے والے مدارس کھولے بلکہ ان میں اضافہ بھی کیا اور اس نے ادبی علوم، فن تعمیر، طب اور جنگی تحقیق کے لئے مختلف نئے مدارس کھولے، اور دوبارہ وفود کو یورپ بھیجنا شروع کیا اس نے تعلیم کا باقاعدہ محکمہ بنایا اور تعلیمی معاملات اس کے سپرد کئے اس نے مکتبہ خدیویہ بنایا اور اساتذہ کی ٹریننگ کے لیے ادارہ بنایا اور مؤلفین کے لئے ہاتھ کشادہ کر لیا، جب ملک میں ان کا دور دورہ ہوا تو دیگر ممالک کے لوگ تجارتی اور سیاسی تعلقات قائم کرنے کے لئے آئے جن میں ادباء اور علماء بھی تھے ان لوگوں کا مصریوں سے اختلاط، چھاپہ خانوں کی کثرت، مدارس کی فراوانی، صحافت کی توسیع، ڈراموں کی اداکاری، علوم کے تراجم، ادبی مجالس، علمی اکادمیوں کا قیام، غیر ملکی زبانوں کی تعلیم، یورپی تہذیب و تمدن کی آمد اور شخصی آزادی یہ تمام وہ اسباب ہیں جنہوں نے طبیعتوں کو افکار و علوم سے مالا مال کیا، زبان کو ترقی دی اور علوم و آداب کو زندگی بخشی

پھر 1882ء میں مصر پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا ایسے دکھائی دیتا تھا کہ ہر چیز بلند ہونا چاہتی ہے اور ترقی کرنے کی طرف مائل تھی کہ جلتی آگ پر پانی ڈال دیا گیا ہو یا پانی کی تیز روانی کے سامنے بند باندھ دیا گیا ہو، اسماعیل پاشا کے دور کے آخر تک وسیع علمی تحریک پھیلی ہوئی تھی مدارس بڑی تعداد میں موجود تھے ذریعہ تعلیم عربی زبان تھی اور یہی تصنیف و تالیف کی زبان تھی۔ لیکن جب انگریزوں کا تسلط ہوا تو انہوں نے ترقی کے راستے بند کر دیئے، تعلیم کی کایا پلٹ

دی، بیرونی ممالک میں تعلیمی وفود بھیجنے بند کر دیئے مختلف زبانیں سکھانے والے ادارے ختم کر دیئے مفت تعلیم دینے کا سلسلہ بند کر دیا اور عربی زبان کو بے کسی کے عالم میں مرنے کے لئے چھوڑ دیا اور انہوں نے ملکی تعلیم انگریزی زبان میں کر دی اور پھر تعلیم کا مقصد یہ کر دیا کہ وہ حکومت کے لئے کلرک پیدا کرے نہ کہ قوم کے لئے افراد تیار کرے۔

لیکن مصری قوم اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی قوت رکھتی ہے وہ اپنی مدد آپ کرنے کے اصول کو جانتی ہے لہٰذا وہ اس دور میں جبکہ دنیا ترقی کر رہی ہے پیچھے رہنے کے لئے تیار نہ ہوئی چنانچہ مصری باشندے اپنے ملک میں اپنی زبان کو غالب کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، انہوں نے اپنے بچوں کی تعلیم کا خود بندوبست کر لیا، اس طرح عربی زبان پھر مدارس میں لوٹ آئی۔ طلبہ کی جماعتیں پھر یورپ جانے لگیں، قومی اور شاہی مدارس کی کثرت ہو گئی، 1919ء میں قوم نے انگریزوں کے تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے لئے کامیاب بغاوت کر دی جس کی گونج تمام عالم عرب میں پھیل گئی اس طرح بیداری میں جو رہی سہی کسر باقی تھی وہ بھی پوری ہو گئی، مجبور و مقہور عوام نے آزادی حکومت، آزادی کلام، آزادی فکر اور آزادی عقیدہ کا مطالبہ کر دیا حتی کہ 1922ء میں ملنے والے آئین کی رو سے مصر کو اس سلسلہ میں بڑی کامیابی حاصل ہو گئی، اس طرح عراق کو بھی آئین اور آزادی حاصل ہو گئی اور شام، لبنان و فلسطین اور بلاد مغرب بھی اس راستے کو طے کرنے میں کوشاں ہیں اور اس طویل تاریک رات کے بعد روشن صبح کے منتظر ہیں۔

واذ ارایت من الهلال نموہ، ایقنت ان سیصیر بدرا کاملا

جب میں ہلال کے بڑھنے کو دیکھتا ہوں تو مجھے یقین آ جاتا ہے کہ وہ بدر کامل بھی بنے گا۔

تاہم مصر نے کافی حد تک آزادی حاصل کر لی ہے جو معاہدہ 1932ء کے دستور کے تحت ہے۔

پھر آزادی و خود مختاری کی تحریکیں مسلسل جاری ہو گئیں حتی کہ اس نے 1936ء کے معاہدہ کے تحت آزادی کی ایک قسط وصول کر لی ہے جب 1945ء میں دوسری عالمی جنگ شروع ہوئی تو مصر نے انگریزوں سے اس معاہدہ کی تجدید کا مطالبہ کر دیا تو مصر اور برطانیہ کی حکومتوں کے مابین طویل مذاکرات ہوئے لیکن اتفاق رائے نہ ہو سکا، کیونکہ مصر چاہتا تھا کہ اس نئے معاہدہ کے تحت مصر اور سوڈان کو ایک مملکت قرار دیا جائے یعنی سوڈان مصر کی عملداری میں دیا جائے جبکہ برطانیہ اسے پہلی بنیادوں پر ہی رکھنا چاہتا تھا چنانچہ مصر نے یہ مسئلہ اقوام متحدہ کے فورم پر پیش کر

دیا جب اس کا فیصلہ امریکہ میں سلامتی کونسل کے سامنے پیش ہوا اور اس نے حکومت کے سامنے رکھا تو ان دنوں مرحوم محمود فہمی نقراش نے دلائل سے باطل کی زبان خاموش کرادی اور جاندار دلائل سے انگریزوں کے دعووں کو جھوٹا ثابت کیا لیکن استعماری طاقتوں نے معاملے کو لٹکا دیا لہٰذا اس کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا لیکن جب 23 جولائی 1952ء کو ریٹائرڈ فوجیوں کی قیادت میں مصری فوج نے زبردست انقلاب برپا کر دیا اور زبردست تباہی اور توڑ پھوڑ کی اور شہروں کو برطانیہ کے ظلم و ستم سے' حکومت کی شرانگیزیوں سے ملک کو پاک کر دیا اور علیحدگی کی تحریک پیش ہوئی تو اس نے جمہوریت کا اعلان کر دیا اور ملکی حد بند کر دی تو برطانیہ کو وہاں سے دست بردار ہونا پڑا پھر مصر اور سوڈان کی حکومتوں نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ سوڈان اگر الگ مملکت قائم کرنا چاہتا ہے تو اسے مکمل اختیار ہے اور اگر مصر کے ساتھ متحد ہو کر چلنا چاہتا ہے تو تب بھی اسے اختیار ہے تاہم سوڈان نے آزادی کا مطالبہ کر دیا اور جمہوریت کا اعلان کر دیا۔

پھر فروری 1958ء میں مصر اور شام میں مکمل اتحاد ہو گیا اور اسے متحدہ جمہوریہ عرب کا نام دیا گیا اسی طرح لبنان بھی مکمل آزاد ہو گیا اور اس نے حکومت کو جمہوری طرز پر استوار کر لیا 14 جولائی 1958ء کو عراق نے اس کی ملکیت پر قبضہ کر کے جمہوریت کا اعلان کر دیا فلسطین' الجزائر' جنوبی جزیرہ عربیہ ابھی تک آزادی کی منزل حاصل نہیں کر سکے اور وہ بھی تاریک رات کے بعد روشن صبح کے منتظر ہیں۔

پہلی فصل

اس دور کے آغاز میں سلف کی کتابوں میں سے دو کتابیں مروج تھیں اور دونوں ہی انشاء میں جداگانہ طرز کی حامل تھیں ان میں سے ایک مقامات حریری اور دوسری مقدمہ ابن خلدون' پہلی کتاب تو مصنوعی اسلوب اور ظاہری رونق و ٹیپ ٹاپ والی تھی اور دوسری پر معنی اور محکم فطری اسلوب کی ترجمانی کر رہی تھی' لیکن عام لوگ وقت صنعت اور عوامی مقبولیت کی وجہ سے مقامات کے اسلوب کے گرویدہ تھے کیونکہ عقلیں ابھی بحث و تحقیق سے گریزاں اور طبیعتیں جدت طرازی سے نابلد تھیں خاص لوگ ابن خلدون کے انداز تحریر کو ترجیح دے رہے تھے کیونکہ وہ طبیعت اور مزاج سے ہم آہنگ نیز مغربی اسلوب سے مشابہت اور مزاج زمانہ سے مطابقت رکھتی تھی' پھر تنقید متواتر اسے اٹھاتی بڑھاتی اور گراتی مٹاتی رہی حتی کہ مویلحی کی کتاب عیسیٰ بن ہشام کے آخری صفحہ پر آ کر قاضی فاضل کا قلم ٹوٹ گیا اب جو بھی اس کے بعد لکھے گا اس کا قلم شکستہ

ہو گا۔

تاہم قلموں نے مقامات اور اس جیسی تحریروں کے طرز تحریر سے آزادی حاصل کرنے کے بعد ابن خلدون کی تقلید پر بھی اکتفا نہ کیا بلکہ وہ جاحظ' ابن مقفع اور حضرت امام علیؓ کے اسلوب تک پہنچے پھر جب انشاء پرداز یورپی ادب سے واقف ہوئے تو ان کا میلان دقیق' متین اور آسان اسلوب کی طرف ہونے لگا اور اب انشاء عوامی مقاصد کے لئے ہوتی اور لفظ اور معنی مساوی چلتے' سجع اور اطناب فقط ضرورت کے وقت ہی استعمال کئے جاتے۔

پھر اس جدید دور میں نئے نئے اسلوب سامنے آئے حتی کہ ادباء' فقہاء' وکلاء اور صحافیوں میں سے ہر ایک کا الگ اسلوب ہو گیا ہر ایک کا مقصد جدا ہو گیا' انہوں نے قانون' سیاست اور اجتماع پر لکھا' اور وہ یورپ کی زبانوں سے ترجمہ شدہ ناول' افسانے اور ڈراموں کے اسالیب اپنانے لگے۔

مختصر یہ کہ اس دور کی انشاء پردازی کی تحریک ایک ترقی پذیر اور پر امید مستقبل کی نوید سنا رہی ہے اور اس نثر نگاری کے بڑھتے ہوئے زور نے شاعری اور اکثر شعراء کے تذکروں کو دبا ہی دیا ہے۔

اس میں کوئی حرج نہیں کہ ہم ان پست ہمت انشاء پردازوں کے اس طبقہ کی طرف بھی اشارہ کرتے چلیں جو اپنی کمزور سلیقہ شعاری اور فصاحت و بلاغت کے میدان میں کم واقفیت کی بناء پر فصیح انشاء پردازی نہ کر سکے تو انہوں نے عامیانہ اسلوب اختیار کر کے عامیانہ زبان لکھنا شروع کر دی جس کا نام انہوں "جدید اسلوب" رکھ لیا اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دینے لگے' ان مصنوعی بناوٹی اور جعلی انشاء پردازوں کی کوئی ایسی رائے اور سوچ نہیں جسے ہم قابل احترام سمجھتے ہوں اور نہ ہی ان کا نچاتلا طرز نگارش ہے جس کی ہم مدد کر سکیں یا اس پر بحث و تنقید کر سکتے ہوں کیونکہ وہ عجمی انداز میں سوچتے ہیں اور اسی اسلوب میں لکھتے ہیں صرف انہوں نے اپنے اس عجمی اسلوب کو عربی الفاظ کا لبادہ پہنایا ہے جس میں ہر قسم کی خامیاں اور کمزوریاں اور سطحیت ہوتی ہے اس طبقہ کے متعلق ہم بلا تبصرہ و تفصیلات اتنا ہی لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔

خطابت (فن تقریر)

اس دور کے آغاز میں خطابت کا وہی حال تھا جو عباسی دور کے آخر میں تھا یعنی یہ جامع مسجدوں اور عبادت گاہوں سے آگے نہ بڑھ سکی' یا صرف ایک جاہل طبقہ تھا وہ بھی فقط قصے

کہانیاں روایت کرتا تھا اور بس۔ لیکن جب عربی زبان کی تحریک اٹھی اور انقلاب برپا ہوا تو خطابت سیاسی لیڈروں کی زبانوں کی رونق بنی' ان میں مشہور ترین سید عبداللہ ندیم اور شیخ محمد عبدہ ہیں' پھر بہت سے واعظ اور ادیب بھی اس طرز پہ نکلے پھر تو اخلاقی' دینی' اجتماعی اور سیاسی موضوعات پر تقریروں کے لئے ہفتہ وار مجالس منعقد ہونے لگیں لیکن اس فن کی دیرینہ بیماری کا ازالہ مشہور وطن پرور لیڈر مصطفیٰ پاشا کامل کے عہد میں ہوا ان کی تمام جدوجہد میں ان کا سب سے کارگر ہتھیار فن خطابت تھا' فن خطابت ہی ملک کو بیدار کرنے' آزادی کی جدوجہد میں جان ڈالنے اور وطنی تحریک کو تقویت دینے میں خطابت ان سب کی سب سے بڑی مددگار ہوئی' پھر ہمارے نوجوانوں خصوصاً وکیلوں کے طبقہ نے اس طرف توجہ کی ان میں سے ایک اچھی خاصی جماعت نے فن خطابت میں کمال حاصل کر لیا ہمیں امید ہے کہ ہمارے اس تیز رفتار ترقی کے جدید آئینی حکومت کے دور میں فن خطابت کو ترقی کے بڑے مواقع ملیں گے' سیاسی آزادی' مخالف پارٹیوں کے باہمی مقابلے' پارلیمانی بحثیں وہ قوی محرکات ہیں جو خطابت کو نہایت بلند مقام پر پہنچا دیں گے۔ اور اگر یہ محرکات و اسباب نہ ہوتے تو نہ یونان میں ڈیمستھین کا وجود ہوتا' نہ روم میں شیشرون کا اور نہ عرب میں حضرت علی کا

شاعری:۔

علوی امراء نے جس طرح دیگر علوم کی آبیاری کی ویسے انہوں نے ادب کی ترقی پر توجہ نہ دی چنانچہ شاعری' باوجود کم ہونے کے' زمانہ ماضی کی تقلید کی قیدی اور صنعت کی تابع رہی پھر خدیویہ اسماعیل کے دور میں اسے بھی عوامی بیداری کی تحریک سے کچھ معمولی سا حصہ ملا' چنانچہ اس کے مقرب شعراء اور مصاحبین میں سے سید ابو علی نصر اور شیخ علی لیثی جیسے احباب نے فضا میں شاعری کی گونج پیدا کی

اب ہمارے موجودہ دور میں شاعری کا رخ تیز رفتاری سے خود مختاری اور آزادی کی طرف پھر گیا ہے' اور یورپی تہذیب و تمدن کی اثر اندازی غیر ملکی زبانوں کی تعلیم نیز علمی تحریکوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے شاعری جدید طرز اختیار کر رہی ہے' چنانچہ شاعر حضرات اب لفظی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ معنوی صحت و متانت کی طرف بھی توجہ دے رہے ہیں وہ دلو میں گھر کر کے ان کا تجزیہ کرنے' اشخاص کی تحلیل' اشیاء کی تعلیل اور فطرت سے ہم کلام ہونے میں کوشاں ہیں' ان کی اکثریت قدیم اسالیب سے الگ ہو چکی ہے چنانچہ اب ان کے قصیدہ کی ابتدا

خارج از موضوع مثلاً تغزل اور تشبیب وغیرہ سے نہیں ہوتی' پھر اس سے جان چھڑا کر اصل قصیدہ کی طرف آنا پڑتا تھا اب وہ پورے قصیدہ کو ایک جاندار ہستی خیال کرتے ہیں جس کا ایک معین مقصد ہوتا ہے جس کے تمام اجزاء ایک دوسرے سے ملحق ہوتے ہیں ماحول کی تبدیلی اور حالات کے مختلف ہونے کی وجہ سے اب شعراء نے قدیم موضوعات کو ترک کر دیا مثلاً مدح' حماسہ' ہجو اور آوارگی اور ان کی جگہ عوامی ضرورت کے موضوع کو ترجیح دیتے ہیں مثلاً گزشتہ مجد و سروری کا مرثیہ' موجودہ نقائص پر تنقید' خود مختاری و آزادی کا مطالبہ وغیرہ اگرچہ اب بھی کچھ شعراء ایسے ہیں جو اسلاف کی قبریں اکھاڑ کر مردوں کا کفن اتارنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے اسلوب کو اپناتے ہیں یا مجاز و تشبیہ کے ضمن میں ان کی تعبیرات کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ اب دنیا بدل چکی ہے اور اس کے تقاضے بھی بدل چکے ہیں۔

بہر حال ایسے حضرات کو تنقید کی زبان اور عوامی نفرت ہی راہ راست پر لانے کے لئے مجبور کر سکے گی ہمیں یہ بتاتے ہوئے انتہائی دکھ اور صدمہ ہوتا ہے کہ آج شعراء پر جمود طاری ہے اور ذہن پراگندہ ہیں اور ان کی طبیعت میں جولانی ختم ہو گئی ہے حالانکہ شعر کے لئے اس وقت وافر موضوعات ہیں جبکہ اس کے برعکس قوم کے شعور اور احسات کی آگ بھڑک رہی ہے اور ان کی سوچیں انقلاب انگیز ہیں' اور وہ اپنی خود مختاری اور آزادی کے لئے اپنے خون اور مال کے ساتھ جہاد کر رہی ہے' جبکہ شاعری قوم کی دیواروں کے سائے میں بیٹھی جمائیاں لے رہی ہے اور لشکر کو موسیقی کے نغموں سے خالی چھوڑ کر سورج کی دھوپ سے لطف اندوز ہو رہی ہے صرف امیر الشراء شوقی اور ایک بلبل نیل حافظ ہے جو کبھی کبھار اپنے سریلے نغموں سے دلوں کی کدرتوں کو دور کرتے ہیں اور مردہ دلوں کو زندگی بخشتے ہیں لیکن 1932ء میں جب حافظ اور شوقی کا انتقال ہو گیا وہ دونوں آخری دور کی شاعری کے دو ممتاز نام ہیں تو ان کی جگہ پر کرنے کے لئے نوجوان شعراء مقابلہ بازی کرنے لگے شاعری میں گرم بازاری پیدا ہوئی' اور اب شاعروں کے نغموں سے فضا میں چہل پہل ہو رہی ہے اخباروں اور رسالوں میں اب شاعری چہکنے لگی ہے لیکن ابھی ان نرم و نازک آوازوں نے کانوں کو معمور نہیں کیا اور نہ ہی وحشت ختم کی ہے شام میں بھی اب بلند پایہ شعراء اور قیادت کے آثار نظر آنے لگے ہیں لیکن فاصلے کی دوری قومی آواز کو بھی دبا دیتی ہے اور پھر ستر جدو جہد کی پوری آواز پہنچانے میں حائل ہو جاتا ہے بہر حال زمانہ ہی بہتر نقاد ہے کھرے اور کھوٹے کو الگ کر کے صرف خالص اور حق چیز کو باقی رکھتا ہے وہی ان کوششوں پر فناء یا دوام کی مہر لگا کر فیصلہ ثبت کرے گا۔

ڈرامہ اور افسانہ نویسی:۔

اس فن کے متعلق عربوں کی جدوجہد اور کاوشوں کے متعلق پیچھے ہم ذکر کر آئے ہیں اس سلسلہ میں ہم نے بتایا کہ اس باب میں بھی عربوں کی کوتاہی کے وہی اسباب ہیں جو طویل داستانوں کو شاعری میں نہ لانے کے ہیں' تاہم جب اس جدید انقلاب کی پہلی جماعت تیار ہوئی تو جہاں یورپ کا اور بہت سا ادب منگوایا گیا وہاں عرب کا داستان نویسی کا فن بھی آگیا' اس فن کو عربی میں لانے کی ابتدا شامیوں نے کی کیونکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے یورپین اقوام سے تعلق ناطے پیدا کر کے وہاں کے علوم کو حاصل کیا ان میں سے فرانسیسی مراش حلبی (متوفی 1883ء) سلیم بستانی (متوفی 1884ء) جرجی بک زیدان (متوفی 1914ء) قابل ذکر ہیں' پھر مصریوں نے بھی قصہ نویسی میں حصہ لیا لیکن وہ تعداد کے اعتبار سے بہت ہی کم ہیں جنہوں نے اس فن کا حق ادا کیا مثلاً پروفیسر محمد حسین ہیکل کی اپنی کہانی "زینب" ہے مقامات میں تو ان کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے' کیونکہ جدید ادب نے آکر لفظی صنعتوں کے لئے قطعاً کوئی جگہ نہ رہنے دی حریری کی تقلید میں جو آخری کوششیں سامنے آئیں ان میں شام کے ادیبوں شیخ نصیف یازجی اور نقولا الترک ہیں' مصریوں نے بھی اگرچہ اس طریقہ کو اپنایا لیکن انہوں نے قصہ کو لمبا اور موضوع کو متنوع بھی بنایا محمد بک مویلحی نے "حدیث عیسیٰ بن ہشام" اور حافظ بک ابراہیم نے "لیالی سَطِیح" میں کیا ہے اس میں انہوں نے طریقہ تو مقامات والا ہی رکھا ہے لیکن تفصیلات سے موضوع کو اس قدر طویل کر دیا ہے کہ وہ مقامہ اور ناول کے مابین ایک نئی چیز بن گئی ہے۔

یہ تو ہوا کہانی اور افسانہ نویسی کا حال' رہا ڈرامہ نویسی کا فن تو یہ فن عربوں میں بالکل ہی اجنبی رہا جیسے اسے کوئی جانتا ہی نہیں تھا حتی کہ یورپ کے سفروں اور ان کی داستانوں کے تراجم کے ذریعہ عربی ادب اس اس کی جان پہچان ہوئی' یورپ کے ادب کا مطالعہ کرنے والی ایک جماعت نے پوری تیاری کئے بغیر فقط نقالی اور تقلید کرتے ہوئے اس موضوع پر طبع آزمائی کرنا شروع کر دی لیکن اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اب مصری حکومت ڈرامہ نگاروں کو انعامات دے کر اور اداکاروں کی مدد کر کے اس فن کی ترقی کے لئے راہ ہموار کر رہی ہے' امید ہے کہ ان اقدامات سے دلی آرزو پوری ہو گی اور اسماعیل خدیو کا لگایا ہوا پودا بار آور ثابت ہو گا۔

دوسری فصل

مصر، شام، عراق اور مغرب میں جدید تحریک کے روح رواں

تحریک جدید کے مصری اراکین

اس دور کے وہ مصری ادیب جنہوں نے اپنی کوشش، لگن اور جدوجہد سے اس تحریک کو پروان چڑھایا مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ شیخ عبدالرحمن جبرو تی:۔

یہ اس تاریخ کی کتاب کے مصنف ہیں جو ان کے نام سے معروف ہے انہوں نے جامع ازہر میں اپنی تعلیم مکمل کی پھر جب مصر میں فرانسیسیوں کا قبضہ ہو گیا تو ان کی حکومت کے دفتر میں ملازمت اختیار کر لی بعد ازاں ملازمت چھوڑ کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے اور اپنی مشہور کتاب "عجائب الآثار فی التراجم والاخبار" لکھی وہ 1825ء میں فوت ہوئے۔

2۔ شیخ محمد مہدی:۔

شیخ جامع ازہر، رکن دیوان خصوصی، مصری عیسائی گھرانہ میں پیدا ہوئے، اسلام قبول کرنے کے بعد جامع ازہر میں تعلیم حاصل کی حتیٰ کہ وہاں کا سب سے بڑا عہدہ پایا ان کی تصنیف "کتاب تحفة المستيقظ الآنس فی نزہتہ المستنیم الناعس" لکھی جو الف لیلہ ولیلہ سے بہت ملتی جلتی ہے، وہ 1815ء میں فوت ہوئے۔

3۔ شیخ حسن عطار:۔

جو نثر اور نظم دونوں میں باکمال تھے قاہرہ میں پیدا ہوئے، ازہر میں تعلیم حاصل کی، پھر فرانسیسیوں کی ملازمت کی شام چلے گئے جس سے ان کی فہم و فراست اور علم میں مزید اضافہ ہوا پھر جامعہ ازہر میں استاذ مقرر ہوئے اور ترقی کرتے ہوئے شیخ ازہر کے عہدہ تک پہنچے 1833ء میں فوت ہوئے۔

4۔ سید علی درویش:۔

یہ امیر عباس اول کے شاعر تھے قاہرہ میں پیدا ہوئے اور اپنی شاعری کی وجہ سے عزت و احترام کی زندگی بسر کی ان کے ایک شاگرد نے ان کی تمام شاعری ایک دیوان میں جمع کر دی ہے' اور اس دیوان کا نام "الاشعار بحمید الأشعار" رکھا 1853ء میں فوت ہو گئے۔

5۔ شیخ شہاب الدین:۔

"یہ سفینۃ الملک" کے مولف ہیں مکہ میں پیدا ہوئے' حصول تعلیم کے لئے مصر جامعہ ازھر گئے ادب عربی میں کمال حاصل کیا' علم حساب' انجنیرنگ اور موسیقی سے بھی لگاؤ تھا پھر "اخبار الوقائع" کی تحریر میں مشغول ہو گئے اور مطبع بولاق کے عملہ میں مل کر تصحیح کا کام کیا 1857ء میں انتقال فرمایا

6۔ رفاعہ بک طہطاوی:۔

رکن نهضته العلميه اور مدرسہ تجہیزیہ کے مدیر تھے۔ اخبار الوقائع المصریہ کے ایڈیٹر رہے طہطا میں پیدا ہوئے ازہر میں تعلیم حاصل کی محمد علی پاشا نے فرانس میں جو تعلیمی وفد بھیجا تھا اس میں یہ بھی شامل تھے وہاں تعلیم مکمل کی واپسی پر ایڈیٹنگ' ترجمہ' تالیف اور درس و تدریس میں مصروف رہے' 1873ء میں فوت ہوئے۔

7۔ شاعر محمود صنوت ساعاتی:۔

قاہرہ میں پیدا ہوئے وہیں 1880ء میں انتقال ہوا یہ بلند پایہ شاعر تھے۔

8۔ شیخ عبد الهادی نجا ابیاری:۔

پیدائشی شاعر' مستند لغوی اور ذہین مصنف تھے ابیار میں پیدا ہوئے' ازہر میں علم حاصل کیا' اسماعیل پاشا کی خدمت میں پہنچے جس نے انھیں امام اور مفتی بنا لیا 1888ء میں وفات پائی۔

9۔ علامہ شیخ حسین مرصفی:۔

استاذ الاساتذہ' عمدۃ المؤلفین' الوسیلۃ الادبیہ فی العلوم العربیہ' کے مصنف تھے ازہر سے فارغ ہوئے وہیں استاذ مقرر ہوئے اللہ تعالے نے نابیناؤں کو جو ذکاوت حس بخشی ہے وہ انہیں بھی عطا ہوئی تھی 1889ء میں فوت ہوئے۔

10۔ شاعروادیب عبداللہ پاشا فکری:۔

اسماعیل پاشا کے عہد حکومت میں ڈائریکٹر تعلیمات تھے "الفصول الفکریہ للمکاتب المصریہ" کے مؤلف تھے 1889ء میں انتقال ہوا

11۔ مصلح' علی مبارک پاشا:۔

مدارس مصریہ کے منتظم' خدیویہ لائبریری کے انچارج' "الخطط التوفیقیہ اور قصنہ علم الدین" کے مصنف تھے یہ بہت سے علوم سے واقف تھے' اور محمد علی پاشا سے لے کر عہد توفیق تک بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے 1893ء میں فوت ہوئے۔

12۔ سید عبداللہ ندیم:۔

بلند پایہ ادیب' انقلابی خطیب' تنقیدی اور مزاحیہ صحافت نگاری کے پیشوا اور سیاسی و ادبی مجالس کی روح تھے' اسکندریہ میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی پھر حزب عرابی میں شامل ہو گئے اور اپنی زبان اور قلم سے اس کی مدد کرتے رہے' چنانچہ ان کے لئے جلاوطنی کے احکام جاری کر دیئے گئے لیکن پھر معاف کر دیا گیا وو ڈرامے لکھے اور خود ہی انھیں پیش بھی کیا کچھ عرصہ بعد "التنکیت والتبکیت" جاری کیا پھر "الطائف" اور پھر "الاستاذ" جاری کیا ان کی شاعری کا انتخاب "سلافتہ الندیم فی منتخبات السید عبد اللہ ندیم" کے نام سے شائع ہو گیا ہے 1896ء میں انتقال ہوا

13۔ ماہر مترجم محمد عثمان بن جلال:۔

جنہوں نے "العیون الیواقظ" میں لاوونٹن کی امثال کا ترجمہ کیا ہے نیز عامیانہ زبان

ژوف' بول اور ورجینی کا ترجمہ کیا نیز "السیاحتہ الخدیویہ فی الاقالیم المصریہ" تالیف کی' 1898ء میں انتقال ہوا

14۔ سیدہ فاضلہ عائشہ تیموریہ:۔

جس نے عربی و ترکی شاعری میں کمال حاصل کیا ان دونوں زبانوں میں دیوان لکھے علاوہ ازیں اس کی ادب میں ایک کتاب "نتائج الاحوال" ہے 1840ء میں مصر میں پیدا ہوئی اور وہیں 1902ء میں فوت ہوئی۔

15۔ قاسم بک امین:۔

ماہر اجتماعیات مفکر انشاء پرواز' قاسم بک امین' جو مصری عورت کو آزادی سے ہم کنار کرانے والا اور اجتماعی اصلاح کا علمبردار ہے' "تحریر المراۃ اور المراۃ الجدیدہ" کا مصنف' عورتوں کی ترقی کی تحریک میں اس نے جو نمایاں کردار ادا کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے 1908ء میں فوت ہوا

16۔ مصطفیٰ کمال پاشا:۔

بے باک مقرر' تجربہ کار سیاستدان وطن سے سچی محبت رکھنے والا' صحافی مصطفیٰ کمال پاشا' جس نے مصری وطنیت کی روح کو بیدار کیا قومی صحافت نگاری کی داغ بیل ڈالی اور سیاسی جہاد کرتے ہوئے 1908ء میں اپنی جان دے دی

17۔ فقیہہ' محقق' ماہر مترجم' فتحی پاشا زغلول:۔

جو قانون مدنیت (سول لاء) کے شارح' کتاب الحاماۃ کے مصنف' گوستاف لوبون کے مترجم' اور القوانین المصریہ کے مؤلف ہیں 1914ء میں انتقال ہوا

18۔ سعد پاشا زغلول:۔

نابغہ روزگار' تجربہ کار وکیل باکمال اصولی خطیب' خوش مقال' بلند پایہ انشاء پرواز' منجھا ہوا سیاستدان' سعد پاشا زغلول جو سیاسی تحریک کا قائد' مصری انقلاب کا ہیرو' اور پورے مشرق

میں وطنیت کی علامت تھا' 1927ء میں انتقال ہوا

19۔ احمد پاشا تیمور:۔

کامل لغت دان محقق تاریخ نگار' احمد پاشا تیمور' جو "الخزانته تیموریه اور قاموس اللغته العامیه" کے مؤلف تھے نیز تاریخ و لغت میں متعدد اور دیگر بلند پایہ تصانیف اور مفید مقالات لکھے' 1930ء میں انتقال ہوا

20۔ محمد بک مویلحی:۔

بلند پایہ ادیب تجربہ کار نقاد' محمد بک مویلحی جو "حدیث عیسی بن ہشام" کے مؤلف ہیں 1930ء میں انتقال ہوا

21۔ احمد زکی:۔

وسیع الاطلاع ادیب' نابغہ روزگار' احمد زکی' جو "الخزانته الزکیه" کا مصنف' عربی تالیفات کو زندگی دینے والا اور اسلامی ثقافت کو پھیلانے والا ہے 1934ء میں وفات پائی۔

جدید تحریک کے شامی اراکین

اس دور کے وہ شامی ادباء جنہوں نے اس تحریک میں جان ڈالی وہ یہ ہیں۔

1۔ معلم' شاعر' بطرس' کرامه حمصی:۔

یہ امیر بشیر شہابی کا مداح شاعر اور اس کے بیٹے کا استاذ اور ان کا بااعتماد آدمی تھا اس کی شاعری کے تین مجموعے ہیں جن میں سے صرف ایک دیوان شائع ہوا ہے 1817ء میں انتقال ہوا

2۔ فلسفی شاعر' فرنسیس مراش حلبی:۔

سب سے قدیم شخص جدت پسندی اور تجدید کی اولین دعوت دینے والا ہے متعدد علمی کتابوں کا مؤلف ہے 1883ء میں نابینا ہو کر وفات پائی۔

3۔ انشاء پرداز ' صحافی ' ادیب ' اسحٰق:۔

عہد توفیق میں محکمہ تعلیم مصر کے شعبہ انشاء کا ڈائریکٹر تھا دمشق میں پیدا ہوا ' وہیں تعلیم حاصل کی پھر مصر آگیا وہاں جمال الدین افغانی سے ملاقات کی پھر جدید ادبی تحریک میں نمایاں مقام پیدا کیا 1885ء میں انتقال ہوا

4۔ عبدالرحمٰن کواکبی:۔

اجتماعی مصلح ' سیاسی ادیب ' شیخ عبدالرحمن کواکبی جو "طبائع الاستبداد اور ام القریٰ" کے مولف ہیں بیشتر ممالک اسلامیہ کا سفر کیا پھر مصر میں رہائش پذیر ہو گئے وہاں 1902ء میں فوت ہوئے۔

5۔ جمیل المدور:۔

• بلند پایہ ادیب "حضارة الاسلام من دار السلام" کے مصنف ' جمیل المدور بیروت میں پیدا ہوئے اور وہیں 1907ء میں انتقال کیا

6۔ شیخ نجیب حداد:۔

بہت بڑا ادیب ' تجربہ کار فنکار ' بہترین مترجم شیخ نجیب حداد بہت زیادہ ڈرامے لکھنے اور ترجمہ کرنے میں امتیازی حیثیت کا مالک تھا ' عالم شباب میں 1899ء میں انتقال کر گیا

7۔ شیخ طاہر الجزائری:۔

مستند اور قابل اعتماد مورخ شیخ طاہر الجزائری دمشق کا عالم اور ادیب تھا ' 1925ء میں انتقال کیا

8۔ جرجی بک زیدان:۔

مشہور مورخ ' باکمال صحافی بہترین ناول نگار جرجی بک زیدان ' الہلال کا ایڈیٹر ' تاریخ ' ادب ' لغت اور اجتماعیات کے موضوع پر متعدد قیمتی تصنیفات کرنے والا اور مشرق میں تاریخی

ناول نویسی کا امام ہے' 1924ء میں فوت ہوا

9۔ ڈاکٹر یعقوب صروف:۔

محقق فلسفی' جدت پسند صحافی ڈاکٹر یعقوب صروف' **المقتطف** کا ایڈیٹر اور جدید علوم کا داعی ہے 1927ء میں انتقال ہوا

جدید تحریک کے عراقی اراکین

عراق میں جن علماء اور ادیبوں نے جدید تحریک کو تقویت بخشی وہ یہ ہیں۔

1۔ شہاب الدین آلوسی:۔

آلوسی خانوادہ کے باکمال افراد میں مشہور علامہ فقیہہ شہاب الدین آلوسی ہیں جن کی مشہور تفسیر "**روح المعانی**" کے نام سے نو جلدوں پر مشتمل ہے انہوں نے 1854ء میں بغداد میں انتقال فرمایا

2۔ سید محمود شکری آلوسی:۔

علامہ شہاب الدین آلوسی کا پوتا سید محمود شکری آلوسی' عراق کا ادیب اور "**بلوغ الارب فی احوال العرب**" کا مصنف ہے 1923ء میں انتقال ہوا

3۔ عبدالغفار اخرس:۔

رقت انگیز شاعر عبدالغفار اخرس' 1973ء میں انتقال کیا

جدید تحریک کے مغربی اراکین

مغرب میں جن علماء و ادباء نے جدید تحریک کے لئے خصوصی خدمات سرانجام دیں وہ یہ ہیں۔

1۔ محمد بیرم:۔

عظیم مصلح اور سیاسی ادیب محمد بیرم جو "صفوة الاعتبار بمستودع الامصار" کے نام سے ایک سفرنامہ کا مصنف ہے یہ سفرنامہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے' یہ مصر آیا اور وہیں سکونت اختیار کرلی' یہاں اس نے "الاعلام" نامی اخبار نکالا' 1889ء میں فوت ہوا

2۔ عالم وزیر خیرالدین پاشا:۔

جو "اقوم المسالک فی معرفته احوال الممالک" کا مصنف ہے یہ اپنے موضوع پر بہترین تصنیف ہے' اس کی عمدہ صلاحیتوں کی وجہ سے اسے تیونس کی وزارت دی گئی اور آستانہ کی صدارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز کیا گیا اور 1890ء میں فوت ہوگیا

علاوہ ازیں کچھ ایسے بلند پایہ ادیب' شعراء اور علماء بھی ہیں جن کے متعلق شرح و بسط سے کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

انشاء پرداز

جمال الدین افغانی

وفات 1314ھ بمطابق 1897ء

حالات زندگی اور خدمات:۔

سید محمد جمال الدین بن سید صفتر افغانستان کے دارالحکومت کابل کے علاقہ اسد آباد میں شریف النسل گھرانہ میں پیدا ہوئے جو حضرت حسین ؓ سے نسبی تعلق کے علاوہ افغانی علاقوں پر گورنر بھی تھا' پھر اس نے ایسے ماحول میں تربیت پائی تھی جو غیرت' آزادی' خودداری' خود کفالتی میں دیہاتی ماحول کی خوبیاں رکھتا تھا آپ اپنی عمر کے آٹھویں برس میں تھے کہ آپ کے والد کابل منتقل ہو گئے جہاں اس بچے نے ابتدائی عربی' ادبی' شرعی اور عقلی علوم حاصل کئے جو اس وقت کے مروجہ نصاب کے مطابق تھے' پھر آپ نے اپنی زندگی کے مختلف سفروں کے دوران

عربی، اردو، فارسی، ترکی اور فرانسیسی زبان پر عبور حاصل کر لیا، انگریزی اور روسی زبانیں بھی کافی حد تک سیکھ لیں، پھر آپ نے ہندوستان، ایران، حجاز، مصر، ترکی، انگلینڈ اور روس کے مختلف سفر کیے اس سے آپ کو مختلف ملکوں کے حالات اور قوموں کے اخلاق کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

مرحوم چونکہ عظیم شخصیت کے مالک تھے اس لیے متواضع تھے، آزاد طبیعت تھے کیونکہ جری اور بہادر تھے، طبیعت میں بے نیازی تھی کیونکہ زاہد تھے اس لیے نہایت فیاض تھے قریشی ہونے کی بناء پر حد درجہ فصیح اللسان تھے، غیرت مند تھے کیونکہ حاکم خاندان سے تعلق رکھتے تھے تیز طبیعت ... تھے کیونکہ ذہین و فطین تھے مردانگی کی وجہ سے صاف گو اور حق پسند تھے، وہ خود کہا کرتے تھے ان صفات کے ہوتے ہوئے مجھے اطمینان قلب کے لیے مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں، وہ کہتے تھے الحمد للہ میں جس بات پہ یقین رکھتا ہوں کہہ دیتا ہوں اور جو کہہ دیتا ہوں اس پہ عمل کرتا ہوں، مذکورہ بالا امتیازات اور اوصاف کی بناء پر زمین ان کے لئے کشادہ ہو گئی اور فضا ان کے لئے وسیع ہو گئی حتی کہ ان کی عظیم ہمت نے انھیں اپنے گھر، بیوی بچوں اور خاندان کے بجائے پوری ملت اسلامیہ اور تمام عالم انسانی کی عزت و وقار کی طرف متوجہ کر دیا چنانچہ آپ کا مقصد اور مطمح نظر یہ بن گیا کہ عالم اسلام متحد ہو جائے تاکہ استعماری قوتوں کا خاتمہ ہو جائے اور ایک متحدہ آئینی حکومت قائم کر کے ظلم و استبداد کو جڑ سے اکھیڑ دیا جائے۔

وہ اس دعوت پر ایسے ہی یقین رکھتے تھے جیسے اللہ تعالے پر پختہ یقین تھا حتی کہ وہ اس راہ میں جیل کو ریاضت جلا وطنی کو سیاحت اور قتل کو شہادت سمجھتے تھے جو لوگ جمال الدین افغانی کی سیرت کا سرسری مطالعہ کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اس دعوت کے پھیلاؤ میں تحریری اور تقریری جدوجہد میں پوری تگ و دو نہیں کی، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بلاشبہ انہوں نے اس سلسلہ میں قوت فکر سے کام لیتے ہوئے امکانی حد تک پوری کوششیں اور تدبیریں اختیار کیں مگر اس وقت اسلامی حضرت اس حد تک پارہ پارہ ہو چکی تھی کہ انھیں اکٹھا کرنا بہت مشکل تھا، اور ظلم و استبداد اس قدر بڑھ چکا تھا کہ اسے شکست دینا آسان نہیں تھا۔

عالم شباب میں امیر افغانستان محمد اعظم خاں نے آپ کو وزیر بنا لیا، آپ نے اس کو آزادی پر مائل کیا اور شورائی نظام قائم کیا ان اصلاحی اقدامات سے انگریزوں کو خطرہ لاحق ہوا تو انہوں نے ان کے مخالفین کو روپیہ پیسہ دے کر ان کے خلاف بھڑکا دیا اور ملک میں انتشار پیدا کر دیا نتیجہ امیر کو جلا وطن کر دیا گیا جبکہ سید افغانی سکون قلب کی تلاش کے لئے اپنے ایک دوست

کے ہاں ہندوستان چلے گئے سرحد پر انگریزوں نے ان کا استقبال کیا اور مجبوراً انھیں حکومت کا مہمان ٹھہرایا آپ نے ان سے دو ماہ کے قیام کی اجازت لے لی لیکن انگریزوں نے لوگوں میں ان کی مقبولیت اور ان سے شدید والہانہ محبت کا منظر دیکھا تو انہوں نے مدت میں کمی کر کے سید افغانی کو فوراً ہندوستان سے نکل جانے کا حکم صادر فرمایا' لیکن آپ نے جاتے ہوئے جو کلمات کہے ان سے مردہ اعصاب میں جولانی پیدا ہو گئی آپ نے فرمایا

"اس ذات کی قسم جس نے حق کے غلبہ اور انصاف کے بھید کو نگاہوں سے اوجھل رکھا ہے اگر تمہاری یہ لاکھوں کی تعداد مکھیاں بن جائے تو صرف اپنی بھنبھناہٹ اور پھنکار سے ہی انگریزوں کو ہندوستان سے نکال باہر کرے اور اگر یہ کچھوے بن جائے اور برطانیہ کے جزیروں میں پہنچ جائے تو انھیں میدانوں میں بدل دے"

آستانہ میں وزیر اعظم نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا اور آپ کو نہایت عزت و احترام سے ٹھہرایا اور آپ کو مجلس معارف کا رکن منتخب کر لیا آپ نے تعلیم کے متعلق اپنی رائے دی اور صنعت کے متعلق بلیغ خطبہ دیا تو محکمہ تعلیم کے جاہل افسر اور گمراہ دیندار آپ کے مخالف ہو گئے اپنی ذاتی اغراض کی بدولت شیخ الاسلام نے آپ کے مخالف ریلی کی قیادت کی اور انہوں نے اس عظیم لیڈر پر طرح طرح کے الزامات لگائے' چغلیاں کھائیں اور سید افغانی کے خلاف مختلف قسم کے جال بچھائے چنانچہ سید افغانی مجبور ہو کر پھر قاہرہ چلے گئے۔

یہاں ریاض پاشا نے آپ کا نہایت شاندار استقبال کیا یہاں آپ کی تعلیمی' انتظامی اور انقلاب انگیز صلاحیتیں نکھر کر سامنے آئیں اور انہوں نے گھروں' ہوٹلوں اور قہوہ خانوں میں اپنی تند و تیز شعلہ بیانی سے اپنی مقدس تعلیم کے تابناک دیئے روشن کر دیئے۔

جس نے طالبین معرفت اور شائقین حکمت علماء ادباء سیاستدان اور قائدین کی نگاہیں کھول دیں پھر اس آزاد خیال پارٹی سے جسے انہوں نے اپنی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لئے بطور رہنما تیار بنایا تھا رکن افراد کو ہر محکمہ کے شعبہ میں جانچ پڑتال کے لئے تقسیم کر دیا محکمہ جنگ میں جانے والے افراد نے مصری کمانڈروں پر ظلم دیکھا تو انھیں جراکسی (ترکی) کمانڈروں سے مصری کمانڈروں کا حق دلانے کے لئے احتجاج کیا' اسی طرح قانون' مالیات اور ملازمین کے محکموں کی جماعتوں نے اپنے اپنے وزیروں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی کہ مصریوں کو دوسروں کے برابر کام اور ملازمت اور تنخواہ دی جائے جب حاکم طبقہ نے یہ قومی رپورٹیں پڑھیں اور ملازمین کا شور سنا اور تعلیمیافتہ احباب کی بے چینی دیکھی تو خدیوی توفیق نے علامہ کو

اپنے پاس بلا لیا' اور اس بارے میں اپنی گفتگو میں یہ بھی کہا

"اصلاح کا راستہ یہ ہے کہ قوم شورائی نظام کے ذریعے ملک کے نظم و نسق میں حصہ لے"

پھر جمال الدین افغانی نے اپنی تحریک کو پوری قوت سے چلانا شروع کر دیا تمام ادبی حلقہ ان کا ہمنوا بن گیا اور ہر طرف ان کی دعوت پھیل گئی حتی کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ آٹھ سال کے مسلسل جہاد کے بعد انگریز ان کے اثر و رسوخ سے قطعی تنگ آگیا اور انہوں نے خدیو کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ انہیں مصر سے نکال دے۔

پھر یہ شعلہ پیرس منتقل ہو گیا اور "العروۃ الوثقی" کی شکل میں اٹھارہ ماہ تک مشرقی ممالک کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوا' جیسے گھٹاٹوپ تاریکیوں میں روشنی کی کرنیں کام کرتی ہیں' حتی کہ اس نے سرکشوں کی تباہی و بربادی کا سامان کیا اور بحری ڈاکوؤں کے راز فاش کئے' شاہ ایران نے انہیں بلایا اور ان کو وزیر بنا لیا جب انہوں نے شورائی نظام کا مشورہ دیا شاہ ایران ان سے بد دل ہو گیا۔

پھر روس کے صدر نے انہیں بلایا اور ان کے مقاصد معلوم کئے جب انہوں نے شورائی نظام کی تجویز پیش کی تو وہ بھی آپ سے متنفر ہو گیا' پھر خاقان ترک نے آپ کو دعوت دی آپ نے جب اسے شورائی نظام کے ساتھ یہ تجویز بھی پیش کی کہ ملک کو دس حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ان پر عثمانی گورنروں کو تعینات کیا جائے' تو عبد الحمید نے بھی آنکھیں پھیر لیں' لیکن اس حکیم اور بہادر انسان کو نرم جواب دیا اور چار سال تک انہیں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنی رفاقت میں رکھا اور پوری کوشش کی کہ انہیں کوئی بلند منصب دے یا شادی کے بندھن میں باندھ کر قید کر دے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا' لیکن موت نے اس آزاد اور جرات مند بہادر کو پابند سلاسل کر دیا تاکہ ظلم و استبداد کی طاقتیں مقررہ میعاد تک اپنے منصوبوں پر کار فرما رہیں' آپ آستانہ میں سرطان کے مرض میں مبتلا ہوئے اور وہیں 9 مارچ 1897ء کو وفات پا گئے۔

ان کی نثر کا نمونہ:۔

جب انہیں پتہ چلا کہ ایک شخص نے عبد اللہ پاشا فکری کی موجودگی میں خدیو یہ کے سامنے ان کی مذمت کی اور وہ خاموش رہے اور ان کی طرف سے کوئی مدافعت نہ کی تو عبد اللہ پاشا

فکری کو اپنے عتاب نامہ میں لکھا

"......... آپ سے مجھے یہ توقع نہ تھی اور نہ ہی آپ کا ایسا طرز عمل کبھی دیکھا گیا ہے گو میرا دل آپ کے فضائل اور خوبیوں کا معترف ہے اور کمالات میں آپ گرامی قدر ہیں تاہم میری زبان میرے دل کا ساتھ نہیں دیتی کہ میں کیا کہوں بہر حال جو کچھ ہوا خدا تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے تاآنکہ آپ ببانگ دھل حق کا اعلان نہ کریں اور سچائی کو بلند نہ کریں شک و شبہ دور کرنے' باطل کو مٹانے اور شراور اھل شر کو رسوا کرنے کے لئے آپ شہادت کو ظاہر نہ کر دیں اور میرا خیال ہے کہ آپ ادائے فریضہ اور عدل کے قیام کی خاطر ایسا ضرور کر دیں گے۔

اب میں آپ کو سلام کہہ کر' دعائیں دیتے ہوئے لندن جا رہا ہوں اور وہاں سے پیرس پہنچوں گا' برادرم فاضل امین بک کو میرا سلام کہیئے گا' والسلام علیکم"۔

استاذ امام محمد عبدہ

ولادت 1266ھ وفات 1323ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

محمد عبدہ بن عبدہ بن حسن خیراللہ مصر کے شہر بحیرہ کے محلہ نصر میں پیدا ہوئے اور وہیں درمیانے طبقہ کے دیہاتیوں کی طرح تربیت پائی وہیں بستی میں قرآن مجید حفظ کیا پھر آپ کو جامع احمدی میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا وہاں سے آپ کو جامع ازھر میں داخلہ مل گیا۔ لیکن ابتدائی دور میں آپ کو بعض ان اساتذہ سے سابقہ پڑا جو بغیر سمجھے سمجھائے پڑھاتے تھے۔ جب آپ اکتا گئے تو جامعہ ازھر سے فرار ہو گئے پھر جب آپ لذت تعلیم سے آشنا ہوئے تو تعلیم کے میدان میں کڑواہٹوں کو بھی قبول کر لیا' اور پورے شوق اور انہماک سے حصول تعلیم میں مشغول ہو گئے حتی کہ تھوڑی مدت میں بہت زیادہ پڑھ لیا' لیکن اس عہد کے جامع ازھر کے نصاب تعلیم نے امام محمد عبدہ کی تشنگی کو ختم نہ کیا بلکہ وہ اس قابل نہ تھا کہ وہ امام عبدہ جیسے صائب الرائے مستحد قوی الحجہ' ساحر بیان' وسیع العلم' کریم الخلق اور صاحب بصیرت طالب علم تیار کرتا۔

در حقیقت اس ذہن کو تیار کرنے والے حکیم مشرق اور فیلسوف اسلام سید جمال الدین افغانی تھے جنہوں نے امام کو ان بلند خوبیوں سے آراستہ کیا اور انہوں نے ہی ان کے علوم کی تکمیل کروائی۔ یہ حکیم سید افغانی اسماعیل پاشا کے دور میں مصر آئے اور ذہین طلبہ کی ایک جماعت

کو تیار کیا جو بعد میں جدید تحریک کی داعی اور علم بردار بنی' امام محمد عبدہ نے سب سے زیادہ ان کی محبت سے فائدہ اٹھایا حتی کہ خود جمال الدین افغانی نے بھی جب وہ مصر چھوڑ کر جا رہے تھے تو ان کے متعلق کہا تھا "میں مصر میں شیخ محمد عبدہ کے علم کی بڑی دولت چھوڑ کر جا رہا ہوں"

جب سید جمال الدین مصر چھوڑ کر چلے گئے تو امام محمد عبدہ نے نئے سرے سے علوم میں غور و فکر شروع کیا اور دین کو براہ راست اس کے سرچشموں سے حاصل کرنے لگے' حتی کہ علوم نقلیہ' عقلیہ اور زبان دانی کے امام بن گئے اور 1294ھ کو آپ کو درجہ عالیہ کی سند مل گئی پھر آپ کو دار العلوم اور زباندانی کے مدرسہ میں ادب اور تاریخ کا استاذ منتخب کر لیا گیا' اس کے بعد آپ "**تحریر الوقائع الرسمیه**" اور "**اصلاح اللغته العربیه**" کے ایڈیٹر بنے۔

پھر قوم کے دلوں میں سید افغانی کی تعلیمات راسخ ہونے لگیں اور وہ دلوں کو اس پر برانگیختہ کرنے لگیں حتی کہ عرابی انقلاب رونما ہوا' اور استاد محمد عبدہ بھی اس تحریک کے حامی و مددگار تھے حتی کہ انہوں نے خدیویہ توفیق کی حکومت کے خلاف فتویٰ دے دیا جس کی پاداش میں انہیں جلا وطن کر دیا گیا' وہ شام چلے گئے چھ سال تک وہاں رہے اس عرصہ میں انہوں نے "نہج البلاغۃ اور مقامات بدیع" کی شروحات لکھیں' پھر وہ وہاں سے جمال الدین افغانی کے پاس پیرس چلے گئے انہوں نے وہاں مل کر "**العروۃ الوثقی**" کے نام سے ایک رسالہ نکالا' اور اس کے ذریعے وہ دین و علم اور ادب و اصلاح کی نشر و اشاعت کا کام کرنے لگے جس سے عالم اسلامی کے پاکیزہ دلوں کو بڑی خوشی حاصل ہوئی لیکن افسوس کہ یہ سلسلہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا' اور امام صاحب نے جو مغربی تہذیب و تمدن کے نمونے دیکھے تو انہیں ان کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کا شوق ہوا' اس کے لئے انہوں فرانسیسی زبان کو ذریعہ پایا لہذا انہوں نے چند مہینوں میں اس زبان کو بھی سیکھ لیا پھر عام معافی میں امام کو بھی معافی مل گئی۔

اب یہ پہلے کی نسبت روشن دل' وسیع علم اور پختہ عمر لے کر وطن واپس پلٹے اور آپ عدالت مرافعہ میں بطور مشیر مقرر ہو گئے اور جامع ازھر میں علم بیان اور تفسیر قرآن کی تدریس بھی شروع کر دی ان کے درس میں وکلاء' ادیب' صحافی اور ماہرین تعلیم بھی شامل ہوتے' پھر آپ کو منصب افتاء پر فائز کر دیا گیا پھر آپ وفات تک اس عہدہ پر فائز رہے' آپ اسکندریہ میں سرطان کے مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے اور قاہرہ میں مدفون ہوئے۔

ان کا حلیہ اور اخلاق:۔

استاذ محمد عبدہ کا درمیانہ قد' گندمی رنگ اور پختہ جسامت والے تھے' تیز نگاہ' بلیغ عبارت' خوش مقال' ذہین' زندہ دل اور قوی الحافظہ تھے' وہ خودداری' پاکیزگی عقل و دانش' دوربینی' عزم و ہمت' خوش خلقی' حق گوئی حتی کہ اپنی حالت اور ہیئت میں بھی وہ علامہ ابن خلدون سے مشابہت رکھتے تھے' تا آنکہ حق کی رضا جوئی اور بدعت سے جنگ کرنے میں ابن خلدون کی طرح انہوں نے عوام اور خواص کی دشمنی بھی مول لی تھی جیسا کہ ہر قوم میں مصلح لوگوں کے ساتھ یہی کچھ ہوتا ہے۔

زبان اور ادب پر ان کے اثرات:۔

ان کے عہد میں عربی زبان پر عجمیت چھائی ہوئی تھی اور وہ بوسیدہ اور بے جان ہو چکی تھی' انہوں نے اس کو عجمیوں کے تسلط سے نجات دلانے اور اسے اس کی اصل صورت میں زندہ کرنے کے لئے پوری کوشش کی آپ "جریدہ رسمیہ" کے ایڈیٹر تھے اخباروں رسالوں اور دفاتر کی زبانوں کو تنقیدی نگاہ سے پڑھتے تھے آپ نے مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا جس میں بھونڈے اسالیب اور غلط تراکیب پر تنقید ہوتی پھر ان غلط تحریروں کے تراشے لے کر نمونے دیئے جاتے پھر ان کے عیوب کی وضاحت کی جاتی پھر اس کو نئے سرے سے فصیح عربی زبان میں لکھا جاتا تاکہ لکھنے والوں کی اصلاح اور ٹریننگ ہو جائے' انہوں نے تدریس میں بھی ازہریوں کے طریقہ کو چھوڑ کر الگ اور جداگانہ طریقہ اختیار کیا' انہوں نے علوم بلاغت کے موضوع پر شیخ عبد القاہر جرجانی کی دو کتابیں اس انداز سے پڑھائیں کہ آپ نے کانوں اور دلوں کو گرویدہ کر لیا اور آپ زبان رسول کے ساتھ کتاب اللہ کی تفسیر کرتے تھے آپ کے درس کا انداز خطیبانہ ہوتا تھا جس میں زور بیان' استدلال کی قوت اور روانی ہوتی' جس میں نہ کہیں کوئی الجھن کی وجہ سے شاپ ہوتا اور نہ وقت کی پابندی ہوتی' طلبہ ان کے زور بیان سے بھی اسی طرح مستفید ہوتے جس طرح ان کے علمی افادہ سے متمتع ہوتے تھے انہی کی شخصیت عربی زبان کے نشر و احیاء میں پیش پیش تھی اور انہوں نے ہی جامع ازہر میں ادب پڑھانے کی روایت ایجاد کی۔ انہوں نے احیاء کتب عربیہ میں علامہ محمد محمود شنقیطی سے مدد لی اور تدریس ادب میں ہمارے استاذ سید بن علی مرصفی سے تعاون حاصل کیا۔

علم اور دین پر ان کے اثرات:۔

دین کے افق پر گمراہی اور بدعتوں کے بادل چھائے ہوئے تھے استاذ محمد عبدہ نے اپنے فکر و علم کا آفتاب طلوع کر کے باطل کی بدلیوں کو منتشر کر دیا اور حق کی بنیادوں کو از سر تو مضبوط کیا اور انہوں نے دیکھا کہ جدید علوم اور سائنس نے دین کے سامنے اپنا سر اٹھایا ہے لہٰذا وہ ان دونوں کے درمیان افہام و تفہیم کے لئے اسی طرح کھڑے ہو گئے جیسے اپنے زمانوں میں ابن سینا اور ابن رشد کھڑے ہو گئے تھے' وہ قرآن کی تفسیر کرنے کے لئے علوم جدیدہ' سائنس اور عقل کو بھی استعمال کرنے لگے' امام عبد القاہر کے طرز پر انہوں نے عقیدہ توحید پر ایک رسالہ لکھا جس سے ذہنوں سے عقیدہ کے متعلق ابہام دور کرنے لگے انہوں نے دیکھا کہ مسیحی مبلغین اور استعمار پسند طبقہ کی طرف سے اسلام پر جھوٹے الزام تراشے جا رہے ہیں' تو انہوں نے مسکت دلائل اور زور دار براھین سے ان الزامات کے جواب دیئے اور ان کے دلائل کو کمزور ثابت کیا اور ان کی کتاب "النصرانیہ والاسلام" اور حانوتو فرانسیسی کا رد' اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

مختصر یہ کہ امام محمد عبدہ ان نامور مجتہدین اور محقق علماء میں سے تھے جنہیں اللہ تعالے اپنے دین کی نصرت و حمایت کے لئے چن لیتا ہے جو تجدید دین کے فرائض سرانجام دیتے اور علمی بنیادیں مضبوط کرتے ہیں' اور وہ زمین سے فساد مٹاتے ہیں۔

ان کا اسلوب نگارش:۔

امام محمد عبدہ کا طرز نگارش مخصوص ہے جو نہایت دلپذیر ہے وہ باغ کے قطعہ کی طرح حسین ہے' آپ کو ان کا یہ اسلوب ان کے جوابات اور مقالات میں نظر آئے گا خطوط نویسی میں وہ ابن العمید کی طرز انشاء کو اپناتے ہیں کیونکہ اس میں بتکلف سجع بندی اور صنعت پسندی ہے لیکن تصنیف و تالیف میں ان کا انداز جاحظ جیسا ہے جس میں عبارت موضوع کے ساتھ ساتھ چلتی ہے فقرے موزوں اور مرتب ہوتے ہیں چونکہ ان کے سامنے متفرق موضوع ہوتے ہیں لہٰذا ہر موضوع کی مناسبت سے وہ اس کے لیے جداگانہ اسلوب اختیار کرتے ہیں۔

ان کی تحریر کا نمونہ:۔

ایک شامی عالم نے انھیں منصب افتاء کی مبارکباد دیتے ہوئے خط لکھا تو اس کے جواب

میں امام نے اسے اپنی مشکلات کا تذکرہ کیا جو دین کی راہ میں علماء اور شیوخ کی طرف سے انہیں پہنچیں

آپ کی قوم نے میرے منصب افتاء پر فائز ہونے پر خوشی و مسرت کا اظہار کر کے انصاف کیا ہے شاید یہ اقدام اس احساس کے تحت ہوا ہے کہ وہ مجھے دین الٰہی کے بارے میں سب سے زیادہ مستعد' موقع شناس' مبلغ' اور تجربہ کار سمجھتے ہیں ان لوگوں کے دلوں میں نہ میرے لئے حسد ہے نہ کوئی اختلاف ہے ہر دین دار کی یہی آرزو ہوتی ہے کہ وہ میری طرح اپنے دینی معاملات میں عزم و ہمت کا ثبوت دے بالخصوص جبکہ اسے جنگ سے بچالیا جائے اور سفر کرنے یا مال خرچ کرنے کی تکلیف بھی نہ دی جائے۔

لیکن میری قوم کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ جتنا مجھ سے قریب ہیں اتنا ہی مجھ سے دور ہیں' انصاف ان سے بہت دور ہے میرے متعلق وہ مختلف قسم کے گمان رکھتے ہیں بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ میں حوادث زمانہ کا شکار ہو جاؤں اس لیے وہ فیصلوں میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں' وہم و ظن پر مبنی باتیں بنانے کے عادی' لعن طعن اور ملامت کرنے میں مزہ لینے والے ہیں' میں جو کہتا ہوں وہ سنتے نہیں' میں بلاتا ہوں تو میری بات قبول نہیں کرتے' میں عمل کرتا ہوں لیکن وہ اس سے رہنمائی نہیں لیتے' میں ان کی ہدایت پر مبنی کام بتاتا ہوں لیکن وہ آنکھیں نہیں کھولتے میں انہیں ہاتھوں سے پکڑ کر وہاں پہنچاتا ہوں لیکن وہ شعور سے کام نہیں لیتے بلکہ وہ اپنی تباہی کی طرف بھاگتے ہیں' شور و غل مچانا اور چیخ و پکار کرنا ان کا مشغلہ ہے جب عمل کا وقت آتا ہے تو وہ اس سے اس طرح دور بھاگتے ہیں جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

لکن قومی وان کانوا ذوی عدد' لیسوا من الشر فی شیئی وان هانا

لیکن میری قوم کثرت تعداد کے باوجود ایسی ہے کہ وہ لڑائی میں قطعاً کوئی حصہ نہیں لیتی خواہ لڑائی کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو

شیخ علی یوسف

ولادت 1280ھ وفات 1331ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

یہ ذہین سیاستدان' ماہر صحافی ضلع جرجان کے شہر بلصفورہ میں ایک پاکیزہ جبلت لیکن خستہ

حال گھرانے میں پیدا ہوئے ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ آپ کو اپنے والد کی وفات کا صدمہ پہنچا' پھر آپ کی والدہ آپ کو آپ کے ننھیال بنی عدی میں لے گئی جو منفلوط میں رہتے تھے جہاں آپ پلے بڑھے اور جوان ہوئے' آپ نے وہاں قرآن مجید حفظ کیا اور کچھ ابتدائی علوم پڑھے 1299ھ میں آپ کو جامع ازھر بھیج دیا گیا تو وہاں آپ نے منتخب اساتذہ کی زیر نگرانی فقہ' نحو' صرف' بلاغت' منطق' توحید اور مبادی فلسفہ وغیرہ میں درک حاصل کیا' مگر آپ کی عالی ہمت اور بلند نفس نے اس پر قناعت نہ کی' انھیں جامعہ ازھر میں جمود اور گمنامی نظر آئی تو وہ ازھریوں کی زندگی گزارنے سے بیزار ہو گئے اور انہوں نے بعض امیرزادوں سے راہ و رسم پیدا کر لیے اور ان کی مدح میں شعر کہنا شروع کر دیے حتی کہ مرحوم احمد فارس شدیاق مصر آئے وہ رسالہ "الجوائب" کے ایڈیٹر تھے یہاں انہوں نے "القاھرہ البحرہ" کے نام سے ایک رسالہ نکالا تو شیخ علی ان کے ساتھ رہ کر ادبی کاموں میں ان کی مدد کرنے لگے۔

یہاں سے ان میں انشاء پردازی اور صحافت نگاری کا ملکہ پیدا ہو گیا اور صحافت کے اسرار سے واقف ہو گئے تو انہوں نے "الآداب" کے نام سے اپنا رسالہ نکالا' جو 1307ھ تک جاری رہا' اس وقت اللہ تعالے نے اس عالی' نسب' بلند ہمت شخص کو ایک موقع دیا کہ وہ تمام حدود و قیود سے نکل کر حتی کہ تقدیر سے بھی آگے بڑھ کر اپنے ایک قدیم ازھری دوست کے ساتھ مل کر ایک سیاسی روزنامہ جاری کریں جس کا انہوں نے "المؤید" نام رکھا

ربیع الثانی 1307ھ میں "یکم دسمبر 1898ء میں اس کا پہلا شمارہ نکلا' اس وقت اس پرچہ کی مالی حالت بہت خستہ تھی اور نہ ہی حکومت کی طرف سے مالی امداد ملتی تھی نہ ہی قوم کی طرف سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی' اس سلسلہ میں اس شخص کو بہت دقت اٹھانا پڑی حتی کہ اللہ تعالے نے اسے مایہ ناز وکیل سعد آفندی زغلول بہترین لکھاری ابراھیم آفندی اللقانی اور اس جیسے دیگر لوگوں کی مدد شامل حال کر دی' اس کے بعد المؤید کامیابی کے ساتھ نکلتا رہا' پھر اسے سربراہ حکومت کی مدد اور بلند پایہ ادیبوں کی قلمی اعانت حاصل تھی چنانچہ یہ پرچہ عالم اسلام میں اس قدر مقبول ہوا کہ کوئی دوسرا پرچہ اس کا مقابلہ نہ کر سکا' پھر اس نے آل سادات میں شادی کر لی شیخ علی کا نام حکومت دوستی اور خدمت تاج میں مشہور ہو گیا حتی کہ خدیویہ عباس کی نظر میں وہ معتبر و امین مشیر' لسان ناطق اور شمشیر بے نیام بن گیا' یوں یہ اپنی دنیا آپ بنانیوالا بلند ہمت' غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک' اپنے دشمنوں' حاسدوں اور مخالفوں کی کثرت کے باوجود نہایت عزت و وقار اور آسودگی کی زندگی بسر کرتا رہا' تا آنکہ بروز ہفتہ 25 اکتوبر 1913ء کو دنیا سے کوچ کر گیا

اخلاق و فضائل:۔

شیخ علی حد درجہ خلیق تھے اسی میں ان کی کامیابی کا راز تھا وہ نرم طبیعت' خاکسار' کشادہ دل' نہایت بامروت' وفادار' ذہین و فطین' معاملہ فہم' دوررس اور خود اعتماد تھے نہایت زیرک اور کھرے آدمی تھے اسی بناء پر ان کے دشمن انہیں چالباز' سازشی' خائن اور دھوکہ باز سمجھتے تھے وہ اچھائی کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہے' اور لوگوں کو بھی رفاہ عامہ کے کاموں کی ترغیب دیتے تھے۔ لوگ ان کی "الجمعیتہ الخیریتہ الاسلامیہ" کی تاسیس کے کارنامے کو نہیں بھلا سکیں گے' انہوں نے ہی مدارس میں عربی زبان کو ذریعہ تعلیم کے طور پر عام کیا تھا' اسی سلسلہ میں ان کا مشہور مقولہ زبان زد عام و خاص ہے "قوم کو اس کی زبان میں تعلیم دینے سے محض چند افراد تک علم کی رسائی ہوتی ہے"

ان کی تعلیم اور طرز نگارش:۔

شیخ نے آخر تک نہ تو ازھر کی تعلیم حاصل کی نہ وہ علم کی گہرائی تک نہیں پہنچے' نہ ادب میں انہیں وسیع معلومات حاصل ہوئیں اور نہ ہی فنی زندگی میں انہیں کمال حاصل تھا اور نہ ہی انہوں نے کوئی زبان سیکھی' ان سب کے باوجود وہ تمام صحافیوں سے بہتر انشاء پرداز تھے' ان کا اپنا ایک اسلوب تھا جس میں نہ تو صنعت کی ملاوٹ تھی' نہ ملمع کاری کی نمائش تھی' ان کی دل گدازی' خوش کلامی' قوت استدلال' زور بیان اور پختگی فکری دراصل وہ چیزیں ہیں جو قاری پر جادو کر دیتی ہیں'۔ انہیں بلا کی مناظرانہ قوت ملی ہوئی تھی بہت سے ایسے مواقع آئے جن وہ جری کی طرح اکیلے بہت سے ادیبوں کے بالمقابل ڈٹے رہے' اور خاموش کن دلائل سے اپنے مخالفین کو زیر کر لیا

نمونہ کلام:۔

لارڈ کرومر کی روانگی پر جو مصر میں برطانیہ کے وائسرائے تھے ایک الوداعی پارٹی جو اوپیرا میں دی گئی تھی اس پر لارڈ کرومر نے جو تقریر کی اس کے رد میں وہ لکھتا ہے۔

تقفون والفلک المتحرک دائر' وتقدرون فتضحک الاقدار

تم ٹھہرتے ہو لیکن نیلوفری چرخ گردش میں ہے' تم اندازے لگاتے ہو لیکن تقدیر ہنستی ہے۔

گزشتہ ہفتے بڑے شاہی دارالتمثیل (تھیٹر) میں بڑے بڑے مقررین نے ایکٹروں کا پارٹ ادا کیا وہ ماضی اور مستقبل کے بارے میں ایسے فیصلے سنا رہے تھے جیسے وہ کائنات میں تقدیر کے فیصلے کرتے ہیں' وہ معاملات کے ادھیڑبن میں لگے تھے اور انھیں اوپر نیچے کر رہے تھے لوگ طوعاو کرھا' ان کی باتیں سن رہے تھے اسی لئے کہ وہاں گنے چنے تین ہی مقرر تھے اگر ہر بولنے والے کو اظہار خیال کی آزادی دی جاتی تو جس طرح وہ اپنی پسندیدہ باتیں ہی کر رہے تھے انھیں بعض کڑوی باتیں بھی سننا پڑتیں

ابراہیم بک مویلحی

ولادت 1262ھ وفات 1323ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

یہ عظیم انشاء پرداز ایک آسودہ حال اور دولتمند تاجر گھرانہ میں پیدا ہوا جسے خدیویہ ماکیہ میں بڑا اثر ورسوخ حاصل تھا' جوانی کے عالم سے ہی اسے تجارت اور کاروباری معاملات میں حصہ لینے کی تربیت دی گئی لیکن اس کی بے چین ضدی طبیعت اور بلند ہمت فطرت معمولی اور جائز قانونی منافع پر صبر نہ کر سکی لہذا اس نے مختلف قسم کے سٹوں اور لاٹریوں میں سرمایہ لگانا شروع کر دیا لیکن نقصان کے سوا اسے کچھ نہ ملا پھر وہ تنگدستی کی زندگی گزارنے لگا' تا آنکہ اسے اسماعیل پاشا کی عنایات کی رو پہنچی اور اسے عدالت مرافعہ کا جج بنا دیا گیا لیکن کسی وجہ سے اس کا اپنے اعلیٰ افسر سے اختلاف ہو گیا جس کے نتیجہ میں اسے ملازمت سے سبکدوش ہونا پڑا خدیویہ نے اسے دوسری جگہ متعین کر دیا لیکن وہاں بھی ناکامی ہوئی جو تجارت اور جج کے منصب میں ہوئی تھی پھر شریف کی وزارت کا دور آیا اس نے پہلا آئین مرتب کرنا چاہا چنانچہ اس خدمت کے لئے مویلحی کو منتخب کیا گیا کہ وہ باطنی آئین بنائے لیکن اس کی مساعی کا نتیجہ ہمیشہ ناکامی پر جا کر ختم ہوتا اس کے بعد اس نے معاشی فکر سے آزاد ہونے کے لئے نشرو اشاعت اور انشاء پردازی کو ذریعہ بنانا چاہا اور اعلیٰ پایہ کی کتابیں شائع کرنے کے لئے "جمعیتہ المعارف" کی طرح ڈالی اور کتابیں چھاپنے کے لیے اپنا مطبع خرید لیا' پھر مرحوم محمد بک عثمان جلال' مترجم مولیسیر اور "العیون الیواعظ" کے مؤلف سے مل کر "نزھتہ الافکار" نامی رسالہ نکالا لیکن اسماعیل پاشا کو اس کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس ہوا اس نے اسے بند کر دیا۔

1296ھ میں جب خدیویہ معزول ہو کر اٹلی چلا گیا تو اس نے ابراہیم مویلحی کو اپنا سیکرٹری بنا کر بلوایا چنانچہ وہ چند سال تک یہ خدمت سرانجام دیتا رہا اس دوران اس نے اٹلی سے "الانباء اور الاتحاد" نام کے دو رسالے بھی نکالے لیکن وہ زیادہ نہ چل سکے' پھر وہ 1303ھ میں آستانہ میں چلا گیا جہاں عبد الحمید نے اس کی بڑی عزت افزائی کی اور اسے تعلیمی بورڈ کا رکن بنا لیا یہاں وہ نو سال تک رہا اس عرصہ میں اس نے اٹلی کے محکموں کے افسروں اور سربراہوں سے رابطے رکھے پھر وہ مصر آیا تو اس کے بال سفید ہو چکے تھے گردش ایام کی بدولت اس کا جسم بھی گھٹ چکا تھا یہاں اس نے ایک رسالہ "مصباح الشرق" نکالا جو ہفت روزہ تھا جسے وہ نہایت حسین الفاظ اور خوشنما اسلوب سے مرتب کرتا تھا جس نے ادیبوں کی دیرینہ آرزو پوری کی انہیں انشاء کا ایک سادہ اور عمدہ اسلوب بتایا اسی رسالہ نے اس کے لئے امراء' روساء کی محفلوں میں جگہ بنائی پھر وہ تاحیات یہ رسالہ نکالتا رہا۔

اس کا اسلوب نگارش:۔

مویلحی کے دور میں انشاء پردازی صنعت کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی لہٰذا اس کی تحریر بدیع کے غالب اثرات سے محفوظ نہ رہ سکی' اور نہ ہی اسے ظاہری حسن و زیبائش سے نجات مل سکی۔ لیکن مختلف معاملات میں اس کا تصرف' ملکوں کی سیاست' مختلف ملکوں کی سیر' قسم قسم کے لوگوں سے میل جول' مختلف لوگوں سے تعلقات ملکوں کے سربراہوں سے روابط' سیاسیات میں بے باکی سے حصہ لینا' صحافت کا وسیع تجربہ یہ وہ اسباب ہیں جنہوں نے اس کی طبیعت کو کھول دیا تھا اور اس میں ہر موضوع پر قلم اٹھانے اور ہر مطلب کو بیان کرنے پر صلاحیت پیدا کر دی تھی' اس کا اسلوب نگارش آسان بنا دیا تھا۔ مویلحی کی تحریر میں گو معنوی اعتبار سے کچھ اضطراب اور جدت طرازی میں کچھ کمزوری ہے لیکن اس نے نثر نویسی میں وہی کام کیا جو شاعری میں بارودی نے کیا۔ اس نے انشاء پردازی کے بگڑے ہوئے اسالیب کی تجدید کی' معانی و بیان کے دھندلے نقوش کو واضح کیا حقیقت میں وہ اس مبارک عربی تحریک کا ایک مضبوط ستون ہے۔

اس کے علمی آثار:۔

اس کے زیادہ تر آثار وہ ہیں جو سیاسی یا اجتماعی مقالات کی شکل میں ہیں جو اس نے اپنے جاری کردہ رسالوں مثلاً نزھتہ الافکار' الاتحاد' الانباء اور مصباح الشرق میں

لکھے تھے یا جو مقالات اس نے دیگر رسالوں مثلاً انگلینڈ کے ضیاء الخافقین اور فرانس کے العروۃ الوثقی کے لئے لکھے تھے علاوہ ازیں اس کی ایک کتاب "الفرج بعد الشدۃ" ہے جو ریاض پاشا کی وزارت کے حالات پر مشتمل ہے اور دوسری کتاب "ماھنالک" جس میں اس نے دستور عثمانی سے پہلے آستانہ میں جو کچھ دیکھا وہ لکھ دیا۔

حفنی ناصف

ولادت 1272ھ وفات 1337ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

محمد حفنی ناصف بن شیخ اسماعیل ناصف 1272ھ میں قاہرہ کی مضافاتی بستی "برکتہ الحجج" میں یتیمی اور تنگدستی کی حالت میں پیدا ہوئے تو ان کے ماموں اور دادی نے ان کی پرورش کی پھر وہ بستی کے مدرسہ میں داخل کرا دیئے گئے اور انہوں نے قرأت کتابت کی ابتدائی چیزیں پڑھیں اور کچھ قرآن مجید حفظ کر لیا' پھر وہ گیارہ سال کی عمر میں جامعہ ازہر بھاگ گئے اور تیرہ سال تک وہاں رہے' پھر دارالعلوم میں چلے گئے وہاں کے علوم میں مہارت حاصل کی پھر مدارس امیریہ میں عربی ادب کے استاذ مقرر ہو گئے پھر آپ لاء کالج میں استاذ بن گئے جہاں آپ طلباء کے ساتھ اسباق میں بھی شامل ہونے لگے۔ بعد ازاں آپ نے قانون کی تعلیم شروع کر دی اور تدریس چھوڑ دی اور سرکاری وکیل کے سیکرٹری بن گئے پھر 1892ء میں ملکی عدالت کے جج بن گئے اور اس درجہ ترقی کی کہ طنطا کی ملکی عدالت کے نمائندہ بن گئے اس دوران انہیں جامعہ مصریہ میں ادب عربی کی تدریس کی دعوت دی گئی جسے انہوں نے قبول کر لیا اس میں انہوں نے نہایت جاندار اور معلوماتی لیکچرز دیئے جو کتابی شکل میں جمع کر دیئے گئے پھر جب وزارت تعلیم کے شیخ حمزہ فتح اللہ چیف انسپکٹر پنشن لے کر ریٹائرڈ ہو گئے تو پروفیسر حفنی بک ان کی جگہ پر آئے پھر تو ادب عربی کے نصیب جاگ اٹھے یہ تھوڑی سی مدت انہوں نے علمی تحقیق و تمحیص میں گزار دی تا آنکہ وہ ستر برس کے ہو گئے اور انہیں پنشن مل گئی اس کے بعد صرف تین سال تک زندہ رہے اور نومبر 1919ء میں وہ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

اخلاق وعادات:۔

مرحوم بڑے خوش مقال' شگفتہ مزاج' حاضر جواب' برجستہ گو' مزاح پسند اور خوش خلق تھے۔ علم اور فن میں شریک ہوتے تھے اور قدیم و جدید کے ساتھ چلتے تھے۔

ان کی نثر اور شاعری:۔

حفنی بک ناصف جدید ادبی تحریک کے رکن تھے جنہوں نے اپنے مباحث اور تالیفات کے ذریعہ اس میں جان ڈالی تھی اور اپنے قصائد اور مقالات سے اس کو تقویت بخشی تھی وہ لغت میں بڑے ماہر' قواعد زبان کے نقاد اور اسرار کلام میں باخبر اور تنقید میں بڑی گہری نگاہ رکھتے تھے مضمون نگاری میں ان کا اسلوب عباسی دور کے آخری انشاء پردازوں کی طرح سجع میں تکلف اور بدیع کی صنعت کی طرف مائل ہے لیکن مقالات میں ان کا اسلوب نگارش صنعت کی ظاہری نمائش سے اور ان قیود سے آزاد ہے لہٰذا اس میں رقت' سلاست اور سادگی و متانت ہے' رہی شاعری تو اس کا اسلوب منظوم نثر کا سا ہے' اس میں لطائف اور لفظی حسن کی زیادتی ہے کبھی کبھی اس کی ترکیبوں میں کمزوری پائی جاتی ہے' تاہم وہ مجموعی طور پر رواں اور فطری ہے۔

تالیفات:۔

انہوں نے دوسرے مؤلفین کے ساتھ مل کر عربی قواعد کی کتابوں کا ایک سلسلہ شروع کیا جو آجکل مصری مدرسوں میں بطور کورس مقرر ہے "ممیزات لغتہ العرب" کے نام سے ایک کتاب جو انہوں نے مستشرقین کی اس کانفرنس میں پیش کی تھی جو وائنا میں 1886ء میں منعقد ہوئی تھی نیز وہ اس وفد کے سیکرٹری بھی تھے جو اس کانفرنس میں مصری وفد کی قیادت کر رہا تھا' جامعہ مصریہ میں جو انہوں نے لیکچر دیئے تھے ان کا مجموعہ "حیاۃ اللغتہ العربیہ" کے نام سے ہے ان کی ایک کتاب "القطار السریع فی علم البدیع" بھی ہے بحث و مناظرہ پر ایک رسالہ لکھا ہے ایک رسالہ منطق پر اور ایک کتاب "الامثال العامیہ" اور ایک "بدیع اللغتہ العامیہ" ہے ان کی بیشتر کتب غیر مطبوعہ ہیں۔

باحثہ البادیہ

ولادت 1300ھ وفات 1336ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

سیدہ فاضلہ ملک ناصف بنت شاعر انشاء پرداز حفنی بک ناصف بروز پیر دسمبر 1883ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئی مختلف پرائمری سکولوں میں ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر اکتوبر 1893ء میں مدرسہ سنیہ میں داخل ہوئی وہاں سے 1900ء میں ابتدائیہ کی ڈگری حاصل کی یہ پہلا سال تھا جب مصر میں لڑکیوں کو یہ ڈگری جاری کی گئی' بعد ازاں وہ اس مدرسہ کے ترجتی سیکشن میں منتقل ہو گئی جہاں فراغت کے بعد اسے ٹریننگ کا ڈپلومہ ملا اور یہ مدارس البنات الامیریہ میں معلمہ مقرر ہو گئی 1907ء میں فیوم قبیلہ کے رئیس بہادر عبدالستار کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی اس نے تدریس چھوڑ دی اور مضمون نگاری اور تصنیف و تالیف شروع کر دی اور اپنے شوہر کے ساتھ خلوص اور وفاداری سے زندگی گزارنے لگی اکتوبر 1918ء میں وہ ہسپانوی بخار میں مبتلا ہوئی اور بھر جوانی میں انتقال کر گئی۔

علم وادب میں اس کا مقام:۔

باحثہ کی تحریروں میں جو اس کے اخلاق و آداب نمایاں ہو کر سامنے آئے ہیں ان میں شیریں روح' بلندی اخلاق' ذکاوت طبع' صحت دین اور اصلاح کی رغبت نمایاں ہیں اس کے والد محترم نے بچپن ہی سے اس کی نگرانی اور تربیت کی' اپنے ادب سے اسے غذا دی اور اپنی روح اس میں پھونک دی اس نے گیارہ سال کی عمر میں شاعری شروع کر دی پھر اس نے صنعت انشاء میں دلچسپی لینا شروع کی تو اس میں اتنا کمال حاصل کیا کہ مرد حسد کرنے لگے' اس نے قاسم امین کے بعد مصری عورت کو اٹھانے کے لئے جدوجہد کی چنانچہ وہ سب سے پہلی عورت تھی جس نے قدیم ماحول میں رہنے کے باوجود تحریک ترقی نسواں میں علانیہ حصہ لیا اس ضمن میں اس نے رسالہ "الجریدہ" میں لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کیا جسے "حزب الامت" جاری کرتی تھی' اس کے ایڈیٹر استاذ احمد لطفی سید تھے اس موضوع پر اس نے بہت سے مقالات اسی رسالہ میں "الباحثہ البادیہ" کے قلمی نام سے دئیے یہی قلمی نام بعد میں مشہور ہو کر اس کا لقب بن

گیا

یہ تمام مقالات "نسائیات" نامی کتاب میں جمع کردیے گئے ہیں جس کا پہلا جز شائع ہو چکا ہے آخری عمر میں وہ "حقوق النساء" کے عنوان سے ایک ضخیم کتاب لکھ رہی تھی جس کے تین مقالات مکمل ہو چکے تھے اور بقیہ کی تکمیل میں موت حائل ہو گئی۔

نمونہ کلام:۔

عورت کے متعلق اپنے ایک قصیدہ میں کہتی ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

اعملت اقلامی وحینا منطقی فی النصح والمامول لم یتحقق
ایسوءکم ان تسمعوا لبناتکم صوتا یهز صداه عطف المشرق؟
ایسرکم ان تستمر بناتکم رهن الاساور ورهن جهل مطبق؟
هل تطلبون من الفتاة سفورها حسن ولکن این بینکم التقی؟
لاتتقی الفتیات کشف وجوهها لکن فساد الطبع منکم تتقی
تخشی الفتاة حبائلا منصوبة غشیتموها فی الکلام برونق
لاتظفرو ابل اصلحوا فتیاتکم وبناتکم وتسابقوا للالیق
ودعوا النساء و نشانهن فانما یدری الخلاص من الشقاوة من شقی
لیس السفور مع العفاف بضائر وبدونه فرط التحجب لایقی

میں نے (صنف نازک کی) خیر خواہی میں اپنے قلم اور اپنی گفتگو سے کام لینے میں گریز نہیں کیا لیکن ابھی تک آرزو پوری نہیں ہوئی۔

(اے مردو!) کیا تمہیں یہ برا لگتا ہے کہ تم اپنی بچیوں کی آواز میں وہ تاثیر دیکھو کہ اس سے مشرق کی فضاؤں میں ہلچل اور جوش عمل پیدا ہو جائے؟

کیا تمہیں یہ اچھا لگتا ہے کہ تمہاری بچیاں قید میں رہیں اور جہل مرکب کا شکار ہو جائیں؟

کیا تم اپنی بچیوں سے بے پردگی کا مطالبہ کرتے ہو' یہ مطالبہ تو اچھا ہے مگر ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم میں تقوی شعار لوگ ہیں کہاں؟

بچیاں اپنے چہرے کھولنے سے گھبراتی نہیں ہیں بلکہ وہ تو تمہاری فسادی طبیعتوں سے ڈرتی ہیں۔

لڑکیاں تو ان پر فریب جالوں سے گھبراتی ہیں جنہیں تم نے حسن کلام کی ملمع کاری سے

حسین بنا رکھا ہے۔

تم پھلانگ نہ مارو بلکہ مستقل مزاجی سے عورتوں کے معاملات کو درست کرنے کی کوشش کرو اور مفید اور مناسب کاموں میں ایک دوسرے سے مسابقت کرو۔

بلکہ تم عورتوں اور ان کے معاملات کو جانے ہی دو اس لئے کہ جو مشکل اور مصیبت میں پھنسا ہوا ہے وہی اس سے نکلنے کی بہتر راہ جانتا ہے۔

عفت اور شرم وحیاء کے ساتھ بے پردگی کوئی نقصان دہ چیز نہیں ہے اور عفت کے بغیر سات پردوں میں رہنا بے سود ہے۔

مصطفیٰ لطفی منفلوطی

ولادت1292ھ وفات1342ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

مصطفیٰ لطفی منفلوطی اسیوط ضلع کے مضافات میں 1292ھ بمطابق 1876ء پیدا ہوئے آپ نے معزز گھرانہ میں پرورش پائی جو دینی عظمت اور علمی میراث کا مالک تھا ان کے گھرانہ میں تقریباً دوسو سال سے شرعی قضاوت کا عہدہ اور صوفیاء کی گدی وراثۃ چلی آرہی تھی' منفلوطی کی تربیت بھی اپنے آبائی دستور کے مطابق ہوتی رہی چنانچہ اس نے مدرسہ میں قرآن مجید حفظ کیا ازہر میں تعلیم حاصل کی لیکن تقوی کی طرف طبعی میلان ہونے اور والد کی اس نہج پر تربیت کرنے کے باوجود ان کی توجہ صرف لسانیات وادبیات پر ہی مرکوز رہنے لگی وہ اشعار یاد کرتے نادر کلام ضبط کرتے' شاعری کرتے اور مضمون نگاری کرتے ازہریوں میں ان کی ذہانت اور ان کے حسن اسلوب نگارش کی شہرت ہونے لگی تو امام محمد عبدہ نے انہیں اپنا مقرب بنالیا' انہیں ادب وزندگی کے بلند موقع اور اس تک پہنچنے کے لیے بہترین راستہ سے ہمکنار کیا پھر انہوں نے منفلوطی کے ساتھ ربط سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سعد پاشا زغلول سے راہ ورسم پیدا کر لیے ان دونوں عظیم شخصیتوں کے قرب نے اسے "رسالہ المئوید" کے مالک کی نظر میں بلند پایہ بنا دیا' یہی وہ تین سب سے بڑی قوتیں ہیں جنہوں نے منفلوطی کی فطری صلاحیت اور اس کے والد کی تربیت کے بعد اسے کامیاب انشاء پرداز بنانے میں راہ ہموار کی' جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران ان پر الزام لگا کہ انہوں نے ایک ہفت روزہ رسالہ میں خدیو عباس حلمی الثانی

کی ہجو میں ایک قصیدہ کہا اس وجہ سے انہیں قید کی سزا سنائی گئی انہوں نے جیل میں اپنی سزا کی مدت پوری کی جب امام محمد عبدہ کا انتقال ہوا تو منفلوطی کو بہت صدمہ ہوا کیونکہ وہ ان کی امید اور اعتماد تھے پھر مایوس ہو کر اپنے وطن لوٹ آئے اور ایک مدت کے بعد اس کی مردہ امیدوں میں جان آئی تو وہ رسالہ "المئوید" کے ذریعے اپنی کامیابیوں کے راستے تلاش کرنے لگے۔

پھر جب سعد پاشا کے پاس وزارت تعلیم کا قلمدان آیا تو اس نے منفلوطی کو عربی کا انشاء پرداز مقرر کر دیا پھر جب سعد پاشا وزارت قانون میں منتقل ہو گئے تو وہ اپنے ساتھ منفلوطی کو بھی لے گئے اور انہیں وہاں بھی اسی قسم کا عہدہ دے دیا' پھر جب حکومت مخالف پارٹی کے ہاتھ میں گئی تو آپ بھی وہاں سے چلے گئے تاآنکہ دوبارہ پارلیمنٹ قائم ہوئی تو سعد پاشا نے انہیں وہاں انشاء پردازی کے متعلق ایک عہدہ پر فائز کر دیا آپ مجلس نواب میں اسی عہدہ پر کام کرتے رہے حتی کہ آپ فوت ہو گئے اس وقت آپ کی عمر تقریباً پچاس سال کے قریب تھی۔

اخلاق و آداب:۔

منفلوطی اپنے ظاہر اور باطن میں موسیقی کا ایک ساز تھے آپ نہایت سڈول بدن' خوش مذاق' اعلیٰ فکر' عمدہ اسلوب اور بہترین وضع کے مالک تھے' نہ تو آپ کسی بات میں غبی تھے اور نہ آپ کی باتوں سے عبقریت کی بو آتی تھی۔ آپ بات کو صحیح سمجھ لیتے تھے لیکن ذرا کچھ دیر کے بعد' آپ کی فکر جدوجہد اور کوشش کے ذریعے لغزشوں سے سالم رہتی تھی' وہ دوربین حس کے مالک تھے لیکن قدرے سکون کے ساتھ اور وہ اپنی زبان کو بہت احتیاط سے کھولتے تھے' لیکن ایسے خصائل اور عادات کے مالک انسان کو لوگ جاہل اور غبی سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ مجلسوں سے عموماً کنارہ کش رہتے بحث و مناظرہ سے اجتناب کرتے اور تقریر کرنا پسند نہیں کرتے تھے' ان عادات کے ساتھ ساتھ وہ رقیق القلب' پاک دل' پاک نفس' صحیح العقیدہ اور نہایت فیاض تھے اور وہ اپنی تمام صلاحیتوں کو اپنے خاندان' وطن اور انسانیت پر نثار کرتے تھے۔

منفلوطی کا طرز تحریر اور ادب:۔

منفلوطی فطرتی طور پر ادیب پیدا ہوئے تھے' ان کی تحریر میں بناوٹی ادب کی نسبت طبعی ادب زیادہ ہے' کیونکہ بناوٹ اور تکلف سے نہ تو کوئی نیا ادب جنم لیتا ہے اور نہ کوئی ممتاز ادیب اور نہ کوئی مستقل اسلوب' ان کے عہد تک فنی نثر یا تو قاضی فاضل کے ادب کا چربہ تھی یا پھر ابن

خلدون کے فن کا ڈھانچہ تھی لیکن آپ منفلوطی کے اسلوب کو ان دونوں میں سے کسی کے فن کا چربہ نہیں کہہ سکتے' اپنے زمانے میں منفلوطی کا اسلوب ایسا ہی تھا جیسا ابن خلدون کا اسلوب اس کے اپنے زمانے میں تھا' بالکل انوکھا جسے کسی پر زور طبیعت نے پیدا کر لیا ہو

منفلوطی سب سے پہلا افسانہ نویس ہے اس نے اس فن کو اس حد تک اعلیٰ عمدہ' بہترین اور کامل بنا دیا جس کی توقع اس جیسے ماحول میں پیدا ہونے والے اور اس کے دور کے لکھنے والوں سے نہیں کی جاسکتی تھی منفلوطی کے ادب کے پھیلنے کا راز یہ ہے کہ یہ اس زمانے میں پیدا ہوا جب خالص ادب پر جمود طاری تھا اور اس عالم میں لوگوں کو اچانک اس کے یہ دلچسپ افسانے نظر آئے۔ جو پاکیزہ اسلوب' خوش بیانی اور لفظی خوبصورتی کے ساتھ نہایت عمدگی سے غم والم کی مصوری اور نہایت دلنشیں انداز سے معاشرہ کے عیوب کی نشاندہی کر رہے تھے' لیکن منفلوطی کے ادب کو دوام حاصل نہیں ہو سکے گا کیونکہ اس کے ادب میں دو ایسی خامیاں ہیں۔ اول ادائیگی کی کمزوری دوم ثقافتی تنگی' لفظی کمزوری تو اس لیے کہ منفلوطی کو اپنی زبان پر عبور حاصل نہیں تھا اور نہ ہی اس کی اپنے ادب پر گہری نگاہ تھی اسی لیے آپ اس کے بیان اور تعبیر افکار میں غلطی' زائد الفاظ کی بھرمار اور الفاظ کا بے محل استعمال پائیں گے' معنوی تنگی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نہ تو علوم شرقیہ کے حصول میں کمال حاصل کیا تھا اور نہ ہی وہ مغربی علوم سے براہ راست واقف تھے اسی وجہ سے آپ ان کی سوچ میں سطحیت' سادگی اور محدودیت پائیں گے۔

مختصر یہ کہ نثر میں منفلوطی کو وہی مقام حاصل ہے جو بارودی کو شاعری میں حاصل تھا' دونوں نے تجدید و احیاء کا کام کیا اپنے لئے ایک معین اور واضح اسلوب اختیار کیا اور ادب عربی کے جمود کو ختم کر کے پہلے سے بہتر راہ پر گامزن کیا۔

اس کی تصانیف و تراجم:۔

ان کی ایک کتاب "النظرات" ہے جو تین اجزاء پر مشتمل ہے اس میں وہ تمام مقالات جمع ہیں جو وہ رسالہ "المئوید" میں لکھتے رہے' اس میں تنقید' اجتماع' وصف اور کہانیوں پر مشتمل فصلیں ہیں دوسری کتاب "العبرات" جو چند طبع زاد یا ماخوذ افسانوں پر مشتمل ہے اس کے علاوہ ایک کتاب "مختارات المنفلوطی" ہے جس میں قدیم شاعروں اور ادیبوں کے اشعار اور مضامین کا انتخاب ہے' اس کے بعض دوستوں نے فرانسیسی زبان سے

اس کے لئے الفونس کار کی تصنیف "تحت ظلال الزیزفون" (میڈلین) برناڈی سان پیر کی تصنیف "پول ورجینی" (فضیلت) اڈمون اشان کی تصنیف "سیرانو دیر گراک" (شاعر) ترجمہ کر دیں جنہیں اس نے آزادانہ اپنے الفاظ میں ڈھال لیا اس طرح اس نے عربی ادب کے سرمایہ میں گرانقدر دولت کا اضافہ کیا جس نے "جدید افسانہ نگاری" کو بہت تقویت دی اور قابل تقلید نمونہ فراہم کیا۔

نثر کا نمونہ:۔

میں انسان کو اس وقت تک انسان تسلیم نہیں کرتا جب کہ وہ احسان سے کام نہ لے کیونکہ میرے نزدیک انسان اور حیوان کے درمیان صحیح حد فاصل صرف احسان ہے' مجھے یہاں انسان تین قسموں میں منقسم نظر آتے ہیں' ایک تو وہ آدمی ہے جو کسی پر اس لیے احسان کرتا ہے کہ وہ اس کے ذریعے اپنے اوپر احسان کرنا چاہتا ہو' ایسا شخص ظالم اور جابر ہے ایسا شخص احسان کا معنی یہ لیتا ہے کہ دوسرے کو غلام بنالے' دوسرا وہ انسان ہے جو اپنے اوپر احسان کرتا ہے اور دوسروں پر نہیں کرتا اس لالچی اور خود غرض انسان کو اگر معلوم ہو جائے کہ بہنے والا خون کسی عمل سے جم کر سونا بن جاتا ہے تو وہ اس سونے کو حاصل کرنے کے لئے تمام انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دے گا' تیسری قسم کا وہ انسان ہے جو نہ اپنے ساتھ احسان کرتا ہے اور نہ دوسروں کے ساتھ' یہ احمق اور بخیل ہے جو اپنا پیٹ بھوکا رکھ کر صندوق کا پیٹ بھرتا ہے۔

انسان کی ایک اور قسم ہے جو دوسروں کے ساتھ احسان کرتا اور اپنے ساتھ بھی احسان کرتا ہے تو میں اسے نہ جانتا ہوں نہ مجھے وہ ملا ہے اور نہ میں اس کے ٹھکانے کو جانتا ہوں میرا خیال ہے کہ اسی قسم کے انسان کو یونانی فلسفی "اڈوگین کلبی" دن میں چراغ لے کر ڈھونڈتا پھرتا تھا کسی نے اس سے پوچھا کہ کیا تلاش کر رہے ہو تو اس نے جواب دیا "انسان کو تلاش کر رہا ہوں"۔

ادباء

محمد ناصیف یازجی

ولادت 1214ھ وفات 1287ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

ناصیف بن عبداللہ یازجی لبنان کے ایک گاؤں کفر شیما میں پیدا ہوئے آپ نے معزز علمی و ادبی گھرانے میں پرورش پائی آپ نے ابتدائی تعلیم ایک پادری سے حاصل کی اور طب کی مبادیات اپنے والد سے سیکھیں لیکن آپ کا طبعی میلان ادب کی طرف تھا آپ اسے سیکھنے اور حاصل کرنے میں منہمک ہو گئے کتابیں ان دنوں کم ہوتی تھیں' ان کی تجارت محدود تھی اور ان کا حصول مشکل تھا جب کوئی قلمی نسخہ آپ کے ہاتھ لگ جاتا آپ اسے یا تو یاد کر لیتے یا اس کا خلاصہ لکھ لیتے' حتیٰ کہ آپ کی معلومات وسیع ہو گئیں' علم پختہ ہو گیا اور نظم و نثر میں خاصا ملکہ حاصل ہو گیا' امیر بشیر شہابی نے انہیں اپنا سیکرٹری بنالیا ان دنوں امیر کا عروج تھا آپ نے مسلسل بارہ سال تک اس کی خدمت کی حتیٰ کہ 1840ء میں انہیں ملک سے نکال دیا گیا شیخ اپنے اہل و عیال کو لے کر بیروت چلے گئے اور اپنے آپ کو کتابوں کے مطالعہ' تصنیف و تالیف' درس و تدریس' ادیبوں سے مراسلت اور شعراء کی مجالس میں حاضری کے لئے وقف کر دیا آخری عمر میں ان کے نصف بدن پر بائیں طرف فالج کا حملہ ہوا پھر انہیں اپنے بڑے لڑکے شیخ حبیب کی موت کا صدمہ پہنچا اس جانکاہ حادثہ نے ان کے اعضاء کمزور کر دیئے اس کے بعد وہ زیادہ دیر تک زندہ نہ رہے۔

نثر اور شاعری:۔

شیخ نثر میں حریری کی اتباع کرتے تھے اور ان کے سجع کو پسند کرتے تھے آپ بدیع کے شیدائی اور صنعت پر فریفتہ تھے اور غریب کلمات کو بتکلف استعمال کرتے تھے انہوں نے ایک مقامات لکھی جس میں ساٹھ مقامے ہیں اس میں انہوں نے حریری کی بہت نفاست اور عمدگی سے اتباع کی ہے لفظی حسن کی انتہا کر دی ہے اور شاعری میں انہیں متنبی کا انداز اسی طرح پسند

جس طرح نثر میں حریری کا' لیکن متنبی کی تقلید میں وہ کمزور ثابت ہوئے ہیں اور اس دوڑ میں وہ نمایاں طور پر پیچھے نظر آتے ہیں باوجود پوری کوشش اور پوری محنت کے ان کی شاعری حریری اور اس کے ہم نواؤں کے مشابہ ہے خصوصاً وہ قصائد جن میں انہوں نے شعری تاریخیں کہی ہیں اس میں انہوں نے بہت مبالغہ سے کام لیا ہے حتیٰ کہ دو شعروں میں اٹھائیس تاریخیں نکالی ہیں یا جس قصیدہ کے ہر مصرعہ میں انہوں نے تاریخ کا التزام کیا ہے مثلاً وہ قصیدہ جس میں انہوں نے عکاء کی فتح پر ابراہیم پاشا کو مبارک باد دی ہے یا پورا قصیدہ ایسے حروف پر مشتمل ہے جن میں کسی پر بھی نقطہ نہیں ہے جیسے'

حول در حل ورد' هل له للحر ورد

ان کے باوجود اس کے قصائد ایسے بھی ہیں جن کے پڑھنے سے متنبی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اس کے الفاظ پر شوکت' اسلوب قوی' معانی میں جدت اور جگہ جگہ ضرب الامثال اور حکمتیں ہیں۔

علمی مقام اور تصانیف:۔

یازجی کی تصانیف اس کی لغوی معلومات' ادب میں گہری نظر' اور علوم لسانیہ میں خصوصی کمال پر دلالت کرتی ہیں' اس کی ایک تصنیف **"مجمع البحرین"** ہے جو ساٹھ مقاموں پر مشتمل ہے جس میں انہوں نے حریری کی تقلید کی ہے' دو رسالے **"الجمانته"** اور **"جوف الفرا"** ہیں پہلا رسالہ علم صرف کے موضوع پر اور دوسرا رسالہ علم نحو کے موضوع پر ہے اور صرف و نحو کے موضوع پر ایک مختصر کتاب **"فصل الخطاب"** ہے اور علم بیان کے موضوع پر **"عقد الجمان"** اور علم عروض و قوافی کے موضوع پر **"نقطه الدائره"** اور منطق میں ایک کتاب **"قطب الصناعته"** کے نام سے لکھی ہے' شاعری میں اس کے چند ایک دیوان ہیں جو یہ ہیں **"نفحته الریحان' فاکهته الندماء فی مراسلته الادباء' ثالث القمرین"** ان کی اکثر تالیفات مدارس کے نصاب کے طرز کی لکھی ہوئی ہیں جو زیادہ تر شام کے عیسائی مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔

شاعری کا نمونہ:۔

اپنے ایک قصیدہ میں بلاد عربیہ کی فوج کے کمانڈر اسعد پاشا کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بناء العلی بین القنا والبوارق' علی صهوات الخیل تحت البیارق
ولله سر فی العباد و انما' قلیل محل السر بین الخلائق
یقلب هذا الدهر احوالنا کما' تقلب فینا' لاحقا اثر سابق
ولولا اختیار الدولة ابن سریرها' لما اعتمدته فی المعانی الدقائق
کریم تولی الامر یصلح امره' کفتق تولته انامل راتق
اقام السرایا ینفر الموج خیلها' بکل لواء فوق لبنان خافق
یحدث اهل الغرب فی کل لیلة' بما فعلت غاراته فی المشارق
فیعجب من افعاله کل عاقل' ویثنی علی افضاله کل ناطق
تضیق بحار الشعرعنه و تستحی' ببحر لها فی بحر کفیه غارق

بلندی و سروری نیزوں اور تلواروں کے درمیان' گھوڑوں کی پیٹھوں پر اور جھنڈوں کے نیچے ہوتی ہے۔
بندوں میں اللہ کے راز ہوتے ہیں لیکن کائنات میں راز کے اہل لوگ کم ہی ہوتے ہیں۔
یہ زمانہ ہمیں بھی یکے بعد دیگرے ویسے ہی الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے جیسے خود گرگوں ہوتا رہتا ہے۔
اگر حکومت اپنے صاحب تخت کو منتخب نہ کرتی تو وہ اس پر کبھی اہم معاملات میں اعتماد نہ کرتی۔
یہ ایسا شریف ہے کہ جس کام کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اس کی خرابی کو نہایت ہوشیاری سے سدھارتا ہے۔
اس نے ایسے لشکروں کو تیار کیا ہے جس کے سوار ہر مشکل پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں ان کا جھنڈا لبنان پر لہرا رہا ہے۔
اس کے لشکر والے مشرق میں جو تباہی مچاتے ہیں مغرب والے ہر رات اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔
ہر صاحب عقل اس کے کارناموں پر حیرت کا اظہار کرتا ہے ہر بولنے والا اس کے احسانات کا مدح خواں ہے۔
شاعری کی بحریں اس کی مدح میں کم پڑ جاتی ہیں اور یہ بحریں شرم و حیا سے اس کے ہاتھوں کی سخاوت کی بحروں میں غرق ہو جاتی ہیں۔

احمد فارس شدیاق

ولادت 1218ھ وفات 1304ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

یہ نثر نگار لغوی لبنان کے شہر عشقوت میں مارونی گھرانہ میں پیدا ہوا' پھر عین ورقہ مدرسہ میں داخل ہوا ابتدائی چیزیں وہیں پڑھیں لغت اور نحو کی کچھ چیزیں اپنے بھائی اسعد سے حاصل کیں اور اس نے دس سال کی عمر میں ہی شاعری شروع کر دی بچپن سے ہی اس کا ذہن مفردات اور مترادفات کے حفظ کرنے کی طرف مائل تھا اور اس کا وافر ذخیرہ جمع کر لیا جس کا اثر اس کی تقریروں اور تحریروں میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے' پھر اس کے خاندان میں ایک ایسا سانحہ رونما ہوا جس سے اس کو دلی صدمہ پہنچا اس کا بھائی اسعد جو اس پر بڑا مشفق اور مہربان تھا اس نے آبائی مذہب ترک کر کے انجیلی مذہب اختیار کر لیا جس کی وجہ سے اس کے خاندان اور رشتہ داروں نے اس پر بہت مظالم ڈھائے حتی کہ وہ انہی کی قید میں دم گھٹ کر مر گیا۔ فارس پر اس واقعہ نے بہت گہرا اثر کیا اور وہ غصے میں امریکی مبلغین کی زیر نگرانی مصر پہنچ گیا وہ بہت عرصہ تعلیم و تعلم میں مصروف رہا پھر امریکیوں نے اسے 1834ء میں مالٹا کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کے مطبع میں چھپنے والی کتابوں کی تصحیح کرے وہ وہیں تھا کہ تورات سوسائٹی نے تورات کا عربی ترجمہ کرنے کے لئے اسے لندن بلا لیا' وہ وہاں چلا گیا اور کچھ عرصہ لندن میں رہا پھر وہاں سے پیرس چلا گیا وہاں شدیاق نے تیونس کے امیر احمد پاشا بائی سے ملاقات کی اور اس کی مدح میں قصیدہ کہا تو امیر نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور انعامات سے نوازا۔

حتی کہ شاعر نے کہا میرا گمان بھی نہ تھا کہ زمانے نے شاعروں کی قدر دانی کے لیے کوئی منڈی بچائی ہو گی۔ پھر تیونس پہنچ کر اس نے اسلام قبول کر لیا اور اپنا نام احمد رکھا پھر رسالہ "الرائد التونسی" میں مقالات لکھتا رہا اور بائی کے انعامات سے فیض یاب ہوتا رہا اس سے علم و فضل کی شہرت ہوتی رہی حتی کہ صدارت عظمی نے اسے آستانہ بلا لیا اور اس نے وہاں رسالہ "الجوائب" نکالا اس کی نثر' نظم اور سیاسی سرگرمیوں نے ملک میں بہت مقبولیت حاصل کی حتی کہ یہ مشرق اور مغرب میں پہنچنے لگا' یہ پرچہ مشرق کی سیاست میں متن اور سند کی حیثیت رکھتا تھا ہر سیاسی مسئلہ میں اسی کی طرف رجوع کیا جاتا تھا عزت و ثروت احمد کے پیچھے بھاگنے لگے

اور امراء اور علماء اس سے دوستی کی خواہش کرنے لگے حکومت علیا نے اس کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں متعدد القاب اور مختلف تمغے عطا فرمائے پھر اس نے اپنی آخری عمر میں "الجوائب" کی ادارت اپنے بیٹے سلیم کو دے دی پھر بھی وہ پرچہ سابقہ آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتا رہا اور اس کا تسلسل برقرار رہا حتی کہ وہ 1884ء میں سوڈانی حوادث کے بعد بند ہو گیا پھر شدیاق بڑھاپے کی عمر میں مصر پہنچا تو مصریوں نے شایان شان طریقے سے اس کا استقبال کیا اور عزت و احترام کے ساتھ اپنے ہاں مہمان ٹھہرایا پھر وہ آستانہ واپس آگئے اور وہیں فوت ہو گئے۔

اس کی نثر اور شاعری:۔

شدیاق ادبی فنون میں ماہر' اور فنون انشاء میں سے مزاح' ظرافت' وعظ' ادب اور سیاست سبھی پر روانی سے مضمون لکھنے کی مہارت رکھتے تھے' وہ مفردات زبان کے حافظ' بیان کے اسالیب سے خوب واقف اور عمدہ نثر اور نظم نگار تھے۔ ان کی تحریر میں ترکیبیں شستہ' معانی ہم آہنگ اور رواں ہوتے ان کے یہاں ہم معنی الفاظ اور جملوں کی کثرت ہے' مضمون کو طویل کرنا' تفصیل سے بیان کرنا نیز مبالغہ آرائی ان کی خصوصیات ہیں' ان کی شاعری نثر کے مقابلہ میں کم درجہ کی ہے' اس میں نثر کی سی جدت طرازی بھی نہیں یوں کہنا چاہیے کہ وہ نثر میں مجدد اور نظم میں مقلد تھے لیکن اپنے معاصرین کے اعتبار سے وہ نظم و نثر دونوں میں پیش رو اور باکمال تھے۔

ان کی تالیفات:۔

تیس سالوں تک "الجوائب" میں لکھے جانے والے مضامین کے علاوہ ان کی کچھ قیمتی کتابیں بھی ہیں جو انکی وسیع معلومات اور شہرت کی دلیل ہیں ان میں سے مشہور ترین یہ ہیں۔۔

کتاب "**سر اللیال فی القلب والابدال**" یہ لغوی کتاب ہے جس میں حسد اول افعال اور مستعمل اسماء کو بیان کیا گیا ہے' نیز اس میں صاحب قاموس سے جو لفظ یا مثال رہ گئی یا کسی عبارت کی وضاحت نہ ہو سکی یا مادہ کی ترتیب میں کہیں غلطی ہوئی تو اس کی بھی نشاندہی کر دی گئی ہے یہ کتاب 1284ھ میں آستانہ سے شائع ہوئی۔۔

دوسری کتاب "**الساق علی الساق فیما هو الفاریاق**" فاریاق کا لفظ مصنف نے اصل میں مخفف کر کے اپنے لئے استعمال کیا ہے' یہ ضخیم کتاب اس نے یورپ کی سیاحت کے

دوران لکھی اس میں اس نے اپنے سفروں کے واقعات' احوال' واقعات اور ابتدائی عمر میں جھیلے ہوئے مصائب کا ذکر ہے اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اپنے کنبے کے افراد کو للکارا اور دھمکیاں دیں پھر ہر موضوع پر الگ الگ مترادف الفاظ جمع کر دیئے ہیں مثلاً کھانے پینے کے متعلق' سونگھنے کے متعلقات ہیرے اور جواہرات کے متعلقات' یہ اس کتاب کے اہم مباحث ہیں اس سلسلہ میں مصنف پر ادب پر جری ہونے' لغو مذاق کرنے اور اپنے مرتبہ سے گرے ہوئے نازیبا الفاظ استعمال کرنے پر اعتراض کیا جا سکتا ہے۔

اس کی ایک کتاب "**الجاسوس علی القاموس**" ہے اس میں اس نے وہ تمام ماخذ جمع کر دیئے ہیں جن کی مدد سے اس نے فیروز آبادی کی قاموس پر اضافے اور اصلاحیں کی ہیں۔

ایک اور کتاب "**کشف المخباعن فنون اوزبا**" ہے یہ کتاب اس کی یورپ کی سیاحت سے متعلق حالات پر مشتمل ہے۔

ایک تصنیف "**الواسطه فی احوال مالطه**" ہے جس میں اس جزیرہ کا وصف' اس کی سرزمین اور وہاں کے مکینوں کے حالات نیز اس کی موجودہ اور گزشتہ تاریخ کا ذکر کیا ہے۔

نمونہ کلام:۔

اپنے ہم جنسوں اور ہم وطنوں پر طعن و تشنیع کرنے سے تم خود ہی ملامت کے مستحق بن جاتے ہو' یقیناً وہ شخص جو اپنے آپ کو چھوڑ کر اپنے جملہ اہل وطن کو بے وقوف و ناکارہ خیال کرتا ہے وہ اس قابل ہے کہ ساری قوم اس کی حماقت اور دیوانگی کا اعلان کرتی رہے۔

بطرس بستانی

ولادت 1234ھ وفات 1300ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

باکمال عالم اور محقق لغوی بطرس بن بولس بستانی مارونی امیر بشیر کے دور میں لبنان کی ایک بستی دیبہ میں پیدا ہوئے' پھر مدرسہ عین ورقہ میں داخل ہوئے وہاں دس سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے' اسی عرصہ میں عربی' سریانی' لاطینی اور اطالوی زبانیں سیکھیں اور فلسفہ' علم

الہیات اور فقہ میں مہارت حاصل کی' اور تاریخ' جغرافیہ اور حساب میں تبحر حاصل کیا۔ پھر اس کے دل میں کیسا کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوا لیکن کچھ ہی دیر بعد وہ کنیسا کو چھوڑ کر تعلیم کی طرف پلٹ آئے' پھر وہ بیروت آئے وہاں مسیحی امریکی مبلغین سے ملے وہاں بعض اساتذہ سے انگریزی' عبرانی' یونانی اور کچھ جدید علوم حاصل کئے' پھر ان کے مذہب میں داخل ہو گئے اور ان کے ہم نوا بن گئے اور تورات کے ترجمہ میں ان کی مدد کی 1863ء میں انہوں نے ایک اسکول بنایا جس کا نام "المدرستہ الوطنیہ" رکھا اس مدرسہ نے اپنے حسن انتظام اور اعلیٰ تعلیم کی وجہ سے بہت شہرت حاصل کی اور یہاں شام' مصر' آستانہ' یونان اور عراق سے طلبہ آنے لگے۔

پھر انہوں نے اس کی ادارت اپنے بیٹے سلیم بستانی کے حوالے کر دی اور خود کتابوں کے مطالعہ' مضمون نگاری اور تصنیف میں مشغول ہو گئے 1869ء میں وہ اپنی تالیف "القاموس المحیط" کی تالیف سے فارغ ہوئے اور 1880ء میں انہوں نے ایک علمی' ادبی اور سیاسی رسالہ "الجنان" نکالا اور اس کی ادارت و تربیت کا کام اپنے بیٹے سلیم کے سپرد کر دیا پھر اسکی مدد کے لئے ایک رسالہ "الجنتہ" اور دوسرا "الجنینہ" نکالا' اس کے بعد انہوں نے انسائیکلوپیڈیا کا کام شروع کر دیا جو نہایت گراں قدر اور عظیم کام تھا جسے مکمل کرنے کے لئے انفرادی صلاحتیں کافی نہیں بلکہ ایک جماعت کی ضرورت تھی لیکن متعدد مشہور زبانوں میں نہایت مہارت اور صبر و استقلال نے ان کے لئے یہ مشکل کام بھی آسان بنا دیا چنانچہ انہوں نے انسائیکلوپیڈیا کی سات جلدیں نکالیں وہ ساتویں جلد کی تکمیل میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک موت نے انھیں آن لیا بعد ازاں ان کے بیٹوں نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا' ان کی موت سے مشرق جدید علمی تحریک کے ایک عظیم ستون سے محروم ہو گیا۔

علمی مقام اور خدمات:۔

بستانی نے اس دور میں کمال حاصل کیا جس دور میں جہالت کا دور دورہ تھا اس نے مشعل اٹھائی اور تاریک راستے میں روشنی پھیلائی' اور اپنے آپ کو لوگوں کی رہنمائی اور تبلیغ کے لئے وقف کر دیا کتابیں لکھیں' رسالے نکالے' مدرسے کھولے اس نے ان خدمات اور عظیم کارناموں کی بناء پر تاریخ میں اپنا نام رقم کروا لیا ہے یہی چیز ان کی عبقریت' جواں ہمتی اور قوت ارادی پر واضح دلیل ہے' ان کی ہمیشہ رہنے والی تالیفات میں "محیط المحیط" ہے یہ جدید طرز کی لغت ہے جس میں انہوں نے فیروز آبادی کی القاموس اور جوہری کی صحاح کو یکجا کر دیا

ہے' اور اسے ثلاثی مجرد کے حروف ہجاء کی ترتیب سے مرتب کیا ہے' اس میں بہت سے عامیانہ الفاظ اور ان کے مقابلے میں ان کے ہم معنی فصیح الفاظ بھی دیئے ہیں ان کا دوسرا عظیم کام انسائیکلو پیڈیا کی تالیف ہے' ان دو گرانقدر علمی خدمات کے علاوہ بستانی نے "کشف الحجاب فی علم الحساب" اور صرف و نحو میں "مفتاح المصباح" نیز مختلف موضوعات پر متعدد مقالات اور رسائل بھی لکھے ہیں۔

حمزہ فتح اللہ

ولادت 1265ھ وفات 1336ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

استاذ لغت شیخ حمزہ فتح اللہ 1849ء کو اسکندریہ میں پیدا ہوئے وہیں نشوونما پائی درمیانے طبقے کے گھرانے کے فرد تھے قرآن مجید حفظ کیا علوم لسانیہ و شرعیہ کی تعلیم حاصل کی پھر تیونس کے لئے عازم سفر ہوئے وہاں کچھ سال ٹھہرے اس دوران رسالہ "الرائد التونسی" کی ادارت کرتے رہے پھر اسکندریہ واپس آئے اور خدیو توفیق کی خدمت میں پہنچے خدیو نے انہیں مشورہ دیا کہ "رسالۃ الاعتدال" نکالیں۔ (وہ عرابی انقلاب کا سال تھا) تاکہ اس کے ذریعے وہ حکومت خدیو کی مدافعت کریں اور اس کی سیاست کی تائید کریں لیکن یہ ایک سال بھی نہ چل سکا۔

1886ء میں وہ حکومت مصر کی نمائندگی کرتے ہوئے "المؤتمر العلمی الشرقی" میں شرکت کی جو وائنا میں منعقد ہوئی تھی پھر دوسری مرتبہ بھی جب 1889ء میں آسٹاکھالم میں علوم شرقیہ کی کانفرنس منعقد ہوئی تو انہوں نے نمائندگی کی' پھر صحافت کے بعد انہوں نے مستقل تعلیمی مشغلہ اختیار کر لیا اور وہ 1888ء میں "مدرسۃ الالسن" (زبانوں کے مدرسے) میں استاذ مقرر ہوئے اور پھر دارالعلوم میں استاذ لگ گئے بعد ازاں تعلیمات کے محکمہ انسپکشن میں منتقل ہو گئے پھر اسی پر فائز رہے تاآنکہ 1912ء میں آپ کو پنشن مل گئی پھر آپ تحقیق و مطالعہ میں مشغول ہو گئے حتی کہ اسی حالت میں نابینا ہو کر اپریل 1918ء میں انتقال فرمایا۔

علم و اخلاق:۔

مرحوم قلب سلیم اور کریمانہ اخلاق کے مالک تھے عربی زبان پر جان دینے والے' اور

ادب کے دلدادہ اور بحث و تحقیق کے رسیا تھے ان کی یہ صفات ان کے اکثر تلامذہ کے دلوں میں سرایت کر گئیں چنانچہ وہ بھی عربی زبان کی ترقی' زبان کے احیاء اور ادب کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ دارالعلوم میں تدریس کے دوران انہوں نے ایک کتاب "**المواهب الفتحية في علوم اللغة العربية**" لکھی پھر اس کے بعد حکومتی سطح پر نصابی کتابوں کی تنقیح و تہذیب میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔

نظم میں ان کا طریق کار متقدمین کا اور نثر میں متاخرین کا سا تھا گویا وہ ان دونوں طریقوں کے بین بین تھے۔

نمونہ کلام:۔

ان کے بہترین اشعار میں وہ قصیدہ ہے جو انہوں نے **منو تمر علمی شرقی** میں سنایا تھا جس کا مطلع یہ ہے۔

حمد السرى يااخى العود والناب' انساك وعثاء اغباب واخباب

اے اونٹوں والے! سفر سے واپسی کے بعد جب تیری حمد و مدح ہو گی تو وہ تمام تکلیفیں اور مصیبتیں جو تو نے جانوروں کو ناغہ سے پانی پلانے اور تیز دوڑانے میں برداشت کیں سب کو بھول جائے گا۔

سید عبدالحمید بکری کو معذرت خواہی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

اے آقائے محترم! آپ کے دیدار کا اشتیاق تیز ہو رہا ہے اس مخلص وبا وفا دوست کے بارے میں اپنے دل سے پوچھ لو اور پختہ دوستی کی نسبت بھی سوال کر لو جسے گردش ایام مضبوط تر کرتے جاتے ہیں جو دن گزرتا ہے اس کے استحکام میں اضافہ کرتا جاتا ہے' جناب کے دل میں یہ خیال بھی نہ پیدا ہوا کہ بندہ جو آپ کے دربار میں حاضری نہیں دیتا اس کا سبب تکبر یا کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہے بلکہ اس بارے میں میرے پاس تاخیر کی وجہ سے معذرت ہے اور آپ' خدا! آپ کو دیر تک زندہ رکھے' اپنے دوست کی طرف سے معذرت قبول کرنے میں بڑے کشادہ دل اور ضروری امور کی وجہ سے اس کی تاخیر پر چشم پوشی سے کام لینے والے ہیں۔ مجھے جناب کی ذات گرامی سے امید ہے کہ میری یہ معذرت ملاقات سے مانع نہ رکھے گی۔ آپ کے مجھ پر کتنے ہی احسانات ہیں جن پر میں ہمیشہ آپ کا شکر گزار رہوں گا' والسلام

شعراء:

محمود سامی بارودی

ولادت 1254ھ وفات 1321ھ

پیدائش وحالات زندگی:۔

یہ حسن بک حسنی کے بیٹے تھے جو محمد علی پاشا کے دور میں دنقلہ دبربر کے ناظم تھے۔ قاہرہ
ں پیدا ہوئے اور اپنے والد کی نگرانی میں آسودہ حالی میں بچپن گزارا ابھی سات سال کے نہ
وئے تھے کہ والد وہیں فوت ہو گئے تو آپ کے خاندان کے بعض افراد نے آپ کی تربیت کا
نتظام کیا آپ کو فوجی اسکول میں داخل کروا دیا گیا آپ نے فنون عسکری سیکھے اور وہاں سے فوجی
ن کر نکلے وہ بچپن سے ہی شعر پڑھنے اور یاد کرنے کے شوقین تھے ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ
کن وجوہات کی بناء پر اس طرف مائل ہوئے لیکن اتنا ہے کہ وہ اپنے طور پر عرب شعراء کے
یوان پڑھتے رہتے تھے حتی کہ جب جوان ہوئے تو ان کی زبان نہایت شستہ تھی علم نحو جانے بغیر
عبارت پر صحیح اعراب لگاتے تھے۔ پھر جو کچھ انہوں نے شاعری یاد کی تھی وہ شاعری بن کر آپ کی
زبان سے نکلی اور آپ نے مختلف موضوعات پر شعر کہنے شروع کر دئے اور آستانہ کا سفر کیا وہاں
ترکی اور فارسی دونوں زبانیں سیکھیں اور ان کے آداب میں ماہر ہو گئے حتی کہ ان کے اشعار
سمجھے جانے لگے۔ پھر وہاں ان کی ملاقات 1279ھ میں خدیو اسماعیل سے ہوئی انہوں نے اسے اپنا
مقرب بنا لیا اور مصر لے آئے پھر یہ فوجی عہدوں میں ترقی کرتے رہے حتی کہ 1294ھ وہ میجر
جنرل کے عہدہ پر پہنچ گئے اس دوران انہوں نے فرانس اور انگلینڈ کے سفر کئے جہاں ان کی ادبی
قوت اور فنی مہارت میں اضافہ ہوا یہ اس مصری فوج کے افسروں میں سے ایک افسر تھے جس
فوج نے بلقان اور اقریطش کی بغاوت میں حکومت علیا کی مدد کی' ان معرکوں میں انہوں نے
نمایاں خدمات انجام دیں۔

جب یہ وہاں سے مصر واپس آئے تو یہ حکومت کے مختلف انتظامی عہدوں پر فائز ہوتے
رہے' شرقیہ کے ناظم مقرر ہوئے' پھر یہ پولیس کے اعلیٰ افسر بنے' اور توفیق کے عہد حکومت میں
یہ اوقاف کے نگران بن کر فوج کے لفٹیننٹ جنرل کے عہدہ تک پہنچ گئے عرابی انقلاب سے کچھ پہلے
وہ محکمہ فوج کے نگران اور پھر شریف پاشا کے بعد وہ اس محکمہ کے سربراہ بن گئے اس کے بعد ہی

ہنگامہ بغاوت برپا ہو گیا' فتنہ کی چنگاریاں اڑنے لگیں اکثر لوگ کہنے لگے کہ بارودی اس فتنہ کا ذمہ دار ہے انقلابی فتنہ کا قائد ہے لیکن ان کی شاعری انہیں بری قرار دیتی ہے۔

وادی نیل پر انگریزوں کے قبضہ کے بعد یہ انقلاب فرو ہو گیا فتنہ پرور لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا اور انہیں جزیرہ سراندیپ (سیلان) کی طرف جلاوطن کر دیا گیا جن میں یہ شاعر بھی تھا۔ اس نے سترہ سال جلاوطنی کی زندگی گزاری اس عرصہ میں اس نے انگریزی زبان سیکھ لی اور عربی میں عمدہ نظمیں کہیں۔ پھر خدیو عباس ثانی نے عام معافی کا اعلان کیا 1327ھ میں یہ بھی معافی کے اعلان سے مستفید ہوا اور اسے شہری حقوق مل گئے پھر اس کے بعد یہ صرف پانچ سال تک زندہ رہا اس نے اپنا وہ وقت بڑھاپے کی وجہ سے مطالعہ کتب' دوستوں سے میل ملاقات' اور شعرو شاعری کے مشاغل میں پرسکون گزارا' لیکن موت سے پہلے اس کی بینائی جاتی رہی تھی۔

شاعری:۔

اگرچہ امرؤالقیس کو شاعری کی تمہید اور قصیدہ گوئی کی اصلاح کا شرف حاصل ہے' اور بشار کو اس کی ترقی اور خوب تر بنانے کی برتری حاصل ہے تو بارودی کو اس کی تجدید اور احیاء کا فخر حاصل ہے کیونکہ اس کے دور میں شاعری آخری تاریک صدیوں کی وجہ سے بگڑ چکی تھی نظم بے ڈول' تکلف نمایاں' صنعت غالب اور مضمون ناقص ہوتا تھا' بارودی نے اسے چمکایا' منظم و حسین بنایا' لفظی حسن اور معنوی رونق سے نوازا' بارودی نے ابن المعتز' ابو فراس' رضی' طغرائی اور ان جیسے دوسرے شعراء کا کلام حفظ کر لیا تھا اور ان کے اشعار اس کے دل پر منقش ہو چکے تھے اور اس کے ذہن صفحات پر کندہ ہو چکے تھے اس کی وجہ سے وہ ان سے بڑی حد تک متاثر اور ان کے رنگ میں رنگا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ قوی احساس اور ذوق سلیم کا مالک تھا چنانچہ اس نے ان تمام اسالیب کو ملا کر ایک بہترین اور عمدہ مرکب تیار کیا۔ اسی لئے آپ جب اس کا قصیدہ پڑھتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ بلند پایہ شعراء کی روحیں اس کی روح کے ارد گرد منڈلا رہی ہیں اور اس کی شاعری کے گرد حلقہ بنائے ہوئے ہیں۔

بارودی نے نہ تو کوئی جدید معانی پیدا کئے نہ کوئی نیا اسلوب ایجاد کیا اس کے باوجود وہ روانی سے بہترین شاعری پر قادر الکلام ہے وہ نغمہ و ترنم سے محبت کرتا ہے وہ کثیر الفاظ میں قلیل معنی کو ترجیح دیتا ہے نہ کہ الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں۔ فخر' حماسہ اور وصف میں اس نے عمدہ شاعری کی ہے۔

تصنیفات:۔

اس کی ایک کتاب "مختارات البارودی" ہے جو چار اجزاء پر مشتمل ہے اس میں اس نے مختلف عنوانات پر عہد عباسی کے تیس شعراء کا پسندیدہ کلام جمع کیا ہے' اس انتخاب میں بھی اس نے اپنی شاعری والا طریقہ اپنایا ہے' یعنی اس نے لفظ اور معنی کی خوبصورتی کو ترجیح دی ہے لیکن صرف لفظی حسن کو معنوی حسن اور لفظی قبح پر ترجیح دی ہے اس کے اشعار کا مجموعہ حال ہی میں مصر میں دو جلدوں میں شائع ہوا ہے۔

نمونہ کلام:۔

حماسہ اور فخر میں وہ کہتا ہے۔

ونقع كلج البحر خضت غماره' ولا معقل الا المناصل والجرد
صبرت له والموت يحمر تارة' ينفل طورًا فى العجاج فليسود
فما كنت الا الليث انهضه الطوى' وما كنت الا السيف فارقه الغمد
صئول وللابطال همس من الوفى' ضروب وقلب القرن فى صدره يعدو
فما مهجة الا ورمحى ضميرها' ولا لبة الا وسيفى لها عقد

اور جنگ میں اڑنے والا وہ کثیف غبار جو سمندر کے کنڈ کے مانند تھا میں نے اس میں غوطہ زنی کی' جہاں تلواروں اور گھوڑوں کے سوا کوئی پناہ گاہ نہ تھی۔

میں نے وہاں جم کر مقابلہ کیا جبکہ موت کبھی تلواروں کے خوف سے سرخ ہوتی تھی اور کبھی غبار جنگ میں کالے رنگ کی بھیانک شکل اختیار کرلیتی تھی۔

لیکن میری حالت شیر کی سی تھی جو بھوک میں حملہ کے لئے بپھرا ہو یا پھر اس تلوار کی طرح تھی جو میان سے باہر نکل چکی ہو۔

میں اس وقت حملہ کرتا ہوں جب بہادروں کا پسینہ چھوٹ جاتا ہے اور اس وقت تلوار سے وار کرتا ہوں جب حریف کا دل سینے میں جوش مارتا ہے۔

عالم یہ تھا کہ کوئی جان ایسی نہ تھی جس کو میرے نیزے نے چھیدا نہ ہو اور کوئی سینہ ایسا نہ تھا جس پر میری تلوار ہار نہ بن گئی ہو

اسماعیل صبری

ولادت 1270ھ وفات 1341ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

یہ فن کار شاعر دریائے نیل کے ساحلی علاقہ میں پیدا ہوا وہیں نشو ونما پائی اور یہ اسماعیل پاشا کے عہد میں جوان ہوا جو تہذیب و تمدن اور ادب کا دور کہلاتا ہے یہ جدید نظامی مدرسہ میں داخل ہوا یہ ابتدائی تعلیم سے ثانوی پھر اعلیٰ تعلیم تک پہنچا جب کہ اس کی عمر ابھی اٹھارہ سال کی تھی اس وقت "روضتہ المدارس" کے چند شمارے شائع ہو چکے تھے یہ طلبہ کا ادبی مجلہ تھا جس میں لکھنے والے اس عہد کے مایہ ناز قلم کار ہوتے تھے مثلاً رفاعہ بک' شیخ حسین مرصفی' استاذ بارودی' عبداللہ فکری اور صالح مجدی' یہ پندرہ روزہ رسالہ تھا اس میں مختلف موضوعات پر حامل مضامین ہوتے تھے نیز عمدہ نظم اور نثر کا انتخاب ہوتا تھا' صبری بھی انہیں گہری نظر سے دیکھتا۔ اس سے اقتباس لیتا اور ان کی نقل کرنے کی کوشش کرتا خود اس کی اپنی ذات میں بھی اس کا قوی ملکہ تھا جو اسے ابھار رہا تھا' اس کی طبیعت میں جولانی تھی جو اسے اظہار کلام کے لئے مجبور کر رہی تھی اور ذوق سلیم تھا جو رہنمائی کر رہا تھا۔ اس نے خدیو کی مبارکبادی کے سلسلہ میں ایک قصیدہ لکھا جو اس رسالہ میں شائع ہوا اس وقت اس کی عمر سولہ سال تھی پھر وہ مصری وفد کے ساتھ فرانس گیا وہاں اس نے ایکس یونیورسٹی میں اپنی تعلیم مکمل کی اور وہاں 1878ء میں قانون کی ڈگری حاصل کی یہاں رہ کر اس نے پوری تہذیب کو قریب سے دیکھا اور فرانسیسی آداب کا خوب مزا چکھا۔ آپ کو جمال' علم اور فن کی تمام خوبیاں بدرجہ اتم ملی تھیں وہاں جا کر ان میں نمو اور سرسبزی آئی۔

جب یہ مصر واپس آئے تو عہدہ قضاۃ سے منسلک ہو گئے پھر انہوں نے یکے بعد دیگرے ترقی کے مناصب طے کئے پھر اسکندریہ کے گورنر بنائے گئے پھر قانونی کونسل میں ان کا تبادلہ ہوا ایک عرصہ تک اس عہدہ پر قائز رہے پھر جب 1907ء کو پنشن کی عمر کو پہنچے تو تمام نوکریوں سے فارغ ہو کر گھر میں ڈیرہ ڈال لیا ادبی دوستوں سے مجلسیں کرتے شعر و شاعری میں مشغول رہتے' قوم کو اپنے جذبات و افکار' شاعری کے نغموں کی صورت میں پیش کرتے رہے' ان کا گھر شعراء کی مجلس اور ادیبوں کا مرکز بنا رہتا تھا یہ لوگ شبانہ محفلوں میں آتے اپنے اشعار

سناتے' صبری ان پر ماہر نقاد کی حیثیت سے نگاہ دوڑاتا' اور استاذ کی طرح اسے درست کرتا حتی کہ ان کا نام ہی "استاذ" پڑ گیا اور شعراء نے آپ کی برتری تسلیم کر لی' وہ اسی حالت میں رہے کہ انہیں دل کا عارضہ لاحق ہو گیا کچھ سال تو مرض کا مقابلہ کرتے رہے لیکن آخر 1923ء میں اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے اس وقت ان کی عمر اسی برس تھی۔

ان کی شاعری:۔

ہمارا یہ تجربہ ہے کہ جتنے بھی وجدانی شعراء ہیں انہوں نے یہ ملکہ عین جوانی کی عمر اور بہار حیات میں حاصل کیا جبکہ جذبات جوان' احساسات برانگیختہ' امیدیں بھرپور اور زندگی تروتازہ ہوتی ہے' لیکن صبری جو خالص وجدانی شاعر ہے اس نے یہ کمال چالیس برس کی عمر کے بعد حاصل کیا اس میں یہ ملکہ مرور زمانہ' طویل مشق اور مسلسل غور و نظر سے پیدا ہوا جوانی میں اس کی شاعری ناپختہ اور تقلیدی تھی' اس کے قوت فکر میں خامی تھی وہ ایک ناتمام کوشش کی حیثیت رکھتی تھی چنانچہ اس نے اپنی شاعری میں عمدہ الفاظ اور نادر معانی سموئے' وہ بحتری کی طرح محبت' دوستی' جمال اور موت کے موضوعات پر اشعار کہتا پھر وہ ان غنائیہ نغمات کو' جو اس کی طبیعت کی عکاسی اور روح کی ترجمانی کرتے اور دیگر شعراء کے مقابلے میں اس کے اشعار امامت کی جگہ پر فائز ہوتے وہ نہایت ترنم سے پڑھتا۔

مطران کہتے ہیں "کہ صبری کسی حادثہ کو دیکھ کر' یا کوئی اہم خبر سننے پر' یا کسی کتاب کے مطالعہ پر' تاثر کے بعد ہی شعر کہتے تھے وہ اپنے اشعار کو خوب پرکھتے اور اکثر ترمیم و اضافہ کرتے پھر جب وہ نزاکت لفظی' فصاحت اسلوب اور حسن معنی کے لحاظ سے ان کی عین منشا کے مطابق نہ ہو جاتا وہ انہیں چھوڑ دیتے اور بھول جاتے' اکثر وہ اپنے مقصود کو دو' چار یا چھ اشعار میں نظم کر دیتے تھے اور اس تعداد سے بہت کم وہ تجاوز کرتے تھے اِلّا یہ کہ قصیدہ کا تقاضا ہو لیکن ایسا بھی شاذ و نادر ہی ہوتا تھا۔

نمونہ کلام:۔

دوستی کے بارہ میں وہ کہتا ہے۔

ا خانني خل قديم وعقني' وفوقت يوما في مقاتلة سهمي
تعرض طيف الود بيني وبينه' فكسر سهمي فانثنيت ولم ارم

جب کوئی پرانا دوست مجھ سے بے وفائی کرتا ہے اور میں اس کو مارنے کے لئے اپنا تیر بالکل سیدھا پر تان لیتا ہوں۔

تو ایسے میں میری آنکھوں کے سامنے دوستی کا وہ پرانا زمانہ یاد آجاتا ہے اور وہ میرے تیر کو توڑ دیتا ہے تو میں باز آجاتا ہوں اور اسے نہیں مارتا۔

احمد شوقی بک

متوفی 1351ھ بمطابق 1932ء

پیدائش اور حالات زندگی:۔

احمد شوقی بن احمد شوقی بک قاہرہ میں پیدا ہوئے وہیں نشوونما پائی ان کے اصلی وطن کے متعلقات ان کے والد کا کہنا ہے کہ اس کے والد پہلے کرد تھے پھر عرب تھے ان کے والد یہ بھی کہتے تھے کہ وہ جوانی کی حالت میں اس علاقے میں آئے تھے' اور سربراہ مصر محمد علی پاشا کے نام احمد شاجزار کی سفارشی چٹھی بھی لائے تھے۔ جس پر محمد علی پاشا نے انہیں اپنے مصاحبین میں شامل کر لیا پھر وہ مختلف سرکاری مناصب پر کام کرتے رہے تا آنکہ مصری محکمہ محصولات کے مہتمم مقرر ہو گئے۔

ان کے والد بڑے فضول خرچ تھے انہوں نے جو کچھ اپنے والد کی وراثت سے پایا۔ اسے خرچ کر ڈالا چنانچہ ان کی تربیت ان کی نانی نے کی یہ اسماعیل پاشا کے دور حکومت میں محل کی ملازمہ تھی جب آپ کی عمر چار سال ہوئی تو حنفی محلہ کے شیخ صالح مدرسہ میں داخل کروادیا گیا پھر آپ نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم حاصل کی اور چھوٹی عمر ہی میں لاء کالج میں داخل کروادیئے گئے وہاں آپ نے دو سال گذارے پھر وہاں ترجمہ کا ایک نیا شعبہ قائم ہوا تو آپ اس میں منتقل ہو گئے وہاں دو سال اور لگائے پھر آپ کو اعلیٰ تعلیم کی ڈگری مل گئی پھر خدیوی توفیق نے اسے اپنی عملداری میں لے لیا اور اپنے خرچ پر اسے قانون اور ادب کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے فرانس بھیج دیا وہاں یہ دو سال تک "مونیلیہ" میں پڑھتے رہے اور دو سال "پیرس" میں پڑھے پھر واپس آکر خدیوی محلہ میں اپنا عہدہ سنبھال لیا' پھر بتدریج مختلف عہدوں پر ترقی کرتے گئے انہوں نے امیر کے دل میں اس قدر جگہ بنالی تھی کہ حاکم ان کی نہ تو کوئی سفارش رد کرتا اور نہ ہی ان کے مشورہ کے خلاف کرتا۔

چنانچہ جب پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں نے مصر پر قبضہ کر کے خدیو کو مصر کے تخت سے اتار دیا تو ارباب اقتیار نے شوقی کو مشورہ دیا کہ وہ ملک چھوڑ جائے لہٰذا اس نے مصر کو خیر باد کہہ کر اسپین کے صوبہ بار شلونا میں اقامت اختیار کی جب تک دوبارہ عالمی امن بحال نہ ہوا مصر واپس نہیں آئے لیکن سابقہ حکومت سے پختہ تعلقات اور جلاوطن خدیو کی شان میں کہے ہوئے مدحیہ قصائد ان کی راہ میں رکاوٹ بن گئے جس کی بناء پر ارباب اقتدار سے تعلقات استوار نہ ہو سکے' چنانچہ شاعر نے اپنی شاعری اور نغموں کا رخ قوم کی طرف پھیر لیا۔ وہ قومی احساسات اور ملی شعور کی عکاسی کرتا رہا ان کے شعور کو بیدار اور انکی طبیعتوں میں انقلاب پیدا کرتا رہا اور انہیں جہاد پر قائم رہنے کی ترغیب دیتا رہا۔ حتیٰ کہ مصر اور عالم عرب ان کے اس احسان کا مداح ہو گیا قوم نے شاہی اوپیرا ہاؤس میں اس عظیم شاعر کے اعزاز میں جشن عام منایا جس میں جلالتہ الملک فواد الاول کی زیر سرپرستی مصر اور دیگر عرب ممالک کی سرکردہ ہستیوں نے شرکت کی' شوقی مسلسل قوم کی نظروں میں عزت و وقار اور شہرت و مقبولیت حاصل کرتا رہا تا آنکہ 1932ء میں وہ اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ چنانچہ وزارت تعلیم اور علمی و ادبی شخصیات نے شاہی اوپیرا ہاؤس میں اس شاعر کی یاد میں تعزیتی محفل منعقد کی جس میں عرب ممالک کی سربر آوردہ شخصیتوں کو دعوت دی گئی اور اس میں جلالتہ الملک کے نمائندہ نے شرکت کی۔

شوقی کی شاعری:۔

تمام تنقید نگاروں کا اتفاق ہے کہ شوقی ان دس صدیوں کا نعم البدل ہے جو متنبی کے بعد عالم عرب کی تاریخ پر گزرے ہیں جن میں وحی افکار کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد کوئی موھوبی شاعر نہیں ہوا جو اس سلسلہ کو جاری کرتا اور اس فرسودہ ادب میں نئی روح پھونکتا۔

شوقی کی شاعری باریک بین طبیعت' صادق احساس' ذوق سلیم اور روحانی قوت سے پھوٹ کر نکلتی ہے' لہٰذا اس میں روانی کی پختگی اور بندش کی مضبوطی پائی جاتی ہے' اور وہ ہر قسم کی کمزوری' لغو' حشو اور اضطراب سے پاک ہوتی ہے' متنبی کی طرح ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ ملا جلا' ان کی طبیعتوں سے واقف ہوا اور جذبات و رجحانات سے باخبر ہوا اور ان کی صحیح ترجمانی کرتا تھا' نادر اشعار ضرب المثل اور حکمت عالیہ نظم کرنے میں وہ بھی متنبی کے مشابہ ہے' وہ بغیر کسی تکلف اور ارادہ کے مدح' وصف اور مرثیہ کو مناسب موقعوں پر لے آتا ہے اسی طرح وہ گہرے معانی اور مطالب کو نظم کرنے میں متنبی کا ہم مثل ہے۔ جس میں انسانی ذہن ڈوب جاتا

ہے پھر نہ اس کو کہیں تہہ ملتی ہے اور نہ ہی کنارہ ملتا ہے' اس کے اکثر معانی طبع زاد اور بہت کم نقل کردہ ہیں اس کے الفاظ کلام کی مناسبت اور حالات کے اختلاف کے مطابق مادہ اور بناوٹ میں مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں لیکن اکثر جگہوں میں اس کی طبعی بشاشت' ظرافت اور شیرینی روح پائی جاتی ہے کبھی وہ اپنی طبیعت کو آزاد چھوڑ کر روانی میں شاعری کر جاتا ہے اور کبھی ایسے عناصر شامل کر لیتا ہے جو اس کے فضل و وقار سے ہم آہنگ نہیں ہوتے۔

شوقی اپنے دین' زبان اور فن کا محافظ ہے' وہ اپنی شاعری میں کثرت سے انبیاء' خلفاء' آسمانی کتب اور مقدس مقامات کا تذکرہ کرتا ہے اور وہ بنو عباس کے بلندپایہ شعراء کے طرز پر شاعری کرتا ہے' اور وہ طویل بحروں پر اشعار کہتا ہے وہ تو مولود اوزان پر بہت کم شعر کہتا ہے اور ایک قصیدہ میں بہت کم تنوع پیدا کرتا ہے تاہم قدیم اسلوب کی پابندی اس کی راہ میں اس طرح حائل نہ ہو سکی کہ وہ عربی شاعری کی کمی کو پورا کرنے میں ناکام رہتا' اس کے عہد تک عربی شاعری خنائی تھی جسے شاعر اپنی طبیعت سے پیدا کرتا اور اپنے دل سے نکالتا تھا شوقی نے آکر اسے بیانیہ شاعری بنا دیا اس نے عمومی حوادث اور وطنیت کے موضوع پر طویل نظمیں کہیں جیسا کہ "دول العرب" کے نام سے اس کا ارجوزہ اور "وادی نیل" کے نام سے ایک قصیدہ ہے۔

پھر شوقی نے ڈرامائی شاعری کی طرف توجہ کی اور اپنے مشہور ڈرامے نظم کیے مثلاً قلوپطرہ کی تباہی' مجنوں لیلیٰ' قمبیز' علی الکبیر' عنترہ' الست ھدی' اس لحاظ سے یہ عربی شاعری کا جدید باکمال شاعر ہے' اس کے اشعار ایک مجموعہ میں جمع کیے جا چکے ہیں جو چار اجزاء پر شامل ہے شاعری میں اس کی ایک اور بھی کتاب ہے جس کا نام **"عظماء الاسلام"** ہے اور بچوں کے لئے چھوٹی چھوٹی نظمیں اور گانے ہیں۔

شوقی مسجع نثر بھی لکھتا ہے لیکن وہ شاعری سے صرف وزن میں مختلف ہوتی ہے اس نے اپنی نثر کا بڑا حصہ ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے "جس کا نام **"اسواق الذهب"** ہے اور اس نے آزاد نثر میں کچھ کہانیاں بھی لکھی ہیں مثلاً **"لا یاس' ورقته الاس' مذکرات بنتاؤر"** اور **"اميرة الاندلس"** قابل ذکر ہیں۔

اس کی شاعری کا نمونہ:۔

اختلاف النهار والليل ينسي' اذكر الى الصبا وايام انسى

وصفا لى ملاوة من شباب' صورت من تصورات ومس

عصفت كالصبا اللعوب ومرت' سنة حلوة ولذة خلس
وسلا مصر' هل سلا القلب عنها' او اسا جرحه الزمان الموسى
كلما مرت الليالي عليه' رق والعهد في الليالي تقسى
مستطار اذا البواخر رنت' اول الليل او عوت بعد جرس
ا حرام على بلابله الروح' حلائل للطير من كل جنس

دن رات کا ادل بدل کر آنا بہت سے واقعات کو بھلا دیتا ہے (اے میرے دوستو!) مجھے بچپن اور میری محبت کے دن یاد دلاؤ۔

اور کچھ دیر کے لئے میرے سامنے ایام جوانی کا وصف بیان کرو جو تصورات اور احساس کی آمیزش سے رونما ہوا تھا۔

وہ اٹھکیلیاں کرتی ہوئی باد صبا کی طرح گزر گیا جیسے میٹھی نیند اور آنکھ کے جھپکنے کے ساتھ ختم ہو جانے والی لذت۔

(اے میرے رفیقو!) ذرا مصر سے پوچھو! کیا دل نے اس کی یاد بھلائی؟ یا زمانہ اس کی یاد کے زخموں کو بھر سکا جو مرور ایام کے ذریعہ بہت سے زخموں کا مداوا کر دیتا ہے؟

جب بھی اس پر راتیں گزرتی ہیں تو وہ دل نرم و گداز ہو جاتا ہے' حالانکہ زمانہ راتوں میں سختی پیدا کرتا ہے۔

جب بھی ابتداء شب میں کسی جہاز کی آواز یا گھنٹی کے بعد اس کی سیٹی کی آواز سنتا ہوں تو بے چین ہو جاتا ہوں۔

(کس قدر حیرت کی بات ہے کہ) چمن کے گھنے سایہ دار درخت چمن کی بلبلوں کے لئے تو حرام ہو جائیں لیکن ان کے علاوہ باقی ہر جنس کے پرندوں کے لئے وہ حلال ہوں (یعنی وطن والے تو وطن کی آسائشوں سے محروم ہوں اور استعماری قوتیں اس پر تسلط جما کر عیش کرتی رہیں)

محمد حافظ ابراھیم

ولادت 1286ھ وفات 1350ھ

پیدائش اور حالات زندگی:۔

محمد حافظ ابراھیم ضلع اسیوط کے شہر دیروط میں پیدا ہوا اس کے والد ابراھیم فہمی پلوں

کے تعمیر کے نگران انجنیر تھے' ابھی یہ دو سال کا تھا کہ والد فوت ہو گئے تو اس کی والدہ اسے لے کر قاہرہ چلی گئی جہاں اس کے ماموؤں نے اس کی کفالت کی اور اسے مدرسہ خیریہ' پھر مدرسہ مبتدیان اور پھر مدرسہ خدیویہ میں داخل کروایا' پھر اس کا ماموں طنطا چلا گیا تو اسے بھی ساتھ لے گیا وہاں اس نے چند سال بے کاری میں گزار دیئے وہ اپنے خالی اوقات مطالعہ میں گزارتا اور شاعری سے مشغول ہو کر اپنا ملال دور کرتا۔

کسی وجہ سے اس کے ماموں اس کے دل سے ناامیدی کی گھٹا اور یتیمی کی ذلت کو دور نہ کر سکے چنانچہ وہ ہمیشہ زندگی سے بیزار' لوگوں سے متنفر اور تقدیر سے شاکی رہنے لگا۔ وہ شاعری بھی انہی موضوعات کے متعلق کرتا' پھر ضرورت اسے وکلاء کے دفاتر لے گئی وہاں وہ روزی کے لئے کام کرتا رہا' تاآنکہ انہیں ایک اچھا موقع ملا اور وہ ملٹری سکول میں داخل ہو گئے اور وہاں سے فوجی افسر بن کر نکلے اور وہاں سے پولیس میں چلے گئے' پھر وہاں سے فوج میں تبادلہ ہو گیا۔ پھر کچز کی زیر کمان سوڈان پر فوجی حملہ میں انہیں بھی وہاں بھیجا گیا یہاں وہ ایک مدت تک قیام کرنے کی وجہ سے بیزار اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور مصر واپس آنے کی کوشش کرتے رہے جب ناکام رہے تو 1899ء میں فوج کے ایک گروہ کے ساتھ مل کر بغاوت کر دی فوجی عدالت میں ان کے خلاف مقدمہ چلایا گیا پھر انہیں ریزرو فوج میں بھیج دیا گیا اور پھر انہیں پنشن دے دی گئی۔

حافظ وہاں سے فراغت کے بعد پھر پہلے کی طرح بے قرار و بے مقصد زندگی گزارنے کے لیے ایک ہوٹل سے دوسرے ہوٹل اور ایک مجلس سے دوسری مجلس میں جاتا اور وہ امام محمد عبدہ کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے لگا اور ان کے بلند مرتبہ سے مستفید ہوتا اس کے ساتھ ساتھ وہ خوش حال طبقہ میں آمد و رفت رکھتا اور ان کو اچھی میٹھی باتیں سناتا اور اپنے عمدہ اشعار سے انہیں محظوظ کرتا۔ 1911ء میں احمد حشمت پاشا نے جو ان دنوں وزیر تعلیم تھے انہیں دارالکتب المصریہ میں ادبی شعبہ کا صدر بنا دیا پھر مہتمم بنا دیا وہ 1932ء تک اس پر فائز رہے اور ریٹائر منٹ لے لی اور اسی سال گرمیوں میں ان کا انتقال ہو گیا۔

حافظ ادیب کی حیثیت سے:۔

حافظ کا بچپن انتشار' بے کاری' بے چینی' اور آوارگی میں گزرا' نہ اسے علم کا شوق ہوا اور نہ کسی کام کے لئے اس کا ذہن مائل ہوا وہ بالکل مسلم بن ولید اور ابو نواس جیسے قدیم لوگوں کی طرح تھا جو بادشاہوں کے انعامات اور احسانات پر زندگی گزارتے تھے۔

اس کی ادبی زندگی بھی ہر روز اسی طرح بدلتی رہتی تھی جس طرح اس کی مادی زندگی ہر لمحہ بدلتی رہتی تھی۔ ایک عرصہ تک وہ مصر میں خدیویہ اور آستانہ میں خلافت پر امیدوں کا سہارا لگائے ان کے حق میں مدحیہ قصائد کہتا رہا اور عباس اور عبدالحمید کی ثناخوانی کی' پھر وہ امام محمد عبدہ اور ان کی جماعت جو معززین اور امت کے شیوخ پر مشتمل تھی ان دنوں انگریزوں سے امید اور حسن ظنی تھی تو اس عرصہ میں اس نے ملکہ وکٹوریہ کا مرثیہ اور ایڈورڈ ہفتم کی تاجپوشی پر مبارکباد کی نظم' اور لارڈ کرومر کے لئے الوداعی قصیدہ کہا جس میں اس نے حکومت پر ستانہ جذبات کی ترجمانی کی ہے پھر وہ مخلص ہو کر قوم کی طرف متوجہ ہوا عوام سے تعلق پیدا کیا اور سرکردہ لیڈروں سے ملا' پرجوش اور جواں وطنی جذبات لے کر مصطفیٰ کامل کے جھنڈے تلے سرگرم عمل ہو گیا اپنے شکوے کو ملک کے شکوے میں ضم کر دیا اور دلوں کے ساز کو جہاد کے ترانوں کے ساتھ بجانے لگا اپنے دل کی گہرائیوں سے جوانی کی آرزوئیں اور اپنی شاعری کے ذریعہ عوام کی دلی آواز کی ترجمانی کو شاعری کی زبان دینے لگا۔

وہ جوانی ہی سے شاعروں کے دیوان دیکھتا رہا اور اس نے "الاغانی" کے اجزاء کا بار بار مطالعہ کیا اور اس کی پیروی کی کوشش کرتا اور حتی کہ اسے انتخاب روایت اور پاکیزہ کلام کو چن لینے میں انتہائی مہارت حاصل ہو گئی تھی۔ پھر وہ دیگر ثقافتی و تمدنی فروعات میں سے سنی سنائی یا اخبارات میں پڑھی ہوئی چیزوں میں سے ان ضروری مسائل کو چن لیتا تھا جنہیں وہ مجالس کی گفتگو یا شاعری میں کار آمد خیال کرتا تھا۔

حافظ شاعر کی حیثیت سے:۔

حافظ کی مضمون بندی اور حسن انداز ہی اس کی امتیازی خوبی اور خداداد صلاحیت ہے' اس باب میں وہ شاعری کے ان پانچ ستونوں میں سے ایک ہے جن کی آواز سے شاعری کی تحریک میں جان پیدا ہوئی جن کی صنعت کاری نے ان کے قصائد میں بلاغت کی نئی روح پھونکی شاید یہ اپنے تمام ساتھیوں میں اپنی دلی واردات کی سچی تعبیر کرنے والا' اپنی قوم کی آرزؤں کی تفسیر کرنے والا اور اپنے زمانہ کی برائیوں کی صحیح عکاسی کرنے میں منفرد حیثیت رکھتا تھا۔ اس کی شاعری میں جو روح اور موضوعات ہیں کچھ تو اس کی ماضی کی انفرادی یادداشتیں ہیں اور کچھ حال کے اجتماعی آراء کا اقتباس ہیں وہ جب شعر کہنے لگتا تو اس وقت کے اہم مسائل واقعات' حوادث.. مباحث اور آراء جو عام لوگوں کے ذہنوں میں گردش کر رہے ہوتے یا وہ موضوعات جو

اس وقت مجالس' اجتماعات اور اخبارات میں زیر بحث ہوتے وہ ان کو ہی اپنے ذہن میں رقم کر لیتا پھر ان پر خوب غور و خوض کرتا پھر وہ انہیں شاعری کا جامہ پہناتا اور اسے بہترین اسلوب اور نہایت عمدہ قالب میں ڈھالتا حتیٰ کہ جب قاری کے سامنے وہ نظم آتی یا وہ اسے سنتا تو نہایت روانی کے ساتھ وہ مضمون اس کے دل و دماغ میں اترتا چلا جاتا اور وہ یوں محسوس کرتا جیسے وہ اس مضمون کو پہلے سے سن چکا ہے لیکن اس پر حافظ کی چھاپ اور مہر لگی ہوئی ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ :۔

وہ خمریات کے متعلق کہتا ہے۔

اوشک الدیک ان یصیح ونفسی' بین هم وبین ظن وحدس
یا غلام! المدام والکاس والطاس' وهیئی لنا مکانا کاس
اطلق الشمس من غیاهب هذا الدن' واملا من ذاک النور کاسی
واذن الشمس ان یلوح لعینی' من سناها فذاک وقت التحسی
وادع ندمان خلوتی وائتناسی' وتعجل واسبل ستور الدمقس
واسقنا یاغلام حتی ترانا' لانطیق الکلام الا بهمس
خمرة قیل انهم عصروها' من خدود الملاح فی یوم عرس

مرغ کی اذان کا وقت قریب آنا چاہتا ہے اور میرا دل غم' ظن اور تخمین کے درمیان مضطرب ہے۔

- اے لڑکے! شراب' جام اور پیالہ لاؤ اور ہمارے لئے کل کی طرح جگہ درست کرو۔

اس مے خانہ کے سوراخوں کو کھول دو تاکہ اس کی تاریکیوں سے سورج کی کرنیں اندر آئیں اور میرے جام کو اس نور کی کرنوں سے بھر دو۔

سورج کو اجازت دو کہ وہ میری آنکھوں میں روشنی کر دے کیونکہ یہ تو گھونٹ گھونٹ پینے کا وقت ہے۔

اور میری خلوت اور جلوت کے ساتھیوں کو آواز دو اور جلدی سے سفید ریشمی پردے لٹکا دو۔

اے لڑکے! ہمیں وہ صاف شراب پلاؤ جس کے متعلق یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ وہ شادی کے وقت حسینوں کے رخساروں سے کشید کی گئی ہے' اور ہم بے خود ہو جائیں اور ہم ہلکی سی آواز کے سوا اور کچھ نہ بول سکیں۔

تیسری فصل

جدید ترقی کے وسائل:۔

فرانسیسی قبضہ اور محمد علی پاشا کی تحریک آزادی کے نتیجہ میں مغرب کی جانب سے علم وفن کی چمکنے والی شعاعوں نے مصر اور لبنان کے کونے کونے کو روشن کردیا' اب ملک اس کی روشنی میں چلنے لگا اور اس کی راہنمائی میں ترقی کرنے لگا' روشنی کی شعاعیں دراصل وہ وسائل اور ذرائع ہیں جن کے بل بوتے پر علوی خاندان اور ان کے جانشینوں نے تخت مصر پر بادشاہی کر کے تنہا عسکری ترقی' حکومتی نظم ونسق اور قوم کی تربیت کی' اور وہ وسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ مدارس:۔

جب محمد علی کو معلوم ہوا کہ جامعہ ازھر میں پڑھائے جانے والے دینی اور لسانی علوم سے اس کے عربی' طب اور ریاضی کے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے تو اس نے دیگر مختلف قسم کے مدارس کی بنیاد رکھی۔ اور ان میں تین شعبے بنائے ابتدائیہ' تجہیزیہ اور خاصہ' پھر اس نے ان مدارس اور یورپ کے درمیان باہمی رابطہ پیدا کیا وہ یہاں سے وفود مغرب بھیجتا اور وہاں سے ٹیموں کو بلواتا' جب شعبوں کی تعداد بڑھ گئی اور مقاصد بھی زیادہ ہو گئے تو اس نے 1839ء میں "دیوان المدارس" کے نام سے ایک خصوصی ادارہ بنایا جس کی سربراہی کے لئے انتہائی قابل اور لائق علمی شخصیت مصطفیٰ مختار بک کو منتخب کیا گیا۔ اس وقت علمی اور ادبی تحریک میں نمایاں طور پر اثر انداز ہونے اور بہترین کردار ادا کرنے میں تین مدارس سرفہرست تھے۔

۱۔ مدرسۃ الطب (میڈیکل کالج) ۲۔ مدرسۃ الالسن (لینگو یجز کالج) ۳۔ مدرسۃ دار العلوم

(الف) مدرسۃ الطب:۔

یہ عسکری خدمت کے لیے ابو زعبل میں 1836ء میں قائم کیا گیا اور اس کے ایک طرف مریضوں کے علاج معالجہ اور طلباء کی ریسرچ کے لئے ایک ہسپتال تعمیر کیا گیا' اس میں ڈاکٹر کلوٹ بک کی سربراہی میں ڈاکٹروں کی ٹیم فرانس سے منگوائی گئی اور اس میں مصر وغیرہ سے طلبہ کو منتخب

کیا گیا پھر یہ مدرسہ 1838ء میں قصر ابن عینی قاہرہ میں شفٹ کر دیا گیا۔ عربی زبان کے احیاء اور جدید ثقافت سے آشنا کروانے کے لئے اس مدرسہ کا عظیم کردار ہے' کیونکہ وہاں کے اساتذہ انگلش میں لیکچر دیتے تھے اسی وقت ان لیکچروں کو طلباء کے لئے عربی زبان میں ترجمہ کر دیا جاتا تھا جس کی بنیاد پر مغرب' لبنان اور آرمینیا کے مترجمین کو مجبور ہو کر لغوی ڈکشنریاں اور قدیم فنی کتب دیکھنا پڑتی تھیں

(ب) مدرستہ الالسن:۔

جب طلباء کے لئے اسباق کو انگلش سے عربی میں ترجمہ کرنے کی ضرورت بہت بڑھ گئی تو محمد علی پاشا نے ترجمانوں کی ٹریننگ کے لئے ایک مدرسہ کھولا جس میں طبی اور عسکری کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کیا جاتا تھا یہ ادارہ مرحوم رفاعہ بک طہطاوی کی زیر نگرانی کام کرتا تھا' جب یہاں ترجمہ کرنے والے فاضل احباب کی ایک جماعت تیار ہو گئی تو 1842ء میں رفاعہ بک کی زیر نگرانی اس جماعت نے ترجمہ کا کام شروع کیا اور جدید مختلف علوم پر مشتمل کثیر غیر ملکی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا

(ج) مدرسہ دار العلوم:۔

دار العلوم کی بنیاد خدیو اسماعیل کے حکم سے مرحوم علی مبارک نے 1871ء میں رکھی جس کا مقصد یہ تھا کہ طلباء خصوصیت سے عربی علوم پر عبور حاصل کریں اور کچھ کچھ دینی اور سائنسی اسباق میں شریک ہوں اور جدید ثقافت سے روشناس ہوں اور یہاں سے فارغ ہو کر حکومتی مدارس میں زبان کے اساتذہ مقرر ہوں اس مدرسے کے اساتذہ جامعہ ازہر کے تجربہ کار ہوتے تھے اور یہاں کے طلبہ دیگر طلباء کی نسبت ممتاز ہوتے تھے زبان کی ترقی' ادب کی ترویج' اور دیگر غیر عربی زبانوں کے مقابلہ میں اس کی فصاحت و بلاغت کی نشر و اشاعت میں اس مدرسے کا بہت بڑا کردار اور عظیم احسان ہے اور یہ تعلیم و تعلم' تصنیف و تالیف' تحریر و کتابت' شعر و شاعری اور تقریر و خطابت میں نمایاں مقام رکھتا ہے' یہ اپنی بنیاد سے لیکر مستقل اپنی ذمہ داریوں کو نبھا رہا تھا اور اپنے پیغام کو دور دراز تک پہنچا رہا تھا۔

تا آنکہ 1946ء میں جامعہ قاہرہ کے ساتھ اس کا الحاق کر دیا گیا اور اس کو "کلیہ دار العلوم" کا نام دے دیا گیا

2۔ جامعہ ازھر:۔

الازھر قاھرہ کی پہلی جامع مسجد ہے اور مصر کا قدیم مدرسہ ہے اور دنیا کی عظیم ترین یونیورسٹیوں میں سے ایک ہے جسے جوھر صقلی نے قاھرہ کی پیدائش کرنے کے بعد تعمیر کیا تھا تاکہ یہاں دینی شعائر کو قائم کیا جائے اور دین کے ذریعہ علوم شیعہ کی تائید و حمایت کا مرکز بنایا جائے' یہاں دنیا کے چوٹی کے علماء اور فقہاء کو بلوایا گیا اور ان کو غیر معمولی سہولتیں اور رعایتیں دے کر انہیں معاشی فکروں سے آزاد کر دیا گیا' یہاں بے حساب و بے اندازہ رقم خرچ کی گئی حتی کہ عزیز باللہ کے وزیر یعقوب بن کلس کا دور آیا جو یہودی سے مسلمان ہوا تھا اور علم فقہ میں درک رکھتا تھا اس نے ان کی تنخواہیں مقرر کیں اور جامع ازھر کے قریب ہی ان کے لئے رہائش گاہیں تعمیر کروائیں وہ فقہاء ہر نماز کے بعد فقہ شیعہ کا درس دیتے اور وعظ کی مجالس لگاتے اور قدرے بحث و تحقیق بھی کرتے نحو اور لغت کے مسائل پر بھی بحث کرتے اور وہاں مجالس مناظرہ بھی منعقد کرتے' تاآنکہ فاطمیوں کی حکومت ختم ہو گئی' اور مصر پر 567ھ میں ایوبیوں کے قائد سلطان صلاح الدین ایوبی نے غلبہ حاصل کر لیا وہ اہل سنت تھا اس نے عباسیوں کی بیعت کر لی اور اس نے جامعہ ازھر میں فقہ شیعہ کے بجائے فقہ شافعی کا نفاذ کر دیا پھر اس نے فقہ حنفی بھی جاری کر دی کیونکہ وہ خلفاء بغداد کا مذہب تھا پھر صلاح الدین نے مسلمانوں کی تالیف. قلبی کے لئے فقہ مذاہب اربعہ کی تدریس کی اجازت دے دی' اس توسیع کی وجہ سے لغوی اور ادبی علوم کا اضافہ ہو گیا۔

علاوہ ازیں ریاضیات و طبیعیات کی تعلیم شروع ہو گئی اور سقوط بغداد کے بعد عہد غلاماں میں ازھر کا ستارہ عروج پہ پہنچا اور خلافت و ثقافت مصر منتقل ہو گئے لہذا ازھر نے لغت عربیہ کو زوال سے اور علوم عربیہ کو کمزور ہونے سے بچا لیا اس وقت تنہا ازھر سے علوم کی شعاعیں اطراف عالم میں پھیلنے لگیں' علماء یہیں سے پیدا ہوئے انشاء پرداز اور شعراء یہیں سے کمال فن حاصل کرتے حتی کہ اس پر بھی مشرقی جمود طاری ہو گیا اور عہد بنی عثمان میں اس کی ترقی رک گئی کیونکہ اب دنیا میں جدت آ گئی' علم آگے بڑھنے لگا' تعلیم نے ترقی کی بجائے یہ اپنی سابقہ حالت پر منجمد رہا اور اپنے موروثی طریقہ پر قائم رہا مگر اس کے باوجود دور جدید کے آغاز میں اسی کے کارکنوں نے نپولین کی تنظیم کے کاموں میں اس کی قوت میں اضافہ کیا اور محمد علی کو اس کے مقاصد میں کامیاب کیا اور یہی وہ پناہ گاہ تھی جہاں جہالت کے تیز رفتار سیلاب' ناخواندگی اور مصیبتوں کی بلاخیز آندھیوں سے دین' لغت اور آداب نے پناہ لی۔

بہرحال مصر اپنی نیند سے بیدار ہوا اور ازھر اس کی قیادت اور رہنمائی کا حق ادا نہ کر سکا

تو اس نے اپنا رخ مغرب کی طرف پھیرا وہاں کے چشموں سے اپنی پیاس بجھائی اور وہاں کے باغات سے پھل چکھنے لگا' حتیٰ کہ جدید ثقافت اور قدیم تعلیم کے درمیان فاصلے بڑھ گئے اور مصر میں دو متضاد ثقافتیں ایک دوسری سے برسرپیکار رہتیں' ایک ثقافت تو قدیم کتابوں اور عمیق طریقوں پر قائم تھی دوسری ثقافت مغربی علوم اور جدید تعلیم پر مبنی تھی اب ازہر کی اصلاح کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا تاکہ اسے عوامی تحریک میں شریک کیا جاسکے چنانچہ حکومت خدیویہ نے 1305ھ میں شیخ الانبابی کے عہد میں بڑی سوچ بچار' پس و پیش اور شرعی فتویٰ کے بعد اس کے نصاب میں کچھ نئے علوم داخل کئے پھر امام کبیر محمد عبدہ نے اس کی اصلاح کا چیلنج قبول کیا اس نے جدید علوم کی بنیاد رکھی اگرچہ ازہری ان کے اور نئی عمارت بنانے کے درمیان آڑے آگئے لیکن طوفان بلاخیز اور تندو تیز تھا اس لیے ازہری اس میں رکاوٹ نہ ڈال سکے' انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اصلاحات کو قبول کر لیا اور ان کی اصلاحات سیاسی عوامل اور دینوی اسباب کی وجہ سے مصلحین پر غالب آگئیں لہٰذا انہوں نے عافیت کو ترجیح دی اور معاملے کو زمانے کے سپرد کر دیا۔

اس وقت الازہر مختلف تعلیمی شعبوں میں منقسم ہے ایک شعبہ ابتدائی تعلیم کے لئے دوسرا ثانوی تعلیم کے لئے ہے جبکہ تیسرا شعبہ جو عالیہ ہے اس کی مختلف شاخیں ہیں' مثلاً کلیہ الشریعہ' کلیہ اللغتہ العربیہ' کلیہ اصول الدین ان تمام کلیات سے الگ ایک دور خاص ہے جو ازہر سے الگ ہے اب اس کی آمدنی بھی ہزاروں (لاکھوں کروڑوں) تک پہنچ چکی ہے اور اس کا رقبہ بھی بتدریج بڑھتا چلا جا رہا ہے اور طلبہ کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے جو اب بیس ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے ان طلبہ کی مالی معاونت بھی کی جاتی ہے اور ہاسٹل کی بھی سہولت ہے اور خوردونوش کا انتظام بھی جامعہ کے ذمہ ہے ان طلباء میں عرب' ترکی' سوڈان' مغرب' ایران' سعودی عرب' عراق' ہندوستان' پاکستان' انڈونیشیا' جاوا اور افغانستان وغیرہ سبھی علاقوں سے آنے والے طلباء شامل ہوتے ہیں اور سب کے سب عربی زبان بولتے ہیں اور اسلامی ثقافت سے آراستہ ہوتے ہیں ان کے لیے جامعہ ازہر کے قریب ہی ایک شہر قائم کیا گیا ہے جہاں مسافر طلباء کے لئے خوردونوش اور ہاسٹل کی سہولت دستیاب ہو جاتی ہے۔

3۔ جامعہ مصریہ:۔

جب مصر پر قابضین نے مصر کی تعلیمی سیاست کے متعلق حتمی پالیسی ترتیب دی' اور ثقافتی لحاظ سے اس کا دائرہ تنگ کرنے کی کوشش کی اور مصری اداروں کو فقط سرکاری ملازمین یعنی

کلرک بنانے کے لئے استعمال کرنے لگے تو ان کی گندی نیت کھل کر سامنے آگئی اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے آزاد مصریوں نے پروگرام ترتیب دیا کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کریں نیز وہ انھیں اپنے شہر میں ہی رہتے ہوئے صحیح دین کی تعلیم سے آراستہ کریں لہٰذا 1906ء میں ان کا ایک اہم اجلاس ہوا جس میں اتفاق رائے سے طے پایا کہ یہاں ایک ایسے مقامی جامعہ کی بنیاد رکھی جائے جو شہر کی تعلیمی ضروریات کو پورا کر سکے' اور انہوں نے مصری لوگوں کو ترغیب دی کہ اس عظیم کام کی تکمیل کے لئے چندہ دیں اہل ثروت احباب نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اس معاملے میں پیش پیش محترمہ فاطمہ بنت اسماعیل تھی' چنانچہ 1908ء میں مصریہ کا افتتاح ہوا اور اس کی سربراہی کا شرف احمد فواد کو حاصل ہوا ابھی وہ مصر کے فرمانروا نہیں بنے تھے' یہاں یورپ کے چند ماہرین تعلیم آئے اور کچھ ادباء مصر کا انتخاب کیا اور ان کے مطالبے پر ازہری اور سرکاری ملازمین کو ادب اور فلسفہ کے متعلق قیمتی لیکچر دیئے' ان یورپین ماہرین تعلیم میں گوپڑی' لینو اور لثمان مستشرقین تھے جنھوں ادب عربی کی تدریس اور اس کی تاریخ کو صحیح اور واضح منہج پر استوار کیا

1925ء میں وزارت تعلیم نے "جامعہ مصریہ" کو اپنی عمل داری میں لے لیا اور اس کی بہت بڑی عمارت بنائی اور اسے جدید یورپین طرز پر اٹھایا اور اس میں چند شعبوں کا اضافہ کر دیا مثلاً وکالت' میڈیکل' انجنئرنگ' زراعت' تجارت' حکمت' اور ڈینٹل ایجوکیشن کے ڈیپارٹمنٹ بنائے' قبل ازیں اس کے ساتھ صرف کلیۃ الادب اور کلیۃ العلوم کے ہی شعبے تھے' پھر اسے قاہرہ یونیورسٹی کا نام دیا گیا۔ جب تعلیم حاصل کرنے کا شوق بڑھ گیا اور طلباء کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو اسکندریہ میں ایک اور یونیورسٹی قائم کی گئی جسے جامعہ اسکندریہ کا نام دیا گیا پھر قاہرہ میں ہی ایک اور یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا جسے جامعہ عین شمس کا نام دیا گیا اور چوتھی یونیورسٹی اسیوط میں قائم کی گئی جسے جامعہ اسیوط کا نام دیا گیا بلاشبہ ان چاروں یونیورسٹیوں' قاہرہ یونیورسٹی اور دمشق یونیورسٹی نے علم کی نشرو اشاعت اور ثقافت کی روشنی پھیلانے میں کلیدی کردار ادا کیا' نیز انہوں نے ماضی کو حال کے ساتھ ملایا' مشرق کا مغرب کے ساتھ رابطہ جوڑا' علم کا عمل کے ساتھ ناطہ جوڑا اور مغربی تہذیب کو صحیح انداز پہ گامزن کیا

4۔ پریس:۔

1440ء میں جرمن کے "حناگوتمبرگ" نے حروف کے ذریعہ طباعت کو ایجاد کیا' اس کی

ایجاد نے تہذیب و تمدن اور ادب پر نمایاں اثر ڈالا' ابھی ٹائپ کے حروف کے ذریعہ طباعت یورپ میں پوری طرح مشہور بھی نہ ہوئی تھی کہ مشرقی زبانوں کے ٹائپ ڈھالے جانے لگے اور 1514ء میں عربی زبان کی پہلی کتاب چھپ کر سامنے آگئی اس کے بعد مشرقی لغتوں' بالخصوص عربی زبان میں رفتہ رفتہ ٹائپ کی کتابیں زیادہ ہونے لگیں جو یورپ کے بڑے بڑے شہروں سے شائع ہوتی تھیں ان مطبوعات میں اب بڑی بڑی کتابیں بھی تھیں مثلاً عہد نامہ قدیم و جدید' ادریس کی **نزھتہ اطشتاق**' ابن سینا کی **القانون** اور تحریر اصول اقلیدس' اس وقت سے لیکر اب تک وہاں سے نادر و نایاب قلمی کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

پھر 1490ء میں ایک یہودی عالم کے ذریعہ آستانہ کی راہ سے طباعت کا سلسلہ مشرق میں آیا' اس یہودی عالم نے بہت سی دینی اور علمی کتابیں چھپوائیں لیکن عربی ٹائپ یہاں 1708ء میں ہی سامنے آئی' آستانہ کے مشہور عربی مطبعوں میں احمد فارس شدیاق کا "**مطبع الجوائب**" سب سے زیادہ مشہور ہے' اس مطبع میں عربی ادب کی گرانقدر کتب شائع ہوئی ہیں' لیکن عربی ممالک میں سب سے پہلے پریس استعمال کرنے کا شرف مسیحی مبلغین کے ذریعے ملک شام کو حاصل ہوا شامی راہبوں نے (1700ء) سترھویں صدی عیسوی میں مطبع بیروت کی بنیاد رکھی پھر انہوں نے 1848ء میں مطبع کاثولیکیہ کی بنیاد رکھی اسے قدیم عربی قلمی نسخوں کی نشر و اشاعت' علمی اور ادبی کتب چھاپنے اور عربی طباعت کے فن میں سبقت حاصل کرنے کا اولین اعزاز حاصل ہے۔

پھر لبنان (شام) کے بعد مصر کا نمبر آتا ہے مصر میں پریس 1798ء میں نپولین کے ہاتھوں پہنچا جب وہ اپنے عربی زبان میں احکامات و فرامین کی طباعت کے لئے یہاں پریس لے کر آیا اور اس کا نام اس نے "**المطبعتہ الاھلیہ**" رکھا پھر وہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا' اسی مطبعہ اہلیہ کے ملبے پر محمد علی پاشا نے 1821ء میں "مطبعہ بولاق" کی عمارت تعمیر کی اور اس کا نظم و نسق نقولا مسابکی شامی کے ہاتھوں میں دے دیا' یہاں ٹائپ کے حروف مختلف شکلوں میں خط نسخ کے حسین طرز پر ڈھالے گئے پھر دوبارہ مصر کے بہت بڑے خطاط مرحوم جعفر بک کے طریقہ کے مطابق ڈھالے گئے یہی ٹائپ آج کل استعمال ہو رہا ہے اس مطبعہ میں اب تک ریاضیات' طب اور جراحی میں غیر ملکی زبانوں سے ترجمہ ہو کر تقریباً تین سو کتب شائع ہو چکی ہیں اور عربی ادب کی بڑی بڑی کتابیں اس کے "**القسم الادبی**" سے شائع ہوئیں یہ حصہ مطبعہ بولاق سے الگ ہو کر **دار الکتب المصریہ** کے ساتھ مل گیا تھا' اس وقت مطبعہ بولاق صرف عربی اخبار "**وقائع مصریہ**"' نصابی کتب اور حکومتی دستاویزات ہی شائع کرتا ہے۔ اس وقت یہ پریس دنیا کی سب

سے بڑی عربی پریس ہے' اس کے بعد مصر میں مطابع بہت زیادہ ہو گئے جس سے ادب و علم کے پھیلنے اور قرآت کی نشر و اشاعت میں بہت مدد ملی

5۔ صحافت:۔

اخبارات و رسائل شہروں میں وہ چلتے پھرتے مدارس ہیں جو نہ تو دیواروں میں محصور ہوتے ہیں اور نہ ان کو کسی خاص مکان یا جگہ کی ضرورت ہوتی ہے ان کا دائرہ تبلیغ اثر انداز ہونے میں تمام دائروں سے وسیع ہوتا ہے اس سے عوام کی عقلیں مہذب بنتی ہیں' خواص کی سوچیں مرتب ہوتی ہیں پست ہمتوں میں چستی پیدا ہوتی ہے' بگڑی ہوئی زبانوں کی اصلاح ہو جاتی ہے' اور دور دراز رہنے والی قومیں ایک دوسرے کے قریب آجاتی ہیں اخبارات واقعات و حوادث کا ریکارڈ رکھتے ہیں اور تاریخ محفوظ رکھتے ہیں اور انہی سے اوقات کے کیلنڈر بنتے ہیں' مشرق میں سب سے پہلا معروف اخبار "الوقائع المصریہ" ہے جسے محمد علی پاشا نے استاذ رفاعہ بک طہطاوی کے تعاون سے 1828ء میں جاری کیا ابتدا میں یہ عربی اور ترکی زبانوں میں شائع ہوتا تھا پھر اس کی زبان صرف عربی کر دی گئی' اس کی ادارت کے فرائض چیدہ چیدہ انشاء پرداز سرانجام دیتے رہے' مثلاً شیخ حسن عطار' سفینتہ الملک کے مصنف شیخ شہاب' امام محمد عبدہ' شیخ عبدالکریم سلمان اور سعد زغلول' یہ مسلسل قاہرہ سے ہفتہ میں تین مرتبہ شائع ہوتا رہا پھر اس کے بعد 1855ء میں شام سے "مراۃ الاحوال" کے نام سے ایک رسالہ جاری ہوا جو سیاسی تھا اس کے مدیر رزق اللہ حسون حلبی اور 1858ء میں خلیل الخوری نے "حدیقتہ الاخبار" جاری کیا اور احمد فارس شدیاق نے 1860ء میں آستانہ سے "الجوائب" اخبار جاری کیا' 1861ء میں تیونس سے "الرائد التونسی" جاری ہوا۔

اسماعیل کے عہد حکومت میں محمد علی پاشا بقلی نے شیخ محمد دسوقی کی مدد سے ایک ماہانہ طبی رسالہ نکالا یہ عربی زبان کا پہلا طبی رسالہ تھا جو دنیا میں جاری کیا گیا اور 1866ء میں ابو سعود آفندی کی ادارت میں "وادی النیل" کے نام سے ایک علمی' ادبی اور سیاسی اخبار جاری ہوا' یہ قاہرہ سے ہفتہ میں دو مرتبہ شائع ہوتا تھا 1869ء میں ابراہیم بک مویلحی اور محمد بک عثمان جلال نے "نزھتہ الافکار" کے نام سے ایک رسالہ نکالا یہ ہفت روزہ تھا اس کا لہجہ بڑا تلخ تھا اور لیکن یہ خدیو اسماعیل کے متعلق بہت مبالغہ آمیزی کرتا تھا پھر 1870ء میں علمی و ادبی ۔۔ ی ل جماعت کی زیر نگرانی ایک علمی اور ادبی مجلہ "روضتہ المدارس المصریہ" کے نام سے

جاری ہوا' 1876ء میں "الاہرام" رسالہ جاری ہوا جو عثمانی اور فرانسیسی سیاست کا مرکب تھا۔ جنگ عظیم کے بعد یہ صرف مصری ہو گیا۔ اور 1877ء میں "الوطن" نکلا جو فرقہ دارانہ اقتدار پرست رسالہ تھا' اسی طرز پر "جریدہ مصر" شائع ہوا اور ادیب اسحٰق کی زیرادارت 1880ء میں "المحروسہ" جاری ہوا' انگریزوں کے قبضہ کے بعد 1888ء میں اقتدار پرست رسالہ "المقیم" اور "المئوید" نکلا جو اسلامی خدیوی تھا اور "اللواء" جاری ہوا جو اسلامی وطنی تھا اور پھر یکے بعد دیگرے "الجریدہ' الشعب' السیاستہ' البلاغ' الجہاد' کوکب الشرق' المصری' الکتلتہ' الزمان اور الجریدہ المسائیہ" جاری ہوئے یہ سب بڑے بڑے روزنامے اور سیاسی اخبار تھے یہ سب قاہرہ میں چھپتے تھے اب اکثر بند ہو چکے ہیں اور ان میں سے اب صرف "الاہرام' الاخبار' الجموریہ اور المساء" باقی رہ گئے اور کچھ ہفت روزہ رسالے بھی جاری ہوئے مثلاً "الرسالہ' الثقافتہ' اخبارالیوم' المصور اور التحریر نکالے گئے' اور المقتطف' الہلال' الکتاب" اور مصر سے "مجلہ الازہر" بیروت سے "الادیب والاداب" قاہرہ مجلہ "مجمع اللغتہ العربیہ" اور دمشق سے مجلہ "المجمع العلمی العربی" ماہانہ رسائل شائع ہوئے اب ان میں سے اکثر ہفت روزہ اور ماہانہ رسائل و جرائد حکومت کے عدم تعاون اور قارئین کی عدم دلچسپی کے باعث بند ہو گئے ہیں۔

ان اخبارات و رسائل کی پالیسی' ادارت' اسلوب تحریر اور تاثیر کے متعلق بحث کرنا ہمیں تطویل میں ڈال دے گا۔ لیکن ایک بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ صحافت میں برتری' تحریر اور ترجمہ میں ترقی اور فضیلت شامیوں کو ہی حاصل ہے کیونکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے یورپی زبانیں سیکھیں اور مغربی لوگوں سے میل جول پیدا کیا

6۔ اداکاری (ایکٹنگ):۔

تمثیل کا نیا معنی (اداکاری) پچھلی صدی کے وسط سے قبل عربی زبان میں غیر متعارف تھا' مشرق میں اس فن کو سب سے پہلے شامیوں نے سیکھا کیونکہ وہ سب سے پہلے غیر ممالک کی درس گاہوں سے فارغ التحصیل ہوئے تھے اور یورپی آداب کا مطالعہ کر چکے تھے' سب سے پہلے ان میں سے مارون نقاش (متوفی 1855ء) نے اداکاری کی اس نے پہلا عربی ڈرامہ 1840ء میں پیش کیا جب اسماعیل پاشا خدیوی تخت نشین ہوا تو اس نے ادیبوں' عالموں' فن کاروں اور اداکاروں کو

حوصلہ افزائی کی جب اس کے دور میں "نہر سویز" کی کھدائی کا کام مکمل ہوا تو اس کے افتتاح کے وقت عظیم الشان جشن منایا اور اس نے سوچا کہ یورپین مہمانوں کی مصر میں اقامت کے دوران انہیں ڈرامہ دیکھنے سے محروم نہ کرے چنانچہ اس نے خدیوی اوپیرا ہاؤس (خدیوی تمثیل خانہ) کی بنیاد رکھی اور اس پیچے اس میں ڈرامہ کرنے کے لیے یورپی اداکاروں کی ایک ٹیم کو دعوت دی جس نے فرانسیسی زبان میں "عایدہ" نامی ڈرامہ پیش کیا اس کے نتیجہ میں شامیوں کی ایک جماعت مصر میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے آئی جس میں سلیم نقاش اور ادیب احق تھے اس نے 1871ء میں اسکندریہ کے زیزنیا تھیٹر میں چند ڈرامے پیش کئے لیکن انہیں کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

پھر ان کے بعد یوسف الخیاط اپنی ٹیم لے کر آیا وہ پہلے قاہرہ آیا اور اسماعیل پاشا سے ملا تو اس نے اس کے لیے "اوپیرا ہاؤس" کھول دیا جہاں اس نے سب سے پہلا ڈرامہ "الظلوم" (بڑا ظالم) دکھایا اسماعیل پاشا نے یہ سمجھا کہ اس کہانی میں اس کے کردار کا مذاق اڑایا گیا ہے چنانچہ اس نے اس ٹیم کو اپنے ملک سے نکال کر اس کے ملک میں واپس بھیج دیا اور عربی زبان کے ڈراموں کے لئے اوپیرا ہاؤس کو بند کر دیا حتی کہ اس کے بعد سلیمان قرداحی اور اس کے ساتھی شیخ سلامہ حجازی کی جماعت آئی۔

اس گزشتہ مدت میں فن تمثیل قومی نہیں تھا بلکہ وہ حکومت یا چند سرمایہ کاروں کی ملکیت تھا جس سے صرف حکمران یا امراء ہی لطف اندوز ہو سکتے تھے' لیکن جب اسکندر فرح نے شارع عبدالعزیز قاہرہ پہ ایک تھیٹر قائم کیا اور شیخ سلامہ حجازی کو اپنے ساتھ ملا لیا تو یہ عوامی بن گیا اس وقت یہ فن بے کمال اور بے ذوق تھا نہ اسے فن کی حیثیت حاصل تھی اور نہ ہی اس کا کوئی قاعدہ کلیہ تھا' اس کا تمام تر دارومدار فقط گانوں اور جنسی مذاق تھا تا کہ عوام کو خوش رکھا جائے اور ان کو اپنی طرف مائل کیا جائے ڈراموں کی زبان بھی ناقص' عامیانہ اور مسجع ہوتی تھی اس فن نے سب سے پہلے جو ترقی و کمال کا قدم بڑھایا تو وہ "جارج ابیض" اور اس کی ٹیم میں منتخب اداکار تھے جن کو حالات نے پختہ اور تجربات نے سدھار دیا تھا' مگر یہ ٹیم بھی بدانتظامی' مالی کمزوری اور لوگوں کی فن اداکاری سے عدم دلچسپی کی بناء پر ختم ہو گئی اور یہ فن اداکاری حوادث و احوال کے مطابق کبھی ناکام ہوتا کبھی کامیاب ہو جاتا اگرچہ اس کی موجودہ حالت تنقید نگار کو ہر لحاظ سے خوش نہیں کرتی تو ناامید بھی نہیں کرتی۔ اب تو خود وزارت ثقافت وارشاد نے فن اداکاری کے لئے ایک ڈیپارٹمنٹ بنایا ہے' اور ایک حکومتی تمثیلی پارٹی تشکیل دی ہے اور

کچھ دیگر فنون کے لئے بھی ٹیمیں بنائی ہیں جس پر وہ خطیر رقم خرچ کر رہی ہے ہمیں قوی امید ہے کہ یہ اقدام تھیٹر کی ترقی میں اہم کردار ادا کرے گا اگرچہ آج سینما کے آجانے کے بعد اکثر لوگوں نے تھیٹر میں دلچسپی لینا کم دیا ہے۔

ادبی مجامع (ادارے)

الف۔ دمشق کا المجمع العلمی العربی:۔

یہ خوش کن بات ہے کہ تنگ حالی اور غلامی کے باوجود ہمارے جمہوریہ عربیہ شام کے بھائیوں نے عربی اقوام میں سب سے پہلے علمی تحقیقی اداروں (اکیڈمیوں) کی بنیاد رکھی جس طرح انہوں نے ترجمہ' صحافت اور اداکاری میں سبقت حاصل کی۔ شامی قوم کے حکومت فرانس کے تحت آنے کے بعد 8 جون 1916ء کو شام کے وزیر تعلیم استاذ محمد کرد علی کی تجویز پر دمشق میں "المجمع العلمی العربی" کا قیام عمل میں آیا' اس کے اغراض و مقاصد میں "وہ تمام مسائل شامل ہیں جو ادب عربی کی ترویج و ترقی کے متعلق ہیں اور ماہر فن مطالعہ کرنے والوں کے لئے بحث اور مطالعہ کے اصول سے وابستہ ہیں" اس اکیڈمی نے جدید علمی اصطلاحات کے الفاظ وضع کرنے پر بھی توجہ دی ہے اور بعض انتظامی امور کی اصلاح کی ہے اور کافی حد تک دفتری زبان کو بھی درست کیا ہے۔ مضمون نگاروں' شاعروں اور خطیبوں کی بعض غلطیوں کی بھی تصحیح کی ہے' اور بہت سے مؤلفوں اور مترجموں کی کاوشوں میں بھی ان کی مدد کی ہے' اس ادارہ کے اراکین میں شام' عراق' مصر اور یورپ کے بعض مستشرقین بھی شامل ہیں' انہوں نے اپنے علمی افادات' تحقیقی لیکچرز اور مفید مقالات شائع کرنے کے لئے ایک رسالہ بھی جاری کی ہے' اب جبکہ مصر اور شام ایک متحدہ عربیہ جمہوریہ بن چکے ہیں تو عرصے سے مجمع دمشق اور مجمع قاہرہ ایک ہی ادارہ بن چکے ہیں اور ان کی سالانہ کانفرنس بھی ہوتی ہے۔

ب۔ قاہرہ کا مجمع اللغتہ العربیہ:۔

14 شعبان 1315ھ بمطابق 3 دسمبر 1932ء کو قاہرہ میں وفاقی وزیر تعلیم کے تحت "المجمع اللغته العربیه الملکی" بنانے کا شاہی فرمان جاری ہوا جس کے اغراض و مقاصد یہ ہوں گے۔

1۔ عربی زبان کی سلامتی کی حفاظت کرنا اور اسے علوم و فنون کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کے مطابق پورا کرنا اور دور جدید کی عمومی ضروریات زندگی سے ہم آہنگ کرنا' اس سلسلہ میں لغات' خصوصی تفاسیر یا دیگر ذرائع سے ان الفاظ و تراکیب کی نشاندہی کرنا جن کا استعمال یا ترک استعمال ضروری ہو۔

2۔ عربی زبان کی تاریخی ڈکشنری تیار کرنا' اور بعض الفاظ کی تاریخ اور ان کے مدلولات کی تبدیلی کے متعلق دقیق بحثوں کو عام کرنا۔

3۔ مصر اور دیگر عربی ممالک کے جدید عربی لہجوں اور بولیوں کا باقاعدہ علمی مطالعہ کرنا۔

5۔ تمام امور و مسائل پر غور و خوض کرنا جن کا تعلق عربی زبان کی ترقی سے ہو بشرطیکہ اس کے متعلق وفاقی وزیر تعلیم سے خصوصی اجازت حاصل کر لی ہو' اس ادارہ کی مجلس عامہ چالیس اراکین پر مشتمل ہے جو کسی قومیت کی قید کے بغیر دنیا کے مشہور و معروف عربی علماء میں سے چنے جاتے ہیں یا ان محققین میں سے جو اس زبان اور اس کی مختلف بولیوں اور لہجوں پر تحقیق کرتے ہیں' اور پچیس ارکان وہ ہوتے ہیں جو مختلف مغربی ممالک سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ آج اس کے تیس اراکین ہوتے ہیں ایک رکن مصری' دو یورپی' ایک فرانسیسی' ایک برطانوی' ایک بلاد مغرب سے' ایک تیونس سے' ایک مملکت عربیہ سعودیہ سے' اور ایک رکن عراق سے شامل ہے اور ان کے سربراہ احمد لطفی سید ہیں' اس ادارہ کے دو قسم کے اجلاس ہوتے ہیں اور اس میں اراکین کا اجلاس مسلسل چار ہفتے جاری رہتا ہے اور ادارہ کی ایک مجلس جس کے تمام اراکین مصری ہیں اس کا اجلاس ہر ہفتے میں ایک مرتبہ ہوتا ہے اور ادارہ ایک مجلہ شائع کرتا ہے جس میں لغوی ابحاث اور علمی اصطلاحات پر خصوصی مضامین شائع ہوتے ہیں اس رسالے کی اب تک سولہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں اس ادارے نے درمیانے حجم کی ایک ڈکشنری شائع کی ہے جو تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا ہے اور اس کے متعلق تعریفی کلمات کہے ہیں اور اب ادارہ پوری لگن اور محنت سے ایک بہت بڑی عام الفاظ کی ڈکشنری' ایک قرآن کریم کے الفاظ کی ڈکشنری اور جدید علوم کی اصطلاحات کے متعلق ایک کتاب تیار کر رہا ہے۔

ج۔ عراق کا المجمع العلمی:۔

دمشق میں عربی اکیڈمی کی طرز کا ایک ادارہ بغداد میں بھی قائم کیا گیا ہے جس کا مقصد علمی بحثیں' علمی لیکچرز اور قلمی نسخوں کی نشر و اشاعت ہے۔

عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ

باب اول

غزنوی دور سے قبل کے عربی ادب میں برعظیم پاک وہند کا حصہ:۔

ہند کو اپنے جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے عربی تہذیب اور عربی علوم کے مراکز سے براہ راست استفادہ کرنے کی وہ سہولتیں میسر نہ آسکیں جو مشرق میں ایران اور ماوراء النہر اور مغرب میں شمالی افریقہ کے ممالک کو حاصل ہوئیں' مزید برآں ہند میں مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے اس لئے یہاں جو عربی ادب تخلیق ہوا وہ اس نسبت کے لحاظ سے کم ہی رہا' لیکن ہمہ قسم کی دشواریوں کے باوجود مسلمانان ہند عربی کو نظرانداز نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ان کی مقدس مذہبی کتب اسی زبان میں ہیں اور یہی زبان ان کے علوم کے بیش بہا خزانہ کی کنجی ہے' ہند میں عربی زبان میں تصنیف و تالیف کا آغاز اس زمانہ سے کچھ ہی قبل ہوا جب علوم ان تمام ممالک میں روبہ زوال ہو چکے تھے جہاں گزشتہ ادوار میں علم و ادب کے حیرت انگیز شاہکار پیش کئے جا چکے تھے اور عربی ادبیات کے متعدد شعبہ جات میں اس قدر ترقی ہو چکی تھی کہ اس میں مزید اضافے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلاف نے جو کچھ لکھا تھا اس میں نیا اضافہ کرنے کے بجائے آئندہ نسلوں کے علماء ان کی محض شروحات لکھنے بلکہ شرحوں کی شرحیں لکھنے میں ہی مصروف رہے۔

ان حالات میں ہند سے عربی ادبیات میں کوئی تخلیقی حصہ لینے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی تاہم ہند کا جو کچھ حصہ ہے وہ اگرچہ معمولی حصہ نظر آتا ہے لیکن اہمیت میں اسے کم سمجھنا قرین انصاف نہ ہو گا۔

جہاں تک عربی ادب اور ثقافت کا تعلق ہے مسلمانوں نے ان میں جتنی بھی ترقی کی منگولوں کے حملہ سے پہلے ہی کر لی تھی۔ اس کے بعد جو دور آیا وہ تو محض تقلید اور تالیف کا زمانہ ہے۔

برعظیم پاک وہند نے عربی ادبیات میں جو اہم حصہ لیا ہے اس کا آغاز تو بلاشبہ دسویں صدی ہجری میں غزنوی سلاطین کے عہد سے ہوا لیکن ذخیرہ الفاظ میں اضافہ اور چند دوسری شکلوں میں بھی برعظیم اس سے بہت قبل زمانہ میں عربی ادب میں کچھ حصہ لیتا رہا تھا۔ یہ حصہ خواہ کتنا

کیوں نہ ہو بہرحال ہمارا اثاثہ ہے۔

غزنوی دور سے قبل کے زمانہ میں ہند نے جو عربی ادب میں حصہ لیا تھا وہ کچھ اس طرح ہے۔

1۔ حضرت آدمؑ کے زمین پر اترنے کے متعلق یہ مشہور ہے کہ آپ سراندیپ میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر اترے تھے اس قصہ کو عربی ادب میں ہند کا ایک اضافہ کہا جا سکتا ہے۔

2۔ عرب اور ہند میں تجارتی روابط کی وجہ سے ہند کی اشیاء کے بہت سے الفاظ عربوں نے قدرتی طور پر ہندی زبان سے ہی لئے تھے چنانچہ **قرن فل' فل فل' پیل' زبخبیل' جائفل' نارجیل' لیموں' تنبول** وغیرہ ہندی زبانوں کے معرب الفاظ ہیں بعض چیزیں جن کے نام پہلے سے عربی میں موجود تھے ان کے ساتھ لفظ ہندی کا اضافہ کر کے نئے نام بنائے گئے مثلاً عود ہندی' قسط ہندی اور تمر ہندی وغیرہ

ایسے ہی ہند میں بنے ہوئے کپڑے بھی ہندوستان اور یمن سے حجاز میں بھیجے جاتے تھے تو اس طرح یہ الفاظ عربی میں داخل ہو گئے مثلاً شاس (ململ) شیت (چھینٹ) وغیرہ

3۔ عربی میں ہندی ہندسے مستعمل ہیں جنہیں اب بھی "الرقوم الہندیہ" کہا جاتا ہے آٹھویں صدی تک عربی میں ہندسوں کی بجائے الفاظ لکھے جاتے تھے اس کے بعد عرب ہند کے نظام ہندسہ سے واقف ہوئے اس کے بعد رفتہ رفتہ یہ نظام عرب ممالک میں پھیل گیا

4۔ علم ہیئت سے متعلقہ معلومات بھی ہند سے عرب میں پہنچیں اس سلسلہ میں علم ہیت کی کتابوں میں "سند ہند" پہلی تصنیف تھی جس میں عربوں نے بہت دلچسپی لی اور پہلی بار اس کا ترجمہ الفزاری نے 154ھ میں کیا۔

5۔ علم طب میں بھی ہند نے عربی کی خدمت کی اس سلسلہ میں سنسکرت میں علم طب پر بہترین کتابیں چرکا اور سسرتا نے لکھی تھیں جن کا آٹھویں صدی ہجری میں عربی میں ترجمہ کیا گیا ابن ندیم نے کم از کم پندرہ ہندی مصنفوں کے نام گنے ہیں جن کی کتابوں کا ترجمہ اس کی تصنیف "الفہرست" کی تکمیل تک' عربی میں کیا جا چکا تھا۔

6۔ حکایات کی دو کتابوں کلیلہ ودمنہ اور الف لیلہ کو تفریحی ادب میں جو مقبولیت حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں' ان میں سے ایک کلیلہ ودمنہ ہندی تصنیف ہے جس کو ابن المقفع نے آٹھویں صدی عیسوی میں فارسی سے عربی میں منتقل کیا' الف لیلہ کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے مواد کا بڑا حصہ ہندی ہے' بلکہ ابن الندیم نے تو الفہرست میں

کئی کہانیوں کی کتب کے نام لکھے جو سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کی گئیں' اس قسم کی کتابیں عربی ادب میں ہند کے اضافے کے ضمن میں ہی آتی ہیں۔

7۔ البیرونی کی کتاب الہند اور اس طرح کی دوسری بہت سی کتابیں بھی عربی ادب میں ہند کا اضافہ ہیں' کیونکہ اس کتاب کا سارا مواد ہند سے تعلق رکھتا ہے علم الہیئت اور علم الحساب کے ایک زبردست عالم و محقق کی حیثیت سے بیرونی نے بہت شہرت پائی ہے' اسلامی ہند کے پہلے سلطان اور ان کے بیٹے نے البیرونی کی جو سرپرستی کی اس کی اہمیت یقیناً مسلمہ ہے۔

ابو معشر اور ابو افلح سندھی بھی ہند کی دو نامور شخصیتیں ہیں ابو معشر ایک محدث تھے اور ان کو سیرت نبوی کا مستند عالم سمجھا جاتا تھا ایک عالم کی حیثیت سے ان کو جو مرتبہ حاصل تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو خلیفہ ہارون رشید خود ان کے جنازہ میں شریک ہوئے بلکہ نماز جنازہ بھی پڑھائی' ابو عطاء افلح شاعر تھے۔

سمعانی نے اپنی تصنیف میں نسب منصوری' دیبلی' لاہوری اور ہندی کے تحت کئی نام لکھے ہیں اور یہ بیان کیا ہے کہ یہ سب عالم اور محدث تھے ابو عطا افلح سندھی کی عمدہ عربی شاعری کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ابو تمام نے اپنی تصنیف حماسہ کے پہلے باب کے آغاز میں ان کے تین اشعار درج کئے ہیں' کتاب الاغانی کے مصنف نے ان کے بارے میں پانچ صفحے لکھے ہیں ابو عطاء افلح سندھی کے کلام کو غزنوی دور کے قبل کی عربی شاعری میں پاک و ہند کا حصہ شمار کرنا چاہئے۔

باب دوم

تفاسیر قرآن

قرآن پاک کی تفسیروں کو اسلامی ادب میں اولین اور اہم ترین مرتبہ حاصل ہے اور اسلامی علماء کی ایک بہت بڑی تعداد نے اپنے مقدس مذہبی صحیفہ کی تفسیر لکھنا ہمیشہ ایک متبرک فرض تصور کیا' مفسرین کی تاریخ وار ترتیب حسب ذیل ہو سکتی ہے۔

1۔ حضور اکرم' صحابہ کرام و تابعین نے آیات قرآنیہ کی زبانی تشریح کی مگر ان تشریحات کو قلمبند نہیں کیا

2۔ ابتدائی دور کے وہ مفسرین جنہوں نے آنحضرت اور صحابہ کرام کی زبانی تشریحات کو قلمبند کر کے قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا

3۔ چوتھی یا پانچویں صدی کے وہ مفسرین جن میں نامور مفسر طبری کو منفرد مقام حاصل ہے ان مفسرین کی تفسیریں کتب حدیث کی مانند ہیں جن میں احادیث نبوی کثرت سے ہیں اور راویان حدیث کی مکمل اسناد بھی درج ہیں۔

4۔ آخری دور کے مفسرین جنہوں نے راویوں کا مکمل سلسلہ ترک کر کے صرف پہلے راوی کا حوالہ دیا اور بطور سند اسی کو ہمیشہ پیش کیا

5۔ چھٹی صدی ہجری میں ہر ایک مفسر نے ایک خاص نقطہ نظر کو ملحوظ رکھ کر تفسیر لکھی ہے جس میں اسے خصوصی مہارت حاصل تھی مثلاً ایک لغت دان نے لغوی نقطہ نظر سے تفسیر لکھی اور فلسفی یا منطقی نے اپنے نقطہ نظر سے چنانچہ اس زمانے میں مختلف اقسام کی تفسیریں قلمبند کی گئیں' ان مفسرین میں زمخشری کا مرتبہ بہت بلند ہے' ان کی لکھی ہوئی تفسیر "الکشاف" ایک عالمانہ تفسیر ہے جو نحوی اور لسانی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے اور بعد میں جو اس نوعیت کی تفسیریں لکھی گئیں ان کا ماخذ یہی تفسیر ہے۔

6۔ آئندہ صدیوں کے مفسروں نے جو تفسیریں لکھیں ان کا ماخذ انہوں نے اسی نوعیت کی ان تفسیروں کو بنایا جو گزشتہ زمانہ میں لکھی جا چکی تھیں ان میں دو تفسیریں بہت بلند پایہ ہیں تفسیر بیضاوی اور جلالین' موخر الذکر حیرت انگیز اختصار اور بلاغت کی وجہ سے بہت مشہور ہے اور اول الذکر بہت عمدہ اور جامع تفسیر ہے۔

برعظیم پاک وہند میں قرآن کریم کی جو تفسیریں لکھی گئی ہیں ان کی چھ قسمیں ہیں اور علوم قرآنی سے متعلق تصانیف میں مندرجہ ذیل کتب زیادہ اہم ہیں۔

1۔	عام نوعیت کی تفسیریں۔	3
2۔	مختلف نقطہ ہائے نظر سے لکھی ہوئی تفسیریں	4
3۔	اصول تفسیر قرآن	1
4۔	ایسی تفسیریں جن کا مقصد اظہار علمیت ہے	2
5۔	سابقہ تفسیروں کی شروحات اور حاشیے	3
6۔	ابجدی فہرستیں اور اشاریے۔	2
	جملہ	15

(الف) عام نوعیت کی تفسیریں

1۔ تبصیر الرحمن وتیسیر المنان:۔

از علاء الدین علی بن احمد مہائمی

علاء الدین ایک ممتاز عالم اور کئی ایک کتابوں کے مصنف تھے یہ تفسیر حیدر آباد دکن میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی اس تفسیر میں دو خصوصیات ایسی ہیں جنہیں مصنف نے بڑی محنت سے اول تا آخر رکھا ہے ایک تو یہ ہے کہ ہر سورت کے آغاز میں مختصراً یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سورت کی وجہ تسمیہ کیا ہے دوسرے یہ کہ ہر سورت سے قبل "بسم اللہ" کی تشریح اس سورت کے مضمون کے مطابق کی گئی ہے۔

2۔ التفسیر المحمدی:۔

از شیخ احمد میاں جی بن ناصر گجراتی

اس تفسیر کے لکھنے کا مقصد آیات قرآنی میں باہمی ربط کو واضح کرنا تھا اس تفسیر کے لکھنے میں شیخ محمد بن احمد نے تفسیر تبصیر الرحمن المعروف بہ تفسیر رحمانی سے بہت مدد لی ہے۔

3۔ تفسیر مظہری:۔

از قاضی ثناء اللہ پانی پتی

قاضی ثناء اللہ نے اپنی اس تفسیر کا نام اپنے مرشد مرزا مظہر جان جاناں کے نام پر رکھا یہ تفسیر بڑی بڑی سات جلدوں پر مشتمل ہے اس میں حنفی نقطہ نظر کو ملحوظ رکھا گیا ہے یہ تفسیر متعدد بار چھپ چکی ہے اور قابل اعتماد تفسیر ہے۔

(ب) مختلف نقطہ ہائے نظر سے لکھی جانے والی تفسیریں

1۔ شئون المنزلات' از علی متقی برہان پوری:۔

علی متقی کئی ایک کتابوں کے مصنف ہیں سب سے مشہور کنز العمال ہے قرآن پاک کی تفسیر میں انہوں نے آیات قرآنی کے سبب و محل نزول کا تذکرہ کیا ہے جو مستند اور مسلم قرار دیئے گئے ہیں اس کتاب میں ہر آیت کے پورے متن کی تفسیر نہیں کی گئی بلکہ صرف آیات کی تفسیر کی گئی ہے جن کی مستند توضیحات موجود ہیں اور جن کے سبب النزول کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔

ترجمتہ الکتاب: از محب اللہ الہ آبادی

ان کی تفسیر کو "المراتب الاربع" بھی کہا جاتا ہے یہ تفسیر تصوف کے نقطہ نظر بالخصوص نظریہ وحدۃ الوجود کے مطابق لکھی گئی ہے متعدد مواقع پر اس تفسیر میں قدامت پسندوں کے نقطہ نظر سے انحراف کیا گیا ہے۔

التفسرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیة

از احمد بن ابو سعید

یہ کتاب تفسیر احمدی کے نام سے مشہور ہے اس کے مصنف ملاجیون کے نام سے مشہور ہوئے یہ اورنگ زیب عالمگیر کے استاد تھے یہ پورے قرآن پاک کی تفسیر نہیں ہے بلکہ اس میں صرف اوامر ونواہی سے متعلقہ آیات کی تفسیر کی گئی ہے۔

کتاب کے شروع میں ملاجیون نے ایسی تمام آیات کی فہرست درج کی ہے جن سے احکام

اخذ کئے گئے ہیں۔

فتح الخبیر بمالابدمن حفظه فی علم التفسیر:

از شاہ ولی اللہ دہلوی شاہ صاحب کی شہرت ایک عالم کی حیثیت سے برعظیم پاک و ہند تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ اس دور کی اسلامی علوم کی تاریخ میں انہوں نے بے نظیر مقام و مرتبہ حاصل کیا' تفسیر فتح الخبیر میں اس قسم کی تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کو محدثین نے مستند قرار دیا ہے۔

(ج) ادبی اور ایسی تفسیریں جن کا مقصد اظہار علمیت ہے۔

سواطع الالہام: ازابوالفیض فیضی:۔

ابوالفیض فیضی اکبر کے دربار میں ملک الشعراء تھا اسے عربی ادب پر گراں قدر عبور حاصل تھا جس کا ثبوت اس کی دو عربی تصانیف سواطع الالہام اور موارد الکلم و سلک درر الکلم سے ملتا ہے یہ دونوں کتابیں فیضی نے بڑی قابلیت کے ساتھ صنعت مہملہ میں لکھی ہیں فیضی نے سواطع الالہام لکھ کر عربی ادب میں ایک ایسی کتاب کا اضافہ کیا ہے جس کا اسلوب بالکل مصنوعی ہے اور یہ ہندی ذہن کی خصوصیت کا اظہار ہے مجھے کسی ایسی کتاب کا علم نہیں جو اتنی کامیابی کے ساتھ صنعت مہملہ کی پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیرون ہند لکھی گئی ہو

جب شغب: ازعبدالاحد بن امام علی:۔

اس کتاب کا نام فیض غیب بھی ہے' جب شغب قرآن کریم کے آخری جزء کی تفسیر ہے اور اس میں یہ خیال رکھا گیا ہے کہ کوئی ایسا لفظ نہ آئے جو نقطے والا نہ ہو یعنی اس میں وہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے جو فیضی نے سواطع الالہام میں اختیار کیا ہے یعنی یہ اس کے برعکس صنعت منقوطہ کہلاتا ہے۔

اس کتاب میں مصنف کا مقصد تفسیر لکھنا نہیں بلکہ عربی زبان پر اپنی قدرت کا اظہار کرنا ہے اور اس نے یہ مشکل کام بڑی محنت سے اور ایک حد تک بڑی کامیابی کے ساتھ کیا ہے کیونکہ صنعت منقوطہ میں لکھنا صنعت مہملہ سے بھی زیادہ مشکل ہے۔

(د) اصول تفسیر قرآن

الفوز الکبیر: از شاہ ولی اللہ دھلوی:۔

یہ کتاب پانچ ابواب میں تقسیم کی گئی ہے مصنف نے مطالب قرآن کو مندرجہ ذیل پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ الاحکام
2۔ مخاصمہ
3۔ التذکیر بامر اللہ
4۔ التذکیر بایام اللہ
5۔ التذکیر بالموت و بعد الموت

قرآن کریم میں چار قسم کے لوگوں سے تعرض کیا گیا ہے یعنی مشرکین' منافقین' یہود اور نصاری

اس کے بعد شاہ صاحب نے مفسر کی رہبری کے چند اصول اور ضابطے متعین کر دیئے ہیں پہلا اصول یہ کہ مفسر اس حقیقت کو نظر انداز نہ کرے کہ قرآن حکیم نے قدیم عربوں کے انداز بیان کو ملحوظ رکھا ہے نہ کہ مابعد زمانہ کے ان مصنفین کے انداز بیان کو جو باضابطہ اور باقاعدہ مرتب کی ہوئی نصابی کتب کے لکھنے کے ماہر تھے۔

دوسرا اصول یہ کہ قرآن کی جو آیات التذکیر بامر اللہ کے متعلق ہیں ان کا مقصد بنی نوع انسان کو پاکیزہ کرنا ہے فلسفیانہ اور تاریخی لیکچر دینا مقصود نہیں ہے۔

(ھ) تفسیروں کی شرحیں اور حواشی

الحاشیہ علی تفسیر البیضاوی: از عبد الحکیم سیالکوٹی۔

برصغیر پاک و ہند میں میں اس تفسیر پر جو حاشیے لکھے گئے ان میں عبد الحکیم سیالکوٹی کا حاشیہ سب سے زیادہ مقبول ہوا اس حاشیہ کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

1۔ تفسیر بیضاوی کے مشکل الفاظ اور فقروں کی لسانی اور نحوی تشریحات کی گئی ہیں۔
2۔ مجمل فقروں کی وضاحت کی گئی ہے۔

3۔ بیضاوی نے جن احادیث کا حوالہ دیا ہے ان کی تحقیق کر کے بیضاوی کی چھوڑی ہوئی اسناد کا حوالہ دیا ہے اور بیضاوی نے جن احادیث کا سرسری حوالہ دیا ہے مصنف نے انکا پورا متن درج کر دیا ہے۔

4۔ عبدالحکیم حنفی تھے انہوں نے بیضاوی کے خلاف جو کہ شافعی تھے اپنے مکتب فکر کے تمام دلائل کی مدافعت کی ہے۔

الکمالین حاشیۃ الجلالین: از سلام اللہ:۔

سلام اللہ محدث عبدالحق حنفی کی اولاد میں سے تھے انہوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں جو کہ تفسیر جلالین پر ان کے حاشیے متن کی طرح ہی مختصر ہیں اور ان کو ہند میں بہت پسند کیا جاتا ہے۔

الھلالین' حاشیہ الجلالین: از تراب علی:۔

کمالین اور ھلالین میں فرق یہ ہے کہ کمالین میں قرآن مجید کی پوری تفسیر کے حاشیے لکھے گئے ہیں جبکہ ھلالین کے حاشیے صرف آخری جزء تک محدود ہیں۔

برعظیم پاک و ہند میں عربی زبان کبھی بولی جانے والی زبان نہیں تھی اس لئے یہاں عربی میں زیادہ تر حواشی اور شروح لکھی گئیں تاکہ طلباء عربی کی نصابی کتابوں کو پوری طرح سمجھ سکیں چنانچہ یہاں کتابوں پر جو ذیلی نوٹ اور حاشیے لکھے گئے وہ بہت مفید ثابت ہوئے۔

(و) ابجدی فہارس' مضامین اور اشاریئے۔

قرآن حکیم کے اشاریہ کے طور پر ہند میں جو کتابیں لکھی گئیں وہ درج ذیل ہیں۔

ھادیہ قطب شاھی' از محمد علی کربلائی:۔

یہ اشاریہ دو حصوں میں منقسم ہے پہلے حصہ میں قرآنی آیات ابتدائی حروف کے لحاظ سے مرتب کی گئی ہیں اور دوسرے حصہ میں آخری حروف کے لحاظ سے ان دونوں حصوں میں جزء' حزب اور سورت کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

نجوم الفرقان' از مصطفیٰ بن محمد سعید:۔

یہ اپنی نوعیت کی سب سے اہم تصنیف ہے اس کا انتساب اورنگ زیب عالمگیر کے نام کیا گیا ہے یہ پہلے اور آخری حروف کے لحاظ سے صرف آیات کا اشاریہ نہیں ہے بلکہ یہ قرآن پاک کے ہر ایک لفظ کا اشاریہ ہے اور یہ جدید ترین اشاریہ ہے۔

نجوم الفرقان' از فلوگل

دونوں نجوم الفرقان کا موازنہ:۔

فلوگل نے اپنی کتاب نجوم الفرقان میں الفاظ کی ترتیب ان کے مصادر کے لحاظ سے رکھی ہے اور پھر ہر مصدر کے تحت اس کی تمام اشکال درج کی ہیں جبکہ مصطفیٰ نے نجوم الفرقان میں سیدھا سادہ طریقہ اختیار کیا ہے اور الفاظ حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کئے ہیں' اس طرح مصطفیٰ کا مرتب کیا ہوا اشاریہ فلوگل کے اشاریہ سے زیادہ آسان اور سہولت بخش ہے کیونکہ فلوگل کے اشاریہ میں لفظ کا پتہ اس وقت تک نہیں چل سکتا جب تک کہ اس کا مصدر معلوم نہ ہو' لیکن لسانی مقاصد کے لئے فلوگل کا اشاریہ مصطفیٰ کے اشاریہ سے زیادہ کار آمد ہے

انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں ہر قسم کی جو سہولتیں حاصل ہیں ان کا لحاظ رکھتے ہوئے مصطفیٰ کی نجوم کا مقابلہ فلوگل کی نجوم سے نہ کیا جائے۔

باب سوم

علوم حدیث

احادیث جمع کرنے کے سلسلہ میں ہند کو بڑی دشواری پیش آئی وہ یہ تھی کہ وہ سرزمین اس ملک سے بہت دور ہے جہاں آنحضرتؐ پیدا ہوئے زندگی بسر کی اور وفات پائی مگر اس کے باوجود ہند میں بہت سی کتابیں علوم حدیث کے متعلق عربی زبان میں لکھی گئی ہیں جن میں سے بیس قابل ذکر ہیں ان کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

نمبر	قسم	تعداد
1۔	کتب صحاح اور دوسری کتابوں کی شروحات	6
2۔	سابقہ مجموعوں کی ترتیب و تہذیب	3
3۔	علوم حدیث کی فرہنگ	1
4۔	اربعون (40 احادیث کا مجموعہ)	1
5۔	نئے مجموعے جو نئے طریقے سے مرتب کیے گئے	2
6۔	ان احادیث کے مجموعے جو کسی خاص مسئلہ یا اشکال سے متعلق ہیں	3
7۔	تاویلات اسرار حدیث یا روح حدیث	1
8۔	علم اصول الحدیث	1
9۔	اسماء رجال	2
10۔	موضوعات	2
	جملہ	22

کتب صحاح کی شرحیں:۔

برعظیم پاک و ہند میں کتب صحاح اور دوسری مستند کتابوں پر بڑی تعداد میں شروح و حواشی لکھے گئے ہیں جن میں سے صرف چھ کتابوں کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ لمعات التنقیح علی مشکوۃ المصابیح: از عبدالحق دہلوی:۔

مولانا عبدالحق دہلوی اپنے زمانہ کے ممتاز محدث تھے وہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں

لمعات' مشکوۃ المصابیح کی عربی شرح ہے یہ شرح بہت ضخیم اور گراں قدر ہے اس میں لسانی توضیحات' نحوی باریکیاں' فقہی مسائل' احادیث سے متعلق سلسلہ روایات' اصول استنباط اور روایان حدیث کے نام والقاب وغیرہ کا صحیح تلفظ جیسے اہم موضوعات شامل ہیں کتاب کا مقدمہ بہت دلچسپ ہے اور بجائے خود ایک مقالہ ہے جس میں مصنف نے احادیث کی تمام اقسام کو واضح کر دیا ہے اس مقدمہ کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہند میں مشکوۃ کے جتنے ایڈیشن شائع ہوئے ان سب میں یہ مقدمہ شامل کیا گیا ہے۔

2۔ الحاشیہ علی صحیح البخاری: از ابوالحسن سندھی

ابوالحسن سندھی نے تمام صحاح ستہ پر حاشیے لکھے تھے ان کی کچھ اور تصانیف بھی ہیں مذکورہ کتاب میں صحیح بخاری کے مشکل الفاظ اور فقروں کی وضاحت کے لئے مختصر نوٹ لکھے ہیں اور مختلف ابواب کے عنوانات کی وضاحت بھی کی ہے۔

3۔ المسوی شرح الموطا: از شاہ ولی اللہ دھلوی

اس شرح میں ہر حدیث کے بعد اس سے متعلق مختلف علماء کی تاویلات پر عالمانہ تنقید کر کے اس کی توضیح کی گئی ہے موطا میں شامل احادیث میں جن احکام کا ذکر ہے ان کی تائید میں شارح نے آیات قرآنی بھی لکھی ہیں۔

4۔ شرح تراجم ابواب البخاری: از شاہ ولی اللہ دھلوی

یہ ایک مختصر سی کتاب ہے جس میں صحیح بخاری کے مختلف ابواب کے عنوانات کی عالمانہ تشریحات کی گئی ہیں اس شرح کی خوبی یہ ہے کہ کثیر اور منتشر مواد میں سے معتبر اور مفید حصوں کو منتخب کر کے ان کو ایک کتاب کی شکل میں مرتب کر دیا گیا ہے مصنف نے ان بعض اصولوں کا بھی ذکر کیا ہے جو صحیح بخاری کے عنوانات میں ملحوظ رکھے گئے ہیں ان میں سے چند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں تاکہ ان کی نوعیت کا اندازہ ہو سکے۔

1۔ بعض دفعہ امام بخاری بطور عنوان ایک حدیث مرفوع لکھتے ہیں حالانکہ یہ ان اصولوں کے مطابق نہیں ہوتی جو راوی کے ثقہ ہونے کا فیصلہ کرنے کے لئے انہوں نے مقرر کئے ہیں اور اس کے بعد وہ اس حدیث کی تائید میں ایک اور حدیث لکھتے ہیں جو سند کے

لئے ان کے مقرر کئے ہوئے معیار کے مطابق ہوتی ہے۔

2۔ بعض دفعہ بطور عنوان کوئی ایسا مسئلہ لکھتے ہیں جو کسی نص پر مبنی ہوتا ہے۔

3۔ بعض جگہ وہ سلف میں سے کسی عالم کا مذہب بطور عنوان درج کرتے ہیں اور پھر ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جن سے یہ مذہب حق بجانب قرار پائے بعض اوقات ان کا استنباط ں نہیں ہوتا اس لئے وہ بطور عنوان لکھتے ہیں باب من قال کذا

4۔ بعض دفعہ وہ کسی اختلافی مسئلہ کو بطور عنوان لکھتے ہیں اور اس کے بعد اس کے متعلق سب متضاد حصہ بیان کر دیتے ہیں تاکہ فقیہ جس طرح چاہے فیصلہ کر سکے۔

5۔ بعض دفعہ وہ متعدد حدیثیں بیان کر دیتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے مطابق عنوانات قائم کر دیتے ہیں اس کے بعد وہ ایک اور حدیث بیان کرتے ہیں جس کے مفہوم سے عنوان سے اخذ کردہ مفہوم کی تائید ہوتی ہے ایسی حدیث کا آغاز وہ لفظ "باب" سے کرتے ہیں اگرچہ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ یہ بالکل نیا باب ہے بلکہ یہ تنبیہ یا فائدہ جیسے لفظ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جو آئندہ دور کے مصنفوں نے اپنی کتابوں میں استعمال کیا

6۔ بعض جگہ وہ باب کی اصطلاح قول المحدثین کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔

7۔ بعض جگہ وہ بطور عنوان "بعض الناس" کا مذہب لکھتے ہیں یا کوئی ایسی حدیث لکھ دیتے ہیں جس کو وہ معتبر نہیں سمجھتے اور پھر وہ ایک صحیح حدیث بیان کرتے ہیں اور اس حدیث سے وہ اس مذہب یا بطور عنوان لکھی ہوئی حدیث کے خلاف نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

المحلی: از سلام اللہ:۔

یہ کتاب موطا کی ایک اور شرح ہے المحلی ایک ضخیم شرح ہے اس میں مشکل الفاظ اور عبارت کی وضاحت کے علاوہ فقہی مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے اگرچہ شاہ ولی اللہ کی شرح اتنی ضخیم نہیں مگر اس سے بہتر طریقہ سے مرتب کی گئی ہے۔

المواهب اللطیفه: از محمد عابد سندھی:۔

یہ کتاب امام ابو حنیفہ کیطرف منسوب کتاب مسند امام اعظم کی شرح ہے انہوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں یہ کتاب اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف نہیں ہے مسند ابو حنیفہ کی شرحیں اور حواشی کئی مصنفوں نے لکھے ہیں محمد عابد کی شرح سابقہ تصانیف پر مبنی ہے اور انہوں نے اپنے مخصوص

انداز میں تشریحات کی ہیں مثلاً یہ کہ مسند ابو حنیفہ میں درج حدیث کی تشریح کرتے ہوئے انہوں نے ایسی تمام حدیثیں جمع کردی ہیں جن سے اس کی تائید ہوتی ہو فقہ کے اختلافی مسائل پر انہوں نے حنفی مسلک کی حمایت کرتے ہوئے تنقید کی ہے اور وہ خود بھی حنفی تھے۔

سابقہ کتب کی ترتیب و تہذیب

مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ: از حسن بن حسن صغانی لاہوری:۔

صغانی ایک ممتاز محدث اور ماہر لسانیات تھے علم حدیث پر ان کی ایک تصنیف اور عربی کی ایک فرہنگ "عباب" اعلیٰ درجہ کی تصانیف سمجھی جاتی ہیں صغانی نے اس کتاب میں ان احادیث کو نئے طریقہ سے مرتب کیا ہے جو صحیحین میں سے کسی ایک یا دونوں میں شامل کی گئی ہیں اس ترتیب و تہذیب میں احادیث ابتدائی الفاظ کے اعتبار سے باقاعدہ طور پر منقسم اور مرتب کی گئی ہیں یہ کتاب بارہ ابواب میں تقسیم کی گئی ہے اور ہر ایک باب کئی فصلوں میں منقسم ہے مندرجہ ذیل چار عنوانوں سے اندازہ ہو سکے گا کہ ترتیب کی نوعیت کیا ہے۔

باب اول:۔

وہ احادیث جو موصولہ اور استفہامی ضمیر "من" سے شروع ہوتی ہیں۔

باب دوم:۔

وہ احادیث جو کلمہ "ان" سے شروع ہوتی ہیں اس باب کو دس فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب سوم:۔

وہ احادیث جو حرف نفی "لا" سے شروع ہوتی ہیں۔

باب چہارم:۔

وہ احادیث جو لفظ "اذا" اور "اذ" سے شروع ہوتی ہیں۔

اس کتاب کی کئی شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔

کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال: از علی متقی برہان پوری:۔

علامہ سیوطی نے آنحضرتؐ کی تمام احادیث کو جمع کر کے انھیں ایک کتاب "جمع الجوامع" کی شکل میں مرتب کر دیا تھا اصول ترتیب یہ تھا کہ تمام اقوال حدیث کے پہلے لفظ کے اعتبار سے اور افعال راویوں کے نام کے اعتبار سے مرتب کئے گئے تھے یہ کتاب نہایت ضخیم ہو گئی چنانچہ سیوطی نے "الجامع الصغیر" کے نام سے اس کا خلاصہ بھی تیار کیا جس میں افعال کو چھوڑ دیا صرف مختصر اقوال شامل کر لئے۔

علی متقی نے جمع الجوامع کی تمام حدیثوں کو مختلف عنوانات کے تحت مرتب کیا اور یہ ترتیب کتب فقہ کی ترتیب کے مطابق رکھی سب سے پہلے انہوں نے الجامع الصغیر کی احادیث کو مرتب کر کے اس کا "عنوان منہاج العمال فی سنن الاقوال" رکھا اس کے بعد جمع الجوامع کی باقی ماندہ قولی احادیث مرتب کیں اور اس کا عنوان "اکمال منہاج العمال" رکھا بعد ازاں انہوں نے دونوں مجموعوں کو ایک کتاب کی شکل دے دی اور اس کا نام "غایۃ العمال" رکھا پھر کچھ عرصہ کے بعد علی متقی نے جمع الجوامع کی فعلی احادیث کو بھی ایک مجموعہ کی شکل میں مرتب کیا اور اس کا نام "مستدرک الاقوال" رکھا اور آخر میں انہوں نے ان تینوں مجموعوں کو یکجا کر دیا اور اس کا نام "کنزالعمال" رکھا

بالفاظ دیگر کنزالعمال غایۃ العمال اور مستدرک الاقوال کا مجموعہ ہے اور غایۃ العمال میں منہاج اور اکمال دونوں شامل ہیں۔

حیدر آباد دکن میں کنزالعمال آٹھ جلدوں میں شائع کی گئی ہے اور اس کی فہرست بھی نہایت سہولت بخش ہے اور سب احادیث پر نمبر لگا دیئے گئے ہیں کتاب میں احادیث کی تعداد 46180 ہے مصنف کے استاد ابوالحسن البکری کہا کرتے تھے کہ سیوطی نے کتاب جمع الجوامع لکھ کر ساری دنیا کو ممنون کیا اور علی متقی نے اس کو دوبارہ مرتب کر کے خود سیوطی کو ممنون کر دیا۔

مسند امام اعظم: از محمد عابد سندھی:۔

امام اعظم کی مسند کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے یہ مسند مسائل فقہ کے عنوانات کے مطابق محمد عابد سندھی نے مرتب کیا تھا امام ابو حنیفہ کی کم از کم پندرہ مسندیں ہیں جن میں سے الحارثی اور ابن خسرو کی مرتب کردہ مسانید بہت مشہور ہیں محمد عابد سندھی نے امام اعظم کی بیان کی ہوئی ان

احادیث کو مرتب کیا ہے جو صدر الدین موسیٰ الحسکفی کے ذریعہ پہنچی ہیں۔

لغت حدیث

مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار: از محمد طاہر پٹنی:۔

محمد طاہر نے یہ فرہنگ حدیث اپنے مرشد علی متقی کے نام منسوب کی ہے یہ بہت ضخیم کتاب ہے اس میں الفاظ مصادر کے حروف کے اعتبار سے مرتب کئے گئے ہیں اور جن احادیث میں یہ الفاظ آئے ہیں ان کا متن بھی درج کر دیا ہے محمد طاہر نے الفاظ کے معنی لکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ متعلقہ حدیث کے بارے میں وضاحت طلب نکات کی تشریح بھی کی ہے اس فرہنگ سے پہلے اس قسم کی جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں وہ سب اس کے سامنے ماند پڑ گئی ہیں۔

اربعین

الاربعین: از شاہ ولی اللہ دھلوی:۔

آنحضرتؐ کی ایک حدیث ہے کہ "جو میرے امتیوں کے لئے ان کے دین سے متعلق چالیس حدیثیں جمع کرے گا اس کا حشر اللہ تعالے علماء دین کے ساتھ کرے گا اور قیامت کے دن مین اس کی شفاعت کروں گا" چنانچہ اس حدیث کی تعمیل میں ہند میں ایسے جو مجموعے مرتب ہوئے ان میں شاہ ولی اللہ دھلوی کا مرتب کیا ہوا مجموعہ قابل ذکر ہے اس انتخاب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سب احادیث مستند ہیں مرتب نے یہ احادیث اپنے استاد ابو طاہر مدنی سے سنیں اور انہوں نے اپنے والد سے' اس طرح یہ سلسلہ اوپر تک جاتا ہے اور کتاب میں مکمل سلسلہ درج کیا گیا ہے۔

غیر معمولی طریقہ پر مرتب کردہ مجموعے۔

الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین: از شاہ ولی اللہ دھلوی:۔

یہ بھی چالیس احادیث کا مجموعہ ہے جو شاہ صاحب نے مرتب کیا ہے اور ان کا یہ بیان ہے

کہ یہ احادیث انہوں نے آنحضرتؐ سے خواب میں سنیں مرتب نے یہ حدیثیں تین حصوں میں تقسیم کی ہیں۔

1۔ جو آنحضرت سے انہوں نے خود حاصل کیں
2۔ جو انہوں نے ایک وسیلہ سے سنیں
3۔ جو انہوں نے ایک سے زیادہ راویوں سے سنیں

اس مجموعہ میں کس قسم کی احادیث ہیں اس کا اندازہ اس کتاب میں درج ذیل بیانات سے لگایا جا سکتا ہے۔

ایک بیان یہ ہے:۔

"جب میں کھمبایت کی ایک مسجد میں مراقبہ میں محو تھا تو میں نے آنحضرتؐ کی روح پاک کو دیکھا جس نے مجھے ایک چادر سے ڈھانک دیا اور اس کا اثر یہ ہوا کہ دین کے چند پر اسرار امور مجھ پر منکشف ہو گئے"

ایک اور بیان یہ ہے کہ:۔

"میں نے ایک خواب میں آنحضرتؐ سے شیعہ فرقہ کے متعلق دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا "وہ باطل ہے"

تیسرا بیان یہ ہے کہ:۔

"ایک خواب میں آپ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ چاروں مذاہب فقہ میں سب سے بہتر کون سا ہے حضورؐ نے جواب دیا کہ سب برابر ہیں۔

دوسری قسم کی احادیث جو شاہ صاحب نے ایک یا ایک سے زیادہ وسیلوں سے سنیں وہ ہیں جو ان کے والد یا استاد نے بیان کیں

یہ احادیث دوسری باقاعدہ احادیث کے زمرہ میں شمار نہیں کی جا سکتیں اور ان کو حدیث صرف اس مفہوم میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ آنحضرتؐ سے موسوم کی گئی ہیں ان کی کوئی شرعی اہمیت اس لئے نہیں ہے کہ مرتب نے ان کو صرف خواب میں سنا ہے۔

النوادر من الحدیث: از شاہ ولی اللہ:۔

یہ مجموعہ بھی شاہ ولی اللہ کا مرتب کردہ ہے یہ ایک دلچسپ اور مختصر مجموعہ ہے اور مندرجہ ذیل چند احادیث سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ کس قسم کی کتاب ہے۔

1۔ شاہ صاحب نے ایک حدیث بیان کی ہے جس کو "مسند الجن" کہا ہے یعنی یہ حدیث ایک جن نے خود آنحضرتؐ سے سنی ہے یہ ایک انتہائی معتبر حدیث ہے اور مغربی محقق بھی اس کے مستند ہونے پر شبہ نہیں کریں گے کیونکہ اس کے الفاظ درحقیقت قرآن میں موجود ہیں اس مسند الجن کا سلسلہ روایت بہت مختصر ہے مگر مسلمانوں کے لئے بہت معتبر ہے سلسلہ روایت یہ ہے کہ عن النبیؐ عن اللہ تعالے' عن الجن' عن النبیؐ (یعنی میں نے نبیؐ سے اور انہوں نے اللہ تعالے سے روایت کی' میں نے جن سے روایت کی اور اس نے نبی اکرمؐ سے روایت کی) اور اس حدیث کا متن یہ ہے۔

قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا' یهدی الی الرشد (اے میرے نبی لوگوں سے) کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک قرآن سنا جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے۔

یہاں پہلا راوی کوئی جن ہے جس نے آنحضرتؐ سے قرآن سنا قرآن اس حدیث کا متن ہے اس طرح جن پہلا راوی ہے اللہ تعالے دوسرا اور رسول اللہ آخری راوی ہیں۔

2۔ **الحدیث المسلسل بالفقہاء** یعنی وہ حدیث جس کے سب راوی فقیہہ ہیں۔

3۔ وہ حدیث جس کے سب راوی صوفی ہیں۔

4۔ وہ حدیث جس کے سب راوی مراکشی ہیں۔

5۔ وہ حدیث جس کے سب راویوں کا نام احمد ہے۔

6۔ وہ حدیث جس کے سب راویوں کے نام "ع" سے شروع ہوتے ہیں۔

یہ کتاب بہت دلچسپ ہے افادیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ اپنی انفرادیت اور بعض احادیث کی عجیب خصوصیات کے اعتبار سے۔

چند خاص مسائل سے متعلق احادیث کے مجموعے۔

تلخیص البیان فی علامات مہدی آخرالزمان: از علی متقی:۔

جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ ان احادیث کا مجموعہ ہے جو مہدی منتظر کے بارے میں ہیں دراصل سید محمد جونپوری (متوفی 1504ء) کے معتقدین کی ہدایت کے خیال سے لکھی گئی تھی کیونکہ سید محمد جونپوری نے مہدی ہونے کا دعوی کیا تھا یہ کتاب ایک مقدمہ اور تیرہ ابواب پر مشتمل ہے مقدمہ میں مرتب نے یہ بالکل واضح کر دیا ہے کہ سید محمد جونپوری مہدی نہیں تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علی متقی' سید محمد جونپوری کو ولی تو مانتے تھے مگر ساتھ ہی انہوں نے یہ خیال بھی ظاہر کر دیا ہے کہ بعض وقت ولی بھی فاش غلطی کر جاتے ہیں اور صرف انبیاء خطا سے مبرا ہوتے ہیں اس مجموعہ میں احادیث مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت مرتب کی گئی ہیں۔

1۔ مہدی کی کرامات
2۔ مہدی کا سلسلہ نسب
3۔ مہدی کا حلیہ
4۔ ظہور مہدی سے قبل کے حالات
5۔ مہدی کی علامات
6۔ مہدی کی بیعت کس طرح کی جائے گی
7۔ مہدی کے مددگار
8۔ مہدی کی فتوحات
9۔ حضرت عیسیٰؑ سے مہدی کی ملاقات
10۔ مہدی کے قیام کی مدت
11۔ مہدی کی وفات
12۔ مہدویت کا دعوی کرنے والوں کا تذکرہ
13۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء کا فتوی

ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ: از عبدالحق دہلوی:۔

یہ اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف ہے اس کتاب میں وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن

میں مختلف مہینوں اور دنوں کا ذکر ہے۔

مرتب نے اس مجموعہ کا آغاز ماہ محرم سے کیا ہے اور اس مہینہ کے پہلے دس دنوں کے متعلق جتنی معتبر احادیث ہیں وہ بیان کردی ہیں انہوں نے توہم پرستی پر مبنی تمام احادیث کو مسترد کر دیا ہے اس کے بعد انہوں نے شہادت حسینؓ سے متعلق تمام احادیث کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اس کے آخر میں حضرت ابن زبیر اور امیر معاویہ کے تعلقات پر بحث کی ہے۔

ماہ صفر کے تذکرہ میں اس مہینہ کو منحوس خیال کئے جانے کی تردید کی ہے۔

پھر اسی طرح ایک ایک مہینہ کے متعلق بحث کی ہے۔

تحقیق الاشارہ الی تعمیم البشارۃ بالجنۃ: از عبدالحق دھلوی:۔

اس مجموعہ میں وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن میں کسی صحابی کے جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ہے مجموعہ کے آخر میں مرتب نے وہ تمام احادیث درج کی ہیں جو اہل بیت رسول کے اوصاف و فضائل سے متعلق ہیں۔

علم اسرار حدیث

حجتہ اللہ البالغہ: از شاہ ولی اللہ:۔

یہ نامور عالم شاہ ولی اللہ کی مشہور ترین تصنیف ہے اور احادیث کی معقولی و تنقیدی تشریحات اس کتاب کی امتیازی خصوصیات ہیں شاہ ولی اللہ نے اپنی تصنیف کے آغاز میں یہ واضح کیا ہے کہ اسلامی علوم کی اساس علم الحدیث ہے جس کا تعلق بانی اسلام کے اقوال و افعال سے ہے اس علم کے کئی شعبے ہیں جن میں علم اور اسرار سب سے اہم ہے جو شخص اس علم کا حامل ہے وہ اس شخص جیسا نہیں ہو سکتا جس کو طبیب سیب کھانے کے لئے کہے اور وہ حنظل کھالے کیونکہ دونوں پھلوں کی ظاہری شکل ملتی ہے۔

یہ کتاب دو بڑے حصوں میں تقسیم کی گئی ہے پہلا حصہ دین کے اوامر و نواہی کی افادیت سے مستفید ہونے کے عام اصولوں سے متعلق ہے یہ حصہ سات مباحث میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور ہر بحث کے تحت کئی باب قائم کئے گئے ہیں۔

دوسرے حصہ میں تمام مذہبی احکام وہدایات کی عقلی توجیہ و تشریح کی گئی ہے اور ان کی

ترتیب کتب فقہ کے مطابق رکھی گئی ہے۔

علم اصول الحدیث

الفیض النبوی فی اصول الحدیث وفہارس البخاری' از عمر بن محمد عارف نہروالا:۔

یہ کتاب ایک مقدمہ اور چار ابواب پر مشتمل ہے مقدمہ میں مصنف نے علم حدیث کی مختلف اقسام' راویوں کے متعلق جرح و تعدیل کے اصول اور حدیث کی سماع اور روایت کی شرائط پر بحث کی ہے مصنف نے صحیح البخاری کی تمام جلدوں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ان جلدوں میں کتنی احادیث شامل ہیں حروف تہجی کے اعتبار سے رواۃ کی ایک فہرست بھی درج کی ہے اور صحیح البخاری کی پہلی دو جلدوں کی ایک ضخیم شرح بھی لکھی ہے۔

علم الرجال

در الصحابہ فی بیان مواضع وفیات الصحابہ از حسن صغانی:۔

یہ مختصر سی کتاب ہے جس میں ان مقامات کا تذکرہ ہے جہاں آٹھ سو کے قریب صحابہ کرام ؓ نے وفات پائی اس میں نام حروف تہجی کے لحاظ سے لکھے گئے ہیں۔

کتاب اسماء رجال مشکوۃ المصابیح از عبدالحق دہلوی:۔

یہ احادیث کے ان تمام راویوں سے متعلق ہے جن کا تذکرہ مشکوۃ میں کیا گیا ہے سب سے پہلے مصنف نے چاروں خلفائے راشدین کے حالات لکھے ہیں جو مقابلتاً زیادہ طویل ہیں پھر اہل بیت رسول ؐ کا تذکرہ ہے اس کے بعد باقی ماندہ تمام راویوں کے حالات مختصراً قلم بند کئے گئے ہیں اور ان کے ناموں کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق ہے۔

موضوعات

الرسالہ فی الموضوعات من الحدیث از حسن صغانی:۔

اس رسالہ میں وہ احادیث درج کی گئی ہیں جو مصنف کے خیال کے مطابق موضوع ہیں۔

رسالتہ الموضوعات: از محمد بن طاہر:۔

مصنف نے کتاب کے مقدمہ میں یہ تنبیہ کی ہے کہ کسی حدیث کو محض اس بناء پر موضوع نہ قرار دیا جائے کہ اس کو کسی نے موضوع کہا ہے بلکہ اس بارے میں مستند کتب سے رجوع کرنے کے بعد فیصلہ کیا جائے محمد بن طاہر نے بطور مثال یہ لکھا ہے کہ ابن جوزی نے اپنی کتاب "موضوعات" میں ایسی احادیث بھی شامل کرلی ہیں جو حسن قرار دی گئی ہیں اور ان کے علاوہ کچھ ضعیف احادیث بھی ہیں اس کے بعد مصنف نے ان احادیث کے حسن وقبح پر تنقیدی بحث کی ہے جو کسی نہ کسی عالم نے موضوع قرار دی ہیں اس موضوع پر یہ ایک منفرد کتاب ہے۔

باب چہارم

علوم فقہ

علم حدیث کے متعلق اہل سنت مسلمانوں میں کبھی اختلاف رائے نہیں رہا البتہ فقہ کی بناء پر سنی مسلمان چار مسلکوں میں تقسیم ہو گئے ہیں اور برعظیم ہند کے مسلمان جب عربی میں تصنیف و تالیف کرنے لگے تو اس وقت تک فقہ کے موضوع پر خواہ حنفی فقہ ہو یا کوئی اور فقہ اتنی کثرت سے کتابیں لکھی جا چکی تھیں کہ مصنفین نے نئے خطوط پر کتابیں لکھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اپنی قلمی کاوشوں کو شرحیں' حاشیے اور خلاصے لکھنے تک ہی محدود کر دیا۔

برعظیم پاک و ہند میں فقہ سے متعلق جو کتابیں لکھی گئیں ان میں سے اٹھارہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں جن کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔	تنقید	2
2۔	اصول فقہ	
الف۔	نصابی کتب	
ب۔	مستند کتابوں کی شرحیں	3
3۔	علم فقہ	
الف۔	حنفی فقہ (۱) فتاوی	5
(۲)	مختلف مسائل	6
ب۔	شافعی فقہ	1
	مجموعہ	18

تنقید فقہ

الانصاف فی بیان سبب الاختلاف' از شاہ ولی اللہ:۔

اس کتاب میں اہل سنت میں فقہی اختلافات کا ایک تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور مصنف نے بڑی قابلیت سے ان اختلافات کی تاریخ بیان کی ہے۔

شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ عہد رسالت میں فقہ موجود نہ تھی اور نہ ہی اس زمانہ میں نظریاتی مسائل پیدا ہوئے تھے آنحضرتؐ جو کام کرتے تھے صحابہ اس کو دیکھتے تھے ان کی رہبری کے لئے حضورؐ کا عمل ہی کافی تھا۔

چونکہ آنحضرتؐ کے تمام صحابہؓ ہروقت آپؐ کے ساتھ نہیں رہتے تھے اس لئے حضورؐ کے اقوال و افعال کے متعلق ان کی ذاتی معلومات میں کافی اختلاف ہو گیا عام طور پر صحابہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی عملی اختلاف پیدا ہو جاتا اور انہیں اس کا حل معلوم نہ ہوتا تو ایک دوسرے سے دریافت کر لیتے تھے پھر آگے چل کر صحابہ کرام مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہوئے اور نئی نسل کے لوگ جب ان سے کسی نئے مسئلہ کا حل دریافت کرتے تو قدرتی طور پر وہ اس کا وہی جواب دیتے تھے جو وہ خود جانتے تھے یہ ایک اہم سبب ہے جس کا نتیجہ موجودہ فقہی اختلافات کی شکل میں نکلا

مصنف نے ان اختلافات کا دوسرا سبب آنحضرتؐ کے اقوال اور افعال کی تاویلوں میں اختلاف کو قرار دیا ہے کمزور حافظہ بھی اختلاف کا ایک سبب قرار دیا گیا ہے۔

اس کے بعد مصنف نے دو مختلف مکاتب فقہ کی تاریخ بیان کی ہے ان میں سے ایک کا تعلق مدینہ سے تھا جہاں پہلے تین خلفاء کے فتووں پر عمل کیا جاتا تھا اور دوسرے کتب فقہ کا تعلق کوفہ سے تھا جہاں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتاوی پر عمل کو ترجیح دی جاتی تھی

عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید' از شاہ ولی اللہ:۔

یہ کتاب پانچ ابواب میں تقسیم کی گئی ہے پہلے باب میں اجتہاد کے چار ماخذ قرآن' سنت' اجماع اور قیاس کے متعلق بحث کی گئی ہے۔

دوسرے باب میں مجتہدین اور فقہاء کے اختلافات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

تیسرے باب میں چار فقہی مسلکوں میں سے کسی ایک مسلک کو سختی سے اختیار کرنے کی اہمیت واضح کی گئی ہے اور اس کے خلاف عمل سے روکا گیا ہے۔

چوتھے باب میں مصنف نے لوگوں کے مختلف طبقات کا ذکر کیا ہے جس میں یہ نقطہ نظر واضح کیا گیا ہے کہ ان میں دینی استنباط کرنے کی کتنی صلاحیت موجود ہے۔

اصول فقہ

(الف) نصابی کتب

مسلم الثبوت' از محب اللہ بہاری:۔

محب اللہ بہاری متعدد کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے اصول فقہ پر ان کی یہ کتاب اور علم منطق پر ان کی تصنیف "مسلم" بلند پایہ نصابی کتب ہیں۔

یہ کتاب ایک مقدمہ اور دو بڑے حصوں پر مشتمل ہے ایک حصہ کا نام مبادی ہے اور دوسرے کا نام مقاصد ہے اور آخر میں ایک ضمیمہ بھی ہے' مقدمہ میں اس علم کی تعریف' وسعت اور مقصد پر بحث کی گئی ہے کتاب کا دوسرا حصہ یعنی مبادی تین مقالات میں منقسم ہے پہلا مقالہ منطقی مسائل سے متعلق ہے دوسرا مقالہ حاکم یعنی نیک و بد کا تعین کرنے والے مقتدر اعلیٰ سے متعلق ہے دوسرے مقالے کے باب دوم میں حکم کی نوعیت اور اس کی مختلف اقسام پر بحث کی گئی ہے تیسرے باب میں مذہبی ذمہ داریوں کے معاملے میں انسان کی استطاعت اور عدم استطاعت کے موضوع پر اور چوتھے باب میں مذہبی پابندیوں پر بحث کی گئی ہے۔

تیسرے مقالے میں نحوی اور لسانی باریکیوں اور نکات کی وضاحت کی گئی ہے جن سے واقفیت قرآن پاک کی زبان کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔

مقاصد والا حصہ چار ابواب پر مشتمل ہے جن کا نام اصول رکھا گیا ہے یہ چار ابواب اسلامی فقہ کے چار ماخذ سے متعلق ہیں' اور آخر میں ضمیمہ ہے اس میں مسئلہ اجتہاد پر بحث کی گئی ہے۔

مستند کتب اصول فقہ کی شرحیں

شرح المغنی: از عمر بن اسحاق الہندی:۔

عمر بن اسحاق نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں فقہ سے ان کو خاص دلچسپی تھی انہوں نے جو المغنی کی شرح لکھی ہے وہ بہت ضخیم اور معتبر ہے۔

شرح منار الانوار: از ملاجیون:۔

ابوالبرکات النسفی کی مشہور تصنیف منارالانوار کی شرح ملاجیون نے لکھی ہے ملاجیون نے اس کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ منارالانوار کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں یہ شرحیں یا تو بہت طویل لکھی گئی ہیں یا پھر بہت ہی مختصر اور مبہم ہیں اس کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ملاجیون جب مدینہ منورہ گئے اور اس کتاب کے موضوع پر تقریریں کیں تو علماء نے انھیں بہت سراہا اور اصرار کیا کہ وہ ان تقریروں کو اور زیادہ مفصل و مرتب شکل دے کر منارالانوار کی مکمل شرح قلمبند کریں چنانچہ انہوں نے اپنے مدینہ کے قیام کے دوران ہی یہ شرح مکمل کر لی ہند میں اس شرح کی بھی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

علم فقہ۔ حنفی مسلک

(الف) فتاوی

الفتاوی الحمادیہ: از ابوالفتح رکن بن حسام الدین:۔

اس کتاب میں جن تصانیف کا حوالہ دیا گیا ہے یا جن تصانیف میں اس کتاب کا حوالہ ہے ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب آٹھویں صدی ہجری کے آخر یا نویں صدی ہجری کے اوائل میں لکھی گئی تھی یہ ایک معتبر تصنیف ہے اور فتاوی عالمگیری میں اس کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

ابراھیم شاھیہ فی الفتاوی الحنفیۃ' از شھاب الدین احمد بن محمد:۔

یہ کتاب شہاب الدین نے سلطان ابراہیم عادل شاہ کے لئے 160 کتابوں کی مدد لے کر مرتب کی تھی' حاجی خلیفہ نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ **وھو کبیر کقاضی خان جمعہ من مائۃ وستین**

یعنی یہ فتاوی قاضی خاں کی طرح بڑی ضخیم کتاب ہے اور 160 کتابوں سے مواد لے کر مرتب کی گئی ہے۔

فتاوی جامع البرکات' از ابوالبرکات:۔

یہ کتاب ابوالبرکات نے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں مرتب کی تھی یہ تصنیف فقہ کی عام ترتیب کے مطابق متعدد کتابوں میں تقسیم کی گئی ہے اور ہر کتاب متعدد ابواب میں منقسم ہے یہ کتاب زیادہ ضخیم نہیں ہے۔

خزانتہ الروایات' از چکن الہندی:۔

یہ کتاب بھی فقہ حنفی کے احکام کی تفصیلات پر مشتمل ہے اس کی ترتیب بھی دوسری کتابوں جیسی ہے مصنف نے یہ واضح کیا ہے کہ انہیں فقہ کے مطالعے اور دینی مسائل کی تحقیق سے تمام عمر بھری دلچسپی رہی اور اس کے نتائج کو انہوں نے ایک کتاب کی شکل میں مرتب کر دیا ہے' انہوں نے فتاوی اور مفتی کے متعلق فنی نکات کی بھی تشریح کی ہے اور اصول فتاوی کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے کہ شرط اولین یہ ہے کہ فتاوی قرآن و حدیث کے اخذ کردہ قطعی دلائل پر مبنی ہوں اگر یہ صورت ناممکن ہو تو پھر فتاوی ابو حنیفہؒ کے فیصلوں اس کے بعد ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے فیصلوں کے مطابق ہوں اگر مفتی کو کوئی مستند حدیث ملجائے اور وہ اس کے اطلاق کے بارہ میں مطمئن ہو تو پھر امام ابو حنیفہؒ کی رائے نظرانداز کر دی جائے کیونکہ خود انکا مشہور مقولہ ہے "اگر میری رائے مستند حدیث کے خلاف ہو تو اس کو نظرانداز کر دو"

فتاوی عالمگیری:۔

یہ کتاب فتاوی ہندیہ کے نام سے بھی مشہور ہے' برعظیم پاک و ہند میں اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئیں ان سب پر اسے فوقیت حاصل ہے' یہ نہایت ضخیم تصنیف چھ جلدوں پر مشتمل ہے جس کو ہندی علماء کی ایک مجلس نے مرتب کیا تھا اس مجلس کو اورنگ زیب عالمگیر نے مقرر و مرتب کیا تھا' اس گراں قدر کتاب کی وجہ سے فقہ سے متعلق عربی ادب میں پاک و ہند کا حصہ بہت اہم ہو گیا ہے' فتاوی عالمگیری کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ کسی ایک شخص کی تصنیف نہیں ہے بلکہ جید علماء کی ایک مجلس نے تمام مستند تصانیف سے استفادہ کر کے بڑی محنت کے ساتھ نہایت مفید اور معتبر کتاب مرتب کی اس کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

1۔ اس کی ترتیب وہی ہے جو ہدایہ کی ہے۔

2۔ تمام مسائل پر اچھی طرح بحث کر کے انہیں واضح کرنے میں انتہائی احتیاط اور

دانشمندی سے کام لینے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔

3۔ تکرار اور غیر ضروری چیزوں سے احتراز کیا گیا ہے۔

4۔ غیر ضروری دلائل اور نظائر سے پاک ہے۔

5۔ اکثر و بیشتر صورتوں میں مندرجہ احادیث و آراء کے واضح مفہوم کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور شاذ و نادر ہونے والے فیصلوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے الا کہ اس کا کوئی اور حل نہ ہو

6۔ تمام حوالے مستند کتب سے دیئے گئے ہیں۔

7۔ اگر مستند کتب میں ایک ہی مسئلہ کے متضاد حل موجود ہیں تو اس صورت میں کسی ایک حل کو ترجیح دی گئی ہے اور اس کے ساتھ مزید دلائل کا اضافہ کیا گیا ہے۔

(ب) مسائل فقہ سے متعلق تصانیف

زبدۃ الاحکام فی اختلاف الائمۃ الاعلام: از عمر بن اسحاق:۔

اس کتاب کا مقصد چاروں مکاتب فقہ کے تمام اختلافات کی نشاندہی کرنا ہے یہ مقررہ عنوانات کے تحت لکھی گئی ہے اس کتاب میں ایک ایک کر کے تمام مسائل پر بحث کی گئی ہے اگر کسی مسئلہ میں چاروں مسلکوں میں اختلاف ہے تو اس کو واضح کر دیا گیا ہے یہ کتاب نوعیت کے اعتبار سے کچھ نئی ہے یہ مختصر بھی ہے اور ترتیب بھی اچھی ہے۔

المناسک الصغیر:۔

یہ کتاب مناسک حج سے متعلق ایک چھوٹی سی کتاب ہے اس موضوع پر مصنف نے ایک ضخیم کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام المناسک الکبیر ہے اور زیر تبصرہ کتاب اس کا خلاصہ ہے اس کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایران کے نامور عالم دین ملا علی القاری نے اس کی ایک شرح لکھی ہے۔

تحقیق اراضی الہند' از شیخ جلال تھانیسری:۔

اس کتاب کا تعلق ہند میں زمین کی ملکیت کے مسئلہ سے ہے اس کتاب کے لکھنے سے مصنف کا مقصد بعض علماء کے اس نظریہ کی تردید کرنا ہے کہ اگر ہند میں کوئی امام یعنی بادشاہ کسی کو

زمین عطا کرے تو وہ قانونی طور پر اس کی ملکیت نہیں ہو جاتی چنانچہ اس کے لئے زمین کو فروخت کرنا اور اس کی قیمت سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔

فرائض الاسلام' از محمد ھاشم بن عبد الغفور سندھی:۔

محمد ہاشم کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں اس کتاب میں مصنف نے فرائض عبادت سے بحث کی ہے' اور ان کی تعداد کا تعین کیا ہے' چنانچہ انہوں نے یہ تعداد ایک ہزار دو سو باسٹھ شمار کی ہے جس میں سے تین سو بتیس کا تعلق عقائد سے ہے باقی کا اعمال سے' انہوں نے تمام فرائض کو مختلف عنوانات کے تحت باقاعدہ مرتب کیا ہے یہ کتاب ایک حد تک نئی قسم کی اور پر از معلومات ہے۔

جامع التعزیرات' از سراج الدین علی:۔

مصنف نے لکھا ہے کہ اگرچہ فقہ کا اہم ترین حصہ حد' قیاس اور تعزیر سے متعلق ہے کیونکہ یہ قوانین انسان کی جان و مال کے تحفظ سے تعلق رکھتے ہیں تاہم اب تک کوئی ایسی کتاب سامنے نہیں آئی جو صرف ان مسائل کے بارے میں ہو' مصنف نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ کتاب لکھی یہ کتاب ایک مقدمہ بیات ابواب اور ایک تتمہ پر مشتمل ہے مقدمہ میں مصنف نے حد اور تعزیر میں مندرجہ ذیل فرق بیان کیا ہے۔

1۔ حد کا تعین نص سے ہوتا ہے اور تعزیر قاضی یا امام کی مرضی پر منحصر ہوتی ہے۔
2۔ اگر خفیف ترین شبہ بھی ہو تو حد جاری نہیں کر سکتے مگر تعزیر شبہ پر ہی قائم کی جاتی ہے۔
3۔ نابالغ حد سے مامون ہوتا ہے لیکن تعزیر سے نہیں۔
4۔ حد مسلم اور غیر مسلم دونوں پر عائد ہوتی ہے لیکن تعزیر کا اطلاق صرف مسلمانوں پر ہوتا ہے۔

یہ کتاب دلچسپ ہے اور مصنف تعریف کا مستحق ہے۔

شافعی فقہ

فقہ مخدومی 'از علی بن احمد المہائمی:۔

یہ کتاب مختصری ہے جس میں عبادات کا ذکر ہے علامہ عبدالحق نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کتاب میں چند غلطیاں تھیں لیکن یہ شافعیوں کے لئے ایک مفید تصنیف ہے۔

قرۃ العین اور فتح العین 'از ضیاء الدین بن عبدالعزیز:۔

قرۃ العین اصل تصنیف ہے اور فتح العین اس کی شرح ہے یہ دونوں کتابیں ضیاء الدین بن عبدالعزیز نے لکھی ہیں' تحفۃ الجاہدین بھی انہی کی تصنیف ہے' اسی مصنف نے ایک اور بھی کتاب لکھی ہے جس میں موت و حیات بعد الموت سے متعلق احادیث و آثار قلمبند کئے گئے ہیں' فقہ شافعی پر یہ ایک قابل قدر کتاب ہے اور جنوبی ہند مالابار میں بہت مقبول ہے۔

باب پنجم

تصوف اور اخلاقیات

قبل ازیں پاک و ہند میں تفسیر' حدیث اور فقہ کے متعلقہ عربی کتب کا ذکر کیا گیا ہے اب عربی ادب کے ایسے شعبے کا ذکر ہے جس کا تعلق مسلمانوں کی باطنی زندگی سے ہے اور یہ اسلام کے جذباتی فلسفے کا حامل ہے' ہندی مفکروں نے جب عربی میں لکھنا شروع کیا تو شیخ ابونصر کی کتاب اللمعہ' قشیری کی رسالہ قشیریہ' شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف اور ابن عربی کی فصوص الحکم جیسی بلند پایہ تصانیف تصوف سے متعلق لکھی جا چکی تھیں چنانچہ پاک و ہند میں تصوف سے متعلق جو عربی میں کتابیں لکھی گئیں ان کا انداز وہی تھا جو پرانی تصانیف کا تھا ان میں پرانے اور مانوس موضوعات کا اعادہ کیا گیا تھا

اس برعظیم میں تصوف اور اس سے متعلق موضوعات پر عربی میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے بیس سے زیادہ قابل ذکر ہیں اور ان کی تقسیم مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت کی جا سکتی ہے۔

1۔	دینی نقطہ نظر سے "طریقہ" کی حمایت	3 کتابیں
2۔	علم تصوف	6 کتابیں
3۔	منظوم تصانیف	1 کتاب
4۔	معمولات و مشاغل	2 کتابیں
5۔	الہام اور متصوفانہ ملفوظات	1 کتاب
6۔	اخلاقی اور متصوفانہ اقوال کے مجموعے	2 کتابیں
7۔	بیرون ہند لکھی ہوئی تصانیف کی شرحیں	2 کتابیں
8۔	حلت و حرمت سماع	3 کتابیں
9۔	رسول اکرمؐ پر درود و سلام بھیجنے کے طریقے۔	2 کتابیں
	مجموعہ	22 کتابیں

لوائح الانوار فی الرد علی من انکر علی العارفین من لطائف الاسرار' از سراج الدین عمر بن اسحٰق:۔

یہ کتاب مصنف نے دراصل ایک سوال کے جواب میں لکھی تھی کہ ایک صوفی کو اس بناء پر گناہ گار کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنے اشعار میں لیلۃ القدر کو لیلۃ التجلی سے کم تر قرار دیا ہے؟

مصنف نے اس کتاب کا آغاز حمد اور نعت سے کیا ہے اس کے بعد معرفت پر تفصیلی بحث کرکے صوفی کے حق میں فیصلہ کیا ہے۔

القول الجمیل فی بیان سواء السبیل: از شاہ ولی اللہ:۔

یہ کتاب کئی ابواب میں منقسم ہے پہلا باب بیعت کی ماہیت اور روح سے متعلق ہے دوسرے باب میں سالکوں کے مختلف مدارج بیان کئے گئے ہیں' تیسرے چوتھے اور پانچویں باب میں صوفیاء کے قادری' چشتی اور نقش بندی سلسلوں کے معمولات و مشاغل قلم بند کئے گئے ہیں اور چھٹا باب مرشد سے نسبت کی اہمیت کے بارے میں ہے۔

ارشاد الطالبین وتائید المریدین' از قاضی ثناء اللہ پانی پتی:۔

یہ تصنیف چھ حصوں میں منقسم ہے اور ہر حصہ کا نام "کتاب" رکھا گیا ہے ان کتابوں کے موضوع حسب ذیل ہیں۔

کتاب اول:۔

ولایت

کتاب دوم:۔

مریدوں کے فرائض

کتاب سوم:۔

مرشدوں کے فرائض

کتاب چہارم:۔

روحانی ترقی اور حصول ولایت

کتاب پنجم:۔

قرب الٰہی کے مختلف مدارج

کتاب ششم:۔

فضائل و اوصاف اولیاء کبار

ان میں سے ہر ایک کتاب کی مزید تقسیم کئی ابواب میں کی گئی ہے جن میں سے تصوف سے متعلق دلچسپ اور مفید موضوعات پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔

مصنف اپنے زمانے کے ایک بڑے عالم دین تھے اور راسخ العقیدہ لوگوں کے نزدیک یہ کتاب مستند اور معتبر ہے۔

علم تصوف

التحفة المرسلہ الی النبیؐ از محمد بن فضل اللہ:۔

صاحب کتاب ایک صوفی اور عالم وجیہ الدین گجراتی کے مرید تھے اس کا تعلق مسئلہ وحدۃ الوجود سے ہے مصنف کا یہ نظریہ ہے کہ صرف خدا ہی ایک معبود ہے یہ معبود اگرچہ واحد ہے مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے یہ وجود تمام موجودات کی اصل اور حقیقت ہے اور اس اعتبار سے نہ تو وہ کسی پر منکشف کیا جاسکتا ہے اور نہ ذہن اس کا احاطہ کر سکتا ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے وجود کے مختلف مدارج ذکر کئے ہیں پھر صاحب کتاب نے لوگوں کے مختلف طبقات کا ذکر کیا ہے آخر کتاب میں مصنف نے نظریہ وحدۃ الوجود کی تائید

قرآن اور حدیث سے حوالے بھی دیئے ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس پر کم از کم تین شرحیں لکھی گئی ہیں۔

عقائدالموحدین:از عبدالکریم بن محمد لاہوری:۔

صاحب کتاب صوفی عالم تھے اور چشتیہ سلسلہ سے وابستہ تھے اگرچہ مصنف نے اور بھی کئی کتب لکھی ہیں لیکن یہ کتاب جس طرز پر لکھی ہے اس کو علم الکلام کہا جاتا ہے اور اس میں صوفیوں کے مسلک کو متکلمانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے اور یہ مندرجہ ذیل ابواب میں تقسیم کی گئی ہے۔

1۔ ریاکاری
2۔ ارتداد
3۔ پیری
4۔ مریدی
5۔ روحانی مرشد سے مرید کا تعلق
6۔ محبت اور اخلاص
7۔ وجود اور عدم
8۔ ذکر
9۔ وحدت الوجود

مصنف نظریہ وحدت الوجود کے زبردست حامی تھے۔

انفاس الخواص:از محب اللہ الہ آبادی:۔

یہ کتاب نامور صوفی ابن عربی کی مشہور تصنیف "فصوص الحکم" کی طرز پر لکھی گئی ہے یہ 81 حصوں میں منقسم ہے جنکا نام "انفاس" رکھا گیا ہے' اور ہر نفس کا نام اس نبی یا ولی کے نام پر رکھا گیا ہے جس کی تعلیمات کی باطنی تاویل اور سوانح حیات پر یہ نفس مشتمل ہے کتاب کا آغاز "النفس الاحمدی" سے ہوتا ہے اس کے بعد انفاس انبیاء ہیں جو حضرت آدمؑ سے لیکر آخری نبی حضرت محمدؐ تک مختلف انبیاء کے ناموں سے معنون ہیں اس کے بعد چاروں خلفاء راشدین سے منسوب انفاس ہیں پھر مختلف مقامات کے بعض مشہور اولیاء کے انفاس شروع ہوتے ہیں اس

سلسلہ کا آخری نفس مصنف کے مرشد ابو سعید بن نور بن علی بن عبدالقدوس کے نام سے منسوب ہے۔

فصوص الحکم کی طرح یہ کتاب بھی شروع سے آخر تک متصوفانہ مباحث اور وجدانی تصورات پر مشتمل ہے اور اس میں نظریہ وحدت الوجود کی پرزور وکالت کی گئی ہے۔

التسویۃ بین الافادۃ والقبول: از محب اللہ الہ آبادی:۔

یہ ایک فلسفیانہ بحث پر مشتمل مختصر سا رسالہ ہے جس میں مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کوئی مخلوق اللہ سے مغائر نہیں ہے اس رسالہ کی اہمیت کا پتہ اس سے لگتا ہے کہ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔

المغالط العامہ: از محب اللہ الہ آبادی:۔

یہ ایک ضخیم تصنیف ہے جو ایک باب اور 164 فصلوں پر مشتمل ہے جس کا نام "مغالیط" رکھا گیا ہے کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک مستقل تصنیف ہے مصنف نے یہ لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے متصوفانہ نظریات اور عقائد لوگوں کے سامنے بیان کئے تو انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اصل حقیقت سے ناآشنا لوگوں کے پیدا کردہ مغالطے رفع کریں چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

عقائد الخواص: از محب اللہ الہ آبادی:۔

اس کتاب میں علماء اور صوفیاء کے عقائد ذکر کئے گئے ہیں یہ کتاب 21 حصوں میں تقسیم کی گئی ہے جن کا نام "دقائق" رکھا گیا ہے اور ان میں دینی موضوعات کی متصوفانہ تاویلات اور باطنی تصریحات کی گئی ہیں جن موضوعات پر بحث کی گئی ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔

1۔ اللہ تعالےٰ کی صفات
2۔ دینی فرائض
3۔ سزاو جزا
4۔ اوامرونواہی
5۔ انسانی اعمال

6۔ مشیت الٰہی
7۔ منصب نبوت
8۔ ملائکہ
9۔ حشرونشر
10۔ روح ایمان
11۔ رحم وشفقت
12۔ عذاب قبر
13۔ امامت

متصوفانہ شاعری

هداية الاذكياء الى طريق الاولياء: از زین الدین بن علی المعبری:۔

اس منظوم رسالہ کے مصنف زین الدین بن عبدالعزیز کے دادا تھے یہ نظم بہت قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی اور دو علماء ابوبکر کی اور جاوا کے نوادی نے اس کی مفصل شرح لکھی اس نظم میں 180 اشعار ہیں اور یہ ایک قصیدہ کی شکل میں ہے۔

تصوف کے معمولات ومشاغل

الجواهر الخمسة: از محمد بن خطیر الدین:۔

یہ کتاب پانچ حصوں میں تقسیم کی گئی ہے جن کا نام "جواہر" رکھا گیا ہے اور ان میں صوفی کی تدریجی ترقی کی کیفیت بیان کی گئی ہے پہلا حصہ ریاضت و عبادت کے مختلف معمولات و مشاغل سے متعلق ہے دوسرے حصہ میں ریاضت کے اعلیٰ مدارج بیان کئے گئے ہیں تیسرا حصہ سب سے اہم ہے اور اس میں اللہ تعالےٰ کے 99 ناموں سے مختص کردہ ریاضات کے طریقے بیان کئے گئے ہیں چوتھا حصہ شطاریہ سلسلہ میں روحانی تربیت کے طریق و مشاغل کے بارے میں ہے خود مصنف کا تعلق بھی اسی سلسلے سے تھا پانچواں حصہ ان لوگوں کے اوصاف و فضائل سے متعلق ہے جو حقیقت و صداقت کے جویا ہوتے ہیں۔

الرسالہ فی سلوک خلاصۃ السادات النقشبندیہ: از تاج الدین ذکریا:۔

مصنف نے پہلے باب میں سلسلہ نقشبندیہ کا شجرہ درج کیا ہے ان کا تعلق بھی خود اسی سلسلہ سے تھا دوسرے باب میں وصال الہیٰ کے حصول کے طریقے بیان کئے گئے ہیں اس کے بعد مصنف نے سلسلہ نقشبندیہ کے معمولات و مشاغل بیان کئے ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عبدالغنی نابلسی نے "مفتاح المعیة فی الطریق النقشبندیہ" کے نام اس کی بہت جامع شرح لکھی ہے۔

الہام: متصوفانہ ملفوظات

ملہمات: از جمال الدین حقسوی:۔

صوفیاء کے اقوال و ملفوظات پر مشتمل جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں یہ کتاب قابل ذکر ہے مصنف اپنے زمانہ کے ایک ممتاز صوفی اور امام ابو حنیفہ کی اولاد میں سے تھے انہوں نے سلسلہ چشتیہ کی ایک شاخ کی بنا ڈالی جو خود ان کے نام سے منسوب ہوئی ان کے اقوال لفظی اور معنوی ہر اعتبار سے دلکش اور اثر آفریں ہیں جن کے نمونے درج ذیل ہیں۔

طالب الدنیا جاہل	طالب العقبیٰ عاقل	طالب المولیٰ کامل
طالب الدنیا مردود	طالب العقبیٰ مسعود	طالب المولیٰ محمود
طالب الدنیا مغرور	طالب العقبیٰ مسرور	طالب المولیٰ منصور
طالب الدنیا مغبون	طالب العقبیٰ ممنون	طالب المولیٰ مامون
طالب الدنیا ہالک	طالب العقبیٰ سالک	طالب المولیٰ مالک
طالب الدنیا ذلیل	طالب العقبیٰ جلیل	طالب المولیٰ خلیل

یہ پوری کتاب ایسے ہی صوفیانہ اقوال سے بھری ہوئی ہے جو پاکیزہ خیالات اور خوش بیانی کا دلکش مرقع ہیں۔

اخلاقی نصائح اور متصوفانہ اقوال

جوامع الکلم فی المواعظ الحکم: از علی متقی برہانپوری:۔

مصنف کا بیان ہے کہ اس کتاب میں تین ہزار کے قریب نصیحتیں جمع کی گئی ہیں جن میں پانچ سو ایسے اقتباسات ہیں جو قرآن پاک سے لئے گئے ہیں پانچ سو تضمینات ہیں جو احادیث سے ماخوذ ہیں علاوہ ازیں تین سو اقوال ان کے شاگرد کے ہیں باقی ماندہ حصہ متقدمین کے اقوال پر مشتمل ہے۔

موارد الکلم وسلک درر الحکم: از ابوالفیض فیضی:۔

سواطع الالہام کے مصنف فیضی نے یہ کتاب بھی تفسیر قرآن کے طرز پر لکھی ہے اور اس میں کوئی نقطہ والا حرف نہیں ہے جیسا کہ خود کتاب کے نام سے بھی ظاہر ہوتا ہے مصنف نے کتاب کے لئے مواد قرآن پاک' احادیث اور چند دوسرے ماخذ سے حاصل کیا ہے' اور اس کو اپنے انداز میں قلم بند کیا ہے تاکہ نقطہ دار حروف سے احتراز کر سکے۔

بیرون ہند لکھی ہوئی تصانیف کی شرحیں

تجلیۃ الفصوص: از محب اللہ الہ آبادی:۔

محب اللہ الہ آبادی نظریہ وحدۃ الوجود کے زبردست حامی اور ابن عربی کے متصوفانہ فلسفہ کے مداح اور شارح تھے محب اللہ کی لکھی ہوئی شرح الہ آبادی ان کے جانشین کے پاس محفوظ ہے۔

حل معضلات الفصوص: از امیر اللہ بن منیر اللہ بہاری:۔

یہ کتاب زیادہ ضخیم نہیں ہے کیونکہ اس میں فصوص الحکم کی طرح ان عبارتوں کی تشریح کی گئی ہے جو مبہم یا قابل اعتراض ہیں۔

اتحاف السادات المتقین بشرح احیاء علوم الدین: از سید محمد مرتضیٰ:۔

مصنف اپنے زمانے کے ممتاز عالم دین اور ماہر لسانیات تھے انہوں نے کئی کتابیں لکھیں جن میں سے تاج العروس' عقود الجواہر المنیفہ اور زیر تبصرہ کتاب زیادہ اہم تصانیف ہیں یہ کتاب کے آغاز میں محمد مرتضیٰ نے دوسرے شارحین کے برعکس امام غزالی اور ان کی تصانیف پر بہت تفصیل سے تنقیدی بحث کی ہے۔

حلت و حرمت سماع (موسیقی)

جد الغناء فی حرمۃ الغناء: از عصمت اللہ سہارنپوری:۔

موسیقی سننے کے متعلق مصنف نے قرآن' حدیث' فقہاء کے فتاوی اور علماء و اولیاء کی آراء کی رو سے جو خیال ظاہر کیا ہے اسکے مطابق سماع ناجائز ہے اور انہوں نے مختلف ابواب میں ان تمام اسناد کے حوالے دیئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ جس چیز کو سماع کہا جاتا ہے اس کا پہلی تین صدیوں میں کوئی وجود نہ تھا اس کے بعد کے زمانوں میں آہستہ آہستہ وہ اسلام میں داخل ہو گیا کتاب کے آخر میں انہوں نے سماع کی تائید کرنے والوں کے تمام دلائل کی تردید کی ہے۔

کشف القناع عن اباحۃ السماع: از سلام اللہ:۔

اس کتاب میں سماع کی حمایت کرنے والوں کا نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے اور مصنف نے اسے جائز قرار دیا ہے یہ کتاب پانچ ابواب میں منقسم ہے پہلے باب میں احادیث' دوسرے میں آثار' تیسرے میں قیاس اور چوتھے میں فقہاء کے فتوے درج کئے گئے ہیں اور پانچویں باب میں سماع کے مخالفوں کے دلائل کی تردید کی گئی ہے۔

اس موضوع پر ایک مختصر سا رسالہ عیسیٰ بن ابراہیم گجراتی نے لکھا ہے انہوں نے معتدل انداز اختیار کیا ہے اور یہ مشورہ دیا کہ محفوظ ترین طریقہ یہ ہے کہ عملاً موسیقی کے دلدادہ نہ بنیں اور نظری طور پر اس کو ناجائز نہ سمجھیں۔

آنحضرتؐ پر درود و سلام بھیجنے کے قاعدے۔

ناصر العشاق: از محمد ناصر علی غیاث پوری:۔

اس کتاب میں آنحضرتؐ پر درود بھیجنے کے سینکڑوں طریقے درج کیے گئے ہیں مصنف نے یہ طریقے بیس عنوانات کے تحت مرتب کئے ہیں جو آنحضرتؐ کے اعضاء، اوصاف اور لباس وغیرہ سے متعلق ہیں اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

اللھم صل وسلم علی محمد وعلی ذات محمد فی الذوات
اللھم صل وسلم علی محمد وعلی وصف محمد فی الاوصاف
اللھم صل وسلم علی محمد وعلی نعت محمد فی النعوت
اللھم صل وسلم علی محمد وعلی صدر محمد فی الصدور
اللھم صل وسلم علی محمد وعلی دم محمد فی الدماء
اللھم صل وسلم علی محمد وعلی ثوب محمد فی الاثواب
اللھم صل وسلم علی محمد وعلی سریر محمد فی السرر

السلام المعرا: از محمد ناصر علی:۔

یہ رسالہ بھی ناصر علی غیاث پوری کا لکھا ہوا ہے اور اس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کوئی نقطہ دار حرف نہیں کتاب کے شروع میں ایک مختصر مقدمہ ہے اس کے بعد صلوۃ ہے جس کا آغاز اس طرح کیا گیا ہے،

اللھم صل وسلم علی محمد وامام الھدی
اللھم صل وسلم علی محمد صدرہ مطلع الھدی

اس میں ہر فقرہ کا آخری جزء جو لفظ محمدؐ کے بعد آتا ہے تبدیل کر دیا گیا ہے۔

باب ششم

علم الکلام

علم کلام اسلامی علوم کا ایک ایسا شعبہ ہے جو دینیات اور فلسفہ کے بین بین ہے اور جو انسانی علوم و افکار کے ان دو متضاد نظاموں کو مربوط کر دینے والی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے اس علم کو بجا طور پر فلسفیانہ دینیات یا دینیاتی فلسفہ کہا جا سکتا ہے۔

پاک و ہند میں اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں بارہ کتابیں قابل ذکر ہیں اور ان کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1۔	اسلامی عقائد کی مستند کتب کی شروحات	3 کتابیں
2۔	اسلامی عقائد کی نصابی کتب	2 کتابیں
3۔	علم الکلام کی معیاری نصابی کتب کی شرحیں	2 کتابیں
4۔	علم الکلام کی نصابی کتب	2 کتابیں
5۔	فرقہ وارانہ مباحث سے متعلق	2 کتابیں
6۔	اسلامی احکام کی متکلمانہ توضیحات	1 کتاب
	مجموعہ	12 کتابیں

اسلامی عقائد کی مستند کتب کی شرحیں

الحاشیہ علی حاشیۃ الخیالی علی الشرح تفتازانی العقائد النسفیۃ:۔

عبدالحکیم سیالکوٹی:۔

العقائد النسفیہ کی شرح پر یہ حواشی عبدالحکیم سیالکوٹی نے لکھے ہیں یہ حواشی براہ راست تفتازانی کی شرح پر نہیں لکھے گئے بلکہ ملا احمد بن موسیٰ خیالی نے شرح کی جو مشہور شرح لکھی اس پر سیالکوٹی نے یہ حواشی قلمبند کیے ہیں ملا احمد کی شرح پر بعض اور علماء نے بھی حاشیے لکھے ہیں عبدالحکیم سیالکوٹی کے لکھے ہوئے حواشی کی قدر و قیمت کا اندازہ حاجی خلیفہ کی اس رائے سے

سکتا ہے۔

"وھی احسن الحواشی مقبولة عندالحکماء"

الحاشیة علی شرح العقائد العضدیة: از عبدالحکیم سیالکوٹی:۔

العقائد العضدیہ کی شرح پر بھی یہ حواشی عبدالحکیم سیالکوٹی نے لکھے ہیں اور انہوں نے دوانی کی لکھی ہوئی شرح پر براہ راست یہ حواشی قلم بند کئے ہیں یہ ضخیم کتاب بھی مصنف کی قابلیت کا عمدہ ثبوت ہے۔

اسلامی عقائد کی نصابی کتب

العقیدة الحسنة: از شاہ ولی اللہ:۔

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے بلکہ ایک طرح سے یہ سنی عقائد کا خلاصہ ہے اسمیں سنی عقائد کے اہم اور لازمی اصول قلم بند کئے گئے ہیں اور شاہ صاحب کی یہ تصنیف زیادہ صاف اور واضح ہے اس کا آغاز حصول علم کے مختلف طریقوں اور حدوث عالم پر بحث سے نہیں ہوتا جیسا کہ عقائد نسفیہ کا آغاز ہے بلکہ اس کے برعکس شاہ صاحب نے اپنے رسالے کا آغاز کسی قدر جذباتی انداز میں کیا ہے اور اس کا آغاز ان الفاظ میں ہوتا ہے۔

اشھدالله ومن حضر من الملائكة والجن والانس انی اعتقد من صمیم قلبی ان للعالم صانعا قدیما.........

میں اللہ تعالٰے' اس کے فرشتوں' جنوں اور انسانوں کو جو موجود ہیں گواہ بنا کر صدق دل سے یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ کائنات کا بنانے والا ایک ہے جو قدیم ہے۔

میزان العقائد: از شاہ عبدالعزیز:۔

یہ ایک مختصر مگر جامع تصنیف ہے اور نہایت اختصار کے ساتھ نصابی کتابیں لکھنے کے قدیم طرز پر لکھی گئی ہے جس کے مضامین کو سمجھنے کے لئے شرحوں اور حاشیوں کی ضرورت ہوتی ہے' کتاب کے تین حصے ہیں۔

پہلا حصہ خدا تعالے سے متعلق عقائد

دوسرا حصہ انبیاء سے متعلق امور
تیسرا حصہ معاد سے متعلق بحث پر مشتمل ہے۔

علم الکلام کی مستند کتب کی شرحیں

المواقف از علاء الدین ایجی:۔

علم الکلام پر علاء الدین الایجی کی تصنیف المواقف عربی میں اس مضمون کی ایک بہترین نصابی کتاب ہے جس کی شرح شریف علی بن محمد جرجانی نے شرح المواقف کے نام سے لکھی ہے۔

الحاشیۃ علی شرح المواقف' از عبدالحکیم سیالکوٹی:۔

سیالکوٹی پاک وہند میں شرح المواقف کی شرح لکھنے والے پہلے عالم ہیں مصنف کا نام اور ایک شرح نگار کی حیثیت سے ان کی شہرت ہی اس بات کی ضامن ہے کہ یہ شرح کتنی خوبیوں کی حامل ہوگی

حاشیہ علی الامور العامۃ من شرح المواقف: از میر زاہد:۔

میر زاہد اعلیٰ درجہ کا فلسفیانہ ذہن رکھنے والے ایک ممتاز مصنف تھے ان کی قلم بند کی ہوئی شرح کا دوسرا حصہ یا موقف جو امور عامہ سے متعلق ہے برعظیم کے متکلمانہ ادب میں اس قدر ممتاز حیثیت کا حامل ہے کہ مصنف کے زمانہ سے لے کر تقریباً حالیہ دور تک فلسفہ کے اکثر علماء اس پر حاشیے لکھتے رہے ہیں۔

علم الکلام کی نصابی کتب

الرسالۃ الخاقانیہ' از عبدالحکیم سیالکوٹی:۔

یہ کتاب دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے پہلا حصہ علم باری تعالے سے متعلق ہے اور اس میں تین مباحث شامل کیے گئے ہیں پہلی بحث کا عنوان فی اثبات علم اللہ تعالے ہے دوسری بحث علم اللہ تعالے کی نوعیت سے متعلق ہے تیسری بحث علم اللہ تعالیٰ کی کلیت کے مسئلہ تک محدود ہے

اور مصنف نے اس نظریہ پر زور دیا ہے کہ اللہ تعالے کو کلی علم بھی ہے اور جزوی علم بھی
کتاب کے دوسرے حصہ میں مصنف نے فلاسفہ کی تکفیر کے مسئلہ پر بحث کی ہے یہ رسالہ بہت دلچسپ ہے اور ہر موضوع پر صاف اور واضح بحث کی گئی ہے۔

بحر المذاہب: از منعم خاں قنوجی:۔

بحر المذاہب' مواقف کے آخری تین حصوں پر مشتمل موضوعات تک محدود ہے مقدمہ میں مصنف نے ان کتابوں کی طویل فہرست درج کی ہے جن کی مدد سے اس نے یہ کتاب لکھی ہے اور اس میں علم الکلام کی اصطلاحات کی تشریح بھی کی ہے طرز تحریر مواقف اور شرح المواقف جیسا الجھا ہوا نہیں ہے بلکہ نسبتاً آسان اور سادہ ہے۔

فرقہ وارانہ مباحث

المقدمة السنية فی انتصار الفرقة السنية: از شیخ احمد فاروقی ترجمہ شاہ ولی اللہ:۔

اصل کتاب فارسی میں لکھی گئی تھی اور اس کے مصنف برعظیم پاک وہند کے ایک عظیم ترین صوفی حضرت شیخ سید احمد فاروقی ہیں جو مجدد الف ثانی کے نام سے مشہور ہیں عربی میں اس کا ترجمہ بھی ایک نامور عالم دین شاہ ولی اللہ نے کیا ہے شاہ ولی اللہ جب حجاز گئے تھے تو انہوں نے سنیوں اور شیعوں کے اختلافات پر ایک تقریر کی تھی اور اس میں حضرت مجدد الف ثانی کی اس تصنیف کے حوالے دیئے تھے اس سے حجاز کے علماء کو یہ اندازہ ہوا کہ یہ کتاب کتنی بلند پایہ ہے اور ان کی درخواست پر شاہ صاحب نے اس کا عربی میں ترجمہ کر دیا۔

رد الشیعہ: از ملا محمد محسن:۔

مصنف کتاب کشمیر کے ایک مشہور ترین عالم تھے۔اور فلسفہ و دینیات پر بہت عبور رکھتے تھے اس کتاب میں شیعہ کے رد میں جو دلائل دیئے ہیں ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔
(الف)۔ اگر حضرت علی معصوم ہوتے تو ان سے فتوے دینے میں غلطیاں سرزد نہ ہوتیں
(ب)۔ چند ایسے صحابہ و تابعین نے جو حضرت علی کے حامی تھے ان کے بعض فیصلوں سے اتفاق

نہیں کیا

(ج)۔ اگر وہ امام مغصوب ہوتے تو آنحضرتؐ اپنی علالت کے دوران نماز کی امامت کرنے کے لئے حضرت ابو بکرؓ کو نہ کہتے۔

(د)۔ اگر وہی جانشین تھے تو پھر انہوں نے حضرت عباس اور ابو سفیان سے بیعت کیوں نہ لی جبکہ وہ بیعت کرنے پر تیار تھے۔

(ر)۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ غاصب تھے تو کیا امام مغصوب کے لئے یہ جائز تھا کہ وہ ان سے تعاون کرے' مال غنیمت میں اپنا حصہ لے اور دیگر مراعات سے مستفید ہو' انہوں نے ان لوگوں کو خلیفہ تسلیم ہی کیوں کیا وہ کسی اور ملک میں چلے جاتے جیسا کہ سعد نے کیا

(س)۔ اگر وہ امام مغصوب ہوتے تو وہ اس مجلس کی رکنیت قبول نہ کرتے جو حضرت عمرؓ نے اپنے جانشین کے انتخاب کے لئے مقرر کی تھی

(ص)۔ جس طرح ایک نبی دعوائے نبوت سے دست بردار نہیں ہوتا اسی طرح امام مغصوب بھی اپنے دعوی سے دست کش نہیں ہو سکتا

(ط)۔ اگر ان کے پاس امام مغصوب ہونے کے نصوص ہوتے تو وہ یقینا ان کو لوگوں کے سامنے لاتے۔

(ع)۔ اگر حضرت عمر غاصب اور نا مقبول تھے تو پھر حضرت علی نے ان کو اپنی لڑکی کا نکاح کیوں دیا۔

الشہاب الثاقب: از سید دلدار علی:۔

یہ کتاب تصوف کی تردید میں لکھی گئی ہے یہ ایک مقدمہ اور چار حصوں پر مشتمل ہے جن کا نام مقاصد رکھا گیا ہے یہ حصے مختلف ضخامت کے ہیں اور ہر مقصد کو ابواب اور فصول میں تقسیم کیا گیا ہے اس کا خاکہ تقریباً وہی ہے جو مواقف کا ہے مقدمہ میں مصنف نے اپنی بحث کو اس نظریہ تک محدود رکھا ہے کہ وجود ایک ثابت بنفسہ صداقت ہے جس کے لئے مزید کوئی ثبوت درکار نہیں۔

پہلا مقصد آٹھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور اس میں وحدت و کثرت وجود اور وجود باری تعالےٰ سے متعلق مسائل پر بحث کی گئی ہے مصنف نے صوفیاء کے نظریہ وحدۃ الوجود کی تردید کی ہے کتاب کا یہ حصہ کلیتاً متکلمانہ و فلسفیانہ ہے دوسرا مقصد چھ ابواب پر مشتمل ہے اور

اس میں روایتی انداز میں اسی مسئلہ پر بحث کی گئی ہے تیسرے مقصد کے سات ابواب ہیں جن میں کشف پر اظہار خیال کیا گیا ہے' اور اس کے ایک پورے باب میں جو گیارہ فصلوں پر منقسم ہے گیارہ نامور صوفیاء کی غلطیاں گنوائی گئی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

ابن عربی' حسن بصری' ابو سفیان ثوری' بایزید بسطامی' ابراهیم بن ادہم' حسین بن منصور' الغزالی' عبدالقادر جیلانی' جلال الدین رومی' فرید الدین عطار اور حکیم سنائی۔

مصنف کا تمام استدلال صرف اتنا ہی ہے کہ اگر یہ لوگ در حقیقت ولی ہوتے تو غلطیاں اور ناسمجھی کے کام نہ کرتے۔

چوتھا مقصد مقابلتاً مختصر ہے اور اس میں ان شکوک و اعتراضات کا معذرت خواہانہ انداز میں جواب دیا گیا ہے جو مصنف کے اس نظریہ پر وارد ہوتے ہیں کہ اگر کشف کوئی سچی اور حقیقی شئی ہوتی تو کشف کے ذریعے عیاں ہونے والی باتوں میں کوئی اختلاف نہ ہوتا

اوامرونواہی کی متکلمانہ توضیحات

حجۃ اللہ البالغہ: از شاہ ولی اللہ:۔

مذہب دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے عقائد اور احکام حجۃ اللہ سے قبل علم کلام پر جتنی کتابیں لکھی گئی تھیں ان سب کا تعلق پہلے حصہ یعنی عقائد و مسلک سے تھا جبکہ دوسرے حصہ کا ان میں کوئی تذکرہ تک نہیں تھا شاہ صاحب پہلے مصنف ہیں جنہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی

متکلمانہ دینیات کے وہ اہم مسائل جن کی اس کتاب میں وضاحت کی گئی ہے درج ذیل ہیں۔

1۔ انسان کو مکلف تخلیق کرنے کا سبب کیا ہے۔
2۔ اللہ تعالے کی فطرت و عادت میں کوئی تبدیلی یا خلل نہیں ہوتا
3۔ روح کی حقیقت
4۔ جزا و سزا کی حقیقت
5۔ حیات بعد الموت اور حشر کی حقیقت
6۔ عالم الامثال

7۔ حقیقت نبوت
8۔ تمام مذاہب کی اصل ایک ہی ہے۔
9۔ خدا مذہب کو وجود میں کیوں لایا
10۔ تمام سابقہ مذاہب کو منسوخ کردینے والے ایک مذہب کی ضرورت ہے۔

باب ہفتم

فلسفہ

پاک و ہند میں فلسفے کے موضوع پر اس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں کہ اس سے متعلق ایک الگ کتاب لکھی جا سکتی ہے فلسفہ کی ان کتابوں میں پچیس تصانیف ایسی ہیں جو زیادہ قابل ذکر ہیں جن کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ مناظرہ کی معیاری کتابوں کی شرح	2 عدد
2۔ خالص فلسفہ: طبیعیات اور مابعد الطبیعیات	
(الف)۔ نصابی کتب	4 عدد
(ب)۔ شرحیں	
ا بیرونی تصانیف	3 عدد
۲۔ ہندی تصانیف	3 عدد
(3)۔ منطق کی کتابیں	
(الف)۔ نصابی کتب	3 عدد
(ب)۔ شرحیں	
ا۔ بیرونی تصانیف	6 عدد
۲۔ ہندی تصانیف	4 عدد
مجموعہ	25 عدد

مناظرہ کی مستند نصابی کتب کی شرحیں

الآداب الباقیہ، از عبد الباقی:۔

علم مناظرہ پر السید شریف الجرجانی کی تصنیف "الادب الشریفیہ: عضد الدین کی تصنیف الرسالۃ العضدیہ سے زیادہ مفصل اور مکمل ہے اس لئے عام طور پر مقبول بھی ہے اور ہند کے دو ہم عصر علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں ان میں سے ایک کا نام الاداب الباقیہ

ہے۔

الاداب الرشیدیہ: از عبد الرشید جونپوری:۔

یہ الاداب الشریفیہ کی دوسری اہم شرح ہے عبد الرشید کی لکھی ہوئی شرح زیادہ مفصل واضح اور زیادہ مقبول ہوئی ہے یہ شرح ایک مقدمہ نو مقالات اور ایک تمیمہ پر مشتمل ہے مقدمہ میں اس علم کی تمام اصطلاحات کی تشریح کی گئی ہے۔

پہلے مقالے کا خلاصہ یہ ہے:۔

کہ اگر دوسرا شخص مدعی کے دعویٰ سے متفق نہ ہو تو وہ مدعی سے ثبوت پیش کرنے کا مطالبہ کرے گا تو مدعی دلائل پیش کرے گا

دوسرے مقالے میں یہ بیان کیا گیا ہے:۔

کہ مناظرہ شروع کرنے سے قبل دعوے کا ایک ایک لفظ واضح کر دینا چاہیے تاکہ کوئی غلط فہمی یا ابہام پیدا نہ ہو

تیسرا مقالہ حوالوں کے متعلق ہے:۔

اس کے بعد چار مقالات منع، نقض اور معارضہ سے متعلق ہیں جن میں بہت تفصیل کے ساتھ اور الگ الگ ان کی وضاحت کی گئی ہے۔

آٹھویں مقالہ میں یہ وضاحت کی گئی ہے:۔

کہ مدعی کس طرح سائل بن جاتا ہے اور سائل کس طرح مدعی کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

نویں مقالے میں یہ کہا گیا ہے:۔

کہ اگر مدعی یا سائل مناظرہ کرنے میں سنجیدہ نہیں ہے اور جان بوجھ کر مغالطے پیدا کرتا ہے تو دلائل پیش نہ کیے جائیں

علم فلسفہ

(الف) نصابی کتب

الدوحۃ المیادۃ فی حدیقۃ الصورۃ والمادۃ: از ملا محمود جونپوری:۔

اس کتاب میں صورت اور مادہ پر بحث کی گئی ہے' ایک شی ہیولا ہوتی ہے اور دوسری صورت' نہ تو بغیر ہیولہ کے صورت ہو سکتی ہے اور نہ بغیر صورت کے ہیولا ہو سکتا ہے ملا محمود نے بھی اس نظریہ کی تائید کی ہے اور دوسرے نظریات کو مسترد کر دیا ہے۔

الحکمۃ البالغہ: از ملا محمود جونپوری:۔

مصنف کا ارادہ تھا کہ اس کتاب میں فلسفہ کے تمام شعبوں' منطق' طبیعیات اور مابعد الطبیعیات سب پر بحث کی جائے لیکن انہوں نے اس کا آغاز ایک طویل علالت کے دوران کیا جس سے وہ صحت یاب نہ ہو سکے۔ اس لئے چھ یا آٹھ شعبوں میں سے صرف طبیعیات کے دو شعبے مکمل کئے جا سکے۔ اور فلسفہ کی دوسری شاخوں پر کچھ نہ لکھ سکے۔

الجوھر الفرد' از محب اللہ بہاری:۔

اس تصنیف میں محب اللہ نے جزو لا یتجزیٰ پر بحث کی ہے جسے جوھر الفرد بھی کہا گیا ہے یہ کتاب ملا محمود کی **دوحۃ المبادۃ** کے طرز پر لکھی گئی ہے فرق اتنا ہے کہ دوحہ کا موضوع زیادہ وسیع ہے اور اس میں صورت اور ہیولا دونوں سے بحث کی گئی ہے اور جوھر الفرد میں بحث صرف جزو لا یتجزیٰ تک محدود ہے۔

الھدیۃ السعیدیۃ: از فضل حق خیر آبادی:۔

اس کتاب میں سب سے پہلے "حکمت" کی تعریف اور درجہ بندی کی گئی ہے اشیاء کی اولاً دو قسمیں ہیں ایک وہ جو ہمارے اختیار میں ہیں اور دوسری وہ جو ہمارے اختیار میں نہیں ہیں پہلی قسم سے متعلق علم کو **"الحکمۃ العملیۃ"** کہتے ہیں کیونکہ جو چیزیں ہمارے اختیار میں ہیں وہ صرف ہمارے افعال ہیں **"الحکمۃ العلمیۃ"** کی تین ذیلی تقسیمیں کی گئی ہیں تہذیب

الاخلاق' تدبیرالمنزل اور سیاسۃ المدنیہ' کیونکہ انسانی افعال کا تعلق یا تو صرف فاعل کی ذات سے ہوتا ہے یا ایک خاندان سے یا ایک شہر یا مملکت کے باشندوں سے۔

جو چیزیں انسان کے اختیار میں نہیں ہیں ان سے متعلق علم کو "الحکمة النظرية" کہتے ہیں اور اس کی بھی ذیلی تقسیمیں کی گئی ہیں' علم الالٰہی' علم الریاضی اور علم الطبیعی

علم الطبیعی کو مزید آٹھ شاخوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1۔ علم السماء والطبیعی
2۔ علم السماء والعالم
3۔ علم الکون والفساد
4۔ علم الفعل والانفعال
5۔ علم الآثار العلویہ
6۔ علم النفس
7۔ علم النبات
8۔ علم الحیوان

یہ کتاب ایک مقدمہ اور تین حصوں پر مشتمل ہے جن کا نام فنون رکھا گیا ہے' مقدمہ میں مصنف نے طبیعیات کے ان مسائل پر بحث کی ہے جو در اصل فلسفہ کے اعلیٰ تر مباحث یعنی مابعد الطبیعیات سے تعلق رکھتے ہیں۔

پہلا حصہ متعدد ذیلی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور اس میں ان خصوصیات اور واردات پر بحث کی گئی ہے جو تمام اجسام کا لوازمہ ہیں خواہ وہ سماوی ہوں یا ارضی' یہ خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ مکان' جو بعض حکماء کے نزدیک طول اور بلندی پر مشتمل ہے اور بعض ان کو سطح کا ہم معنی ہی قرار دیتے ہیں۔
2۔ چیز' جو مکان سے زیادہ غیر معین ہے۔
3۔ شکل جو جسم کی نوعیت پرمنحصر ہوتی ہے۔
4۔ حرکت اور سکون

چھ چیزیں حرکت کا لوازمہ ہیں۔

1۔ حرکت کرنے والی شئی۔
2۔ حرکت کرانے والا

3۔ مکان
4۔ آغاز
5۔ اختتام
6۔ رفتار

حرکت چار حالتوں میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔
مکان' شکل' کیت اور کیفیت

حرکت کی اقسام:۔

حرکت دو قسم کی ہوتی ہے ذاتی اور عارضی
ذاتی حرکت مزید تین قسموں میں منقسم ہوتی ہے۔

1۔ طبیعیہ:۔

بلندی سے پتھر کا گرنا

2۔ قصریہ:۔

کسی کے اچھالنے پر پتھر کا اوپر جانا

3۔ ارادی:۔

حیوانوں کی نقل و حرکت
دوسرا حصہ کئی ذیلی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور یہ اجسام سماوی سے متعلق ہے یہ طبیعیات کی دوسری شاخ ہے جس کا نام السماء والعالم ہے' اس کا عنوان الفلکیات رکھا گیا ہے۔
الفلک کے دو نفس ہیں ایک مادہ سے بالکل آزاد اور دوسرا مادہ کا پابند جیسے کہ انسان کے دو نفس ہیں ایک سے وہ کل کا ادراک کرتا ہے اور دوسرے سے جزء کا
تیسرا حصہ عنصریت یعنی جوہری اور مادی عالم سے متعلق ہے اس موضوع میں طبیعیات کی باقی ماندہ شاخیں شامل ہیں یہ حصہ بھی کئی ذیلی شاخوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

عناصر کی غیر مرکب شکلیں:۔

عناصر کی غیر مرکب شکلیں چار ہیں گرمی' خنکی' نمی اور خشکی ہر مادی جسم کے لئے ان میں سے دو کا ہونا لازمی ہے گرمی اور خنکی فعال ہیں اور نمی اور خشکی مجہول ہیں' ہر عنصر میں ان دو مجموعوں میں سے صرف ایک حالت کا ہونا لازمی ہے اور اس طرح چار عناصر ہیں جو چار سادہ حالتوں کو ظاہر کرتے ہیں۔

1۔ آگ گرم اور خشک ہے۔
2۔ ہوا گرم اور نم ہے۔
3۔ پانی خنک اور نم ہے۔
4۔ مٹی خنک اور خشک ہے۔

(ب) خالص فلسفہ

بیرونی تصانیف کی شرحیں:۔

ھدایۃ الحکماء

ہدایت الحکماء ایک مشہور کتاب ہے جس کے مصنف شیخ اثیر الدین عمر الابہری ہیں علماء نے اس کی دو شرحیں لکھی ہیں ایک تو ملا حسین بن معین میبذی اور دوسرے صدر الدین محمد بن ابراہیم' جو صدری شیرازی کے نام سے مشہور ہیں اول الذکر کی شرح میبذی اور مؤخر الذکر کی شرح صدرا کہلاتی ہے یہ دونوں شرحیں پاک و ہند میں بہت مقبول ہیں۔

الحاشیہ علی المیبذی: از عبد الحکیم سیالکوٹی:۔

یہ کتاب ممتاز عالم دین عبد الحکیم سیالکوٹی کی تصنیف ہے جو میبذی کے حواشی پر مشتمل ہے۔

الحاشیہ علی الصدرا: از ولی اللہ لکھنوی:۔

یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس میں صدرا کی تشریح کی گئی ہے۔

مذکورہ دونوں علماء کے حواشی بہت مفید ہیں اور ان سے دو نصابی کتب کی فلسفیانہ باریکیوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

شرح ھدیۃ الحکمۃ: از عبدالحق خیر آبادی:۔

پاک و ہند کے فلسفہ کے طلباء اس شرح کو بہت پسند کرتے ہیں اور صدرا اور میبذی جیسی مستند شرحوں سے قبل اس کا مطالعہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

ہندی تصانیف کی شرحیں

الشمس البازغہ: از ملا محمود جونپوری:۔

اس نام سے ملا محمود جونپوری نے اپنی تصنیف "الحکمۃ البالغہ" کی شرح لکھی جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے' اس کا انداز بیان یہ ہے کہ ملا محمود پہلے "قلت" لکھ کر اپنی کتاب سے ایک عبارت درج کرتے ہیں اور پھر "اقول" لکھ کر اس عبارت کی تشریح کرتے ہیں اس پوری کتاب یعنی متن اور شرح پر دو علماء نے حواشی لکھے ہیں۔

الحاشیۃ علی الشمس البازغہ: از حمد اللہ:۔

علامہ جونپوری کی تصنیف پر یہ حواشی آخری دور کے ایک عالم حمد اللہ نے لکھے ہیں جنہوں نے محب اللہ کی تصنیف "سلم العلوم" کی بھی ایک مشہور شرح لکھی ہے۔

الحاشیۃ علی الشمس البازغہ: از ملا نظام الدین:۔

نظام الدین بہت بڑے عالم تھے ان کے لکھے ہوئے حواشی پاک و ہند میں بہت مقبول ہیں۔

منطق کی کتابیں
(الف) نصابی کتب

الدرۃ البہیۃ: از عبدالحق محدث دہلوی:۔

اس مختصر سی کتاب میں منطق کے چند خاص مسائل پر بحث کی گئی ہے اس کی ابتدا مفہوم کی تین قسموں سے ہوئی۔

1۔ مطابقت:۔

انسان کے معنی ہوں' ذی عقل حیوان

2۔ تضمنی:۔

انسان کے معنی ہوں محض حیوان

3۔ التزامی:۔

انسان کے معنی ہوں' ایسا حیوان جسے تعلیم و تربیت دی جاسکے۔

اس کے بعد مصنف نے "تعریف" کی وضاحت کی ہے جس میں جنس' نوع ور فصل وغیرہ پر بحث کی گئی ہے اگلی بحث قضیہ اور اس کے اقسام' مطلق اور مشروط اور قضیہ کے اجزاء سے متعلق ہے پھر تناقض' معکوسیت' مفرد یت اور تناقض سے تغیر پر اور آخر میں منطقی قیاس اور قیاس کی چار صورتوں پر بحث کی گئی ہے غرض یہ کہ اس کتاب میں منطق کے تمام اہم اصولوں کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔

سلم العلوم: از محب اللہ بہاری:۔

اس کتاب کو ہند میں منطق کی اعلیٰ ترین کتاب ہونے کا اعزاز حاصل ہے' محب اللہ نے اپنی کتاب کے مختصر سے دیباچہ میں یہ تمنا ظاہر کی ہے کہ ان کی تصنیف تمام نصابی کتب میں اسی

طرح نمایاں رہے جس طرح چاند ستاروں میں نمایاں ہوتا ہے اور ان کی یہ آرزو پوری ہو گئی مصنف نے کتاب کا آغاز حسب معمول حمد اور نعت سے کیا ہے۔

مرقاۃ: از فضل امام:۔

یہ منطق پر تیسری کتاب ہے جو ہند میں لکھی گئی اس کتاب کی اہمیت ایک تالیف سے زیادہ نہیں کیونکہ اس میں شامل سارا مواد الشمسیہ اور تہذیب المنطق سے ماخوذ ہے۔

غیر نصابی کتب منطق کی شرحیں

بدیع المیزان: از عبداللہ تلنبی:۔

یہ کتاب منطق کی ایک مشہور کتاب میزان المنطق کی شرح ہے اس کی اہمیت یہ ہے کہ فلسفہ یا منطق کے موضوع پر یہ ہندی کی پہلی تصنیف ہے۔

تشحیذ الاذہان: از فضل امام خیر آبادی:۔

یہ کتاب بدیع المیزان کی شرح ہے میزان المنطق کی شرح عبداللہ تلنبی نے لکھی تھی اور اس شرح کی شرح فضل امام نے لکھی

الحاشیہ علی میر قطبی: از عبدالحکیم سیالکوٹی:۔

الشمسیۃ کی شرح قطب الدین محمود بن محمد نے لکھی تھی جو قطبی کے نام سے مشہور ہے۔ پھر اس شرح کی شرح علامہ جرجانی نے قلم بند کی جس کا نام میر قطبی رکھا گیا عبدالحکیم سیالکوٹی نے الحاشیہ علی میر قطبی کے نام سے جرجانی کی شرح پر حواشی لکھے اس کتاب میں منطق کے اختلافی موضوعات پر بڑے عالمانہ انداز میں بحث کی گئی ہے۔

الحاشیہ علی شرح تہذیب المنطق: از عبدالنبی احمد آبادی:۔

منطق کی دوسری اہم نصابی کتاب **تہذیب المنطق** کی دو شرحیں لکھی گئیں اور ان کے مصنف دو مشہور علماء ہیں عبیداللہ یزدی اور جلال الدین دوانی' یزدی کی لکھی ہوئی شرح

تهذیب المنطق پر ایک ہندی عالم عبدالنبی احمد آبادی نے یہ حواشی لکھے جن میں منطق کے اہم مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔

الحاشیۃ الزاھدیہ الجلالیہ: از میرزاہد:۔

تہذیب المنطق کی دوسری شرح جو بہت مشہور و مقبول ہوئی، جلال الدین الدوانی نے لکھی تھی اور اس شرح پر حواشی ہندی عالم میرزاہد نے قلم بند کئے یہ کتاب پاک وہند کے علماء اور طلباء میں بہت مقبول ہوئی۔

الحاشیہ الزاھدیہ القطبیہ: از میرزاہد:۔

علامہ قطبی کی ایک کتاب **رسالۃ التصور والتصدیق** ہے جس پر میرزاہد نے حواشی لکھے ان کا نام **الحاشیہ الزاھدیہ القطبیہ** رکھا۔ مذکورہ دونوں کتابوں میں منطق کے بہت دقیق مسائل اور پیچیدہ مباحث کی وضاحت کی گئی ہے۔

ہندی نصابی کتب منطق کی شرحیں

سلم العلوم کی مندرجہ ذیل شرحیں قابل ذکر اور منطق کے طلباء میں بہت مقبول ہیں۔

1۔ حمد اللہ:۔

از حمد اللہ سندیلوی

2۔ قاضی مبارک:۔

از قاضی مبارک گوپاموی

3۔ ملا حسن:۔

از ملا حسن بن غلام مصطفیٰ

4۔ مراۃ الشروح:۔

از ملا محمد مبین

ان کتابوں میں سے "حمد اللہ" میں تصدیق اور "قاضی مبارک" میں تصور کے موضوع پر وضاحت قابل قدر ہے۔

باب ہشتم

علم الحساب، علم الہیئت اور علم الطب

برعظیم پاک و ہند میں چونکہ علم الحساب، علم ہیئت اور علم طب پر عربی میں زیادہ کتابیں نہیں لکھی گئیں اس لئے ان سب کا مختصر تذکرہ یکجا طور پر کیا جا رہا ہے۔

علم الحساب:۔

علم الحساب کے موضوع پر عربی زبان میں ویسے بھی کم کام ہوا خصوصاً یہاں ہند میں تو عربی تصنیف و تالیف کا سلسلہ بہت بعد میں شروع ہوا تاہم جس طرح ایران اس پر فخر کر سکتا ہے کہ اس نے آخر دور میں بہاء الدین محمد بن حسین الآملی جیسے ریاضی دان پیدا کئے اسی طرح یہ برعظیم بھی اس پر فخر کر سکتا ہے کہ یہاں عصمت اللہ بن عظمت اللہ سہارنپوری، لطف اللہ المتخلص بالمہندس بن استاد احمد المعمار اور ان کے لڑکے امام الدین جیسے اعلیٰ درجے کے ریاضی دان پیدا ہوئے۔

خلاصۃ الحساب: از بہاء الدین:۔

یہ علم الحساب کی ایک اہم کتاب ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کئی مصنفوں نے عربی اور فارسی میں اس کی شرحیں لکھی ہیں۔

انوار خلاصۃ الحساب: از عصمت اللہ:۔

خلاصۃ الحساب کی یہ سب سے پہلی شرح ہے جو عصمت اللہ بن عظمت اللہ سہارنپوری نے لکھی ہے، عصمت اللہ نے اپنی شرح کے آغاز میں ایک مختصر مقدمہ لکھا ہے جس میں علم الحساب کی اہمیت پر زور دیا ہے یہ شرح بہت معلومات افزا اور مفید ہے اور اس سے مصنف کی علم ریاضی میں قابلیت کا ثبوت ملتا ہے اس میں متن کی تمام مشکل عبارتوں اور پیچیدہ مسئلوں کی بھی پوری طرح تشریح کر دی گئی ہے۔

شرح خلاصۃ الحساب: از لطف اللہ المہندس:۔

خلاصۃ الحساب کی یہ مختصری شرح ہے جو مشہور ریاضی دان لطف اللہ المتخلص بالمہندس نے لکھی ہے اور اس کے لڑکے نے اس کے حواشی قلمبند کئے ہیں لطف کی بات یہ ہے کہ لطف اللہ ' ان کے والد استاذ احمد اور ان کے بھائی عطاء اللہ اور لڑکے امام الدین سب بڑے عالم تھے اور علم ریاضی میں مہارت کے لئے مشہور تھے۔

علم الہیئت

عربی میں علم الہیئت پر دو کتابیں مشہور ہیں ایک تو محمود بن محمد چغمینی الخوارزمی کی تصنیف "**الملخص فی الھیئة البسیط**" جو عام طور سے چغمینی کے نام سے مشہور ہے اور دوسری خلاصۃ الحساب کے مصنف بہاء الدین کی تصنیف **تشریح الافلاک** ہے موسیٰ بن قاضی زادہ نے چغمینی کی ایک شرح بھی لکھی ہے جو شرح چغمینی کے نام سے مشہور ہے۔

حاشیة علی چغمینی: از امام الدین بن لطف اللہ:۔

الخوارزمی کی مشہور تصنیف کی شرح موسی بن قاضی زادہ نے شرح چغمینی کے نام سے لکھی تھی اور امام الدین نے اس شرح کی شرح قلمبند کی جس سے اس کتاب کی مقبولیت ظاہر ہوتی ہے علم ہیئت کے طلباء کے لئے یہ بہت مفید ہے۔

التشریح فی شرح تشریح الافلاک: از امام الدین بن لطف اللہ:۔

یہ کتاب بہاء الدین کی تصنیف تشریح الافلاک کی شرح ہے اس شرح میں امام الدین نے ہندی علم ہیئت کے کچھ نظریات بھی شامل کر دیئے تھے جو عربی ہیئت دانوں کے لئے نئی چیز تھے ان میں سے ایک اہم اضافہ علم ہیئت میں "دائرة الہندیہ" کے نام سے موسوم ہے جس سے نصف النہار کے تعین وغیرہ میں کام لیا جاتا ہے۔

کتاب المقانیس 'از معتمد خان رستم بن دیانت خاں:۔

غزنوی دور کے بعد پاک و ہند میں علم ہیئت کے متعلق عربی میں جو کتابیں لکھی گئیں ان

میں یہ کتاب غالبا سب سے زیادہ اہم ہے' یہ دراصل دھوپ گھڑی سے متعلق کلیولیس کی ایک تصنیف کا عربی ترجمہ ہے۔

علم الطب

پاک و ہند میں علم طب سے متعلق عربی میں جو کتابیں لکھی گئیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک تو شرحیں اور شرحوں کی شرحیں اور دوسری نصابی کتب' یعنی اصل تصانیف' اول الذکر تصانیف میں مندرجہ ذیل سات کتابیں قابل ذکر ہیں۔

شرح القانون: از حکیم علی جیلانی:۔

عربی میں علم الطب پر جو کتابیں لکھی گئیں ان میں ابو علی سینا کی مشہور تصنیف "القانون" نہایت اہم ہے اس طبی قاموس کی شرحیں کئی علماء نے لکھی ہیں جن میں تین ہندی بھی ہیں ان میں سے ایک شرح حکیم علی جیلانی کی لکھی ہوئی ہے جو اکبر کے زمانہ کے شاہی طبیب تھے حکیم علی نے جو القانون کی شرح لکھی ہے وہ سب سے زیادہ ضخیم ہے اور مستند ہونے کے اعتبار سے القرش کی شرح کے بعد اس کا درجہ ہے۔

غاية المفهوم في تدبير المحموم: از اسحق خاں بن اسماعیل خاں:۔

یہ کتاب القانون کی ایک شرح ہے جو بارہویں صدی ہجری کے ایک مشہور ہندی اسحق نے لکھی ہے یہ شرح القانون کے اس حصہ تک محدود ہے جو مختلف قسم کے بخار اور ان کے علاج سے متعلق ہے یعنی کتاب کی جلد چہارم کا حصہ اول

شرح کلیات القانون: از حکیم شفائی خاں:۔

القانون کی یہ شرح حکیم شفائی خاں بن حکیم عبدالشفیع خاں مسیح الملک نے لکھی ہے جو نواب آصف الدولہ کے ایک مشہور طبیب تھے اور آصف الدولہ کی وفات کے بعد وہ نواب سعادت علی خاں کی ملازمت میں داخل ہو گئے۔

حاشیہ النفیسی: از اعاجب بن معالج خان:۔

القانون کے علاوہ علم الطب میں دو اور کتابوں کو اہمیت دی گئی ہے ایک تو **النفیسی** اور دوسری **الاسباب والعلامات** اور ہند میں بھی ان کتابوں پر کئی اطباء نے حواشی لکھے ہیں۔

علاء الدین بن ابوالحزم القرشی نے القانون کا خلاصہ الموجز کے نام سے قلم بند کیا تھا جس کی شرح برہان الدین نفیس عوض الکرمانی نے النفیسی کے نام سے لکھی پاک و ہند میں یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور اس کی دو شرحیں لکھی گئیں ان میں سے ایک شرح اعاجب بن معالج خاں نے لکھی جو اپنی صدی کے ایک مشہور ہندی طبیب تھے۔

حاشیہ النفیسی: از حکیم محمد شریف خاں:۔

حکیم محمد شریف ایرانی النسل تھے اور ہند میں آکر آباد ہو گئے تھے حکیم محمد شریف خاں قابل شخص تھے اور عربی عالم اور کامیاب طبیب کی حیثیت سے ان کی شہرت محمد شاہ کے زمانہ کے مشہور شاہی طبیب حکیم محمد احسن بن محمد افضل سے کم نہ تھی

کشف الاشکالات: از محمد ہاشم بن حکیم محمد احسن:۔

برہان الدین نفیس نے نجیب الدین ابو حامد محمد بن علی السمر قندی کی مشہور تصنیف **الاسباب والعلامات** کی شرح بھی لکھی تھی جو پاک و ہند میں بہت مقبول ہوئی اور یہاں اس پر کئی حواشی لکھے گئے اس میں دو زیادہ اہم خیال کئے جاتے ہیں ایک کا نام **کشف الاشکالات** ہے اور یہ کتاب محمد ہاشم نے لکھی ہے۔

الفوائد الشریفیہ: از حکیم محمد شریف خاں:۔

اس میں بھی شرح الاسباب والعلامات پر حواشی قلم بند کئے گئے ہیں۔

علم طب سے متعلق تصانیف کی دوسری قسم یعنی نصابی کتب میں مندرجہ ذیل چار کتابیں قابل ذکر ہیں۔

الجزء العمل من اکمل الصناعۃ: از حکیم کاظم:۔

حکیم کاظم شیعہ مجتہد حیدر علی کے لڑکے اور ایک مشہور طبیب تھے ان کو حاذق الملک کا خطاب بھی دیا۔ انکا یہ کتاب ایک مقدمہ' سات مقالات اور خاتمہ پر مشتمل ہے مقدمہ میں بیماری کی مہلک علامات' مقالات میں عام اور مخصوص امراض اور خاتمہ میں طبی اوزان و پیمائش کی وضاحت کی گئی ہے۔

اسرار العلاج: از حکیم علی شریف لکھنوی:۔

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ فہرست کتب خانہ بانکی پور جلد چہارم کے مرتب کی اس رائے سے ہو سکتا ہے۔

"اس کتاب سے مصنف کی غیر معمولی تنقیدی صلاحیت اور تحقیقی قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے جو دوسرے مشرقی مصنفوں میں عموماً نہیں پائی جاتی' بارہویں اور تیرھویں صدی ہجری میں ہندی طبیب امراض کی تشخیص و تحقیق کے جو مخصوص طریقے اختیار کرتے تھے وہ اس کتاب میں بڑی خوبی کے ساتھ واضح کئے گئے ہیں۔

حلیۃ الواصفین ووشاح الطالبین: از محمد مہدی بن علی اصغر:۔

اس کتاب کے مصنف نصیر الدین حیدر فرمانروائے اودھ کے وزیر اعظم اور علی شریف خان کے شاگرد تھے۔

قرابادین علوی خاں' از حکیم علوی خان:۔

یہ کتاب معتمد الملک حکیم محمد ہاشم بن حکیم محمد ہادی المعروف بہ علوی خان نے لکھی ہے جو اورنگ زیب عالمگیر کے عہد سے لے کر محمد شاہ کے زمانے تک شاہی طبیب رہے تھے یہ عہد مغلیہ کے نامور طبیب تھے۔

باب نہم

تاریخ وسوانح اور جغرافیہ

ہندی مورخوں نے اکثر و بیشتر تاریخیں فارسی میں لکھی ہیں لیکن اس کے برعکس عربی میں صرف چندہی تاریخیں لکھی گئی ہیں اسلام کی ابتدائی صدیوں میں جب عربی زبان کو فوقیت حاصل تھی ایران' ترکستان اور افغانستان میں بھی دینی' فلسفیانہ اور حکمیائی موضوعات پر کتابیں بالعموم عربی میں لکھی جاتی تھیں مگر شاعری' تفریحی ادب اور تاریخ نگاری میں فارسی کے مقابلہ میں عربی کو ان ممالک میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور ہند میں بھی یہی صورت حال رہی

اس برعظیم میں جو تاریخی کتابیں لکھی گئیں ان میں 14 تصانیف قابل ذکر ہیں اور ان کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

تواریخ	4 کتابیں
وقائع	1 کتاب
سیرت نبوی	3 کتابیں
سوانح عمری	5 کتابیں
سیروسیاحت	1 کتاب
مجموعہ	14 کتابیں

تواریخ:۔

اس موضوع پر عربی میں جو چار کتابیں لکھی گئی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

تحفتہ المجاہدین 'از شیخ زین الدین بن عبدالعزیز المعبری:۔

یہ کتاب مالا بار میں پرتگالیوں کے طرز عمل اور کاروائیوں کی تاریخ ہے جس میں 1498ء میں اس علاقہ میں پرتگالیوں کی آمد سے لے کر 1581ء تک کے واقعات قلمبند کئے گئے ہیں۔

اس کتاب کے چار حصے ہیں حصہ اول جہاد کے بارے میں اسلامی احکام سے متعلق ہے

حصہ دوم میں مالا بار میں اسلام کے آغاز اور اس کی اشاعت پر مفصل بحث کی گئی ہے حصہ سوم میں اس علاقہ کے بت پرست باشندوں کے انوکھے رسوم و رواج کا مختصر حال لکھا گیا ہے اور آخری حصہ جو کتاب کا اصل حصہ ہے اور جس کا پہلے تین حصوں کو مقدمہ کہا جا سکتا ہے 14 فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

الاعلام باعلام بیت الحرام: از قطب الدین محمد بن علاء الدین احمد نہروالی:۔

قطب الدین کی یہ تصنیف مکہ معظمہ کی مفصل تاریخ ہے جو ایک مقدمہ' دس ابواب اور ایک ضمیمہ پر مشتمل ہے مقدمہ میں مصنف نے اپنی کتاب کے ماخذ کی فہرست بھی درج کی ہے اور لکھا ہے کہ مکہ کا قدیم ترین مورخ عبدالولید محمد بن عبدالکریم الازرقی ہے مندرجہ ذیل فہرست ابواب سے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

باب اول:۔

مکہ اور کعبہ کا جغرافیائی بیان

باب دوم:۔

کعبہ کی بناء اور تعمیر

باب سوم:۔

عہد جاہلیت اور آغاز اسلام میں مسجد الحرام کی کیفیت

باب چہارم:۔

عباسیوں کے عہد میں مسجد الحرام میں کیا گیا اضافہ

باب پنجم:۔

منصور کے عہد میں شروع ہو کر اس کے بیٹے مہدی کے عہد میں مکمل ہونے والی تعمیر کے

بعد آئندہ عباسیوں کے عہد میں ہونے والے دو اہم اضافوں کا خصوصی بیان

باب ششم:۔

جو اکہ کے عہد میں مسجد کی مرمت

باب ہفتم:۔

مسجد الحرام عہد عثمانیہ میں

باب ہشتم:۔

مسجد الحرام سلیم اول کے عہد میں

باب نہم:۔

مسجد الحرام سلیم دوم کے عہد حکومت میں

باب دھم:۔

مسجد الحرام سلطان مراد کے عہد حکومت میں

ضمیمہ۔

مکہ میں مقدس مقامات کا بیان
کعبہ کی تاریخ کو پوری طرح واضح کرنے کے لئے مصنف نے عہد رسالت سے لے کر خود اپنے زمانہ تک مسلمانوں کی پوری تاریخ کا ایک سرسری خاکہ بھی پیش کیا ہے۔

البرق الیمانی فی الفتح العثمانی: از قطب الدین محمد بن علاء الدین احمد النہروالی:۔

یہ کتاب دسویں صدی ہجری کے آغاز سے لے کر 978ھ تک یمن میں ہونے والے واقعات کی تاریخ ہے جو تین ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے پہلا باب 13 فصلوں میں منقسم

ہے جس میں دسویں صدی ہجری کے آغاز سے لے کر عثمانی ترکوں کی فتح یمن تک یمنی بادشاہوں کی تاریخ رقم کی گئی ہے دوسرے باب میں 37 فصلیں ہیں اس میں یمن پر ترکوں کے قبضہ سے لے کر سلطان سلیمان کے عہد حکومت تک کی تاریخ بیان کی گئی ہے تیسرے باب میں 10 فصلیں ہیں اور اس میں سلطان سلیم کے عہد حکومت میں پیش آنے والے واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے خاتمہ 4 فصلوں پر مشتمل ہے جس میں سنان پاشا کی مصر کو واپسی اور اس کی فتوحات تیونس وگولیتا کا حال بیان کیا گیا ہے۔

ظفر الوالہ بمظفر وآلہ: از عبداللہ محمد بن عمر النہروالی الاصفی:۔

یہ کتاب گجرات کی تاریخ ہے جو سترھویں صدی کی پہلی دھائی میں لکھی گئی' یہ کتاب دو دفتروں میں منقسم ہے' دفتر اول کا تعلق گجرات کے مظفری سلاطین سے ہے جنہوں نے 1396ء تا 1572ء تک حکومت کی اس دفتر میں خاندیش اور دکن کے حکمرانوں کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے' دفتر دوم میں ان مختلف حکمران خاندانوں کی مختصر تاریخ قلم بند کی گئی ہے جنہوں نے بارھویں صدی عیسوی سے سولہویں صدی عیسوی تک شمالی ہند پر حکومت کی تھی اس کتاب کا ایڈیشن تین جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد میں عالمانہ مقدمہ بھی شامل ہے۔

وقائع

النور السافر عن اخبار القرن العاشر: از محی الدین عبدالقادر العیدروس احمد آبادی:۔

مصنف نے کتاب کے دیباچہ میں بیان کیا ہے کہ اس نے اپنی تصنیف میں مصر' شام' حجاز' یمن' روم اور ہندوستان وغیرہ کے نامور عالموں' ولیوں' قاضیوں' بادشاہوں اور امیروں کی تاریخیں لکھی ہیں اور کچھ دوسرے حالات' عجیب وغریب قصے اور لطائف بھی قلمبند کیے ہیں۔

اصل کتاب کے شروع میں حصول برکت کے لئے مصنف نے آنحضرتؐ کے مختصر حالات بیان کئے ہیں اور پھر 1445ء سے لے کر 1591ء تک کے واقعات تاریخ وار لکھے ہیں مصنف نے علماء کی ایک بڑی تعداد کے مختصر حالات لکھے ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل اشخاص خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

1۔ السخاوی:۔

بہت مشہور اور نادر تصنیف الضوء اللامع کے مصنف ہیں جن کا انتقال 1496ء میں ہوا

2۔ جلال الدین سیوطی:۔

مشہور و معروف عالم جن کا انتقال 1006ء میں ہوا

3۔ شیخ بن عبداللہ:۔

مصنف کا جدامجد' جنکا انتقال 1513ء میں ہوا

4۔ ابن سوید:۔

والی گجرات سلطان محمود نے انہیں "ملک المحدثین" کا خطاب دیا تھا1513ء میں انتقال ہوا

5۔ احمد بن محمد القسطلانی:۔

مشہور و معروف سیرت رسول المواہب اللدینه کے مصنف ہیں جن کا انتقال 1517ء میں ہوا تھا۔

6۔ جلال الدین الدوانی:۔

اپنے زمانہ کے نامور عالم اور مصنف تھے جن کا انتقال 1502ء میں ہوا تھا۔

7۔ مزجد:۔

شافعی فقہ کی مشہور کتاب العباب کے مصنف

8۔ بحرق الحذرمی:۔

انہوں نے والی گجرات سلطان محمود کے لئے سیرت رسول پر ایک کتاب لکھی جس کا عنوان ہے' تبصیرالحضرت الشاھیه الاحمدیه بسیرة الحضرة النبویه الاحمدیه

9۔ ابن حجرالہیثمی:۔

شرح المشکاۃ وغیرہ کے مصنف 1567ء میں وفات پائی۔

10۔ علی متقی:۔

مشہور و معروف ہندی عالم 1567ء میں انتقال ہوا

11۔ محمد بن طاہر:۔

نامور عالم جن کو بجا طور پر ہند کے نامور ملک المحدثین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے 1578ء میں ان کی وفات ہوئی۔

12۔ عبدالنبی:۔

دربار اکبری کے ایک مشہور عالم تھے ان پر اکبر کا عتاب نازل ہوا 1582ء میں وفات پائی۔

13۔ قطب الدین النہروالی:۔

مشہور مورخ اور خوشگوار شاعر' انکی پانچ طویل نظمیں بھی اس کتاب میں درج کی گئی ہیں۔

14۔ حکیم شہاب الدین محمد بن شمس الدین سندھی:۔

گجرات کے شاہی دربار سے متعلق تھے۔

یہ ان علماء و مصنفین میں سے زیادہ اہم لوگوں کے نام ہیں جن کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے بادشاہوں اور امیروں کے تذکروں میں مندرجہ ذیل نام شامل ہیں۔

1۔ قائت بے:۔

سلطان مصر جس کا انتقال 1495ء میں ہوا

2۔ محمود بن محمد:۔

بادشاہ گجرات جس نے 1510ء میں وفات پائی۔

3۔ مظفر شاہ ثانی بادشاہ گجرات:۔

سن وفات 1526ء

4۔ بہادر شاہ:۔

بادشاہ گجرات سن وفات 1536ء

5۔ محمود شاہ ثانی:۔

بادشاہ گجرات سن وفات 1553ء

6۔ احمد شاہ ثانی:۔

بادشاہ گجرات سن وفات 1559ء

7۔ خداوند خاں:۔

بادشاہ گجرات سن وفات 1560ء

8۔ قطب شاہ:۔

سلطان گولکنڈہ سن وفات 1582ء

اس کتاب میں جو سیاسی واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں۔

1۔ گجرات پر ہمایوں کی فوج کشی' بہادر شاہ کو مصطفیٰ بہرام کی غداری سے کس طرح شکست ہوئی۔

2۔ آصف خاں کا مکہ معظمہ سے واپس آنا اور منصب و زارت پر فائز ہونا یہاں تک کہ 1553ء میں وہ اور اس کا آقا دونوں مارے گئے۔

3۔ دیو پر پرتگالیوں کا قبضہ 1553ء

4۔ اکبر کی فتح گجرات 1572ء

5۔ احمد آباد اور اس کے بانی کے حالات

6۔ مظفر بن محمود کا مغلوں کو شکست دے کر 1583ء میں احمد آباد' بڑوچ اور بڑودہ پر دوبارہ قبضہ کرنا اور اگلے سال ان مقامات کا پھر اس کے ہاتھ سے نکل جانا

سوانحی خاکوں اور سیاسی واقعات کے مختصر بیان کے ساتھ ہی کچھ چیزیں موضوع سے ہٹ کر قلمبند کی گئی ہیں ان میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

1۔ حضر موت' احقاف' سبا' ارم' ذات العماد' مزار صالح اور مزار ھود وغیرہ

2۔ معجزات کے امکان پر بحث

3۔ عدن میں 1508ء میں زلزلہ آنے اور آگ لگنے کا بیان

4۔ قہوہ کا بیان

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اتحاف الحضرۃ العزیزہ لعیون السیرۃ الوجیزہ: از محی الدین عبد القادر:۔

یہ کتاب دو حصوں اور خاتمہ پر مشتمل ہے' پہلے حصہ میں چار باب ہیں جو آنحضرتؐ کی حیات طیبہ کے متعلق ہیں' دوسرے حصے میں دس باب ہیں جن میں ان دس اصحاب کے مختصر حالات زندگی قلمبند کئے گئے ہیں جو عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں خاتمہ میں اصحاب رسول کے اوصاف و فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

السیرۃ المحمدیہ' از کرامت علی بن فاضل محمد حیات علی:۔

یہ ایک ضخیم تصنیف ہے' یہ ایک ۔ تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کو لکھتے وقت مصنف

نے تمام روایات و واقعات کو جانچنے اور پرکھنے میں بڑی محنت کی ہے۔

سیرت رسولؐ پر بہت بڑی تعداد میں کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں القسطلانی کی تصنیف **المواهب اللدينه** مسلمانوں کے نقطہ نظر سے غالباً سب سے اہم ہے لیکن صحت اور معیار تنقید کے اعتبار سے السیرۃ المحمدیہ کو اس پر بھی فوقیت حاصل ہے۔

سوانح

العروض الناضر فی من اسمه عبد القادر: از عبد القادر العید روس:۔

کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں ان مشہور مسلمانوں کے مختصر حالات لکھے گئے ہیں جن کا نام عبد القادر ہے۔ غالباً یہ کتاب اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف ہے اس میں عبد القادر نامی چالیس اشخاص کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔

زهر الرياض وزلال الحياض: از الحسن بن علی بن شدقم:۔

یہ کتاب ایک ضخیم سوانحی لغت ہے' جو حروف تہجی کی ترتیب سے لکھی گئی ہے انداز تحریر بہت سادہ اور سلیس ہے اگرچہ یہ کتاب ایک تالیف ہے بلکہ اس کو **وفیات الاعیان** جیسی سابقہ تصانیف کا خلاصہ کہا جا سکتا ہے' حالات زندگی کے علاوہ اس کتاب میں تاریخی' جغرافیائی اور ادبی اہمیت کے اضافے بھی کئے گئے ہیں۔

سلافة العصر فی محاسن الشعراء بکل مصر: از السید علی صدر الدین بن احمد نظام:۔

مصنف نے دیباچے میں لکھا ہے کہ وہ بہت دیر سے اس بات کے خواہشمند تھے کہ اپنے زمانے یعنی گیارھویں صدی ہجری کے نامور شعراء کے متعلق یتیمة الدهر اور **دمية القصر** جیسی ایک کتاب لکھ کر علمی خدمات انجام دیں چنانچہ ان کی آرزو پوری ہو گئی۔

یہ کتاب مندرجہ ذیل پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔

حصہ اول:۔

شعراء مکہ و مدینہ

حصہ دوم:۔

شعراء شام و مصر

حصہ سوم:۔

شعرائے یمن

حصہ چہارم:۔

شعراء عجم، عراق اور بحرین

حصہ پنجم:۔

شعرائے مغرب

اس کتاب میں کل ایک سو چوبیس شعراء کے حالات لکھے گئے ہیں جن میں سے نصف درجن کے قریب ہندی یا ہند سے تعلق رکھنے والے ہیں۔

الدرجات الرفیعہ فی الطبقات الامامیہ من الشیعہ: از سید علی خان:۔

اس کتاب میں آغاز اسلام سے لے کر مصنف کے زمانے یعنی گیارہویں صدی ہجری کے ابتدائی حصہ تک کے ان سربرآوردہ لوگوں کا تذکرہ ہے جو شیعہ مذہب کے پیرو تھے۔ یہ کتاب بارہ حصوں میں تقسیم کی گئی ہے جن کو طبقات کا نام دیا گیا ہے پہلا طبقہ اصحاب رسول سے متعلق ہے اور یہ چار مقدموں اور دو ابواب پر مشتمل ہے اس کتاب کی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

پہلا طبقہ:۔

اصحاب رسول

1۔ مقدمہ:۔

صحابی کی تعریف

2۔ مقدمہ:۔

صحابی کا مرتبہ

3۔ مقدمہ:۔

صحابیوں کی تقسیم' مقبول اور غیر مقبول

4۔ مقدمہ:۔

وہ صحابہ جو آخر میں حضرت علیؓ کے ساتھ ہوئے۔

1۔ پہلا باب:۔

ہاشمی صحابہ

2۔ دوسرا باب:۔

دوسرے صحابہ

دیگر طبقات کے موضوعات کی تفصیل یہ ہے۔

دوسرا طبقہ:۔

تابعین

تیسرا طبقہ:۔

وہ محدثین جنہوں نے براہ راست اماموں سے حدیث حاصل کی

چوتھا طبقہ:۔

علماء اور فقہاء

پانچواں طبقہ:۔

فلاسفہ و متکلمین

چھٹا طبقہ:۔

عربی ادب کے عالم

ساتواں طبقہ:۔

صوفیاء

آٹھواں طبقہ:۔

شہنشاہ اور بادشاہ

نواں طبقہ:۔

امراء

دسواں طبقہ:۔

وزراء

گیارہواں طبقہ:۔

شعراء

بارہواں طبقہ:۔

خواتین

سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان: از سید غلام علی آزاد بلگرامی:۔

یہ کتاب جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے ہندوستان سے متعلق ہے اور چار ابواب میں تقسیم کی گئی ہے' پہلے باب میں برعظیم ہندو پاک کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے۔
دوسرا باب عظیم پاک و ہند کے مسلمان علماء و فضلاء کے سوانحی خاکوں پر مشتمل ہے یہ کتاب کا اصل حصہ ہے' اس میں 43 مشاہیر کے حالات تاریخی ترتیب سے درج کئے گئے ہیں۔
تیسرا باب فن خطابت کے بارے میں ہے اور اس میں نظم و نثر کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔
پہلا باب دراصل آزاد کی ایک الگ تصنیف ہے جس کا نام **شمامة العنبر** ہے مگر انہوں نے اس کو اس تصنیف میں شامل کر لیا ہے۔

سفرنامے۔

سلوۃ الغریب واسوۃ الاریب: از سید علی خاں ابن معصوم:۔

ابن معصوم کا سفرنامہ جغرافیائی' سوانحی اور خالص ادبی نقطہ نظر سے بہت دلچسپ ہے جغرافیائی دلچسپی والی چیزوں میں برعظیم پاک و ہند کے مختصر جغرافیہ کے علاوہ جو انہوں نے مسعودی کی تصنیف سے اخذ کیا ہے الیفہ' السعدیہ' القنفزہ' بندر الجیہ' مکران' چیتاپور' راج پور' بیجاپور' گلبرکہ اور گولکنڈہ کے متعلق معلومات بھی شامل ہیں۔
مصنف نے سمندروں' خام عنبر' مچھلیوں اور ہندوستانی پیداوار مثلاً گرم مصالحے ناریل' آم اور نیشکر کا ذکر کیا ہے' اور ہندوستانی حیوانات مثلاً طوطا' مور اور ہاتھی کے بارے میں اہم

معلومات درج کی ہیں۔

سوانحی دلچسپی والے تذکروں میں مندرجہ ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

1۔ قدیم ہندو راجاؤں اور ہندو مذہب کا بیان جو گزشتہ زمانہ کے مصنفوں بالخصوص مسعودی کی تصانیف سے اخذ کئے گئے ہیں اس میں ہمایوں کے حالات بھی درج ہیں۔

2۔ سلطان گولکنڈہ کے دربار سے وابستہ عربی علماء کے مختصر حالات

3۔ دکن کے باشندوں میں عزاداری محرم کا بیان

4۔ عباسی خلفاء ہارون اور مامون کی شادیوں میں شاہانہ تقریبات کا بیان

یہ کتاب ادبی لحاظ سے اس قدر دلچسپ ہے کہ ادبی ذوق رکھنے والے قاری کے لئے یہ مشکل ہے کہ اس کتاب کو شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر چھوڑ دے۔

اس کی ادبی تحریروں میں مندرجہ ذیل زیادہ اہم ہیں۔

1۔ شدائد زمانہ کا شکوہ۔ اہل علم و فضل کے لئے حالات کتنے ناموافق اور مخالف ہیں۔

2۔ وطن کے دور ہونے کا غم

3۔ سفر کی خوبیاں اور خامیاں۔ یہ ایک قسم کا مباحثہ ہے جس میں سفر کے موافق اور ناموافق دلائل پیش کئے گئے ہیں اور اس کے متعلق قرآن و حدیث سے حوالے اور دیگر اقوال بھی درج کئے گئے ہیں۔

4۔ مکہ مکرمہ سے روانگی کا الم انگیز بیان۔ اس میں جابجا بہت عمدہ اشعار بھی موجود ہیں۔

5۔ دولت' مچھلی' ماضی' ہوا' سمندری عجائبات' بحری سفر' کشتی' طوطا اور ہاتھی وغیرہ کے متعلق ادبی لطائف

6۔ ان شاعروں کے اشعار جن سے دوران سفر مصنف کی ملاقات ہوئی۔

باب دہم

علم اللسان

پاک و ہند میں علم اللسان سے متعلق عربی میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا تذکرہ تین عنوانات کے تحت کیا جا سکتا ہے، علم نحو، تالیف لغت اور بلاغت

علم نحو

اگرچہ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ عربی میں نحو پر تخلیقی کتابیں لکھنے کا فن ساتویں صدی ہجری کے اواخر میں اپنے انتہائی عروج کو پہنچ گیا تھا اور چار نامور ترین نحویوں میں سے آخری شخص ابن ہشام کے بعد کوئی مسلمان علم نحو پر ایسی نئی تصنیف پیش نہیں کر سکا جو خود اس کی تحقیقات پر مبنی ہو تاہم بعد کے زمانوں میں عربی نحو کے عالم بالکل بے کار نہیں رہے بلکہ انہوں نے جو کام کیا اس کو کسی طرح بھی غیر اہم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

تعلیق الفرائد از محمد بن ابو بکر بن عمر الدمامینی:-

یہ کتاب ابن مالک کی تصنیف تحصیل الفوائد و تکمیل المقاصد کی شرح ہے جو مصر کے ممتاز عالم اور نحوی محمد بن ابو بکر بن عمر الدمامینی نے لکھی تھی مصنف نے یہ کتاب گجرات میں بمقام کھمبایت قلم بند کی تھی۔

المنهل الصافي: از محمد بن ابو بکر بن عمر الدمامینی:-

یہ کتاب محمد بن عثمان بن عمر بلخی کی تصنیف وانی کی شرح ہے 1421ء میں مصنف جب حسن آباد جا رہا تھا تو اس نے وہاں کے فرمانروا احمد شاہ بہمنی کے لئے یہ شرح لکھی تھی۔

تحفة الغريب في شرح مغني اللبيب: از محمد بن ابو بکر بن عمر الدمامینی:-

یہ کتاب ابن ہشام کی تصنیف مغنی اللبیب کی شرح ہے مذکورہ تینوں کتابیں جو ایک ہی شخص نے ہند میں اور ہندی سرپرستی میں لکھی تھیں بہت قیمتی تصانیف ہیں علامہ سیوطی نے

- بغیہ الوعاۃ میں ان کتابوں کے مصنف کی بہت تعریف کی ہے۔

الارشاد یا ارشاد النحو: از شہاب الدین دولت آبادی:۔

الارشاد عربی نحو کی ایک نصابی کتاب ہے۔ اور بعض ہندی علماء کی رائے میں یہ ابن حاجب کی مشہور تصنیف کافیہ پر بھی فوقیت رکھتی ہے۔
اگرچہ الارشاد کو وہ شہرت و مقبولیت حاصل نہیں جو الکافیہ کو ہے' تاہم اگر دونوں کتابوں کا بلحاظ موازنہ کیا جائے تو ظاہر ہو جائے گا کہ ترتیب اور موضوع کی تشریح کے اعتبار سے الارشاد زیادہ بہتر تصنیف ہے۔

الشرح الهندی 'شرح الکافیہ: از شہاب الدین دولت آباری:۔

قاضی شہاب نے کافیہ کی ایک بڑی شرح بھی لکھی ہے جو شرح الہندی کے نام سے مشہور ہے' بلکہ یہ کافیہ کی اہم ترین شرح ہے' قاضی شہاب الدین نے عربی نحو پر دو کتابیں لکھی ہیں ایک نصابی کتاب ہے اور دوسری شرح' ان کی لکھی ہوئی نصابی کتاب کو اگرچہ کافیہ پر فضیلت حاصل نہیں ہے تاہم یہ ان کی اہم تصنیف ہے' اور ان کی لکھی ہوئی شرح بھی کافیہ کی ایک بہترین شرح کی اساس بنی ہے۔

تذکرۃ النحو: از عبدالرشید جونپوری:۔

بدایۃ النحو: از عبدالرشید جونپوری:۔

علم نحو پر پاک و ہند میں اور متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں یہ دو کتابیں بھی شامل ہیں ان کے مصنف جونپوری ہیں ان کتابوں میں بدایۃ النحو ایک اہم خصوصیت کی حامل ہے یعنی اس میں جتنی مثالیں دی گئی ہیں وہ سب فقہ سے ماخوذ ہیں۔

تکملہ حاشیہ عبدالغفور علی شرح الجامی: از عبدالحکیم سیالکوٹی:۔

حاشیہ علی حاشیہ عبدالغفور علی شرح الجامی: از عبدالحکیم سیالکوٹی:۔

سیالکوٹی نے شرح جامی کی یہ دو ضخیم شرحیں لکھی ہیں ان میں سے ایک تو جامی کے شاگرد عبدالغفور کی نامکمل تصنیف حاشیہ علی شرح الجامی کا تکملہ ہے اور دوسری کتاب میں عبدالحکیم نے عبدالغفور کی اس تصنیف پر حواشی قلم بند کئے ہیں یہ دونوں کتابیں استنبول میں شائع ہوئی ہیں۔

غایۃ التحقیق: از صفی بن ناصر:۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ علم نحو پر کئی اور قابل ذکر کتابیں بھی لکھی گئی ہیں جن میں قاضی شہاب کے شاگرد صفی بن ناصر کی تصنیف غایۃ التحقیق بھی شامل ہے حاجی خلیفہ نے اس کی بہت تعریف کی ہے۔

تالیف لغت

العباب: از رضی الدین حسن الصنعانی:۔

یہ کتاب مستند لغات میں شمار کی جاتی ہے صحاح کے زمانہ تالیف سے لے کر مزہر کے مولف کے عہد تک علم لغت پر جتنی کتابیں لکھی گئیں یہ ان میں اہم ترین تالیف ہے۔

تکملہ وذیل وصلہ: از رضی الدین حسن الصنعانی:۔

یہ الصنعانی کی ایک اور اہم تالیف ہے جس میں متضاد معنی والے الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے اگرچہ یہ ایک مختصر رسالہ ہے مگر بہت مفید اور کار آمد ہے' اس رسالے میں تمام متضاد الفاظ کو حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔

کتاب الذئب: از رضی الدین حسن الصنعانی:۔

عربی میں ہم معنی الفاظ بڑی تعداد میں ہیں اور ایک ہی شئی کے لئے متعدد الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً عربی زبان میں روشنی کے لئے 21' تاریکی کے لئے 22' آفتاب کے لئے 29' کنویں کے لے 88' شیر کے لئے 350' اونٹ کے لئے 100 اور اونٹنی کے لئے 255 الفاظ موجود ہیں۔

ان کتابوں سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ الصنعانی کو عربی زبان پر کس قدر عبور حاصل تھا۔

قاموس: از مجد الدین فیروز آبادی:۔

اگرچہ یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ قاموس ایک ہندی تصنیف ہے تاہم اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس کتاب کے مولف کو ہند کے درباروں میں جو شاہانہ سرپرستی حاصل ہوئی وہ اس کے لئے کتنی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

تاج العروس: از سید مرتضیٰ زبیدی:۔

زبیدی نے تاج العروس کے نام سے قاموس کی نہایت جامع اور ضخیم شرح لکھی یہ بہت مشہور و معروف کتاب ہے۔

منتخب اللغات' از عبد الرشید ٹھٹھوی:۔

اس لغت کے مولف عربی لسانیات کے اس شعبہ میں باکمال تھے انہوں نے شاہ جہاں کے حکم سے فارسی میں عربی الفاظ کی ایک لغت لکھی تھی جس کا نام منتخب اللغات ہے یہ لغت پاک و ہند میں بہت مقبول ہوئی۔

منتہی الارب: از عبد الرحیم صفی پوری:۔

ان کا زمانہ حیات سلطنت مغلیہ کا آخری دور تھا اور 1857ء کی شورش عظیم سے کچھ ان کا انتقال ہوا انہوں نے منتہی الارب کے نام سے ایک ضخیم لغت تین جلدوں میں

ہے۔

القول المانوس فی صفات القاموس:از مفتی سعد اللہ مراد آبادی:۔

یہ قاموس کی ایک شرح ہے اس کتاب کی ضخامت تین سو صفحات سے زیادہ ہے مفتی سعد اللہ کا انتقال 1857ء کی شورش عظیم کے تقریباً 14 سال بعد ہوا اور اس اعتبار سے یہ کتاب کچھ بعد کے زمانہ سے متعلق ہے تاہم اس کی قدر و قیمت واضح کرنے کے لئے اس کے 35 ابواب میں سے چند کے عنوانات ذیل میں درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

باب نمبر1۔ مصنف کے حالات زندگی

باب نمبر2۔ کتاب کے نام کی صراحت

باب نمبر3۔ قاموس میں شامل الفاظ کی صحیح تعداد

باب نمبر4۔ مختلف مخطوطات کا بیان

باب نمبر5۔ ماخذ کی صراحت

باب نمبر6۔ صحاح اور قاموس کا موازنہ

باب نمبر7۔ قاموس کی شرحوں کا بیان

باب نمبر8۔ اصطلاحات' جو مصنف کے اسلوب بیان کی ہیں۔

باب نمبر9۔ لغت استعمال کرنے کے متعلق ہدایات

باب نمبر10۔ مصنف کے اسلوب تحریر کی خصوصیات

باب نمبر11۔ مشکل فقروں کی تشریح

باب نمبر12 تا 23۔ مصنف کی غلطیاں جو مختلف عنوانات کے تحت بیان کی گئی ہیں۔

باب نمبر24۔ صحاح کے مصنف پر قاموس کے مصنف کے غلط اعتراضات

باب نمبر25۔ صحاح میں شامل وہ الفاظ جو قاموس کے مولف نے حذف کر دیئے۔

باب نمبر26 تا 29۔ بعض الفاظ کے وہ معنی جو صحاح میں درج ہیں مگر قاموس میں درج نہیں۔

باب نمبر30۔ قاموس میں غیر ضروری تکرار الفاظ

باب نمبر31 تا 32۔ بعض جگہ ایسا اختصار جو مبہم ہو گیا

باب نمبر33۔ مصنف پر ایک نقاد کی شدید تنقید کا جواب

کشاف اصطلاحات الفنون: از محمد علی الفاروقی تھانوی:۔

یہ کتاب بارھویں صدی ہجری کے وسط میں لکھی گئی لغت کے محدود مفہوم میں یہ تالیف لغت نہیں کہی جا سکتی کیونکہ یہ فنی اصطلاحات کی لغت ہے تاہم اس موضوع پر یہ نہایت اہم تالیف ہے جس میں علوم و فنون سے متعلق تمام عربی اصطلاحات کو قلم بند کیا گیا ہے اور ان کے فنی مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے کتاب حوالہ کی حیثیت سے یہ تالیف نہایت اہم ہے اور یہ دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

کشف الحجب والاستار من اسماء والکتب والاسفار: از اعجاز حسین کنتوری:۔

یہ کتاب کشاف اصطلاحات الفنون کی ہم پلہ ہے یہ کتاب دراصل شیعہ مصنفین کی تمام تصانیف کی کتابیاتی لغت ہے جس میں کتابوں کے نام اسی طرح حروف تہجی کے اعتبار سے درج کئے گئے ہیں جیسے کہ کشف الظنون میں ہیں۔

علم بلاغت اور علم عروض

علم بلاغت پر جو بہترین نصابی کتاب لکھی گئی ہے وہ السکاکی کی مشہور تصنیف "المفتاح" ہے جس کی بہت سی شرحیں اور حاشیے لکھے گئے اور پھر ان شروح و حواشی کی بھی شرحیں اور حاشیے قلم بند کئے گئے یہ کام ان مختلف ملکوں میں ہوتا رہا جو عربی ادب سے براہ راست یا بالواسطہ دلچسپی رکھتے تھے برعظیم پاک و ہند کو عربی زبان و ثقافت سے بالواسطہ دلچسپی رہی ہے اور عربی علم بلاغت میں حصہ لینے کی اس سے جو مناسب طور پر توقع کی جا سکتی تھی وہ اس نے پوری کر دی۔

مختصر العروض: از رضی الدین الصنعانی:۔

غالبا الصنعانی پہلے ہندی عالم ہیں جنہوں نے علم بلاغت سے متعلق اس موضوع پر کتاب لکھی یہ مختصر مگر جامع رسالہ ہے جس میں علم عروض کے اصول پر بحث کی گئی ہے۔

اعجاز خسروی: از امیر خسرو:۔

امیر خسرو کی حیرت انگیز عبقریت اور غیر معمولی قابلیت کا ایک عمدہ نمونہ ان کی ضخیم تصنیف اعجاز خسروی ہے' جو فن بلاغت سے متعلق ہے یہ کتاب اگرچہ فارسی میں ہے مگر اسکی تمام مثالیں جو بالکل نئی بھی ہیں اور عربی میں ہیں' امیر خسرو بہت سے ادبی محاسن' اسلوب بیان اور صنعت لفظی کے موجد ہیں۔

حاشیہ المطول: از عبدالحکیم سیالکوٹی:۔

سیالکوٹی نے حاشیہ المطول کے نام سے سعد الدین تفتازانی کی کتاب المطول کی بہت جامع اور ضخیم شرح لکھی ہے تفتازانی کی المطول سکاکی کی تصنیف المفتاح کی شرح ہے پاک و ہند اور ترکی میں علماء اس کی شرح کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

انوار الربیع فی انواع البدیع' از سید علی بن احمد:۔

یہ کتاب ابن معصوم کی ایک بدیعیہ پر مشتمل ہے اس نظم میں اسلوب بیان کے تمام نمونے پیش کیے گئے ہیں اور خود مصنف نے اس کی شرح بھی لکھی ہے' ابن معصوم نے ابن حجہ کی بدیعیہ اور اس کی شرح پڑھنے کے بعد اس قسم کی اسّ سے بہتر نظم لکھنے کی کوشش کی اور پھر اس کی بہت ضخیم شرح بھی لکھی اور آخر میں اس کا خلاصہ قلم بند کیا' زیر تبصرہ کتاب یہی خلاصہ ہے' اس کے آخر میں ایک ضمیمہ بھی شامل کیا گیا ہے جس میں بدیعیہ لکھنے والے مصنفین کا مختصر حال لکھا گیا ہے۔

1۔ صفی الدین الحلی 1351ء
2۔ شمس الدین ابن جابر 1378ء
3۔ ابو جعفر احمد بن یوسف الغرناطی 1377ء
4۔ عزالدین علی بن الحسین الموصلی 1387ء
5۔ ابن حجہ 1433ء
6۔ ابن المقری 1433ء
7۔ السیوطی 1505ء

8۔ وجیہ الدین عبدالرحمن بن ابراہیم الزابدی 1514ء

9۔ محی الدین عبدالقادر بن محمد الطبری 1633ء

• سبحة المرجان: غلام علی آزاد:۔

آزاد نے اپنی مشہور تصنیف **سبحة المرجان** کا تیسرا باب ادبی محاسن اور فن بلاغت کے لئے کلیۃ وقف کر دیا ہے دوسرے علماء کی طرح آزاد نے بھی ایک بدیعیہ لکھی ہے اس کے آغاز سے قبل انہوں نے بطور معذرت لکھا ہے بعض اوقات ایسا اتفاق بھی ہوتا ہے کہ ایک معمولی شخص اتنا بڑا کام کر جاتا ہے جو بڑے بڑوں کے لئے بھی حیران کن ہوتا ہے اس سے ان کا اشارہ اپنے بدیعیہ کی طرف ہے۔

علمی قابلیت کے اس میدان میں آزاد عرب اور دوسرے ممالک کی نامور علمی شخصیتوں کا مقابلہ کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں اور ایک خالص ہندی کا یہ علمی کارنامہ کوئی معمولی کامیابی نہیں ہے۔

باب یازدہم

ادب لطیف اور مرصع نثر

شاعری کی طرح ادبی تخلیق اور مرصع نثر نگاری کے لئے بھی یہ لازمی شرط ہے کہ ادیب کو زبان اور اس کے ادب پر کامل عبور حاصل ہو اور وہ علم ادب کا پاکیزہ ذوق رکھتا ہو' لیکن اس باب میں ہند کے عربی مصنفوں کو جن دشواریوں کا سامنا تھا ان کے پیش نظر ان سے یہ توقع کرنا درست نہ ہو گا کہ وہ ادبیات کی اس صنف میں بھی اسی درجہ کی تخلیقات پیش کرتے جیسی کہ انہوں نے علم و ادب کے ان شعبوں میں پیش کیں جن میں مقابلتاً رکاوٹیں کم تھیں تاہم ان دشواریوں کے باوجود ہند میں خالص ادبی تصانیف بھی خاصی تعداد میں لکھی گئی ہیں اور ان کو مندرجہ ذیل چھ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

خطبات	4 عدد
ادبی منتخبات	2 عدد
مکاتیب	1 عدد
ادب لطیف	1 عدد
	افسانہ
	1 عدد
مجموعہ	12 عدد

خطبات

پاک و ہند میں بہت سے خطبات لکھے گئے ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

1۔ مشہور صوفی بزرگ حضرت نظام الدین اولیاء ایک نامور عالم بھی تھے۔ ان کا ایک خطبہ بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس کا انداز بیان نہایت نفیس ہے اور اس کے الفاظ محبت الٰہی سے لبریز اور قلب مضطرب کی پر جوش ترجمانی کرتے ہیں۔

2۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی چند خطبے لکھے ہیں جن میں سب سے عمدہ خطبہ وہ ہے جس کا

آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمدلله الذی خلق الانسان وقداتی علیه حین من الدهرلم یکن شیئا مذکورا

3۔ شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ محمد اسماعیل نے بھی بہت سے خطبات لکھے ہیں جو پاک و ہند میں مشہور ہیں شاہ اسماعیل ایک ممتاز عالم اور مسلک اہلحدیث کے سختی سے پابند تھے انہوں نے دلی خلوص کے ساتھ اس مسلک کی حمایت کی اور وہ مذہب کے معاملے میں نہایت محتاط رہتے اور غیر مقلد لوگوں کی اس تحریک کے اصول و نظریات کے مطابق عربی' فارسی اور اردو میں بہت سی کتابیں لکھیں خطبات میں ان کا انداز بیان نفیس اور دلکش ہے اور ان کا موضوع پاکیزہ اور فیض آفریں ہے۔

4۔ عبدالحیٔ نے اسلامی علوم کے مختلف شعبوں سے متعلق بہت سی کتابیں عربی میں لکھی ہیں اور ان کی ایک تصنیف "**اللطائف المستحسنة بجمع خطب الشهور السنة**" اتنے ہی خطبات پر مشتمل ہے جتنے کہ ایک سال میں جمعے ہوتے ہیں اسلوب بیان کے اعتبار سے ان خطبات کا مقابلہ زمخشری کی تصنیف **اطواق الذهب** اور شرف الدین کی تصنیف **اطباق الذهب** سے بخوبی کیا جا سکتا ہے جو مرصع نگاری کے بہت اعلیٰ نمونے ہیں۔

ادبی منتخبات

نفحته الیمن فی مایزول بذکره الشجن: از احمد بن محمد الیمنی:۔

ہند میں ادبی نگارشات کے جو مجموعے مرتب کئے گئے ان میں یہ کتاب سب سے عمدہ ہے احمد بن محمد نے نثر میں کئی کتابیں لکھیں جن میں جابجا نظم بھی شامل کر لی اگرچہ ان کی پیدائش یمن میں ہوئی مگر ان کی تمام علمی سرگرمیوں کی جولان گاہ ہندوستان ہی تھا۔

مرتب نے اس کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے پہلے باب میں مختصر کہانیاں اور ادبی حکایات ہیں دوسرا باب دو ادبی مباحث پر مشتمل ہے ایک مباحثہ تو گلاب اور نرگس کے درمیان ہے اور دوسرا طبیب اور نجومی کے درمیان تیسرے باب میں منتخب نظمیں شامل کی گئی ہیں جن میں قصائد بھی ہیں' چوتھے باب میں لامیہ قصائد جمع کئے گئے ہیں اور پانچواں باب ضرب الامثال اور زریں اقوال پر مشتمل ہے۔

ریاض الفردوس: از محمد حسین خاں شاہ جہان پوری:۔

یہ کتاب بہت ضخیم ہے اور اس کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو عربی' فارسی اور اردو سے متعلق ہیں لیکن ہمارا متعلقہ حصہ صرف عربی والا ہے' یہ حصہ دو بڑے ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے ایک باب نظم سے متعلق ہے اور دوسرا نثر سے' نثر والا باب مزید پانچ ذیلی ابواب میں تقسیم کر دیا گیا ہے' ان میں سے ایک میں ممتاز علماء کے خطوط جمع کیے گئے ہیں جن میں پانچ ہندوستانی بھی ہیں دوسرے میں سیوطی کا ایک عالمانہ مقالہ شامل کیا گیا ہے جس میں املاء' نحو' بلاغت وغیرہ سے متعلق مختلف امور کی وضاحت کی گئی ہے' تیسرا مختلف اسلامی علوم کی مستند تصانیف کے اقتباسات پر مشتمل ہے اور اس میں ایک ہندی صوفی شیخ فضل اللہ برہانپوری کا ایک مقالہ بھی شامل کیا گیا ہے چوتھے میں مختلف علوم مثلاً منطق' فلسفہ' ریاضی' اقلیدس' طب اور تشریح ابدان سے متعلق مقالات شامل کیے گئے ہیں اور ان میں علم منطق پر ایک ہندی عالم عبدالحق کا مقالہ بھی موجود ہے پانچویں میں اصول مباحثہ و مطالعہ اور تقریظ جیسے موضوعات سے متعلق منتخب تحریریں جمع کی گئی ہیں جن میں دو ہندوؤں کی بھی لکھی ہوئی ہیں اس کتاب کے مختلف ابواب میں جو موضوعات شامل کیے گئے ہیں وہ اتنے وسیع اور متنوع ہیں کہ اس مجموعہ کو قاموس کہا جا سکتا ہے۔

مکاتیب اور فن مکتوب نویسی

عجب العجائب فی مایفید الکتاب: از احمد بن محمد الیمنی:۔

اس کتاب میں مختلف اقسام و موضوعات سے متعلق خطوط جمع کر دیے گئے ہیں یہ کتاب تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے پہلا حصہ عالموں اور ادیبوں' دوسرا حصہ بادشاہوں' وزیروں اور قاضیوں جبکہ تیسرا حصہ تاجروں کے خطوط سے متعلق ہے آخر میں ایک ضمیمہ ہے جس کو چوتھا حصہ کہنا چاہیے کیونکہ یہ بھی کافی ضخیم ہے اور اس میں خانگی خطوط اور مختلف تقاریب و مواقع سے متعلق رقعے شامل کیے گئے ہیں جن میں وہ سادگی اور بے تکلفی موجود ہے جو عام زندگی کی خاصیت ہے۔

یہ کتاب دلچسپ ہے اور ہند میں مرتب کیا جانے والا اپنی قسم کا یہ پہلا مجموعہ ہے۔

ادب لطیف اور مرصع نثر

شاعری اور نثر نگاری ادب کی ان دونوں صنفوں میں تصنع کی طرف ہندی ذہن کا جو میلان رہا ہے اس پر قرآن پاک کی دو تفسیروں **سواطع الالہام** اور جب شغب کے تذکرہ میں بحث گزر چکی ہے' ان میں سے ایک کتاب میں شروع سے آخر تک کوئی نقطے والا حرف نہیں ہے اور دوسری میں اس کے برعکس ہر ایک حرف نقطہ دار ہے ان کتابوں کے علاوہ اس قسم کی تین اور کتابیں بھی لکھی گئی ہیں جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

موارد الکلم وسلک درر الحکم: از ابو الفیض فیضی:۔

یہ کتاب سواطع الالہام کے مصنف نے ہی لکھی ہے موضوع کے اعتبار سے اس کا تعلق تصوف و اخلاقیات سے ہے' سواطع کی طرح اس کتاب میں بھی مصنف نے کوئی نقطہ دار حرف نہیں لکھا ہے یہ کتاب پچاس ابواب میں تقسیم کی گئی ہے جن کا نام موارد رکھا گیا ہے اور یہ اخلاقی اوصاف سے متعلق وسیع موضوعات پر مشتمل ہیں۔

یہ کتابیں لکھ کر مصنف نے بلاشبہ یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کو عربی زبان و ادب پر حیرت انگیز قدرت حاصل ہے' اغلب خیال یہ ہے کہ اس طرز تحریر میں ساری کتابیں صرف ہندی میں لکھی گئی ہیں۔

المقامات الہندیہ: از سید ابوبکر بن محسن علوی:۔

دیباچہ میں مصنف نے یہ کتاب لکھنے کا سبب بیان کیا ہے کہ چند لوگوں نے ابوبکر کو یہ مشورہ دیا کہ وہ مقامات حریری و بدیعی کو سامنے رکھ کر اسی قسم کی ایک کتاب سادہ زبان اور عام انداز میں لکھیں تاکہ لوگ اس کو آسانی سے سمجھ سکیں چنانچہ مصنف نے یہ کتاب لکھی

یہ کتاب پچاس مقامات میں تقسیم کی گئی جن میں سے ہر ایک کا نام پاک و ہند کے کسی شہر کے نام پر رکھا گیا ہے مثلاً سورتیہ' احمد نگریہ' لاہوریہ وغیرہ راوی کا نام ابو الناصر بن فتاح ہے جو ابو الظفر ہندی کی مہمات اور کارنامے بیان کرتا ہے' کرداروں اور موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب مقامات حریری و بدیعی کے بہت مماثل ہے۔

المناقب الحیدریہ' ازاحمد بن محمد الیمنی:۔

مصنف نے اس کتاب کو مندرجہ ذیل آٹھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔
باب اول۔ بادشاہ کی رحم دلی اور تحمل کا بیان
باب دوم۔ بادشاہ کی سخاوت اور فیاضی کا بیان
باب سوم۔ بادشاہ کی تخت نشینی اور شجاعت کا بیان
باب چہارم۔ بادشاہ کے دینی عقائد اور فصاحت و بلاغت کا بیان
باب پنجم۔ بادشاہ کے وزیر کا بیان
باب ششم۔ شاہی محلات کا بیان
باب ہفتم۔ شاہی باغات کا بیان
باب ہشتم۔ بادشاہ کے حیرت انگیز کارناموں کا بیان

مستند ادبی تصانیف کی شرحیں

مصدق الفضل :ازشہاب الدین دولت آبادی:۔

مصدق الفضل قاضی شہاب کی ایک اہم تصنیف ہے اور یہ مشہور معروف قصیدہ "بانت سعاد" کی ضخیم شرح ہے اس کتاب کے آغاز میں شرح نگار نے شاعر کے مختصر حالات لکھے ہیں اور مندرجہ ذیل آٹھ عنوانوں کے تحت ہر شعر کی الگ اور مفصل شرح لکھی ہے۔

1۔ لغت
2۔ صرف
3۔ نحو
4۔ معانی
5۔ بیان
6۔ بدیع
7۔ عروض
8۔ حاصل

یہ شرح نہایت واضح' جامع اور مفصل ہے شروع سے آخر تک ہر ایک شعر کی تشریح میں ان خوبیوں کو برقرار رکھنا آسان کام نہ تھا مگر مصنف نے یہ مشکل کام بڑی خوبی سے انجام دیا۔

قصص وحکایات

قصہ شکروتی:۔

قصص و حکایات کے ضمن میں ایک کتاب قصہ شکروتی قابل ذکر ہے جس میں مالا بار میں مسلمانوں کے آنے اور آباد ہونے کی داستان بیان کی گئی ہے یہ واقعہ کرنگا نور کے راجہ شکروتی کے زمانہ کا ہے' جو آنحضرتؐ کا ہم عصر تھا اور معجزہ شق القمر دیکھ کر ایمان لے آیا تھا اس کتاب کے مصنف کا نام معلوم نہیں' مگر یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہندی تھا کیونکہ مالا بار سے متعلق دوسری کتابیں مثلاً **تحفۃ المجاہدین** اور **الفتح المبین السامری** ہندیوں کی لکھی ہوئی ہیں اس کے علاوہ اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس نوعیت کا ہے کہ مالا بار کا کوئی باشندہ ہی اس کو لکھ سکتا تھا۔

باب دوازدھم

شاعری

یہ امر افسوس ناک ہے کہ عربی شاعری سے دلچسپی نہ ہونے کی وجہ سے جنوبی ہند کے صرف چند ہی عربی شعراء کا کلام ہم تک پہنچا ہے مورخین نے بس اسی قدر لکھنے پر اکتفا کیا ہے کہ ان درباروں میں عربی کے کئی شاعر اور عالم تھے اور ان کے نام اور حالات تک نہیں لکھے۔

صرف ایک شاعر محمد بن عبدالعزیز کے حالات لکھے گئے ہیں جو **تحفة المجاہدین** کے مصنف زین الدین کا بھائی تھا۔ عربی کے کچھ اور شاعر بھی ہند میں آکر آباد ہو گئے تھے جن میں ابن معصوم اور ان کے والد نظام اور زہر الریاض کے مصنف حسن بن شدقم قابل ذکر ہیں۔

ذیل میں تاریخی ترتیب سے عربی کے چند اہم شاعروں کا ذکر کیا جائے گا ان میں ہندی بھی ہیں اور ایسے غیر ملکی بھی جنہوں نے ہند میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔

مسعود بن سعد سلمان:

مسعود لاہور میں پیدا ہوئے تھے اور یہیں ان کی پرورش ہوئی تھی وہ فارسی کے علاوہ عربی اور ہندی میں بھی شعر کہتے تھے اور ان سب زبانوں میں دیوان بھی چھوڑے تھے افسوس کہ ان کے عربی اور ہندی دیوان غالباً موجود نہیں ہیں۔ **حدائق السحر** میں وطواط نے مسعود کے عربی اشعار کافی تعداد میں درج کئے ہیں۔

امیر خسرو:

امیر خسرو اگرچہ فارسی کے شاعر ہیں لیکن انہوں نے عربی میں کافی شعر کہے ہیں چنانچہ اعجاز خسروی میں جابجا ان کے عربی اشعار بھی ملتے ہیں۔ اور خزائن الفتوح میں بھی جگہ جگہ عربی اشعار پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے ایک ایسی بھی نظم لکھی ہے جس کے ہر شعر کا پہلا مصرع فارسی ہے اور دوسرا عربی لیکن وہ عربی کے اچھے شاعر نہیں ہیں۔

نصیرالدین چراغ دھلوی:

شیخ نصیر عربی کے ایک ممتاز عالم تھے اور عربی میں شعر بھی کہتے تھے انہوں نے اپنے استاذ شمس الدین یحیٰ کی مدح میں یہ شعر کہا ہے جس کی بہت زیادہ تعریف کی جاتی ہے۔

سالت العلم من احیاک حقا فقال العلم شمس الدین یحی

میں نے علم سے پوچھا سچ بتا تیرا احیاء کس نے کیا؟ تو علم کہنے لگا شمس الدین یحیٰ نے

قاضی عبدالمقتدر:۔

قاضی عبدالمقتدر حضرت نصیرالدین چراغ کے شاگرد اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاذ تھے وہ اپنے زمانہ کے ایک ممتاز عالم اور عربی کے اچھے شاعر بھی تھے انہوں نے لامیۃ العجم کی تقلید کرتے ہوئے ایک **قصیدۃ الامیۃ** لکھا جو اپنے نفیس اسلوب بیان، ابتدائی اشعار کی خوبی، مخلص کی موزونی اور حسن تخیل کی وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس قصیدے کا پہلا شعر یہ ہے۔

یا سائق الظعن الاسحار الاصل، سلم علی دار سلمی وابک ثم سلی

اے صبح و شام اونٹوں کو ہنکانے والے سلمیٰ کے گھر کو میرا سلام کہنا اور رو رو کر (حالات) دریافت کرنا

ہندی شاعر صنعت لفظی کے بہت شائق ہیں اور یہ خصوصیت اس قصیدہ میں بھی پائی جاتی ہے چنانچہ اس کے مذکورہ شعر میں مندرجہ ذیل کنائے موجود ہیں۔

1۔ سلم اور سلمیٰ اور سلی میں تجنیس زائد

2۔ مراعاۃ النظیر از اول تا آخر

3۔ سلم اور سلمیٰ میں صنعت اشتقاق

4۔ السحر اور اصل میں صنعت تضاد

عبدالقادر نے بہت نادر تشبیہیں دی ہیں جن کا اندازہ قصیدہ کے مندرجہ ذیل اشعار سے ہو سکتا ہے۔

بخیلۃ لوصال المستھام بھا، والجود فی الخود مثل البخل فی الرجل

ستہ ملنے میں بڑی بخیل ہے اور ایک خلیق نوجوان عورت کی سخاوت

ایسی ہی ہے جیسی مردوں کی مخالفت ہے۔

احمد تھانیسری:

احمد تھانیسری ایک ممتاز عالم اور اچھے عربی شاعر تھے آنحضرت کی مدح میں انہوں نے قصیدہ الدالیہ لکھا ہے جو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جس میں قصیدہ کا اصل موضوع تشبیب کے بعد اس طرح شروع کیا ہے۔
اب لیلیٰ اور اس کی ہم نشینوں کا تذکرہ ختم کر دے اور رسول اکرمؐ کی تعریف بیان کر۔

شاہ احمد شریحی:

شاہ شریحی چندیرہ (مالوہ) کے رہنے والے تھے وہ عربی شعر بھی کہتے تھے زمخشری نے اشاعرہ کی جو ہجو لکھی تھی اس کے جواب میں شریحی کے دو اشعار قابل ذکر ہیں۔

عجبا لقوم الظالمین تلقبوا بالعدل یا فیهم لعمری معرفه
قدجاءهم من حیث لایدرونه تعطیل ذات الله مع نفی الصفه

تعجب ہے ان ظالم لوگوں پر جو عادل کا لقب اختیار کرتے ہیں۔ کاش ان میں اتنی سمجھ ہوتی عدل کا لفظ جبکہ وہ اس کے معنی بھی نہیں جانتے ایسا ہے جیسے اللہ کی ذات کو اس کی صفت سے الگ کر دیا جائے۔

محمد بن عبدالعزیز کالی کوٹی مالاباری:

محمد بن عبدالعزیز کا تعلق دسویں صدی ہجری کے نصف آخر سے ہے اور یہ بھی عربی میں شعر کہتے تھے محمد بن عبدالعزیز نے "**الفتح المبین للسامری الذی یجب علی المسلمین**" کے نام سے ایک طویل رزمیہ نظم لکھی ہے جو 503 اشعار پر مشتمل ہے جس میں کالی کٹ کے راجہ سامری اور واسکوڈی گاما کے پرتگالی سپاہیوں میں جنگ کے حالات نظم کئے ہیں موضوع کے اعتبار سے یہ نظم اگرچہ زیادہ اہم نہیں ہے لیکن اس میں کچھ شعری خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ شروع سے آخر تک انداز بیان سادہ اور نفیس ہے مندرجہ ذیل چند اشعار سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ نظم کیسی ہے حسب دستور نظم کا آغاز حمد و نعت سے ہوا ہے پھر اصل موضوع کی ابتدا ان اشعار سے کی گئی ہے۔

فان هذی قصة عجیبة فی شرح حرب شانها غریبة
وقعة فی خطة الملیبار ومثلها لم یجر فی تلک الدیار
بین المحب المسلمین السامری و بین خصمه الفرنجی الکافر
نظمت بعضها و مالک الملوک یسمع القصة سائر الملوک
لعلهم اذ سمعوا یتفکرون فی الحرب اولعلهم یعتبرون
لعلها تسیر فی الافاق لاسیما فی الشام و العراق

یہ عجیب واقعہ ہے اس لڑائی کے بارے میں جس کی عجیب شان ہے۔
یہ ایک لڑائی مالابار کے خطے میں ہوئی جس کی مثل اس دیار میں اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔
یہ لڑائی محب مسلمین سامری اور اس کے دشمن یعنی فرنگی کافر کے درمیان ہوئی۔
میں نے اس کے ایک حصے کو منظوم کیا ہے مالک الملوک کی قسم تاکہ یہ تمام فرمانروا اس قصے کو سنیں
تاکہ جب وہ اسے سنیں تو اس لڑائی پر غور کریں یا اس سے عبرت حاصل کریں۔
تاکہ تمام اطراف میں پھیل جائے خصوصاً شام اور عراق میں

سید علی خان ابن معصوم:

ابن معصوم عربی کے بھی اچھے شاعر تھے انہوں نے اپنی نظم البدیعہ میں فن بلاغت اور لفظی اختراعات کی تمام ممکنہ مثالیں پیش کی ہیں۔ یہ نظم بلاغت کے موضوع پر عربی ادب میں ایک قابل قدر اضافہ سمجھی جاتی ہے۔ ابن معصوم نے اپنی اس نظم کی ایک شرح بھی لکھی۔ وز سلافہ میں بھی اس کی چند نظمیں موجود ہیں۔

سید عبدالجلیل بلگرامی:

سید بلگرامی نے اورنگ زیب اور ان کے چھ جانشینوں کا زمانہ دیکھا وہ ایک ممتاز عالم تھے اور عربی، فارسی، ترکی اور ہندی چار زبانوں میں شعر کہتے تھے ہند کے سب سے بڑے عربی شاعر غلام علی آزاد نے ان کی شاعری کی بہت تعریف کی ہے۔ اورنگ زیب نے جب ستارہ کا قلعہ فتح کیا تو اس موقع پر انہوں نے اپنے اشعار میں جو تاریخیں نکالیں وہ بہت مشہور ہیں۔

لما توجه سلطان الانام الیٰ رب السموات فی تائید اسلام
اقرا بھامه اصل خنصره لورد یا قادرا فتاح اکمام
فصار حین افتتاح الاسم مفتتحا حصنالمن عبدوا احجار اصنام

جب سلطان انام نے رب السموات کی طرف تائید اسلام کے لئے رجوع کیا۔
تو اپنے انگوٹھے کو چھنگلیاں کی جڑ سے لگا کر "یا قادر فتاح اکمام" کا ورد شروع کیا۔
تو اس اسم کا ورد شروع کرتے ہی بت پرستوں کا قلعہ بھی فتح کر لیا۔
ابن معصوم ذہن رسا اور قوت متخیلہ کا مالک تھا اس کی تمام شاعری اس کے تخیل و تصور کی آئینہ دار ہے۔

غلام علی آزاد بلگرامی:

ہند کے عربی شاعروں میں سب سے زیادہ اہم غلام علی آزاد بلگرامی ہیں آزاد نے اپنی عربی شاعری کے کئی دیوان چھوڑے ہیں جن کا انتخاب سبعہ سیارہ کے نام سے شائع کیا گیا ہے آزاد نے آنحضرتؐ کی مدح میں کئی قصیدے بھی لکھے ہیں۔ اور ان کا ایک مجموعہ **تسلیة الفواد** کے نام سے مرتب شدہ ہے۔ آزاد کو بجا طور پر حسان الہند کا لقب دیا گیا ہے جس طرح کہ خاقانی کو "**حسان العجم**" کہا جاتا ہے۔

آزاد نے **مراۃ الجمال** کے نام سے 105 اشعار کی ایک طویل نظم لکھی تھی جس میں سر سے پاؤں تک محبوب کے تمام اعضاء کی تعریف کی گئی ہے ہر عضو کی تعریف میں دو دو شعر ہیں نواب صدیق حسن خان نے یہ نظم اپنی تصنیف "**نشوۃ السکران**" میں شامل کی ہے اور اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ عربی میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی نظم ہے اس نظم کے کچھ اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں تاکہ اس نظم کی نوعیت اور آزاد کی شاعری کی خصوصیات کا اندازہ ہو سکے۔

مطلق الحسن

بی ظبیة من ابرق الحنان من مثلها فی عالم الامکان
شمس تباہی بالسنا امة لها وکواکب اخری من الغلمان

میرے پاس ایسی ہرنی (محبوبہ) ہے جو وادی ابرق الحنان کی ہے اور اس عالم امکان میں اس جیسا کون ہو سکتا ہے؟
جس سورج کو اپنی چمک پر ناز ہے وہ اس کی کنیز ہے اور دوسرے ستارے اس کے غلمان

ہیں۔

الظفیرة (زلف)

اضفیرتان علی بیاض خدودھا اوفی کتاب الحسن سلستان
اولیلتا العیدین اقبلتا معا اومن قصائدھم معلقتان

اس کے سفید رخساروں پر یہ دونوں چوٹیاں ہیں یا حسن کی کتاب کے دو زنجیر نما کالم ہیں۔
یا دو عیدوں کی راتیں ہیں جو ایک ساتھ آگئی ہیں یا معلقات سبع کے دو قصیدے ہیں۔

الجبهة (پیشانی)

جبهتها المضیئة فی الدجی وھب الالہ له علو مکان
ھی نصف بدر کامل لکنھا تربو علی القمرین فی اللمعان

اس کی اندھیرے میں چمکتی ہوئی پیشانی کو اللہ تعالیٰ نے بڑا بلند مقام عطا کیا ہے۔ یہ بدر کامل کا ہے تو آدھا حصہ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ دو چاندوں (رخساروں) کے اوپر چمک رہا ہے۔

الحاجب (ابرو)

ابصر حواجبها وا درک کنھا غصنان منخیان وسط البان
اوکافران یشاوران لبوقعا آمالنا فی موقع الحرمان

اس کے ابروں کو دیکھو اور ان کی حقیقت کو سمجھو یہ "شجربان" کے درمیان میں دو جھکی ہوئی ٹہنیاں ہیں۔
یا دو کافر ہیں جو باہم مشورہ کر رہے ہیں کہ ہماری آرزوؤں کو محرومی کی آماجگاہ میں ڈال دیں۔

العین (آنکھ)

طرف الحبیبة ماکران تما رضا وتغافلا عن رویة الجیران
اونر جسان علی غصین واحد وھما بماء مسکر زعفران

محبوبہ کی نظریں حیلہ جو ہیں جو تکلف سے بیمار بنی ہوئی ہیں (دراصل) پڑوسی کو دیکھنے سے کتراتی ہیں۔
یا دو نرگس جو ایک ہی ٹہنی سے لگی ہیں اور نشہ آور پانی سے ہری بھری ہوئی ہیں۔

کلام آزاد کی خصوصیات:۔

1۔ غلام آزاد کی شاعری میں جس قسم کے تخیل و تصور کی فراوانی ہے وہ ایک خالص

عربی شاعر کے کلام میں نہیں پائی جاتی' عہد جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور کے عرب شاعروں کی شاعری سے آزاد کی شاعری اتنی ہی مختلف ہے جتنی کہ متنبی کی شاعری' متنبی کے زمانہ میں فارسی شاعری کی پوری نشوونما نہیں ہوئی تھی اس لئے اس کے کلام پر فارسی اثرات اس طرح نہیں پڑے جس طرح کہ آزاد کی عربی شاعری ان سے متاثر ہوئی ان اثرات کا نتیجہ یہ ہے کہ تخیل و تصور کے اعتبار سے آزاد کی شاعری زیادہ باثروت ہے لیکن شعری صلاحیت اور زبان کی خوبیوں کے اعتبار سے اس کا درجہ متنبی سے کم ہے۔

2۔ آزاد اشارہ کنایہ اور صنعت لفظی کے بہت شائق ہیں اور یہ رجحان ہند کے ادیبوں اور شاعروں میں عموماً پایا جاتا ہے' چنانچہ امیر خسرو بھی اس کے بڑے شائق تھے ان کی تصانیف اعجاز خسروی اور قران السعدین صنعت لفظی و بلاغت کا عمدہ نمونہ ہیں' آزاد نے بھی متعدد اسلوب بیان رائج کئے اور انہوں نے ایک بدیعیہ بھی لکھا ہے۔

3۔ آزاد نے اپنے عربی اشعار میں ہندی اور سنسکرت کی تشبیہات سے کام لیا اور ان زبانوں کا اسلوب بیان بھی اختیار کیا جس کی مثال **سبحۃ المرجان** پر تبصرہ میں بیان کی گئی ہے۔

4۔ آزاد نے فارسی شاعری کی تمام اقسام کے مطابق عربی میں شاعری کی' چنانچہ ان کے عربی کلام میں رباعی' مثنوی اور مستزاد وغیرہ کے متعدد نمونے پائے جاتے ہیں' عربی کی ارجوزہ مزدوجہ قافیہ بندی کے اعتبار سے تو فارسی مثنوی کے مماثل ہے مگر بحر میں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ آزاد نے عربی مزدوجہ کے لئے فارسی مثنوی کی بحر بھی اختیار کی اور عربی میں مثنوی بھی لکھی ان کی نظم "**مظہر البرکات**" ایک عربی مثنوی ہے جو خالص فارسی بحر میں لکھی گئی ہے نواب صدیق حسن نے **ابجد العلوم** میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ عربی میں مثنوی نہایت خوبی سے لکھی گئی ہے۔